

نور اللمباری

فی

صحیح البخاری

در تصحیف و تفسیر

تذکره مسیحی و احمدی و قسوس

و غیره

راجمعه در مصحفی و غیره

مکتبہ رضویہ لاہور

وَمَا يَكْبُلُ النَّسْوَانُ مِنْ قَوْلِهِ وَمَا يَكْبُلُ عَنْهَا إِلَّا عَنَتُهَا مَا يَسْتَعْمَلُونَ
 احادیث نبویہ کا مجموعہ قبول فی ذیل قرآن کے حدیث صحیح کتاب
 امام الدنیا امیر المؤمنین فی الحدیث راسل الحدیثین ائمتہ الامجاد ابو عبد اللہ محمد بن یحییٰ بخاری
 قدس سرہ الباری کی تالیف صحیح البخاری کا سلسلہ اردو ترجمہ اور مکمل شرح

فیوض الباری

فی شرح

صحیح البخاری

حصہ دوم

علامہ سید محمود احمد رضوی



مکتبہ رضوان آباد بارود والا

صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون
۴۰	مباشرت کے معنی	۴۲	شہر و رگ کرنا		باب۔ جنازہ کے بعد رجبہ غسل اکنہ
۴۱	باب۔ عائضہ و زینہ کے		باب۔ تہائی نہ کہ رہت نہانا عیائیں ہے؟		پھر جنازہ کرے تو کیا ہے؟ اور جو
	باب۔ عائضہ کے تمام کام انجام دے		حضرت مولانا کو تہنیکر کان کے کپڑے		کوئی اپنی مرید جو تہنیکر کے کپڑے
۴۳	سوائے طواف کے	۴۳	نے کر چکا تھا۔	۱۳	پھر ایک ہی غسل کرے
	پر زینت و عورتا جات عائضہ کو قرآن پڑھنا	۴۵	باب۔ لوگوں کے سامنے بارہ کر کے بنانا	۱۵	غسل پر زینت علیٰ غلہ اور حبثین
۴۴	جاگتا ہے!	۴۵	باب۔ غلہ توں کو حلقام ہونے کے متعلق		حضور کو چالیس مردوں کے دربار
۴۵	استغفار کا بیان		باب۔ جینی کے پسینہ کے پاک	۱۶	حالت و کافک
۴۶	استغفار اور اس کے ضروری مسائل	۴۵	ہونے کے متعلق		الذوالجلال کی تعداد و احوال کے
۴۶	باب۔ جینی کا توفیق دھونے کے متعلق	۴۶	باب۔ جینی گھر سے غسل سکتا ہے؟	۱۷	حالات و زندگی کا بیان
۴۶	باب۔ استغفار و عسکات کر سکتا ہے	۴۶	باب۔ بحالت عسکارت گھر میں رہنا		باب۔ مذہبی کا دھواں اور مذہبی سے
	باب۔ جینی کپڑے میں جینی کہنے اس میں نماز	۴۷	باب۔ جینی و شوکر کے صومے	۱۸	و ضروری ہوتا
۴۷	پڑھنے کے متعلق	۴۷	باب۔ بحالت عسکارت صومہ		و شہر و رگ کرنا اور شہر و رگ کرنا
۴۷	باب۔ وقت غسل خوشبو کرنا		باب۔ مرد و عورت کے متعلق تھے	۱۹	رہ جاتا
	باب۔ عورت جب حیض کا غسل	۴۸	کے متعلق		غسل کے بعد غسل کی کیا حد ہے؟
۴۹	کرے تو		باب۔ عورت کی شرم گاہ سے جو عورت	۱۹	غسل غسل ہوگی
۴۹	باب۔ غسل حیض کا بیان	۴۹	لگ جائے اس کو دھونا		باب۔ بالوں میں خدائی کرنا۔ جب
۵۰	باب۔ وقت غسل کھینچ کرنا	۵۰	غسل کے خواجہ حسن نے غسل کرنے کا طریقہ		سمجھنے کے چار طریقے ہیں
۵۰	باب۔ وقت غسل بال کھینچ		کتاب الحیض	۱۹	تو ان پر پانی بہانا
۵۱	باب۔ غلہ و غیر غلہ کی تفسیر میں	۴۴	باب۔ جینی کی ابتدا کیجئے ہوتی		باب۔ جنازہ میں و شوکر کے بعد
	باب۔ عائضہ حج یا عمرہ کا احرام		باب۔ عائضہ اپنے خاوند کا سر		باقی بدن دھونا اور شوکر کے بعد
۵۲	کیجئے یا نہ؟	۴۵	دھو سکتی ہے	۲۰	دوبارہ دھونا
	باب۔ جینی کے شروع ہونے اور ختم ہونے	۴۶	عائضہ کے احکام کا بیان		باب۔ جینی کو مسجد میں جینی ہونا
۵۳	کے بیان میں		باب۔ عائضہ عورت کا اپنی گویں قرآن پڑھنے	۲۰	یا آئے؟
۵۴	باب۔ عائضہ نہانے کا قضا پڑھے	۴۶	کے متعلق		بحالت جنازہ مسجد میں جانا
	باب۔ عائضہ کے ساتھ سونا یا بیکہ وہ اپنے		عائضہ و جینی کو قرآن مجید کا پڑھنا اور	۲۱	حرام ہے
۵۵	جینی کے کپڑے پہنے ہو	۴۷	جوزہ حرام ہے		باب۔ غسل کے بعد دو نوا تھوں
۵۶	باب۔ جینی کے کپڑے الگ بنانا الخ	۴۸	باب۔ نفاس کو جینی کہنا	۲۱	کو چھوڑنا
	باب۔ عائضہ کا دونوں میدان میں ۵۲ اور	۴۹	باب۔ عائضہ سے مباشرت کے متعلق		باب۔ غسل میں سر کی دائیں جانب سے

صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون
۱۱۲	باب فیض حد پہلے دیا گیا اور پھر میں نماز پڑھنا	۵۶	باب - تحریر ایک مرتبہ ہاتھ دانا کتاب الصلوٰۃ	۵۶	مسلمانوں کی دعا میں شریک ہونا اور غارت کی بیگ سے اٹک رہنا۔
۱۱۳	باب نماز میں مسکرات کے متعلق		صلوٰۃ کے متعلق		باب - اگر ایک ہی بیٹے میں عدت کو تین بار سرخ آجائے اس کا۔
۱۱۴	باب غیر چادر کے نماز پڑھنا		نماز کی اہمیت		اور حیض ہونے میں عدت کی بات ہے ماتے کا بیان
۱۱۵	باب ران کے میان میں امدان کے حالت ہونے کے متعلق		کیا ہر رکعت صلوٰۃ کا فرض ہے؟		باب - حیض کے دنوں کے حالات اور دونوں میں خفا کا اندازہ لگانا
۱۱۶	حیض زہرین ثابت کے حالات		باب - سراج میں نازکے کو فرض ہوئی سراج اور اس کے ناز و عشق صدر مکت کے متعلق		تو اس کا کیا حکم ہے؟
۱۱۷	باب عورت کھنکھڑوں میں نماز پڑھے مستورات کے لئے نماز میں سارے جسم کو چھونا فرض ہے		شب سراج اور صبح سراج و کفار کا اجتماع		باب - استسقاء کی روک کر کیا بیان باب - اگر عورت کو صحت افشا کے بعد حیض آئے
۱۱۸	نماز نماز آجائے میں پڑھنا مستحب ہے		شب سراج افضل ہے یا صبح		باب - سراج صبح و عشاء سے یکساں ہے باب - نفا میں وصال عورت کا نماز پڑھنا پڑھنا
۱۱۹	اس کی بحث		سراج صبحی		کتاب التیمم
۱۲۰	نماز نماز کو وقت		سراج روعانی		تیمم کا بیان
۱۲۱	باب - ایسی کپڑے میں نماز پڑھنا جس میں حیض یا تصدیر ہو		سراج کے دو حصے		باب جب پانی اور مٹی نہ ملے تو کیا کرے باب - حشر میں تیمم کرنا
۱۲۲	میں کپڑے میں یا ننگ کی تصویر ہو اس میں نماز پڑھنا مکروہ ہے		مسافر کے لئے قصر ضروری ہے اور اس کی بحث		باب پانی نہ ملے اور نماز قصر نہ پڑھ سکے باب تیمم میں دو دفعہ مٹی پڑھ کر پھر پانی
۱۲۳	باب - ایسی کپڑے میں نماز پڑھنا جس میں حیض یا تصدیر ہو		باب نماز کے لئے ستر کا وجوب		باب تیمم میں صحت مند پانی پڑھ کر
۱۲۴	باب - سرخ کپڑے میں نماز پڑھنا		ستر میں تھکان کے ضروری مسامی		تیمم کا طریقہ اور اس کے متعلق احکام کے مسامی
۱۲۵	باب - چھت، منبر اور گڑھی پر نماز پڑھنا		باب - جو ہندو نماز میں اپنی اگر کسی پر باندھ لیں		باب پاک مٹی مسلمان کا وضو ہے پانی کے بدلہ وہ اس کو کانی ہے
۱۲۶	باب - چھت، منبر اور گڑھی پر نماز پڑھنا		باب - ایک کپڑے کو بیٹھ کر اس میں نماز پڑھنا		باب - جب منی کو بیماری کا دور ہو تو کایا میں کا وضو تیمم کرے
۱۲۷	باب - چھت، منبر اور گڑھی پر نماز پڑھنا		باب - ایک کپڑے میں نماز پڑھنا		
۱۲۸	باب - چھت، منبر اور گڑھی پر نماز پڑھنا		باب - ایک کپڑے میں نماز پڑھنا		
۱۲۹	باب - چھت، منبر اور گڑھی پر نماز پڑھنا		باب - ایک کپڑے میں نماز پڑھنا		
۱۳۰	باب - چھت، منبر اور گڑھی پر نماز پڑھنا		باب - ایک کپڑے میں نماز پڑھنا		
۱۳۱	باب - چھت، منبر اور گڑھی پر نماز پڑھنا		باب - ایک کپڑے میں نماز پڑھنا		
۱۳۲	باب - چھت، منبر اور گڑھی پر نماز پڑھنا		باب - ایک کپڑے میں نماز پڑھنا		
۱۳۳	باب - چھت، منبر اور گڑھی پر نماز پڑھنا		باب - ایک کپڑے میں نماز پڑھنا		

صفحہ	مضمر	صفحہ	مضمر	صفحہ	مضمر
۱۵۹	باب ۱۱ نام کا صحیح طریقہ سے ناز پڑھنے کا اور قید کا بیان	۱۴۲	ترک واجب سے سبھ واجب ہے	۱۳۳	کشتی پر ناز پڑھنے کے مسائل
۱۵۹	مفسر علیہ السلام دہول کی کیفیت پر مطلع ہیں	۱۴۸	اگر شہر رکعت میں شک ہو تو کیا کرے	۱۴۴	باب۔ مسجد پر ناز پڑھنا
۱۶۰	مسجد ظان کہنا جائز ہے	۱۴۸	شک و شبہ ان کی تعریف اور کیا انبیا تے	۱۴۵	باب۔ گری کی وجہ سے پکڑے پر
۱۶۱	سہاقت کے مسائل	۱۴۹	گرام کو سہرہ دسیاں ہوتا ہے؟	۱۴۶	سجدہ کرنا
۱۶۱	باب۔ مسجد میں بالی تقسیم کرنا اور کچھ کا خوش رکھنا	۱۴۹	احمد بن حنبلہ میں انبیا کو شک نہیں ہو سکتا	۱۴۷	باب۔ جو توں صیت ناز پڑھنا
۱۶۱	باب۔ مسجد میں دولت دینا اور اس کا قبول کرنا	۱۴۹	مفسرہ کو ناز میں بر سہرہ نماز اس کے حصول	۱۴۷	کیا جو کچھ پھر ناز پڑھنا جائز ہے؟
۱۶۳	باب۔ مسجد میں فیصلے کرنا اور جان کرنا	۱۴۹	آندون کی تصریحات	۱۴۸	باب۔ نوزہ میں کرنا پڑھنا
۱۶۳	باب۔ مسجد میں فیصلے کرنا اور جان کرنا	۱۵۰	انبیا کے بڑا درجہ ان شیطان عمل دخل سے پاک و منبرہ جو تھے ہیں	۱۴۸	باب۔ جب کوئی پورا سجدہ ذکر سے
۱۶۳	باب۔ مسجد میں فیصلے کرنا اور جان کرنا	۱۵۱	باب۔ مسائل قید کے بیان میں	۱۴۸	دکھ اند سجدہ کرنے کا طریقہ
۱۶۳	باب۔ مسجد میں فیصلے کرنا اور جان کرنا	۱۵۲	بھوٹے سے غیر قید کی طرف ناز پڑھنا۔ جو گنا	۱۴۸	باب۔ سجدہ میں دونوں بازوؤں کو
۱۶۳	باب۔ مسجد میں فیصلے کرنا اور جان کرنا	۱۵۲	مواخات سیدنا محمد	۱۴۸	کشتی پر ناز پڑھنے کے مسائل
۱۶۳	باب۔ مسجد میں فیصلے کرنا اور جان کرنا	۱۵۲	باب۔ مسجد میں شکر لگا دیکھے تو اس کا دور کر دے	۱۴۸	مفسر میں کس طرح سہرہ کریں
۱۶۳	باب۔ مسجد میں فیصلے کرنا اور جان کرنا	۱۵۲	مسجد کو ہر گھن کی چیز سے پاک و جان رکھنا ضروری ہے	۱۴۸	باب۔ سجدہ کی طرف نہ کرنے والوں کے
۱۶۳	باب۔ مسجد میں فیصلے کرنا اور جان کرنا	۱۵۲	قید کی طرف ناز کرنا صحیح ہے	۱۴۸	مستغاث اور سجدہ کے احکام کے بیان میں
۱۶۳	باب۔ مسجد میں فیصلے کرنا اور جان کرنا	۱۵۲	باب۔ مسجد میں دینٹ دینا ہوگی بر تو اس کو کنکری سے صاف کر دینا	۱۴۸	استقبال قید کا مطلب
۱۶۳	باب۔ مسجد میں فیصلے کرنا اور جان کرنا	۱۵۲	باب۔ محلات ناز دینا طرف نہ تھو کے	۱۴۸	باب۔ قید کی طرف نہ کرنا کی کیفیت
۱۶۳	باب۔ مسجد میں فیصلے کرنا اور جان کرنا	۱۵۲	باب۔ بائیں اونٹ یا اپنے بائیں پاؤں کے پیچھے تھوکنے کے متعلق	۱۴۸	کے متعلق
۱۶۳	باب۔ مسجد میں فیصلے کرنا اور جان کرنا	۱۵۲	باب۔ مسجد میں تھوکنے کا کفارہ	۱۴۸	دریث میں صلی علیہ السلام کا مطلب
۱۶۳	باب۔ مسجد میں فیصلے کرنا اور جان کرنا	۱۵۲	باب۔ بیٹم کو مسجد میں دفن کر دینا	۱۴۸	باب۔ اہل رنہ و اہل خدام کے قید کے حصول
۱۶۳	باب۔ مسجد میں فیصلے کرنا اور جان کرنا	۱۵۲	باب۔ سب تھوک کا قید ہو تو نازی اپنے جان میں لے لے	۱۴۸	باب۔ مقام پر دیکھ کو مصیبت ناز
۱۶۳	باب۔ مسجد میں فیصلے کرنا اور جان کرنا	۱۵۲	باب۔ سب تھوک کا قید ہو تو نازی اپنے جان میں لے لے	۱۴۸	مقام پر دیکھ
۱۶۳	باب۔ مسجد میں فیصلے کرنا اور جان کرنا	۱۵۲	باب۔ سب تھوک کا قید ہو تو نازی اپنے جان میں لے لے	۱۴۸	باب۔ آدمی جہاں برا استقبال
۱۶۳	باب۔ مسجد میں فیصلے کرنا اور جان کرنا	۱۵۲	باب۔ سب تھوک کا قید ہو تو نازی اپنے جان میں لے لے	۱۴۸	قید کرے
۱۶۳	باب۔ مسجد میں فیصلے کرنا اور جان کرنا	۱۵۲	باب۔ سب تھوک کا قید ہو تو نازی اپنے جان میں لے لے	۱۴۸	استقبال قید سے عاجز ہو شک و تردید
۱۶۳	باب۔ مسجد میں فیصلے کرنا اور جان کرنا	۱۵۲	باب۔ سب تھوک کا قید ہو تو نازی اپنے جان میں لے لے	۱۴۸	سوار کی پٹن پڑھ سکتا ہے؟
۱۶۳	باب۔ مسجد میں فیصلے کرنا اور جان کرنا	۱۵۲	باب۔ سب تھوک کا قید ہو تو نازی اپنے جان میں لے لے	۱۴۸	افسلی کیا تنفس کے معنی
۱۶۳	باب۔ مسجد میں فیصلے کرنا اور جان کرنا	۱۵۲	باب۔ سب تھوک کا قید ہو تو نازی اپنے جان میں لے لے	۱۴۸	لام مفسد ناز ہے

صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون
	باب - مسجد میں اسیلاب حجاب	۱۴۳	روئے زمین مسجد بنائی گئی		اور قبور صالحین کا احترام ضروری ہے
۱۸۱	۲۲۱	۱۴۳	باب - حرم کا مسجد میں سونا	۱۸۴	جوہر نے قبور صالحین کو قہر بنا لیا تھا۔ اس لئے ان پر لعنت آتی ہے
۱۸۲	مسجد میں بیگلی کرتب دکھانا اور دکھانا جائز ہے	۱۴۴	باب - نروڈ کا مسجد میں سونا		کسے درگ کے جواریں مسجد بنانا جائز ہے
۱۸۲	باب - منبر مسجد پر منج و مشہد کے مسائل بیان کرنا	۱۴۵	حضرت علی کا مسجد میں سونا اور حضرت علی و فاطمہ میں شکر رنجی	۱۸۶	باب - بکریوں کے پاڑے میں نماز پڑھنا
۱۸۳	باب - مسجد میں تعاضد کرنا اور تفرقہ دار کا بیچ کرنا	۱۴۶	کچا مسجد میں سونا جائز ہے ؟	۱۸۷	باب - اونٹوں کے پاڑے میں نماز پڑھنا
۱۸۳	مسجد میں فحش کلامی گالی گلوٹی اور فضول باتیں کرنا حرام ہیں	۱۴۷	باب - جب سفر سے آئے۔ تو قتل پڑے	۱۸۷	باب - ایسے نماز پڑھنا کہ نمازی کے ساتھ خور یا آگ ہو یا کوئی ایسی چیز جو جس کی مشرک یا جا کرے ہیں مگر اس کی نیت اللہ کی عبادت ہو
۱۸۴	باب - مسجد میں جھاڑو دینے کے ثواب کے بیان میں	۱۴۸	باب - مسجد میں حدیث ہونے کے متعلق	۱۸۸	باب - قرستوں میں نماز کی کرأت کے متعلق
۱۸۴	قرآن نماز پڑھنے کے متعلق	۱۴۹	باب - مسجد بنانے کے بیان میں	۱۸۹	گھر کو قبر نہ بنانا۔ اس کا کیا مطلب ہے
۱۸۴	باب - مسجد میں کھڑے ہو کر شراب کی تجارت کو حرام مسترد دینا۔	۱۵۰	باب - مسجد بنانے کے بیان میں	۱۹۰	نماز کے آگے آگ روکنا جو تو نماز ہو گیا نہیں
۱۸۵	باب - مسجد کے لئے خادم مقرر کرنا	۱۵۱	باب - مسجد بنانے کے بیان میں	۱۹۱	باب - مواضع مذاب میں نماز پڑھنے کے متعلق
۱۸۶	جنات حضور علیہ السلام کے لئے مسخر ہیں	۱۵۲	باب - مسجد بنانے کے بیان میں	۱۹۲	باب - مواضع مذاب میں نماز پڑھنے کے متعلق
۱۸۶	باب - اسلام لانے کے لئے غسل کرنے اور تہیہ کی کو مسجد میں باقی رکھنے کے متعلق	۱۵۳	باب - مسجد بنانے کے بیان میں	۱۹۳	باب - مواضع مذاب میں نماز پڑھنے کے متعلق
۱۸۷	باب - مسجد میں مریضوں کے لئے خمر قائم کرنا	۱۵۴	باب - مسجد بنانے کے بیان میں	۱۹۴	باب - مواضع مذاب میں نماز پڑھنے کے متعلق
۱۸۸	حضرت سعد بن صاذ	۱۵۵	باب - مسجد بنانے کے بیان میں	۱۹۵	باب - مواضع مذاب میں نماز پڑھنے کے متعلق
۱۸۸	ذیر حوان حدیث میں مسجد سے کیا	۱۵۶	باب - مسجد بنانے کے بیان میں	۱۹۶	باب - مواضع مذاب میں نماز پڑھنے کے متعلق
۱۸۹	نماز ہے	۱۵۷	باب - مسجد بنانے کے بیان میں	۱۹۷	باب - مواضع مذاب میں نماز پڑھنے کے متعلق

صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون
۲۰۷	باب۔ نماز کے آگے سے گزرنا گناہ ہے	۱۸۸	جو زمین کے راستہ پر ہیں۔ اور ان مقامات کا بیان جہاں حضورؐ نے نماز ادا فرمائی	۱۸۸	باب۔ حضرت عبادہ و بشیر کے لئے اوجیرے میں شہوں کا روشن ہونا
۲۰۷	باب۔ نماز کے آگے سے گزرنا سخت گناہ ہے۔ اور گزرنے والے کو کیچے روکے؟	۱۸۸	ایثار و صالحیوں سے برکت حاصل کرنا	۱۸۹	باب۔ مسجد کی طرف کھڑکی رکھنے اور دسترخوان کے متعلق
۲۰۸	باب۔ نماز کے آگے منہ کر کے بیٹھنے کے متعلق	۱۹۰	مساجد و مہاجرین	۱۹۰	فضائل صدیق اکبر
۲۰۸	باب۔ سوتے ہوئے کے پیچھے کھڑے ہو کر نماز پڑھنا	۱۹۰	باب۔ امام کا ستروہ مقتدیوں کو بھی لگانا ہے	۱۹۰	باب۔ کعبہ اور مسجد میں دروازہ اور زنجیر رکھنا
۲۰۸	باب۔ عورت کے پیچھے کھڑے ہو کر نماز پڑھنا	۱۹۱	ستروہ کے مسائل	۱۹۱	عثمان بن غلہ
۲۰۸	باب۔ اس شخص کی دلیل جو یہ کہتا ہے۔ کہ نماز کو کوئی چیز باطل نہیں کرتی	۱۹۱	باب۔ نماز اور ستروہ کے درمیان کتنا فاصلہ ہونا چاہیے	۱۹۱	باب۔ مسجد میں آواز بلند کرنے کے متعلق
۲۱۰	باب۔ بحالت نماز چھوٹی بچی کو اٹھائنا	۱۹۱	باب۔ برہمن کو اڑھیا کر نماز پڑھنا	۱۹۱	باب۔ مسجد میں حلقہ بنا کر بیٹھنا اور منبر پر بیٹھ کر وعظ و خطبہ کرنا
۲۱۰	باب۔ ایسے بچھونے کی طرف مت پڑھنا جس میں کوئی حائل نہ ہو	۱۹۲	باب۔ ستروہ کے درمیان نماز پڑھنا	۱۹۲	باب۔ مسجد میں چٹ لٹھنا
۲۱۰	باب۔ بوقت مسجد اپنی عورت کے بدن کو چھو سکتا ہے؟	۱۹۲	باب۔ بھانوان	۱۹۲	باب۔ دست میں مسجد بنا جائیکہ لوگوں کو مزہ نہ ہو
۲۱۰	باب۔ غری کے بدن پر لگائی گندے پھینک دے تو کیا حکم ہے؟	۱۹۲	باب۔ درخت وغیرہ کو اڑھیا کر نماز پڑھنا	۱۹۳	باب۔ بازار کی مسجد میں نماز پڑھنا
		۱۹۳	باب۔ تخت کی طرف نماز پڑھنا	۱۹۳	باب۔ مسجد میں تشبیک کرنا
		۱۹۳	باب۔ نماز کے آگے سے گزرنا پنا ہے	۱۹۳	مسجد مہرب کے مسائل
		۱۹۳	تو اسے دفع کیے	۱۹۳	حضورؐ سے بات کرنے سے نماز باطل نہیں ہوتی
		۱۹۳		۱۹۳	باب۔ ان مساجد کے بیان میں

حسب فہمائش: صاحبزادہ سید نواز اشرف رضوی

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

کتاب الغسل

وضو جو طہارت سفیری سے جب اس کے احکام و مسائل بیان ہو چکے تو اب طہارت کبریٰ غسل کے مسائل و احکام و مسائل کو بیان کیا جاتا ہے۔ غسل کے معنی بدن پر پانی ڈالنے اور گزرنے کے ہیں۔ فقہائے امت نے دلائل شرعیہ کے پیش نظر غسل کے لئے ضروری قرار دیا کہ بدن کے ہر حصہ پر پانی بہر جائے اور بدن کا کوئی حصہ بھی خشک نہ رہے۔ امام بخاری علیہ الرحمہ کی عبارت گریب یہ ہے کہ عنوان کے مناسب کتاب مجید کی آیات لکھ دیتے ہیں۔ اس عنوان کا اقتراح بھی انہوں نے دو آیتوں سے کیا ہے جو سے مقتومہ بہر تہا ہے کہ جنہی غسل کرنا کتاب مجید کی رو سے واجب ہے۔

وَقَوْلُ اللَّهِ تَعَالَى وَإِنْ كُنْتُمْ جُنُبًا فَطَهَّرُوا
أَنفُسَكُمْ بِطُحْلٍ وَأَنْتُمْ مُسَافِرُونَ حَتَّى
تَغْتَسِلُوا مَا تَقُولُونَ وَلَا جُنُبٌ إِلَّا غَابِرُونَ
سَبِيلُ حَتَّى تَغْتَسِلُوا

بخاری

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے اگر تم جنب ہو تو خوب پاک ہو جاؤ ۲۰ اور اسے ایمان والوں کی حالت میں نماز کے قریب نہ جاؤ یہاں تک کہ سمجھنے لگو جو کہتے ہو اور نہ حالت جنابت میں جب تک کہ غسل نہ کر لو اگر سفر میں پانی نہ ملے تو غسل کی بجائے تیمم ہے۔

جنابہ کے لغوی معنی جُند۔ دوری کے ہیں۔ کیونکہ آدمی اس حالت میں نماز سے دور ہو جاتا ہے۔ اس لئے اس کو جنب کہا گیا ۲۱ جب کا اطلاق مرد و عورت دونوں پر ہوتا ہے خواہ وہ ایک ہوں یا دو یا تین ۲۲۔ فاطمہ و اصل تطہر دا تھا۔ اس کے معنی خوب پاک و صاف ہونے کے ہیں۔ غسل کے متعلق مزید تفصیلات آئندہ صفحات میں آرہی ہیں

قواعد و مسائل

بَابُ الْوُضُوءِ قَبْلَ الْغُسْلِ

باب غسل سے پہلے وضو کرنے کے بیان میں
ظاہر کا اس میں اختلاف ہے کہ غسل فرض سے پہلے وضو کرنا واجب ہے یا مستحب یا سنت۔ بعض لوگ استحباب کی طرف گئے ہیں کسی نے واجب قرار دیا۔ اسلاف کے نزدیک فرض غسل سے پہلے وضو کر لینا سنت ہے۔ سنت اس لئے کہ حضور علیہ السلام ایسا کرتے تھے۔

عَنْ عَائِشَةَ زَوْجَةِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ إِذَا غَسَلَ مِنْ الْجَنَابَةِ يَدَاوُ يَغْسِلُ يَدَيْهِ ثُمَّ يَتَوَضَّأُ كَمَا يَتَوَضَّأُ لِلصَّلَاةِ يَدُ خِلَاصًا يَفْعَلُ فِي الْمَاءِ فَيَغْسِلُ بِهِ أُمُومًا أَسْعَى ثُمَّ يَصُبُّ عَلَى رَأْسِهِ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ يَدُ يَدَيْهِ ثُمَّ يَغْتَسِلُ الْمَاءَ عَلَى جَانِبَيْهِ

حضرت عائشہ زہودہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم جب غسل جنابت کا ارادہ فرماتے۔ تو پہلے اپنے دونوں ہاتھ دھوتے۔ پھر نماز کی طرح کا وضو فرماتے۔ پھر اپنی انگلیاں پانی میں ڈال کر پاؤں کی جڑوں کا غلال فرماتے۔ پھر دونوں ہاتھوں سے پانی کے تین جلو لے کر سر پر ڈالتے پھر اپنے سارے بدن پر پانی بہاتے۔

کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ لیکن اگر آپ ایمان و دیانت کے ساتھ تعصب اور ہٹ دھرمی سے علیحدہ ہو کر اس مسئلہ پر غور کریں تو اس میں آپ کو بھی کوئی قابل اعتراض چیز نظر نہ آئے گی۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم ایک ہی برتن سے نہایتے تھے۔ (بخاری)

هَذَا عَائِشَةُ قَالَتْ كُنْتُ أَغْتَسِلُ أَنَا وَرَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ إِنَاءٍ وَاحِدٍ مِنْ دَرَجٍ يَقَالُ لَهُ الْفَرْقُ

مسائل حدیث ۱۰ ابن عمرؓ نے فرمایا: فرق سولہ لیل کا ہوتا ہے حضرت میخائل بن عبد اللہ نے فرمایا: فرق تین صاع کا ہوتا ہے امام نوویؒ نے فرمایا: جمود کا یہی قول ہے۔ امام لغت جوہری نے کہا کہ فرق ایک پیانہ ہے جو دین میں مشہور معروف ہے اور سولہ لیل کا ہوتا ہے یعنی ۲ صاع، اس حساب سے فرق سات میوہ (تو لہ کا شمار ۲ فیض الباری پادہ اہل میں اس مسئلہ پر تفصیلی گفتگو ہو چکی ہے کہ وضو غسل کے لیے پانی کی کوئی مقدار صحیح نہیں ہے۔ اتنے پانی سے وضو غسل کر لیا جائیجے جس سے وضو غسل مستحب طریقہ پر ادا ہو جائے۔ دیکھو فیوض الباری ص ۱۷۱ و ۱۷۲)

میں پہلا مرتبہ ابتدائے سب سے دوسرا بیاتر ہے۔ علامہ کرمانی نے فرمایا کہ اولیٰ یہ ہے کہ قدح کو شام سے بدل دیا جائے۔ (قراردیا جائے۔ اس سے عورت دوسرا کا ایک ہی برتن سے غسل جنابت کرنے کا جو ثابت ہوا۔ اسی طرح وضو بھی ایک ہی برتن سے کریں نجارت ہے۔ وہی وہ حدیث جس میں فضل المراء سے غسل کرنے کی ممانعت آئی ہے۔ علامہ خطابی نے کہا ہے۔ اس حدیث کا اہل معرفت کے ہاں دفع ثابت نہیں۔ اور اگر ثابت بھی ہو جائے تو یہ منسوخ ہے یعنی ج ۲ ص ۲۱۲) چنانچہ علامہ کے نہانے کے بعد جو ابی برتن میں باقی رہ جائے اس کی جہالت بھی اس حدیث سے ثابت ہوئی ہے۔

باب ایک صاع پانی سے غسل کرنا

ابو یزید بن حصی کہتے ہیں کہ جناب ابوسلمہ نے فرمایا کہ میں اور حضرت عائشہؓ کے رضاعی بھائی حضرت عائشہؓ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے غسل کے متعلق پوچھا تو آپ نے پانی کا ایک برتن صاع کے بھارے منگایا اور غسل فرمایا اور اپنے سر پر پانی ڈالا اور ہمارے اور ان کے درمیان حجاب تھا۔

بَابُ الْغُسْلِ بِالصَّاعِ وَخَوْرِهِ
قَالَ سَمِعْتُ أَبَا سَلَمَةَ يَقُولُ دَخَلْتُ
أَنَا وَخَوْرُ عَائِشَةَ عَلَى عَائِشَةَ فَسَالَهَا
أَتُغَوَّضُ عَنْ غُسْلِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَذَعَتْ بِلَنَانٍ مَخْوْمَةٍ
صَاعٍ فَأَغْتَسَلْتُ وَأَتَاخَذْتُ عَلَى رَأْسِهَا
وَيَسْتَأْذِنُهَا حِجَابًا (بخاری)

فوائد مسائل ۱۱ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے بھائی تھے۔ انہیں جناب ام کلثوم بنت ابی بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے دودھ پلایا تھا۔ دوسرے حضرت عائشہؓ کے رضاعی بھائی ہیں۔ جن کا نام عبد اللہ بن یزید ہے۔ مسلم شریف، تو حضرت عائشہؓ کے بھائی تھے اور بھائی یہ دونوں حاضر ہوئے۔ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے غسل کی کیفیت و کمیت کے متعلق انہوں نے سوال کیا۔ حضرت عائشہؓ نے ایک صاع پیانہ کے اندر جس قدر پانی آتا ہے۔ اس کی مثل ایک برتن پانی کا منگایا۔ پھر پردہ تان دیا گیا اور آپ نے غسل کر کے دکھایا۔ اور ان دونوں کو کیفیت نظر آئی وہ صرف یہ تھی کہ آپ نے اپنے سر پر پانی ڈالا۔ اور اس سے یہ بتانا مقصود تھا کہ سر پر پانی ڈالنے کا یہ مطلب ہے کہ سارے بدن پر پانی بہ جائے (۲) اس موقع پر مسکن بن مسنن یہ اعتراض اٹھاتے ہیں کہ ایسا بائیک پردہ تان کر

ماتا کہ غسل کرنے کی کیفیت نظر آئے۔ جناب عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا پر افتراء و بہتان ہے۔ ثابت ہوا کہ یہ حدیث وضعی ہے اس لئے اسے کاملاً اذخیر فرمایا۔ یہی جملی ہے لیکن حدیث کا پورا متن قارئین کرام کے سامنے ہے وہ بخود پڑھیں۔ اور دیکھیں کہ اس حدیث میں کوئی لفظ ایسا ہے جس کا ترجمہ ہو کہ وہ مردہ؛ بلکہ نہاد اور نہانے کی کیفیت نظر آرہی تھی۔ اور یہ کہ ان دونوں صاحبوں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے نہانے کا مکمل طریقہ دیکھ لیا اور اس کو بیان بھی کیا، صرف ان احمدی کو اگر فہم نہیں تو اس میں شک نہیں کہ حدیث کی لغوی معنی کا حال انہیں معلوم ہو جائے۔ اگر یہ مردہ؛ بلکہ نہاد کہ اس میں سے نہانے والے کی حرکت دکھائی دیتی تو یہ مردہ یعنی عیساٰ بن مریمؑ والا مسلماً مردہ کی کوئی حیوان کرتے۔

کہ پہلے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے ہاتھوں کی برسات میں غسل کیا پھر وائیں طرف پانی بہایا اس کے بعد بائیں طرف پھر سینہ پر پھر چوڑی پانی ڈالا۔ پھر جسم کے باقی حصوں پر پانی بہایا وغیرہ وغیرہ۔ مگر آپ دیکھ چکے ہیں کہ حضرت ابو سلمہ و عبد اللہ بن زید غسل کی تمام تفصیلات کو بیان کرنے کی بجائے صرف یہ بتا رہے ہیں کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے اپنے سر پر پانی ڈالا اور پس جس سے بہا ہوا اس کو گئی کہ ان دونوں صاحبوں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے غسل کی کیفیت سے جو بات بھی وہ صرف سر پر پانی ڈالنا تھا گریہ ہا بیک ہوتا تو یہ دونوں صاحب غسل کی پوری کیفیت کو بیان کرتے۔ آخر ان دونوں صاحبوں نے غسل کی پوری کیفیت کیوں نہیں بیان کی؟ واصل حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا مقصود غسل کی پوری کیفیت کو بتانا نہ تھا۔ بلکہ یہ بتانا مقصود تھا کہ ایک مرد پانی سے غسل کیا جائے۔ اور آپ نے سر پر پانی ڈالا آپ کا سر پودہ سے اونچا تھا وہ دکھائی دیا اور سر پر پانی ڈال کر آپ نے اجمالی طور پر یہ دکھایا کہ غسل میں پودہ سے پانی بہنا چاہیئے۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ غسل کے لئے کتنا پانی ضرور ہے آپ نے فرمایا مجھے ایک صاع بھر پانی کافی ہے۔ ایک آدمی حسن بن محمد نے کہا مجھے تو ایک صاع کافی نہیں ہے۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے فرمایا انہیں تو کافی تھا جن کے بال مجھ سے زیادہ گھنے تھے یا جو مجھ سے زیادہ غسل تھے یعنی حضور علیہ السلام پھر حضرت

فَسَأَلُوهُ عَنْ الْغُسْلِ فَقَالَ يَكْفِيكَ
صَاعٌ فَقَالَ رَجُلٌ مَا يَكْفِيَنِي فَقَالَ جَابِرٌ
يَكْفِي مَنْ هُوَ أَذْفَى مِنْكَ شَعْلًا أَوْ خِيَلًا
مِنْكَ ثُمَّ أَتَانِي قَوْطٌ
(بخاری)

جابر نے اامت کراچی۔ وہاں جا کر وہ ایک ہی کپڑے میں تھے؛

فوائد و مسائل ۱۔ صحابہ کرام حضور علیہ السلام کے غسل و قول سے حجت پکڑتے تھے۔ اسی لئے حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے اس شخص سے فرمایا کہ حضور علیہ السلام جو تجھ سے زیادہ اکرم و افضل تھے انہیں تو ایک صاع بھر پانی غسل کے لئے کافی ہو جاتا تھا ۲۔ ایک صاع بھر پانی سے غسل کرنا مستحب ہے ۳۔ بلا ضرورت زیادہ پانی خرچ کرنا مکروہ ہے ۴۔ ایک ہی کپڑا پہنے ہوئے نماز جائز ہے۔ اس کے بعد امام نے حدیث بخاری میں مذکور آیت قرآنی سے جو مع تقسیم کے باب غسل الرجل مع امرأة میں گذر چکی ہے۔

ابتر طلبائے حدیث کے لئے اس موقع پر یہ بات قابل ذکر ہے کہ عنوان تو ہے باب الغسل بالصاع۔ اور زیر عنوان حدیث بخاری میں کہ حضور علیہ السلام ایک ہی رتن سے غسل فرماتے تھے پھر یہ کہ حدیث بخاری میں حضور علیہ السلام کے مناسب نہیں ہے۔ علامہ کراچی نے نہایت تصف کے ساتھ اس شخص کے تین جواب دیئے ہیں جو یہ ہیں:-

پانی انار سے مراد فرق مذکور ہے۔ دوسرے عرب کے ہاں انار معبود ہے یعنی وہ بتوں جس میں صابغ تھا کہنے اس لئے عفت و عداوت پر اٹھا کر تے ہوئے اس کی تعریف ترک کر دی۔ سو وہ یہ کہ عنوان میں حضور کا تو ہے۔ تو حدیث میں جو نہ حضور کے تحت ہے یعنی یہ اناء صلبہ صلبہ کی مثل یا اس کے برابر تھا۔ ہمارے نزدیک یہ ہے۔ دلول و توابوں سے زیادہ معتقل ہے۔ ناقص :

کیا غسل کے لئے پانی کی مقدار معین ہے؟ فیوض الباری پارہ اول ص ۳۳ میں ہم اس مسئلہ پر تفصیلی بحث کی ہے۔ اور صابغ و تہ کے وزن پر بھی گفتگو ہو چکی ہے۔

اس بحث کو ایک بار پھر ملاحظہ فرمائیں۔ ہمیں کا خلاصہ مقبول یہ ہے۔ کہ پانی کی جو مقداریں احادیث میں ہوئی ہیں۔ یہ حدیں محدود نہیں ہیں کہ ان سے کم و بیش پانی کا استعمال ممنوع ہو یا ناجائز ہو۔ بلکہ ان مقدار پر بتانا مقصود ہے کہ پانی بلا وجہ محض زیادہ نہ خرچ کیا جائے اور یہ کہ ایک صابغ بھر پانی سے غسل ہو سکتا ہے یہ یاد رہے کہ غسل کے پانی کی مقدار جو ایک صابغ بتائی گئی ہے اس میں غسل سے قبل وضو میں جو پانی خرچ ہو گا وہ شہ ہے۔ جیسا کہ امام اجل طہوی علیہ الرحمۃ نے تصریح فرمائی ہے :

بَابُ مَنْ أَنْصَحَ عَلَى رَأْسِهِ ثَلَاثًا | **باب غسل میں سر پر تین بار پانی ڈالنا**

اس عنوان کے تحت امام تین حدیثیں ذکر کیں۔ جو یہ ہیں :-

(۱) حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور علیہ السلام نے فرمایا :
أَمَّا أَنْتَ فَيَغْسِلْ عَلَى رَأْسِهِ ثَلَاثًا وَاسْتَدْرِجْ يَدَيْهِ حَتَّى يَغْتَسِلَ (بخاری)

لیکن میں تو اپنے سر پر تین بار پانی ڈالتا ہوں اور
دو ہاتھوں کی طرف اشارہ فرمایا
مسلم کی حدیث میں ثلاث اکت اور مندا احمد میں فاستدريج کفی ثلاثا کے لفظ آئے ہیں جس سے اس
وضاحت ہوئی ہے کہ حضور نے دونوں ہاتھوں کو لاکر پانی اٹھایا۔ اور اس طرح تین مرتبہ پانی لے کر سر مبارک پر ڈالا۔
ابو نعیم و مسلم کی حدیث میں ہے کہ لوگوں میں غسل جنابت کے متعلق چہ میگوئیں ہوں۔ تو اس وقت حضور علیہ
نے مذکورہ بالا الفاظ ارشاد فرمائے۔

(۲) حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ حسن بن محمد بن خنیس نے محمد سے پوچھا کہ غسل جنابت کس طرح
توینے کہا

حضور نبی کریم علیہ السلام غسل میں تین بار پانی لے کر
پہر ڈالتے تھے۔

حضور علیہ السلام تین بار پانی لے کر اپنے سر پر
پر ڈالتے تھے۔ پھر تمام بدن پر پانی ڈالتے تو جابر سے
بن محمد بن الخنیس نے کہا میرے بال تو بہت ہیں۔ جابر
جواب دیا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بال تمہارے
سے زیادہ تھے۔

كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَغْسِلُ

عَلَى رَأْسِهِ (بخاری)

(۳) قُلْتُ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَلْخُذُ

ثَلَاثَ أَكْفٍ فَيَغْسِلُهَا عَلَى رَأْسِهِ ثُمَّ يَغْسِلُ

عَلَى سَائِرِ جَسَدِهِ فَقَالَ لِي الْحَسَنُ إِنِّي بَحِيلٌ

كَيْفَ انْشَغِرَ قُلْتُ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ

وَسَلَّمَ أَكْفَرُ مِنْكَ شَعْرًا (بخاری)

تینوں حدیثیں اپنے مفہوم میں واضح ہیں۔ ان کو ذکر کر کے یہ بتانا مقصود ہے کہ نبی علیہ السلام جب غسل فرماتے تو تین پل سے مبارک پاؤں لٹے اس کے بعد تمام بدن پر پانی بہاتے تھے۔

آپ کی کفایت اور عمدہ قریشی نوبلی ہے۔ سادات قریش سے ہیں۔ قسح کو سے پہلے مسلمان ہوئے۔
حضرت جعفی بن مسلم اور غیر میں سلسلہ میں وصل فرمایا۔ آپ سے ایک جماعت نے عورت روایت کی کہ آپ سے کل ساتھ حدیثیں مروی ہیں جن میں سے نو حدیثیں بخاری میں ہیں۔

۱۰۔ حنفیہ یہ جناب علی کرم اللہ وجہہ لکھنوی ہیں۔ جو سے آپ نے جناب نائیک اور ہزار مرسلین سے حد تک کلام فرمایا۔ ان کے بطن سے ایک ہی صاحبزادے پیدا ہوئے۔ جو محمد بن تغلبہ کے نام سے مشہور ہوئے۔ (فتح الباری و تفسیر)

بابُ الْغُسْلِ مَرَّةً وَاحِدَةً

عَنْ أَبِي عَمَّاسٍ قَالَ كَانَتْ مَعْنَةً وَصَنَعَتْ لِنَبِيِّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَاءً لِلْغُسْلِ فَقَسَلَ يَدَيْهِ مَرَّتَيْنِ أَوْ ثَلَاثًا ثُمَّ أَفْرَغَ عَلَى شِمَالِهِ فَقَسَلَ مَذَاقِيذَهُ ثُمَّ مَسَحَ يَدَهُ بِالْأَرْضِ ثُمَّ مَسَحَ وَاسْتَشَقَّ وَغَسَلَ وَجْهَهُ وَتَدَبَّرَ ثُمَّ أَقْبَضَ عَلَى حَصْرِهِ ثُمَّ تَحَوَّلَ مِنْ مَكَانِهِ فَقَسَلَ قَدَمَيْهِ (بخاری)

باب غسل میں ایک مرتبہ جسم پر پانی بہانا

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ جناب ام المومنین میمونہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا میں نے حضور کے نہانے کے لئے پانی رکھا۔ تو پہلے آپ نے اپنے دونوں ہاتھوں کو دو یا تین بار دھویا پھر دائیں ہاتھ سے بائیں ہاتھ پر پانی ڈالا۔ پھر استنجا فرمایا۔ پھر ہاتھ زمین پر مار کر ملا اور دھویا پھر کھلی کی اور ناک میں پانی ڈالا اور منہ ہاتھ دھوئے پھر اپنے تمام بدن پر پانی بہایا۔ پھر اس جگہ سے الگ ہو کر اپنے مبارک دھوئے۔

۱۱۔ اس حدیث میں اور غسل کے متعلق دوسری احادیث میں ثم ثم کا لفظ آتا ہے۔ جس کے معنی پھر ہیں۔ شرط یوں کیا ہے کہ حضور علیہ السلام نے پہلے اپنے دونوں ہاتھوں کو گھوٹ تک دھویا ثم پھر استنجا فرمایا۔ پھر ناز کا سا دھو کیا۔ تو لفظ پھر کے ساتھ جو فعل بیان ہوا وہ خود بھی سنت ہے۔ اور اس کا اسی ترتیب سے ہوتا جیسا کہ احادیث میں آیا ہے وہ بھی سنت ہے۔ مثلاً اگر کسی نے غسل میں پہلے بائیں ہاتھ سے پانی بہایا۔ پھر دائیں پر تو اس طرح سے غسل تو ہو جائے گا مگر ترتیب سنت ادا نہ ہوگی (۳) اس حدیث میں کھلی کرنے اور ناک میں پانی لینے کا بھی ذکر ہے۔ حضرت امام اعظم علیہ الرحمۃ سمجھے نزدیک غسل جنابت میں یہ دونوں کام واجب نہیں۔ اگر کسی نے کھلی نہ کی یا ناک میں پانی نہ لیا تو غسل ادا نہ ہوگا۔ یہ نہ کہا جائے کہ حدیث نماز سے وجوب کیسے ثابت ہوا۔ کیونکہ امام اعظم علیہ الرحمۃ نے وجوب کا قول آیا۔ مباد کہ انہ تَنْتَفِضُ حَتَّى تَظْهَرُوا سے کیا ہے۔ اہیت کا مطلب یہ ہے کہ اگر تم منہ نہ دیکھو تو اپنے بدن کو خوب پاک کرو۔ اور یہ حکم ناک اور منہ کو بھی شامل ہے۔

باب طاب یا خوشبو سے غسل شروع کرنا

بَابُ مَنْ بَدَأَ بِالْكَافِ أَوِ الْقَلْبِ عِنْدَ الْغُسْلِ

۱۱) اسلامی نے کہا کہ اس عنوان کا ترجمہ ان حدیث سے تعلق قائم کرنے میں امام بخاری ہاکم رہے ہیں۔ اور ان سے اس پر جو کچھ ہو گئی ہے کہ ہر امام بخاری نے حلاب کو ایک قسم کی خوشبو قرار دیا ہے۔ حالانکہ حلاب تو اس برتن کو کہتے ہیں جس میں ایک ادھنی کا دودھ آجائے۔ ملامت روزی بھی اسلامی کے ساتھ ہو گئے اور انہوں نے کہا یہ وحدیث اس عنوان کے تحت آ رہی ہے اس کے لفظ تو یہ میں دعا لیتا ہوں۔ نحو الحلاب۔ حضور نے غسل کے لئے حلاب کی مثل ایک برتن منگایا۔ اس سے یہ معلوم ہوا کہ حلاب ایک برتن ہوتا ہے۔ چنانچہ روایت کے یہ لفظ فَأَخَذَ بِكَوْفٍ پھر آپ نے اس سے ایک لپ پالیا۔ یہ بتلتے ہیں کہ حلاب خوشبو نہ تھی بلکہ پانی کا ایک برتن تھا۔ لیکن ظاہر ہے کہ امام بخاری طبرہ الرحمۃ یہ اعتراض نہیں دیتا۔ کیونکہ عنوان کے لفظ یہ ہیں۔ تِیَ الحلاب۔ اور الطیب۔ طیب کا کلمہ اڑکے ساتھ حلاب پر ملط ہے۔ گویا امام بخاری تو طیب کو حلاب کا قسم قرار دے رہے ہیں۔ اور الزام ان پر یہ رکھا جا رہا ہے۔ کہ وہ حلاب کو طیب کا قسم قرار دیتے ہیں۔ وھذا باطل۔ ۱۲) محب طبری نے ایک اور ہی راہ اختیار کی۔ انہوں نے فرمایا کہ بعض روایات میں اور الطیب کی جگہ الطیب بھی آیا ہے۔ اس لئے یہاں بھی اور بعضی ذات ہے۔ اور امام کا مقصود یہ بتانا ہے کہ غسل سے پہلے خوشبو لگائی جائے۔ یا اگر میل کچیل ہو تو اس کو دور کیا جائے۔ پھر حلاب برتن میں پانی بھر کر غسل کیا جائے۔ ۱۳) ازہری نے کہا کہ عنوان میں تعصیف ہو گئی۔ حلاب کی جگہ حلاب لکھا گیا۔ حلاب، حلاب کے معنی کہتے ہیں۔ مگر یہ بات تو یک نہ شد و شد کے مسداق ہی ہے۔ اصل یہ ہے حلاب اور طیب دونوں عیدہ طبرہ جیروں ہیں۔ حلاب اس برتن کو کہتے ہیں جس میں ادھنی کا دودھ دھوا جائے ظاہر ہے کہ اس برتن میں دودھ رکھا جائے خصوصاً ادھنی کا دودھ جس میں سراندہ بادہ ہوتی ہے، اگر اسی برتن میں پانی بھر لیا جائے۔ دودھ کی سراندہ بادہ پانی بھی پیدا ہو جائے گی۔ اور اگر اس کو اچھی طرح زدھویا اور سکھایا نہ جائے۔ تو دودھ کی چکن ہٹ بھی قدر سے پانی میں آجائے گی۔ امام بخاری کا مقصود یہ بتانا ہے۔ اگر حلاب برتن میں پانی بھر کر نیا یا جائے اور دودھ کی بو باس پانی میں آجائے۔ جسم پر بھی دودھ کی بو باس کے اثرات آجائیں تو کوئی معنائے نہیں۔ اور طیب کا ذکر انہوں نے بطور تعادل نفسان کے کیا ہے۔ کیونکہ حلاب میں دودھ کی بو باقی رہ جاتی ہے۔ تو اگر پانی میں بھی وہ بو آجائے تو حرج نہیں۔ اس طرح اگر غسل کے بعد بدن پر خوشبو کے اثرات باقی رہ جائیں تو بھی کوئی حرج نہیں ہے۔ چنانچہ اگلے جمل کر انہوں نے عنوان ہی خط کشیدہ جملوں کا باندھا ہے۔ اگرچہ دال متادل عیب جارح کے لئے ہے تاکہ نشاط حاصل ہو۔ غسل کے لئے نہیں ہے۔ چنانچہ یہ مدعا بھی ہے کہ غسل سے پہلے تیل وغیرہ مٹے ہیں اور پھر نہاتے ہیں غرض کہ حاصل عنوان یہ ہے۔ کہ اگر پانی میں دودھ کی بو باس آجائے تو اس پانی سے غسل کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔ وہی بیات کہ ترجمہ عنوان حدیث میں طیب کا ذکر نہیں ہے تو جواب یہ ہے کہ حلاب و طیب معنی بقا و اثر ہیں تو مشترک ہیں۔ کیونکہ حلاب میں دودھ کا اثر اور طیب میں طیب کا اثر باقی رہ جاتا ہے امام نے کہا۔ ان دونوں کا پانی یا جسم پر اثر آجائے تو کوئی حرج نہیں۔ فاقم

عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا احْتَسَلَ مِنَ الْجَنَابَةِ دَعَا بِشَيْءٍ نَحْوِ الْحَلَابِ وَخَذَّ بِكَوْفٍ
حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا بیان ہے جب نبی علیہ السلام غسل جنابت فرماتے۔ تو حلاب کے برابر کوئی برتن منگواتے۔ پھر پانی کا چھٹو

فَبَدَأَ بِشِقِّ رَأْسِهِ الْاَيْمَنِ ثُمَّ الْاَسْخَرِ
ثُمَّ رَأْسَهُ اَعْلَى وَاسْطَ رَأْسِهِ

لے کر پہلے سر کے دائیں حصے پر ڈالتے پھر بائیں پر
ڈالتے پھر سر کے وسط میں ڈالتے۔

قواعد و مسائل ۱۔ اول پر مشتمل ہے ۱۱۔ غسل کرنے والے کے لئے مستحب ہے کہ وہ غسل کے پانی کے لئے ایک برتن چیا کرے ۲۔ پہلے سیدھی طرف اور پھر بائیں طرف پانی ڈالنا سنت ہے ۳۔ اگر ایسے برتن میں پانی بھر کر نہ لے جو درود بعد از اسی نوع کی کسی اور چیز کا جو اور اس چیز کی بوباس پانی میں آجائے تو کوئی مضائقہ نہیں ہے ۴۔ امام شافعی نے فرمایا کہ غلاب ایک قسم کے جھول کا شیرہ ہے جو عرب غسل سے قبل بدن پر لٹکتے ہیں لیکن کتب لغت میں غلاب کے یہ معنی نہیں ملے و شرح ترمذی بخاری ص ۱۱۱

بَابُ الْمَضْمُؤَةِ وَالِاسْتِنْشَاقِ فِي الْغُتَابَةِ
عَنْ مَعْمُورَةَ قَالَتْ صَلَّيْتُ لِلنَّبِيِّ صَلَّى
اَللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ غُتْلًا فَاقْرَعُ بِمِمْيَةٍ عَلٰى
يَدَيْهِ فَقَسَلْتُهُمَا ثُمَّ غَسَلْتُ فَرَجَةَ
ثُمَّ قَالَ يَبْنَ ۴ عَلٰى الْاَرْضِ فَمَسَحَ بِهَا
بِالْغُتَابِ ثُمَّ قَسَلَهَا ثُمَّ مَضْمَضَ وَ
اَسْتَنْشَقَ ثُمَّ غَسَلَ وَجْهَهُ فَاَقْرَضَ
عَلٰى رَأْسِهِ ثُمَّ تَخَفَّلَ فَقَسَلَ كَدَمَيْهِ ثُمَّ
اَتَى بِشِدْبِلٍ فَلَمْ يَنْقُضْ بَعْدَ الْغُتَابِ

باب غسل جنابت میں کلی کرنے اور ناک میں پانی لینے کے بیان میں۔
حضرت ام المومنین میمونہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ میں نے حضور کے لئے غسل کا پانی رکھا تو حضور نے پہلے سیدھے ہاتھ سے بائیں ہاتھ پر پانی ڈالا اور ہاتھوں کو دھویا۔ پھر آپ نے استنجا فرمایا۔ پھر ہاتھ زمین پر مار کر ملا اور دھویا۔ پھر کلی کی اور ناک میں پانی بیا۔ پھر چہرہ اقدس کو دھویا۔ پھر اپنے سر پر پانی ڈالا۔ پھر اس جگہ سے علیحدہ ہو گئے اور اپنے دونوں پاؤں کو دھویا۔ پھر ہاتھ مبارک پونچھنے کے لئے کھڑا دیا۔ تو آپ نے کپڑے سے تپو پونچھا۔

قواعد و مسائل ۱۰۔ برتن سے پانی سیدھے ہاتھ سے نکالا جائے۔ اور بائیں ہاتھ پر ڈالا جائے اور ہاتھ دوسرے ہاتھ میں ۱۱۔ غسل جنابت میں کلی کرنا اور ناک میں پانی لینا مشروع ہے ۱۲۔ استنجا کے بعد ہاتھ کو مٹی لگا کر دھونا مستحب ہے ۱۳۔ غسل میں پہلے سیدھی طرف سے بائیں طرف پانی ڈالا جائے ۱۴۔ غسل کے بعد تولیہ سے بدن پونچھنے میں صحیح نہیں۔ کیونکہ دوسری حدیثوں میں یہ مذکور ہے کہ آپ نے غسل کے بعد رد مال استعمال فرمایا۔ اور زیر بحث حدیث کا معنی وہی ہے کہ آپ کو رد مال دیا گیا مگر آپ نے استعمال نہیں فرمایا۔ اس سے غسل کے بعد رد مال سے بدن پونچھنے کی کراہت ثابت نہیں ہوتی کیونکہ ممکن ہے آپ نے تو اس جمع کے طور پر یا رد مال میلا ہو گا اس لئے استعمال نہیں فرمایا۔

باب مسح الیہ بالغرَابِ لِمَنْ كُنَ الْفُطْرُ
اس مسلمان کے تحت امام نے حدیث میمونہ ہی ذکر کی ہے جو ابھی صحیح تھی وہ مانی کے گدڑی کی ہے۔ البتہ گدڑی روایت میں یہ تھا کہ آپ نے استنجا فرمانے کے بعد زمین پر ہاتھ مار کر ملا اور دھویا۔ اور اس میں حالطہ کے لفظ نہیں کما استنجا فرمانے کے بعد
ثُمَّ دَاخَلَ بِهَا الْاُخْرٰى ثُمَّ غَسَلَ رِجْلَيْهِ
آپ نے دینار پر ہاتھ ملا۔ اور پھر دھویا

قائد مسائل

دوسری روایتوں ہے کہ جب حضرت عائشہؓ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم ایک ہی بدن سے غسل فرماتے تو پانی میں ہاتھ ڈالتے اور نکالتے ہیں کبھی تصادم ہو جاتا۔ اس حدیث سے بھی امام بخاری علیہ الرحمۃ نے یہ ثابت کرنا چاہا ہے کہ جنسی اگر پانی میں ہاتھ ڈال دے تو پانی کی طہوریت میں فرق نہیں آتا لیکن سیدنا امام بخاری علیہ الرحمۃ کا یہ استدلال درست معلوم نہیں دیتا۔ کیونکہ اس میں یہ تصریح نہیں ہے کہ حضرت عائشہؓ سلام اللہ علیہا نے ہاتھوں کو دھو کر بغیر بدن سے پانی لے کر غسل فرمایا شروع کر دیا تھا۔ یہ بھی تو ممکن ہے کہ پہلے ہاتھ دھو لئے ہوں۔ پھر نہایت شروع فرمایا ہو۔ بلکہ اس کے بعد کی حدیث میں تو یہ تصریح بھی ہے کہ

عَنْ عَائِشَةَ خَالَتِهَا أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا اغْتَسَلَ مِنْ الْبَيْتَانِ غَسَلَ يَدَيْهِ (بخاری)

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ حضور علیہ السلام جب غسل جنابت کا ارادہ فرماتے تو پہلے اپنے دست مبارک دھو لیتے۔

ابن ماجہ حدیث پہلی حدیث کی تفسیر کرتی ہے۔ اور اس سے واضح ہوتا ہے کہ حضور کی عادت کریمہ یہی تھی کہ آپ پانی میں ہاتھ ڈالتے سے پہلے ہاتھ دھو لیا کرتے تھے (بخاری)

۱۱۔ اس کے بعد امام نے اسی معنوں کی ایک اور حدیث لکھی ہے جس میں من جنابۃ کے لفظ زیادہ ہیں۔ جس سے مقصود یہ بتانا ہے کہ حضور علیہ السلام و جناب عائشہؓ کا یہ غسل، غسل جنابت تھا۔ معلوم یہاں ہے کہ جب کو بے وضو سے پانی میں ہاتھ ڈالنا جائز ہے اور پانی میں کوئی قساو پیدا نہیں ہوتا۔ — امام بخاری علیہ الرحمۃ کے اس استدلال کا جواب ہم اوپر دے چکے ہیں۔

يَقُولُ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَالنِّسَاءُ مِنْ قِبَلِهِ يَغْتَسِلُونَ مِنْ مَاءٍ وَنَجَسٍ (بخاری)

حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور علیہ السلام اور آپ کی بیویوں میں سے ایک بعد ذوال کر ایک بدن سے غسل فرمایا کرتے تھے۔

اس موقع پر مستحکم بر صفت عوام کو حدیث سے بغلیں کرنے کے لئے یہ شوشہ چھوڑتے ہیں کہ کیا نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اپنی لدم ملہو کے ساتھ حضرت انسؓ کے سامنے ہٹا سکتے ہیں؟ سوچو کہ امام بخاری نے یہ حدیث گھڑ کر حضور علیہ السلام کی کسی کچھ توہین کی ہے۔ معلوم ہوا کہ تمام ذخیرہ حدیث ہی دشمنی ہے۔ لیکن ظاہر ہے کہ یہ شخص ایک جوائی اعتراض ہے۔ کیونکہ حضرت انسؓ یہ واقعہ دیکھ کر کہیں بلکہ حضور علیہ السلام سے سن کو بیان کر رہے ہیں۔ اور حضور علیہ السلام کی سیرت و کردار اذلال و افعال چوکہ دیں ہیں۔ اس لئے حضور علیہ السلام اپنے نبی اور گھر والوں کی بھی مصالحت کرنا چاہتے تھے۔ یہ ہی وجہ ہے کہ دنیا میں جس قدر بھی باطنیان مذہب گندے ہیں کسی کی بھی زندگی کے سرگوشہ کے حالات نہ پہنچیں نہیں ملنے۔ یہ تو صرف باقی اسلام حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی خصوصیت ہے کہ آپ کی زندگی پاک کے سرگوشہ اور ہر لمحہ کے حالات و واقعات مل جاتے ہیں۔ اور جسے بھی چاہیے کہ جو قرآن نے نفاخ نوح انسان کو مخاطب بنا کر حکم دیا ہے۔ ولکم فی رسول اعلیٰ اسوۃ حسنۃ اگر اندر دل کا یہ فشانہ ہوتا کہ نبی علیہ السلام کی سیرت و صورت افعال و اعمال محفوظ ہوں تو پھر ایت میں جو حکم ہے اس کی مثالی ایسے ہی ہوتی کہ گلاس میں پانی نہ ہو اور پھر کہا جائے اسے پی لیا یا اس کو پکے جائے گی۔

بَابُ مَنْ أَقْرَعَ بِحِمِيَّتِهِ عَلَى سِتْدَالِهِ فِي الْغُسْلِ

باب غسل میں دائیں ہاتھ سے بائیں ہاتھ پر

پانی ڈالنا

اس عنوان کے ماتحت امام بخاری علیہ الرحمۃ نے حدیث میمونہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا ذکر کی ہے جو مع تقسیم و توشیح کے اوپر گزر چکی ہے۔ جس میں یہ مذکور ہے کہ حضور علیہ السلام نے اپنے سینے سے ہاتھ سے بائیں ہاتھ پر پانی ڈالا۔
دیے بھی غسل میں پہلے سے پہلے پھر بائیں پہلو پر پانی ڈال کر نہانا سنت ہے۔

باب وضو اور غسل میں تفریق کرنا۔

بَابُ تَفْصِيلِ الْغُسْلِ وَالْوُضُوءِ وَيَسْتَكْرِئُ ابْنُ حَكْمَةَ أَنَّ غُسْلَ قَدَمَيْهِ يَجْعَلُ مَا جِئَتْ وَحْدَهُمَا (بخاری)

عبد اللہ بن عمرؓ سے منقول ہے کہ انہوں نے اپنے پاؤں کی موت دھوئے جبکہ ان کے پہلے دھوئے ہوئے اعضا سوکھ چکے۔
مطلب عنوان یہ ہے کہ غسل سے پہلے برو وضو کیا جاتا ہے۔ اس میں حوالہ ضروری نہیں ہے۔ یعنی اگر کسی نے وضو میں ہاتھ منہ وضو لئے اور سر کا مسح کیا اور پاؤں غسل کے بعد دھوئے تو یہ جائز ہے۔ یہاں تک کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے تو ایسا بھی کیا کہ

وضو میں اعضاء کو متفرق طور پر دھونا جائز ہے

پہلے ہاتھ اور منہ وضو یا سر کا مسح کیا اور بائیں تک کہ یہ اعضا سوکھ گئے، پھر آپ مسجد نبوی میں تشریف لائے اور پاؤں دھوئے (مطالعہ امام مالک) اس سے واضح ہوا کہ اعضاء وضو کو اگر کسی نے متفرق طور پر دھویا تو یہ جائز ہے حضرت امام شافعی و امام ابو حنیفہ حضرت ابن عمر و ابن مسیب عطارد و طاووس امام مخنف حسن، عیسان بن مسعود، محمد بن عبد اللہ بن عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا یہی مسلک ہے۔ البتہ میدان امام اعظم بلکہ غالباً مذکورہ بالا تمام حضرات کے نزدیک سنت بھی ہے کہ اعضا کو اس طرح دھوئے کہ پہلے والا عضو سوکھنے نہ پائے۔ امام نے اس عنوان کے ماتحت حدیث میمونہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا ذکر کی ہے جس میں یہ آیا ہے کہ حضور علیہ السلام نے پہلے اعضاء وضو دھوئے۔ مگر پاؤں غسل کے بعد جس سے مذکورہ بالا مسئلہ مستفاد ہوا۔ حدیث میمونہ گذشتہ اور ان میں مع تقسیم کے گزر چکی ہے۔

بَابُ إِذَا جَاءَكَ تَرَعَادٌ مِّنْ دَارٍ عَلَى رَأْسَيْهِ فِي غُسْلٍ فَأَجِدْ

باب چلنے کے بعد دوسری بار جماع کرنے اور متعدد بویوں سے جماع کے بعد ایک ہی غسل کرنے کے بیان میں
اذا جاءك ترعاد كما مطلب یہ ہے کہ اپنی زوجہ سے ایک بار جماع کے بعد دوسری بار جماع کیا جائے اس کا کیا حکم ہے؟ دامن دار کا مطلب یہ ہے کہ رات میں اپنی متعدد بویوں سے جماع کرتا اور آخر میں ایک مرتبہ غسل کرتا۔ واضح ہو کہ احتات کے نزدیک ہر جماع کے بعد غسل کر لینا مستحب ہے۔ یعنی اگر ایک بار جماع کیا۔ اور دوسری بار پھر جماع کرنے کا ارادہ ہو تو غسل کر کے دوسری بار جماع کرے۔ اور یہ غسل کر لینا مستحب ہے۔ چنانچہ ابوداؤد و نسائی میں حضرت ابو رافع رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضور علیہ السلام نے ایک رات میں اپنی ایک زوجہ کو مشرف فرمایا پھر ان کے ہاں غسل فرمایا پھر دوسری زوجہ محترمہ کے ہاں تشریف لائے۔ اور ان مشرف فرما کر پھر غسل فرمایا۔ ابو رافع کہتے ہیں۔ میں نے عرض کی یا رسول اللہ کیا ایک غسل کافی نہ تھا؟ یعنی آخر میں آپ نے ایک ہی غسل کیوں نہ فرمایا۔ حضور نے جواب دیا ہذا انکى فاطمىب یہ زیادہ پاکیزگی اور شہنائی سے

بَابُ مَنْ أَفْرَغَ بِمِیْنِهِ عَلَى سِتْرِهِ فِي الْغُسْلِ

بَابُ غَسْلِ مِیْنِ اَعْمَیْسِ اَلْمَحْدَمِ سَیْ اَلْمِیْنِ اَلْمَحْدَمِ

اس عنوان کے ماتحت امام بخاری علیہ الرحمۃ نے حدیث میمونہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا ذکر کی ہے جو مع نفیم و توشیح کے اوپر گزر چکی ہے۔ جس میں یہ مذکور ہے کہ حضور علیہ السلام نے اپنے سید سے ہاتھ سے پائیں ہاتھ پر پانی ڈالا۔ ویسے بھی غسل میں مے سے پہلے پیر پائیں پہلو پر پانی نکال کر ہٹانا سنت ہے۔

بَابُ تَغْرِیْقِ الْغُسْلِ وَ الْوُضُوْءِ وَمِنْ كَرْمِیْنِ اَبْنِ حُمَرَ اَنَّهُ غَسَلَ قَدَمَیْهِ بَعْدَ مَا جَفَّتْ وَ طَوَّأَهُ (بخاری)

باب وضو اور غسل میں تغریق کرنا۔
عبد اللہ بن عمر سے منقول ہے کہ انہوں نے اپنے پاؤں اس وقت دھوئے جب کہ ان کے پہلے دھوئے ہوئے اعضا سوکھ چکے تھے

مطلب عنوان یہ ہے کہ غسل سے پہلے جو وضو کیا جاتا ہے۔ اس میں مولاۃ ضروری نہیں ہے۔ یعنی اگر کسی نے وضو میں ہاتھ منہ وضو لئے اور سر کا مسح کیا اور پاؤں غسل کے بعد دھوئے تو یہ جائز ہے۔ یہاں تک کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے تو ایسا بھی کیا کہ

پہلے ہاتھ اور منہ دھویا سر کا مسح کیا اور یہاں تک کہ یہ

وضو میں اعضاء کو متفرق طور پر دھو تا جائز ہے اعضا سوکھ گئے پھر آپ مسجد نبوی میں تشریف لائے اور پاؤں دھوئے (مطالعہ امام مالک) اس سے واضح ہوا کہ اعتبار وضو کو اگر کسی نے متفرق طور پر دھویا تو یہ جائز ہے حضرت امام شافعی امام ابو حنیفہ حضرت ابن عمر و ابن المسیب عطاء و طاووس امام مخی حسن، صفیان بن سعید، محمد بن عبد اللہ بن عبد الحکم رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا یہی مسلک ہے۔ البتہ میدان امام اعظم علیہ السلام مذکورہ بالا تمام حضرات کے نزدیک سنت بھی ہے کہ اعضا کو اس طرح دھوئے کہ پہلے والا عضو سوکھنے نہ پائے۔ امام نے اس عنوان کے ماتحت حدیث میمونہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا ذکر کی ہے جس میں یہ آیا ہے کہ حضور علیہ السلام نے پہلے اعضا دھوئے و بعد وضوئے۔ گرا پاؤں غسل کے بعد دھوئے جس سے مذکورہ بالا مسئلہ مستفاد ہوا۔ حدیث میمونہ گذشتہ اوراق میں مع نفیم کے گزر چکی ہے۔

بَابُ اِذَا جَامَعَ ثَمَّ عَادَ وَ مِنْ دَارٍ عَلَى اِثْنَانٍ فِي غَسْلٍ وَ اَحَدٍ

باب جماع کے بعد دوسری بار جماع کرنے اور متعدد جماعوں سے

اذا جاعہ ثم عاد کا مطلب یہ ہے کہ اگر کسی زوجہ سے ایک بار جماع کے بعد دوسری بار جماع کیا جائے تو اس کا کیا حکم ہے؟ دامن دار کا مطلب یہ ہے کہ رات میں اپنی متعدد جماعوں سے جماع کرنا اور آخر میں ایک مرتبہ غسل کرنا۔ واضح ہو کہ احسان کے نزدیک ہر جماع کے بعد غسل کر لینا مستحب ہے۔ یعنی اگر ایک بار جماع کیا۔ اور دوسری بار پھر جماع کرنے کا ارادہ ہو تو غسل کر کے دوسری بار جماع کرے۔ اور یہ غسل کرنا مستحب ہے۔ چنانچہ ابو داؤد و نسائی میں حضرت ابو رافع رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضور علیہ السلام نے ایک رات میں اپنی ایک زوجہ کو مشرت فرمایا پھر ان کے ہاں غسل فرمایا۔ پھر دوسری زوجہ حضرت زینب کے ہاں تشریف لائے۔ اور ان کو مشرت فرما کر پھر غسل فرمایا۔ ابو رافع کہتے ہیں۔ میں نے عرض کی یا رسول اللہ کیا ایک غسل کافی نہ تھا؟ یعنی آخر میں آپ نے ایک ہی غسل کیوں نہ فرمایا۔ حضور نے جواب دیا ہذا انکى خاطر یب یہ زیادہ پاکیزگی اور شہنائی ہے۔

اس حدیث سے ثابت ہوا کہ دو جانوروں کے درمیان غسل کر لینا مستحب ہے لیکن اگر کوئی ذکر کرے تو صرف ایک غسل آخر میں کر لینا کافی ہے۔ بعض علماء نے دو جانوروں کے درمیان غسل کرنے کو واجب کہا ہے۔ اسی طرح دو جانوروں کے درمیان وضو کر لینا بھی احناف کے نزدیک مستحب ہے۔ مسلم کی حدیث میں ہے حضور علیہ السلام نے فرمایا: جو ایک بار اپنی بوی سے جماع کرے پھر دوبارہ جماع کرنا چاہے فلیتوضا و یبیتھما تو دونوں کے درمیان وضو کرے۔ مسلم شریف، اس حدیث سے وضو کا وجوب ثابت نہیں ہو گا۔ کیونکہ کھادی میں حضرت عائشہ صدیقہ سے مروی ہے کہ حضور علیہ السلام ایک بار جماع فرمائے کے بعد دوبارہ جماع فرمائے۔ مگر درمیان میں وضو نہ کرتے۔ ان وہ اویش سے واضح ہوا کہ دونوں کے درمیان وضو کر لینا مستحب ضرور ہے۔ مگر واجب نہیں ہے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا: اللہ ابو عبد الرحمن پر رحم کرے میں تو حضور کے غوثیہ لگاتی۔ پھر آپ (سیدنا) کو مشرف فرماتے پھر صبح کو آپ احرام باندھتے اور نکاح آپ کے جسم مبارک سے خوشبو لگاتی۔

قَالَتْ يَرْحَمُ اللَّهُ أَبَا عَبْدِ الرَّحْمَنِ
كَانَتْ أَطْبِيبُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَيُكُوْتُ عَلَى قَتَاوِهِ ثُمَّ
يُصْبِغُ نَحْوَمَا يَنْتَضِعُ جِلْبِيًّا (بخاری)

فوائد ومسائل:

اس حدیث کو امام نے باب منی تطیب (الحديث) میں بھی ذکر کیا ہے جو ابھی آ رہا ہے۔ اور مسلم نے حج اور نسائی نے طہارت میں ذکر کیا۔ ابو عبد الرحمن حضرت عبد اللہ بن عمر کی کنیت ہے وہ فرمایا کرتے تھے کہ میں اس بات کو پسند نہیں کرتا کہ صبح کو احرام باندھوں اور میرے جسم سے خوشبو نہ لگ رہی ہو۔ حضرت ابن عمر کا یہ قول جب حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے سامنے پیش ہوا۔ تو آپ نے مذکورہ بالا پہلے ارشاد فرمائے۔ اس سے اس امر کی وضاحت ہوتی ہے کہ صحابہ کرام ہر روز احرام باندھنے میں حضور علیہ السلام کے ارشاد و عمل سے متماثل رہتے۔ اور حضور کے قول و عمل کو وحی کی حالت سمجھتے تھے۔ یہی وجہ ہے کہ بعد از ابن عمر کے قول کی تائید حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے حضور کے فعل سے فرمائی۔

فَيَطْطِيبُ: بعض شراح میں نے فرمایا کہ یہ جماع سے کنایہ ہے۔ اور بعض نے اس کے معنی محض طلاقات کیونکہ کہ حضور علیہ السلام سقرت واپس آئے تھے اس سے آپ نے مناسب خیال فرمایا کہ ازواج مطہرات کی مزلاج ہو کر لے جائے۔ البتہ جہاں قول افوتی ہے۔ اور حدیث اس جو آگے آئی ہے اس کی مؤید بھی ہے۔ یہ حدیث مسائل فہرست میں پیش ہے۔ صحیح بخاری میں احرام باندھنے وقت خوشبو لگنا مستحب ہے۔ اگرچہ خوشبو کا اتنا بہت دیر تک رہے۔ ان احرام باندھ لینے کے بعد خوشبو لگنا مشروع ہے۔ صحابہ و تابعین و جمہور محدثین سعد بن ابی وقاص ہیں۔ عباس بن سیر و معاذ بن واثقہ صدیقہ۔ ام حبیبہ۔ امام شافعی۔ ثوری۔ امام ابو یوسف۔ احمد بن حنبل۔ داؤد و رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا یہی مسلک ہے۔ البتہ ذہری۔ امام مالک و محمد بن حسن دونوں مافقی میں ممنوع قرار دیتے ہیں۔ مگر کثرت جماع عند طلاق مکروہ نہیں۔ ایک سے لے کر چار تک بکھار کر لینا بلا کر اہمیت کا اثر ہے۔

مگر حقیقت ہے کہ بہت سی باتیں انبیاء و کرام میں ایسی ہوتی ہیں جو عام انسانوں میں نہیں پائی جاسکتی اور نیز یہ کہ ان امور کی موجودگی پر ہمیشہ بے بصیرت افراد نے جبروت و انتخاب کا اظہار کیا ہے۔ تو اگر یہ بھی ایک خاص بات حضور میں پائی گئی تو اہل بصیرت کے لئے تو اس میں کوئی چیز قابل اعتراض نہیں ہے۔ یہاں اگر کسی نے اعتراض برائے اعتراض کی قسم کی کھالی ہو تو یہ غلط بات ہے۔

حضور علیہ السلام کو چالیس بنتی مردوں کی طاقت دی گئی تھی

ابن تیمیہ کی روایت میں ہے کہ حضور علیہ السلام کو
قُوَّةُ اَرْبَعِيْنَ رَجُلًا كُلُّ رَجُلٍ مِثْرُ
بَحْلٍ اَهْلِي الْجَنَّةِ وَحِدَةٍ مَعْنَى جَا مِثْرُ

اور ترمذی کی حدیث میں ہے کہ ایک بنتی مرد کی طاقت۔

دینا کے ایک مسرودوں کے برابر ہوتی ہے۔

چالیس کو سو میں ضرب دیں تو حاصل چار ہزار ہوتے ہیں۔ اس طاقت و قوت کے پیش نظر اگر آپ نے

یاد دیا تو اندراج کو مشغول فرمایا تو اس میں کون سی حیرت کی بات ہے۔

اس پر سب کا اتفاق ہے کہ اندراج کی تعداد ایک سو سی ہے۔ یہ سب کی سب نکاح میں

اندراج مطہرات کی تعداد نہیں آئیں بلکہ یہ جو دیگرے ان سے نکاح ہوا ترتیب یوں ہے۔

رسمی اشد تعالیٰ سب سے پہلے نکاح میں آئیں۔ آپ کے حالات فوضیلاباری جلد

۱ حضرت خدیجہ الکبریٰ اہل پرگزر کے ہیں۔

۲ حضرت سودہ بنت زمعہ اور روایت در قافی شہ نبوی میں آپ کا نکاح ہوا چار سو و چھ مہر قرار پایا۔ آپ

سے کوئی اولاد نہ ہوئی۔ آپ حضور کی جنابیت فرمانبردار با بی تھیں۔ اور اس وصفت میں تمام اندراج مطہرات

سے ممتاز تھیں۔ حضرت عائشہ رحمہ کے سوا فیما مئی اند محادثت میں بھی انہی مثل نہ رکھتی تھیں۔ ایک مرتبہ حضرت

عمر بن الخطاب نے ایک قبیلہ بھیجی۔ فرمایا کیا ہے کہا گیا وہ ہم ہیں۔ آپ نے فرمایا یہ جو مردوں کی طرح قبیلہ میں درجہ بھیجے

جاتے ہیں۔ یہ فرمایا اور تمام درجہ تقسیم فرمادیجئے۔ آپ سے پانچ حدیثیں مروی ہیں۔ ایک بخاری

میں بھی ہے۔ صحاح میں حضرت عبداللہ ابن عباس اور یحییٰ بن عبد الرحمن بن اسود بن شدادہ نے ان سے روایت

کی ہے۔ آپ کے سن وفات میں اختلاف ہے۔ واقعہ کے نزدیک زمانہ امت امیر معاویہ رضی اللہ

میں آپ کی وفات ہوئی۔ ابن حجر مال وفات شہرہ قرار دیتے ہیں۔ ذہبی کہتے ہیں حضرت عمرؓ کی خلافت کے

آخری زمانہ میں آپ کی وفات ہوئی۔ حضرت عمرؓ نے صلح حدیبیہ میں وفات پائی۔ اس لئے ان کا آخری زمانہ خلافت شہرہ

ہوگا۔ اور یہی آپ کا سن وفات ہوگا۔

فوضیلاباری حضرت سودہ کی پہلی شادی مکران بن عمر سے ہوئی تھی جو انتقال کر چکے تھے۔

نہ ہوئے تو آیت مبارکہ ما کان لہومن ولا منہ منۃ رانجہ نازل ہوئی۔ پھر یہ بھی راضی ہو گئیں۔ نکاح ٹولا۔ لیکن دونوں میں تباہ نہ ہو سکا۔ حضرت زید نے طلاق دے دی حضور نے نکاح کا پیام دیا۔ اور کتاب مجید میں یہ ارشاد فرمایا گیا۔ کہ یہ نکاح اللہ عزوجل نے نکاح کیا۔ پورا پورا حضرت زید فخر یہ فرمایا کرتی تھیں۔ کہ میں وہ ہوں جس کا نکاح اللہ عزوجل نے آسمان پر حضور علیہ السلام کے ساتھ کیا۔ آپ سے ۱۱ حدیثیں مروی ہیں۔ ۲ پر بخاری و مسلم کا اتفاق ہے :

۸۱) **ام المومنین حضرت زینب بنت خرمیہ** کو نبایت نبی راضی کے ساتھ کھانا کھلایا کرتی تھیں۔ آپ پہلے عبد اللہ بن جحش کے نکاح میں تھیں۔ جو جنگ احد سے بھی شہید ہو گئے تھے۔ شہرہ میں آپ عقد نبوی میں آئیں۔ نکاح کو دو تین ماہ ہی گذرے تھے کہ آپ کا انتقال ہو گیا۔ حضرت عقبہ بن جحش کے بعد صرف حضرت زینب ہی ہیں جن کا وصال حضور کی حیات ظاہری میں ہوا۔ حضور علیہ السلام نے خود نماز جنازہ پڑھائی۔ جنت البقیع میں دفن ہوئیں۔ وفات کے وقت آپ کی عمر شریف ۳۰ سال تھی۔

۹) **حضرت مسموۃ** والدہ کا ہم حارث والدہ کا نام مہند تھا۔ پہلے مسعود کے نکاح میں تھیں۔ ان سے طلاق کے بعد ابوہریرہ سے نکاح ہوا۔ ان کے انتقال کے بعد حضور کی روایت میں آئیں۔ شہرہ میں وفات پائی۔ آپ سے ۶ حدیثیں مروی ہیں جن میں سے سات پر بخاری و مسلم نے اتفاق کیا ہے :

۱۰) **حضرت جویریہ** قبیلہ بنی مصطلق کے سردار حارث بن ہریرہ کی بیٹی تھیں۔ ان کی پہلی شادی مسافع بن صفوان سے ہوئی۔ جو غزوہ بدر میں شہید ہو گیا۔ اور یہ بھی لڑائی غلاموں میں نہ تھیں۔ انھیں ان کے شہرہ بن صفوان کے حصہ میں آئیں حضور علیہ السلام نے ان کو خرید کر آزاد فرمایا۔ اور عقد نکاح نکال دیا۔ ربیع الاول شہرہ میں وفات پائی۔ جنت البقیع میں دفن ہوئیں۔

آپ سے سات حدیثیں مروی ہیں۔ جن میں سے دو بخاری اور دو مسلم میں ہیں :

۱۱) **حضرت صفیہ السراہلیہ** نام مبارک زینب باب کا نام جی بن اخطب تھا۔ جو بنو نضیر کا سردار تھا سال کا نام سے ہوئی۔ طلاق کے بعد دوسری شادی کنانہ بن ابی العقیق کے ساتھ ہوئی۔ شہرہ میں جب قلعہ قوص (ضبر) فتح ہوا۔ تو کنانہ قتل ہوا۔ حضرت صفیہ کا باپ اور بھائی بھی کام آئے اور یہ گرفتار ہو گئے۔ حضور نے ان کو دھیرے سے لے کر آزاد کیا اور نکاح فرمایا۔ شہرہ میں ساتھ سال کی عمر پا کر دو سال فرمایا۔ اور جنت البقیع میں دفن ہوئیں۔ آپ سے ۱۰ حدیثیں مروی ہیں جن میں سے صرف ایک متفق علیہ ہے :

باب غسل المذنبی والوضوء عینہ

باب مذی کے گلے پر غسل ہے یا وضو؟
شہرانی خیالات و ملاہت کے وقت جو ایسا دسی رطوبت نکلتی ہے۔ اس کو مذی کہتے ہیں۔ مذی کے گلے سے دھوڑا جاتا ہے۔ غسل واجب نہیں ہوتا۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم نے کسی آدمی کے فریج حضور علیہ السلام سے اس کے متعلق دریافت کیا تو حضور نے فرمایا :-

فَقَالَ تَوَضَّأُوا غَيْلٌ ذَكَرَكَ

بخاری

ذی کے ٹھکنے پر اپنی شرم گاہ کو دھو ڈال
اور وضو کر لے۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ ذی کے ٹھکنے سے وضو ٹوٹ جاتا ہے۔ غسل واجب نہیں ہوتا۔ اس مسئلہ کے متعلق متعدد حدیثیں مروی ہیں جو صحاح ستہ میں موجود ہیں، وہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم نے بوجہ شرم و عیا تود سوال نہیں کیا بلکہ حضرت مقداد کے ذریعہ حضور علیہ السلام سے دریافت کر لیا تھا۔ فیوض الہادی جلد اول میں اس حدیث پر تفصیلی گفتگو ہو چکی ہے۔

بَابُ مَنْ تَطَيَّبَ ثُمَّ اغْتَسَلَ

وَبَقِيَ أَشْرُ الطَّيِّبِ

باب۔ جس نے غسل کیا۔ اور خوشبو کا اثر غسل کرنے کے بعد رہ گیا

مطلب عنوان یہ ہے کہ اگر کسی نے اپنے جسم پر خوشبو وغیرہ لگائی اور پھر غسل کیا۔ اور خوشبو کا اثر جسم پر باقی رہ گیا۔ تو غسل ہو گیا۔ عرب کا رواج یہ تھا کہ وہ حرام سے پہلے خوشبو لگایا کرتے تھے۔ ابن بطال علیہ الرحمۃ نے فرمایا کہ حرام سے قبل نہ جانیں کہ خوشبو لگانا سنت ہے تو حجت اباب سے یہ بھی معلوم ہوا کہ غسل میں بدن کو خوب لانا ضروری نہیں ہے۔ کیونکہ اگر خوب اچھی طرح مل کر نہایا جائے تو عمر یا خوشبو کا اثر بدن پر باقی نہیں رہتا۔ البتہ بعض خوشبوئیں ایسی بھی ہوتی ہیں کہ خوب اچھی طرح مل کر دھونے سے نہیں جاتیں۔

تیل مل کر نہایا۔ چکنا ہٹ باقی رہ گئی غسل ہو گیا

اسی طرح اگر بدن پر تیل وغیرہ لگایا اور نہایا۔ اور نہانے کے بعد تیل کی چکنا ہٹ بدن پر باقی رہ گئی غسل ہو گیا۔ امام نے اس عنوان کے ماتحت دو حدیثیں لکھی ہیں۔ جن سے مذکورہ بالا مسائل پر روشنی پڑتی ہے۔

پہلی حدیث تو حدیث عائشہ رضی اللہ عنہا سے ہے۔ جو کہ مشہور اوراق میں مع تفسیر کے گذر چکی ہے۔ جس میں حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا تھا کہ میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بدن مبارک کو خوشبو لگاتی تھی۔ پھر آپ انہی اوراق کو مشرت فرماتے تھے اور صبح کو غسل کر کے احرام باندھتے۔ دوسری حدیث یہ ہے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے۔

كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَتَطَيَّبُ بِطَبِيبٍ مَسْنُونٍ
صَنِيعًا مَعْلُومًا يَوْمَئِذٍ وَكَانَ يَحْجِرُ دُجَارَى

مسنون کے معنی چمک و دک کے ہیں۔ مسنون یعنی۔ وہ آرد جو وسط سر میں ہوتا ہے یعنی مانگ۔ اس حدیث سے صبح کے بعد غسل کرنے کا جواز ثابت ہوا۔ اور یہ بھی کہ احرام باندھنے سے پہلے خوشبو لگانا جائز ہے۔ خواہ احرام باندھنے کے بعد جسم پر خوشبو کے اثرات باقی ہی رہیں۔

حیرت ہے کہ مزید حدیث کے ہوتے ہوئے حضرت امام مالک علیہ الرحمۃ کا یہ مسلک بتایا جاتا ہے کہ وہ احرام باندھنے سے پہلے بھی خوشبو لگانے کو منع کرتے ہیں جبکہ احرام باندھنے کے بعد خوشبو کے اثرات باقی رہیں اور اگر امام مالک

بَابُ مَنْ غَسَلَ كَرْتَةً وَدَقَّتْ يَدَايَا فِي مَاءٍ يَسْتَعِينُ
كَيْفَ يَجْلِسُ فِي الْمَاءِ كَيْفَ يَجْلِسُ فِي الْمَاءِ

بخاری

۱۔ بات غسل جنابت انگلیاں بٹھو کر بالوں کی جڑوں میں غفل کرنا تاکہ پانی جلد تک پہنچ جائے۔ اگر لاشہ کے ایک سنت ہے۔ اور امام مالک علیہ الرحمۃ کے نزدیک واجب ہے۔ سو کہنے لگے غسل جنابت میں بدن اس پر نہ دھوئے کسی قسم کا بال کو بڑے کے لئے نہ کرے تاکہ دھونا اور جلد تک پانی نہ پہنچا کر فرض ہے۔ ایک بال بھی سوکارا۔ غسل نماز میں نہ کرے۔ اگر نہ کرے تو عورت کے لئے یہ روایت ہے کہ اگر بال گندھے ہوں۔ تو صرف بالوں کی جڑوں کو کرنا کافی ہے۔ بالوں کو گھونٹا ضروری نہیں۔ بل اگر چوٹی ایسی سخت ہے کہ بے کھولے پانی بالوں کی جڑوں تک نہیں آئے۔ تو اس صورت میں عورت کو بھی بال کھول کر جڑوں تک پانی پہنچانا ضروری ہے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ علیہ وسلم جب غسل جنابت فرماتے تو پہلے دو بار ہاتھوں کو دھوئے۔ اور تیسرا بار دھو فرماتے۔ پھر غسل شروع کرتے۔ تو اپنے ہاتھ سے بالوں کا کھال کرتے جب آپ جان دیتے۔ کہ بالوں کی جڑ بھیک لٹی ہے تو پھر تیس بار پانی بہاتے۔ پھر تمام بدن پر پانی ڈالتے۔ نیز فرماتی ہیں کہ میں اور حضور اکرم ایک ہی رتی سے چوئے کر غسل کر لیا کرتے تھے۔

ثُمَّ عَاثِشَةُ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا قَالَتْ كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا اغْتَسَلَ مِنْ بَلْعَانِيَةٍ غَسَلَ يَدَيْهِ وَتَوَضَّأَ وَغَسَلَ لِبَاسَهُ ثُمَّ اغْتَسَلَ ثُمَّ تَغَلَّلَ بِمِزِجٍ وَشَعْرَهُ حَتَّى إِذَا خَلَقَ بِلَا قَدَّ أَدْرَى بِشَرِّهِ أَذْكَسَ عَلَيْهِ لَمَّا تَنَزَّلَتْ مَرَاتِبُ ثُمَّ غَسَلَ سَائِرَ جَسَدِهِ وَقَالَتْ كُنْتُ أَغْتَسِلُ مَعَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ بِلْعَانِيَةٍ وَاحِدَةٍ فَنُفِثَ مِنْهُ جَمِيعًا

۲۔ حدیث اپنے مستحکم اور بال بال و دھوئے۔ اگر خون کی دوسری حدیثیں سابقہ صفحات میں مع تقسیم تو منہج کے لئے رکھی ہیں۔ باب جنابت کی حالت میں وضو کر لینے کے بعد تمام جسم کو دھونا۔ اور وضو کے اعضاء کو دوبارہ نہ دھونا۔ اس حیوان کے ماتحت امام نے حدیث میمونہ نوکر کی ہے۔ یہ گواہ شہادت میں مع تقسیم کے لئے رکھی ہے۔ منقولہ حدیث یہ بتاتا ہے کہ غسل سے پہلے اگر وضو کر لیا جائے پھر غسل کیا جائے تو جو اعضاء وضو میں دھل گئے ہیں انہیں غسل کی ضرورت دوبارہ دھونا ضروری نہیں ہے۔

يَابُ إِذَا ذَكَرْتُ فِي الْمَسْجِدِ أَنَّ جَنْبِي خَرَجَ كَمَا هُوَ وَلَا يَكْفِيكُمْ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ أَقْبَمَتِ الصَّلَاةُ وَعَدَلْتُ الصَّلَاةَ فَيَا مَا خَرَجَ إِلَيْنَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلَمَّا قَامَ فِي مَعْلَاةٍ ذَكَرَ أَنَّهُ جَنْبِي فَقَالَ لَنَا مَكَانٌ كُنْتُمْ تَرْجِعُ

باب مسجد میں پہنچنے کے بعد جنبی ہونا یاد آئے تو بغیر تحم کے باہر آیا آئے دھو وضو کر کے مسجد میں جائے اور نماز پڑھے۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نماز کی تکمیل ہوئی اور بعضی برابر کر کے لوگ کھڑے ہو گئے بعض علیہ السلام اپنے حجرہ مبارک سے آئے اور مصیلاً پر کھڑے ہو گئے۔ اس وقت آپ کو یاد آیا کہ نہانے کی حاجت ہے

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ أَقْبَمَتِ الصَّلَاةُ وَعَدَلْتُ الصَّلَاةَ فَيَا مَا خَرَجَ إِلَيْنَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلَمَّا قَامَ فِي مَعْلَاةٍ ذَكَرَ أَنَّهُ جَنْبِي فَقَالَ لَنَا مَكَانٌ كُنْتُمْ تَرْجِعُ

فَاغْتَسَلَ ثَمَّ خَذَرِيًّا اَيْ نَادَوْا رَأْسَهُ يَقْطُرُ
كَكَوْفِ قَتْلِ تَامَةَ
(بخاری)

آپ نے ہم لوگوں سے فرمایا: میں کھڑے رہو پھر آپ
لوٹ گئے۔ اور غسل فرمایا۔ اور پھر تشریف لائے۔ آپ
کے سر مبارک سے پانی ٹپک رہا تھا۔ آپ نے اتفاقاً
کہا اور ہم نے مانا ادا کیا۔

اس حدیث کو امام بخاری و مسلم نے کتب الصلوٰۃ میں۔ ابوداؤد نے صلوٰۃ میں۔ اور نسائی نے
قائد مسائل حارات میں ذکر کیا ہے۔ یہ حدیث مسائل ذیل پر مشتمل ہے۔

۱۔ تعدیل صفوت مستحب ہے اور مدینہ میں اس کی تاکید آتی ہے اور فضیلت بھی۔ ایک حدیث میں فرمایا کہ صفیں بڑا کر دو
در نہایت سے اندر اندر تفاوت ٹل سکے گا صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں کہ حضور علیہ السلام ہماری صفیں تیر کی طرح میدھی کرتے تھے
فما بین صفین بل کر کھڑی ہوں کر بیچ میں کشادگی نہ رہ جائے اور سب کے نوٹھے برابر ہوں ۱۲۔ غسل جنابت علی الغرور وجہ ہے
ہے۔ ویسے اگر دوئے طب بھی جراح کے فدا بعد غسل کرنے سے نقصان کا احتمال ہے۔ یہ فدا نہج کی تھی جس کے
تھے حضور علیہ السلام اپنے حجرہ مبارک سے تشریف لائے یعنی پر کھڑے ہونے کے بعد آپ کو باد آیا کہ نہانے کا
عاجت ہے۔ تو آپ واپس تشریف لے گئے اور غسل فرما کر آئے اور فدا نہج طہانی۔ منکرین سنت اس موقع پر بھی حدیث
سے بڑھ کر کرنے کے لئے یہ کہا کرتے ہیں کہ کیونکہ بخاری نے یہ لکھا ہے کہ حضور بحالت جنابت مسجد میں تشریف لے آئے لیکن ظاہر سے
حضور صراحتاً تشریف نہ لائے تھے بلکہ بھلائے گئے تھے۔ اگر حضور علیہ السلام نہ بھلائے جاتے تو یہ مسئلہ کیسے معلوم ہوتا۔

بحالت جنابت مسجد میں جانا حرام ہے اور اس کے متعلق ضروری مسائل

امام بخاری علیہ الرحمۃ نے اس حدیث سے یہ استدلال فرمایا ہے۔ کہ جو شخص مسجد میں سو گیا۔ اور اسے اختلاص
ہو گیا۔ یا بھولے سے بحالت جنابت مسجد میں داخل ہو گیا۔ تو اب اس کو تیمم کر کے مسجد سے باہر آنا ضروری ہے۔ امام شافعی و امام
ابو یوسف و مالک یہ کہتے ہیں۔ کہ تیمم کر کے مسجد سے نکلے۔ ہمارے فقہائے احناف نے لکھا ہے۔ کہ جس پر غسل فرض ہے اسے
بغیر ضرورت مسجد میں جانے کے لئے تیمم ہاڑ نہیں۔ ہاں اگر مجبوری ہو جیسے ڈول اسی مسجد کے اندر ہے۔ اور کوئی لائے
جہیں ہے۔ تو اس ضرورت سے تیمم کر کے جائے۔ اور جلد سے جلد ڈول سے کر نکل آئے۔ اسی طرح مسجد میں سویا اختلاص ہو
تو اگر نکلے کھلتے ہی جہاں سویا تھا فوراً تیمم کر کے نکل آئے تاخیر حرام ہے۔ واضح ہو کہ یہ حدیث مسلک شافعیہ کے اختلاص
نہیں ہے۔ کیونکہ روایت غیر مشہورہ متنبیہ کے ہاں بھی یہی ہے۔ کہ اگر بٹنی بھولے سے مسجد میں داخل ہو گیا۔ تو میرے
مسجد سے باہر آنا جائز ہے (کنز الدقائق المختار) اور روایت تادیرہ (عن اماننا) جب صریح طور پر حدیث کے
موافق ہو تو اس کو مشہورہ پر ترجیح ہونی چاہیے تاخیر۔

باب لَقَضِیَ الْیَمَکُیْنِ مِمَّنْ غَسَلَ الْجَنَابَةَ
مقصود عنوان یہ بتانا ہے کہ غسل کے بعد دال یا تولیہ سے بدن کو نہ پونچھے تو جائز ہے۔ اور پونچھے تو یہ بھی جائز
امام شاہ ولی اللہ علیہ الرحمۃ نے فرمایا۔ مقصود باب یہ بتانا ہے کہ غسل پاک ہے کیونکہ قضا صابۃ الموشاش مالک
سے خالی نہیں ہوتا تاہم بخاری ص ۱۳ اس عنوان کے تحت امام نے حدیث تیمم نہ ذکر کی ہے جس میں یہ مذکور ہے۔ کہ حضور

یہ سونے غسل کے بعد حضور علیہ السلام کو دھال پیش کیا۔

فَكَرَّمَتْهُ أَخَذَتْهُ مَتَا تَطَلَّقَ وَهُوَ يَتَلَوُّ

بِأَمْرِهِ (بخاری)

يَأْتِي مَنْ بَدَأَ بِشَيْءٍ رَأْسِهِ إِلَّا يَمِينُ

فِي الْغُسْلِ

عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا إِذَا أَصَابَ بَعْضُنَا

جَنَابَهُ أَخَذَتْ بِيَدَيْهِمَا ثَلَاثًا فَتَوَقَّ

نَاهِمَا ثُمَّ تَأَخَّذَ بِرِجْلَيْهِمَا عَلَى شِقِّهَا

الْيَمِينِ وَبِيَدَيْهَا الْأُخْرَى عَلَى شِقِّهَا

الْأُخْرَى (بخاری)

یہ سونے حدیث واضح ہے پہلے دس مرتبہ بائیں جانب پانی ڈال کر نبیاء جاہلہ سے یہی سنت ہے۔

يَأْتِي مَنْ اغْتَسَلَ عَرَبِيًّا وَخَلَعَهُ فِي

الْخُلْدَةِ وَمَنْ تَسَوَّدَ التَّسْوَدُ أَخْضَلُ

وَقَالَ بَقِيَّةٌ عَنْ أَبِيهِ عَنْ جَدِّهِ عَنْ

النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَمَلَهُ

أَحْسَنُ أَنْ يُسْتَعْبَى مِنْهُ مِنَ النَّاسِ

(بخاری)

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ تنہائی میں بھی تہبند وغیرہ باغیرہ کرنا مستحب ہے۔ اور خلوت میں

برہنہ ہونا بلا کر بہت جائز ہے۔ جمہور فقہاء کا یہی مذہب ہے۔ خوب یاد رکھئے کہ زمانہ رسالت میں عام طور پر مسلمان

خلوت میں بھی تہبند یا کپڑا باندھ کر نہاتے تھے۔

عَنْ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَلَّمَ

بَعْضُ النَّاسِ رَجُلًا يُقَالُ لَهُ عُرَاةٌ يَسْطَرُّ

بَعْضُهُمْ جُرَّالِي بَعْضُهُمْ وَكَانَ مُؤْمِنًا صَلَّى اللَّهُ

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُعْتَمِلُ وَخَدَعَهُ نَعْلُ الْخَدَّاءِ

مَالِيكُمْ مُؤْمِنًا أَنْ يُقْتَبَلَ مَعَ الْإِنْسَانِ

أَدْرَمَ ذَا هَبْ مَرَّةً يُقْتَبَلُ فَوَضَعَ ثَوْبَهُ

عَلَى حَتَبٍ فَفَرَّ السَّجَرُ ثَوْبَهُ بِجَمْعِهِ مُؤْمِنًا

فِي كَيْفٍ يَتَوَلَّى ثَوْبِي يَا حَجَرُ ثَوْبِي يَا حَجَرُ

حَتَّى تَنْظُرَتْ بَنُو إِسْرَءِيلَ إِلَى مُؤْمِنٍ

تو آپ نے نہیں لیا۔ اور اپنے دونوں ہاتھ بھاڑتے ہوئے

مقام غسل سے تشریف لے گئے۔

باب غسل میں سر کے دائیں طرف سے

شروع کرنا

حضرت عائشہ فرماتی ہیں کہ ہم میں سے جب کسی کو نہانا

کی حاجت ہوتی۔ تو پہلے دونوں ہاتھوں سے مین پلوے

کر اپنے سر پر ڈالتی۔ پھر ہاتھ سے پانی لے کر بدن کی

دائیں جانب اور دوسرے ہاتھ سے پانی لے کر بدن کی

بائیں جانب ڈالتی۔

باب اکیلے میں برہنہ نہانا جائز ہے۔ اور تہبند وغیرہ

باندھ کر نہانا۔ تو یہ افضل ہے۔ بہترین حکم اپنے باپ

سے وہ بہتر کے دادا امحارہ بن حیدرہ سے روایت

کرتے ہیں کہ حضور علیہ السلام نے فرمایا۔ اشد عز وجل

زیادہ سختی دار ہے کہ اس سے جیسا کی جلتے برکت

لوگوں کے۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ تنہائی میں بھی تہبند وغیرہ باغیرہ کرنا مستحب ہے۔ اور خلوت میں

برہنہ ہونا بلا کر بہت جائز ہے۔ جمہور فقہاء کا یہی مذہب ہے۔ خوب یاد رکھئے کہ زمانہ رسالت میں عام طور پر مسلمان

خلوت میں بھی تہبند یا کپڑا باندھ کر نہاتے تھے۔

حضرت ابوہریرہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے

فرمایا کہ نبی اسرائیل کے لوگ ننگے نہایا کرتے تھے ایک کو ایک

دیکھتا تھا۔ اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کی عادت یہ تھی کہ تنہائی

میں نہاتے۔ تو نبی اسرائیل کہنے لگے بخدا امویٰ جو ہمارے

ساتھ نکل کر نہیں نہاتے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ وہ آدمی ہیں۔ تو

ایک بار ایسا ہوا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام اپنے کپڑے

تھیر پر رکھ کر نہانے لگے تو وہ تھیر ان کے کپڑے لے کر

بھاگا۔ حضرت موسیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کا تعاقب کرتے

لگے۔ کہتے جاتے تھے۔ اے تھیر میرے کپڑے میرے

وَقَالَ الْوَادِعِيُّ مَا يَنْبَغِي مِنْ بَأْسٍ وَ
 اخَذَ خُزْبَةً وَطَفِقَ بِهَا الْحَجْرَ خُزْبًا فَقَالَ
 أَبُو هُرَيْرَةَ فَإِنَّهُ لَنَدَبٍ بِهَا الْحَجْرَ مِثْنَةً
 أَوْ مِثْلَةً خُزْبًا بِأَلْحَجْرِ

(بخاری)

فوائد و مسائل

اس حدیث کو مسلم نے احادیث الانبیاء میں ذکر کیا ہے (۷۲) اس کے معنی فقہ کے ہیں۔ یعنی ایک
 شخص کا بڑھ جانا (۷۳) جب زخم اچھا ہو جائے اور جلد پر جو نشان باقی رہ جائے اس کو ندب
 کہتے ہیں حضرت ابوسریرہ رضی اللہ عنہ کے لفظ سے بتا رہے ہیں کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے تیغ پر جو غزبیں لگائیں
 تھیں ان کے نشان بھی آگئے تھے۔ اور یہ ان کا معجزہ تھا جیسے حضور اقدس کے قدم مبارک کا تیغ پر نشان آجاتا تھا وہ
 اس حدیث کا عنوان سے ہی معلوم ہے کہ لوگوں کے سامنے ہارہ و برہنہ ہونا منع ہے (۷۴) بنی اسرائیل ایک دوسرے کے
 برہنہ نہایا کرتے تھے۔ سیدنا موسیٰ علیہ السلام حیا کی وجہ سے خوت میں نہاتے تھے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی یہ کیفیت
 دیکھ کر بنی اسرائیل نے اپنی جہالت سے یہ رائے قائم کر لی کہ آپ اور میں اس لئے ہمارے ساتھ برہنہ نہیں نہاتے
 اشد عز و جل نے پیام کو حضرت موسیٰ اس الزم سے بری ہوں: تو اس کی صورت وہ ہوتی جس کا قصہ حدیث ذریعہ بحث
 میں مذکور ہے (۷۵) حضرت سعید بن جبیر جو عیسیٰ القدر تابعی ہیں۔ وہ فرماتے ہیں کہ میں تیغ پر حضرت موسیٰ
 علیہ السلام نے شمش کے لئے کپڑے پہنا کر رکھے تھے۔ وہی تیغ تھا جو آپ کے ساتھ سفر میں رہتا تھا اور جس سے
 بنی اسرائیل کے لئے پانی کے چشمے جاری ہوتے تھے (یعنی ج ۲ ص ۵۷)

حضرت موسیٰ علیہ السلام اور تیغ کا کپڑے لے کر بھاگنا

۷۶ تیغ کا کپڑے لے کر بھاگنے اور حضرت موسیٰ علیہ السلام نے تیغ پر جو غزبیں لگائیں اس کے نشان تیغ پر نمودار
 ہو جانے کو شامدین احادیث نے سمجھ ہی تسلیم کیا ہے۔ علامہ مستطانی و کرمانی و قسطلانی و مفتی محمد اللہ تعالیٰ علیہم السلام
 سچوہ ہونے کی تصریح کی ہے۔ علامہ مبینی نے فرمایا جب اللہ کی قدرت سے تیغ نے ذوی العقول کا سا کام کیا۔ یعنی آپ کے کپڑے
 لے کر چلا گیا تو جب موسیٰ علیہ السلام نے بھی اس کو اسی طرح پکارا جیسے ذوی العقول کو پکارتے ہیں (یعنی ج ۲ ص ۵۷)
 ۷۷ اور جب آپ کے روکنے اور کاربند کرنے سے تیغ نہ رکا تو آپ نے اس کو بٹایا بھی۔ یہی بات کہ آپ
 برہنہ تیغ کے پیچھے نہیں بھاگے۔ تو یہ انسان کی فطرت ہے۔ اگر ایسا ہی واقعہ ہمارے آپ کے ساتھ پیش آجائے۔
 یقیناً اس وقت بے اختیار ہم بھی بھاگنے پر ہی مجبور ہوں گے۔ بہر حال تیغ کے بھاگنے پر وہ لوگ تو مسخر حق
 ہیں جو اللہ عز و جل کی قدرت اور عجوبات الہیہ کے حاکموں۔ لیکن ایک صحیح عقیدہ مسلمان کے لئے تو اس واقعہ
 کوئی اعتراض کی بات نہیں ہے۔ کیونکہ وہ خدا جو تیغ سے پانی جاری کرنے اور شیر خوارگی کے زمانہ میں حضرت موسیٰ
 علیہ السلام سے کلام کر اگر جب مریم سلام استظہا کی یا کدوئی کا اظہار فرما سکتا ہے۔ کیا وہی خدا اپنی قدرت کا نام سے
 میں چلنے اور کپڑے لے کر بھاگنے کا شعور پیدا نہیں کر سکتا؟ اور تیغ کے ذریعہ ایک جلیل القدر نبی کو ان کی قوم کے جاحل و اعتراف

سے ہی نہیں کر سکتا۔

علامہ مفتی عبد الرحمن نے لکھا کہ اس حدیث میں اس امر کی دلیل ہے۔

إِنَّ اللَّهَ كَقَوْلِ الْغُلَامِ الْفَتَىٰ وَخَلَقَ وَتَرَاهُ
عَيْنَ الْكَافِرِ وَالْمُؤْمِنِ وَهُوَ ۱۰۰ مَرَّةً | اللہ تعالیٰ نے انبیاء کرام کا ذریعے خلق و خلق کامل بنایا ہے
ایوب و نوح اقص سے پاک کیا ہے۔

۱۰۰ مرہات شریک ہو تو مترکہ دیکھنا جائز ہے۔ یہ غفلت میں رہہ نہ بنانا جائز ہے۔ اور اس سے ان لوگوں کے خیال کی تردید ہو گئی۔ یہ غفلت میں رہہ نہ ہو کر بنائے کو ناجائز کہتے ہیں۔ البتہ یہ صحیح ہے کہ غفلت میں بھی کچھ بابت نہ کرنا مستحب ہے۔ ۱۰۰ مرہات ضرورت کسی شے کو قسم کے ساتھ بیان کرنا جائز ہے جیسے جناب ابو ہریرہؓ نے قسم کھائی۔

اس سے معلوم ہوا کہ پھر وغیرہ پر نشانات کا آجانا یا یہ اختیار کرام کی خصوصیات سے ہے سائنسدان حدیث میں حضرت ایوب علیہ السلام کے تذکرہ میں علامہ مفتی عبد الرحمن نے لکھا ہے کہ یہاں آپ کی قبر ہے وہاں ایک پتھر بھی ہے جس پر حضرت ایوب علیہ السلام کا نشان قدم بتایا جاتا ہے۔ ان حقائق کے ہوتے ہوئے جو لوگ محض اپنی ذاتی رائے کی بنیاد پر حضور علیہ السلام کے قدم مبارک کا پتھر پر نشان آجائے کو جعلی قرار دیتے ہیں، ان کی تردید ہو جاتی ہے۔

علاوہ تفسیر علامہ علیہ السلام کے قدم مبارک کا پتھر ہے کہ یہاں گنا مجروح ہے۔ اسی طرح حضرت موسیٰؑ نے جو ضرب پتھر پر لگائی اور اس پر نشان آ گئے۔ یہ بھی حضرت موسیٰ علیہ السلام کا مجروح ہے اور ایضاً صریحاً بخاری و ترمذی و تفسیر ۲۲ م ۱۰۰:

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ یحییٰ بن یحییٰ علیہ السلام نے فرمایا ایک بار حضرت ایوب علیہ السلام پر نہ ہو کر غفلت میں نہ رہا ہے۔ تھو ان پر سونے کی ٹٹیاں لگنے لگیں۔ وہ ان کو اپنے کپڑے میں لینے لگے اس پر ان کے رب جل جلالہ نے (وہ کی) پکارا۔ کیا میں نے تمہیں ان چیزوں سے بے پرواہ نہیں کیا۔ تو تم دیکھتے ہو۔ حضرت ایوب علیہ السلام نے عرض کیا تیرے عزم و ہمت کی قسم کیوں نہیں! لیکن تیرے کرم سے کہتے ہیں پرواہ ہو سکتا ہوں۔

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ بَيْنَنَا أَيُّوبُ يُعْتَمِلُ غُرْبًا فَخَرَّ عَلَيْهِ جُرَادٌ فَنَزَلَ فِيهِ فَجَعَلَ يُؤْتِيهِ يَحْيَىٰ فِي ثَوْبِهِ فَنَادَاهُ رَبِّهِ يَا أَيُّوبُ أَلَمْ أَكُنْ أَعْتِدْ لَكَ عَمَلًا تَرَىٰ قَالَ بَلَىٰ وَعَمَلٌ نَزَلَ وَلَكِنْ لَمْ يَخَفْ فِي عَيْنِ مَوْلَاكَ.

قائد مسائل | علامہ ابن تیمیہ رحمۃ اللہ نے فرمایا کہ اس حدیث سے امر بخاری کی وجہ امتداد لال یہ ہے کہ اللہ رسول نے جناب ایوب علیہ السلام کو ٹوٹیاں جمع کرنے پر ٹوکا۔ مگر یہ نہ بنائے پر کچھ نہ فرمایا۔ اس سے غفلت میں رہنے نہ بنائے کو جواز ثابت ہوا۔ ۱۰۰ مرہات ایوب علیہ السلام ہے۔ آپ روم بن جیہ بن اسحق بن دہلیم علیہ السلام کے صاحبزادے ہیں۔ آپ کی والدہ حضرت لوط علیہ السلام کی صاحبزادی ہیں۔ آپ اپنے زمانہ کے سب سے بڑے عالم و فاضل تھے۔ ۹۴ سال آپ کی عمر ہوئی۔ علامہ مفتی عبد الرحمن نے لکھا ہے کہ آپ کی قبر مبارک قریہ وبراہ ایوب میں ہے جو مشہد کے قریب ہے۔ اور وہاں ایک پتھر ہے۔ کہا جاتا ہے کہ اس پر حضرت ایوب علیہ السلام کا نشان قدم ہے۔ اور ایک پتھر ہے جس سے لوگ برکت حاصل کرتے ہیں یعنی ج ۲ م ۱۰۰:

یہ حدیث مسائل ذیل پر مشتمل ہے ۱۰۰ اللہ کی نعمتوں میں سے کسی صفت کی قسم کھانا جائز ہے۔

مال کے حصول کی حرص کرنا جائز ہے۔ اور تو نگرانی فیصلت کی بات ہے۔ اسی لئے حضرت ایوب علیہ السلام نے اس کو برکت کے لئے سے عموماً فرمایا۔

بَابُ التَّسْتَوْرِفِ الْغُسْلِ عِنْدَ النَّاسِ
 ۱۱ تَقُولُ ذَهَبْتُ إِلَى رَسُولٍ أَمْلُو صَلَّى
 اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَامَ النَّعْمِ كَوْنَهُ
 يُغْتَسِلُ وَفَاطِمَةُ تَسْلُو فَقَالَ مَنْ
 هَذِهِ فَقُلْتُ إِنَّا أُمَّهَاتِي
 ۱۲ وَهِيَ مَيِّمُوتَةٌ قَالَتْ سَأَوْتُ النَّبِيَّ
 صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ يُغْتَسِلُ
 مِنْ الْجَنَابَةِ

باب۔ وقت غسل لوگوں سے پردہ کر کے نہا
 ام بانی بنت ابی طالب کہتی ہیں کہ میں حضور کو
 خدمت میں حاضر ہوئی تو آپ غسل فرما رہے تھے۔ اور
 حضرت فاطمہ آپ پر پردہ کئے ہوئے تھیں۔ آپ نے فرمایا کہ
 میں نے کہا میں ام بانی ہوں۔
 حضرت میموتہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ
 میں نے حضور علیہ السلام کے لئے پردہ کر دیا۔ اور آپ نے
 غسل جنابت فرمایا۔

حدیث قول کو امام نے ادب۔ ہمزہ۔ صلوٰۃ میں بھی ذکر کیا ہے۔ اور مسلم نے بہادت و صلوٰۃ میں
 ترمذی نے استیذان و سیر میں۔ اور نسائی نے طہارت و سیر میں اور ابن ماجہ نے طہارت میں ذکر فرمایا۔
 حضرت ام بانی۔ ان کا مشہور نام فاطمہ ہے۔ میرا بوطالب کی صاحبزادی اور خطاب علی کرم اللہ وجہہ الکریم کی ہمشیرہ ہیں۔
 حضور علیہ السلام نے دوبار نکاح کیا مگر وہ دوسری بار جب آپ نے بیعت فرمائی تو انہوں نے عرض کی کہ میں بچوں کی طرح
 ہوں اس لئے تکلیف دہانی مناسب نہیں اور حضور ناموش ہو گئے۔ ان سے کل ۱۴ حدیثیں مروی ہیں۔ بخاری میں ان سے ۲ حدیثیں
 مروی ہیں۔ حضرت علی و ابن عباس ان کے شاگرد ہیں (سطلانی)
 یہ واقعہ عام الفتح یعنی فتح مکہ رمضان ۱۰ھ کا ہے۔ حضور علیہ السلام غسل فرما رہے تھے۔ اور حضرت فاطمہ
 سلام اللہ علیہا پردہ کئے ہوئے تھیں۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ پردہ کے ساتھ اپنی محارم کے سامنے نہانا جائز ہے۔ اور
 کہ لوگوں کی نظروں سے پوشیدہ ہو کر پردہ میں آہنا واجب ہے۔

حدیث دوم وہی حدیث میموتہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا ہے جس کا تفہیم نہ سہی گئے تشریح اوراق میں ہو چکی ہے۔
 بَابُ إِذَا اخْتَلَعَتِ الْمَرْأَةُ
 اس عنوان کے تحت امام نے جو حدیث لکھی ہے وہ کتاب النہی باب الحجۃ فی السلم میں منع تفہیم کے لئے لکھی ہے حضرت
 ام سلمہ نے حضور کو یہ سوال کیا کیا عورت پر بھی غسل واجب ہے جب اس کو احتلام ہو تو آپ نے جواب دیا۔
 ہاں اس پر بھی غسل واجب ہے جیسا کہ جاگ کر منی پائے۔
 یعنی جیسے مرد کو احتلام ہو جائے تو اس پر غسل واجب ہے اسی طرح عورت کو احتلام ہو جائے تو اس پر بھی غسل واجب ہے
 بَابُ عَنَاقِ الْجَنَابَةِ وَأَنَّ الْمُسْلِمَ
 لَا يَحْتَضِرُ
 بخاری کے بیان میں

اس باب میں امام نے جو حدیث ذکر کی ہے۔ اس کے ابتدائی جملوں کا ترجمہ یہ ہے۔ حضرت ابوہریرہ کہتے ہیں کہ
 نبی صلی اللہ علیہ وسلم مریضہ کے کسی راس میں ان سے ملے اور ابوہریرہ، جنہی تھے مریضہ کے تھے مجھے رہا

مست کیا۔ اور غسل کر کے پھر آیا۔ تو حضورؐ نے فرمایا۔ ابوہریرہؓ تم کہاں رہ گئے تھے میں نے عرض کیا۔ کہ میں جنبی تھا۔ تو میں نے اس بات میں آپ کے پاس بھیجا یہ مذکور کیا۔ اس پر حضور علیہ السلام نے فرمایا۔

قَالَ سُبْحَانَ اللَّهِ مَا كُنْتُ بِمِنْ شَيْءٍ (بخاری) | سبحان اللہ! مومن جنس نہیں ہوتا۔
اس حدیث کو امام مسلم نے طہارت میں۔ ترمذی، نسائی، ابوداؤد اور ابن ماجہ نے کتاب الوضوء میں ذکر فرمایا۔

فائدہ مسائل کیا ہے یہ حدیث مسائل ذیل پر مشتمل ہے۔
(۱) مومن کے بدن پر جب تک کوئی حقیقی ظاہری نجاست مثلاً پاخانہ چشاب وغیرہ نہ لگا ہو۔ وہ نجس نہیں ہوتا اور اس معاملہ میں مرد و عورت، کافر و مسلمان، زندہ مردہ سب کا ایک حکم ہے۔ ۱۲ آدمی بے وضو ہو یا جنبی یہ نجاست اس کی حکمی ہے۔ لہذا اس کا لینہ نجاب ذہن اور بھولپاؤ پاک ہے۔ ۱۳ غسل جنابت عل الفور واجب ہے۔ ۱۴ اس حدیث سے ابن حبان علیہ الرحمۃ نے یہ استدلال فرمایا کہ اگر جنبی کنوئیں میں بدینیت غسل غسل کرے تو پانی ناپاک نہ ہوگا۔ لیکن یہ استدلال اس لئے باطل ہے۔ کہ حدیث اس پر دال نہیں ہے۔ کہ کوئی حدیث بخاریں تو صرف اس امر کا بیان ہے کہ جنبی فی ذلہ نجس نہیں ہے۔ نہ جنبی کا خیالہ تو اس کے پاک ہونے کے متعلق حدیث میں اصلاً ذاللت نہیں ہے۔

باب۔ جنبی کے گھر سے نکلنے اور بازار میں چلنے پھرنے کے بیان میں۔

اور حضرت عطاف نے فرمایا۔ جنبی کو کچھ لگنا ہوتا ہے۔ چنانچہ انہوں نے فرمایا۔ اور مرثد انہیں کہتا ہے۔ اگرچہ اس نے وضو نہ کیا ہو۔

حضرت انس بن مالک کا بیان ہے کہ حضور علیہ السلام ایک ہی بات میں اپنی اندراج صراط کو مشرت فرماتے تھے۔ اور ان دنوں آپ کی نوازراج تھیں۔

حدیث بذال سے جنبی کا گھر سے نکلنا اور چلنا پھرنا بت ہوا۔ کیونکہ آپ ایک بیوی کو مشرت فرما کر پھر دوسری کے گھر تشریف لے گئے تھے۔ اور یہی زینۃ الباب ہے۔ اہم نے اس کے بعد حدیث ابوہریرہؓ ذکر کی ہے۔ جو اوپر گذر چکی ہے۔ جس کا مضمون یہ ہے کہ حضرت ابوہریرہؓ جنابت کی حالت میں بازار میں نکلے۔ اور حضور علیہ السلام سے ان کی ملاقات ہو گئی تھی (الحديث)

باب۔ جنبی جب کہ غسل سے پہلے وضو کر لے۔ تو گھر میں رہ سکتا ہے۔

بَابُ كَيْفَ تَوَضَّعَ الْجَنْبِيُّ فِي الْبَيْتِ إِذَا قَوَّضَ قَبْلَ أَنْ يَغْتَسِلَ

کہا گیا ہے کہ امام بخاری علیہ الرحمۃ نے یہ عنوان حدیث ابوداؤد کے نفع کی طرف اشارہ کرنے کے لئے بذال ہے۔ ابوداؤد میں حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم سے مروی ہے کہ جس گھر میں کتاب یا (مآذرا) کی تصویر یا جنبی ہو۔ اس میں رحمت کے فرشتے نہیں آتے۔ امام نے یہ عنوان قائم کر کے یہ بتایا ہے کہ یہ حدیث ضعیف ہے۔ جس گھر میں جنبی ہو وہاں رحمت کے فرشتے نہیں آتے۔ اور جنب کا بغیر غسل کئے گھر میں رہنا جائز ہے۔

ہے۔ علامہ شافعی علیہ الرحمۃ نے لکھا کہ یہ بات درست نہیں۔ کہ امام بخاری نے یہ عنوان حدیث ابو داؤد کے ضعف کے اعتبار کے لئے قائم کیا ہے۔ حدیث ابو داؤد کو حاکم و ابن حبان نے صحیح قرار دیا ہے۔ اور امام بخاری نے عدل حدیث ابو داؤد کا مطلب واضح کر کے لئے یہ عنوان باندھا ہے کہ حدیث ابو داؤد کا مطلب یہ ہے کہ جو شخص جنابت کی حالت میں پڑھ رہے کو فارغ ہونے پر یہاں تک کہ نماز تک فوت ہو جائے۔ تو ایسا جنب جس گھر میں ہو گا دعوت کے فرشتے وہاں داخل نہ ہوں گے۔ لیکن جو شخص اپنے کسی کام میں مشغول ہوئے کہ وہ سے غسل کو مؤخر کر دے یا وضو کر کے سو جائے یا اپنے کام کا میں مشغول ہو جائے۔ اور بعد میں غسل کر لے تو وہ بھی اس حدیث میں داخل نہیں ہے (مشقی ج ۲ ص ۲۶)

عَنْ أَبِي سَلَمَةَ قَالَ سَأَلْتُ عَائِشَةَ كَانَتْ يَأْتِيهَا صَلَاتُ اللَّهِ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَرْتَدُّ وَهُوَ جُنُبٌ قَالَتْ أَفَعَرَّ وَبَتَوْا قَاءَ رَجُلِي

بَابُ تَوْبَةِ الْجُنُبِ

عَنْ أَبِي سَلَمَةَ أَنَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ سَأَلَ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَسْرَفْتُ إِحْدَ كَأْوْفَلَاءِ أَوْ قَالَ كَعَمْرٍاءَ أَتَوَضَّأُ إِحْدَ الْوُفَلَاءِ أَوْ قَالَ هُوَ جُنُبٌ رَجُلِي

بَابُ الْجُنُبِ يَتَوَضَّأُ تَحَرُّتًا هُوَ عَائِشَةُ قَالَتْ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا آتَانِيَتْهُ أَمْرٌ وَهُوَ جُنُبٌ عَسَلًا قَرَّبَ بَاءً وَتَوَضَّأَ لِلصَّلَاةِ (بخاری)

باب بھالت جنابت سونے کے بیان میں

حضرت ابن عمر سے روایت ہے کہ حضرت عمر بن خطاب نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا کیا جنابت کی حالت میں کوئی سو سکتا ہے؟ حضور نے جواب دیا ہاں جیب وضو کر کے تو سو سکتا ہے۔

باب جنسی وضو کر کے سوئے

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم جب جنابت کی حالت میں سوئے گا لاوہ قرآنے۔ تو فرماتے ہیں نماز کا سوا وضو کرتے دیکھ کر ام فرماتے۔

(۲) حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضور سے پوچھا کبھی وہ رات کو جنبی ہوتے ہیں اور غسل نہیں کر کے نہ کریں حضور نے فرمایا:-

تَوَضَّأَ وَأَعْلَسَ قَدْ كُنْتُ تَحَرُّتًا رَجُلِي

تو شرمگاہ کو دھو لے اور وضو کر کے سو جا۔

یہ حدیثیں اور قول پر مشتمل ہیں۔

فوائد مسائل

۱۔ جس پر غسل واجب ہے اس کو بلا وجہ غسل میں تاخیر نہیں کرنی چاہیے (۲) جنبی اگر کھانا پیتا ہے یا عورت سے دوبارہ طالع کرنا چاہتا ہے یا سونا چاہتا ہے تو یہ مستحب ہے کہ وضو کر کے کھائے پئے سوئے اگر دیے بھی کھالی یا تو گناہ نہیں مگر کرہ تنزیہ ہے (۳) حدیث عائشہ میں جو مذکور ہے کہ حضور جنابت کی حالت میں سوئے تو نماز کا رواج وضو کر کے سوئے۔ اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ آپ اس وضو سے نماز پڑھتے تھے۔ کیونکہ وہ بھی اپنے غسل کے نماز نہیں پڑھ سکتا۔ (۴) جنبی اگر وضو کر لے تو پھر بھی جنبی ہی رہتا ہے۔ البتہ اس کی جنابت میں وضو سے کچھ کو برپا ہو جاتی ہے اور حدیث ابو داؤد میں جو مذکور ہے وضو کر کے سونے والا اس سے محفوظ ہو جاتا ہے (نافع)

یہی ہے کہ حمل کرنے پر اگر انزال نہ ہو تو غسل پھر بھی واجب و لازم ہے۔ اس مسئلہ کی مزید تشریح و توضیح کے لئے بعض اہل ہدایہ پر ماحول بھی ملاحظہ فرمائیے۔

قَالَ أَبُو عَمْرِو بْنُ عَبْدِ اللَّهِ هَذَا الْحَدِيثُ وَآدَمُ بْنُ
قُرَيْبٍ مِمَّا يَتَّبِعُ الْحَدِيثَ الْأَخِيرَ لَا يَحْتَغِلُ بِهِ
وَلَا يُشَلُّ أَحَدُهُ

(بخاری)

اہم بخاری نے فرمایا و دخول کے بعد انزال نہ ہونے کی صورت میں غسل کر لینا بہتر اور ضروری ہے۔ اور ہم نے وہ اس کے خلاف اور سری حدیث عثمان وغیرہ بیان کی ہے تو بتلنے کے لئے کہ جبکہ صحابہ کرام کا اس مسئلہ میں اختلاف رہا ہے اور غسل کر لینے میں زیادہ احتیاط ہے۔

اس سے معلوم ہوا کہ حضرت ابو ہریرہ علیہ الرحمۃ کے نزدیک بھی مذکورہ بالا صورت میں غسل کرنا ضروری و لازمی ہے۔ یہی احتیاط اہل ہدایہ میں ہے کہ غسل کیا جائے؟

يَا أَيُّهَا عَسَلُ مَا يُصِيبُ مِنْ قُرَيْبٍ
السَّارِ

قَالَ لَمَّا رَأَى إِذَا جَاءَهُمُ التَّحِيلُ أَمَرَاتُهُ
كَتَمَتْهُمْ قَالُ عَمَّانُ يَتَوَضَّأُ كَمَا يَتَوَضَّأُ
لِلْمَسَاءَةِ وَيُشَلُّ ذَكَرَهُ فَقَالَ عَمَّانُ يَتَوَضَّأُ
مِنْ تَوَضُّعِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَمَا لَكَ
عَنْ ذَلِكَ عَمَّانُ إِنَّ أَمْرَ الْبَيْتِ وَالرَّبِّ بْنِ
الْمَوَدَّةِ وَالْمَسْئَلَةَ بَيْنَ عَمَّانُ وَاللَّهُ تَأْكُلُ كَيْفَ
فَأَمْرُهُ بَيْنَ الْبَيْتِ وَابْتِغَاءُ أَبِي عَمَّانُ
أَنَّ عَمَّانُ بَيْنَ الرَّبِّ بْنِ خَيْرٍ إِنَّ أَمْرَ الْبَيْتِ
أَنَّ عَمَّانُ بَيْنَ الْبَيْتِ وَابْتِغَاءُ أَبِي عَمَّانُ
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ (بخاری)

باب عورت کی شرمگاہ سے جو رطوبت نکل جائے اس کے دھونے کے بیان میں۔

حضرت خالد جہنی نے حضرت عثمان سے پوچھا بتائیے اگر مرد اپنی عورت سے جماع کرے۔ اور انزال نہ ہو تو غسل واجب ہو گا یا نہیں؟ حضرت عثمان رحمہ نے فرمایا نازک کے دشمن کی طرح دھو کرے۔ اور شرمگاہ کو دھو لے۔ یعنی اس صورت میں غسل واجب نہیں ہو گا، حضرت عثمان نے فرمایا میں نے حضور سے بھی ایسا ہی سنا ہے۔ اور حضرت علی بن ابی طالب زبیر بن العوام، طلحہ بن عبید اللہ ابی بن کعب سے بھی یہ مسئلہ دریافت کیا۔ تو انہوں نے بھی یہی حکم دیا۔ کہ اس صورت میں غسل واجب نہیں ہے۔ اور مجھے ابوسلمہ نے خبر دی کہ ان کو سرورہ بن زبیر نے

اور ان کو ابوبکر انصاری نے انہوں نے جو نو علیہ السلام سے ایسا ہی سنا ہے۔ حضرت ابی بن کعب نے عرض کی۔ یا رسول اللہ! جب کوئی شخص اپنی بیوی سے جمعت کرے اور انزال نہ ہو اس کا کیا حکم ہے۔ حضور نے فرمایا عورت کی شرمگاہ سے جو رطوبت نکل گئی ہو اس کو دھو ڈالے۔ اور پھر وضو کر کے نازک پر سے بیٹھ کر غسل واجب نہیں ہے۔ اہم ابوبعید اللہ

قَالَ يَا رَسُولَ اللَّهِ إِذَا جَاءَهُمُ التَّحِيلُ أَمَرَاتُهُ
كَتَمَتْهُمْ قَالُ عَمَّانُ يَتَوَضَّأُ كَمَا يَتَوَضَّأُ
لِلْمَسَاءَةِ وَيُشَلُّ ذَكَرَهُ فَقَالَ عَمَّانُ يَتَوَضَّأُ
مِنْ تَوَضُّعِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَمَا لَكَ
عَنْ ذَلِكَ عَمَّانُ إِنَّ أَمْرَ الْبَيْتِ وَالرَّبِّ بْنِ
الْمَوَدَّةِ وَالْمَسْئَلَةَ بَيْنَ عَمَّانُ وَاللَّهُ تَأْكُلُ كَيْفَ
فَأَمْرُهُ بَيْنَ الْبَيْتِ وَابْتِغَاءُ أَبِي عَمَّانُ
أَنَّ عَمَّانُ بَيْنَ الرَّبِّ بْنِ خَيْرٍ إِنَّ أَمْرَ الْبَيْتِ
أَنَّ عَمَّانُ بَيْنَ الْبَيْتِ وَابْتِغَاءُ أَبِي عَمَّانُ
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ (بخاری)

علیہ الرحمۃ نے فرمایا۔ غسل کر لینے میں زیادہ احتیاط ہے۔ اور ہم نے جو محدثین ذکر کیں تو یہ صرف یہ بتانے کے لئے کی کہ صحابہ کا اس مسئلہ میں اختلاف رہا ہے اور اپنی خوب صاف کرنے والا ہے یعنی غسل کرنا چاہیے؟

ان احادیث سے واضح ہوتا ہے کہ جو جلع کرے اور انزال نہ ہو اس پر غسل واجب نہیں ہے۔ لیکن ہم پہلے بتا چکے ہیں کہ یہ حدیث منسوخ نہیں۔ ائمہ اربعین منقولہ السلام نے یہی حکم دیا تھا۔ مگر اس کے بعد اس حکم کو منسوخ کر دیا گیا۔ اسی لئے حضرت امام بخاری نے فرمایا کہ یہ حدیثیں جن سے عدم غسل معلوم ہوتا ہے ہم نے یہ بتانے کے لئے ذکر کر دی ہیں۔ کہ اس مسئلہ میں صحابہ کا اختلاف رہا ہے اور ضروری اور بہت ہی ہے کہ اس صورت میں بھی غسل کیا جائے۔

غسل کے فرائض مستحبات غسل کرنے کا طریقہ اور اس کے ضروری احکام و مسائل

اب اس میں سوام کی آسانی کے لئے غسل کے تمام مسائل میں دلائل کے ترتیب وار بیان کئے جاتے ہیں۔ غسل کے تین جز ہیں یا یوں کہہ لیجئے۔ کہ غسل میں تین فرض ہیں۔ ان کی اہمیت کا یہ عالم ہے کہ اگر ان کی ادائیگی میں کمی ہوگی۔ تو غسل نہ ہوگا۔ وہ تین جو یہ ہیں۔

غسل کے فرائض پہلی کہ تہی منہ کے ہر ریزے کو شے ہونٹ سے حق کی جوا تک ہر جگہ پانی بہہ جائے غسل دوم اس طرح کلی نہ کی جائے غسل نہ ہوگا یعنی لوگ صحت منہ میں تھوڑا سا پانی لے کر انگلی دیتے ہیں اور پانی زبان کی برٹوں اور حق کے کنارہ جل تک نہیں پہنچتا۔ اس طرح کلی کرنے سے غسل نہ ہوگا۔

تیسرا تاکہ میں پانی لینا یعنی دو ٹول ٹخنوں کی جہاں تک نہم جگہ ہے دھونا ضروری ہے۔ پانی کو نہم کر اور پڑھتا چاہیے تاکہ بال بال دھو لے دھو لے سے نہ رہ جائے۔ حد نہ غسل ادا نہ ہوگا نیز تاکہ کے اندر کے بالوں کا دھونا بھی فرض ہے۔

مترہ۔ تمام ظاہر بدن پر پانی کا بہہ جانا۔ یعنی سر کے بالوں سے پاؤں کے تھوڑے تک جسم کے ہر ریزے سے ہر ریزے تک پانی بہہ جانا ضروری ہے۔ صرف پانی کو بدن پر چیر لینے سے غسل ادا نہ ہوگا۔ واضح ہو کہ تمام بدن کو دھونے اور اس پر پانی بہانے میں خاص احتیاط کی ضرورت ہے مثلاً

۱۔ بھوڑوں، بونچھوں اور ڈارھی کے بالوں کا جوڑ سے نوک تک اور ان کے نیچے کی کھال کا دھونا۔ کان کا ہر ریزہ دھونا اس کے سوراخ کا منہ، ٹھوڑی اور گلے کا جوڑ کہ بے منہ اٹھائے نہ دھوئے گا۔ بغیر بے اندہ اٹھائے نہ دھوئیں گی۔ بازو کا ہر پلو پلو کھڑے۔ پیٹ کی پیش اٹھا کر دھوئیں۔ نات کو اٹھی ڈال کر دھوئیں۔ جب کہ پانی پسے میں ٹنک ہو۔ جسم کا ہر ریزہ کھڑے نوک تک۔ ران اور پیڑ کا جوڑ۔ ران اور نیڈی کا جوڑ۔ جب بیٹھ کر نہائیں۔ تو دونوں سر پر کے گلے کی جگہ کا دھونا۔ کھڑے ہو کر نہائیں۔ رانوں کی گولائی۔ نیڈیوں کی کرٹیں۔ ذکر و اتشین کے گلے کی سطحیں ہے جدا کئے نہ دھوئیں گی۔ سر مگاہوں کی سطح زیریں جوڑ تک۔ ان کے نیچے کی جگہ جوڑ تک جس کا خفقہ نہ تھا ہو اگر کھال جوڑ تک مٹی ہو تو چیر چاکر دھونا ضروری ہے اور کھال کے اندر پانی بہائے۔ اسی طرح مستورات کے لئے دھوئی ہوئی پستان کو اٹھا کر دھونا پستان و شکم کے جوڑ کی طور سر مگاہ کے خارج حصہ کا ہر گوشہ دھونا ضروری ہے۔

۲۔ مرد کے سر کے بال اگر گندے ہوں تو اس کے لئے حق کو کھول کر جوڑ سے نوک تک پانی بہانا ضروری ہے اور عورت پر صرف بالوں کی جوڑوں کو نہ کر لینا ضروری ہے۔ کھولنا ضروری نہیں ہے۔ ہاں اگر جوئی اتنی سخت گندھی ہو۔ کہ بے کھولے چلی نہ رہے۔ تو کھولنا ضروری ہے۔ کانوں کے سوراخ اور تاک کے سوراخ میں پانی لگا دینا بھی ضروری اس تشریح سے مقصود یہ بتانا ہے کہ غسل فرض تب ادا ہوگا جب کہ ظاہر بدن کے ہر حصہ پر پانی بہہ رہے ہو۔

پر پانی بہرہ دے۔ اس بات کو ذکر: ۱۰۱۱ اسمائ کی احادیث پیش کی جاتی ہیں۔ جن سے یہ مسئلہ اخذ ہونے میں۔

جہاں بغیر حرج کے یانی بپایا جاسکے۔ یہاں ضروری ہو اور جہاں پانی کا بہانا مشکل ہے۔ جیسے آنکھوں کے اندر تودہ جگہ اس حکم میں داخل نہیں۔ سنہ اور ناک میں باوجود پانی پہنچایا جاسکتا ہے۔ اس لئے امام اعظم ابو حنیفہ علیہ الرحمۃ نے غسل جنابت میں مٹی کرنے اور ناک میں یانی لینے کو واجب قرار دیا ہے۔

۴۰: سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور علیہ السلام نے فرمایا: جو شخص غسل جنابت میں بال برابر بھی ملکہ بغیر حصے عیوڑ دے گا۔ اس کو خدا ناب دیا جائے گا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:-

(۱۲) فَمِنْ شَرِّ عَادٍ وَثَمَارٍ وَأَمِىُّ رَمْلَةٍ (۱۲) (آد۱)

اسی وجہ سے میں نے اپنے سر کے بالوں کے ساتھ تباہی کی۔

یعنی ان کو منظم عادات تیار ہوں تاکہ غسل چہارسہ میں کسی ہال کے سوکھارے نہ ہونے کا احتمال نہ رہے۔

(۳) حضرت امیر عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا مجلسی نے غسل کیا۔ کھلی کرنا اور ناک پیر پانی لینا بھول گیا تو

فَالْيَعْلَمُ الْوَسْوَءَ بِالْمُحْصَنَةِ وَ
 اس کو چاہیئے کہ وضو کرنے میں ناک میں پانی لے لے

الامتنان (والتقوى)

بہنہ کے لئے غسل میں کلی کرنا اور ناک میں یا تو لینے فرض

دریغہ (دار فطرت و بہشتی) ہے (افرض علی)

(۵) حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے اس شخص کے متعلق پوچھا گیا جو غسل بنیامت میں کھلی کرتا اور نہ کہ میں

مناجیوں کیا۔ پھر اس نے نماز پڑھ لی۔ کہیں نے جواب دیا۔

لَا يُعِيدُ الصَّلَاةَ إِلَّا أَنْ يَكُونَ حُرًّا

(برہقی) غسل بھارت کیا تھا۔

(۴۰) حضور رسالت عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے فرمایا ہے:

ہر مال کے نیچے جہالت ہے۔ تو غسل میں بائوں کو دھوؤ۔

البشر والجن البشري را بداند و نری - این با صبر
 اندر بداند و چندی طرح و صورت

(۵۰) حضور علیہ السلام نے فرمایا: اگر کوئی غسل فرض میں ملکی کرتا اور ناکہ میں پانی ڈالتا سہول چلتے

والتجربة قاطعة على أن كل من كان له روح فطرية في الدنيا

۱۷۵ حضرت علیؓ کو یہ وجہ دکھائی گئی کہ اگر وہ شخص محض غریبی سے اس طرح غریبوں کی میں نے غسل جنابت کیا۔ اور غریبوں کو

یہ بھی معلوم ہوا کہ ان کے بڑا رحمہ کے ایک مقام پر پانی نہیں بہا حضور علیہ السلام نے فرمایا۔

اگر تو نے بوقت غسل باقی بہا یا تھا تو نماز جائز ہوگی

دوربینی / دوربینی

۱۰ حضرت ام سلمہؓ نے عرق کی باریں رسول اللہ ﷺ پر ملے (اللہ علیہ وسلم)

فَقَالَ لَا دَسْلَمَ

کو کھولیں دیکھا تھا کہ اس نے اس کی ضرورت نہیں

۱۰ حضرت اسماعیل رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ حضور علیہ السلام نے فرمایا
 حَتَّى تَمْلَأَ مِثْلَ مِثْلَيْهِ زَاوِيَتَا رَأْسِهِ تَصَبُّتًا عَلَيْهِ
 کہ دونوں کیلئے یہ کافی ہے کہ دوسری پانی ڈالے اور خوب سے پہلے تک
 کہ پانی والوں کی جڑوں تک پہنچ جائے پھر اس پر پانی بہائے۔

۱۱ حضرت جابر کے خطبہ میں کہ جب عورت غسل جہالت کرے تو اس کو بالوں کا کھولنا ضروری نہیں ہے۔
 وَلَكِنْ تَصَبُّتُ الْمَاءَ عَلَى أَصُولِهِ وَ
 لیکن عورت کے لئے بالوں کی جڑوں تک پہنچانا
 احوال کو ترک کرنا ضروری ہے۔

اسی احادیث سے مذکورہ بالا مسائل پر روشنی پڑتی ہے اور انہوں نے اس کی وضاحت بھی ہوتی ہے۔
 ۱۲ غسل فرض میں کلی کرنا، ناک میں پانی لینا، میم کے ہر حصہ پر پانی پہنانا فرض ہے۔ ۱۳ اگر کوئی شخص غسل فرض میں
 میں کلی کرنا یا ناک میں پانی لینا بھول گیا۔ یا جسم کا کوئی حصہ خواہ وہ بال برابر ہی ہو نہ دھوئے۔ وہ کیا تو غسل نہ ہوگا۔ اس
 صورت میں اگر وہ غسل کی ضرورت نہیں ہے بلکہ جو پھر غسل میں ادا کرنا بھول گیا ہے اس کو ادا کر کے غسل پورا ہو جائے گا
 مثلاً کلی کرنا بھول گیا تو اب کلی کر کے غسل صحیح ہو جائے گا اسی صورت میں اگر نماز پڑھ لی تو نماز نہ ہوگی۔ دوبارہ نماز پڑھے مثلاً
 فرض کیجئے کہ کلی کرنا بھول گیا اور نماز پڑھ لی۔ تو اب کلی کر کے دوبارہ نماز پڑھے۔

غسل کی سنتیں ۱۴ یہ سنتیں کرسے۔ پھر دونوں ہاتھ گلوں تک تین مرتبہ دھوئے۔ پھر اسٹنجے کی جگہ دھوئے۔ خواہ
 نجاست ہو یا نہ۔ پھر بدن پر جہاں کہیں نجاست ہو اس کو دھو کرے۔ پھر نماز کا سادہ وضو کرے گلوں نہ دھوئے
 ہاں اگر چکی یا تختے یا پتھر پر نہا رہا ہے تو پاؤں بھی دھوئے۔ پھر بدن پر پیل کی طرح پانی پھرنے سے خصوصاً جائے میں پھر
 تین مرتبہ تین ٹوٹے پر پھونکے۔ پھر تین مرتبہ سر پر اور تمام بدن پر تین بار پانی بہائے۔ غسل کی جگہ سے
 الگ ہو جائے۔ اگر وضو کرنے میں پھل نہ دھوئے تھے تو اب دھوئے۔ نہانے میں قبلہ رخ نہ ہو
 سلام بدن پر ہاتھ پھیرے۔ اٹھے۔ یا رو نہائے۔ نہاتے وقت کسی قسم کا کلام نہ کرے نہ کوئی دعا پڑھے۔ نہانے
 کے بعد بدن کو دوبارہ سے دھو کر دھوئے۔ اس سلسلہ کی حدیثیں کتاب الغسل میں مع تشریح و
 توضیح کے بیان ہو چکی ہیں۔ انہیں حدیثوں سے مذکورہ بالا سنتیں اخذ کی گئی ہیں یہاں ہم اس سلسلہ کی چند دیگر
 حدیثیں ذکر کرتے ہیں۔

۱۵ حضور علیہ السلام نے فرمایا جب تم میں سے کوئی غسل کرے
 فَيَسْبِلُ عَلَى عَقْبِهِ مِثْلَ ثَلَاثِ مَرَّاتٍ (رواہ ابوداؤد)

۱۶ حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما جب غسل فرماتے تو
 لَقَمَ عَيْنَهُ وَأَخَذَ رِجْلَيْهِ فِي سُرَّتِهِ
 انہیں کلی کرتے ہاتھوں میں انگلی وال کر پانی بہاتے
 انہیں کلی کرتے کہ مطلب یہ ہے کہ زور سے بند نہیں کرتے تھے تاکہ پانی ان کے گردوں پر نہ بہائے۔
 ۱۷ حضور علیہ السلام نے فرمایا: اِجْلِسْ اَوْ عُلَّامَتْ كُفِّكَ كَمَا سَتَرْتَهُ بِهِيَ كَرَامَتِي۔

مَقْبُولٌ اَمْلُوْهُ تَحْلٰی وَيَسْتَقْبَلُهَا عَنْ الْمَحِيْضِ
حَتّٰى تَمُوْا اَدْوٰى قَاعِزٍ لِّرَّهْلِ تَسْتَأْذِنُ
الْمَحِيْضُ وَلَا تَقْرَأُ لَوْ هُنَّ حَتّٰى يَطْمَئِنَّ
فَاِذَا اَلْعَقِيْرَتَانِ خَالَفُوْهُنَّ مِنْ حَيْثُ
اَمَرَ كَرُّ اِلَلّٰهِ رَفَعُ اِلَلّٰهِ يَجُوْثُ الشَّوَابِ
وَالْجُوْثُ الْمُسْتَقْبَلُ مِنْ

اور تم سے پرچھتے ہیں۔ حیض کا حکم تم فراموش نہ کرنا چاہیے۔
نور توں سے الگ ہو جیسا کہ دونوں میں۔ اور
ان سے لڑائی نہ کرو۔ جب تک پاک نہ ہو لیں۔ پھر
جب پاک ہو جائیں تو ان کے پاس جاؤ۔ جہاں سے
تمہیں اللہ نے حکم دیا۔ بیشک اللہ پسند کرتا ہے بہت توبہ
کرنے والوں کو اور پسند رکھتا ہے مستحضر کو۔

عائضہ عورت کے بارے میں یہود افراط کے اندر نصاب کی تشریح کے مرتب تھے۔ یہود زمانہ حیض میں غور توں کو
اپنے سکون مکان سے نکال دیتے اور الگ مکان میں رکھتے۔ اور ان کے ساتھ کھانا پینا ترک کر دیتے تھے۔ سلو فی صدی
اس حالت میں بھی غور توں سے صحبت کر لیتے تھے۔ صحابہ کرام نے جب اس معاملہ میں حضور رب العالمین صلی اللہ علیہ وسلم
سے استفسار کیا۔ تو مذکورہ بالا ایت ہزل ہوئی جس میں بتایا گیا۔ کہ اس حالت میں صرف صحبت نہ کی جائے بلکہ ان
کے ساتھ اٹھنے بیٹھنے کھانے پینے بات کرنے صحبت و پیار سے پیش آنے میں حرج نہیں۔ کیونکہ ان ایام میں عورت کو
جو نجاست لاحق ہوتی ہے وہ بھی ہے جس کے احکام اور میں۔

يَا أَيُّهَا كَيْفَ كَانَ بَدَأُ الْمَحِيْضِ

وَقَوْلُ الشَّيْخِ صَلَّى اَللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هٰذَا
شَيْءٌ كَسْبُهُ اَللّٰهُ عَلَى بَنَاتِ اَدَمَ وَ
كَانَ بَعْضُهُمْ كَانَ اَقْلَ مَا فَضَّلَ الْكَيْفُ عَلَى
بَنِي اِسْرَءِيْلَ كَمَا اَلَوْعَدِي اَللّٰهُ وَحْدَهُ
الْبَيْتُ صَلَّى اَللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَلْحَمْدُ

باب حیض کی ابتدا کیسے ہوتی؟
جی ہاں! اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ یہ ایسی چیز ہے جس
کو اللہ عزوجل نے بناتِ آدم پر مقرر کر دیا ہے اور
بعض نے حکما سب سے پہلے حیض بنی اسرائیل کی غور توں
کے لئے مقرر ہوا۔ اہم جملہ اللہ بخاری فرماتے ہیں حضور
کا فرمان بھی اکثر ہے۔

فوائد مسائل اول اور حضور علیہ السلام کا ارشاد پیش کیا۔ بقا بر حضرت ابن مسعود کے قول کا یہ مطلب معلوم ہوتا ہے کہ
حیض کی ابتدا بنی اسرائیل کی غور توں سے ہوئی۔ حالانکہ یہ واقعہ کے بھی خلاف ہے۔ کیونکہ یہ بات تو بالکل بدیہی ہے۔ کہ
جب سے غور توں کی اصل شروع ہوئی ہے۔ انہیں حیض پہلے ہے۔ خود کتاب مجید میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کی زوجہ حضرت
حضرت سارہ کے متعلق ارشاد ہے فضلكوت یعنی ان کو حیض آیا اور ظاہر ہے کہ حضرت سارہ بنی اسرائیل سے پہلے تھیں۔
نیز مستحکم داہن ہند میں حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے سند صحیح مروی ہے کہ

اِنَّ بَدَأَ الْمَحِيْضُ كَانَ عَلَى سَوَاءٍ بَعْدَ اَنْ
يَطْمَئِنَّ مِنَ الْمَحِيْضِ فَجَاءَ بِنَايَ ۝ ۱۸

کہ سب سے پہلے حضرت حوا کو حیض آیا۔ جب وہ جنت سے
زمین پر اتریں۔

اس سے واضح ہوتا ہے کہ حیض کی ابتدا سب سے پہلی عورت جناب حضرت حوا علیہا السلام اللہ علیہا سے ہوئی۔
اب سوال پیدا ہوتا ہے کہ حضرت ابن مسعود کا قول "حیض کی ابتدا بنی اسرائیل کی غور توں سے ہوئی" کا مدیث
وصل سے توفیق کی کیا صورت ہوگی؟ شارحین کرام نے اس کے متعدد جواب دیئے ہیں۔ مگر سب کے سب محض

جواب دیا گیا ہے۔ اور علامہ علی علیہ الرحمۃ نے ان تمام جوابوں پر تنقید کے بعد ایک جواب جو اپنی طرف سے دیا ہے وہ ہے کہ حدیث رسول اللہ قول عبد اللہ بن مسعود میں ناقص ہے یہی نہیں کہ اگرچہ وہ یہ تھا کہ اللہ تعالیٰ نے نبی اسرائیل پر یہ خطاب نازل فرمایا تھا کہ ان کی قوموں کو جیٹھن نہ آئے جیٹھن کچھ مرستک وہ جیٹھن سے مخدوم رہیں۔ کیونکہ جیٹھن نہ آئے تو عورت کے احوال نہیں ہوتی۔ اس کے بعد یہ عذاب اٹھایا گیا۔ تو حضرت عبد اللہ بن مسعود نے تو یہ فرمایا کہ جیٹھن کی ابتداء نبی اسرائیل کی قوموں سے ہوئی۔ تو یہ اولیت بالنسبت عت اقتطاع کے ہے یعنی اقتطاع جیٹھن کے بعد سب سے پہلے نبی اسرائیل کی قوموں کو جیٹھن آیا۔ لیکن حضرت علامہ علی علیہ الرحمۃ کی یہ توجیہ اس صورت میں صحیح قرار پائے گی۔ جب کہ یہ مان لیا جائے کہ جس زمانہ میں قوم نبی اسرائیل مکہ پر ہو تھا۔ اس زمانہ میں کسی اور قوم کا عذاب ہی نہ تھا (افقہم) اس لئے میرے نزدیک صحیح جواب یہی ہے کہ حضور علیہ السلام کی حدیث اور حضرت عبد اللہ بن مسعود کے قول میں منکات ہے اس نام بخاری میں عبد الرحمۃ نے حدیث انبی اکثر کا لفظ نکاح کو اسی طرف اشارہ فرمایا ہے کہ جعفر کے ارشاد کے مقابل کسی کا ذیل قابل قبول نہیں ہو سکتا۔ لہذا بات یہی صحیح ہے۔ جو حضور علیہ السلام نے فرمائی ہے۔ کہ جیٹھن ایک ایسا عارضہ ہے جو منکات آدم کے لئے اللہ عزوجل نے مقدر فرما دیا ہے۔ اور اس کی آئندہ سب سے پہلی صورت جتناہ عشرت جو اٹھارہا السلام سے ہوا۔

[illegible]

حضرت عائشہ فرماتی ہیں کہ ہم حج ہی کے قصود سے تھے جب مقام مدینہ میں پہنچے۔ مجھے حیض آ گیا۔ تو میں رو رہی تھی کہ حضور ﷺ شریف لائے فرمایا تمہیں کیا ہوا کیا تم حائض ہوئی ہو میں نے عرض کی ہاں۔ آپ نے فرمایا یہ ایک ایسا امر ہے جو اللہ نے آدم کی بیٹیوں پر لکھ دیا ہے تم حاجیوں کے معصوبہم کرتی رہو صرف بیت المقد کا طواف نہ کرو حضرت عائشہ فرماتی ہیں کہ حضور ﷺ اپنی اذواج کی طہارت سے ایک لمحہ بھی فراموش نہ فرمائی۔

ابن ماجہ نے حج میں ذکر کیا ہے اور مسلم نے حج میں، نسائی نے طہارت اور حج میں
ابن ماجہ نے حج میں ذکر کیا ہے اور مسلم نے حج میں، نسائی نے طہارت اور حج میں

بَابُ حُكْمِ الْحَائِضِ إِذَا نَسِيَ رُؤُوسَهَا

وَتَحْمِلُهُ
فَأَنزَلْنَاهُ فِي رَجُلٍ رَافِقٍ
عَلَيْهِ سُلُوسٌ وَمِنَ الْبَاقِ
رَبَّارٍ

اور گنگھی کرنے کے بیان میں۔

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے کہ میں حضور علیہ السلام کے سر مبارک میں کنگھڑی کرتی تھی اور میں حائضہ ہوتی۔

[illegible]

اس کے بعد امام بخاری نے ایسا حدیث لکھی ہے جس کے ابتدائی جملوں کا ترجمہ ہے۔
حضرت ہشام بن عروہ کہتے ہیں۔ کہ حضرت عروہ سے سوال ہوا کیا انھوں نے حضرت ہشام سے کہہ سکتی ہے
انہوں نے حضرت ہشام سے کہہ سکتی ہے؟ حضرت عروہ نے جواب دیا کہ میں اس میں کچھ سمجھ نہیں رہا ہوں۔
حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مجھ سے بیان فرمایا۔

الْمَا تَرْجِلُ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهِيَ خَالِصٌ وَرَسُولُ اللَّهِ
صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَتَوَجَّهْتُ فِي
الْمَسْجِدِ فِي تِلْكَ الْأُسَّةِ وَهِيَ فِي حُجْرَتِي
فَتَرَجَّلْتُ وَهِيَ خَالِصٌ وَرَسُولُ اللَّهِ

کہ وہ حضور کے سہ مبارک میں بجا اوصاف حق تعالیٰ
کیا کرتی تھیں۔ اور حضور اس وقت مسجد میں منکلف ہوئے۔
ایسا مہربانک حضرت عائشہؓ کے اقرب کر دیتے۔ اور
حضرت عائشہؓ اپنے تجویز میں ہوتیں۔ اور بجا اوصاف حق تعالیٰ
کے میں منکلفی کرتیں۔

۱۰۔ مسئلہ: حضرت عائشہ صدیقہ کے مجروحوں کو دیکھتے تھے اور کہتے تھے: "وہ لوگ جو تمہاری قبریں

اس حدیث سے مسائل ذیل معلوم ہوئے :
 ۱۔ مشکلت اگر اپنا کوئی عضو شغلہ یا تھو یا پاؤں یا سر مسجد سے باہر رکھے تو اس کا اعتکاف نہیں ٹوٹتا۔
 ۲۔ مشکلت اگر اپنی زوجہ سے خدمت لے، مثلاً سر میں تیل ڈلوائے، یا کھنکھی کر لے تو حلقہ نہیں۔
 ۳۔ اور قرآن پاک پڑھ کر لیا ہے۔
 ۴۔ ولایتیا شر و ہن و استنہر عاکفوت فی المساجد۔
 ۵۔ تو اس میں مباشرت سے مراد عا۔ اور مقدمات جماع ہیں۔ یعنی بحالت اعتکاف جماع کرنا اور برس و کفار ہونا ممنوع ہے۔
 ۶۔ لیکن بحالت اعتکاف باقی بیوی سے خدمت لینا جیسے سر دھلوانا یا کھنکھی کرنا ناجائز ہے۔
 ۷۔ بحالت حیض عورت اگر اپنے خادمہ کی خدمت کرے سر میں تیل ڈال دے، کھنکھی کر دے تو جائز ہے۔
 ۸۔ اگر کسی نے یہ قسم کھا لی کہ وہ اپنے گھر میں داخل نہ ہو گا یا گھر سے نہیں نکلے گا۔ اب اگر اس نے اپنا سر یا ایک پاؤں یا ہاتھ گھر میں داخل کیا یا نکالا تو اس کی قسم نہیں ٹوٹے گی۔
 ۹۔ حاکمہ عورت کو مسجد میں آنا ممنوع ہے۔

بَابُ قَوْلِهِ الرَّجُلُ فِي حَجَرٍ

اَمْ رَاَيْتُمْ وَاَنْتُمْ حَائِضَاتٌ

وَكُلَّاتِ الْبُؤْسِ الْمَعْلُومَاتِ خَلُوهُنَّ خَالِصٌ
اِلَىٰ اَنْ تَذَیْبْنَ نَتَانَهُنَّ بِالْمَقْصُوفِ فَاَنْتُمْ لَكُمْ
بِعِلْمِكُمْ فِي حَيْثُ وَجَدْتُمْ خَالِصٌ
تَمَّ يَتَقَرُّ اَفْتَرَاكُ

پڑھنے کے بیان میں

۱۵ اور ابو داؤد نے روایت کی ہے کہ اپنی لونڈی کو جبکہ
حائضہ ہوئی اور وہ بھی مسعودی ملک کے پاس پہنچے
مذکورہ جید کو اس کے فیشے سے بڑا کرنے آتی رہا
حائضہ فرماتی ہیں کہ حضور علیہ السلام میری گود میں

تیکر لگاتے اور میں محض سے ہوتی۔ پھر آپ قرآن مجید پڑھتے۔

۱۶ اول حدیثوں کے مسائل ترتیب میں ان کے جملہ میں حدیث نقل کے مسائل یہ ہیں۔

اول مسائل

ہو سکے۔ آپ نے کثیر صحابہ سے حدیثیں روایت کیں۔ حضرت یحییٰ بن معین نے فرمایا۔ ابو داؤد نقلی تھے و معتد ہیں۔ داؤدی
نے کہا۔ کہ زمانہ خلافت حضرت عمر بن عبد العزیز میں ان کا وصال ہوا۔ ابو داؤد کے اس اثر کو وہیں ابی شیبہ کے
بت صحیح موصول بیان کیا ہے۔ — اثر ابو داؤد کے ذکر کرنے سے ہم ہماری کا مقصد یہ بتانا ہے کہ یحییٰ اور ابی شیبہ
کیسے کپڑے کے ساتھ قرآن مجید کو اٹھا سکتے ہیں۔ — خادم کا اطلاق مذکور دونوں پر آتا ہے۔ یہاں اس سے
مراد ابو داؤد کی لونڈی ہیں۔ جو حائضہ تھیں اور ابو داؤد نے اپنا سے قرآن مجید مولا کیا تھا۔ وہ یقیناً سے بکڑ کر
اٹھا لیں۔ جو جرحان سے لگا ہوا تھا۔ — علامہ اس فرد کی یا فیشے کو کہتے ہیں۔ جس کے ذریعہ قرآن مجید یا توار
لٹکایا جاتا ہے۔ اس اثر سے معلوم ہوا کہ حائضہ و یحییٰ کو قرآن مجید کو چھو جاتا تھا ہے۔ اب بغیر اٹھ لگائے کپڑے سے
یا جرحان کی گھڑی سے بڑا کر اٹھانے میں حرج نہیں۔ — حضرت عبد اللہ ابن عمر رضی اللہ عنہما صحابی بصری، مجاہد
میں ابو داؤد ابو زین ابو حمید امام مالک امام شافعی امام احمد اور اسی، اس، ابو داؤد و ابی شیبہ رضی
اللہ تعالیٰ عنہم کبریٰ مسلک ہے۔ اس سلسلہ کی چند احادیث یہ ہیں۔ —

حائضہ و یحییٰ کو قرآن مجید کا

قرآن مجید کو پاک ہادی کے سوا کوئی نہ
ہاتھ لگائے۔تَمَّ يَتَقَرُّ اَفْتَرَاكُ
اَلَا هَا هِيَ رَاَيْتُمْ

وقال ابو داؤد فی تہ احادیث شہر حسن مرقم ۲ مشہور

۱۷ حضرت عبد اللہ بن رواحہ سے روایت ہے کہ حضور علیہ السلام نے

میں جہاں کی حالت میں قرآن پڑھے ہے من فرمایا

فَقَالَتْ يَتَقَرُّ اَفْتَرَاكُ وَهِيَ جُنُبٌ

۱۸ حضرت ابن عمر سے روایت ہے کہ حضور علیہ السلام نے فرمایا

کہ حائضہ اور یحییٰ قرآن مجید سے کچھ بھی نہ پڑھے

وَتَقَرُّ اَفْتَرَاكُ وَهِيَ جُنُبٌ اَلَا هَا هِيَ رَاَيْتُمْ

۱۹ حضرت جابر سے روایت ہے کہ حضور علیہ السلام نے فرمایا کہ

حائضہ مدت ایسی ہے کہ اس سے قرآن مجید

سے کچھ بھی نہ پڑھے

لَا يَقْرَأُ اَلَا يَتَقَرُّ اَفْتَرَاكُ وَهِيَ جُنُبٌ

اَلَا هَا هِيَ رَاَيْتُمْ وَهِيَ جُنُبٌ اَلَا هَا هِيَ رَاَيْتُمْ

کپڑے بنا رکھنا مستحب ہے۔ عورت کا پسینہ پاک ہے، دم، جھنک و نقاس، دونوں کا حکم ایک ہی ہے جیسے حالت عورت پر قنارہ و جسم نہیں۔ روزہ رکھنا، صبر، میں داخل ہوگا، طواف کرنا، نذران پاک کا پڑھنا، ہاتھ اٹھانا، ہے یہی احکام ماسن عالی حور کے ہیں۔

باب فی اثبات شریعت الحائض

میں شوق سے ملتا ہوں کہ میں ہونا فقیر ہے۔ سب کام عالم سے کرتا جائز ہیں اور حرام ہے۔

١٧
 عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا قَالَتْ كُنْتُ أَعْقِبُ
 رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ
 بَيْتِهِ لَأَجِدَ عَلِيًّا فَجِئْتُ وَكَانَ يَأْمُرُنِي
 فَأَتِي بِكَيْبِائِي ثُمَّ رَأَى أَنَا خَالِصٌ وَكَانَ
 يَتَوَضَّأُ أَمَّا أَنَا فَهُوَ مُتَوَضِّئٌ فَأَعْسَلَهُ
 وَأَنَا خَالِصٌ

اور میں آپ کا سر دھو دیتی۔

حضرت عائشہ رحمہ فرماتی ہیں: ہم میں حبیب اکملؐ کا

ہوتی۔ اور حضورؐ اس سے مباشرت قرآن پڑھتے۔

کو تہہ بند باندھنے کا حکم دیتے۔ اس وقت یہی

ہونا پھر آپ اس سے مباحثہ کرتے، حضرت عائ

نے فرمایا۔ تم میں کون ایسا ہے جو اپنی خواہش پر

امیتارکے لیے حضورؐ فرماتے تھے۔

حضرت یحییٰ: رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ کہ جسے کریم علیہ السلام

اسی مہربانی سے حالتِ یس میں میں جہانِ سرشت کا ارادہ کرتا ہوں کہ تم کو نصیب ہو، ان چند کلمات کا ترجمہ ہے:

لو اس کو پہلے بندھے گا حکم فرمائے۔

[illegible]

نے نکاح میں ذکر کیا۔ اور اس کا جواب دیا کہ: (اگر)

کے لئے یہاں دوسری زبان، یہودیہ وودسکی اور

برتن سے مراد عورت کا غسل کرنا یا ٹنڈ ہے

وکنار کرتا لیٹتا تا دیکھتا جاہل ہے لیکن جانتا ہے ام

میں ہوں جائز ہے (کہا) مباشرت کرتا ہوں ہے

روح بندھا نچھا سہوتا چا بیٹھے ۔ جو چارے سے روک ہو جا

حضرت عیسیٰ بن مریمؑ فرماتی ہیں کہ حضور علیہ السلام آپ کی کسی بیوی سے بحالت حیض اس صورت
مباشرت فرماتے تھے جبکہ تہمند بن لوی تک بندھا ہوتا تھا۔ محتجہ یہ ہے ای حال کیونکہ اگر
معاذ بن الجراح و قانم و رواہ ابو داؤد، (۵) حالت سے مباشرت اس شخص کو جائز ہے جو اپنے نفس پر
کے اور جامع ذکر فرماتے۔ لیکن جو مباشرت کرنے سے جامع کرنے پر مجبور ہو جائے۔ اس کو مباشرت جائز
کے اسی طرح حالت عورت کے ساتھ ہونے میں غلبہ نہوت اور اپنے کو قائل میں نہ رکھنے کا احتمال ہو چکی ہے جامع
کے ہونے کا احتمال ہو تو نہ ہوئے۔ عورت درگرم ہونے میں حرج نہیں۔ حضرت امام غزالی رحمہ اللہ کے
حالت حیض میں نفاس سے لے کر کھٹنے تک مباشرت حرام ہے یعنی حالت حیض میں نفاس سے لے کر
تک عورت کے بدن سے مرد کا اپنے کسی عضو کو چھونا جبکہ کثیر وغیرہ مائل نہ ہو۔ نہوت سے ہو یا بے نہوت
ہیں۔ ان اگر ایسا کثیر مائل ہو کہ بدن کی گہری جھریس نہ ہوگی تو حرج نہیں۔ اور نفاس سے
کے حصص اور کھٹنے سے نیچے کے حصہ کو چھونا اور کسی طرح کا قیام لیتا جائز ہے۔

احکامات ضروریہ ثبوت۔ تو فرض ہے اور حال جائز کفر ہے ۱۲ لوگوں کی حالتیں مختلف ہوتی ہیں کئی تو صبر
کے ساتھ رہتے ہیں۔ اور کچھ ایسے ہوتے ہیں جو مضطرب و خوار ہونے کی قدرت نہیں رکھتے۔ اور اس غلبہ کی حالت میں اگر کچھ
کی حرج کا متحمل ہو جائے۔ اس لئے ایسے مظلوم و شہوت لوگوں کے لئے مباشرت یعنی جامع کے علاوہ نفاس اٹھانے
کی بھی منع نہیں۔ تو مباشرت کے مسئلہ کا متقدم و متاخر میں مذاق ادا نہیں گئے۔ اور یہ بات سے یہ ظاہر
کے لئے طرح طرح کے شوشے چھوڑ دیئے لیکن اگر آپ نفس مسئلہ پر دیانت و امانت کے ساتھ غور کریں گے تو
مباشرت کے مسئلہ کی اہمیت، ظاہر ہو جائے گی۔ اس موقع پر متذکرین مسئلہ پر اعتراض بھی اٹھائے ہیں کہ
کی عجیب بات ہے کہ نہ صرف حضورؐ کے اپنی ازدواج کے ساتھ خصوصی تعلقات و رشتہ کی حقیقت کو منکر ہوں تو اس پر
کے علماء اس کی تبلیغ و اشاعت کو مذاب بھی قرار دیا جائے۔ پھر اس کا لٹا ہوا پہلو یہ ہے کہ یہ سب کچھ منکر کر دیا
مذہب کی طرف منسوب کیا جائے۔ بھلا خود تو کہتے کہ کوئی تہذیب و عورت اپنے غلو کے ساتھ جو اس کے خصوصی تعلقات
میں منظر عام پر لانا اوارہ کر سکتی ہے چہ جائیکہ ازدواج مطہرات؟ لیکن اس اعتراض کی بنیاد و اساس اس مفیدہ و
مستند ہے کہ نبیؐ کے اقوال و افعال دینی اور شریعت نہیں ہیں۔ ہم مانتے ہیں کہ اس نظریہ کی بنیاد پر تو اس اعتراض میں
مذہب پیدا ہو جائے گا۔ لیکن جب یہ مانا جائے کہ نبیؐ کی پوری زندگی اور اس کی زندگی پاک کا ہر گوشہ خواہ اس کا
مذہب کا ہر گوشہ ہو یا باطنی امور سے وہ دین اور شریعت ہے۔ تو پھر اس اعتراض کے لاشعری ہونے میں کس کو
شک ہو سکتا ہے حضور علیہ السلام نبی و رسول ہیں۔ اور آپ کا فرض نبوت یہی ہے کہ مصلحت و فساد کے متعلق
مذہب و ضوابط کی نشاندہی فرمائیں۔ اس لئے یہ ناگزیر تھا کہ حضور علیہ السلام کی زندگی پاک کے وہ گوشے بھی منظر عام پر
آئیں اور ان کی تبلیغ اور اشاعت بھی ہو۔ جو خاص طور پر آپ کی ذات اقدس اور آپ کی ازدواج مطہرات سے
متعلق رکھتے ہیں۔ اگر ازدواج مطہرات کے ساتھ حضور علیہ السلام کے رشتہ و تعلقات کی نوعیت منظر عام
کا اب کیسے ممکن ہوتا۔ اس لئے ضروری تھا کہ آپ کی زندگی پاک کا ہر گوشہ جسے نقاب ہرگز نہ مٹا سکے۔

تھا ان اور ضابطہ ہے کیونکہ حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم امت کے سزا کو معلوم و طیب اعظم ہیں۔ اور قرآن نے آپ پر نہ اسوہ کو اپنانے کا تاکید کی ہے یہ اعتراض کہ حضور کے خصوصی حالات منوع عام پر نہیں لگتے چاہیے۔ یا کہ نقص یہ برداشت نہیں کر سکتا۔ کہ اس کے وہ حالات و واقعات بھی لوگوں کو معلوم ہوں۔ جو عیس کی بیوی کے خاص ہیں۔ اور اہل منصب و رسالت و نبوت سے بے خبری پر مبنی ہیں۔ اور اسی جہالت کی وجہ سے زمانہ کے کفار بھی یہ اعتراض کیا کرتے تھے۔ یہ کیسے رسول ہیں۔ جو مسلمانوں کو پیشاب کرنے یا یاغنا پھرنے تک کے بتاتے ہیں۔ ایک ناٹومی کا پروفیسر جب انسانی اعضا اور اس کے افعال و خواص پر لیکچر دیتا ہے۔ تو ایسے امور بھی معرض بحث میں لانے پڑتے ہیں کہ جن کا منشا اور بیان کرنا نہیں اور آپ کو گوارا تک نہیں تھا لیکن اس پر وہ پروفیسر بھی یہ اعتراض نہیں اٹھایا گیا کہ وہ انسان کے مخصوص اعضاء کے افعال و خواص کیوں بیان کرنا ہے اور خصوصاً ظاہرات کے سامنے، اس ایک خیال کو سامنے رکھ کر آپ مذکورہ بالا حدیثوں پر غور کریں گے تو سب کے اعتراضات کی نفی آپ پر ظاہر ہو جائے گی۔ اور آپ کو امانتا پڑے گی۔ کہ جس نبی کا فرض نبوت ہے۔ کہ وہ جہالت انسانی کے ہر گوشہ کے متعلق ہدایات دے۔ اور جس کا مرتبہ و مقام یہ ہو کہ اس کی زندگی میں کے افعال و احوال خدا کا قانون ہے۔ اس شان کے رسول اور اس مرتبہ کے نبی کے ظاہری و باطنی عمومی و خصوصی احوال کا منظر عام پر آنے سے خود غریبی اور لادبی ہے۔

باب ثالثہ عورت روزہ ترک کر دے

بَابُ ثَلَاثِ الْحَائِضِ الصَّوْمِ

اس باب میں امام نے ایک حدیث نقل کی ہے جس کے ابتدائی جملوں کا ترجمہ یہ ہے۔ ابو سعید خدی فرماتے کہ حضور علیہ السلام حیدر علی یا پورا غفل کے دن عید گاہ جانے کے لئے نکلے۔ آپ جب مستورات کے پاس سے گزرے تو فرمایا عورتیں صوم نہ کریں۔ جو رخ میں عورتیں زیادہ دکھائی گئی ہیں۔ عرض کی۔ حضور اس کی وجہ و سبب سے نصیحت بہت کرتے ہیں۔ وہ عورت کی ناشکری کرتی ہو۔

میں نے عقل اور دین میں ناقص اور عقلمند آدمی کی عقل کھو نے والیاں تم سے بڑھ کر کسی کو نہیں دیکھی عورتوں نے عرض کی یا رسول اللہ! ہمارے دین میں عقل میں کیا نقصان ہے۔ فرمایا عورت کی گواہی کی گواہی کے نصف کے برابر ہے یا نہیں؟ انہوں نے بے شک ہے۔ فرمایا پس یہ عورتوں کے عقل کا نقصان ہے۔ عورت کو جب حیض آتا ہے۔ تو وہ نہ پڑھتی ہے اور نہ روزہ رکھتی ہے، انہوں نے کہا ہاں فرمایا یہ ان کے دین کا نقصان ہے۔

مَا رَأَيْتُ مِنْ نَاقِصَاتِ عَقْلِ وَ دِينٍ إِذْ هَبَّ إِلَيْهَا الذَّجَلُ فَقَالَ لَهَا خُذِي مِنْكِ مِثْلَ مَا تَقُولِي وَمَا لِقُصَانِ دِينِيَا وَ عَقْلِيَا يَا رَسُولَ اللَّهِ قَالَ أَلَيْسَ شَهَادَةُ الْمَرْأَةِ مِثْلُ نِصْفِ شَهَادَةِ الرَّجُلِ قُلْنَ بَلَى قَالَ فَذَلِكَ مِنْ نَقْصَانِ عَقْلِيهَا أَلَيْسَ إِذَا سَأَلَتْ لَمْ تُصَلِّ وَ لَمْ تُصُمْ قُلْنَ بَلَى قَالَ فَذَلِكَ مِنْ نَقْصَانِ دِينِهَا.

(بخاری)

الم نے اس حدیث کو صلوٰۃ۔ صوم۔ طہارت۔ زکوٰۃ و عیدوں میں بھی ذکر کیا ہے۔ مسلم نے ایمان میں انسانی نے صلوٰۃ میں اور ابن ماجہ نے اپنی کرب سے روایت کیا (۱۰) عقل حق کی صفہ

وَالْمُؤْمِنَاتُ

دینے کا عقل کے معنی میں عقل سے رکنا اور عقل کو عقیدہ کرنا قرار دینے کا عقل کا معنی دماغ ہے اور بعض حکماء نے بعض نے کہا کہ عقل ایک دماغ ہے جو اللہ تعالیٰ نے دماغ میں پیدا کیا ہے۔ اور اس کا نور دل میں ہے تو دل اس درستیات کو مسائل کے ذریعہ اس مسئلے کو مشاہدہ سے دریافت کرتا ہے۔

حدیث نہ مسائل دل پر عقل ہے۔

۱۔ اس حدیث میں باقیہ اکثریت کے عقیدہ کو ناقص عقل قرار دیا گیا۔ کہ عموماً عورتوں کے دماغی و جسمانی نسبت مردوں کے کمزور ہوتے ہیں۔ در ذریعہ ظاہر ہے کہ بعض عورتیں مردوں سے زیادہ عقلمند ہوتی ہیں۔ عورتوں کے عقائد عقل پر ہی بنائے ہیں۔ قرآن حکم کے دو عورتوں کی شہادت ایک مرد کے برابر رکھی ہے چنانچہ ارشاد ہے فوجہل سرائان ممن شرفون من الشہادۃ (۱۵۶)۔ اور نقصان دین یہ ہے۔ کہ حیض و نفاس کی حالت میں انہیں نماز پڑھنا اور روزہ رکھنا منع ہے۔ سوال پیدا ہوتا ہے کہ نماز کی مانعت تو شہادۃ کا طرف سے ہے تو کیا عورتوں کو ایام حیض میں جھوٹے ہوئی نمازوں کا ثواب ملے گا یا نہ؟ ظاہر حدیث سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ ثواب اس سے ملے گا۔ کیونکہ سالت حیض میں عورت کی نیت محض ترک صلوٰۃ کی ہوتی ہے۔ اس حالت حیض میں چونکہ نماز پڑھنا منع ہے۔ تو ترک عظام کا ثواب منحصر ملے گا ۱۲ عیدین کی نماز کے لئے امام کا قوم کے ساتھ عید گاہ یا مسجد میں اکٹھے جمعیت بھی ہے اور شوکت اسوہ کا اظہار بھی ۱۳۔ صدقہ و خیرات گناہوں کو مٹاتا ہے۔ اور دل کو دور کرتا ہے۔ خصوصاً عیدین کے دن خیرات کرنا زیادہ ثواب کا موجب ہے۔ کہ اس دن غریب و یتیم اور کے لباس فاخرہ کو دیکھ کر مسرت کرتے ہیں ۱۴۔ اس حدیث سے عورتوں کا عیدین کی نماز کے لئے عید گاہ جانے کا ثبوت ملتا ہے۔ لیکن علماء نے فرمایا حضور کا زمانہ خیر و برکت کا زمانہ تھا۔ وہ تو ان ہی وقت آب تھیں ایک نہایت ہی پاکیزہ تھے۔ مگر فی زمانہ عورتوں کا جمع و عیدین کی نماز میں شریک ہونا باعث فتنہ ہے۔ یہی سبب ہے کہ حضور کی وفات کے کچھ عرصہ بعد جب حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے عیدین کی جمع و عیدین کی نماز میں شرکت کی کیفیت کو ملاحظہ کیا۔ تو فرمایا جو صورت اب عورتوں سے پیدا کر دی ہے کہ حضور مید عالم صلے اللہ علیہ وسلم اسے ملاحظہ فرماتے تو:-

لَتَنْتَهَكَنَّ الْمَسَاجِدَ

جناب ام المومنین رضی اللہ عنہا یہ فیصلہ خیر القرون ہی کے متعلق ہے۔ تو اس سے اندازہ کر لیجئے کہ ہمارے زمانہ میں کیا حکم چاہئے حضرت علامہ عقیلیؒ نے اس موقع پر لکھا ہے:-

واما الیوم فمخوذ بالملہ من خلاف فلا یخص

فی خروجہ من مطلق العید وغیرہ لاسیما

مسلم مصر دینی ج ۱۲

اور آج کے دن پناہ بخدا عورتوں کو عید گاہ وغیرہ میں نکلنے کی اجازت نہ دینی چاہئے۔ خصوصاً شہری عورتوں کو۔

چنانچہ تاریخ میں یہ تصریح ہے۔ کہ نوجوان عورتوں کو جمع و عیدین و جماعت پنجگانہ کے لئے مسجد و عید گاہ جائز نہیں۔ اور بہت بوڑھی عورتوں کے لئے بھی افضل یہی ہے کہ نہ جائیں۔ اس موقع پر یہ کہا جائے کہ صحیح احادیث سے ثابت ہے کہ حضور مید عالم صلی اللہ علیہ وسلم تو یہ نہ نشین عورتوں کو بھی عید

کی نماز کے لئے عید گاہ جانے کی ہدایت فرماتے تھے۔ اسی صورت میں جناب عائشہ رضی اللہ عنہا نے امام اعظم ابو حنیفہ متبع کے لئے دالے کولے لی کہ نہ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے حکم کی علت قنہ ہے۔ اگر قنہ کا دالہ تھی مگر وہ ضرور متصور ہے کہ مکے میں کس کو کلام ہو سکتا ہے لیکن کون ہے جو قنہ زمانہ یہ کہ سکتا ہے کہ متولات کیا ہر نکلتا قنہ ہے غالی سے رہ، حدائق و خیرات عذاب کو دفع کرتا ہے اور گناہوں کا کفارہ بن جاتا ہے، نہ نعمت کا افکار کرتا ہرام ہے اور ناشکر ہی مذموم ہے، نہ امن و طمن و سب و شتم حرام ہے (۸) گناہ پر بھی کفر کا اطلاق آ جاتا ہے نہ احاطہ عورت سے نماز روزہ ماقط ہو جاتا ہے۔

باب ثانی خون حیض تا پاک ہے اور نماز کے لئے ہمارے شرط ہے۔ لہذا عائشہ نماز نہیں پڑھ سکتی۔ اب مسئلہ پیدا ہوا کہ روزہ رکھ سکتی ہے یا نہیں تو امام بخاری نے مذکورہ بالا عنوان قائم کر کے یہ بتایا کہ جیسے نماز نہیں پڑھ سکتی۔ اسی طرح روزہ بھی نہیں رکھ سکتی۔ فرق صرف اتنا ہے کہ عائشہ عورت پر پاک ہونے کے بعد روزہ کی قضاء واجب ہے نماز کی نہیں۔

باب ثالث فی المناکح الکتابیہ کلہا
اذا انکحت بالبیئت فقال ابوہیثمہ لا
باس ان تقرأ الآیۃ ولا تہیثمہ
تہیثمہ بالقرآن ولا تجنب بائنا و حکاک
التحیثم علی اللہ علیہ وسلم لکن لا یؤثر اللہ
علی کل احبابہ و قال ابی حنیفہ لکن لا
تؤثر ان تحویم الحیض فیہ یؤثر بشکلیہ و یؤثر
ذیہ مومن و قال ابی حنیفہ انکح فی
ابوہیثمہ ان ہر ذل و ما یکناب الشیخی
صلی اللہ علیہ وسلم فقرأ کا فاذا فیہ
بشیر اللہ الرحمن الرحیم و یؤثر انکح
تھاوا الی کلمۃ یسوا ربینا و یسوا ربینا
تقبلہ لا اللہ ولا نشر لک بشیرنا الی
قولہ مسلمون (بخاری)

اور عطارد نے جامع سے روایت کی کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے نماز پڑھ کر انہوں نے طواف کے سوا حج کے تمام امور کا انجام دیا وہ نماز نہیں پڑھی، ۱۴ اور حکم نے کہا میں بحالت جنابت جافوا نہ کرتا ہوں، ۱۵ اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ وقت ذبح کا جافو برا اللہ کا نام نہ لیا گیا ہو اس کو مست لکھاؤ۔

و قال عطارد عن جابر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے نماز پڑھ کر انہوں نے طواف کے سوا حج کے تمام امور کا انجام دیا وہ نماز نہیں پڑھی، ۱۴ اور حکم نے کہا میں بحالت جنابت جافوا نہ کرتا ہوں، ۱۵ اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ وقت ذبح کا جافو برا اللہ کا نام نہ لیا گیا ہو اس کو مست لکھاؤ۔

اس کے بعد امام نے جو حدیث لکھی ہے۔ اس کے ابتدائی جملوں کا ترجمہ یہ ہے۔ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں حضورؐ کے ہمراہ صرف حج کے لئے نہ ہوا۔ ہوئے۔ جب خاتمِ نبوتؐ میں پہنچے تو مجھے حیض آگیا۔ حضورؐ میرے پاس آئے۔ اس وقت روزِ جمعہ تھا۔ فرمایا کیوں روتی ہو۔ میں نے کہا۔ کاش میں اس سال حج کے لئے نہ آتی ہوتی۔

وَاللّٰهُ اَبْرَأُ حُجَّجِ الْعَامِ قَالَ لَعَلَّكَ نَفْسًا
تُكَلِّمُ لَعْنًا قَالَ ذٰلِكَ مَتَى كُنْتِ اَمْلَاةً
عَلَى بَنَاتِ اَدَمَ فَاَصْنَعِي مَا يَفْعَلُ الْمُسْلِمُ غَيْرُ
اَنْ لَا تَكُوْنِي بِالْبَيْتِ حَتّٰى تَطْهَرِي

بخاری

حضور علیہ السلام نے فرمایا شاید تمہیں حیض آگیا۔ حضرت عائشہؓ نے کہا ہاں! حضورؐ نے فرمایا یہ تو ایک ایسی چیز ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے آپؐ کی بیٹیوں پر لکھ دیا ہے۔ اب تم حاجیوں کے سب کام کرتی رہو صرف کعبہ کا طواف نہ کرو جب تک کہ پاک نہ ہو لو۔

الف و مسائل امام بخاری علیہ الرحمۃ نے اس عنوان کے تحت مجھ آیتاں درود جو غیث ذکر کی ہیں۔ ان سب سے انہوں نے یہ استدلال فرمایا ہے۔ کہ جنہی و ما نقد کو زبان سے کہتے ہیں وہ تبدیل کرنا اور قرآن مجید پڑھنا جائز ہے۔ وادو ظاہری اور امام بیہری بن ہنڈر کا بھی یہ حکم مذہب ہے۔ (۱۲) اکیسوں کا قول یہ ہے۔ کہ نصہ قرآن پڑھ سکتی ہے جنہی نہیں پڑھ سکتا۔ (۱۳) اولیٰ شافعیہ و حنابلہ و شیعہ کا مذہب یہ ہے کہ جنہی و ما نقد کو قرآن مجید کی تلاوت جائز نہیں ہے۔ احناف متعدد و مرفوع حدیثوں کے پیش نظر یہ رائے قائم کرتے ہیں۔ یہ حدیثیں اور اس سلسلے کے مسائل گذشتہ لہرے میں گذر چکے ہیں۔ یہاں یہ امر قابل ذکر ہے۔ کہ امام بخاریؒ جیسے کہ پاس اپنے مسلک کے ثبوت میں صرف آثار و اقوال ہی ہیں۔ کوئی مرفوع حدیث نہیں ہے۔ نہ حدیث بخاریؒ۔ نہ وہ سے ان کا اسنادیں تو اس میں نظر ہے۔

ابو حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے ارشاد کہ حضور علیہ السلام اپنے سب و قتل میں اعتدال کرتے تھے۔ سے امام بخاریؒ نے یہ استدلال فرمایا کہ علیؑ کل احویات میں جنابت کی حالت بھی داخل ہے۔ مثلاً بکالت جنابت قرآن پڑھنا جائز ہوگا۔ لیکن امام بخاریؒ کا یہ استدلال نام نہن ہے۔ کیونکہ اگر علیؑ کل احویات کے علوم میں جنابت کی حالت داخل ہے تو قضا و حاجت کی حالت بھی داخل ہے۔ لہذا اس میں کیا پیرہ بھٹی کہنا پڑے گا کہ قضا و حاجت کے وقت بھی قرآن مجید پڑھنا جائز ہے۔ اس کے علاوہ ذکر کا حکم اگر عام ہے۔ لیکن ذکر سے قرآن مجید کی تلاوت لینے کے لئے دین کی ضرورت ہے۔ مثلاً ایٹا، علیؑ کل احویات کے احوال سے دراصل یہ بتانا مقصود ہے کہ حضور علیہ السلام کے اذنان کا اکثر حصہ ذکر الہی میں گذرتا تھا۔ اور یہ بخاریؒ ہی ہے جیسے کہتے ہیں کہ غلام شخص تو شب و روز عبادت میں مصروف رہتا ہے۔ تو اس جگہ سے کوئی یہ نہیں سمجھتا۔ کہ وہ بکالت جنابت یا بکالت قضا کے حاجت بھی عبادت کرتا ہے۔

۱۲ حکم بن عتبہ کا یہ فرمانا کہ میں بکالت جنابت ذبح کرتا ہوں۔ یعنی وقت ذبح بسم اللہ اللہ اکبر کہنا ہوتا ہے تو اس سے بھی بکالت جنابت تلاوت قرآن مجید کا جواز ثابت نہیں ہوتا۔ کیونکہ وقت ذبح یا کسی کام کو شروع کرتے

برہنیت و دعائے مناجات جنہی کو قرآن پڑھنا جائز ہے

وقت و جگہ اللہ پر ہی جاتی ہے، نہ نیت تلاوت نہیں پڑھی جاتی۔ بلکہ رکعت کے لئے پڑھتے ہیں۔ اور احادیث کے نزدیک بھی بطور تبرک و برکت ذکر و دعا جنہی کو قرآن کی آیت پڑھنا جائز ہے۔

جیسے مصیبت پر انا لله وانا اليه راجعون پڑھنا یا کسی چیز کے گم ہو جانے پر عسی وینا ان یہدلتا خیراً راجع پڑھنا جائز ہے۔

یعنی احادیث کے نزدیک جنہی دعا عند کو برکت تلاوت قرآن مجید کا پڑھنا جائز نہیں ہے۔ لیکن محض برکت ذکر و دعا تبرک و استفادہ و حاجات و آیات یؤذکر و شمار و مناجات و دعا ہوں۔ اگرچہ پوری آیت ہو جیسے ایتہ الکرسی بلکہ متعدد آیات کا لم جیسے سورہ شہر شریف کی آخری تین آیتیں ہی اللہ الذی لا الہ الاہ و عا لہ الغیب و الشہادۃ سے آخر سورت تک بلکہ پوری سورت جیسے الحمد شریف یا کھانے یا سبقت کی ابتدا کے لئے بسم اللہ الرحمن الرحیم پڑھنا جنہی دعا نفس کو جائز ہے۔ ————— ۴۰۔ ہر تہل کے نام جو خط تھا اس کی

بسم اللہ اور سورہ آل عمران کی پوری آیت لکھی ہوئی تھی۔ امام بخاری نے اس سے یہ استدلال فرمایا کہ ہر تہل کا قرآن اور کافر قبل بتابت تہیں کرتا۔ لہذا جنہی کو قرآن کی تلاوت جائز ثابت ہوئی۔ لیکن یہ استدلال بھی تام نہیں۔ کیونکہ یہ ضروری نہیں ہے کہ کافر ہر حال میں جنہی ہی ہو۔ شائیناً، کافر کے لئے بہ نیت تلاوت قرآن مجید کا پڑھنا ممکن نہیں (۴۱) حج کے موقع پر جناب صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا جب ایام سے ہوئیں۔ تو حضور نے فرمایا: طواف کے سوا امام خاص حج ادا کرو۔ امام بخاری علیہ الرحمۃ اس سے یہ استدلال فرماتے ہیں۔ کہ حائضہ کے لئے حضور نے صرف طواف و نماز کی ممانعت فرمائی۔ دیگر ذکر و اذکار و غیرہ نہیں۔ اور ارکان حج میں دعا لیکھ اور تراتی الفاظ بھی ہیں۔ مثلاً سواہی پر سوار ہوتے وقت یہ دعا پڑھنا سبحان الذی سبحنا لہاھل و عکالہ و ما کنا لہ مقربین۔ مگر امام بخاری کا یہ استدلال بھی صحیح نہیں ہے۔ کیونکہ ہر دعا میں حج میں پڑھی جاتی ہیں۔ لو کہ وہ قرآنی الفاظ ہی ہوں وہ محض برکت و دعا تبرک و مناجات ہی پڑھی جاتی ہیں۔ اور سوال تو برکت تلاوت پڑھنے کا ہے (۴۲) فہم

بہر حال یہ بات بالکل ظاہر ہے۔ کہ امام بخاری کے پاس اپنے مسلک کے ثبوت میں اتنا تو ہیں۔ مگر کوئی مرفوع حدیث نہیں ہے۔ لیکن مانعین کے پاس سرفروغ حدیثیں ہیں۔ اور پھر ممانعت کی رائے قرآن مجید کی تعلیم تام سے اقرب بھی ہے۔

یہاں یہ امر قابل ذکر ہے۔ کہ امام بخاری انداز کے مسلک کے علماء کے نزدیک بھی بحالت جنابت اور حیض تلاوت قرآن مجید نہ کرنا ہی افضل و اولیٰ ہے۔ اور یہ حضرات ان حدیثوں کو جن میں ممانعت آئی ہے۔ انصافیت و اولیت پر محمول کرتے ہیں غرض کہ مسئلہ مختلف فیہ ہے۔ اور اگر ابراہیم شافعی، مالک، امام احمد بن حنبل و امام عقیل ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا مذہب یہ ہے کہ جنہی اور حائضہ کو تلاوت قرآن مجید جائز نہیں ہے۔

بَابُ الْاِسْتِخَارَةِ

باب استخارہ کے بیان میں

يَا مُرْسَلُ اللَّهِ إِنِّي لَأَطْفِرُ أَتَادِعُ الصَّلَاةَ
نَقَالُ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَمَّا
ذَلِكَ عَرَفَ ذَاكَ بِسُوءِ الْحَيْثُوتِ فَإِذَا أَتَيْتَ

حضرت فاطمہ زہرا علیہا السلام نے عرض کی کہ یا رسول اللہ! میں پاک نہیں ہوتی ر خون نہیں رکتا کیا میں نماز چھوڑ دوں؟ حضور نے فرمایا یہ ایک رگ کا جھل ہے جس سے

الْحَيْضَةُ فَاتْرُكِي لِمَا لَكَ قَدْ رَفَعَا
فَلْيَسْبِغْ عَنَّاكَ الدَّمُ قَسْلِي-

(بخاری)

تہیں ہے جب فیض کا خون آئے تو نماز چھوڑ دے پھر
جب انداز سے سے حیض کے دن گزر جائیں تو اپنے بدن
خون دھو ڈال اور نماز پڑھ۔

استحاضہ اور اس کے مسائل | استحاضہ اس خون کو کہتے ہیں جو عورت کی شرمگاہ سے بوجہ بیماری خارج
ہوتا ہے۔ اور جس رنگ سے نکلتا ہے۔ اس کو عاذل کہتے ہیں۔ استحاضہ

مکرم ہے کہ اس میں نہ نماز صحت ہے نہ روزہ اور نہ کسی عورت سے محبت حرام ہے۔
۱۔ استحاضہ اگر اس حد تک پہنچ گیا کہ اس کو اتنی ہلکت ہی نہیں ملتی کہ وضو کر کے فرض نماز
ادا کر سکے۔ تو نماز کا پورا ایک وقت شروع سے آخر تک اسی حالت میں گزر جائے تو اس کو معذور
سمجھا جائے گا۔ اب ایک وضو سے اس وقت میں جتنی نمازیں چاہے پڑھے خون آنے سے اس کا وضو نہ جائیگا
استحاضہ کے مسائل گذشتہ اوراق میں گذر چکے ہیں :

بَابُ غَسْلِ دَمِ الْحَيْضِ

فَقَالَتْ يَا رَسُولَ اللَّهِ آتَانِي إِذَا
أَصَابَ قَوْبِيهَا الدَّمُ مِنْ الْحَيْضَةِ كَيْفَ
تَغْتَسِلُ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ إِذَا أَصَابَ قَوْبُ إِحْدَاكُمُ الدَّمَ
مِنْ الْحَيْضَةِ فَتَغْتَسِلِي ثُمَّ لِيَتَضَرَّحِي
بِمَاءٍ ثُمَّ لِيَتَصَلِّي قِيْلَ : (بخاری)

عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ كَانَتْ إِحْدَانَا تُحْيِضُ
ثُمَّ لَقَعَتْ مِنَ الدَّمِ مَرَّةً ثَوْبَهَا عِنْدَ ظَهْرِهَا
فَتَغْتَسِلُهُ وَتَتَضَرَّعُ عَلَى سَائِرِهِمْ ثُمَّ
تُصَلِّي فِيهِ (بخاری)

باب حیض کا خون دھونے کے بیان میں
ایک عورت نے بحسب نبوی ص سوال کیا یا رسول اللہ
بنائیے اگر ہم میں سے کسی کے کپڑے پر خون حیض لگ
جائے تو وہ کیا کرے ؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے
فرمایا برب تم میں سے کسی کے کپڑے کو خون حیض لگ
ملے تو اس کو کھرج ڈالے۔ پھر پانی سے دھو ڈالے
پھر اس میں نماز پڑھے۔

حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی
ہیں ہم میں سے کسی کو حیض آتا ہے پھر جب وہ پاک ہوئی تو
اپنے کپڑے سے خون کھرج ڈالتی۔ پھر اس کو دھوتی۔ پھر
سارے کپڑے پر پانی بہا دیتی۔ پھر اس میں نماز پڑھ لیتی۔

۱۔ دونوں حدیثیں اپنے مفہوم میں بالکل واضح ہیں۔ دھونے سے پہلے کھرجنے کی ہدایت اس
قرآن و مسائل | لئے دی گئی تاکہ جو خون جم گیا ہے آسانی کے ساتھ دھویا جاسکے ۲۔ امت کا اجماع اس پر
ہے کہ خون حیض نجس ہے ۳۔ اہل علم کے لئے یہ نکتہ قابل غور ہے کہ باوجود اس کے کہ خون حیض نجس
ہے مگر اس کے لئے نغصہ کا لفظ استعمال ہوا جو دھونے کے معنی میں ہے وہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا جہاں خون لگا
تھا اس کو دھو کر پھر دوسرے دھونے کے لئے سارے کپڑے پر پانی ڈال دیتی تھیں :

بَابُ اغْتِسَاكِ الْمُسْحَا صَحْرَ

عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ سَأَلْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ الْمُسْحَا
فَقَالَ هِيَ الْمُسْحَا صَحْرَ (بخاری)

باب استحاضہ کے احکامات میں بیٹھنے کے بیان میں

عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ سَأَلْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ الْمُسْحَا
فَقَالَ هِيَ الْمُسْحَا صَحْرَ (بخاری)

عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ رَأَيْتُكَ مَعَ رَسُولِ اللَّهِ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِصْرًا قَدِيمًا دَاجِلًا جَلَمَ فَكَانَتْ تُكْرَى الدَّامِرَ وَالْمُفْجِرَةَ وَالْمُطْشَّتَ نَحْمَتًا وَبِهِ نَعْمَتِي (بخاری)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ حضور ﷺ کے ساتھ آپ کی بیویوں میں سے ایک بیوی نے احکامات کیا وہ سرخ خون اور نہ دیکھا کرتیں اور طشت ان کے پیچھے ہوتا اور وہ تانہ پڑھتی رہتیں

قائد و مسائل اس حدیث سے واضح ہوا کہ مستحاضہ کو مسجد میں احکامات کے لئے بیٹھنا اور نماز پڑھنا جائز ہے بشرطیکہ مسجد کے آلودہ ہونے کا خطرہ نہ ہو۔ یہی وجہ ہے کہ وہ اپنے پیچھے طشت رکھ لیتی تھیں۔ بدائع میں ہے کہ غسل پر ہے کہ مستحاضہ عورت اپنے گھر میں احکامات کے لئے بیٹھے۔

باب کیا عورت کو جس کپڑے میں حیض آئے اس میں نماز پڑھ سکتی ہے؟

بَابُ هَلْ تَصَلِّي الْمَرْأَةُ فِي ثَوْبٍ حَاضَتْ فِيهِ قَالَتْ عَائِشَةُ مَا كَانَ لِإِحْدَانَا إِلَّا ثَوْبٌ فَاحِدٌ يُحْسِنُ فِيهِ فَنَادَا أَصَابَهُ شَيْءٌ مِنْ دَمٍ قَالَتْ بِيَوْمِئِذٍمَا فَصَعْنَتْهُ بِطَرَفِهَا (بخاری)

امام مجاہد سے روایت ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا ہم میں سے کسی کے پاس بھی سوائے ایک کپڑے کے دوسرا نہ ہوتا بجاں حیض بھی اس کو پہنتی۔ جب اس میں بھی ایک قطرے خون لگ جاتا تو ٹھوک لگا کر باطن سے اس کو چھڑا دیتی۔

قائد و مسائل قتالت کے معنی صحبت کے ہیں۔ کیونکہ قول کا لفظ اپنے اصلی معنی کے علاوہ بھی حسب اقتضاء تمام استعمال ہوتا ہے (۲) فَمَصْعَعَتُكَ کے معنی لئے اور چھڑانے کے ہیں (۳) مطلب حدیث یہ ہے کہ بوجہ عسرت ایک ہی کپڑا ہوتا تھا جو بجاں حیض بھی استعمال کیا جاتا۔ پھر اگر اس کپڑے پر کہیں وہ ایک ہونڈ خون لگ کر جم جاتا تو ٹھوک لگا کر اس کو چھڑا دیا کرتی تھیں۔ اور پھر اس کپڑے میں نماز پڑھتی تھیں (۴) حدیث ام سلمہ میں ہے کہ حیض کے دنوں میں پہننے کا کپڑا جدا ہوتا تھا۔ تو اس میں زمانہ وسعت کے حال کا بیان ہے اور حدیث ذیر بحث میں تنگی کی حالت کا بیان ہے۔ کہ عسرت کی وجہ سے ایک ہی کپڑے میں گزارہ کرنا پڑتا تھا۔

باب فصل حیض کے وقت خوشبو لگانے کے بیان میں

بَابُ التَّطْيِيبِ الْمَرْأَةِ عِنْدَ غُسْلِهَا رَوَاهُ مُجَاهِدٌ

مقصود عنوان یہ بتانا ہے کہ عورت کے لئے یہ مستحب ہے کہ جب حیض وغاس کے غسل سے فائدہ ہو تو پھر دھو کر کے لئے خوشبو لگائے۔ چنانچہ حدیث ذیر عنوان میں ہے کہ حضور نے سوگ والی عورت کو بھی اس کی اجازت دی۔

ام عطیہ نے کہا ہم کو کسی مرد پر تین دن سے زیادہ سوگ کرنے سے منع کیا گیا تھا۔ مگر خداوند پر چار ہینہ

عَنْ أُمِّ عَطِيَّةٍ قَالَتْ لَمَّا نَهَيْتُ عَنْهُ عَلَى قِيَّتٍ حَقَّقْتُ ثَلَاثَ رُكُوعَاتٍ

امانت ہے۔ ضرورت سے زیادہ ممنوع ہے۔ مثل آنکھ میں بیماری ہے تو سیاہ سر ملہ اس وقت لگا سکتی ہے جبکہ سفید سر ملہ سے کام نہ لے اور اگر رات میں لگانا کا فی سے نو دن میں لگانا جائز نہیں ہے۔

باب عورت جب حیض کا غسل کرے تو اپنا بدن لے اور غسل کرے اور شک آلود اولن یا ندوئی سے خون کے مقام کو صاف کرے۔

حضرت عائشہ سے مروی ہے کہ ایک عورت نے حضور سے غسل کی کیفیت دریافت کی۔ تو آپ نے اسے غسل کا طریقہ بتایا کہ مشک آلود روئی یا اولن کا ایک ٹکڑا لے اور اس سے طہارت کر۔ اس عورت نے عرض کی کیسے طہارت کر لے فرمایا سبحان اللہ طہارت کر۔ حضرت عائشہ فرماتی ہیں ربہ دیکھ کر میں لے اس کو اپنی طرف کھینچ لیا اور کہا اور اس کو سمجھا دیا کہ جہاں خون کے نشان ہوں ان کو لگا کر صاف کر دو۔

بَابُ ذَلِكَ الْمَرْأَةِ لِقَامِهَا إِذَا تَطَهَّرَتْ
مِنْ الْحَيْضِ وَكَيْفَ تَغْتَسِلُ وَتَلْخُذُ فِرْصَةً
مُشْكَلَةً فَتَتَّبِعُ بِهَا أَثَرِ الدَّمِ
عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا سَأَلَتِ النَّبِيَّ
صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ غُسْلِهَا مِنْ
الْحَيْضِ كَيْفَ تَغْتَسِلُ قَالَ
خُذِي فِرْصَةً مِنْ مَسْكِ فَتَطْهَرِي بِهَا
ثَلَاثَ كَيْفٍ قَالَ سُبْحَانَ اللَّهِ لَطَفٌ فِي
فَاجْتَدَابِهَا أَلَيْ تَقُولُ تَتَّبِعِي بِهَا
أَثَرِ الدَّمِ

(بخاری)

اُم نے اس حدیث کو طہارت میں بھی ذکر کیا اور مسلم و نسائی نے بھی طہارت میں بھی ذکر کیا (۲) فوائد مسائل عنوان کا مقصود تین امور کا بیان کرنا تھا۔ اول حالہ وقت غسل اپنے بدن کے لئے حذر غسل کس طرح کرے۔ دوم شمار میں نے اس کے متعدد جواب دیئے ہیں۔ سب سے اچھا جواب یہ ہے کہ اہم بخاری علیہ الرحمہ کا اندازہ کرے ہے کہ عنوان میں ایسے امور کا بھی ذکر کر دیتے ہیں۔ جو حدیث کے بعض دوسرے طرق پر مذکور ہوتے ہیں۔ چنانچہ کئے اور کیفیت غسل کا بیان حدیث مسلم میں ہے جس کو اہم نے اس لئے روایت نہیں کیا کہ وہ ان کی شرط پر نہ تھی۔ حدیث مسلم میں ہے کہ حضور علیہ السلام نے فرمایا۔ یا نبی اودیری کے پتے لے اور خوب اچھی طرح نہاسے پھر سر پر پانی پہلے اور خوشبو استعمال کرے (۳) یہ حدیث مسائل ذیل پر مشتمل ہے

۱۔ غسل حیض و نفاس میں بدن کے سر اس حصہ پر جہاں خون لگا ہے کسی خوشبو کا استعمال کرنا مستحب ہے۔ ۲۔ استحصال میں دو قول ہیں یہ کہ غسل سے قبل خوشبو استعمال کرے یا یہ کہ غسل کے بعد استعمال کرے (۴) مسائل شرح کے پوچھنے میں علامہ نووی بیان فرماتے ہیں ۳۔ تعجب کے وقت سبحان اللہ کہنا ۴۔ عورت کا عالم سے سوال کرنا ۵۔ بڑے عالم کی عورت کوئی میں کم علم والے کا مشعلہ کی تشریح کرنا جب کہ عالم اس بات سے راضی ہو ۶۔ مسائل کو زنی سے جواب دینا ۷۔ سمجھنے کے لئے دوبارہ سوال پر نہ جھڑکنا۔

بَابُ غُسْلِ الْحَيْضِ

باب حیض کے غسل کے بیان میں

اس باب میں اہم نے تقریباً نو بارہ یا لاغیوں کی حدیث ہی ذکر کی جس کا نظریہ ترجمہ یہ ہے۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ انصار میں سے ایک عورت سے دریافت کیا غسل

جیسا کہ کس طرح کروں حضور نے فرمایا تم تک ان کو روٹی کا پھل لے اور تین بار اس سے طہارت کر پھر حضور علیہ السلام کو
بیات لگتی۔ آپ نے مزید فرمایا۔ بالآخر میں نے اس کو اپنی طرف کھینچ کر حضور کی مراد بیان کر دی۔

باب غسل حیض کے وقت گتھی کرنے کے

بیان میں

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ وہ فرماتی ہیں
میں نے حضور کے ہمراہ عتہ الیواح میں احرام باندھا۔ اور
میں ان لوگوں میں تھی جنہوں نے منع کیا تھا۔ اور شربانی
کا جانور نہیں بھیجا تھا۔ مگر میں حیض میں مبتلا ہو گئی۔ یہاں
تک کہ وہ ذی الحجہ کی رات آ گئی۔ لیکن میں پاک نہیں
ہوئی۔ پناہ میں نے حضور علیہ السلام سے عرض کی۔ یہ
تو عرفہ کی رات آ گئی۔ اور میں نے عمرہ کا احرام باندھا
تھا۔ اب کیا کروں؟ آپ نے فرمایا سر کھول کر
گتھی کر لو۔ عمرہ مت کرو میں نے ایسا ہی کیا۔ پھر
جب میں حج کر چکی۔ تو آپ نے محصب کی رات میں
بعد از عتہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے بھائی کو تکم و باد انہوں
نے اس عمرہ کے بدلے میں کما احرام میں نے پہلے باندھا تھا
دوسرا عمرہ مخیم سے کرایا۔

بَابُ امْتِنَاطِ الْمَرْأَةِ عِنْدَ غَسْلِهَا

مِنْ الْمَحِيضِ

اَنَّ عَائِشَةَ قَالَتْ اَهْلَلْتُ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى
اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي حَجَّةِ الْوَدَاعِ فَكُنْتُ
مِنْ تَمَتُّعٍ وَلَمْ يَسْتِ الْفَلَدِي فَرَبَعْتُ
اَنْفَاحًا حَتَّى دَخَلْتُ
بَيْتَ عَرَفَةَ قَالَتْ يَا رَسُولَ اللَّهِ
هَذِهِ كَيْلَةُ بَيْتِ عَرَفَةَ وَانَا كُنْتُ
تَمَتُّعِي يَحْزَنُ فَقَالَ لَهَا رَسُولُ اللَّهِ
صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَلْقِصِي رَأْسَكَ
وَاْمُنْشِطِي عَامِسِي عَنْ عُمَرِكَ فَفَعَلْتُ
فَلَمَّا اَلْقَيْتُ الْحَبْرَ اَمَرَ عَمَةَ الرَّحْمَنِ
كَيْلَةَ الْحَبْرِ فَاعْتَمَرْتُ مِنَ التَّحْيِيمِ
مَكَانَ عُمَرُو النَّبِيِّ تَسَلَّمْتُ

بخاری ۱

فوائد مسائل

۱۔ تنہیم کو کمر سے تین میل کے فاصلہ پر ایک مقام ہے جو حدود حرم میں سب سے زیادہ
قریب ہے۔ یہاں ایک مسجد بھی ہے جسے مسجد عائشہ کہتے ہیں (۶) حضرت حسن بصری
و طاووس داماد احمد بن حنبل نے حدیث ذریعہ بحث سے استدلال کیا کہ غسل حیض کے لئے عورت کو چوٹی کھولنا
واجب ہے۔ کیونکہ حضور نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا اَلْقِصِي رَأْسَكَ اپنے سر کے بال کھول ڈال لیکن
حضور نماز نے فرمایا یہ علم استنباطی ہے کیونکہ حدیث ام سلمہ میں یہ تصریح ہے کہ حضور علیہ السلام نے انہیں یہ
فرمایا کہ غسل حیض میں تیرے لئے بالوں کی جڑوں کا تر کر لینا کافی ہے۔ اور دوسرے مسلم میں حیض و جنابت دونوں
کے لئے یہی مروی ہے۔ اس لئے احناف کے نزدیک مسئلہ یہ ہے کہ عورت کو غسل حیض و نفاس و جنابت میں
چوٹی کھول کر سر کا دعوا واجب نہیں صرف بالوں کی جڑوں کو تر کر لینا ضروری ہے ہاں اگر چوٹی اتنی سخت گندھی ہو
کہ اسے کھولے جڑیں تر نہ بھل گی۔ تو ایسی صورت میں چوٹی کو کھولنا واجب ہے۔

بَابُ تَقْضِ الْمَرْأَةِ شَحْوَهَا عِنْدَ

غَسْلِ الْمَحِيضِ

باب حیض کے وقت عورت کا بال کھولنا

واجب ہے یا نہیں؟

اس عنوان کے تحت بھی حدیث عائشہ رضی اللہ عنہا مذکور کی ہے۔ راجعیم و توافقی کے اوپر گذر چکی ہے

جس پر ہم نے غور کیا ہے :

بَابُ تَقْوِيلِ اَمَلِهِ تَعَالَى عَزَّ وَجَلَّ مَخْلُوقَةٍ
وَحَاشِيَةِ مَخْلُوقَةٍ

باب آیت مخلوق و غیر مخلوق کی تفسیر کے

بیان میں

اس عنوان سے امام کی فرض یہ بتانا ہے کہ حاملہ عورت کو حیض نہیں آتا کیونکہ خونی حیض مبینہ کی نشانی ہو جاتا ہے۔ امام ابو حنیفہ، احمد بن حنبل، ابن تیرہ، ابن المنذر، اور زحامی، قوری، حسن بصری، شعبی، عطاء، ابو حنیفہ، سعید بن المسیب، محمد بن اسمعید، جابر ابن زید، مکحول، زہری، مسلم، حماد، اور امام شافعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ قول یہ کہ یہ ہی مسئلہ ہے ۱۲۰ اور بعض ائمہ کیلئے اس کا قول یہ ہے کہ اگر حاملہ کو متبدا سے حمل میں خون آئے تو وہ حیض سے اور اگر حمل کے آخری ایام میں آئے تو حیض نہیں ہے ۱۲۱۔ ابن بطلال نے کہا امام بخاری نے یہ عنوان باندھ کر لوگوں کی تائید و توثیق کی ہے جو حاملہ کے لئے حیض آنے کے قابل نہیں ہیں۔ لہذا اگر حاملہ کو خون آجائے تو وہ حیض نہیں قرار پائے گا۔ اور ایسی صورت میں وہ روزہ بھی رکھے گی اور نماز بھی پڑھے گی۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ عزوجل رحم مادر میں ایک فرشتہ کو مقرر کر دیتا ہے۔ جو عرض کرتا ہے الہی لطف ہے۔ الہی اب خلق ہو گیا۔ الہی اب مقرر ہو گیا۔ پھر جب اللہ تعالیٰ اس کی تخلیق کا ارادہ فرماتا ہے تو فرشتہ عرض کرتا ہے روہ ہے یا طورت، بدخت ہے یا نیک بدخت اس کی روزی کہاں ہے اور عمر کیا ہے تو یہ سب کچھ حکم الہی میں لکھ دیا جاتا ہے۔

عَنْ اَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِنَّ اللّٰهَ مَتَانَا ذَكَرَ عَلٰى وَحْلٍ بِالْوَحْيَةِ مَتَا يَقُوْلُ يَا رَبِّ يُطْفِئُ
يَا رَبِّ عِلْقَةً يَا رَبِّ مَضْمَعَةً فَاِذَا
اَنَادَا اللّٰهُ اَنْ تَضَعِيْ خَلْقَةً قَالَ اَذْكَرُ
بَعْدَ اُنْتِ شَتَّى اَمْرٌ سَيِّئٌ فَمَا الْبُزْزُفُ
وَمَا الْاَجَلُ قَالَ فَيَكْتَسِبُ فِيْ بَطْنِ اُمِّهِ

(بخاری)

۱۱۰ اس حدیث کو امام نے خلق آدم اور قندیس میں بھی ذکر کیا اور مسلم نے قدر میں ۱۲۰ اور جو کہتا ہے۔ جو عرض یا کنوئیں یا بیابان میں ہر صف تصویری مقدار میں کچ جاتا ہے۔

علاقہ جسے ہرے تون کے ٹھہرے کو کہتے ہیں جس میں جمانیت نہیں ہوتی اور جو مٹی سے بنتا ہے۔ مضمغہ گوشت کو کہتے ہیں جو علاقہ سے بنتا ہے۔ اصل لغت میں مضمغہ ایک قسم گوشت کو کہتے ہیں مخلوق کے معنی تمام الملق کے ہیں اور جو تمام الملق نہ ہو وہ غیر مخلوق ہے بعض نے مخلوق و غیر مخلوق کی تفسیر معصومہ و غیر معصومہ کے الفاظ سے کی ہے۔

امام مجاہد قتادہ، شعبی، ابی الحارثہ و مکرمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے مروی ہے کہ غیر مخلوق سے مراد مائتہ ہے یعنی کچی بچہ تفسیر مغیری

پوری آیت یہ ہے۔

لَا تَلْعَنُ لَعْنَةً اَكْرَمَ مِنْ تَلْعَانٍ لِّطُفَّةٍ

ہم نے نہیں پیدا کیا مٹی سے بچہ پانی کی بوند سے

ثَمَرٌ مِنْ عِلْقَةٍ ثَمَرٌ مِنْ مَصْطَلَةٍ تَخْلُقُ
وَعَبْرٌ تَخْلُقُ (۳۳)

پھر خون کی پیمک سے پھر گوشت کی بوٹی سے نقشہ بنی
اور بے نقشہ بنی۔

اس آیت میں انسان کے مادرج پیدا گشت کو بیان کر کے یہ بتایا گیا ہے۔ کہ جو تادریہ قدر خدا ایک بے جان
مٹی میں اتنے انقلاب کر کے جاندار آدمی بنا دیتا ہے۔ وہ مرے ہوئے انسان کو دوبارہ زندہ فرما دے۔ تو
اس کی قدرت سے کیا بعید ہے۔ لہذا منکرین بعثت کو اپنے ابتدار پیدا گشت کے حالات پر نظر رکھ کر بعثت
ہونے کے بعد دوبارہ اٹھنے کو سمجھ لینا چاہیے۔

امام قسطلانی نے فرمایا۔ کہ حدیث زیر بحث میں ات بقصی خلقہ کے جو لفظ ہیں۔ یہ ہی
ذکر الیاب ہے۔ یعنی مخلوق ہے جس کو اللہ تعالیٰ شکل و صورت عطا فرماتا ہے۔ اور اس کے تمام اعضاء وغیرہ
بیاہج جاتے ہیں۔ اور غیر مخلوق وہ ہے جس کی شکل و صورت و اعضاء پیدا نہیں ہونے لگتی کچا بچہ، تو ایت میں
جو مخلوق و غیر مخلوق کے الفاظ آئے ہیں ان کا بھی یہ ہی مطلب ہے۔

امام شافعی کے نزدیک بچہ چار سال تک شکم مادر میں رہ سکتا ہے اور امام اعظم کے نزدیک
دو سال تک (۲) علامہ قاضی بیاض نے فرمایا کہ اس پر سب کا اتفاق ہے کہ ایک سو بیس
دن کے بعد نفخ روح ہوتا ہے یعنی جب چار ماہ گزر جائیں اور پانچواں مہینہ شروع ہو جائے تو پھر بچہ جی جان
پڑ جاتی ہے (۳) ابھ سال کی عمر تک نفل ہے اس کے بعد صبی (۴) مادرج پیدا گشت یہ ہیں۔

اول لطفہ پھر علقہ پھر مضغہ پھر مخلوق پھر طفل پھر صبی (۵) حاملہ کی عدت وضع حمل ہے۔ تو اگر
مضغہ ساقط ہو اور اعضاء میں سے کوئی عضو مثلاً آنکھ یا ہاتھ بن گیا ہو۔ تو عدت پوری ہو جائے گی۔ ورنہ
نہیں (۶) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جب انسان رحم مادر میں ہوتا ہے۔ اور نفخ روح کا وقت آتا
ہے۔ تو اللہ تعالیٰ کا مقرر کیا ہوا قرشتہ اللہ تعالیٰ ہی سے علم حاصل کر کے اس کے مطلق تو شستہ و تقدر
مرتب کرنا ہے جس میں اس کا مرد یا عورت ہونا، موت و حیات۔ زندگی۔ شقاوت یا سعادت کی تفصیل ہوتی
ہے یعنی ان امور کا تصور قرشتہ پر ہونا ہے۔ اور اس کو ان امور کی کتابت اور ان کو نافذ کرنے کا حکم دیا جاتا ہے ورنہ
اللہ تعالیٰ کی قضاء اس کا ارادہ اور علم تو اس سے بھی سالی ہے۔

مسئلہ تقدیر کے متعلق مکمل بحث انشاء اللہ العزیز کتاب القدر میں کی جائے گی۔

بَابُ كَيْفَ نَفَسَ الْمَالِصُ بِالْحَجِّ
وَالْعُمْرَةِ

بَابُ مَا نَفَسَ عَوْرَتُ حَجٍّ وَكَمْهُ كَاهِرًا
كَيْفَ يَنْفَسُ؟

عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ خَرَجْنَا مَعَ النَّبِيِّ
صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي حَجَّةِ الْوَدَاعِ
فَبَيْنَا مِنْ أَهْلِ بَيْتِهِ وَمِنَّا مَنْ أَهْلَقَ
حَجَّ فَقَضَيْنَا مَكَّةَ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ
صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ أَحْرَمَ بَعْدَ ذَلِكَ

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ ہم نبی علیہ السلام
کے ساتھ حجۃ الوداع میں مدینہ سے روانہ ہوئے
ہم میں سے کسی نے عمرہ کا احرام باندھا اور کسی نے
حج کا جب ہم مکہ پہنچے۔ تو رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم نے فرمایا میں نے عمرہ کا احرام باندھا اور

وَلَمْ يَكُنْ لَكُمْ حِيلٌ وَمَنْ أَخَذَ مِنْكُمْ بِذُنُوبِهِ
وَأَهْدَىٰ فَلَا حِيلَ حَتَّىٰ يَخْلُجَ مِنْكُمْ
عَذَابُهُمْ وَمَنْ أَهْلٌ بِمِثْرِ قَلْبِهِمْ حَسْبُهُ
فَلَمَّا تَخَلَّفَتْ وَخَلَّفَ أَزْلَ خَلْفًا حَتَّىٰ
كَانَ يَوْمُ عَرَفَةَ وَلَمْ يَكُنْ لَكُمْ حِيلٌ إِلَّا بِمِثْرِ
قَلْبِهِمْ وَالتَّبِئْتُ حَسْبُ اللَّهِ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
إِنَّ الْقُلُوبَ رَأْسُي وَأَمْتِي شَطْرُ أَهْلِ
الْبَيْتِ وَأَتْرُكُ الْمَمْنَةِ تَعَلَّتْ ذُلُّهَا
حَتَّىٰ حَقَّتْ حَقَّتِي فَمَحَتْ مَيِّ
عَبْدُ الرَّحْمَنِ ابْنُ أَبِي بَكْرٍ مَرَّةً أَنْ أَهْلَهُ
فَوَإِنْ أَخَذَ مِنْ التَّنْجِيمِ

(بخاری)

اس حدیث کے مسائل ہم انشاء اللہ العزیز کتاب الحج میں ذکر کریں گے

بَابُ أَهْلِ الْبَيْتِ الْمَحْبُوبِينَ قَدْ بَارَكَ
وَكُنْ يَسَاءَ بَيْتُهُمْ إِلَىٰ عَالِيَتِهِمْ
بِالْبَيْتِ فِيهَا الْكُرْبَةُ فِيهِ الصُّفْرَةُ
فَتَعْلُو لَا تَحْلُو حَتَّىٰ تَرَيْنَ الْقَسَّةَ
الْبَيْتِ أَعْ تَرِيهِ يَدُكَ الظُّفْرَ
بَيْنَ الْحِصَّةِ

(بخاری)

وَيَكْفُرُ بَيْتُ رَيْدٍ بَيْنَ شَايِبِ الْبَيْتِ
يَسَاءَ يَسَاءَ عَوْنٌ بِالْمَدِينَةِ مِنْ جَوْفِ
الْبَيْتِ يُنْظَرُونَ إِلَى الظُّفْرِ فَهَذَا
مَا كَانَ الْبَيْتُ يُفَضِّلُونَ هَذَا
عَابَتْ عَلَيْكَ

(بخاری)

فوائد مسائل

حرف چہ اس لُوبیہ کو کہتے ہیں۔ جس میں عورتیں خوشبو وغیرہ رکھتی ہیں بھیرو
روٹی کو کہتے ہیں۔ ویسے اس لفظ کا استعمال ہر اس چیز کے لئے ہوتا ہے۔ جو
اہم و ہوازی ہیں رطوبت کو روک رکھنے کے لئے استعمال کرتی ہیں۔ مثلاً روٹی کی گودھی یا کپڑے

وہ قربانی ساتھ نہ لایا ہو تو وہ احرام کھول دے
انہ جس نے عمرہ کا احرام باندھا ہو۔ اور قربانی نہ
لایا ہو۔ وہ جب تک قربانی نہ قرب کرے۔ احرام
نہ کھولے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا مجھے حیض آگیا
مگر وہ کہے دل تک برابر حال قصہ رہی اور میں نے
بھی احرام باندھا تھا۔ تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم
حکم دیا تھا کہ میں سر کھول ڈالوں۔ اور بالوں
سنگی کروں اور حج کے لئے ادرس نو احرام باندھ
اور عمرہ ترک کر دوں میں نے ایسا ہی کیا۔ حتیٰ کہ
حج پورا کر لیا۔ اس وقت حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا
کہ میرے ساتھ بیچا اور حج کو حکم دیا۔ کہ میں اپنے
بہنوں کو عمرہ کا احرام عیم سے باندھوں۔

الحج میں ذکر کریں گے

باب میں کے شروع ہونے اور ختم ہونے کے بیان
۱۱ اور محمد بن حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا
جس میں روٹی ہوئی اور وہ روٹی نہ روٹی آئل ہو
حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا جلدی نہ کر وہ جب تک
کی طرح سفید (رطوبت) نہ نہ کھو۔ اس سے حضرت
کا مقصود یہ بتانا تھا چونکہ کی طرح سفید رطوبت جب
لگ جائے تب سمجھو کہ پاک ہوئی۔

۱۲ اور زید ابن ثابت کی بیٹی ام کلثوم کی
ہی۔ کہ بعض عورتیں اُدھی اُدھی مات کہ چراغ
کہتی ہیں۔ کہ وہ پاک ہوئیں یا نہیں۔ تو انہوں
کا کہنا ہے کہ علیہ السلام کے زمانہ حیات میں عورتیں
نہیں کرتی تھیں۔ اور انہوں نے ان کے اس
برقرار دیا۔

۱۲۰۰ کی گئی۔ القصۃ البیضاء۔ قص کے معنی چوڑے کے ہیں۔ ۱۲۰۱ عود میں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا میں وہ ڈیرہ صحرانہ کے بیچ دینی تھیں۔ جس میں خون کی زردی ہوتی تھی۔ اور اس سے ان کا قصد یہ ہوتا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے دیکھ کر بتائیں۔ یہ زردی خون حیض ہے یا نہیں۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے ان کو یہی عرض بند ہوا نہ سمجھو۔ جب تک چوڑے کی طرح پیلید رطوبت نہ آئے۔ اس وقت تک پاک نہ ہوگی۔ ۱۲۰۲ اس حدیث سے ثابت ہوا کہ مدت حیض میں زرد رطوبت ہوتی ہے۔ تو وہ بیضی کے قرار پائے گی۔ ام اظم ابو حنیفہ و شافعی و مالک و یحییٰ بن یزید و ابی حنبلہ کا یہ بھی مذہب ہے کہ خون حیض کے ہر رنگ سے ہیں۔ سیاہ و سرخ و ہلکا و گھلا و گھلا۔ جب تک مدت حیض میں ان رنگوں میں سے کسی رنگ کی رطوبت نکلے تو اس کو حیض سمجھنا چاہیے۔ اور سفید رنگ کی رطوبت۔ حیض نہیں۔ جب سفید رنگ کی رطوبت آنے لگے تو حیض کے ختم ہونے اور تہر کے شروع ہونے کی علامت ہے۔

اور حدیث نہر میں ہے کہ پورے۔ ات کو اٹھ کر دیکھا کرتی تھیں۔ کہ پاک ہوئیں یا نہیں۔ حضرت زید بن ثابت کی صاحبزادی ام کلثوم نے ان کے اس فعل کو معیوب قرار دیا۔ اور یہ کہا کہ یہ عیبت آسان ہے۔ اس میں ایسی کچھ نہیں۔ کہ راتوں کو چراغ جلا کر یہ دیکھا جائے کہ حیض بند ہوا ہے۔ اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا۔ کہ اپنی طرف سے احتیاط کسی بات کو لازم کر لینا۔ جس سے کوئی سختی میں پڑ جائے۔ اور وہ کام گراں ہو جائے تو عملی نہیں ہے۔ اور نہ کسی نے با احتیاط نذر ع

یہ اسلام کو مطلوب و محبوب ہے:

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ فاطمہ بنت جہش استحاضہ میں مبتلا تھیں۔ اس لئے حضور علیہ السلام سے مسئلہ دریافت کیا۔ آپ نے فرمایا یہ تو ایک رگ (خون) ہے۔ حیض نہیں۔ جب حیض آئے تو نماز ترک کر دو۔ اور جب بند ہو جائے۔ تو غسل کر کے نماز پڑھو۔

عَنْ فَاطِمَةَ ابْنَةِ قَابِطَةَ تَبَيَّنَتْ آيَةُ جَهْشٍ كَانَتْ تَسْتَحَاضُ نَسًا لَمْ يَنْتَقِ صَلَّيْ اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ ذَلِكَ عَرَقٌ وَلَيْسَتْ بِهَا نَجِيسَةٌ فَإِذَا أَقْبَلَتْ الْيَحْيَةَ مَدَّ عَنِ الصَّلَاةِ إِذَا أَدْبَرَتْ فَاعْتَمَلِي فَصَلِّيْ رَحْمَةُ

عنوان سے حدیث ہذا کی مناسبت باعلیٰ قاهر ہے کیونکہ اس میں حیض کے آنے اور بند ہونے کا ذکر ہے۔ اس پر مفصل بحث اور اس کے مسائل و فروع و مسائل و جوابات پر گزر چکے ہیں۔

باب عائشہ عورت نماز کی نقصان دہ ہے جابر بن عبد اللہ و ابوسعید نے روایت کی۔ کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ عائشہ عورت نماز پڑھے

يَا بَنِي لَاقُفِي الْحَائِضُ الصَّلَاةَ قَالَ جَابِرُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ وَابْنُ سَعْدٍ عَنْ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَدَّ عَنِ الصَّلَاةِ (بخاری)

۱۲۰۳ حضرت عائشہ سے روایت ہے کہ ایک عورت نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے دریافت کیا۔ ہم طہریں لازم

مَدَّ شَتْنِي مُعَادَةُ ابْنِ امْرَأَةٍ قَالَتْ لِمَا كُنْتُ أَتَجَنَّبُ مِنْ إِحْدَانَا

مَلَوْهَا إِذَا طَهُرْتُمْ فَتَقَالَتْ نُسُخُهَا
أَنْتِ تَكُلُّنَا نَحْنُ نَحْضُ مَعَ الشَّيْءِ صَلَوَاتُ
اللَّهِ عَلَيْكُمْ وَسَلَامُهُ عَلَيْكُمْ تَابَ أَوْ قَالَتْ
فَلَا أَفْعَلُهُ رَجُلًا

حیض کی نماز قضا کر لیا کریں۔ آپ
فرمایا۔ کیا تو حور یہ ہے؟ ہم حضورؐ کے
میں حیض میں مبتلا ہوتے۔ اور آپ ہمیں
کا حکم نہیں دیتے تھے۔

حدیث اول سے معلوم ہوا کہ ایام حیض کی نماز معاف ہے۔ اور ان نمازوں
قواعد و مسائل قضا بھی نہیں ہے۔

اہم نے عثمان میں لا تقتضی کا لفظ استعمال کیا۔ اور حدیث میں تنوع کا لفظ ہے یعنی
کہ ایام حیض میں جھوٹی ہوئی نمازوں کی قضا نہیں۔ اور حدیث میں حضورؐ نے یہ فرمایا کہ ایام
میں نماز جھوٹ ہے۔ تو اس تعلیق کی ترجمہ سے مناسبت بول قائم ہوگی۔ کہ ترک صلوٰۃ عدم قطع
مستلزم ہے۔ کیونکہ شارع علیہ السلام جس چیز کے ترک کا حکم دیں۔ تو اس کا کرنا واجب نہیں ہوتا بلکہ
کا قضا بھی واجب نہ ہوگی۔ فافہم

بہر حال مسئلہ یہ ہے کہ ایام حیض میں نماز معاف نہیں اور ان کی قضا بھی
کی قضا اور دونوں میں فرضی ہے۔

حدیث دوم کو مسلم، ابوداؤد، ترمذی، نسائی، ابن ابی شیبہ نے کتاب الطہارت میں ذکر کیا۔ اور نسائی
کتاب الصوم میں بھی ذکر کیا ہے (۱۲) الحجزی احمد شا کے سننی اقتضی کے ہیں۔ جیسے اس
لا الحجزی نفس عن نفس شیبہ میں ہے تو آپ نے سائل سے کہا تو خارجی تو نہیں؟ جو اس
فارح اور متعین مسئلہ کو پوچھتا ہے۔ مسلم کی حدیث میں ہے کہ سائل نے کہا میں خارجی نہیں ہوں۔ مگر
کے لئے سوال کرتا ہوں۔ آپ نے جواب دیا۔ کہ حضور علیہ السلام ہمیں ایام حیض کی قوت
نماز قضا کرنے کا حکم نہیں فرمایا کرتے تھے۔ اس حدیث سے ثابت ہوا کہ ایام حیض
قوت شدہ نمازوں کی قضا نہیں ہے۔ اگر ہوتی تو حضورؐ حکم فرماتے۔ اس مسئلہ پر تمام ائمہ کا اتفاق
صوت خارجی وجوب قضا کا قول کرتے ہیں۔ جو کتاب وسنت و اجماع امت کے خلاف ہے (۱۳) نماز کی قضا
میں یہ حکمت ہے۔ کہ نماز ہر روز پانچ بار پڑھی جاتی ہے۔ تو اگر ایام حیض کی قوت شدہ نمازوں کی قضا کا حکم
تو اس میں تنگی اور حرج ہوتا اور دین اسلام میں حرج نہیں ہے۔ ما جہل علیہ صحر فی اللہ
حرج۔ اور روزے جو کہ تمام سال میں ایک بار آتے ہیں۔ اور ان کی قضا مشکل نہیں۔ اور
دونوں کی قضا کا حکم دیا گیا ہے۔

بَابُ الشَّوْهِرِ مَعَ الْحَائِضِ وَهِيَ
فِي شَيْءٍ بَيْنًا

باب۔ حائضہ کے ساتھ شہر۔ جب کہ وہ حیض
کے لئے پہن رہی ہے۔
مقصود عثمان یہ بتانا ہے کہ ایام حیض میں حرج کی بنا پر حکم ہوتا ہے۔ اور ان ایام میں اس سے
اور اس کے ساتھ بیعتنا، اٹھنا سونا جائز ہے۔ صرف نجاست کی مانعت ہے۔

قَالَ اُمِّ سَلَمَةَ قَالَتْ لَمَّا حَضَرْتُ اَنَا مَعَ
رَبِّیْ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمُ فِی الْحَمِیْمِ صَلَّی
قَالَ سَلَّمْتُ فَخَرَجْتُ مِنْهَا فَاخَذْتُ
بِیَارِ حَیْضَتِی ذَلِکُمْ سَلَامُ فَقَالَ لَوْ
رَسُولُ اللہِ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمُ
الْقِسْمُ ثَلَاثٌ عَشْرَ کَعَانِیْ فَادَّخَلَنِی
فَعَلَّی لِي بِالْحَمِیْمِ قَالَتْ وَحَدَّثْتَنِی
بِیَارِ النَّبِیِّ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمُ کَانَ
یَحْبِسُهَا وَهُوَ صَائِعٌ کُنْتُ ہَا تَسِیْلُ
بِنَا وَالنَّبِیُّ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمُ مِنْ
بِلَا تَاجِدُ مِنْ الْجَنَابَتِ وَنَجَاکَ

یہ حدیث مسائل ذیل پر مشتمل ہے۔

۱۔ عذہ عورت کے ساتھ ایک بستر میں سونا جائز ہے۔ بحالتِ روزہ اونچی بیوی کا بوسہ لینا جائز ہے۔
۲۔ ایک ہی برتن سے غسل جنابت کرنا جائز ہے۔ ان مسائل کی مزید تشریح فیوض البخاری پارہ اول
میں لاحق فرمائیے۔

بَابُ مِمَّنْ اخَذَتْ بَيَاتُ الْحَيْضِ

یسواہی کتاب الطہر

باب ایام حیض میں پینے کے لئے طحطاہ
کپڑے رکھنا۔

اس عنوان کے تحت امام نے حدیث ام سلمہ سے ذکر کیا ہے جس سے یہ واضح ہوتا ہے کہ ایام
حیض میں پینے کے لئے اگر خود میں کپڑے مخصوص کر لیں تو جائز ہے بلکہ مستحب ہے (۱۵)۔ یہ حدیث
بہشت کے مخالف نہیں ہے جس میں یہ مذکور ہے کہ ہمارے پاس اس زمانہ میں ایک ہی کپڑا تھا کیونکہ
ان اوقات کا ذکر ہے۔ تنگی کے زمانہ میں ایک ہی کپڑا ہوتا تھا جس میں حیض و طہر کے ایام گزرتے تھے
لہذا اگلے نے فراخی عطا فرمائی تو پھر کئی کپڑے بنا لئے۔ حیض کے ایام میں پینے کے لئے الگ اور
ان اوقات میں پینے کے لئے الگ۔

بَابُ شَهْوَدِ الْعَبْدَيْنِ الْعَبْدَيْنِ

وَدَعْوَاةُ الْمُسْلِمِينَ وَاعْتَرَاكُ النَّصِي

عَنْ حَقِصَةٍ قَالَتْ كُنَّا نَسْتَعْمِدُ عَلَى نَبِيِّنَا

اَنْ يَخْرُجَ بِنَا فِي الْعَبْدَيْنِ فَقَدِمَتْ

مَسَاءً فَتَوَلَّتْ قَعْرَ مَتْنِي خَلْفِي

لَمَّا تَمَّتْ عَنْ اخْتِهَاوَكُنْ نَفْعُ

باب حاضر و غائبوں کا عید میں آنا اور مسلمانوں کی

دعا میں شریک ہونا

حضرت حنفہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ ہم کنواری جوان عورتوں

کو عیدین میں جانے سے منع کرتے تھے۔ ایک بار

ایسا ہوا کہ ایک عزت آئی۔ اور نبی خلف کے محل

میں آئی۔ اور اس نے اپنی بہن ام کلثوم سے

أُخْرِجَ أَخْرَاجَهُمَ الَّذِي صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
فَسَلَّمَ أَمْسَى عَشْرَةَ عَشْرَةَ وَكَانَتْ
بُحْتِي مِنْهُ فِي بَيْتٍ قَالَتْ فَكُنْتُ
مُتَدَاوِي الْكَلْبِي وَنَقَمْتُ عَلَى الْمَرْحُومِ
فَسَأَلْتُ الْحَبِي الْكَلْبِي صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
وَسَلَّمَ عَلَى إِحْدَى ثَابِتٍ إِذَا كُنْتُ يَكُنُّ
لَهَا جَلَابُ الْإِنْ لَا تُخْرِجُ قَالَ لَيْسَ بِهَا
صَاحِبَةٌ لِمَنْ جَلَبَ لَهَا وَلْتَشْهَدِ الْخَبِيرُ
وَوَلْتَحْوَ الْمُؤْمِنِينَ فَلَمَّا قَامَتْ أُمُّ
عَلِيَّةَ سَأَلَتْهُ أَسَمِعْتَ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَتْ يَا بَنِي كَعْبٍ وَكَانَتْ
لَا تَدْرِيهَا إِلَّا قَالَتْ يَا بَنِي سَمِيعَةَ
يَقُولُ تَخْرِجُ الْعَوَاتِقُ وَذَوَاتِ
الْحُلْدُوسِ وَالْحَبِصُ وَلَيْسَ هَذَانِ الْخَبِيرُ
وَوَعْدَةُ الْمُؤْمِنِينَ وَتَعْنِي الْخَبِصُ
الْمُعْتَلُ قَالَتْ حَلَفْتُ فَقُلْتُ الْخَبِصُ
لَقَالَتْ أَلَيْسَتْ نَتِيَّةً لَهَا عَوْفَةٌ وَ
كَذَا وَكَذَا

بخاری

بیان کی کہ اس کے بہنوئی نے حضور علیہ السلام کے
بارہ غزوات میں شرکت کی۔ اور کچھ غزوات میں
بہن بھی آپ کے ساتھ تھی۔ تو ہم فوج میں زخم
کی مریم پٹی اور بیماروں کی خیر گیری کیا کرتے۔ ایک
بیری بہن نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ
میں سے کسی عورت کے پاس چادر نہ ہو اور وہ
دن بکلیے تو کچھ خرچ تو نہیں؟ حضور نے فرمایا: آپ
کہ اس کی ساتھ میں اپنی چادر اس کو بھی اور خالی
چاہیے۔ کہ عورتیں ثواب کے کاموں میں اور مسلمانوں
وہاں میں شریک ہوں۔ پھر جب ام عیسیٰ آئیں تو
نے ان سے پوچھا کہ تم نے یہ حدیث نبی علیہ السلام
سنی ہے؟ انہوں نے کہا میرا آپ آپ پھر یہاں
اور ام عیسیٰ جب بھی حضور کا ذکر کریں یہ حدیث
آپ پر قرآن ہو، میں نے حضور کو یہ فرماتے سنا
کہ کنواری جوان عورتیں اور پردہ والیاں اور
دایاں (جسد کے دن) نکلیں۔ اور ثواب کے کام
اور مومنین کی دعا میں شریک ہوں۔ اور عیسیٰ والہ
نماز کی جگہ سے علیحدہ رہیں۔ حضرت حنفیہ رحمہ
حائضہ پڑھیں بھی عید کا چاہیں۔ تو ام عیسیٰ نے
کیا حائضہ عورتیں عزت اور فلاح اٹال مقام
نہیں آئیں؟

ام بخاری نے اس حدیث کو عیدین و حج میں بھی ذکر کیا ہے۔ اور مسلم نے حیدرین میں اور
فوائد مسائل و نسائی و ابن ماجہ نے صلوٰۃ میں، عواقیق جمع عاتیقی کی ہے۔ شادی کے قابل عورت
برائی کے قریب ہوں یا جو گھر میں محروم ہو۔ یا جو کام کاج سے آزاد ہوں۔ ان کو عاتیق کہتے ہیں۔ حنفیہ
اس بڑی چادر کو کہتے ہیں۔ جس سے چہرہ اور سینہ وغیرہ بھپکے۔ الحبیہ و دعوتہ المسلمین
وعلقہ و بیعت کی مجالس و عیدین کسوف و خسوف کی غائیں مراد ہیں۔ قصہ مرثیہ خلفاء یہ یحییٰ بن عبد اللہ بن
الحی بن علی بن کوثر اطلالت بھی کہتے ہیں کی طرف منسوب ہے یہ بیتان کے امیر تھے۔

حدیث و مسائل ذیل کے مشتمل ہے۔

۱. حائضہ عورت کو ذکر و دعا کی مانعت نہیں ہے اور مستورات کو چادر یا پردہ کے بغیر باہر

یہی ہے (۳) عورتوں کو جمعہ و عیدین و مجالس و عطا و عیسوت میں پردہ کے اہتمام کے ساتھ جانا اور شریک ہونا
 حرام ہے (۴) بدعت مندرجہ شرعیہ عورتوں کو جہاد میں شریک ہونا اور زمینوں کی مرہم بنانا و تیار داری
 حرام ہے (۵) اہل حق اس جگہ کو کہتے ہیں جہاں لوگ جمع ہو کر نماز عید و غیرہ پڑھیں جیسے عید گاہ وغیرہ حضور علیہ السلام کے
 عید گاہ مسجد کے حکم میں نہ تھی اس لئے وہاں جائزہ عورتوں کو بھی حاضری کا حکم دیا گیا۔ ہمارے زمانہ میں گونا گویا عید گاہ
 عورتوں کو ہی ہوتی ہے۔ لہذا مسجد میں جائزہ عورت کا داخلہ جائز نہیں۔ ۱۶۔ پھر جائزہ عورتیں اگر عید گاہ میں حاضر ہوں۔ تو صرف
 عید کے شریک ہو جائیں۔ نماز نہ پڑھیں۔ تاہم

۱۱۔ حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا زمانہ مبارک، خیر و برکت کا زمانہ تھا۔ اور اس وقت نہ تو
 حاجت آج کی سی طرزی و فحاشی تھی۔ اور نہ عورتوں میں آج کا سافتر۔ پھر اس زمانہ میں مسلمان کم تھے اس
 لیے مسلمانوں کی شوکت کے اظہار کے لئے حضور علیہ السلام کی ہدایت تھی۔ کہ عورتیں حتیٰ کہ جائزہ عورتیں
 مجالس و عیدین میں شامل ہوں۔ لیکن اس کے بعد لوگوں میں وہ فحاشی اور پاک بازی نہ رہی۔ خود مستورات سے بھی
 یہ افعال سرزد ہونے لگے۔ جو ان کے شان و شوکت کے خلاف تھے۔ تو صحابہ کی ایک جماعت کی یہ رائے ہوئی کہ مستورات
 مجالس و عیدین میں حاضری کی ممانعت کر دی جائے۔

چنانچہ حضرت عائشہ صدیقہ نے فرمایا:-
 عورای رسول اللہ صلی اللہ علیہ
 و سلم ما احداث النساء بعد لمتعهن
 المساجد (یعنی ۲۷ ص ۱۳)

چنانچہ علامہ قسطلانی و علامہ نووی نے اسی حدیث کے ماتحت یہ لکھا ہے کہ خیر و عیدین عورتوں
 کی طرح بنائی سنگار کر کے بچھے دیوں کو مسجد میں آنے کی اجازت نہ دی جائے گی۔ کیونکہ فقہ کا خوف
 نہ ہو رہی ہے۔

قلت البوہر الفتوی علی المنع مطلقاً
 لا سيما فی الدیار المعاصریۃ
 (یعنی ۲ ص ۳۴)

یہ حال اگر عورت یہ ہو کہ عورتیں بناؤ سنگار کر کے مجالس و عطا میں آئیں۔ یا مسجد میں نماز پڑھیں
 اور شوکت سے فخر پھیلے تو پھر انہیں آنے کی اجازت نہ دی جائے۔ لیکن اگر پردہ کا معقول انتظام ہوا
 تو عورت بھی نہ ہو تو پھر نہ روکا جائے۔

بَابُ الْاِذَا حَاضَتْ فِي شَهْرٍ ثَلَاثٍ
 حَيْضٌ وَمَا يَصْدُقُ النِّسَاءُ فِي الْحَيْضِ
 وَالْقَوْلُ فِيهَا يُمْكِنُ مِنَ الْحَيْضِ يَتَوَلَّى اللَّهُ
 عَالِي وَلَا يَحِلُّ لَهَا أَنْ يَتَكَلَّمَ

باب اگر ایک ہی مہینہ میں عورت کو تین بار حیض
 آئے اس کے بارے میں ۱۲ اور حیض و حمل کے
 معاملہ میں عورت کی بات کو صحیح ماننے کے بیان میں
 جہاں تک ممکن ہو کیونکہ اللہ عز و جل

مَا خَلَقَ اللَّهُ فِي أَنْفُسِهِمْ

وَعَدَى

تے فرمایا۔ عورتوں کے لئے حلال نہیں کہ وہ اس کو چھپائیں
اٹھنے ان کے رمول میں پیدا کیا۔

اس آیت میں عورتوں سے فرمایا گیا کہ اگر وہ اللہ اور آخرت پر ایمان لائی ہیں۔ تو انہیں یہ حلال نہیں ہے
کہ وہ اپنے رمول کے ال کو چھپائیں۔ جس سے ثابت ہوا کہ عورت کو حیض و حمل کی حالت کا اظہار کر دینا لازم ہے
الہم نے اسی آیت کے مفہوم کے مطابق عنوان قائم فرمایا کہ آیت سے بد ثابت ہوا کہ حیض و حمل کے معاملہ میں عورت کی بات
مقبول ہے ورنہ ظاہر کر دینے سے فائدہ ہی کیا۔

وَمِنْكُمْ مَنْ يَخْتَفِي عَلَيْكَ وَتَشْرِي فِيهِ
جَنَاحُكَ يَبْتَغِي قِتْلًا لَكَ أَهْلُهَا
يَمْنَعُ يَوْمَئِذٍ دِيْنَهُ لَكُمْ حَاضَتٌ تَلْذُثُ
فِي مَشْرِطٍ صَدِيقَتٌ

وَعَدَى

اور حضرت علی رضی اللہ عنہ سے تفسیر سے نقل کیا گیا ہے کہ
عورت اپنے خاص گھر میں رہنے والے ویدار افراد کی گواہی
پیش کرے کہ اس کو ایک مہینہ میں تین بار حیض آیا ہے
اس کی بات مان لی جائے گی۔

حضرت شریح بن حارث الکندی کو جناب فاروق اعظم رحمہ اللہ نے کوثر کا قاضی مقرر فرمایا
نوامد مسائل آپ کی ایک سو بیس برس کی عمر ہوئی۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم نے بھی انہیں
منصب پر بحال کر دیا (۲) مذکورہ بالا تفسیر کو دارمی نے موسولاً بیان کیا کہ ایک عورت کو اس کے خاندان سے
للاق و س و ی۔ پھر کچھ عرصہ بعد اس سے رجوع کرتا چاہا۔ تو عورت نے کہا۔ مجھے ایک ماہ میں تین بار حیض
ہو گیا ہے۔ یعنی میری عدت گزر چکی ہے۔ اب تمہیں رجوع کا حق نہیں ہے۔ یہ مقدمہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خدمت میں
پیش ہوا۔ تو آپ نے قاضی شریح کو حکم دیا کہ تم فیصلہ کر دو۔ انہوں نے فیصلہ کیا کہ اگر اس عورت کے خاندان
رشتہ داروں میں کوئی برہنہ ہو۔ انت دار بہ گواہی دے کہ اس کو ایک ماہ میں تین بار حیض آئے۔ اور یہ ہر حیض کے
پاک ہو کر ثمانہ پڑتی رہی۔ ہے تب تو اس کا قول قابل قبول ہوگا ورنہ عدت پوری ہو گئی۔ اور اب خاندان
رجوع کا حق نہیں ہے۔ اور نہ تمہیں یہ فیصلہ سن کر حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کہا۔ قتالون یعنی یہ فیصلہ درست ہے۔ (۳) اے
مدعی نزل کا ایک نقطہ ہے جس کے معنی ٹھیک اور درست کے ہیں۔

(۲) یہ اثر عثمان کے مطابق ہے کہ جو کہ عنوان یہ تھا کہ حیض کے متعلق عورت کی بات مان لی جائے گی۔ جب کہ اتنی
مہینہ حیض آئے مگر ہوں۔ چنانچہ ایک ماہ میں تین دفعہ حیض آگیا جانا ممکن ہے۔
و اما جو کہ عثمان بن مسعود حضرت امام مالک رحمہ اللہ علیہ کے مذہب کے موافق ہے۔ لیکن حضرت امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ
کے مذہب کے موافق نہیں ہے۔ اس احوال کی تفصیل یہ ہے۔

(۳) کہ حضرت امام مالک علیہ الرحمۃ کے نزدیک حیض و طہر کی کم از کم مدت مقرر نہیں۔ اور اس میں عورت کو
بیان کر لینا وہ معتبر ہے۔ لہذا امام مالک کے نزدیک ایک ماہ میں تین بار حیض آسکتے ہیں۔ اور اگر عورت وہ
کرے تو وہ بول کر کیا جاسکتا ہے۔
و اما شافعی رحمہ اللہ کے نزدیک حیض کی کم سے کم مدت ایک دن اور ایک رات ہے۔ اور طہر کی کم سے
مدت پندرہ دن ہیں اور عدت بھی ان کے نزدیک اظہار سے شروع ہوتی ہے۔ تو ان کے نزدیک وہ

دن کے لئے اور ۲ دن حیض کے لئے ہوتا ضروری ہیں۔ لہذا امام شافعی رحمہ اللہ کے نزدیک ۷ دن ہی عادت پوری ہوگی۔
 اگر یہ فرض کیا جائے کہ شوہر نے آخر طہر میں طلاق دی ہے۔ تو اب وہ طہر اور عین حیض کی ضرورت ہوگی اس حساب سے
 ہر شہر کے نزدیک ۲۳ دن میں عادت پوری ہو سکتی ہے۔

یہ سیدنا امام اہل بیت علیہم السلام کے نزدیک حیض کی کم سے کم مدت تین دن اور تین راتیں ہیں۔ یعنی پورے ۷۲ گھنٹے
 تک منقطع بھی اگر کم ہے تو حیض نہیں۔ اور زیادہ سے زیادہ دس دن اور دس راتیں ہوں۔ اور طہر
 کم سے کم مدت پندرہ دن ہے۔ اس حساب سے احتیاط کے نزدیک ۷۰ دن عادت کے لئے
 ہیں۔ اور یہ بھی ممکن ہے کہ اثنائیس (۳۹) دن میں عادت گزر جائے کیونکہ تیس حیض کی اقل مدت نو دن ہوں
 گئے۔ اور وہ طہر کی تیس دن۔ یوں ۳۹ دن میں بھی عادت کو تین حیض اُم کہتے ہیں۔ تاہم
 پس اگر عورت ۴۹ دن یا ۶۰ دن میں عادت گزرنے کا دعویٰ کرے۔ تو قسم کے ساتھ اس کا قول
 لیا جائے گا۔

وَقَالَ عَطَاءٌ أَفْرَأُهَا مَا كَانَ قَبْلَ
 قَالَ لَا بُدَّ مِنْهُ
 اور حضرت عطاء نے فرمایا کہ عادت سے پہلے جو
 اس کے حیض کے دن تھے وہی نہیں گئے۔ ابراہیم نخعی کا
 بھی یہی قول ہے

یعنی طلاق دینے سے پہلے جتنے دن اسے حیض آنے کی عادت تھی۔ اتنے دن ہی اس کی عادت کے مطابق
 عادت کے بعد بھی شمار کئے جائیں گے۔ تو اگر وہ عادت گزرنے کا کسی مدت میں دعویٰ کرے۔ جو اس کی عادت کے خلاف
 ہے تو عورت کا قول نہیں مانا جائے گا۔ یہ حضرت عطاء و ابراہیم نخعی کا قول ہے
 اس تعیین کو امام عبدالرزاق نے بھی اسی طرح، علی عطاء و مسل کیا۔

وَقَالَ عَطَاءٌ أَلْحَيْضُ يَوْمَ رَأَى
 حَمْسَةَ عَشَرَ
 اور عطاء نے فرمایا۔ حیض ایک دن سے لے کر پندرہ
 روز تک ہوتا ہے۔

یعنی حضرت عطاء کے نزدیک حیض کی کم سے کم مدت ایک دن اور زیادہ سے زیادہ پندرہ دن ہے۔ امام شافعی
 رحمہ اللہ کا بھی یہی مسلک ہے۔ اس طریق کو امام شافعی نے سند صحیح کے ساتھ وصال کیا ہے۔

وَقَالَ مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ قَالَ
 سَأَلْتُ أَبَا سَعْدٍ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ
 الدَّمُ يَنْتَفِئُ كَرُشْمَا يَنْتَفِئُ سَوْدًا يَأْكُلُ
 الْبُخَارَ أَغْلَمَ مِنْ ذَلِكَ
 اور حضرت محمد بن عبد اللہ نے اپنے باپ میلان سے ذکر کیا۔ انہوں نے
 کہا کہ میں نے محمد بن سیرین سے پوچھا۔ اگر عورت پاک ہوئے
 کچھ باغی روز بعد پھر خون دیکھے؟ انہوں نے کہا تو میں
 ان باتوں کو خوب جانتی ہوں۔

یعنی عورت اپنی عادت سے خوب واقف ہے۔ تو اگر عادت عادت اس کی یہی ہے کہ باغی روز کے
 بعد اس کو حیض آیا کرتا تھا۔ تو یہ حیض ہی گنا جائے گا۔ اور اس معاملہ میں عورت کی بات مانی جائے گی
 اس کے بعد امام نے جو حدیث لکھی ہے۔ اس کا ترجمہ یہ ہے کہ عاتکہ بنت ابولہیش نے حضور علیہ السلام
 سے پوچھا۔ مجھ کو استحاضہ کی بیماری ہے کیا میں نماز چھوڑ دوں؟ فرمایا نہیں تو ایسا کر

رَجِي الصَّلَاةَ قَدْ رَأَى الْيَاكُمُ الْيَتِي كُنْت
تَصِفِينَ نِيْمَةً لَمْ تَعْقِلِي وَصَلِي

کہ اس بیماری سے پہلے جتنے دن تجھے حیض آیا کرتا تھا اتنے دن نماز چھوڑ دے۔ پھر غسل کر اور نماز پڑھ

یہ حدیث باب الاستحاضہ اور باب غسل الدم میں گندہ مکی ہے۔ اور وہاں اس کی پوری تفسیر و ترجمہ ہے۔ مطلب حدیث یہ ہے کہ جسے استحاضہ کی بیماری ہو وہ عادت کے مطابق جتنے حیض کے دن ہوتے دن نماز نہ پڑھے۔ پھر غسل کر لے اور نماز پڑھتا رہے۔ مگر ان سے حدیث ہذا کی مناسبت واضح ہے۔ یعنی حیض کے معاملہ میں عورت کی عادت کا اعتبار کیا جائے گا۔

بَابُ الطَّهْرَةِ وَالْكُلَّةُ فِي غَيْرِ
أَيَّامِ الْحَيْضِ.

باب حیض کے دنوں کے علاوہ اور دنوں میں خاکی اور زردی طہارت کے آنے کے متعلق

عَنْ أُمِّ عَطِيَّةَ كَأَنَّ كَيْتًا لَا تُعَدُّ
الْكُلَّةَ وَالطَّهْرَةَ شَيْئًا

ام عطیہ رضی اللہ عنہا نے کہا کہ ہم خاکی اور زرد رنگ کی طہارت کو (حیض) نہیں گنتے تھے۔

خون حیض کے رنگ

داغ ہو کر حیض کے چھو رنگ ہیں۔ سیاہ، سرخ، سبز، زرد، گدلا اور ٹیلا سفید رنگ کی طہارت حیض نہیں۔ تو اگر دس دن کے اندر طہارت میں ذرا بھی میلان ہے۔ تو وہ حیض ہے۔ اور دس دن رات کے بعد بھی میلان باقی ہے۔ تو عادت والی کے لئے جو دن عادت کے ہیں حیض اور عادت کے بعد والے استحاضہ اور اگر کچھ عادت نہیں۔ تو دس دن رات تک حیض ہے باقی استحاضہ (۲) حضرت ام عطیہ کے مذکورہ بالا ارشاد کا مطلب یہ ہے کہ اگر عورت کو اپنی عادت کے مطابق جتنے دن خون آتا ہے۔ ان دنوں میں اگر خون کا رنگ بدل جائے۔ خاکی یا زرد یا لال ہو جائے۔ تو وہ حیض ہی سمجھا جائے گا۔ اور جب حسب عادت مستمرہ حیض کے دن پورے ہو جائیں اور وہ تباہے۔ پھر خاکی یا زرد کی مائل طہارت خارج ہو تو یہ حیض میں شمار نہ ہوگی۔ اس طہارت کے نکلنے سے نماز نہ چھوڑے۔ تاہم

حضرت ام احمد وام شافعی وام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا یہی مسلک ہے (فتح الباری و مسطابانی) (۲) حدیث ہذا کو ابو داؤد ابن ماجہ و نسائی نے کتاب الطہارت میں ذکر کیا ہے۔

بَابُ عَرَقِ الْإِسْتِحْضَاءِ

باب استحاضہ کی رگ کے بیان میں

استحاضہ کا خون ایک رگ سے آتا ہے جس کو مری میں عاقل کہتے ہیں۔

عَنْ عَائِشَةَ أَنَّ أُمَّ حَبِيبَةَ
اسْتَحِضَتْ سَبْعَ يَوْمٍ قَسَا لَتْ
رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
عَنْ ذَلِكَ فَأَمَرَهَا أَنْ تَغْتَسِلَ
فَقَالَتْ لَهَا عَرَقٌ لَكَ كَأَنَّكَ تَغْتَسِلُ
بِكُلِّ صَلَاةٍ (بخاری)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ ام حبیبہ کو سات برس تک استحاضہ رہا۔ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کے متعلق سوال کیا۔ آپ نے فرمایا غسل کر لے۔ پھر فرمایا یہ رگ ہے (یعنی ایک رگ) کا خون ہے حیض نہیں ہے۔ تو ام حبیبہ رضی اللہ عنہا ہر نماز کے لئے غسل کیا کرتیں

قائد و مسائل اس حدیث کو امام سلم ترمذی، نسائی و ابوداؤد نے کتاب الطہارت میں ذکر کیا ہے (۲) امام حبیہ بنت جحش، حضرت زینب ام المومنین کی ہمیشہ ہیں۔ اور عبد الرحمن بن عوف کی بیوی ہیں۔ واقفی نے کہا۔ ان کا نام حبیبہ اور کنیت ام حبیب ہے (تیسرا بار) ۳) احمد بن حنبل نے غائبہ کی بیوی کے نام یہ ہیں۔

ام حبیبہ بنت جحش۔ فاطمہ بنت ابی جحش۔ سہلہ بنت مسطل۔ رسولہ بنت زید (مسطلانی) ۴) ام حبیبہ نے حضور علیہ السلام سے دریافت کیا کہ میرے لئے نماز کے متعلق کیا حکم ہے؟ آپ نے فرمایا: غسل کرو یعنی جب حسب عادت جب غسل کے دن پورے ہو جائیں۔ تو اس کے بعد غسل کرو۔ پھر ہر نماز کے لئے ہنوکہ کے نماز پڑھتی رہو۔

واقع ہو کر مستحاضہ کے لئے یہ واجب نہیں ہے کہ وہ ہر نماز کے لئے غسل کرے۔ ہاں اگر وہ ہر نماز کے لئے غسل کرے۔ تو اس میں زیادہ پاکیزگی ہے۔ چنانچہ حضرت ام حبیبہ اپنی خوشی سے ہر نماز کے لئے غسل کیا کرتی تھیں۔ حضور علیہ السلام نے انہیں ہر نماز کے لئے غسل کا حکم نہیں دیا تھا۔ جیسا کہ ترمذی شریف میں اس کی تصریح ہے کہ حضور علیہ السلام نے انہیں ہر نماز کے لئے غسل کرنے کا حکم نہیں دیا تھا۔ بلکہ وہ اپنی خوشی سے ایسا کرتی تھیں۔ ہاں اگر ہر نماز کے لئے غسل کیا جائے جیسا کہ صحیحہ میں تصریح ہے تو حرج نہیں بلکہ مستحب ہے۔ اور حدیث ابوداؤد میں ہر نماز کے لئے غسل کی جو ہدایت ہے۔ وہ مذہب و استحباب پر معمول ہے۔ وجوب پر نہیں چلتا۔ چنانچہ اس ترمذی میں ہے:-

ان اغتسلت لكل صلوٰۃ و احوط لها ان توشأت لكل صلوٰۃ اجتناباً باب المذبح آفة تجبض بعد الافاضة طواف الافاضة کو کرنا افضل ہے۔ یہ طواف فرض ہے اور حج کا دو سہارا رک ہے۔ اس طواف زیارت بھی کہتے ہیں۔ تو اگر طواف زیارت سے ناسخ ہو کر عورت کو حیض آجائے۔ تو اس کو طواف و طواف حاکم کے کہہ کر طواف کو طواف کرنا منوع ہے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے عرض کی یا رسول اللہ صغیرہ بنت جحش کو حیض آگیا ہے حضور نے فرمایا:- شاید وہ یہیں روک رکھے گی (یعنی مہینہ چلنے سے) کیا اس نے تمہارے ساتھ طواف افاضہ نہیں کیا؟ انہوں نے کہا ہاں طواف افاضہ تو کر چکی ہیں۔ فرمایا تو پھر چائیں (یعنی اب انہیں طواف و طواف کے لئے رکنہ کی ضرورت نہیں ہے)۔

اس حدیث کو مسلم نے حج میں اور نسائی نے حج و طہارت میں ذکر کیا ہے (۲) حضرت ام المومنین صفیہ بنت یحییٰ بن اخطب بنی اسرائیل سے ہیں۔

ان کے دادا اخطاب جناب نبوی صلی اللہ علیہ السلام کے بھائی یا دون علیہ السلام کے نواسے تھے۔ حضرت صفیہ کنت بن ابی الحقیق کی بیوی تھیں۔ یہ ملزومہ شیرازہ محرم شہر میں قتل ہوا۔ اور حضرت صفیہ قہد ہوئیں۔ اور وہ حج مکہ کے حصہ میں آئیں۔ پھر حضور نے ان کو وجہ سے سات یا نو غلاموں کے عوض خرید لیا۔ یہ اسلام لے آئیں۔ حضور نے ان کو آزاد کر کے شریعت زوجیت بخش۔ لہذا ان کا مہران کا حق قرار دیا۔ زمانہ امیر معاویہ رحمۃ اللہ علیہ میں ان کا انتقال ہوا۔ شیخ غرقدمس دفن ہوئیں۔ حضرت انس و ابن عمر وغیرہ ان کے شاگرد ہیں۔ ان سے ۱۰ حدیثیں مروی ہیں۔ ان میں سے ایک بخاری میں ہے (یعنی ۲۶ ص ۱۲)

عَنْ عُبَيْدِ اللَّهِ بْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ
سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ
حَاضَتُ وَكَانَ ابْنُ عُمَرَ يَقُولُ
فِي أَقْلٍ أَمْوَالُهَا لَا تَنْفَعُ ثُمَّ
سَمِعْتُهُ يَقُولُ تَنْفَعُ إِنْ دُعِيَ اللَّهُ
صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَتُخَصَّصَ
لَهَا.

حضرت عبداللہ بن عباس نے فرمایا۔ عورت کو جب حیض آجائے۔ تو اس کو بغیر طہارت و دراح کے وہیں ہو جانے کی اجازت ہے۔ اور حضرت ابن عمر شروع میں یہ کہتے تھے کہ وہ رطوات و دراح کے بغیر وہیں نہ ہو۔ پھر طہارت میں نے کہا میں نے ان سے سنا کہتے تھے کہ وہیں ہو جائے کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عورتوں کو اس کی اجازت دی ہے۔

حدیث نمبر ۱۱۱۱ اور اثر عبداللہ بن عمر و عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے ثابت ہوا کہ طہارت و دراح کے بعد اگر عورت کو حیض آجائے تو طہارت و دراح اسے صاف ہے۔ یہ بھی معلوم ہوا کہ بالغہ کو طہارت کبہ جائز نہیں۔ حضرت عبداللہ بن عمر کو جب تک حدیث نبوی نہ پہنچی تھی۔ اس وقت تک وہ عائشہ کو طہارت و دراح سے پہلے مکہ سے جانے کی اجازت نہ دیتے تھے لیکن جب انہیں حکم نبوی کی اطلاع ہوئی تو انہوں نے رجوع کر لیا اور اپنی ماں کو حکم نبوی پر ترجیح دیا۔

باب جب مستحاضہ حیض سے پاک ہو جائے
حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ وہ غسل کر کے نماز پڑھے۔ اگرچہ ایک ہی گھڑی دن باقی ہو۔ اور اس خائفہ اس سے صحبت کر سکتا ہے جب وہ نماز پڑھتا ہے تو نماز بڑی چیز ہے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ جب حیض آنے لگے تو نماز چھوڑ دے اور جب حیض بند ہو جائے۔ تو اپنے رمل سے خون دھو ڈال اور نماز پڑھ

بَابُ إِذَا دَارَتْ الْمُسْتَحَاضَةُ الطُّهْرَ
۱۱ قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ تَغْتَسِلُ وَتُصَلِّي
وَتُؤَدِّي سَلَفَةَ تَيْمَمٍ قَبْلَ رِيَاءِ تَيْمَمِهَا
تُدْجِيهَا إِذَا صَلَّتِ الصَّلَاةَ
أَعْقَبُ.
۱۲ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا قَالَتْ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى
اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا أَقْبَلَتِ الْحَيْضَةُ
فَدَعِي الصَّلَاةَ وَإِذَا دَبَرَتْ فَخُطْبِي
عَنْكَ النَّفْسُ وَصَلَّى (بخاری)

اس تعلیق کو ابن ابی شیبہ اور دارمی نے وصل کیا۔ حضرت ابی

سیدنا ابی ہاشم سے پوچھا تھا کہ مستحکم کیا حکم ہے تو آپ نے فرمایا۔ جب تک حیض کا خون آنے نماز نہ پڑھے۔ جب پاک معلوم کرے۔ اگرچہ ایک گھڑی دن ہو تو تہالے اور تانہ پڑھے۔ مطلب یہ کہ عورت کو خون حیض واسطہ میں فرق معلوم ہوتا ہے۔ وہ پہچان لیتی ہے کہ یہ استحاضہ کا خون ہے اور یہ حیض کا۔ تو جب حیض کا خون بند ہو جائے تو غسل کرے اور نماز پڑھے (۱۱) نیز مستحاضہ عورت سے قاعدہ کا صحبت کرنا جائز ہے یعنی جب غسل کر کے نماز پڑھنا درست ہے۔ تو قاعدہ کو محارح کرنا بطریق ادنیٰ درست ہوا۔ چھوڑنا فقہار و عامہ علماء کا یہ ہی مسلک ہے (یعنی جہ ۱۱)

حدیث ترمذی سے معلوم ہوا کہ مستحاضہ عورت پر نماز واجب ہے۔ اس سے امام بخاری علیہ الرحمۃ نے یہ مسئلہ فرمایا ہے کہ جب مستحاضہ کو نماز پڑھنا واجب ہے۔ تو اس سے جماع کرنا بھی جائز ہوتا ہے۔ حدیث ترمذی میں

فَاعْمَلْ عَنْكَ الْمَرْءُ مَعْنَى خُلِّ كَرْنِ كَعْمَلِ - فَاَقْمِ
هَاتِي الصَّلَاةَ عَلَى الْفُتُوءِ وَتُسْتَمْتَا

عَنْ مَسْرُوعٍ ابْنِ جُنْدُبٍ أَنَّ امْرَأَةً
مَرَّاتٍ بَنِي لَبْعَنَ فَصَلَّى عَلَيْهَا الْيَوْمَ صَلَّي
اَللّٰهُ عَلَيْهَا وَتُسَلِّمُ فَقَامَ وَتُسَلِّمُ

۱۱۔ ابی نفاس والی عورت کی نماز جنازہ پڑھنا
حضرت سمروہ بن جندب سے مروی ہے کہ ایک
عورت (ام کہب) زچگی میں سرگئی تھیں۔ تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم
نے ان کی نماز جنازہ پڑھی۔ آپ جنازہ کے وسط
میں کھڑے ہوئے۔

۱۲۔ عبد اللہ بن مسعود نے کہا کہ میں نے اپنی
خالہ میمونہ سے سنا۔ کہ جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی
نوجہ تھیں۔ جب وہ حیض سے ہوتیں تو نماز نہ پڑھتیں۔
اور حضور کی جائے نماز کے سامنے لٹی نہیں۔ اور حضور
نماز پڑھتے ہوئے۔ جب آپ سجدہ کرتے تو آپ کا
پہرہ کپڑا اٹھ کر لگ جاتا۔

۱۳۔ قَالَ مَعْبُودٌ غَالِيَتِي مَيْمُونَةُ تَفْعَمُ
الْبَنِي صَلَّي اَللّٰهُ عَلَيْهٖ وَسَلَّمُ اَلَهَا كَانَتْ
تَكُونُ حَالِئًا لَا تَصَلِّي وَهِيَ مُفْتَرِشَةٌ
يُحْدِثُ اَوْ تَسْجُدُ رَسُوْلُ اَللّٰهُ صَلَّي اَللّٰهُ
عَلَيْهٖ وَسَلَّمُ وَهُوَ يَصَلِّي عَلَى خُمُرَتِہٖ اِذَا
تَسْجَدُ تَصَابِيْیَ بَعَثَ نَوِيْہَ

۱۴۔ حضرت سمروہ بن جندب بن ہلال قرظی بڑے عالم اور حافظ تھے۔ زید نے ان کو چھ ماہ
قائد و مسائل امریکا اور چھ ماہ کوڈ کا حاکم مقرر کیا تھا۔ شہرہ میں ان کا انتقال ہوا۔ ان سے ۱۲۳ حدیثیں
مروی ہیں۔ جن میں سے چار بخاری میں ہیں (۱۴) اس حدیث کو امام نے کتاب الجنائز میں بھی ذکر کیا ہے۔ اور مسلم
ترمذی ابن ماجہ اور نسائی نے بھی کتاب الجنائز میں ذکر کیا ہے (۱۵) مانت فی بطن کا مطلب یہ ہے کہ وہ عورت
پیش کی بیماری میں سرگئی تھیں۔ کلام عرب میں فی کا استعمال ظرفیت کے لئے بھی ہوتا ہے۔ اور سمجھت
کے لئے بھی۔ یہاں سمجھت کے لئے ہے جیسا کہ حدیث میں آیا عذیت امساقہ فی ہوسقہ۔ کہ ایک عورت
کو بی کے سبب عذاب ہوا۔ ملاحظہ کرنا کہ فرمایا مانت فی بطن (زچگی میں سرگئی) کی حالت میں
امام بخاری نے عنوان نفاس کا باندھا ہے (۱۶) اس حدیث سے ثابت ہوا کہ عورت زچگی کی حالت میں
مرحومے اس کا بھی جنازہ پڑھا جائے اور ان لوگوں کے خیال کی تردید ہے جو کہتے ہیں کہ آدمی موت سے

ہو جاتا ہے۔

حدیث نمبر ۱ کے مسائل یہ ہیں۔

۱۔ مسجد رسول اللہ سے مسجد بیت مراد ہے یعنی گھر میں جو جگہ نماز پڑھنے کے لئے مقرر کرتے ہیں۔
 ۲۔ مسجد بھی کہتے ہیں (۱۰) قمرہ، وہ چھوٹا مصلیٰ ہے جو محراب کی شانوں سے بنا ہو (۱۱) صورت یہ تھی کہ حضرت
 ام المومنین میمونہ حالتہ نقیص۔ اور حضور کے حجر مبارک میں لیٹی ہوئی تھیں۔ حضور نماز پڑھ رہے تھے۔ تو کبھی
 کے کپڑے حضور سے چھو جاتے تھے۔ اس سے ثابت ہوا کہ حالتہ کا جسم ناپاک نہیں ہوتا۔ ۱۲ نماز جنازہ میں
 امام کہاں کھڑا ہو اس میں متحد وقول ہیں۔ اجناس کے نزدیک میت خواہ مرد ہو یا عورت، امام کو اس کے سینے کے
 با مقابل کھڑا ہونا چاہیئے۔

امام بخاری نے عنوان باتصا ہے کہ جو کثرت زنجی میں مریضے۔ اس کی نماز جنازہ پڑھی جائے اور یہ کہ
 کا طریقہ یہ ہے کہ عورت کے وسط میں کھڑ ہو۔ علامہ عینی نے لکھا ہے۔ کہ امام بخاری کو یہ مسئلہ کتاب الحج
 لکھنا چاہیئے تھا۔ کتاب الحج میں اس کا ذکر غیر مناسب ہے۔ بعض شافعیوں نے فرمایا کہ امام بخاری کا مقصود
 عنوان سے یہ بتانا ہے کہ مومن جس میں ہوتا یہ ہی وجہ ہے۔ کہ حالت حیض و نفاس میں مریضہ دالی عورت کا
 حضور نے جنازہ پڑھا۔ پھر حدیث میمونہ رضی اللہ عنہا سے معلوم ہوا کہ حالتہ کا جسم ناپاک نہیں ہوتا۔
 آپ کا کپڑا حضور کے جسم مبارک سے مل کر تھکا جس سے معلوم ہوا کہ حالتہ کا جسم ناپاک نہیں ہوتا۔

کتاب البیض اس حدیث پر ختم ہو گئی۔ کتاب البیض میں کل ۱۴ حدیثیں ہیں۔ ان میں
فائدہ ۱۔ مکرر ہیں۔ موصول ۱۰ اور باقی معلق اور متابع ہیں۔ اور بلا تکرار کل ۲۵ حدیثیں ہیں۔ اللہ اعلم
 معلق اور باقی موصول میں ۳

۳

کتاب التیمم

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

اعت میں تیمم کے معنی قصد کرنے کے ہیں۔ اور شرع میں تیمم پاک مٹی سے منہ اور ہاتھ کے
 کرنے کو کہتے ہیں۔ اس حکم کے تحت امام نے پارہ ۶ سورہ ائذہ کی آیت لکھی ہے تیمم کے ذکر سے یہ بتانا مقصود ہے
 تیمم کا مسئلہ آیت سے ثابت ہے اور حدیث میں بھی آیت کا ذکر ہے وہ یہ ہی آیت ہے

اِنَّ اللہَ عَزَّ وَجَلَّ کا ارشاد ہے: پھر اگر تم پانی
 تو پاک مٹی کا قصد کرو۔ تو اپنے منہ اور ہاتھوں
 اسے مسح کرو۔

ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا
 مروی ہے۔ فرماتے ہیں ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
 ساتھ ایک سفر میں گئے۔ یہاں تک کہ جب یہ

وَقَوْلِ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ ذَلِكُمْ تَعْبُدُوا مَا
 تَقِيْمُوْا صَعِيْدًا طَيِّبًا فَاَمْسِكُوْا بِوُجُوْهِكُمْ
 وَاَيْدِيْكُمْ فَمَا يَكْفِيْكُمْ

عَنْ عَائِشَةَ زَوْجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ
 عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَتْ خَرَجْنَا مَعَ رَسُوْلِ
 اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَبَقِيَ نَفْسًا

حَتَّى إِذَا كُنَّا بِالنَّجْدِ وَأَوْبَدْنَا
الْبَحْثِ الْقَطْعَ عَقَدْنَا فَأَقَامَ رَسُولُ
اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى الْيَمَلِ
وَأَقَامَ الْقَوْمُ مَعَهُ وَلَبَّسُوا عَلَى مَاءٍ
فَنَالُوا الْقَوْمَ إِلَى أَبِي سُبَيْحٍ وَابْنِ
فُعَالٍ وَالْأَشْرَافِ مَا صَنَعَتْ عَائِشَةُ
أَقَامَتْ بِرَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ وَالْقَوْمُ وَلَبَّسُوا عَلَى مَاءٍ وَ
لَبَّسَ مَعَهُمْ مَاءٌ نَجْدًا أَبُو سُبَيْحٍ
رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاصْبَحَ
لَأَسَةِ عَلَى فُعَالٍ قَدْ نَاهَوْهَا فَكَبَسَتْ
رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
وَالْقَوْمُ وَلَبَّسُوا عَلَى مَاءٍ وَ لَبَّسَ
مَعَهُمْ مَاءٌ فَقَالَتْ عَائِشَةُ فَقَالَتِي
أَبُو سُبَيْحٍ وَقَالَ مَا شَاءَ اللَّهُ أَنْ يَقُولَ
وَجَعَلَ يَطْلَعُ عَنِّي بَيْدًا فِي خَارِجَتِي
خَلَاةٍ تَخْرُجُ مِنَ الْقَهْرِ الْإِمَكَاتِ
رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
عَلَى نَجْدٍ فَقَامَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَيْثُ أَصَابَهُ عَلَى غَيْرِ مَاءٍ
فَاسْتَوَى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ آيَةَ الْكَيْسِ
فَقَبِلَتْهُ فَقَالَ أَسَدُ نَابِئِ الْحَضَرِ
مَا هِيَ يَا قُلُوبُ بَرَكْتَ كَمَا أَلِ أَبِي سُبَيْحٍ
قَالَتْ فَبَعَثْنَا الْبَعِيثَ الَّذِي كُنْتُ عَلَيْهِ
فَأَصْبَحْنَا أَيْقَدًا نَحْنُ

(بخاری)

یاد اوقات الجیش میں پیچھے۔ تو میرا مارا کر گیا۔ رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم اس کی قاتل میں ٹھہر گئے۔ اور
لوگ بھی وہاں پانی نہ تھا۔ لوگ حضرت ابو بکر
صدیق کے پاس آئے اور کہنے لگے۔ تم نے دیکھا
کہ صدیق نے کیا کیا؟ حضور کو اور سب کو ٹھہرایا اور
نہاں پانی ہے نہ لوگوں کے ساتھ پانی ہے۔ یہ سن
کر ابو بکر نے آگے۔ اور حضور علیہ السلام میرے نہ اوپر سر
رکھے ہوئے آرام فرما گئے اور کہا۔ تو نے رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم اور لوگوں کو روک لیا۔ حالانکہ نہ
یہاں پانی ہے اور نہ لوگوں کے ساتھ پانی ہے حضرت
عائشہ فرماتی ہیں۔ حضرت ابو بکر نے مجھ پر قہار
کیا۔ اور جو چاہا اللہ نے وہ انہوں نے کہا۔ اور اپنے
خاتم سے میری کمر میں کو چننا شروع کیا۔ اور مجھے
حرکت کرنے سے کئی چیز مانع نہ تھی کہ حضور کامرے
نہ اوپر آرام فرما۔ تو جب صبح ہوئی۔ اسی جگہ
یہاں پانی نہ تھا۔ حضور آگے۔ اللہ تعالیٰ نے
تیمم کی آیت نازل فرمائی۔ اور لوگوں
نے تیمم کیا۔

اسید بن حفیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ
نے کہا۔ اسے اہل البکرہ: یہ کوئی تہاری
پہلی برکت نہیں رہا۔ ایسی برکتیں تم سے
ہوتی ہی رہتی ہیں

حضرت عائشہ فرماتی ہیں۔ پھر ہم نے
سواری کا اونٹ اٹھایا۔ جس پر میں سوار تھی۔ تو
اس کے پیچھے سے مارا گیا

۱۲۔ اس حدیث کو امام نے کتاب الشکاح و تنبیہ محاربین میں ذکر کیا اور مسلم و نسائی
فوائد مسائل نے بہارت میں ۲۲۰، ابوداؤد و ابویوسف۔ یہ دونوں کتب اور مدنیہ کے درمیان حدیث
میں۔ اور کلمہ شکر کے لئے ہے یعنی ان دونوں مقاموں میں ایک مقام پر جب قیام ہوا۔ تو حضرت عائشہ
صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا ہاتھ مارا۔ اور وہاں پانی تھا نہیں۔ لوگوں نے

تلاش بھی کیا۔ مگر نہ ملا تا کہ تمیم کا حکم آگیا۔ اور اس بار کے گم ہونے اور وہاں پر حضور کے قیام کرنے کی وجہ سے تمیم کا مسئلہ معلوم ہو گیا (۱۲) حضرت امیر بن حصیر نے کہا۔ یہ تمیم کی رخصت اور آسانی جو صحیح ملی ہے۔ اس کا سبب حضرت ابو بکرؓ کا گھرانا ہے۔ اور یہ کوئی نئی بات نہیں۔ ایسی کئی برکتیں ان کے گھرانے کے سبب ہیں ملی ہیں۔ اس سے معلوم ہوا کہ صحابہ کرام کا یہ عقیدہ تھا کہ نیک اور صالح افراد اللہ کے رحمتوں اور برکتوں کا سبب بنتے ہیں۔ اور ان کے وجود کی برکت سے مشکل آسانی ہوتی ہیں (۱۳) سفر غزوہ نبی المصطفیٰ کا تھا۔ جس کو غزوہ بدر بھی کہتے ہیں۔ جو سلسلہ میں ہوا تھا۔ قطعاً انکے سفر غزوہ میں ہوا (۱۴) یہ بار جو گم ہوا کہتے ہیں کہ اس کی قیمت بارہ درہم تھی (۱۵) یہ بھی معلوم ہوا کہ حضور اس آیت کے اترنے سے پہلے واجب تھا۔ یہ بھی وجہ ہے کہ ایسے مقام پر ٹھہرنا صحابہ کو ناگوار تھا۔ جہاں پانی نہ تھا۔ اور حضرت ابو بکرؓ نے اسی بنا پر جناب عائشہؓ پر خطاب فرمایا کہ اس جنگ قیام سبب وہی تھیں (۱۶) چنانچہ تمام اہل منادی نے اتفاق کیا ہے کہ حضور علیہ السلام نے جب سے غزوہ بدر ہوئی ونبوہی سے پڑھی ہے (۱۷) آیت میں مَثَلُ مَوْتَا کے لفظ سے معلوم ہوا کہ تمیم میں نیت فرض ہے۔ تمام اگر لایبی دل ہے کیونکہ مَثَلُ مَوْتَا کے معنی اقصاء کے ہیں۔ البتہ امام زفرؒ اور انہی کے متفق یہ کہا جاتا ہے کہ وہ تمیم میں نیت ضروری نہیں سمجھتے (۱۸) مال کا تلف کرنا منع ہے۔ اگرچہ وہ معمولی قیمت کا ہار گم ہوا۔ تو حضورؐ نے اس کو تلاش کرنے کی ہدایت کی (۱۹) تمیم کے حال میں متعدد دست اور بیس مسافر و متعمم حوث اور جنگی سب ہمارے ہیں۔ یعنی جب بھی پانی پر قدرت نہ ہو۔ ان سب کو تمیم کرنا واجب ہے (۲۰) حورثوں کے ساتھ بھلت ان سفر کرنا جائز ہے۔ اور شہر کو اختیار ہے کہ جن بیوی چاہے اپنے ساتھ لے جائے۔ البتہ جب متعدد بیویاں ہوں تو قرآن کے قیدہ انتخاب کرنا مستحب ہے (۲۱) اور

کوزب و زینت کے لئے زیور وغیرہ پہننا جائز ہے۔
حضرت جابرؓ اور عبد اللہؓ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مجھے پانچ چیزیں ایسی ملی ہیں جو مجھ سے قبل کسی پیغمبر کو نہیں ملیں۔ (۱) ایک میرے کمرے کی راہ سے دو شمنوں پر، میرا رومبہ (۲) ایک ہے۔ دو دم ماری زمی میرے لئے مسجد اور (۳) ہار بنائی گئی۔ تو میری امت کے جس آدمی کو جہاں نماز کا وقت آجائے وہ نماز پڑھ لے سوم غنیمت کا مال میرے لئے حلال کر دیا ہے (۴) مجھ سے پہلے کسی کے لئے حلال نہ تھا۔ چارم مجھے منصب شفاعت ملا ہے۔ پنجم۔ ہر نیک خاص قوم کی طرف بھیجا جاتا تھا اور میں سب لوگوں

اِنَّ الَّذِي صَلَّى اَللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
قَالَ اَمْلَيْتُ خَسَالَةً وَطَلَعَتْ اَخْدُ
قَبْلِي نَعِيْرَتٌ بِالرَّغِيْبِ مِمَّنْ لَا شَيْءَ
وَجَعَلْتُ لِيْ اَلَّذِيْ مَسْجِدًا وَطَلَعَتْ
لَا اَيُّهَا رَجُلِيْ مَن اَمْسَى تَدْرِكْتُهُ الصَّلَاةُ
فَلَيْسَ لِيْ رَاجِعَةٌ لَهَا اَلْمَغَانِمُ رَاسُ
عَمَلٍ لَّا اَخِيْ قَبْلِيْ وَطَلَعَتْ اَلشَّفَاعَةُ
وَكَانَ الَّذِيْ يَبْعَثُ اِلَيَّ كَوْمًا مَّخَافَةً
وَلَيْسَتْ اِلَيَّ النَّاسُ عَاكِفَةً

بخاری

مرض کریں گے (۶) یا شفقت کر کے لوگوں کو بغیر حساب کے جنت میں داخل کر آئیں گے (۵) جن کے لئے دوزخ واجب ہو چکی ہے۔ ان کی شفقت فرمائیں گے۔ یہ تمام شفاعتیں بھی حضور کے خصائص سے ہیں:

وَكَانَ النَّبِيُّ قرآن نے اعلان کیا۔ مَا أَدْرَاكَ إِلَّا كَافَّةً لِلنَّاسِ بِشِدَائِهِمْ وَنُورِهِمْ اور یہ بھی حضور کے خصوصیات سے ہے۔ یہاں ایک سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ حضرت نوح علیہ السلام کی بعثت عام تھی۔ یہ ہی وجہ ہے کہ انہوں نے ساری دنیا کے کافروں کے لئے بددعا کی۔ اور ان کی بددعا سے ساری دنیا کے کافر ہلاک ہوئے۔ شارحین کرام نے اس اشکال کے متعدد جواب دیئے ہیں جس کے لئے یعنی جہ ۲۰۰ دفعہ ابوباری و صفائی کا مطالعہ مفید ہے گا۔ البتہ اس اشکال کا ایک اچھا جواب یہ بھی ہے کہ اگر ہم مان لیں کہ حضرت نوح علیہ السلام کی بعثت عام تھی۔ تو اس مہم سے مراد صرف یہ ہے کہ وہ اپنے زمانہ کے تمام افراد کے لئے مبعوث ہوئے تھے اور حضور علیہ السلام کی بعثت کے عام ہونے کا مطلب یہ ہے کہ حضور اپنے زمانہ کے افراد شخاص کے لئے بھی مبعوث ہوئے اور آپ کے بعد قیامت تک جو پیدا ہوں گے۔ ان کے لئے بھی آپ کی بعثت ہے۔ اور اس شان کی بعثت صرف اور صرف حضور علیہ السلام کے خصائص سے ہے۔ تاہم

بَابُ إِذَا لَمْ يَجِدْ مَاءً فَلَا تُكَبِّرْ

عَنْ عَائِشَةَ أَنَّهَا اسْتَعَارَتْ مِنْ أَسْمَاءَ قِلَادَةً فَهَلَكَتْ فَبَعَثَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَجُلًا فَوَجَدَهَا فَأَذْرَكَهَا الْعَلَوَّةَ وَ لَيْسَ مَعَهُمْ مَاءٌ فَصَلُّوا فَتَشَكَّرُوا ذَٰلِكَ إِلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَنْزَلَ اللَّهُ آيَةً النَّبِيِّمْ فَقَالَ أَسْمَاءُ ابْنُ حَضْرَةَ عَائِشَةَ حَبْلُكَ اللَّهُ حَبْلًا فَوَاللَّهِ مَا أَنْزَلَ بِكَ أَمْرًا شَاوِيَهُ إِلَّا جَعَلَ اللَّهُ ذَٰلِكَ لَكَ وَلِلْمُسْلِمِينَ قِيَمًا وَبُخَيْرًا (بخاری)

قَوَائِدُ مَسَائِلِ اس حدیث میں یہ نہیں ہے کہ ان کو پانی نہ ملے تھا۔ مگر چونکہ اس وقت تک تیمم کا حکم نہیں آیا تھا اس لئے امام بخاری نے تیمم کے مشروع نہ ہونے کو مٹی کا نہ ملنا قرار دیا۔ اس حدیث

باب جب نہ پانی ملے اور نہ مٹی نہ تو کیا کرے حضرت عائشہؓ نے اپنی بسین اسی سے ایک بار عاریتاً لیا اور وہ کھو گیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک آدمی کو اس کی تلاش کے لئے بھیجا۔ ان کو مل گیا۔ اتنے میں نماز کا وقت ہو گیا اور صحابہ کے پاس پانی نہ تھا۔ انہوں نے ربے وضو نماز پڑھ لی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کی شکایت کی۔ تو اللہ تعالیٰ نے تیمم کی آیت نازل فرمائی۔ حضرت اسید بن حضیر نے حضرت عائشہؓ سے کہا اللہ تعالیٰ ایسا بدلہ دے کہ جب تم پر کوئی ایسا معاملہ آجڑا ہے جسے تم برا جانتی ہو۔ تو اللہ تعالیٰ اس میں تمہارے لئے اور مسلمانوں کے لئے بہتری کر دیتا ہے۔

جس شخص کو نماز کے وقت نہ مٹی ملے اور نہ پانی اس کو فاقد الطہورین کہتے ہیں۔ اگرچہ اس حدیث میں یہ نہیں ہے کہ ان کو پانی نہ ملے تھا۔ مگر چونکہ اس وقت تک تیمم کا حکم نہیں آیا تھا اس لئے امام بخاری نے تیمم کے مشروع نہ ہونے کو مٹی کا نہ ملنا قرار دیا۔ اس حدیث

ہے ان کا طریق استدلال یہ ہے کہ اس موقع پر تیمم مشروع نہ تھا اور پانی بھی نہ تھا۔ اور نماز نکلتی ہو گیا۔ تو صحابہ کرام نے بے وضو ہی نماز پڑھ لی۔ اور حضور علیہ السلام نے انہیں منع نہیں کیا۔ اس سے ثابت ہوا کہ جو شخص مٹی اور پانی نہ پائے وہ بلا وضو ہی نماز پڑھ لے۔ امام شافعی و امام احمد اور اکثر اصحاب مالک کا یہی قول ہے۔ لیکن اس میں اختلاف ہے۔ کہ اس نماز کا دوبارہ پڑھنا واجب ہے یا نہیں اس کے متعلق علماء کے متعدد قول ہیں۔

ابن ابی جب پانی اور مٹی نہ ملے تو نماز پڑھ لینا مستحب ہے اور اس کا اعادہ واجب ہے۔
 حضرت زحیب پانی اور مٹی نہ ملے تو نماز پڑھ لینا واجب ہے اور اس کا اعادہ بھی واجب ہے
 امام شافعی علیہ الرحمۃ کا یہی مذہب ہے اکثر اصحاب شافعی نے اس کو صحیح قرار دیا ہے
 امام شافعی کی دلیل یہ ہے کہ پانی اور مٹی کا نہ ملنا خود نادر ہے لہذا اعادہ ساقط نہ ہوگا۔
 یہ تو صحیح ہے کہ نماز کی قضا ضروری ہے مگر حضرت امام شافعی علیہ الرحمۃ کا یہ فرمنا کہ مذکورہ بالا صورت میں بے وضو ہی نماز پڑھ لے اس میں نظر ہے کیونکہ بے وضو نماز پڑھنا مشروع ہی نہیں ہے۔
 مسعر:- مذکورہ بالا صورت میں نماز پڑھنا واجب ہے مگر اعادہ واجب نہیں۔ کیونکہ حضور علیہ السلام نے صحابہ کو اعادہ کا حکم نہیں دیا۔ امام احمد سنن میں اور ابی ائمز کا یہی قول ہے۔ لیکن یہ بھی ممکن ہے کہ حضور نے اعادہ کا حکم دیا ہو۔ کیونکہ اعادہ فی الغور ضروری نہیں ہے۔

چچاؤر:- حضرت امام مالک علیہ الرحمۃ کی طرف یہ بات منسوب کی گئی ہے۔ کہ ان کے نزدیک مذکورہ بالا صورت میں نماز پڑھنا واجب ہے اور نہ قضا واجب ہے۔ لیکن علامہ عینی علیہ الرحمۃ نے تصریح کی ہے۔ کہ درمیل نے حضرت امام مالک کی طرف مذکورہ بالا قول کی جو نسبت کی ہے۔ ابو ائمز نے فرمایا۔ یہ کیسے صحیح ہو سکتی ہے جب کہ یہ بات جہود سلطنت عامۃ الفقہاء اور جامعۃ المالکیہ کے بھی خلاف ہے (دینی ج ۲ ص ۱۶)

پینچھ:- یہودنا امام ابو حنیفہ و ثوری و ادویانی رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا مسلک یہ ہے کہ اگر کوئی شخص کسی جگہ ہے کہ نہ پانی ملتا ہے اور نہ پاک مٹی کی تم کرسے۔ تو اسے چاہیے۔ کہ وقت نماز میں نماز کی سبب صورت پائے۔ یعنی تمام حرکات نماز بلا نیت و بلا قرأت بحالائے۔ کیونکہ جس کا حج فاسد ہو جائے۔ وہ حاجیوں کی طرح احوال بچا لاتا ہے۔ اور جو رمضان میں مسلمان ہو یا تا بالغ تھا یا بالغ ہو گیا تو اس کو جو کچھ دن باقی رہ گیا ہے۔ روزہ داروں کی طرح گذرنا واجب ہے۔ لہذا افتاء الطہورین کا بھی یہی حکم ہونا چاہیے کہ وقت کی حرمت کے بنا پر وہ نمازوں کی سبب صورت بنائے اور نماز کی قضا کرنے نہ

يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ كَرِهِيَ الْحَصْرَ إِذَا لَمْ يَجِدِ
 الْمَاءَ وَخَافَ خَوْفَ الْعُسْكَانَةِ فِيهِ
 قَالَ عَطَاءُ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ

باب اگر حضر میں پانی نہ ملے اور نماز قضا ہونے کا ڈر ہو۔ تو تیمم کرے۔ حضرت عطاء کا بھی یہی قول ہے

ابن عطاء بن ابی رباح کو ابن ابی شیبہ نے اپنے معنف میں موصول ذکر کیا ہے
 وائد مسائل مقصود عنوان یہ بتانا ہے۔ کہ تیمم وقت سفر کے ساتھ خاص نہیں ہے۔ حضر میں بھی کر سکتا ہے

حضرت جس بھری کشتوں کو تھنی اٹھائیں نے حکم میں رہنا چاہا ہے۔ ہوں سے معلوم ہو کر جو یہ لیں انھیں بٹھانے سے
مستعد ہو کر خود بخود نہ کر سکے اور کوئی حصار آئی ان کو دشمن کا اٹھانا بھی نہ ہو بلکہ سے حکم کر کے باز چلے یعنی چاہیے۔

جدا شدی عمر اسی زمیں میں جو موت میں تھی سے آگے ہے
تھے کہ وہ نعم میں غصہ کی غماز کا وقت آگیا۔ انہوں نے نعم
کے غماز پڑھ لی۔ پھر غیب میں پہنچے۔ تو سورج اسی طرح
نکلا ہوا تھا۔ لیکن غماز نہیں لٹائی۔

أَقْبَلَ ابْنُ عَسَاةَ مِنْ أَتَقَرِّ بِمَا لَمْ يَجِبْ
لَهُمْ مِنَ الْقَوْمِ بِمَرْبِدِ الْقَوْمِ فَصَلَّاهُمْ
وَجَعَلَ الْمَدِينَةَ وَالْأَشْمُسَ مُرْتَفِعَةً
فَلَمْ يَصُدَّ (في غمارها)

اس تخلیق کو نام دلا گئے تو ظالموں اور اہل فساد نے اسے مسند میں بیٹھایا کیا ہے جو حق و عدل کے باہر نہیں ہیں۔ ایک موضوع ہے۔ مجاہدین اسلام جیسا کہ ہم پر روانہ ہوئے تو اس مقام پر جمع تھے وہ ہر مذہب و ملت سے ایک میل کے فاصلے پر ہے۔

اس اثر سے یہ ثابت ہوا کہ سفر ہو یا حضر اور پانی میل بھر دہر جو ایسی صورت میں تیمم کر کے نماز پڑھ سکتے ہیں۔ احناف کا بھی یہی مسلک ہے۔ در مختار و فتح القدیر میں ہے۔ لبعده وادو موقیعا فی المصغر میلان لیکن جس طرط جاری ہے۔ اسی بلن میل بھر پانی ہے۔ اور دہال تک پہنچنے میں وقت کراہت نہ بھجائے گا۔ تو حسب یہ ہے کہ دہال پہنچ کر پانی ہی ہے و منو کر کے نماز پڑھے۔ لیکن اگر کسی نے اسی مذکورہ بالا صورت میں حجرہ کی بدو تیمم کر کے نماز پڑھ لی تو ہو گئی۔

حضرت جبریل علیہ السلام نے فرمایا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم یہ عمل کی طرف سے تشریف لایا ہے تھے۔ کہ وہ راستہ میں ایک آدمی ملا۔ اس نے سلام کیا۔ لیکن حضور علیہ السلام نے جواب نہ دیا۔ یہاں تک کہ آپ دینار کے پاس آئے اور اس سے اپنے چہرہ اور ہاتھوں کا مسح کیا۔ پھر سلام کا جواب دیا۔

[illegible]

۱۰۰
 اس حدیث کو مسلم ابو داؤد و نسائی نے کتاب الطہارت میں ذکر کیا ہے ۲۰ عنوان سے اس
 حدیث کی مناسبت یہ ہے کہ جب حضور علیہ السلام کا جواب دینے کے لئے حضور
 صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ حالانکہ غیر وضو کے بھی سلام کا جواب دینا جائز تھا۔ تو جس شخص کو حضور میں پانی پر قدرت نہ
 ہو اس کو تو طریق اہل بیتؑ کو ناجائز ہو گا کیونکہ نماز با وضو جائز ہی نہیں ہے۔ اس حدیث سے واضح
 ہے کہ سلام کا جواب دینے یا رد و شریف وغیرہ وضو و طہارت پڑھنے یا سوتے یا بے وضو ہو کر سجد میں جانے
 سے ان میں جہد پڑھنے کے لئے تیمم جائز ہے۔ اگرچہ پانی پر قدرت ہو

و اما حق پرستوں کے لئے یہاں پر ایک اور بات ہے۔ لیکن حضور علیہ السلام نے جسے وہ منو مسلم کا جواب نہ دیا۔ آپ کا اصل طبعی تصافقی نہ تھا۔ کیونکہ طبعاً نہ کہ کو اس فرائض کے امور کا بھی احساس پہنچتا ہے اور حضور علیہ السلام کے اعلیٰ مرتبہ پر فائز ہیں۔ آپ کہہ کیوں نہ ہو۔ (انہیں)

بَابُ الْمُتَعَمِّمِ هَلْ يَبْتَغِي فِيهَا رَجْعًا

باب کیا تنظیم کرنے والا ہاتھوں کو پھونک مارے ؟

ابن عثمان کے تحت امام نے ایک حدیث بھی ہے جس کے ابتدائی جملوں کا ترجمہ یہ ہے:

اس عنوان کے تحت ہام نے ایک حدیث بھی ہے جس کے ابتدائی جملوں کا ترجمہ یہ ہے:-
 ۱) حضرت عبدالرحمن کا بیان ہے کہ ایک شخص حضرت فاروق اعظم کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اور کہا اگر میں
 جہنمی ہو جاؤں اور پانی نہ ملے تو کیا کروں۔ اس پر حضرت عمر بن یاسر نے حضرت عمرؓ سے کہا کہ تم دو دنوں ایک
 سفر میں تھے۔ اور تم دو دنوں جہنمی ہو گئے۔ آپ نے نماز اس وقت نہیں پڑھی اور میں مدی میں لوٹا ہوا اور نماز پڑھ لی
 بحر میں تھے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کے متعلق ذکر کیا۔ تو آپ نے فرمایا:-
 بحر میں نہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کے متعلق ذکر کیا۔ تو آپ نے فرمایا:-

إِنَّمَا كَانَ يَنْفَكُ مِنْ هَٰذَا فَضَرَبَ
الَّذِي صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِكَفِّهِ
الْأَرْضَ وَلَفَحَ فِيهِمَا ثَمَرٌ مِنْهُمَا
سُجُودًا وَكَفِّهِ رَغَارِي

میں نے وہ نول تھیلیاں زمین پر بائیں - اودان کو
بھرنے کے لئے اور وہ نول پیچوں پر صبح
کیا۔

۱۰۔ اس حدیث کو امام نے کتاب الطہارۃ میں بھی ذکر کیا ہے نیز نزدیکی، نسائی، ابن ماجہ، مسلم و ابوداؤد نے کتاب الطہارۃ میں ذکر کیا ہے (۲) حدیث ہذا مسائل ذیل پر مشتمل ہے:-

نئے کتاب الطہارت میں ذکر کیا ہے (۲) حدیث ہذا مسائل ذیل پر مشتمل ہے :-
اول : حضرت عمر اور عمار بن یاسر یہ دونوں حضرات سفر میں تھے انہیں نہانے کی حاجت ہو گئی
 پانی تھا نہیں۔ تو حضرت عمار بن یاسر نے تو زمین پر لوٹ پوٹے ہو کر نماز ادا کر لی۔ حضرت عمار بن یاسر کو حکیم کے
 چاہیے تھے۔ مگر انہیں یہ معلوم نہ تھا کہ جنسی کیسے تیمم کرے۔ انہوں نے یہ سمجھا کہ چونکہ جنسی پر غسیل واجب ہے۔
 ہے۔ اور غسل میں سارے بدن پر پانی بہایا جاتا ہے۔ اور تیمم غسل کے عوض ہے۔ لہذا انہی کو حکیم یہ ہو گا کہ۔
 سارے بدن پر مٹی لے۔ اس لئے انہوں نے زمین پر لوٹ لگائی اور نذر پڑھی حضور علیہ السلام سے جب
 انہوں نے اس کا تذکرہ کیا۔ تو آپ نے فرمایا صرف تیمم کر لینا کافی تھا۔ یعنی دونوں ہاتھوں کو زمین پر دبا
 سارے مت اور دونوں ہاتھوں پر بغیر لینا چاہیے تھا۔ مطلب یہ کہ جنسی کے لئے تیمم کا طریقہ بھی وہی ہے۔
 ہے۔ معلوم ہوا کہ جس کو نہانے کی حاجت ہو اور پانی پر قدرت نہ ہو تو تیمم کر کے نماز

اداکرے اور بے دھوا اور چھٹی دو قفل کے لئے تیم کا طریقہ اور کیفیت ایک ہی ہے۔
دوم: حضرت عمرؓ نے تیم نہیں کیا۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ آپ کو یہ امید تھی کہ اسی نماز کا بہت وقت ہے۔

وقت کے اندر ہی پانی مل جائے گا۔ یہ کہ آپ کا اجتہاد یہ تھا کہ جب تک کہ چنبی کو کھجور جاڑ نہیں -
 موسم: حضور علیہ السلام نے پہلے یہاں تھما کر کھڑکھا۔ اس کی وجہ یہ تو یہ تھی کہ مٹی کے ساتھ کوئی اور چیز آپ کے
 ہاتھوں کو لگ کر تھکی۔ یہ کہ زیادہ مٹی انھوں کو لگ گئی تھی۔ اس لئے آپ نے کھڑک کر اس کو جھاڑ دیا۔
 سے دو ہاتھ

چہاں حضرت ابو یوسف امام اعظم علیہ الرحمۃ نے حضور علیہ السلام کے پیغمبر ہونے سے دو بار
کا اشتہار کیا ہے۔ یہ کہ جب مہدی پر انجیم کے شے ہاتھ مارا جائے۔ تو مہدی کا ہاتھوں کو لگ جانا
تیم نہیں ہے۔ یہ کہ ایسا پتھر جس پر خیار نہ ہو اس سے بھی تیمم جائز ہے۔ کیونکہ اگر خیار کا ہونا شرط تیمم
نہ ہو تو حضور علیہ السلام پیغمبر نہ مارتے۔

پنجم جب مٹی پر تبسم کے لئے ہاتھ مارا جائے اور زیادہ گرد لگ جائے تو اس کو پھونک مار کر
جاء و بنا سنت ہے بہ مستحب۔

ششم: یہ کہ تیمم میں منہ اور ہاتھوں کا ایک بار مسح کرنا کافی ہے مگر اگر مستحب نہیں ہے :-
باب الثَّمَامِ لِلْوُجْهِ وَالْكَفَيْنِ | باب تیمم منہ اور دونوں ہاتھوں پر مسح کرنا ہے۔
اس عنوان کے تحت امام بخاری نے مختلف الفاظ اور طرق کے ساتھ حدیث عمار ہی ذکر کی (۲۰)
قصہ عنوان یہ بتاتا ہے کہ تیمم میں منہ اور ہاتھوں کے مسح کے لئے ایک بار ہاتھوں کو زمین پر مارنا کافی ہے
ام بخاری کا یہ ہی مسلک ہے۔

حضرت عمار نے یہ ہی روایت بیان کی اور شنبہ نے
اس کو یوں بتلایا کہ اپنے دونوں ہاتھ زمین پر مارے
پھر ان کو منہ کے نزدیک لے گئے یعنی پھونکا پھر
اپنے منہ اور ہاتھوں پر مسح کیا۔

حضرت عمار نے فرمایا: یا ابی موسیٰ مسلمان کا وضو ہے
پانی سے اس کو کفایت کرتا ہے۔

عمار نے کہا ہم ایک شکر میں تھے اور جنبی ہو گئے ہیں
میں بجائے لہج کے نفل سے۔

حضرت عمار نے حضرت عمر سے کہا میں مٹی میں ہاتھ پھر
نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپ
نے فرمایا تمہارے ہاتھوں پر مسح کرنا کافی تھا۔

حضرت عمار نے کہا حضور علیہ السلام نے اپنا
ہاتھ زمین پر مارا۔ چہرہ اور ہاتھوں پر مسح کیا۔

۱۰ قَالَ عَمَّا رَضِيَ عَنْكَ وَصَرَبَ شُعْبَةَ
بِسَدِيدِهِ أَكْزَضَ ثُمَّ أَذْمَأْهُمَا
مِنْ فَيْسِهِ ثُمَّ مَسَحَ بِهِمَا وَجْهَهُ
وَكَفَيْتِهِ

۱۱ قَالَ عَمَّا رَضِيَ عَنْكَ وَصَرَبَ شُعْبَةَ
بِسَدِيدِهِ أَكْزَضَ ثُمَّ أَذْمَأْهُمَا
مِنْ فَيْسِهِ ثُمَّ مَسَحَ بِهِمَا وَجْهَهُ
وَكَفَيْتِهِ

۱۲ قَالَ عَمَّا رَضِيَ عَنْكَ وَصَرَبَ شُعْبَةَ
بِسَدِيدِهِ أَكْزَضَ ثُمَّ أَذْمَأْهُمَا
مِنْ فَيْسِهِ ثُمَّ مَسَحَ بِهِمَا وَجْهَهُ
وَكَفَيْتِهِ

۱۳ قَالَ عَمَّا رَضِيَ عَنْكَ وَصَرَبَ شُعْبَةَ
بِسَدِيدِهِ أَكْزَضَ ثُمَّ أَذْمَأْهُمَا
مِنْ فَيْسِهِ ثُمَّ مَسَحَ بِهِمَا وَجْهَهُ
وَكَفَيْتِهِ

۱۴ قَالَ عَمَّا رَضِيَ عَنْكَ وَصَرَبَ شُعْبَةَ
بِسَدِيدِهِ أَكْزَضَ ثُمَّ أَذْمَأْهُمَا
مِنْ فَيْسِهِ ثُمَّ مَسَحَ بِهِمَا وَجْهَهُ
وَكَفَيْتِهِ

۱۵ قَالَ عَمَّا رَضِيَ عَنْكَ وَصَرَبَ شُعْبَةَ
بِسَدِيدِهِ أَكْزَضَ ثُمَّ أَذْمَأْهُمَا
مِنْ فَيْسِهِ ثُمَّ مَسَحَ بِهِمَا وَجْهَهُ
وَكَفَيْتِهِ

۱۶ امام بخاری علیہ الرحمۃ نے حدیث عمار مختلف سندوں اور الفاظ کے ساتھ لکھی
۱۷ اور مسائل ہے۔ ہم نے تمام الفاظ تو لکھ دیئے ہیں۔ مگر منہ بوجہ اختصار حذف کر دی ہے۔ حدیث عمار
۱۸ ہاتھوں کے ساتھ مع تقیم و ترجمانی کے اور گزری چکی ہے۔ حدیث نمبر ۱۱ میں نفل کی جگہ نفل کا لفظ ہے۔ اس
۱۹ کے لئے بھی پھونکنے ہی کے ہیں۔ البتہ نفل اس پھونک کو کہتے ہیں جس میں پھونک کے ساتھ نفل کے
۲۰ ہاتھوں پر منہ سے نفل آئیں۔ جوہری نے کہا: بزاز، نفل سے زیادہ ہوتا ہے اور نفل نفل
۲۱ سے در نفل نفل سے زیادہ ہوتا ہے۔

۲۲ واضح ہو کہ تیمم کی صفت اور کیفیت میں علماء کا اختلاف ہے
۲۳ ایک اختلاف یہ ہے کہ ہاتھ اور منہ کے لئے ایک ہی ضرب
۲۴

۲۵ کی صفت و کیفیت میں علماء کے
۲۶ ایک اختلاف یہ ہے کہ ہاتھ اور منہ کے لئے ایک ہی ضرب
۲۷

کافی ہے۔ یا دونوں کے لئے علیحدہ علیحدہ ضربیں چاہئیں۔ دوسرا یہ کہ انھوں کا مسح کبھیوں سمیت کیا جائے یا صرف پہنچون تک۔

۱۱۔ حضرت عطاء، کحول، اوزاعی، اسحاق، شعبی، امام احمد بن حنبل اور امام بخاری کا مسلک یہ ہے کہ مسیٰ ایک دفعہ ہاتھ مار کر تیمم کر لیا جائے یعنی ہاتھوں اور منہ کے لئے علیحدہ علیحدہ ضرب کی ضرورت نہیں ہے۔ یہ حضرات صحاح کی مذکورہ بالا حدیثوں سے استدلال فرماتے ہیں جن میں یہ ہے کہ حضور علیہ السلام نے زمین پر ایک ضرب لگائی اور اسی ایک ضرب سے منہ اور ہاتھوں کا مسح کیا (۱۰) اور حضرت امام ابو حنیفہ، امام مالک و امام شافعی دیگر فقہائے کرام کا مسلک یہ ہے کہ چہرہ پر مسح کے لئے زمین پر علیحدہ ضرب لگائی جائے۔ اور ہاتھوں کے مسح کے لئے علیحدہ جگہ جیسا کہ متعدد حدیثوں میں اس کی تصریح ہے کہ حضور علیہ السلام نے چہرہ اور ہاتھوں کے مسح کے لئے علیحدہ علیحدہ ضربیں لگائی۔ اور وہ حدیثیں جن میں ایک ضرب کا ذکر ہے۔ تو ان کا مقصود صرف صلوٰۃ خاصہ کا ہے۔ چنانچہ متعدد حدیثیں اس امر کی تائید و توثیق کرتی ہیں کہ تیمم کے لئے دو ضربوں کا ہونا ضروری ہے۔ نوادایت بلا مدعی عمار کے فقط یہ ہیں :-

حضور علیہ السلام نے ہمیں حکم دیا تو ہم نے ایک ضرب زمین پر پاری چہرہ کے لئے پھر دوسری ضرب زمین پر پاری ہاتھوں کے لئے کبھیوں سمیت

امرتنا ففصرنا واحدة للوجه ثم ضربة اخرى لليدين الى المرفقين ووصيته المحافظ في الداراة وهم تلخص نصب الويه للسلامة الزيلعي

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مرفوعاً روایت ہے :-

ان التيمم ضربة للوجه وضربة للذراعين الى المرفقين —————
روسی نے فرمایا کہ اَمَّا تَدَا ضَرْبًا (یعنی ۲ ضربیں)

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مرفوعاً روایت ہے :-

ان التيمم ضربة للوجه وضربة لليدين الى المرفقين (روایتی، مسلم و بیہقی، ترمذی، ابوداؤد) ۲۶۷۱
یہ اور اس مضمون کی متعدد حدیثوں سے واضح ہوتا ہے کہ تیمم کا طریقہ یہ ہے کہ پہلے دونوں ہاتھ زمین پر مارے جائیں۔ اور ان سے چہرہ کا مسح کیا جائے۔ پھر دوسری بار ہاتھ زمین پر مارے ہاتھوں کا کبھیوں سمیت مسح کیا جائے۔

حضرت عطاء و کحول، اوزاعی، امام احمد و اسحاق و ابن المنذر کہتے ہیں کہ تیمم میں دو **دوسرا اختلاف** ہاتھوں کا مسح کیا جائے کبھیوں سمیت مسح کی ضرورت نہیں ہے۔ یہ حضرات بخاری کی مذکورہ بالا حدیثوں سے استدلال کرتے ہیں جن میں یہ ہے کہ حضور علیہ السلام نے فرمایا: یبسطون الوجه والکفین (۱۲) اور حضرت علی بن ابی طالب و عبد اللہ بن عمر، حسن بصری، شعبی، سالم بن عبد اللہ بن عمرو، میقان ثوری، امام مالک و ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا مسلک یہ ہے کہ تیمم میں ہاتھوں کا کبھیوں سمیت مسح کیا جائے (رووی ترمذی، ابوداؤد، ۲۶۷۱) جیسا کہ حدیث جابر سے ثابت ہے۔

بخاری کی حدیث یکفیک الوجہ والکفین سے استدلال کیا گیا ہے۔ کہ تبسم میں مسح ہاتھوں کا مسح پہنچوں تک کیا جائے۔ کہیں تو سمیت مسح کرنا ضروری نہیں ہے۔ یہ ظاہر ہے کہ حضور علیہ السلام نے اختصار کو اختیار فرمایا ہے۔ کیونکہ حضرت عمارؓ نے تم کرنے میں یہ کیا تھا۔ اس لئے حضور نے بھی انہیں تم کا طریقہ بتانے میں ان کے مبالغہ کا باطل و جبر رو فرمایا۔ یہ ایسے ہے کہ جب حضرت جبر بن مطعم نے غسل میں مبالغہ کیا۔ تو حضور علیہ السلام نے فرمایا۔ امانا فاقبض منی سامی ثلاثا۔ حالانکہ ثلاثہ پر اختصار مقصود نہ تھا۔ بلکہ ان کے مبالغہ فی غسل کا رد مقصود تھا۔ اس کے بعد اصل روایت میں تعلیم والا اشارہ ہے۔ اور تعلیم بالقول روایت بالمعنی ہے۔ یعنی تمنا یکفیک ہلکذا فغسب انہی علی اللہ علیہ وسلم ویکفیک الاض اس میں تعلیم قولی مع فعل صلی اللہ علیہ وسلم بالکفین ہے۔ توجیب ذکر کفین حضور کے اس میں جاری ہوا جو حضور کے قول کا بیان ہے۔ تو بعض دعا نے اس فعل کو قول قرار دے کر رفع کر دیا۔ فاقبسم لہذا یکفیک الوجہ والکفین کا جملہ روایت بالمعنی معلوم ہوتا ہے۔ فاقبسم

بَابُ التَّصْبِيحِ وَالطَّبِيْعِ وَصُورَةِ الْمَسْلُوْبِ | باب پاک مٹی مسلمان کا دھوپ ہے وہ اس کو پانی سے کفایت کرتا ہے۔

یہاں اس مسئلہ میں امام بخاری نے مذہب شافعی کو ترک کر کے مذہب حنفی اختیار کیا ہے۔ کیونکہ امام شافعی کے نزدیک ہر نماز کے لئے نیت تم کرنا ضروری ہے۔ نیز احناف کے نزدیک تبسم ضروری ہے۔ اور شوافع کے نزدیک ضروری۔ اور امام بخاری علیہ الرحمۃ نے دھوپ المسلم سے عنوان قائم کر کے اس طرف اشارہ کیا ہے کہ تم جہدات مطلقہ ہے۔ فاقبسم

حنان ہلاور اصل ایک حدیث ہے جس کو قرار نے حضرت ابو ہریرہ سے مرفوعاً روایت کیا ہے مسند احمد والی اس حدیث کے ساتھ اتنے جملے بعد زیادہ روایت کئے ہیں۔ اگرچہ دس برس تک پانی نہ پائے۔ امام ترمذی و حاکم و ابن ماجہ و نسائی نے کہا حدیث حسن صحیح ہے حدیث کے پورے لفظ ہیں۔

بَابُ التَّصْبِيحِ وَالطَّبِيْعِ وَصُورَةِ الْمَسْلُوْبِ وَکَفِّهِ عَنِ الْمَاءِ وَتَوَالِي عَشْرِ مِائَاتٍ رَحِمَهُ | پاک مٹی مسلمان کا دھوپ ہے پانی سے کفایت کرتا ہے اگرچہ دس برس تک پانی نہ ملے

حدیث ہذا میں دس برس کی قید بیان کثرت کے لئے ہے۔ مطلب یہ ہے کہ تمیم کی مشروعیت اس وقت تک ہے۔ جب تک کہ پانی پر قدرت نہ ہو۔ خواہ عدم قدرت کی مدت دس برس ہی کیوں نہ ہو۔ بلکہ اس سے زیادہ ہی کیوں نہ ہو۔

وَقَالَ الْحَسَنُ يُخَوِّدُ الشَّيْطَانَ مَا كُنْتَ تَحْدِثُ | حضرت حسن بصری نے فرمایا جب تک آدمی کو حدیث نہ ہو تمیم کافی ہے۔

اس اثر کو امام عبد الرزاق نے مصنف میں واصل کیا مطلب یہ ہے کہ تمیم وضو کا قائم مقام ہے۔ تو جیسے وضو سے کئی نمازیں پڑھ سکتے ہیں۔ ایسے ہی ایک تمیم سے بھی کئی نمازیں پڑھ سکتے ہیں۔ ہر نماز کے لئے تمیم کی ضرورت نہیں ہے (۲) اور اصل چیز سے وضو ٹوٹتا ہے یہ تمیم ہی اس سے ٹوٹ جاتا ہے۔

امام ابو حنیفہ، ابراہیم، عطاء، ابن المسیب، زہری، لیث، حسن بن یحییٰ، داؤد بن علی اور حضرت
جب اس رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا یہ ہی مسلک ہے۔ البتہ امام شافعی، مالک، حماد، اسحاق، حضرت قتیبہ
شریک دریمہ وغیرہ یہ فرماتے ہیں کہ ہر نماز کے لئے تیمم کرنا چاہیے۔ ایک تیمم سے صرف ایک ہی وقت کا
پڑھ سکتے ہیں۔ لیکن اس معاملہ میں جہاں تک دلائل پر غور کیا گیا۔ تو حضرت امام عظیم کا مسلک قوی معلوم
ہے۔ حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی علیہ الرحمۃ نے فرمایا کہ مجھے اس مضمون کی کوئی صحیح حدیث نہیں
سے یہ ثابت ہو کہ ہر نماز کے لئے عید تیمم کیا جائے۔

فائدہ امام احمد کے نزدیک جو چیز ناقض وضو ہے۔ صرف وہی ناقض تیمم ہے۔ امام بخاری نے
مسالر محدث کے لفظ سے یہی استدلال فرمایا ہے۔ لیکن احناف کے نزدیک
جب پانی مل جائے اور اس کے استعمال کی قدرت ہو تو یہ بات بھی تیمم کو توڑ دیتی ہے۔ فافہم
دَاہْرَ ابْنِ عَبَّاسٍ وَهُوَ مُتَيِّمٌ
اور حضرت عبد اللہ بن عباس نے امامت کی۔
درمنا لیکر وہ تیمم کئے ہوئے تھے۔
(بخاری)

اس تعلیق کو ابن ابی شیبہ اور امام بیہقی نے وصل کیا۔ مطلب یہ ہے کہ اگر مقتدی وضو والے ہوں اور
تیمم والا تو نماز جائز ہے۔ حضرت امام ابو حنیفہ، شافعی، مالک اور جمہور علما کا یہ مسلک ہے۔
وَقَالَ يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ لَأَبَانٍ بِالصَّلَاةِ
اور یحییٰ بن سعید نے فرمایا شور زمین پر نماز پڑھنا
عَلَى الْمَسْجِدِ وَالتَّيْمُمِ بِهَا (بخاری)
اور اس سے تیمم کرنا جائز ہے۔

اس اثر کے ذکر سے مقصود یہ بنا رہا ہے۔ کہ شور اور خمر زمین پر لفظ طیب کا اطلاق صحیح ہے
شور زمین سے تیمم جائز ہے۔ سبغہ اس زمین کو کہتے ہیں جو نمک دار ہو اور جس میں قوت نبات
اور طیب کے معنی پاک کے ہیں۔ اور شور زمین بھی طیب ہے۔ علامہ ابن خلیفہ نے شور زمین سے
پر جناب عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی روایت سے استدلال کیا ہے۔ حضور اللہ
امین فرمایا تھا۔ تمہاری ہجرت کی جگہ

بِسَبْغَةِ ذَاتِ غَيْلٍ يَعْنِي الْمَدِينَةَ

(صحیح مسلم)

شور زمین کھجوروں والی ہے یعنی مدینہ
اور مدینہ شریف کا نام حضور علیہ السلام نے طیبہ رکھا۔ معلوم ہوا کہ شور زمین پر طیب کا اطلاق
ہے اور طیب سے تیمم کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔

حضرت عمران سے روایت ہے۔ کہ انہوں نے
حضور کے ساتھ ایک سفر میں تھے۔ اور یہ
نے مات میں کیا۔ جب پلٹے جلتے خیرات ہو
ہم قرا لیٹ گئے اور منازکے لئے سفیرات
لطیفی کوئی اور فہید نہیں ہوتی۔ پھر ہمیں
حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ يَحْيَى بْنُ
سَعِيدٍ قَالَ سَمِعْتُ قَالَ ابْنُ رَجَاءٍ
عَنْ عُمَرَ أَنَّ قَالَ كُنَّا فِي سَفَرٍ مَعَ النَّبِيِّ
صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَإِنَّا مُسَوِّبٌ
حَتَّى كُنَّا فِي آخِرِ اللَّيْلِ وَكُنَّا وَثِقَةً

وَلَا وَقْعَةً أَحَلَّ عِنْدَ الْمَسَافِرِ مِنْهَا
فَمَا يَقَعْنَ إِلَّا حَرًّا شَمْسًا لَكَانَ
أَوَّلَ مَنْ اسْتَيْقَظَ فَلَانَ ثُمَّ فَلَانَ
ثُمَّ فَلَانَ يُسَمِّيهِمْ أَبُو رَجَاءٍ فَتَسْمِي
عَوْتُ ثُمَّ عُسْرًا ثُمَّ الْخَطَّابُ الرَّابِعُ
وَكَانَ الشَّيْءُ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
يَذَاتَ لَمْ تَوْقِظْهُ حَتَّى يَكُونَ هُوَ
يَسْتَيْقِظُ لِأَنَّا لَا تَدْرِي مَا يَخْذُلُ
لَهُ فِي تَوْبِهِ فَلَمَّا اسْتَيْقَظَ عُسْرُ
دَرَى مَا أَحْصَا النَّاسَ فَكَانَ
تَحْمِلًا جَلِيدًا فَكَبَّرَ وَرَفَعَ صَوْتَهُ
يَا تَكْبِيرُ فَمَادَلَ يَكْبُرُ وَيَرْفَعُ صَوْتَهُ
يَا تَكْبِيرُ حَتَّى اسْتَيْقَظَ لِعَوْتِهِ الشَّيْءُ
صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلَمَّا اسْتَيْقَظَ
شَكَوَالِبُ الرَّبِّي أَصَابَهُمْ فَقَالَ لَا
صَبْرًا أَوْ لَا يَنْبَغِي أَنْ يَحْمِلُوا فَارْحَلْ
فَسَارَ غَيْرَ بَعِيدٍ ثُمَّ تَوَلَّى فَدَعَا لِتَوْصُو
لَتَوْصُو وَتَوَدَّى بِالصَّلَاةِ فَصَلَّى بِالنَّاسِ
فَلَمَّا أَقْبَلَ مِنْ صَلَوتِهِ إِذَا هُوَ بِوَجْهِ
مُخْتَبِلٍ لَمْ يُصَلِّ مَعَ الْقَوْمِ قَالَ مَا
مَنْعَكَ يَا فَلَانَ أَنْ تُصَلِّيَ مَعَ الْقَوْمِ
قَالَ أَصَابَتْهُ بَجَابَةٌ وَلَا مَاءَ قَلْبٍ تَمْنِيكَ
يَا صَعِيدِي فَإِنَّهُ يَكْفِيكَ ثُمَّ مَسَا إِلَى الشَّيْءِ
صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاسْتَكْبَلَ إِلَيْهِ
النَّاسُ مِنَ الْخَطِّ ثُمَّ تَوَلَّى فَدَعَا
فَلَانَ كَانَ يُسَمِّيهِ أَبُو رَجَاءٍ نَبِيَّهُ
عَوْتُ وَدَعَا عَلِيًّا فَقَالَ دُعَاؤُكَ بَغِيَا
النَّاسُ كَالْخَلْفَاءِ اسْتَلْبِثُوا امْرَأَةً تَيْنَ مَرْوَتَيْنِ
أَوْ سَلْبَتَيْنِ مِنْ شَاةٍ عَلَى بَعِيرٍ

کی گئی نے جگایا۔ تو سب میں پہلے فتال شخص جاگے
یعنی ابو بکر، پھر فتال شخص، پھر فتال شخص جاگے۔
ابو ربیعہ ان کو نام بنام بیان کرتے تھے لیکن عوف ان
کے نام بھول گئے۔ پھر جاگنے والوں میں جو تھے
حضرت عمر تھے اور ہمارا نام دہ یہ تھا، کہ جب حضور
نبی علیہ السلام آرام فرماتے تو ہم آپ کو نہ جگاتے
یہاں تک کہ آپ ان خود بیدار ہو جائیں۔ کیونکہ ہم نہیں
جاتے تھے کہ خواب میں آپ پر کیا وحی آ رہی ہے
جب حضرت عمر جاگے۔ اور انہوں نے دیکھا جو
لوگوں کی حالت تھی وہ دل والے آدمی تھے بلند
اداز سے تکبر کہنے لگے۔ وہ اللہ اکبر اللہ اکبر بلند آواز
سے کہتے رہے حتیٰ کہ ان کی تکبر سے حضور علیہ السلام
بیدار ہوئے۔ جب حضور بیدار ہوئے تو لوگوں نے
آپ سے شکایت کی جو ان کو بچھتی تھی یعنی بوجہ
سو جانے کے فجر کی نماز کا قضا ہو جانا، آپ نے
فرمایا کوئی حرج نہیں یا اس سے کچھ نقصان
نہیں۔ یہاں سے کوچ کرو۔ ابھی تھوڑی دور چلے
نئے کہ آپ سواری سے اترے۔ وضو کیا پانی منگایا۔
وضو کیا نماز کی آذان ہوئی۔ آپ نے نماز پڑھائی۔
جب نماز سے فارغ ہوئے تو آپ نے دیکھا۔ ایک
شخص علیحدہ بیٹھا ہوا ہے۔ فرمایا تو نے لوگوں کے
ساتھ نماز کیوں نہیں پڑھی؟ اس نے عرض کی۔ کہ
مجھے نہانے کی حاجت ہے اور پانی نہیں ہے۔
فرمایا۔ مٹی سے کر لے دیکھ، وہ تیرے لئے کافی ہے۔
پھر روانہ ہوئے۔ لوگوں نے آپ سے پیاس کا
مشکوہ کیا۔ آپ سواری سے اترے اور ایک شخص
دعمر بن حصین کو بلایا۔ ابو رجاہ اس کا نام بیان
کرتے تھے۔ مگر عوف بھول گئے۔ اور حضرت علی رضی
کو بلایا۔ فرمایا تم دونو نماز پانی کی تلاش کرو یہ دونو

لَمَّا فَتَحَ لَا لَهَا آيَاتٍ لَمَّا قَالَتْ غَضِبْتُ
بِالنَّاسِ أَتَشِينِ هَذِهِ السَّاعَةَ وَفَقَرْتُ
خُلُوفًا قَالَا لَهَا الطَّلَقُ إِذَا مَاتَتْ
إِلَى زَيْنٍ مَاتَا إِلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى
اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَتِ الْوَدَى يُقَالُ
لَهُ الْعَيَّ قَالَا لَا هُوَ الَّذِي تَعْنِيْنَ
فَانْطَلَقِي فَجَاءَا بِهَا إِلَى رَسُولِ اللَّهِ
صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَحَدَّثَا
الْحَدِيثَ قَالَ فَاسْتَنْزِلُوا هَاهُنَا بَعْدَهَا
وَدَعَا السَّعَاءُ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِأَسَاءٍ
فَقَرَعَ فِيهِ مِنْ أَهْوَاءِ الْمَرْءِ تَبَيَّنَ أَوَّلُهَا طَبَقَتَيْنِ
وَأَوَّلُهَا أَهْوَاءُ مَا دَخَلَ الْعَرْسَ
وَسُودَ فِي الْقَامِ اسْتَوْدَادَ اسْتَعْدَا
فَسَقَى مَنْ سَقَى وَاسْتَقَى مَنْ شَاءَ
وَكَانَ أَحْزَمُ ذَلِكَ أَنْ أُعْطِيَ الَّذِي
أَصَابَهُ الْجَنَابَةُ إِنْ شَاءَ مِنْ شَاءَ
قَالَ إِذْ هَبْ فَاصْرِعْهُ عَلَيْكَ وَهِيَ
تَأْيِيْمُهُ تَنْظُرُ إِلَى مَا يَفْعَلُ بِسَاءِهَا
وَأَيُّهَا اللَّهُ لَقَدْ أَفْلَحَ عَنْهَا ذَاتُ
الْيَقِيْلِ إِلَيْنَا لَهَا أَشَدُّ مِلًّا مِنْهَا
حِينَ ابْتَدَأَ فَيَضَافُ قَالَ الشَّيْءُ صَلَّى
اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اجْمَعُوا لَهَا فَجَمَعُوا
لَهَا مِنْ لَبِيْنٍ عَجْوَةٍ وَدَقِيقَةٍ وَسَوِيْقَةٍ
حَتَّى جَمَعُوا لَهَا طَعَامًا غَدَاؤُهُ فِي
ثَوْبٍ وَحَمَلُوْهَا عَلَى بَعِيْهَا وَوَضَعُوا
الْثَوْبَ بَيْنَ يَدَيْهَا فَقَالَ لَهَا تَعْلَمِيْنَ
مَا زَيْنًا مِنْ مَتَائِكَ شَيْنًا وَاصْرَبْ
اللَّهُ هُوَ الَّذِي اسْتَقَانَا فَاتَتْ أَهْلَهَا
وَقَدْ احْتَبَسَتْ عَنْهُمْ قَالُوا مَا حَسْبُكَ

روا نہ ہوئے (۱۵) میں ایک عورت ملی۔ جو اونٹ
پر پانی کی دو کھالوں یا دو مشکوں کے درمیان میں
تھی۔ انہوں نے اس عورت سے پوچھا پانی کہاں
ہے؟ پانی مجھ کو کل اس دھت طاتھا یعنی اتنی
دوری کے فاصلہ پر ہے اور قوم کے لوگ پیچھے ہیں
انہوں نے کہا چل عورت نے کہا کہاں؟ کہا کہ
کے رسول کے پاس اس نے کہا وہ تو نہیں جس
کو لوگ حاملی کہتے ہیں۔ کہا انہیں کے پاس جن کو
تو سمجھی چل تو سہی۔ آہ سرورہ دونوں اس
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں لائے
اور آپ سے سارا قصہ بیان کیا۔ پھر لوگوں نے اس
عورت کو اس کے اونٹ سے اتار لیا۔ اور حضور
نے ایک برتن منگوایا۔ اور دونوں کھالوں یا مشکوں
کا منہ کھول کر ان سے پانی لینا شروع کیا۔ پھر
اوپر کے منہ کو بند کیا اور نیچے کا کھول دیا۔ اور
لوگوں کو بلایا گیا کہ پانی لاؤ اور پیو۔ تو جس نے
چاہا جانوروں کو پلایا اور جس نے چاہا خود پیا۔
میں آپ نے ایک برتن پانی اس شخص کو بھی دیا
جس کو نہانے کی حاجت ہوئی تھی۔ اور فرمایا اس
سے ہمالو۔ وہ عورت کھڑی یہ سب کچھ دیکھ
رہی ہے جو اس کے پانی کے ساتھ ہو رہا تھا۔ خدا
کی قسم جب پانی لینا بند کیا گیا تو ہم کو ایسا معلوم
ہوتا تھا۔ کہ اب وہ مشکیں اس سے زیادہ بھری ہوئی
ہیں جیسے شروع میں بھری ہوئی تھیں۔ پھر نبی صلی
اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اب اس عورت کے لئے
جمع کرو۔ یعنی کچھ اس کی خدمت کرواؤ تو لوگوں نے
غزوہ الجحور، آٹا، ستوا اکٹھا کرنا شروع کیا۔ یہاں
تک کہ وہ بہت سا کھانے کا سامان جمع ہو گیا۔ وہ
سب ایک کپڑے میں رکھا۔ اور اس کو اونٹ پر سوار

يَا قُلَاتِ قَالَتْ لَقَدْ لَقِيتُ
رَجُلًا مِنْ قَوْمِي إِلَى هَذَا
الرَّجُلِ الَّذِي يُقَالُ لَهُ الصَّاقُ
فَقَعَلَ كَنَّهُ أَوْ كَذَا قَوْلَ اللَّهِ
إِنَّهُ لَا تُحَرِّمُ الشَّيْءَ مِنْ بَيْنِ
هَذِهِ وَهَذِهِ قَالَتْ أَصْبَغِيهَا
الْوُسْطَى وَالسَّبَابِقَ فَرَفَعْتُهَا
إِلَى السَّمَاءِ تَعْنِي السَّمَاءَ وَالْأَرْضَ
أَوْ رَأَيْتُ لِرَسُولِ اللَّهِ حَقًّا
فَكَانَ الْمُسْلِمُونَ بَعْدَ ذَلِكَ يَخْبِتُونَ
عَلَى مَنْ مَدَّ يَدَهُ مِنَ الْمُشْرِكِينَ
وَلَا يُصَيِّبُونَ الْقِسْمَ الَّذِي
بِهِ مِنْهُ فَقَالَتْ يَوْمًا
لِقَوْمٍ مِمَّا مَأْرَأَى أَنَّ هُوَ لَكُمْ
الْقَوْمَ ثُمَّ سَدَّ عَنْكُمْ عَنْدًا
فَقُلْتُ كُمْ فِي الْإِسْلَامِ
فَأَطَاعُوا مَا مَدَّ حُلُوًا فِي
الْإِسْلَامِ

قَالَ أَبُو عَبْدِ اللَّهِ صَبَا
خَرَجَ مِنْ دِيْنٍ إِلَى عِيْرِهِ
وَقَالَ أَتَبَا الْعَالِيَةِ الْقَائِيَةِ
بِنُورَةٍ مِنْ أَهْلِ الْكِتَابِ
يَقْرَأُونَ الْقُرْآنَ

اصْبِ اَهْل

(بخاری)

کیا۔ اور وہ کھانے کی گھڑی اس کے آگے رکھ دی
تب آپ نے اس عورت سے فرمایا تو جانتی ہے
میرے تیرا پانی ڈرا بھی کم نہیں کیا۔ اللہ ہی نے
ہم کو پانی پلایا۔ پھر وہ عورت اپنے گھر والوں کے
پاس پہنچی۔ اور چونکہ وہ راہ میں روک لی تھی ہیں
لئے انہوں نے پوچھا اتنی دیر کیوں ہوئی۔ وہ کہنے
لگی عجیب بات ہوئی۔ دو آدمی مجھ کو لئے وہ مجھے
اس شخص کے پاس لے گئے جس کو لوگ صابی کہتے ہیں
اس نے ایسا ایرا کہا۔ تو قسم خدا کی جتنے لوگ اس کے
اداس کے بیچ میں ہیں۔ اس نے بیچ کی انگلی اور شہادت
کی انگلی اٹھا کر آسمان اور زمین کی طرف
اٹھام کیا۔ ان سب میں وہ بڑا جادوگر ہے۔
یا اللہ کا سچا رسول ہے۔ پھر مسلمانوں نے یہ کیا
کہ عورت کے رگڑوں کے ارد گرد جو مشرک کہتے
تھے۔ ان کو لٹتے اور جن لوگوں میں وہ عورت
رہتی تھی ان کو چھوڑ دیتے۔ ایک دن اس عورت
نے اپنے آدمیوں سے کہا کہ میں سمجھتی ہوں۔ کہ
مسلمان جو تم کو چھوڑ دیتے ہیں تو جان بوجھ کر چھوڑ
دیتے ہیں تو کیا تم چاہتے ہو کہ مسلمان ہو جاؤ انہوں
نے اس کی بات مان لی اور مسلمان ہو گئے۔ اہم بخاری
نے کہا کہ صابی صبا سے مشتق ہے جس کے معنی
اپنا دین چھوڑ کر دوسرے دین کو اختیار کرنے کے
ہے۔ اور ابوالعالیہ نے کہا۔ صابیین اہل کتاب کا
ایک فرقہ ہے جو زبرد پر ہتھ ہیں (اور سورۃ یوسف
میں ابو اصب کا لفظ ہے۔ اس کے معنی
تھک جاؤں ہے۔

حدیث ہذا میں علیہ السلام کی صلیت کا جملہ موجود ہے۔ یہ ہی اصل
والدہ مسائل ترجمہ ہے۔ اس سے واضح ہوا کہ اگر جنہی کو پانی پر قدرت نہ ہو تو وہ بھی تم کر سکتا ہے۔
اور جنہی کے غرض کی جگہ تم کافی ہے (۷۲) اس حدیث کو امام نے باب علامات النبوة میں بھی ذکر کیا

ہے اور مسلم نے سواتہ میں ذکر کیا ۱۰۰ اور ابان حدیث میں حضرت عمران قابل ذکر ہیں۔ عمران بن حصیب ان کی کیفیت بیان ہے۔ خزاعی و کعبی میں عام خیبر شہر میں ایمان لائے۔ صحابہ میں بڑے فاضل اور فقیہ تھے۔ بعمرہ میں قاضی مقرر ہوئے بڑے فیک عابد و زاہد تھے۔ فرشتے انہیں سلام کرتے تھے۔ ان سے کل ۱۰۰ حدیثیں مروی ہیں جن میں سے ۵ بخاری میں ۵۲ حدیثیں بعمرہ میں وصال فرمایا و علی بن ۲ حدیث ۱۸ فتح البخاری و تذکرۃ الذہبی

حدیث ہذا مسائل ذیل پر مشتمل ہے :-

۱۱۔ بزرگوں کی تعلیم اور ان کے ساتھ ادب سے پیش آنا ضروری ہے۔ اگر ان کو جگہ تھے کی ضرورت ہو تو اس میں بھی ادب کا تینال رکھا جائے۔ جیسا کہ فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضور کو بیدار کرنے کے بعد آواز سے نکلے کہی ۱۲ جب حضور آرام فرما ہوتے تو صحابہ کرام حضور کو جگہ تھے نہیں تھے۔ کیونکہ ہو سکتا ہے کہ خیمہ میں آہ بے پروا نازل ہو رہی ہو ۱۳ یہ نہ کہا جائے کہ حقیقت میں حضور بھی غافل تھے یہاں تک کہ نماز فجر قضا ہو گئی اور سورج نکل آیا۔ کیونکہ حضور علیہ السلام کے قلب اقدس پر غفلت طاری نہیں ہو سکتی۔ خود ہی فرماتے ہیں میری آنکھیں سوتی ہیں اور دل جاگتا ہے ۱۴ اگر بلا قیعدہ اختیار نماز قضا ہو جائے تو گناہ نہیں ۱۵ جس کو ہانے کی حاجت ہو اور پانی پر قدرت نہ ہو اس کو تیمم کرنا جائز ہے ۱۶ نماز یا جماعت پڑھنے کی ہر ٹک کی کوشش کرنی چاہیے ۱۷ فوت شدہ نماز کی قضا واجب ہے۔ اور تاخیر سے وہ نہ فقط نہیں ہوتی ۱۸ قضا کرنے میں بلا عذر تاخیر کرنا گناہ ہے ۱۹ قضا نماز کے لئے اذان کہنا مستحب ہے ۲۰ قضا نماز یا جماعت پڑھنا جائز ہے ۲۱ اجنبی عورت کے ساتھ خلوت جائز ہے۔ جبکہ ضرورت شرعیہ ہو اور غتہ کا خوف بھی نہ ہو ۲۲ مشرکوں اور کافروں کے برتن کا استعمال جائز ہے جب کہ ان کے بچس ہونے کا یقین نہ ہو ۲۳ طہرائی کی حدیث ہے۔ کہ آپ نے مشکوں سے پانی پی لیا تھا اس میں کلی فریاتی تھی اور وہ پانی مشکوں میں ڈال دیا تھا جس کی وجہ سے پانی میں برکت پیدا ہو گئی۔ مسلم کی حدیث میں ہے کہ حضور کے ساتھ سفر کرنے والوں کی تعداد ۴۰ تھی۔ ان چالیس افراد نے پانی پیا اور کچھ نے اپنے جاتوں کو بھی پلایا گریبان میں کمی نہ ہوئی۔ یہ حضور علیہ السلام کا عظیم و جلیل معجزہ تھا ۲۴ حافظ ابن حجر علیہ الرحمۃ نے فرمایا کہ عورت جو تکہ کا قرہ حریص تھی اس لئے اس کی اجازت کے بغیر اس کا مال لینا جائز تھا۔ لیکن یہ ظاہر ہے کہ مسلمانوں نے اس کا پانی یا جی کہاں۔ جو پانی مسلمانوں نے استعمال کیا۔ وہ محض فضل الہی تھا اور حضور کا اعجاز۔ اور اس عورت کے مشکیزوں سے اس اعجاز کے ظہور میں حکمت یہ تھی۔ کہ اس کے قدیم بہتوں کی ہدایت ہو گی چنانچہ ہوئی اور اس عورت کی ذمہ مشرف باسلام ہوئی۔ خود نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی اس عورت کو مخاطب کر کے یہ فرمایا :-

مَا رَفَعْنَا مِنْ مَاءٍ لَوْ شِئْنَا دَهْمَ نَعْتَمِدُ بِأَنِّي كَيْفَ كَمْ تَهَيَّيْ كَيْفَ (البتہ اس عورت کو گھر پہنچنے میں جو تاخیر ہوئی۔ اس کے حوض میں اس کو ستوا اٹھا کھجوریں دے دی گئیں۔) کھار حضور علیہ السلام کو حبابی کہتے تھے۔ کیونکہ حضور علیہ السلام نے ان کے دین کو باطل قرار دیا تھا۔ اور دین اسلام کو جاری فرمایا تھا۔ امام بخاری علیہ الرحمۃ نے یہ بتایا کہ حدیث میں جو صابی کا لفظ ہے اس کے معنی ایک دین کو چھوڑ

ہے دین کو اختیار کرنے کے ہیں۔ اور قرآن میں جو صلی کا لفظ آیا ہے اس کے معنی اور ہیں :-
 وَإِذَا أَخَذَ الْجَنْبُ عَلَى تَقْدِيرِ الْمَرْصُوفِ
 وَتِ الْأَخَذَ الْعَطَشَ تَيْمَمَ
 وَيُذَكِّرُ أَنَّ عَشْرَ وَفِ الْعَاصِ
 أَجَنْبُ فِي تَيْمَمَ يَارِدَةً تَتَيَمَّمُ وَتَلَا
 وَلَا تَقْتُلُوا أَنْفُسَكُمْ إِنَّ اللَّهَ كَانَ بِكُمْ رَحِيمًا
 فَذَكَرَ لَكَ لِلتَّيَمُّنِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
 وَسَلَّمَ كَلِمَةً جَعَلَ رَحْمَةً

باب جب تہی کو غسل کرنے کی وجہ سے مرض میں مبتلا ہونے
 یا موت کا یا پانی کا ڈر ہو تو وہ تیمم کرے۔
 اور حضرت عمرو بن العاص کے متعلق کہا جاتا ہے کہ انہیں
 سردی کی رات میں نہانے کی حاجت ہوئی تو انہوں نے
 تیمم کر لیا۔ اور یہ آیت پڑھی۔ اپنی جائیں صاف د
 کر۔ اللہ تم پر ہر زبان سے بھر حضور علیہ اسلام سے اس
 ذکر کیا تو آپ نے ہر برس نہ کی۔

اگر جنبی کو یہ اندیشہ صحیح ہو کہ غسل کرے گا تو مرض میں مبتلا ہو جائے گا۔ یا مرض بڑھ جائے گا
 کوئی عضو صاف ہو جائے گا۔ تو ایسی صورت میں تیمم کرنا جائز ہے۔ خواہ یہ صورت
 میں ہو یا حضرت میں۔ سیدنا امام اعظم ابو حنیفہ، متافعی، مالک، ثوری رضی اللہ عنہم کا یہی مسلک ہے
 کہ غسل کرنے سے موت واقع ہو جائے گا اور اندیشہ صحیح ہو تو تمام آئمہ کے نزدیک ایسے شخص کو تیمم کرنا جائز ہے
 یہ صورت سفر میں ہو یا حضر میں (۱۰) اسی طرح پانی موجود ہے مگر اس قدر ہے کہ صرف غسل یا وضو کے
 کے لیے نہیں ہے۔ لیکن غسل یا وضو کرنے کی صورت میں خود یا ساتھی یا جو اس کے ساتھ جانو رہے یا سارہ جائے گا
 کہ وقت میں یا سارہ جانے کا خطرہ ہو تو بھی تیمم کرنا جائز ہے

(۱۱) حضرت عمرو بن العاص قریشی رضی اللہ
 تھالے عمر بڑے مابعد و زائد صحابی تھے۔ ماہر
 میں مسلمان ہوئے۔ غایت ادب و جہا کی وجہ سے حضور علیہ السلام کی طرف آنکھ اٹھا کر نہیں دیکھتے تھے۔ مجلس
 میں ہمیشہ بیچھی ٹٹا رکھتے تھے۔ حضور نے انہیں عمان کا والی اور قاضی بنا کر بھیجا تھا۔ آپ سے کل ۴ حدیثیں
 ہیں۔ ان میں سے تین بخاری میں ہیں (۱۲) حضرت عمرو بن العاص کے اثر کو ابو داؤد و حاکم نے
 سناد ذکر کیا۔ جس کا مضمون یہ ہے۔ میں غزوہ ذات السلاسل میں جنبی ہو گیا۔ مجھے خلہ
 کہ اگر اس سردی میں غسل کیا تو ہلاک ہو جاؤں گا۔ چنانچہ میں نے تیمم کر کے نماز پڑھائی۔ بعد ازاں یہ
 ہو گیا کہ حضور نبویؐ پیش کیا۔ حضور نے فرمایا کیا تم نے ایسا کیا۔ میں نے غسل ذکر کرنے کی وجہ بیان کی اور
 ہے اس فعل کی دلیل میں سورہ نساء ۱۱ کی آیت لَا تَقْتُلُوا أَنْفُسَكُمْ الْآیۃ پیش کی۔ حضورؐ یہ سن کر مسکرائے
 کہ تم کو شہنشاہ ہو گئے۔

حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا ان کے اس عمل پر فائز ہو جانا سنت تقریری ہے۔ اس سے ثابت ہوا کہ جنبی اگر پانی کے
 سے لے کر قارہ ہو تو اسے تیمم کرنا جائز ہے اور یہی ثابت ہوا کہ تیمم کے پیچھے حیض کی نماز درست ہے۔
 حضرت شعیب بن سلہ کا بیان ہے کہ میں عبد اللہ
 بن مسعود اور ابو موسیٰ اشجری کے پاس تھا کہ ابو موسیٰ
 نے حضرت ابن مسعود سے کہا اے عبد اللہ

فَكَانَ كَأَنَّهُ عِنْدَ عَيْنَيْهِ
 مَوْلَى فَقَالَ لَهُ أَبُو مُوسَى أَمَّا نَحْنُ
 يَا عَبْدَ اللَّهِ الْوَحْلِينَ إِذَا أَجْنَبَ ضَلُّوا

يَعْلَمُ مَا كَيْفَ يَصْنَعُ قَالَ عَبْدُ اللَّهِ لَا يَكْفِي حَتَّى يَجِدَ الْمَاءَ فَقَالَ أَبُو مُوسَى كَيْفَ تَصْنَعُ يَقُولُ عَمَّا يَحِينُ قَالَ لَمْ يَكُنْ مَعِيَ مَاءٌ اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَكْفِيكَ قَالَ أَلَمْ تَرَ عَمَّا تَرَى تَصْنَعُ بِدَلَالَتِهِ فَقَالَ أَبُو مُوسَى فَدَعَا عَمَّا مِنْ قَوْلِ عَمَّا كَيْفَ تَصْنَعُ بِمَسِيرَةٍ إِلَى كَنَادَى عَبْدُ اللَّهِ مَا يَقُولُ فَقَالَ إِنَّا لَمْ نَخْصُصْكَ الْمَرْفِقَ هَذَا كَوْنَهُ هَكَذَا إِذَا تَرَدَّدْتَ عَلَى أَحَدِهِمْ أَسْأَلُكَ أَنْ يَتَدَعَا وَيَتَبَيَّنَ فَقُلْتُ لَيْسَ بِي شَيْءٌ مِمَّا كَرِهَ عَبْدُ اللَّهِ يَصْنَعُ فَقَالَ نَعَمْ

(بخاری)

اسی معنیوں کی ایک اور حدیث امام نے ذکر کر رکھی۔ جسے ہم نے چھوڑ دیا ہے۔

یعنی ابن مسعود جب کئی مجلسیں ہو اور پانی نہ پائے۔ تو کہہ کرے۔ تو عبد اللہ بن مسعود نے فرمایا جب تک پانی نہ ملے۔ نماز نہ پڑھے۔ ابو موسیٰ نے کہا پھر تم عمار کا ردائے کا کیا جواب دو گے۔ جب کہ نبی علیہ السلام نے ان سے فرمایا تھا مجھ کو یہ کافی تھا۔ یعنی نماز اور تہجد کرنا حضرت عمار کا واقعہ گذشتہ حدیث میں گزر چکا ہے حضرت ابن مسعود نے جواب دیا تم نہیں دیکھتے کہ حضرت عمرؓ نے عمار کی بات قناعت سے کی۔ حضرت ابو موسیٰ نے کہا اچھا حضرت عمار کے قول کو جانے دو۔ تم اس آیت کا کیا جواب دو گے اَلْجَنُّ نَجِمٌ کَا جِسْمٍ یُّجْنُو اُور بے وضو و نوکے لئے جب کہ تم پانی پر قدرت نہ ہو تم کا حکم ہے)

پس عبد اللہ بن مسعود کو کوئی جواب نہ دیا۔ کہنے لگے۔ اگر ہم لوگوں کو جنابت کی حالت میں تیمم کی اجازت دے دیں تو پھر ایسا ہوگا۔ کہ جس کو پانی تھا خدا معلوم پہنچا وہ غسل چھوڑ کر تیمم کر لے گا۔ اٹش نے کہا۔ میں نے شقیق سے کہا۔ کہ عبد اللہ بن مسعود نے جنبی کو تیمم کرنا مصلحت سے برا جانا ہے۔ انہوں نے کہا ہاں!

واضح ہو کہ حضرت عبد اللہ بن مسعود اور حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی رائے یہ تھی۔ کہ جنبی کو تیمم جائز نہیں ہے۔ اور باقی صحابہ کرام جواز کے قائل تھے۔ حضرت ابو موسیٰ اشعری اور حضرت عبد اللہ بن مسعود کے مابین اسی مسئلہ پر بحث ہوئی۔ حضرت ابو موسیٰ نے کہا۔ اگر آپ کے نزدیک جنبی کو تیمم جائز نہیں۔ تو روایت عمار جس میں یہ ہے کہ حضور علیہ السلام نے جنبی کو تیمم کا حکم دیا۔ اس کا آپ کے پاس کیا جواب ہے۔ حضرت عبد اللہ بن مسعود نے جواب دیا۔ حضرت عمرؓ نے روایت عمار پر قناعت جنبی کی حضرت عمرؓ اصل اس سفر میں خود موجود تھے جس میں حضور علیہ السلام نے حضرت عمار کو جنبی ہو سکے وجہ سے تیمم کا حکم دیا تھا مگر حضرت عمرؓ کو یہ واقعہ یاد نہ رہا اس بنا پر انہوں نے روایت عمار پر قناعت نہ کی۔ اس پر حضرت ابو موسیٰ نے کہا اچھا تو آپ کے پاس اس آیت تیمم کا کیا جواب ہے جس میں مطلقاً تیمم کا حکم دیا گیا ہے۔ یعنی جنبی اور بے وضو دونوں کے لئے پانی نہ ملنے کی صورت میں تیمم کا حکم ہے۔ تو عبد اللہ بن مسعود کا جواب ہو گئے۔ اور کہنے لگے کہ اگر تم کہتے تھے تیمم کا حکم دے دیں۔ تو پھر وہ شخص جس کو سردی میں نہانے سے تکلیف ہوگی تیمم کر لے گا۔

حضرت عبد اللہ بن مسعود اور ابن مسعود دونوں سے اس مسئلہ میں خطا۔ اجتہادی واقع ہوئی۔ اور جب مسئلہ

اصل پوزیشن ان دونوں حضرات پر رکھی تو دونوں نے اپنے قول سے رجوع فرمایا۔ جیسا کہ نووی اور ابن ابی شیبہ نے تصریح کیا ہے (۱۶) یہ حدیث مسائل ذیل پر مشتمل ہے۔

(۱) جنبی کو اگر پانی پر قدرت نہ ہو تو تیمم کر لے جیسا کہ اہل حدیث مرفوعہ صحیحہ سے ثابت ہے۔ اور جمہور صحابہ اور ائمہ دین کا یہ ہی مسلک ہے (۲) حق کی وضاحت کے لئے مناظرہ جائز ہے (۳) مناظرہ کے وقت ایک ذیل کو چھوڑ کر دوسری دلیل سے حجت پکڑنا جائز ہے۔ جناب ابراہیم خلیل علیہ السلام نے بھی ایسا ہی کیا تھا۔

آیت تیمم میں "لمستما المساء" کا لفظ بھی ہے حضرت عبداللہ بن مسعود اور حضرت عمرؓ کی رائے میں لمس عصر اور جماع نہ تھا۔ یہ بھی وجہ تھی کہ ان دونوں حضرات کے نزدیک اس بشر میں نقص نہ ہو ہے۔ اس لئے ان کی رائے یہ ہوئی کہ جنبی کو تیمم مائلو نہیں ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ان حکم جنبا فاطہروا۔ لہذا یہ کہا جائے کہ حضرت عبداللہ بن مسعود نے آیت کی بھی پروا نہ کی۔ مگر اس حدیث ابو موسیٰ نے جب یہ آیت پیش کی تھی تو ان کے ذہن میں کس بعضی جماع ہی تھا۔ اگر حضرت عبداللہ بن مسعود کی رائے میں بھی لمس جنبی جماع ہوتا تو وہ اسی وقت رجوع فرماتے۔ تاہم

(۱۶) یہاں یہ نہ کہا جائے کہ حضرت عمرؓ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حدیث رد کر دی۔ اور اپنی رائے پر قائم رہے۔ حضرت عمرؓ نے نہ تو حدیث کو رد کر دیا اور نہ حضرت عمارؓ کو جھوٹا قرار دیا۔ بلکہ یہ کہ حضرت عمرؓ خود اس سفر میں موجود تھے۔ ہمیں کسے متعلق حضرت عمارؓ کا بیان تھا کہ حضورؐ نے مجھے بحالت جنابت تیمم کرنے کی اجازت دی چنانچہ حضرت عمارؓ نے جب یہ واقعہ بیان کیا تو حضرت عمرؓ نے فرمایا:-

"عمار! خدا سے ڈرو۔ حضرت عمارؓ نے عرض کی۔ اگر آپ کہیں تو میں یہ حدیث بیان نہ کر دوں (کیونکہ حدیث بیان کرنے کا بوجھ میں مجھ پر عائد ہوتا تھا وہ میں پورا کر چکا ہوں) اس پر حضرت عمرؓ نے کہا۔ میں تیرا کام تجھ پر ہی ڈالتا ہوں۔" (مسلم شریف)

اس سے یہ بات واضح ہو گئی۔ کہ حضرت عمارؓ فاروق اعظمؓ نے حدیث کو رد نہیں کیا بلکہ انہیں یہ خیال تھا کہ ممکن ہے عمارؓ سے بھول ہو گئی ہو۔ اور یہ خیال انہیں اس لئے پیدا ہوا۔ کہ وہ خود سفر میں موجود تھے چنانچہ جب حضرت عمارؓ نے یہ کہا کہ آپ کہیں تو میں یہ حدیث بیان کرنا چھوڑ دوں۔ تو حضرت عمرؓ نے ان کو اس حدیث کے بیان کرنے سے منع نہیں کیا۔ بلکہ یہ فرمایا کہ میں تیرا کام تجھ ہی پر ڈالتا ہوں۔ جس سے یہ واضح ہوتا ہے۔ کہ حضرت عمرؓ متردد تھے۔ اور تردد کی وجہ یہ تھی۔ کہ وہ خود اس سفر میں موجود تھے۔ اور ایسی یاد دہا تھا کہ حضورؐ نے حضرت عمارؓ کو بحالت جنابت تیمم کا حکم دیا تھا۔ لیکن اس شک و تردد کے باوجود وہ حضرت عمارؓ کو جھوٹا نہیں قرار دیتے تھے۔ یہ جانیکہ حدیث کو رد کریں۔

چنانچہ جب حضرت عمرؓ کو یہ یقین ہو گیا کہ حضرت عمارؓ کا بیان صحیح ہے۔ تو انہوں نے اپنی رائے سے رجوع فرمایا حتیٰ کہ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نے بھی رجوع کر لیا۔ تاہم دوسرا باب التیمم ص ۱۶

اب تیمم میں ایک بار تمہارا ناکافی ہے۔

اس عنوان کے ماتحت امام نے وہی حدیث لکھی ہے۔ جس میں حضرت ابو موسیٰ و حضرت عبد اللہ بن مسود کے ساتھ ذکر کیا ہے۔ اور حدیث عامر لکھی ہے۔ جن کو نہانے کی حاجت ہو گئی تھی۔ اور انہوں نے زمین میں لوٹ لگائی تھی۔ ان دونوں حدیثوں کی تفہیم و ترجمانی اوپر ہو چکی ہے۔ ہم یہاں عنوان کے متناسب الفاظ ذکر کئے دیتے ہیں۔

۱۔ حضرت عامر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو نہانے کی حاجت ہو گئی اور پانی موجود نہ تھا۔ آپ نے زمینی میں لوٹ لگائی اور نماز پڑھی۔ پھر حضور علیہ السلام سے اس کا ذکر کیا۔ تو آپ نے فرمایا اے زمین پر لوٹ اٹنے کی بجائے ایسا کرنا کافی تھا۔

فَقَالَ اَسَاكَ اَنْ يَكْفِيكَ اَنْ تَصْنَعَ
هَكَذَا وَصَرَبَ بِكَفِّهِ ضَرْبَةً عَلَى
الْأَرْضِ ثُمَّ لَقَضَهَا ثُمَّ مَسَحَ بِهَا
وَضَمَّ كَفَّهُ بِشَاحِلِهِ اَوْ ظَهْرَ قَبَائِلِهِ
بَلَقَهُ ثُمَّ مَسَحَ بِهَا وَجْهَهُ وَغَارِي

اور آپ نے زمینی پر اپنا ہاتھ ایک بار بار پھر اس
کو جھڑا۔ پھر بائیں سے دائیں ہاتھ کی پشت پر
مسح کیا۔ یا اپنے سیدھے ہاتھ سے بائیں ہاتھ کی
پشت پر مسح کیا۔ پھر اپنے چہرہ پر دونوں
ہاتھوں کو پھیر لیا

امام نے عنوان مذکورہ میں ثابت کرنے کے لئے قائم کیا ہے۔ کہ تیمم میں صرف ایک وقت و دو دروں قیام و مسائل باتھوں کا زمین پر مارنا کافی ہے۔ اور ایک ہی ضرب سے دونوں ہاتھوں اور چہرہ کا مسح کیا جائے چنانچہ انہوں نے حدیث عامر کے لفظ ضرب بیکہ ضربۃ واحدہ سے اپنے مسدک کا اثبات کیا ہے۔ لیکن خود علما و احادیث کے نزدیک چہرہ کے مسح کے لئے علیحدہ اور ہاتھوں کے مسح کے لئے علیحدہ زمین پر ہاتھ مارنا ضروری ہے۔ جیسا کہ ہم نے گذشتہ اوراق میں تفصیل سے بیان کیا ہے :

یہاں باب کا لفظ بلا ترجمہ ہے۔ اور اس کے ضمن میں امام نے ایک حدیث لکھی ہے جو یہ ہے :-

باب حضرت عمران بن حصین الخواصی کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کو دیکھا کہ اس شخص نے لوگوں کے ساتھ نماز نہیں پڑھی۔ آپ نے فرمایا مجھے کیا ہوا کہ تو نے لوگوں کے ساتھ نماز نہیں پڑھی۔ عرض کی :-

مَا مَنَعَكَ اَنْ تَكُنْ فِي الصَّلَاةِ فَقَالَ يَا
رَسُولَ اللَّهِ اَصَابَتْنِي جُنَابَةٌ ذَكَرْتُهَا وَفَقَالَ
عَلَيْكَ بِالصَّبْرِ ذَكَرْتُهَا فَيُفِيكَ (بخاری)

یا رسول اللہ مجھے نہانے کی حاجت ہے اور پانی
نہیں ہے نہ بار بار مٹی لے لے کر تیمم کر لے گا وہ
مجھے کنایت کرے گی۔

حال اہم صرف لفظ باب بلا ترجمہ لکھتے ہیں۔ وہ غالباً پچھلی فصل یا باب کا خلاصہ اور تہہ ہوتا ہے۔ یہاں بھی اس حدیث کو ذکر کر کے یہ بتانا مقصود ہے کہ پاک مٹی مسلمان کا ضرور ہے جب پانی پر قدرت نہ ہو مٹی سے تیمم کیا جائے :

کتاب التیمم میں سنہ حدیثیں ہیں۔ ان میں سے ۱۰ مکرر اور دو معنی میں بلا تکرار سات حدیثیں ہیں۔ ان خاتمہ میں سے ایک معنی اور باقی موصول ہیں۔ آثار صحابہ و تابعین دس ہیں۔ ان میں سے ۳ موصول ہیں :

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

کتاب الصلوة

(۱) لہذا جو شرائط نماز سے ہے۔ اس کے احکام بیان کرنے کے بعد اب نماز کا بیان شروع کیا جا رہا ہے۔
 (۲) اس سے مقصود نماز کی زحمت اور اس کی کیفیت کو بتانا ہے۔
 امام بخاری علیہ الرحمۃ نے سب سے پہلے شرائط نماز کا ذکر کیا ہے جن کا نماز سے پہلے ہونا ضروری ہے
 لہذا اس کے چونکہ بہت سے باب تھے۔ اس لئے اس کے لئے کتاب الطہارۃ کا عنوان قائم فرمایا۔
 سبب شرائط صلوٰۃ یوں رکھی ہے۔ فرمیت صلوٰۃ، ستر عورت، استقبال قبلہ۔ پھر اس کے بول میں
 سجود، ستر، دخول وقت، اذان، جماعت، امامت، صفت نماز کا بیان ہے۔ اس کے بعد تمام نماز
 کو جمع و عیدین وغیرہ کا تذکرہ ہے۔

صلوٰۃ کے معنی لغت میں صلوٰۃ کے معنی دعا کے ہیں۔ قرآن پاک میں فرمایا وصل علیہم اور
 حدیث میں ہے وان کان صائماً فلیصل۔ اس آیت اور حدیث میں صلوٰۃ بمعنی
 ہے۔ امام نووی نے فرمایا۔ صلوٰۃ کا اشتقاق صلیوں سے ہے۔ اور صلیوں سرین کی دو ٹہریوں کو کہتے ہیں۔
 رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ صلوٰۃ "سلسلہ" سے مشتق ہے۔ جن کے معنی بانس کو انگاروں پر رکھ کر سیدھا کرنے
 کے ہیں۔ بعض نے کہا صلوٰۃ کے اصل معنی رحمت کے ہیں۔ لہذا صلوٰۃ کو صلوٰۃ اس لئے کہتے ہیں کہ یہ رحمت
 سے آیا اس لئے کہ اس میں نمازی رکوع و سجود میں اپنے سرین ہلاتا ہے یا اس لئے کہ صلوٰۃ سے آدمی
 صاف ہو جاتا ہے۔ تو جس کی کچی نماز سے جاتی رہے۔ قیامت کے دن اسے آگ سے سیدھا کرنے کی
 رحمت نہ رہے گی (انتشار اللہ العزیز)

بعض علماء نے فرمایا۔ کہ صلوٰۃ مصلیٰ سے مشتق ہے۔ وہ گھوڑا، جو سابق گھوڑے کے پیچھے ہوتا تھا، اس کو
 مصل کہتے ہیں۔ کیونکہ اس پیچھے والے گھوڑے کا سر آگے والے گھوڑے کے سرین کے پیچھے ہوتا ہے۔ اور وہ اس
 سچ ہوتا ہے تو صلوٰۃ کو صلوٰۃ اس لئے کہتے ہیں کہ مصلیٰ اپنے امام کا تابع ہوتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ:-
 امام کی نماز فاسد ہو تو مقتدی کی نماز بھی فاسد ہو جاتی ہے (دور عکس)

سہو امام سے مقتدی پر بھی سجدہ مہول لازم آتا ہے۔

مقتدی کو امام سے پہلے رکوع و سجود ممنوع ہے۔

امام کا ستر مقتدیوں کے حق میں بھی کافی ہے وغیرہ وغیرہ

اس کے علاوہ سروہ عبادت جو تعظیم و خشیت خالق کے لئے ہو۔ اس کو صلوٰۃ کہہ سکتے ہیں۔ اور اس
 میں صلوٰۃ افراد انسانی کے ساتھ خاص نہیں رہتی بلکہ تمام مخلوقات کے لئے مشترک ہو جاتی ہے۔ تو ہر چیز

کی صلوٰۃ اس کے مناسب حال ہوگی۔ اسی لئے قرآن مجید میں فرمایا: **كُلُّ قَوْمٍ لَّهُ فِرَاقٌ**۔ البتہ اس کی نوعیت و صورت میں فرق ضرور ہے۔ جیسے سجدہ ہی کو لے لیجئے۔ تمام مخلوقات اپنے رب کے حضور سجدہ دیتے ہیں۔ واللہ یسجد من فی السموات والارض۔ لیکن سجدہ کی صورت میں فرق ہے۔ انسان کے سجدہ کرنے کی صورت یہ ہے کہ وہ اپنے سات اعضا پر سجدہ کرتا ہے۔ اور دوسری اشیاء کے سجدہ کی صورت اور ہے:

نماز کی اہمیت حضور سید عالم جب مبعوث ہوئے تو توحید کے بعد سب سے پہلا حکم جو آپ کو ملا وہ نماز کا تھا۔ یہ انھما اللہ شرعاً فاستدوا بہما لعلکم تہتدوا۔ یہ بھی نماز کی قیاد ہے۔ اس کے بعد رفتہ رفتہ یہ نماز تکمیل کے مدارج ملے کرتے ہوئے اس نقطہ پر پہنچ گئی۔ جو روحانی معراج کی آخری سرحد ہے۔

قرآن پاک کی تفسیر کے مطابق دنیا میں کوئی پیغمبر یا نبی نہیں آیا۔ جس نے اپنی امت کو نماز کی تعلیم نہ دی ہو۔ اور اس کی تاکید نہ کی ہو۔ خصوصاً اہل عرب میں تو اس کی حیثیت سب سے زیادہ نمایاں ہے۔ حضرت ابراہیم، حضرت اسماعیل، حضرت شعیب، حضرت لوط، حضرت اسماعیل، حضرت یعقوب، حضرت لقمان، حضرت موسیٰ، حضرت عیسیٰ، حضرت زکریا ان سب نبیل القدر انبیاء کرام علیہم السلام کے متعلق قرآن پاک نے بتایا ہے۔ سب کے سب نماز پڑھتے تھے۔ اپنے اہل و عیال اور اپنی قوم کو قیاد کا حکم دیتے تھے۔ دیکھو سورۃ صافات اور اعیان القمان، ابراہیم، اسماعیل، لوط، زکریا، اہل عمران۔

قرآن و حدیث سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ اسلام کے زمانہ میں بھی بعض یہودی اور عیسائی نماز پڑھتے تھے۔ اہل عمران اور حدیث سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے۔ کہ اسلام کے زمانہ میں بھی بعض یہودی اور عیسائی نماز پڑھتے تھے۔

تھے۔ اہل عمران اور حدیث سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے۔ کہ اسلام کے زمانہ میں بھی بعض یہودی اور عیسائی نماز پڑھتے تھے۔ اہل عمران اور حدیث سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے۔ کہ اسلام کے زمانہ میں بھی بعض یہودی اور عیسائی نماز پڑھتے تھے۔ اہل عمران اور حدیث سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے۔ کہ اسلام کے زمانہ میں بھی بعض یہودی اور عیسائی نماز پڑھتے تھے۔

واقیعہ الصلوٰۃ ولا تکتونوا من المشرکین (الہدیرم)

اہمیت بالاسے ایک تو توحید و ایمان کے بعد سب سے اہم چیز نماز ثابت ہوئی۔ اور دوسری بات یہ معلوم ہوئی کہ شرک نماز سے کفر و شرک میں گرفتار ہو جانے کا اعتراف ہے۔ کیونکہ جب دل کی کیفیت کو پیروی اعمال کے ذریعہ نہ پڑھائے نہ پڑھائے۔ تو خود اس کی کیفیت (زمانہ) کے زائل ہو جانے کا خطرہ پیدا ہوتا ہے۔ حضور علیہ السلام نے ہمیشہ خاص طور سے نماز پر زور دیا اور اس کے تارک کے متعلق شرک و کفر کا وہ تمام فرمایا ہے۔

ردو بخشر کہ جاں گداز بود اولین پرکشش نماز بود

ترک صلوٰۃ کا فرہ حضرت عبداللہ بن شعیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ صحابہ کرام کسی عمل کے ترک کو کفر نہیں جانتے سوا نماز کے۔ بہت سی ایسی حدیثیں آئیں۔ جن کا ہر یہ ہے کہ قصداً نماز کا ترک کفر ہے۔ اور بعض صحابہ کرام مثلاً حضرت فاروق اعظم، عبدالرحمان بن عوف، عبداللہ بن مسعود، عبداللہ بن عباس، حباب بن عبداللہ، معاذ بن جبل، ابو ہریرہ، ابو دردبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا یہ ہی مذہب ہے۔ بعض ائمہ کرام مثلاً حضرت امام احمد بن حنبل، اسحاق بن راہویہ، عبداللہ بن مبارک دارامی کا بھی یہ ہی مسلک ہے۔ البتہ ہمارے امام ابو حنیفہ و دیگر ائمہ کرام نیز کثیر صحابہ کرام ترک صلوٰۃ کو کفر نہیں کرتے مگر کیا یہ فتویٰ بات ہے۔ کہ ان جلیل القدر حضرات کے نزدیک نماز کا ترک صلوٰۃ کا فرہ ہے۔ اس مسئلہ کی مکمل بحث کہلے اہل علم حضرات ذیل الاوطار قوسی اور عینی کا مطالعہ کریں

۱۲۔ ہر مکلف یعنی عاقل و بالغ پر نماز فرض میں ہے۔ اس کی فرضیت کا منکر کا فرہ ہے۔ اور جو قصداً جھوٹے وقت پر ایک ہی وقت کی وہ فاسق ہے اور جو نماز نہ پڑھنا ہو قید کیا جائے حتیٰ کہ جگہ نماز کا ایک شافعی احمدی رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے نزدیک سلطان اسلام کو اس کے قتل کا حکم ہے لہذا مختار ۱۳۔ نماز خاص عبادت بدنی ہے۔ اس میں نیابت جاری نہیں ہو سکتی یعنی ایک کی طرف سے سر نہیں پڑھ سکتا دم، فرضیت نماز کا سبب اصلی امر الہی ہے اور ظاہری سبب وقت ہے۔ کہ اول کے سے آخر وقت تک جب بھی پڑھے ادا ہو جائے۔ اور فرض دوم سے ساقط ہو جائے گا ۱۴۔ جب سات برس کی عمر کا ہو جائے تو اس کو نماز پڑھنا سکھایا جائے اور جب دس برس کا ہو جائے تو سختی سے پڑھوانی چاہیے

کیف فرضت الصلوٰۃ فی الاسلام باب مزاج میں نماز کیسے فرض ہوئی؟ جہود اہل سنت و جماعت کا اس پر اتفاق ہے کہ حضور میر عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو بیداری کی حالت میں مزاج و جسم کے ساتھ مزاج ہوئی مسجد حرام سے لے کر شیش پٹی یا جہاں تک اللہ نے چاہا۔ مسلسل ایک ہی مزاج سے جہود کھلم کھلا و مشکلمیں کو یہی مذہب ہے۔ اور اس کی سب سے صحت اور سیدھی دلیل یہ ہے کہ کلام کا قیام مادہ یہ ہے کہ جب تک مشکلم اپنے کلام میں بد ظاہر نہ کر دے کہ یہ خواب تھا تو بولے یا یہ ہی سمجھا جائے گا کہ وہ قیامت بیداری میں آیا قرآن پاک کے الفاظ سلطنت اللہ فی اسویٰ بے حد و لیسلا رپاک ہے وہ بے حد و کو ایک رات میں لے گیا اس میں کسی خواب کی تصریح نہیں۔ اس لئے بے شبہ یہ بیداری ہی کا واقعہ سمجھا جائے گی۔ جہود امت کا عقیدہ ہے اور وہ بھی بحکم:

اللہ کس ہینہ میں ہوئی اس میں گو اختلاف ہے مگر جب شریف کا ہینہ اور اس کی ۴۷ تاریخ ہی اکثریت نے مانی ہے۔ اسی پر تعالٰی امت بھی سے زندہ قانی ج ۱ ص ۵۵ تا ۵۷

مزاج کے وقت اور زمانہ کی تعیین میں دشواری کی وجہ یہ ہے کہ یہ ہجرت سے پہلے کا واقعہ ہے۔ جبکہ تاریخ اور تاریخ نہیں ہوئی تھی۔ اور عرب میں عموماً اسلام سے قبل کسی خاص من کا مزاج بھی نہ تھا البتہ اتنا تو یقینی طور پر معلوم ہے کہ وہ رات میں پڑا قرآن نے اسویٰ بے حد و لیسلا فرمایا ہے اور تمام ہدایت بھی اس پر متفق ہیں اور اسی بات پر

نَظَرَ بَيْنَ يَدَيْهِ فَصَحَّتْ دَاوُدَ النَّظَرَ قَبْلَ
 شَيْئَالِهِ مَكَالٍ فَقَالَ مَرْحَبًا يَا نَبِيَّ
 الصَّالِحِ وَالْإِبْنِ الصَّالِحِ قُلْتُ لِمَ يُدْعَى مِنْ
 هَذَا أَقَالَ هَذَا أَدْعُرْ هَذِهِ الْأَسْوَدَةُ
 عَنْ يَمِينِهِ وَنَشَأَ لِي تَسْمُ بَيْنَهُ وَأَهْلُ
 يَمِينِهِ مِنْهُمْ أَهْلُ الْحَقِّ وَالْأَسْوَدَةُ
 الْكُفَى عَنْ شَيْئَالِهِ أَهْلُ الْتَارِقَاتِ لَنظَرَ
 عَنْ يَمِينِهِ فَصَحَّتْ دَاوُدَ النَّظَرَ قَبْلَ شَيْئَالِهِ
 عَلَى حَقِّ عَرَجٍ لِي إِلَى السَّعَاءِ وَالْمُتَانِيَةِ
 فَقَالَ لِمَ زَيْنَهَا أَتَلْعُ فَقَالَ لَهُ خَارِجًا
 مِثْلًا مَا قَالَ لَا ذَلِكَ فَفَتَحَ قَالَ أَتَسْ
 قَدْ خَرَأَتْ وَجَدَ فِي السُّنُوتِ أَدْعُرْ
 إِذْ رَأَيْتُ وَمُؤَسَّلِي وَعِشِّي وَأَبْرَاهِيمَ رَكَعَ
 يُتَبَيَّنُ كَيْفَ مَنَازِلُهُمْ فَتَبَيَّنَتْ أَنَّهُ دَحْرُ
 أَنَّهُ وَجَدَ أَدْعُرْ فِي السُّنُوتِ السُّنُوتِ
 أَبْرَاهِيمَ فِي السُّنُوتِ السُّنُوتِ قَالَ
 أَتَسْ فَتَلَّ مَوْجِبُ بَيْتِ عِلِّيٍّ عَلَيْهِ السَّلَامُ
 يَا نَبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَا ذَرِيَّتِي
 قَالَ مَرْحَبًا يَا نَبِيَّ الصَّالِحِ وَالْإِبْنِ الصَّالِحِ
 قُلْتُ مَنْ هَذَا قَالَ هَذَا إِذْ رَأَيْتُ شَعْرَ
 مَرُورَتِي يَتَوَسَّلِي فَقَالَ مَرْحَبًا يَا نَبِيَّ
 الصَّالِحِ وَالْإِبْنِ الصَّالِحِ قُلْتُ مَنْ هَذَا
 قَالَ هَذَا مُؤَسَّلِي شَعْرَ مَرُورَتِي يَتَوَسَّلِي
 فَقَالَ مَرْحَبًا يَا نَبِيَّ الصَّالِحِ وَالْإِبْنِ
 الصَّالِحِ قُلْتُ مَنْ هَذَا أَقَالَ هَذَا عِشِّي
 شَعْرَ مَرُورَتِي يَا أَبْرَاهِيمَ فَقَالَ مَرْحَبًا
 يَا نَبِيَّ الصَّالِحِ وَالْإِبْنِ الصَّالِحِ قُلْتُ
 مَنْ هَذَا أَقَالَ هَذَا أَبْرَاهِيمَ فَقَالَ ابْنُ
 شَهَابٍ فَأَخْبَرَنِي ابْنُ حَزْمٍ أَنَّ ابْنَ

بائیں ہر ت سی پر چھائیں تھیں جب وہ اُس جانب کھینچتا
 تھا تو ہنستا تھا اور جب بائیں جانب لگا جاتی تھی تو روتا
 تھا۔ اس نے مجھے دیکھ کر کہا میرا اسے نبی صالح اور اسے
 فرزند صالح میں نے جبریل سے پوچھا یہ کون ہیں انہوں نے
 کہا یہ آدم میں ابراہیم کے درمیان کی پرچھائیاں ان کی
 اولاد کی روحیں میں اور وہیں جانب دیکھتی اور وہیں جانب
 دیکھتی تھی میں اس لئے جب وہ وہیں جانب دیکھتے ہیں
 تو ہنستے ہیں اور جب بائیں لگا کرتے ہیں تو روتے ہیں پھر
 جبریل مجھے دوسرے آسمان پر لے کر چڑھ کر وہاں کے
 داروغہ سے کہا تم لو اس داروغہ سے بھی اسی قسم کا سوال
 دو جواب تمہارا اس نے حداد کھول دیا۔ حضرت انس
 نے کہا حضرت ابوذر نے بیان کیا کہ حضور علیہ السلام نے
 آسمانوں میں حضرت آدم اور ابراہیم علیہ السلام کو دیکھا
 لیکن ابوذر نے مجھ سے پتھر پل کے متنازع کی تھیں کہیں
 بیان کی۔ البتہ تمہارا انہوں نے بیان کیا کہ حضور نے آسمان
 اعلیٰ پر آدم علیہ السلام کو اور آسمانِ شامیہ پر ابراہیم علیہ السلام
 کو پایا۔ حضرت انس نے کہا حضرت جبریل علیہ السلام
 حضور کو لے کر آسمان پر آئے اور ابراہیم کے پاس سے گزرے تو
 انہوں نے کہا میرا اسے نبی صالح اور اسے فرزند صالح میں نے
 جبریل سے پوچھا یہ کون ہیں انہوں نے کہا یہ ابراہیم ہیں پھر
 میں موسیٰ پر سے گزرا تو انہوں نے کہا میں نبی صالح اور اسے
 فرزند صالح میں نے پوچھا یہ کون ہیں انہوں نے کہا یہ موسیٰ ہیں
 پھر میں عیسیٰ پر سے گزرا تو انہوں نے کہا میں نبی صالح اور فرزند صالح
 میں نے پوچھا یہ کون ہیں۔ جبریل نے کہا یہ عیسیٰ ہیں
 پھر میں ابراہیم پر سے گزرا تو انہوں نے کہا میں ابراہیم
 اسے نبی صالح اسے بیٹے صالح میں نے پوچھا یہ کون ہیں
 جبریل علیہ السلام نے جواب دیا یہ ابراہیم علیہ السلام ہیں۔
 ابن شہاب نے کہا مجھے ابو بکر عازم
 نے خبر دی کہ عبد اللہ بن عباس و ابوجہ عامر بن عمرو

عَبَّاسٍ ذَا بَلَدَةٍ الْآنْصَارِيَّ حَسَنًا
يَسْتَدْرِكُ قَالَ الْقَبِيصِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ ثُمَّ عَرَّجَ بِي حَتَّى ظَهَرَتْ
لِي مَشْرِيقُ أَسْعَفِ فِيهِ صَرِيفُ الْأَشْلاَمِ
قَالَ ابْنُ حَوْزَرٍ وَأَسْرُبُ بْنُ مَالِكٍ قَالَ
الْقَبِيصِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَفَرَضَ
اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ عَلَى أُمَّتِي سِتْمِينَ صَلَاةً
فَرَجَعْتُ بِذَلِكَ حَتَّى صَرَفْتُ عَلَى مُوسَى
فَقَالَ مَا فَرَضَ اللَّهُ لَكَ عَلَى مُوسَى
ثُمَّ لَكَ فَرَضٌ خَمْسِينَ صَلَاةً قَالَ مَا رَجَعُ
إِلَيْكَ فَإِنَّ أُمَّتَكَ لَا تُطِيعُ مَا جَعَلْتَ
تَوْضِعَ شَطْرَهَا فَرَجَعْتُ إِلَى مُوسَى
ثُمَّ لَكَ دَخَ شَطْرُهَا فَقَالَ رَاجِعْ رَبِّكَ
فَإِنَّ أُمَّتَكَ لَا تُطِيعُ ذَلِكَ فَرَجَعْتُ
تَوْضِعَ شَطْرَهَا فَرَجَعْتُ إِلَيْهِ فَقَالَ
رَاجِعْ إِلَى رَبِّكَ فَإِنَّ أُمَّتَكَ لَا تُطِيعُ
ذَلِكَ فَرَجَعْتُ فَقَالَ هِيَ خَمْسٌ وَهِيَ
خَمْسُونَ لَا يُبَدِّلُ الْقَوْلُ لَدَيَّ
فَرَجَعْتُ إِلَى مُوسَى فَقَالَ رَاجِعْ رَبِّكَ
فَقُلْتُ اسْتَحْيَيْتُ مِنْ رَبِّي ثُمَّ اسْتَطَعْتُ
بِي حَتَّى أَتَيْتُ بِي إِلَى السِّدْرَةِ الْمُنْتَهَى
وَعَشِيرَةُ آلِكَ لَا أَذِيرُ مَا هِيَ ثُمَّ
أَدْعَيْتُ الْجَنَّةَ وَإِذَا فِيهَا جِبَالُ اللَّوْثِ
وَإِذَا شَرَابُهَا الْيَسْلُ

(بخاری)

انصاری دونوں کہتے تھے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا
پھر جبریل مجھے لے کر چڑھے یہاں تک کہ میں ہموار
مقام پر پہنچا۔ جہاں قلم زدن نہ تھے، کچھنے کی آواز
نہ تھی اور قیامت تھی۔ اس عزم اور اس میں اٹک
نے کہا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس وقت خدا
تعالیٰ نے میری امت پر پچاس وقت کی نمازیں فرض
کیں ہیں یہ علیہ رو حالی لے کر حضرت موسیٰ کے پاس
سے گزرا تو انہوں نے پوچھا۔ خدا نے آپ کی امت پر
کیا فرض کیا۔ میں نے کہا پچاس وقت کی نمازیں حضرت
موسیٰ سے کہا۔ پچہ رب کے پاس دوبارہ جائے
آپ کی امت اس کی تعمیل نہیں کر سکتی میں بخیر
الہی حاضر ہوا تو اللہ تعالیٰ نے ایک حسم کر دیا پھر
موسیٰ کے پاس آیا اور کہا اللہ نے ایک جمعہ نمازیں
کم کر دی ہیں۔ حضرت موسیٰ نے کہا۔ دوبارہ خدا کے
پاس جائے آپ کی امت اس کی بھی طاقت نہیں رکھتی میں
وہاں ہوا تو اللہ عزوجل نے ایک صدمہ بھیج کر دی پھر
میں موسیٰ کے پاس واپس ہوا انہوں نے کہا اپنے رب کے پاس پھر
بار آپ کی امت میں اس کی بھی قوت نہیں پھر میں بخیر الہی
حاضر ہوا تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا یہ نمازیں آپ کی امت کی طاقت میں
پچاس میں میرے ان بات نہیں بدلا کر پچاس میں ہوں گے
پاس آنا تو انہوں نے تخفیف مزید کے لئے کہا پھر جائے میں
نے کہا مجھے شرم آتا ہے۔ پھر جبریل مجھے لے کر چلے
سج کر سدرۃ المنتہی تک مجھے پہنچا یا لڑائی طرح کے رنگوں
سے ڈھکا ہوا تھا۔ جہیں میں نہیں جا سکا وہاں کیا تھے پھر
مجھے جبریل جنت میں لے گئے پس وہاں کی نمازیں ہر روز
کی تھیں اور اس کی مٹی مشک کی ہے۔

اس حدیث کو امام بخاری نے صحیح، برقی، ابویہ اور باب تو لہ تعالیٰ حکمہ اللہ موسیٰ سے پہنچائیں
قائد و مسائل ذکر کیا ہے اور مسلم نے ایمان میں ترمذی نے تفسیر میں شافعی نے صلوٰۃ میں ذکر کیا۔

۱۱۰ حدیث ذی عنون سے مناسبت، ماکمل ظاہر ہے یعنی اس میں فرضیت نماز کی کیفیت کا بیان ہے یہ حدیث صحیح بخاری

اور اس کے متعلقات پر مشتمل ہے۔ اگر تمام اور پر بحث کی جائے تو اس کے لئے وقت و کلام ہے۔ چند ضروری امور بیان کئے جاتے ہیں۔
 ۱۔ جب ریل اپنی سونے کا پشت اسے اور اس کے سر یاہ کو سینہ نبوی میں رکھ دیا۔ اس سے سونے چاندی کے برتنوں کے استعمال کا جو ثابت نہیں ہوتا۔ کیونکہ یہ فعل جب ریل اپنی کا ہے۔ اور یہ ضروری نہیں ہے کہ جو احکام ان کے لئے ہیں وہ ہمارے لئے بھی ہوں۔ اس کے علاوہ سونے چاندی کے ظروف کے استعمال کی حرمت مذہب میں ہوئی۔ اور یہ واقعہ اس سے قبل دسے ۲۰، شق صدر بھی عجیب نشان سے ہوا۔ مذکور شدہ کا استعمال ہوا اور کسی قسم کی تکلیف و پھر عقبہ مبارک کو نکالا لیکن اگر اس کے باوجود حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی حیاتِ جسمانی میں کوئی تغیر نہیں ہوا۔ جس مقام پر فرمایا معراج کی شب جو شق صدر ہوا یہ سیر ملکوت اور مشاہدہ حق کے لئے ایک نعم کا دھنوکھا۔

شق صدر اشک و شبہ کی گنجائش نہیں ہے۔ البتہ جوئیات کی تفصیل اور وقت کی تعیین میں اختلاف ہے۔ مگر یہ اختلاف ایسا نہیں جو مسئلہ کی اصل حیثیت پر اثر انداز ہو۔ روایتوں کے جمع کرنے سے پانچ مختلف ادقبات میں آپ پر اس کیفیت کا حاری ہونا ظاہر ہوتا ہے۔

۱۔ اقل: جب کہ آپ کی عمر مائیک پانچ سال کی تھی اور آپ حضرت حمید رحمہ اللہ کے ہاں پرورش پادہ تھے۔
 ۲۔ دوم: جب کہ آپ کی عمر شریف دس برس کی ہوئی۔

۳۔ سوم: جب کہ آپ میں دس برس کی عمر کو پہنچے
 چہاڑ: شب معراج جن کو ذکر حدیث زیر بحث میں ہے
 لیکن تیسری کیفیت کے گزرنے کو محدثین بلکہ خود اباب سیر نے بھی غیر ثابت قرار دیا ہے۔ باقی چاروں موقوفوں کو علامہ ابن حجر علیہ الرحمۃ نے فتح الباقی ج ۱ صفحہ ۳۴ میں بیان کیا ہے۔ اور ہر اختلاف روایت کو ایک تباہ اقد نسیم کر کے مختلف روایتوں میں توفیق و تطبیق دی ہے اندازاً فی ج ۱ ص ۱۸۰

جن لوگوں نے شق صدر کی روایات پر تنقید کر کے یہ ثابت کرنے کی کوشش کی ہے کہ دراصل شق صدر ایک بار ہی ہوا یعنی صغریٰ میں۔ اولاً باقی روایتوں کو مجموعہ بار ادبوں کا سو قرار دیا ہے۔ اس کا اصل محرک مرث یہ ہے کہ جب سینہ اقدس کو ایک بار پاک و صاف اور روشن و منور کر دیا گیا۔ تو بار بار اس کیفیت کے حاری کرنے سے فائدہ ہوا اور یہ کہ ایک بار جو چیز پاک و منور ہو جائے وہ بار بار پاک و طہارت کی محتاج نہیں رہتی؟

لیکن ان کا یہ خیال الہی حکمتوں کے نام نہ لے کر بنیاد پر ہے۔ اگر متعدد اوقات میں شق صدر کی روایات صحیح ہیں۔ تو پھر کوئی وجہ نہیں کہ چہاڑ کو ایک بار اور دیکھ دیا گیا۔ اور یہ کہ علم و حکمت سے جب سینہ اقدس پر کر دیا گیا۔ تو وہ بار بار بارہ اس کا محتاج نہیں ہو سکتا۔ یہ محض ایک غلط اندازہ ہے کیونکہ علم و حکمت، پاک و طہارت، روشنی، نور کوئی محدود چیز نہیں ہے بلکہ اس کی وسعت کا اندازہ فہم انسانی سے بالاتر ہے۔

اگر اشد و مزمل نے اپنے رسولِ مسلم کے سینہ اقدس و قلب مقدس کو ایک بار نہیں بلکہ کروڑ بار بھی علم و حکمت سے بہرہ اورد و شش و منور فرمایا ہو تو یہ کوئی ایسی بات نہیں جو کھٹکے۔ کیونکہ علم و حکمت سکینت و رحمت و شفقت ایمان و

خران ایسی چیزیں ہیں جنہیں ناپا تو لائیں جاتا۔ اور نہ ہی کی کوئی حد یا وزن مقرر کیا جاسکتا ہے۔ لہذا ایک دفعہ علم و حکمت سے پرہیز کر دینے کے بعد علم و حکمت میں مزید توسیع کے لئے اور پاکیزگی و طہارت میں مزید زیادتی کے لئے بھی شوقِ صلوٰۃ ہو سکتا ہے۔

شوقِ صلوٰۃ واقعی ایک حقیقی کیفیت تھی یا اس کا متعلق روحانی عالم سے تھا جو لوگ شوقِ صلوٰۃ کو عالمِ روحانی سے قرار دیتے ہیں۔ وہ یہ کہتے ہیں کہ شوقِ صلوٰۃ کی تمام مستند وجوہات میں جی اورد کا سینہ اقدس سے نکالے جانے کا بیان ہے جیسے حسن بن علی وغیرہ اور جی اورد کا اس میں رکھنا بیان عجا ہے جیسے سیدہ زینبؓ، رحمت و شفقت، ایمان و حکمت وغیرہ ان میں سے کسی چیز کا تعلق جسمانیات سے نہیں۔ لہذا یہ عالم پرزخ کے تھا کہی میں۔ جہاں روحانی کیفیات جملہ اشکال میں اسی طرح نظر کرتے ہیں۔ جس طرح عالیتِ خواب میں تشبیل واقعات جسمانی رنگ میں نمایاں ہوتے ہیں۔ اور جہاں سنی جسم کی صورت میں مشعل ہوتے ہیں۔

چنانچہ حضرت ام شامہ ولی اللہ محدث دہوی نے فرمایا:-

”لیکن سینہ کا چاک کرنا اور اس کو ایمان سے بہرنا اس کی حقیقت انواریکہ کا روح پر غالب ہوجانا اور صبیحت کے شعلہ کا بھر جانا اور عالم بالا سے جو فیضان ہوتا ہے اس کے قبول کے لئے طبیعت کا آمادہ ہوجانا ہے۔“

رحمۃ اللہ علیہما جلد ۱ ص ۱۳۵

دہوی

لیکن یہ ایک نادر ہے۔ اور حدیث کے الفاظ جب بالکل صاف و صریح ہیں۔ اور اس میں شوقِ صلوٰۃ کے تشبیل ہونے کی تصریح بھی نہیں ہے تو اس کو تشبیل قرار دینے کی ضرورت بھی کیا ہے۔ جب حضورؐ یہ فرماتے ہیں کہ:-

”میرا سینہ چاک کیا گیا۔ زمر سے دھوکہ سونے کے فشت میں علم و حکمت لایا گیا۔ اس کا مزہ میرے سینہ بامک میں بھردیا گیا اور شکات بر کر دیا گیا۔“

تو میں اتنا چاہیے کہ واقعی ایسا ہوتا ہے اور اسی عالم میں ہوا ہے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ ہر شے پر قادر ہے۔

بہر حال شوقِ صلوٰۃ کی حقیقت و اہمیت خواہ کچھ بھی ہو اس کا نتیجہ بالکل واضح ہے۔ اور وہ یہ ہے کہ حضورؐ صلوٰۃ کا جو جسم صلی اللہ علیہ وسلم کا علم و فہم انسانی تعلیم و تعلم اور ادبی حکمت و دانائی سے پاک و منزہ ہے۔ وہ اپنے اخذ نتائج اور اثبات و دوی کے لئے گذشتہ تجربات اور منطق کے استعار و تشبیل اور ترتیب مقدمات کے ممنون نہیں ہیں۔ بلکہ وہ جو کچھ جانتے اور سمجھتے ہیں اس کا اخذ و مرکز تعلیم الہی، انشاء ربانی اور فہم مکتوی ہے۔

ایسا ہی کسی لئے رحمت کش استعار ہو گیا کفایت اس کو قرار دیکر اگر کم نہیں ہو

حکمت کا خط بنایت معنی خیز ہے۔ اور انبیاء کرام علیہم السلام کو بارگاہِ خداوندی سے جو نعمتیں عطا ہوتی ہیں۔ ان میں ایک خاص اور بنیادیت ہی اہم نعمت ہے۔ تقریباً ان پاک میں متعدد انبیاء کرام علیہم السلام کے تذکرہ میں یہ احاطہ کیا گیا کہ انہیں کتابِ حکمت دی گئی۔ حضورؐ صلوٰۃ کے لئے فرمایا گیا:-

وَأَنْزَلَ اللَّهُ عَلَيْكَ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ

وَأَنْزَلَ اللَّهُ عَلَيْكَ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ

اللہ نے آپ پر کتاب اور حکمت (انوار) فرمائی۔

عرب کی مبسوط و مست کتاب صان العرب میں ہے۔
والحکمة عبارة عن معرفة الغرض
الاشیاء و ما افضل العلوم

اور حکمت بہترین چیز کو بہترین علم کے ذریعہ سے
جاننے کو کہتے ہیں۔

حضرت امام رجب اعظمی مفہومات میں فرماتے ہیں:-
والحکمة اصابة الحق بالعلم والعقل
الحکمة من الله تعالى معرفة الاشياء
و ایجادها على غاية الاحكام و من الانسان
معرفة الموجودات و فعل الخيرات و معرفة

اور حکمت علم اور عقل کے ذریعہ صحیح بات کو پہنچانا ہے
تو اللہ تعالیٰ کی حکمت چیزوں کا جاننا اور ان کو بحال و
خوبی پیدا کرنا ہے اور انسان کی حکمت موجودات کو
جاننا اور اچھی باتوں کا کرنا ہے۔

امام مجاہد نے فرمایا: الحکمة فهم القرآن حکمت قرآن کا فہم ہے۔ امام مالک و ابو ذرین نے فرمایا: حکمت
دین میں سمجھ اور اس فہم کو کہتے ہیں۔ رھو سبوحہ و نور من اللہ تعالیٰ جو پاک ہے اور اللہ تعالیٰ
کی طرف سے ایک نور ہے۔ لیکن بعض نے کہا: الحکمة وضع الاشياء و واضعها۔ اشیاء کو ان کی مناسب جگہ
پر رکھنا ہے۔ تفسیر بحر المحیط مصری ج ۱ ص ۳۹۳

ابن زید نے کہا: الحکمة الدين الذي لا يعرفون الا به حکمت دین کا وہ حصہ ہے جو صرف رسول
کے ذریعہ سے ہی معلوم ہوتا ہے۔ امام قسطلانی نے فرمایا: حکمت سے مراد سنت نبوی ہے۔ امام طبری نے فرمایا: حکمت حکم
سے آتا ہے یعنی الفصل بین الحق و الباطل جس کے معنی حق اور باطل میں تمیز کرنے کے ہیں (ابن جریر طبری)
یہ امام شافعی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں حکمت سنت رسول ہے اس کے بعد فرماتے ہیں:-

و سنة الحکمة التي التي في روعه
من الله تعالى

اور حضور علیہ السلام کی سنت وہ حکمت ہے جو آپ
کے دل میں خدا کی طرف سے ڈالی گئی

نور علی حکمت ایک آسمانی فہم و نبی عقل نورانی قوت ہے جو بشری عقل سے فوق ہے۔ اور جس کے ذریعہ نبی و وحی کی
تشریح اسرار شریعت و دقائق حکمت کی توضیح و مجمل و مبہم امور کی تفسیر، حق و باطل میں تمیز اور اشیاء کو ان کے مناسب
جگہ پر رکھنا ہے اور مرصعی الہی کی ترجمانی فرماتا ہے۔ حکمت تنجید و معرفت اور نور الہی ہے
جو جوہر و سبب اور سبب و معلول سے حاصل نہیں ہوتی۔ بلکہ خداوند قدوس کی مطلق شخصیت سے حاصل ہوتی ہے اور دوسری
دینی استعدادوں اور فطری بخششوں کی طرح حکمت کا عطیہ بھی سب کو کیا نہیں ملتا۔ بلکہ حسب استعداد و معمولی حکمت
سے لے کر اعلیٰ ترین اور کامل ترین حکمت تک لوگوں کو عطا ہوتی ہے۔ اور یہ فیض حسب استعداد و نبی کے اعتبار سے
دوسروں کو بھی ملتا ہے [اسی لئے فرمایا۔ رشک اس پر کیا جا سکتا ہے۔ انا لله الحکمة۔ بخاری] جس کو اللہ نے
حکمت عطا فرمائی۔ اگر کامل ترین اور اعلیٰ ترین درجہ صرف انبیاء کرام علیہم السلام کو حاصل ہوتا ہے اور کامل ترین
سے کامل ترین اور اعلیٰ سے اعلیٰ ترین درجہ و مرتبہ حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو عطا ہوا ہے۔ جس
لہریت ذریعہ بحث میں بھی ذکر ہے۔

یعنی حکمت کا یہی نتیجہ ہے کہ حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمارے فیصلے اور حکیمانہ تعلیمات تمام زندگی رہانی

علامہ قسطلانی نے فرمایا: یہ جو آسمان پر بچنے کے بعد جب جبریل امین نے بتایا کہ حضور میرے ساتھ ہیں حکم خدا اُسے بھی تب دربان نے دروازہ کھولا۔ اس میں حکمت یہ تھی کہ اگر دروازے پہلے ہی کھلے تو مجھے چاہئے تو اس حضور کے لئے خصوصی طور پر دروازہ کھولا جاتا تھا۔ یہ ہوتا۔

اسرار کے معنی رات میں بچانے یا لے جانے کے ہیں۔ چونکہ حضور سید المرسلین خاتم النبیین علیہ الصلوٰۃ والسلام کا یہ معجزہ انہ
 سنہات میں ہوا۔ اس لئے اس کو اسرار کہتے ہیں۔ مگر ان پاک نے بھی آپ کے اس مفکر کو اسرار سے تعبیر کیا۔

[illegible]

طہار اور حرج کے قصہ سے ہوتا ہے عیاں اپنا جاتا اور ہے ان کا بلانا اور ہے
 علامہ قسطلانی نے لکھا ہے کہ بعض علماء نے تقدس ہای من ایسا مت دیتے انکسفی کہ حضور نے اپنے رب کی
 شانیں نکلیں۔ اس کی تفسیر یہ کی ہے کہ خود حضور نے ملکوت میں اپنی ذات مبارکہ کی صورت عاقلہ منربانی
 شاد اھو خود من المملکۃ، تو اپنے کو عروس مملکت پدیا رنوا رب ج ۲ ص ۱۲۱

شب معراج افضل ہے
ایس کے منتقل ہوا اور ابن القفاش فرماتے ہیں کہ شب معراج حضور کے حق میں تمام راتوں سے افضل ہے۔ کیونکہ اس شب مبارک میں حضور نے آیات الہیہ کا مشاہدہ فرمایا۔ اور سیلۃ القدر امت کے لئے بہترین رات ہے کہ کو کو اس میں اعمال کی فضیلت اُن سے رہو امید لدنیہ

مگر میں کہتا ہوں کہ جب شب معراج حضور کے حق میں افضل ہے تو امت کے حق میں بطریق اولیٰ
 نسل ہوئی چاہیے۔ اگر شب معراج میں حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے مراتب میں اضافہ مجزا ہے۔ تو آپ
 صمد میں امت کا مرتبہ بھی بڑھا ہے۔

حضرت محی الدین ابن عربی نے فرمایا کہ جب اللہ نے یہ چاہا کہ اپنے حبیب کو اپنی آیات دکھائے۔ تو آپ کو ملکوت کی سیر کرائی۔ حتیٰ کہ آپ اس مقام پر پہنچے۔ جہاں قلم قدرت کے چلنے کی آواز آرہی تھی اس کے بعد حضورؐ تمہارا ہو گئے۔ جبریل براق رزق الہی آپ کا کوئی تعلق نہ رہا۔ اس وقت آپ کو نور میں غوطہ دیا گیا۔ اور تمام آئی ٹھہری آپ کا رب آپ پر صلاۃ فرماتا ہے۔

صلوات کے بعد حضور کو بارگاہ ایزدی میں حضور کی کاشفیت حاصل ہوئی اور پھر اپنی بارگاہ خاص میں اللہ نے
نے محبوب سے گفتگو فرمائی جو فرمائی:-

وكان هذا الاسراء مفسداً للشريف | ادر یہ معراج حضور کو رب کے جسم اقدس کے

ساتھ ہونے والی واقعت الجواہر ج ۲ ص ۳۱

مہراج جہانی کے ہونے پر شیخ نے ایک دلیل یہ دی ہے کہ جب حضور م اس مقام پر پہنچے جہاں تنہا رہ گئے تو آپ کو وحشت ہوئی پھر اس وقت آپ کو نور میں غوطہ دیا گیا۔ تو یہ مہراج جسد مبارک کے ساتھ تھی

جیسی تو اہلب کوہ حشمت ہوئی۔ کیونکہ ارواح مجردہ کوہ حشمت نہیں ہوتی۔

فان الاما ح المجردة لا توصف بالوحدة

ایم شہزادی خواجہ معراج کے سلسلے میں فرماتے ہیں: شب معراج حضور علیہ السلام نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو ان کی قبر میں لانا پڑھتے ہوئے دیکھا۔ پھر آپ نے ان کو چھوڑا مسمان پر دیکھا۔ اسی طرح دیگر انبیاء کو لے کر ملاحظہ فرمایا۔ جس سے ایک جسم کا آن واحد میں متعدد مقام پر پودنا ثابت ہوتا ہے۔

نیز یہ مشابہ نہ کیا جائے کہ انبیاء تو اپنی قبروں میں ہیں اور انسان پر حضورؐ نے انبیاء کی روحوں کو دکھایا۔ اس
مشابہ کے قائل ہونے کی دلیل یہ ہے کہ حضور علیہ السلام نے یہ تعین فرمایا کہ میں نے بریت المقدم میں یا اسماؤں
پہلے آدم و نوحؑ کی یا عیسیٰ کی روحوں کو دکھایا۔ بلکہ ہر مقام پر آپؐ نے فرمایا کہ میں نے آدم کو دکھایا۔ ابراہیم کو دکھایا۔ عیسیٰ روح صلیبیہ
کے ساتھ دکھایا۔ حضرت موسیٰؑ نے طوفان کھنت کو بھی فرمائی۔ حالانکہ یہ انبیاء اپنی قبروں میں موجود تھے۔ جبرائیل
حدیث میں وارد ہے۔ اب وہ شخص جو ایک جسم کے آن و آمد میں متعدد حکیموں پر موجود ہونے کا منکر ہے۔ میں پوچھتا
ہوں کہ اس حدیث معراج پر تیرا ایمان کیونکر ہو سکتا ہے۔ اگر تو مومن ہے۔ تو مجھے مضمون حدیث کو بغیر
یہود و عیسائیانا چاہئے۔ اور تسلیم کرنا چاہئے۔ کہ ایک جسم آن و آمد میں کئی جگہ موجود ہو سکتا ہے۔ اور اگر مومن
قائل ہے تو مجھے اعتراض نہیں کرنا چاہئے۔ کہ محمدؐ علم اس قسم کے اعتراضات سے روکتا ہے۔ اور اگر حق تعالیٰ
کے کلمہ سے کوئے خبر ہے تو اس کا علم حقیقی صرف اللہ کے ہے۔

اس کے بعد فرماتے ہیں کہ حضرت اویاء اللہ پر اعتراض کرتا ہے کہ آں واحد میں ان کا متعدد مقامات پر ہونا ممکن نہیں۔ حالانکہ حضرت تعقیب البنان جو ایک دلی کمال تھے ایک ہی وقت میں متعدد مقاموں پر موجود ہو جاتے تھے۔ اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے۔ یہ بات اس کی قدرت سے کچھ بعید نہیں ہے۔ (الایات ائیت والحواہر ص ۴۲ حصہ ۱)

معراج جسمانی

معراج جسمانی | علامہ اس پر سب کا اتفاق ہے کہ معراج بعثت اور آغاز دہی کے بعد ہجرت سے پہلے ہوئی۔ یہ واقعہ مکہ معظمہ میں پیش آیا، مہینہ کے تیسرے کے متعلق گونا گونا گوت ہیں۔ مگر وجہ شریف کا مہینہ ہی صحیح ہے، یہ معراج جسم انسان اور روح حیوانک کے ساتھ بجاالت بیداری ہوئی۔ مسجد حرام سے لے کر عرش الہی یا جہاں تکبر اللہ نے پایا۔ مسلسل ایک ہی معراج سے جمہور محدثین، فقہاء و متکلمین کو یہ ہی ذمہ ہے۔ اور اس سے مدد کسی طرح چاہو نہیں کیونکہ اس کے خلاف کوئی دلیل عقلی و نقلی موجود نہیں۔ بلکہ اس کے ثبوت و وقوع پر عقل و نقل شاید حائل ہیں۔

۱۰۔ قرآن حکیم میں ہے

سُبْحَانَكَ اللَّهُمَّ إِنِّي أَسْأَلُكَ بِعَبْدِكَ الْيَتِيمِ

وَقَرَأَ الْقُرْآنَ

پاک ہے وہ خدا جو شب معراج اپنے بندے کو لے گیا

یہ آئینہ مبارکہ اس ہر کے اظہار میں نصیحت و توبہ کی ہے اور روح مع الجسد کے ساتھ ہے۔ اگر یہ خواہ ہو تا تو اس کی تصریح کر دی جاتی۔ عیدہ کی جگہ روح ہوتا۔ اس غی کے لفظ کو بھی اشمال نہ کیا جاتا۔ توجہ الفاظ قرآن میں خواہ کی تصریح ہی نہیں ہے۔ تو ایسی صورت میں اس کو خواب قرار دینا کب تک صحیح ہو سکتا ہے ؟

اس کے علاوہ عہد کا اطلاق جسم و روح دونوں کے مجموعہ پر آتا ہے۔ نہایت روح کو عہد نہیں کہا جاتا لہذا ضروری ہے کہ روح و جسم دونوں کے مجموعہ کو معراج کہانی جائے چنانچہ

الروحانیۃ الذی ینبئہ عہدا اذا صلی

رواہ تذاکرہ عبد اللہ بن عوف

یہ دونوں کہتے ہیں اس امر پر شاہد ہیں کہ عہد کا اطلاق اولیٰ و بالذات روح مع الجسد پر ہی آتا ہے۔ جب تک کوئی تہذیب خارجہ اس کے منسوب نہ ہو۔ مجازی معنی لینا درست نہیں ہو سکتے۔

۱۰۔ و انما معراج میں حضورؐ نے یہ الفاظ بھی ارشاد فرماتے ہیں:-

عرج فی لیلة اصریٰ فی

الروحانیۃ

جسمات مجھے میری گئی میں برحق پر سوا ہوتا ہوں

میرے ساتھ تھے میں نے وہ کچھ لایا

یہ صحت جسم کے خواہش میں نیز اسریٰ فعل ہے۔ اور افعال میں اصل یہ ہی ہے۔ کہ وہ بیداری پر محمول ہوں جب تک خلاف اصل پر کوئی دلیل قائم نہ ہو۔ اصل سے عدول جائز نہیں۔
سوا ہوتا ہوں۔ پیدائش
جسم کا ساتھ ہونا یہ صحت روح و جسم کے خواہش میں۔ روح کے متعلق یہ کوئی نہیں کہتا کہ روح سوا ہوتی وغیرہ۔
فرہ۔ لہذا معراج روح مع الجسد کے ساتھ تھی۔

۱۱۔ اگر معراج روح یا خواب ہونا تو کفار اس کی تکذیب کیوں کرتے۔ خواب میں تو محال سے محال چیز بھی نظر آتی ہے اور جب منافی جاتی ہے تو کوئی اس پر تعجب نہیں کرتا۔ اگر یہ واقعہ خواب ہوتا۔ تو اس میں جسد کی کون سی بات تھی؟

۱۲۔ نیز قرآن نے اس مشاہدہ معراج کو لوگوں کے لئے میعاد و آزمائش قرار دیا ہے۔ اور قرآن و حدیث نے اس واقعہ کو بڑی اہمیت کے ساتھ اظہار کیا ہے۔ اگر یہ خواب ہوتا تو اس میں آزمائش کی کون سی بات تھی اور اس پر ایمان لانا کیا مشکل تھا۔

۱۳۔ پھر ان سب باتوں کے علاوہ دیکھنا تو یہ ہے کہ سبحن اللہ اسریٰ کا قائل میر کرانے والا اور حضور کو بلانے والا کون ہے؟ اور اس کی طاقت کیا ہے؟ کیا وہ قادر و قہر خدا نہیں۔ اگر سے اور ضرور ہے۔
۱۴۔ یہ کیا وجہ ہے کہ اس کی قدرت کے اس کرم کو ہم نہ تسلیم کریں۔ اور معراج کو روحانی قرار دے کر اس کی قدرت کے منکر ہوتے ہیں۔ خصوصاً ایسی صورت میں جبکہ قرآن سے جہاں اور بیداری میں ہونا بھی جاتی ہے اور اس کے تحت پر یہاں یا کسی دوسری اہمیت میں کوئی دلیل ہی نہیں ہے۔

معراج روحانی کے قائلوں میں آیت مبارکہ سے استدلال کرتے ہیں:-

سراج روحانی

وَمَا جَعَلْنَا الْقُرْآنَ إِلَّا نَذِيرًا

۱۵۔ یہاں آیت مبارکہ سے استدلال کے متقدم جواب دیجئے ہیں۔

۱۶۔ اگر ہم یہ تسلیم کریں کہ یہ آیت مبارکہ معراج کے متعلق ہے۔ تو یہاں معراج کو خواب، مجازاً کہا گیا ہے۔

اور قرینہ یہ ہے کہ معراج جس سرعت کے ساتھ وقوع پذیر ہوئی۔ وہ خواب ہی کی طرح تھی۔ جیسے کہ خواب میں انتہائی طویل مسافت آن دا حد میں طے ہو جاتی ہے۔ تو قرآن نے بخاندانِ روپاء کہہ کر اس امر کا اظہار کیا ہے۔ کہ یہ واقعہ انتہائی سرعت کے ساتھ ہوا اور ہوا۔

دوم: یہ آیہ مبارکہ معراج کے متعلق نہیں ہے۔ بلکہ اس سے مراد بدر کا رویہ ہے۔ جو جبریل نے بحالت بیداری حضور کو کفایتِ بدر کی قتل گاہیں دکھائی تھیں۔ اور کفار نے اس بات کا مسخر اڑا رہا تھا۔ جبکہ آپ نے فرمایا تھا کہ یہاں دیو جہل قتل ہو گا اور یہاں قلاں؟

موسم: یہ رویہ اور رویت جیسے قرینی اور قرینہ دو نواں ایک ہی چیز ہیں۔ رویہ سے مراد یہاں خواب ہے ہی نہیں۔ بلکہ آئہ مبارکہ کا بحالت بیداری دیکھنا ہے۔ چنانچہ بخاری باب الاسری میں حضرت ابن عباس سے مروی ہے آپ نے اس آیت میں کہ فی تفسیر میں فرمایا:-

یہ آئہ کا دیکھنا تھا جو کہ حضور کو دکھایا گیا ہے جبکہ شب معراج آپ کو بیت المقدس سے جایا گیا
 ہی رویہ عین دیدار رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لہذا اسری بہ الی بیت المقدس
 لچل امیر ابن عباس جیسا منظر نظم رویہ سے حقیقی آئہ کا دیکھنا مراد ہے۔ تو پھر یہی کہا جائے گا کہ اس رویہ سے مراد خواب نہیں ہے بلکہ بیداری کی حالت میں دیکھنا مراد ہے۔

دوم: معراج کو خواب پر محمول کرنے والے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے اس قول سے بھی استہلال کرتے ہیں:-
 ما حدثت جبہ الشریف میں نے معراج کی رات حضور کے جسم شریف کو گرم نہیں کیا جس کے لیے متعدد جواب ملائے امت نے ویٹھے ہیں:-

اول: واقعہ معراج جسمانی کے وقت حضرت عائشہ صدیقہ ٹیپا ہی نہ ہوئی تھیں۔ اور اگر حسب اختلاف روایات ان کی پیدائش ہو گئی تھی۔ تو یہ قطعی بات ہے کہ وہ اس وقت آپ کی زوجیت سے مشرک نہیں ہوئی تھیں۔ جب واقعہ معراج جسمانی کے وقت موجود ہی نہ تھیں۔ تو ان کا یہ قول معراج جسمانی کے متعلق کیونکر فیصح ہو سکتا ہے۔ اس لئے ان کا یہ قول دوسری معراجوں کے متعلق ہے جو روحانی تھیں۔ کیونکہ حضور کو متعدد معراجیں ہوئیں حضرت ایک جسمانی تھی باقی روحانی؟

دوم: ماہر تفسیر ذی نے بر تقدیر صحت قول عائشہ رضی اللہ عنہا اس کے یہ منہ کئے کہ جسم مبارک روح اقدس سے گرم نہیں ہوا بلکہ ساتھ ہی دہائینی معراج روح مع الحکم کو ہوئی۔

موسم: ایک جواب یہ ہے کہ واقعہ معراج اس سرعت سے ہوا کہ
 رنجیر بھی بھٹی رہی بستر بھی رہا گرم ۴ ایک دم میں سر عرض گئے اے محمد

تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے اسی سرعت کے اظہار کے لئے فرمایا۔ کہ میں نے حضور کے جسد اطہر کو گرم ہی نہیں کیا یعنی مجھے آپ کے جسم مبارک کے گرم ہونے کا احساس ہی نہ ہوا۔ اور یہ عدادہ روزمرہ کا ہے۔ ملوث کہا کرتے ہیں اتنی جلد ہی کیسے آگئے؟ تم بوائے بودا تھی؟

تو واقعہ معراج کی سرعت کی وجہ سے آمد و رفت بھی اتنی تیزی تھی کہ اس درمیان میں ہڈائی کے وقت کو

الْمَلُوحَاتُ بِأَنَّهُ حَوَّلَهُ تَكْمِيلًا يَأْتِي فِيهِ اس کے بعد یہ جملہ :

بَشِيرَةٍ مِنْ آيَاتِنَا | تاکہ دکھائیں اس کو ہم اپنی آیتیں

اس حصہ میں آسمانی معراج کا اجمالی ذکر ہے کیونکہ آیت نشانی سے مراد آسمانی نشان ہیں۔ مثلاً جنت اور
لوح و قلم، سورہ اکثر اور دیگر آسمانی حجاب و غرائب پھر

إِنَّهُ حَوَّلَ الشَّيْخَ النَّبِيَّ إِلَى رَبِّهِ | بے شک وہی منہ والا دیکھنے والا ہے

یہاں اس قرب خاص کا ذکر ہے۔ جس کا بیان آیہ مبارکہ شَرَّفْنَا قُدْسًا قُدْسًا قَدَّاسًا قَدَّاسًا قَدَّاسًا قَدَّاسًا
اَوْ اَدْنَىٰ میں فرمایا گیا۔ طرہ کہ آیہ اسرہ میں معراج کے دونوں حصول کا بیان ہے۔ جب اس کا پہلا
پیدا ہی میں اور جہاتی ہے۔ تو دوسرا بھی یقیناً جہاتی ہی ہے۔ نیز آسمانی معراج اور وہ

خاص جو حضور کو حاصل ہوا۔ اس کو اجمال کے ساتھ ہی بیان کرتا ہوں تھا۔ کیونکہ الفاظ و حروف میں وہ صلاحیت
استعداد کامل ہے۔ جو اس کیفیت کو بیان کر سکیں۔ اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ خدا قادر نہ تھا۔ وہ تو قادر
مگر عقلی آسمانی اس کے اندر اس سے یقیناً کافر ہے۔ اس لئے مسجد اقصیٰ تک تو تفصیل فرمائی گئی۔ اور اس
مترادف قرب خاص کو چل دکھایا گیا۔

دوم یہاں یہ امر بھی قابل ذکر ہے۔ کہ جس طرح آسمانی معراج محال عادی ہے۔ اسی طرح مسجد
سے مسجد اقصیٰ تک رات کے قلیل حصہ میں آتا جاتا بھی عادی محال ہے۔ تو جب مسجد اقصیٰ تک
جہاتی معراج مان لی گئی۔ تو پھر آسمانی معراج کو جہاتی مانتے میں کیا استعمال ہے۔ درجہ جو بات
آسمانی کے جہاتی ہونے کے لئے رکاوٹ بن رہی ہے وہی یہاں بھی بن رہی ہے۔ پھر کیا وجہ ہے کہ
سلام سے مسجد اقصیٰ تک معراج جہاتی مانی جائے۔ اور اس کے بعد آسمانی معراج کو روحانی اور
کہہ دیا جائے اور وہ بھی با دلیل ؟

اس لئے اِلَى الْمَسْجِدِ الْأَقْصَى کے الفاظ سے معراج آسمانی کو روحانی ثابت کرنا کسی طرح درست
نہیں ہے۔ لہذا جب مسجد اقصیٰ تک کی معراج کا وقوع جہاتی ہے تو آسمانی معراج بھی جہاتی ماننی پڑے گی
یہ بھی ثابت شدہ حقیقت ہے کہ تمام انبیاء کو ام و درسل عظام کو معراج ہوئی۔ اللہ کا قرب حاصل ہجرت
معراج جہاتی اور سیر آسمانی۔ خاص حضور اکرم کی خصوصیت ہے۔ جو کسی اور کے لئے ثابت نہیں ہے۔ یہ بات
کی وضاحت کرتی ہے کہ حضور اکرم کو عروج خاص کی طرح قرب خاص الخاص بھی ملنا ہوا۔ اور وہ یہ ہے کہ آپ بے حجاب جمال الہی
روحانیت سے مشروط ہوئے اور آپ نے وہ اسطرح حرم حق میں پہنچ کر اللہ سے کلام کیا ہے

خبر جو گئی نہ فرشتوں کو اس جہا سے ملے پس حجاب دلی مصطفیٰ خدا سے ملے
یہ وہ علامہ مہینے نے لکھا کہ فزول جبریل و سوح بنی کے الفاظ سے واضح ہوا کہ حضور کو پیش گاہ الہی سے وہ ملا
اور کے حصہ میں نہیں آئیں باقی مسائل حدیث یہ ہیں :-

۱۔ آسمان کے دروازے میں امدان پر دربان مقرر ہیں ۱۵۱ حضور نبیہ اسلام حضرت ابراہیم علیہ السلام کی
لئے ہیں۔ اسی لئے انہوں نے ابن الصالح کے الفاظ سے حضور کا خیر مقدم کیا ۱۵۲ امام شافعی علیہ

خام اس حدیث سے یہ استدلال فرمایا کہ تو واجب نہیں ہیں۔ کیونکہ وتر کی فرضیت کا اس میں ذکر نہیں ہے لیکن احتیاط سے ذکر کے وجہ کا استدلال اس حدیث سے نہیں کرتے۔ وتر کا وجوب تو اس کے بعد ہوا۔ حضور علیہ السلام نے فرمایا: **لَا تَلِدُوا نَمَاءً حَتَّى تَصَلُّوا**۔ یہ ہی وجہ ہے کہ وتر کا وجوب کا رہا۔ اور پانچ نمازوں کی فرضیت دلیل قطعی سے ثابت ہے (۱۷) جنت و دوزخ پیدا ہو چکی ہیں۔ اور ابن بطال نے فرمایا کہ اس حدیث سے یہ بھی ثابت ہے کہ جنت آسمان پر ہے۔

حضرت عائشہ ام المومنین رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا کہ جب اللہ تعالیٰ نے رجب مہربان، نماز فرض کی تو وہ دو رکعتیں فرض کیں حضور اور سفر و حضر میں پھر سفر کی نماز تو وہ بھی دو رکعتیں اور حضر کی نماز تین اضافہ کر دیا گیا

عَنْ عَائِشَةَ أُمِّ الْمُؤْمِنِينَ قَالَتْ فَرَضَ اللَّهُ الصَّلَاةَ حَتَّى كَرَّهَا رَكْعَتَيْنِ وَكَثَّرَهَا فِي الْمَسْجِدِ فَكَثَّرَ صَلَاةَ السَّفَرِ وَبَيَّضَ صَلَاةَ الْحَضَرِ (بخاری)

اس حدیث کو امام نے جہت میں بھی ذکر کیا۔ اور مسلم، نسائی و ابوداؤد نے صلوٰۃ میں ذکر کیا (۱۸) ابی اسحاق رحمۃ اللہ علیہ میں اتنا زیادہ ہے الا المصنوع یعنی مغرب کی نماز کی تین رکعتیں ہی فرض ہوئی تھیں (الحديث) سفر و حضر و حضر و حضر کی دو دو رکعتیں پھر جب حضور علیہ السلام نے مکہ سے ہجرت فرمائی۔ لود غزیہ میں جلوہ فرما دئے۔ تو جو مغرب کی نماز کی رکعتیں بدستور قائم رہیں لیکن ظہر و عصر و عشاء کی چار چار رکعتیں مقرر ہوئیں۔ ان جان، ابن غزیہ کہتے ہیں اور سفر کی حالت میں ظہر و عصر و عشاء کی دو دو رکعتیں ہی مقرر رہیں۔

اس حدیث سے ثابت ہوا کہ سفر میں نماز کی دو رکعتیں بدستور مندر رہیں۔ لہذا مسافر کے لئے ضروری ہے کہ وہ نماز میں قصر کرے۔ **مسافر نماز میں قصر کرنا واجب ہے**۔ اس کے حق میں دو رکعتیں ہی نماز ہے۔ حضرات عمر رضی اللہ عنہ، ابن عمر رضی اللہ عنہما، ابن عباس رضی اللہ عنہما، جند البوین، حماد بن عمار، قتادہ، امام مالک، احمد بن حنبل، امام اعظم، ابو حنیفہ اکثر علماء و فقہاء اہل سنت و جماعت کا یہی مسلک ہے (۱۹) اور فاضل کے لفظ سے یہ واضح ہوا کہ سفر میں قصر کرنا ہی واجب ہے۔ رخصت نہیں ہے۔ یعنی یہ اختیار نہیں ہے کہ چاہے تو قصر کر لے اور چاہے نہ کرے۔ بلکہ قصر کرنا واجب ہے اور قصداً نماز چار رکعتوں کا ہے۔ اس سلسلہ کی چند حدیثیں یہ ہیں:-

فرمایا اللہ تعالیٰ نے حضور علیہ السلام کی زبان پر حضور میں چار رکعتیں اور سفر میں دو رکعتیں فرض کیں رسول کریم علیہ السلام نے سفر میں دو رکعت فرض کیں۔ جیسے حضور میں چار رکعت فرض فرمائیں۔

حضرت ابن عباس سے روایت ہے کہ فرض اللہ الصلوٰۃ علی سائر نبیہ کہ فی الحضر و فی مکات و فی السفر رکعتین مسلم اقض و صل اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رکعتین فی السفر حکمنا اقض فی الحضر (ابن ماجہ و ترمذی ج ۲ ص ۲۱۷)

حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:-

قال صلوة انفسر كحذاء انسان بن مابر

کہ نماز سفر و رکعتیں ہیں

(۱۴) نیز حضرت ابن عمر فرماتے ہیں کہ میں سفر میں حضور علیہ السلام کے ساتھ رہا

فلم یزد علی رکعتین حتی قبضہ

اللہ رفق علیہ

اسی طرح حضرت ابو بکر و عثمان کے ہمراہ بھی میں نے سفر کیا۔ مگر انہوں نے بھی بحالت سفر دو رکعت

سے زیادہ نہیں پڑھی

قرآن پاک میں ارشاد ہے :-

ایک شبہ کا ازالہ

إِذَا ضَرَبْتُمْ فِي الْأَرْضِ

فَلْيَسِّرْ عَلَى كَوْنِهَا أَنْ تَقْصُرُوا

فِي الصَّلَاةِ إِنْ خِفْتُمْ أَنْ يَفْتِنَكُمُ

الْبَدَنُ فَاغْتَنُوا

وَقَرَأْنِ بَعِيدًا

اس اہمیت سے ایک شبہ یہ پیدا ہوتا ہے کہ قصر نماز کا حکم اس صورت میں ہے جبکہ خوف

ہو۔ لیکن ابن عباس کے زمانہ میں قصر میں ہونا چاہیے یہی شبہ حضرت یحییٰ بن امیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ

دل میں پیدا ہوا۔ انہوں نے حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ سے اس کے متعلق پوچھا۔ تو جناب فاروق اعظم فرمے

فرمایا مجھے بھی یہی خیال پیدا ہوا تو میں نے حضور علیہ السلام سے اس کے متعلق دریافت کیا تو آپ نے فرمایا :-

صلوة تصدق اللہ بها علیکم فاقبلوا

صدقتہ وسلم تروی - ابن ماجہ ابن جریر

اس سے واضح ہوا کہ :

۱۔ اس کی حالت میں اگرچہ امن ہو پھر بھی قصر کرنا واجب ہے۔ کیونکہ اقبلوا امر کا صیغہ ہے۔ جو وجود

پر دلالت کرتا ہے

۲۔ نیز تصدق اللہ کے معنی حکم علیکم کے ہیں۔ کیونکہ جو تصدق خداوند تقدس کی طرف سے ہو۔

تعلیک کا احتمال نہیں رکھتا بلکہ امتناع اور عفو کے معنی میں ہوتا ہے۔

۳۔ یہ بھی واضح ہوا کہ آیت مذکورہ میں قصر کا مطلب اصل نماز میں کم کرنا۔ یعنی چار رکعت فرض کو دو رکعت

مراد نہیں۔ بلکہ قصر سے مراد قصر فی اللو صاف ہے۔ یعنی دشمن کے خوف کے موقع پر قیام اتھو۔ رکوع و سجود ترک

کے جاسکتے ہیں۔ اور ان کو اسادہ سے ادا کیا جاسکتا ہے۔ یہ ہی وجہ ہے کہ آیت میں قصر کو خوف پر

گنا گیا ہے۔ کیونکہ اصل صلوٰۃ میں قصر بحالت خوف بھی جائز نہیں ہے۔ لہذا اس پر است کا اطلاق بھی ہے۔ بلکہ

صلوٰۃ میں قصر سفر کے ساتھ متعلق ہے۔ لہذا بحالت خوف قصر فی اللو صاف جائز ہے۔ اور احناف کے نزدیک

بھی قصر فی اللو صاف بحالت خوف جائز ہے۔ واجب نہیں۔

لہذا امام شافعی و دیگر ائمہ کا حکم یہ ہے کہ بحالت سفر قصر فی اللو صاف رخصت ہے۔ صحیح نہیں۔

تو حضور علیہ السلام نے سفر میں دو سے زیادہ رکعت

نہیں پڑھیں حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو اٹھایا

خوف ہو کہ کار نہیں فتنہ میں ڈال

دیں گے۔

جب تم زمین میں سفر کرو۔ تو تم پر اس

کا گناہ نہیں کہ نماز میں قصر کرو۔ اگر

خوف ہو کہ کار نہیں فتنہ میں ڈال

دیں گے۔

جب تم زمین میں سفر کرو۔ تو تم پر اس

کا گناہ نہیں کہ نماز میں قصر کرو۔ اگر

خوف ہو کہ کار نہیں فتنہ میں ڈال

دیں گے۔

جب تم زمین میں سفر کرو۔ تو تم پر اس

کا گناہ نہیں کہ نماز میں قصر کرو۔ اگر

خوف ہو کہ کار نہیں فتنہ میں ڈال

دیں گے۔

جب تم زمین میں سفر کرو۔ تو تم پر اس

کا گناہ نہیں کہ نماز میں قصر کرو۔ اگر

خوف ہو کہ کار نہیں فتنہ میں ڈال

دیں گے۔

جب تم زمین میں سفر کرو۔ تو تم پر اس

کا گناہ نہیں کہ نماز میں قصر کرو۔ اگر

خوف ہو کہ کار نہیں فتنہ میں ڈال

دیں گے۔

جب تم زمین میں سفر کرو۔ تو تم پر اس

کا گناہ نہیں کہ نماز میں قصر کرو۔ اگر

خوف ہو کہ کار نہیں فتنہ میں ڈال

دیں گے۔

جب تم زمین میں سفر کرو۔ تو تم پر اس

کا گناہ نہیں کہ نماز میں قصر کرو۔ اگر

خوف ہو کہ کار نہیں فتنہ میں ڈال

دیں گے۔

جب تم زمین میں سفر کرو۔ تو تم پر اس

کا گناہ نہیں کہ نماز میں قصر کرو۔ اگر

خوف ہو کہ کار نہیں فتنہ میں ڈال

دیں گے۔

جب تم زمین میں سفر کرو۔ تو تم پر اس

کا گناہ نہیں کہ نماز میں قصر کرو۔ اگر

خوف ہو کہ کار نہیں فتنہ میں ڈال

دیں گے۔

جب تم زمین میں سفر کرو۔ تو تم پر اس

کا گناہ نہیں کہ نماز میں قصر کرو۔ اگر

خوف ہو کہ کار نہیں فتنہ میں ڈال

دیں گے۔

جب تم زمین میں سفر کرو۔ تو تم پر اس

کا گناہ نہیں کہ نماز میں قصر کرو۔ اگر

خوف ہو کہ کار نہیں فتنہ میں ڈال

دیں گے۔

جب تم زمین میں سفر کرو۔ تو تم پر اس

کا گناہ نہیں کہ نماز میں قصر کرو۔ اگر

خوف ہو کہ کار نہیں فتنہ میں ڈال

دیں گے۔

جب تم زمین میں سفر کرو۔ تو تم پر اس

کا گناہ نہیں کہ نماز میں قصر کرو۔ اگر

خوف ہو کہ کار نہیں فتنہ میں ڈال

دیں گے۔

جب تم زمین میں سفر کرو۔ تو تم پر اس

کا گناہ نہیں کہ نماز میں قصر کرو۔ اگر

خوف ہو کہ کار نہیں فتنہ میں ڈال

دیں گے۔

جب تم زمین میں سفر کرو۔ تو تم پر اس

کا گناہ نہیں کہ نماز میں قصر کرو۔ اگر

خوف ہو کہ کار نہیں فتنہ میں ڈال

دیں گے۔

جب تم زمین میں سفر کرو۔ تو تم پر اس

کا گناہ نہیں کہ نماز میں قصر کرو۔ اگر

خوف ہو کہ کار نہیں فتنہ میں ڈال

دیں گے۔

جب تم زمین میں سفر کرو۔ تو تم پر اس

کا گناہ نہیں کہ نماز میں قصر کرو۔ اگر

خوف ہو کہ کار نہیں فتنہ میں ڈال

دیں گے۔

جب تم زمین میں سفر کرو۔ تو تم پر اس

کا گناہ نہیں کہ نماز میں قصر کرو۔ اگر

خوف ہو کہ کار نہیں فتنہ میں ڈال

دیں گے۔

جب تم زمین میں سفر کرو۔ تو تم پر اس

کا گناہ نہیں کہ نماز میں قصر کرو۔ اگر

خوف ہو کہ کار نہیں فتنہ میں ڈال

دیں گے۔

جب تم زمین میں سفر کرو۔ تو تم پر اس

کا گناہ نہیں کہ نماز میں قصر کرو۔ اگر

خوف ہو کہ کار نہیں فتنہ میں ڈال

دیں گے۔

جب تم زمین میں سفر کرو۔ تو تم پر اس

کا گناہ نہیں کہ نماز میں قصر کرو۔ اگر

خوف ہو کہ کار نہیں فتنہ میں ڈال

دیں گے۔

جب تم زمین میں سفر کرو۔ تو تم پر اس

کا گناہ نہیں کہ نماز میں قصر کرو۔ اگر

خوف ہو کہ کار نہیں فتنہ میں ڈال

دیں گے۔

جب تم زمین میں سفر کرو۔ تو تم پر اس

کا گناہ نہیں کہ نماز میں قصر کرو۔ اگر

خوف ہو کہ کار نہیں فتنہ میں ڈال

دیں گے۔

جب تم زمین میں سفر کرو۔ تو تم پر اس

کا گناہ نہیں کہ نماز میں قصر کرو۔ اگر

خوف ہو کہ کار نہیں فتنہ میں ڈال

دیں گے۔

جب تم زمین میں سفر کرو۔ تو تم پر اس

کا گناہ نہیں کہ نماز میں قصر کرو۔ اگر

خوف ہو کہ کار نہیں فتنہ میں ڈال

دیں گے۔

جب تم زمین میں سفر کرو۔ تو تم پر اس

کا گناہ نہیں کہ نماز میں قصر کرو۔ اگر

خوف ہو کہ کار نہیں فتنہ میں ڈال

دیں گے۔

جب تم زمین میں سفر کرو۔ تو تم پر اس

کا گناہ نہیں کہ نماز میں قصر کرو۔ اگر

خوف ہو کہ کار نہیں فتنہ میں ڈال

دیں گے۔

جب تم زمین میں سفر کرو۔ تو تم پر اس

کا گناہ نہیں کہ نماز میں قصر کرو۔ اگر

خوف ہو کہ کار نہیں فتنہ میں ڈال

دیں گے۔

جب تم زمین میں سفر کرو۔ تو تم پر اس

کا گناہ نہیں کہ نماز میں قصر کرو۔ اگر

خوف ہو کہ کار نہیں فتنہ میں ڈال

دیں گے۔

جب تم زمین میں سفر کرو۔ تو تم پر اس

کا گناہ نہیں کہ نماز میں قصر کرو۔ اگر

خوف ہو کہ کار نہیں فتنہ میں ڈال

دیں گے۔

جب تم زمین میں سفر کرو۔ تو تم پر اس

کا گناہ نہیں کہ نماز میں قصر کرو۔ اگر

خوف ہو کہ کار نہیں فتنہ میں ڈال

دیں گے۔

جب تم زمین میں سفر کرو۔ تو تم پر اس

کا گناہ نہیں کہ نماز میں قصر کرو۔ اگر

خوف ہو کہ کار نہیں فتنہ میں ڈال

دیں گے۔

جب تم زمین میں سفر کرو۔ تو تم پر اس

کا گناہ نہیں کہ نماز میں قصر کرو۔ اگر

خوف ہو کہ کار نہیں فتنہ میں ڈال

دیں گے۔

جب تم زمین میں سفر کرو۔ تو تم پر اس

کا گناہ نہیں کہ نماز میں قصر کرو۔ اگر

خوف ہو کہ کار نہیں فتنہ میں ڈال

دیں گے۔

جب تم زمین میں سفر کرو۔ تو تم پر اس

کا گناہ نہیں کہ نماز میں قصر کرو۔ اگر

خوف ہو کہ کار نہیں فتنہ میں ڈال

دیں گے۔

جب تم زمین میں سفر کرو۔ تو تم پر اس

کا گناہ نہیں کہ نماز میں قصر کرو۔ اگر

خوف ہو کہ کار نہیں فتنہ میں ڈال

دیں گے۔

جب تم زمین میں سفر کرو۔ تو تم پر اس

کا گناہ نہیں کہ نماز میں قصر کرو۔ اگر

خوف ہو کہ کار نہیں فتنہ میں ڈال

دیں گے۔

جب تم زمین میں سفر کرو۔ تو تم پر اس

کا گناہ نہیں کہ نماز میں قصر کرو۔ اگر

خوف ہو کہ کار نہیں فتنہ میں ڈال

دیں گے۔

جب تم زمین میں سفر کرو۔ تو تم پر اس

کا گناہ نہیں کہ نماز میں قصر کرو۔ اگر

خوف ہو کہ کار نہیں فتنہ میں ڈال

دیں گے۔

جب تم زمین میں سفر کرو۔ تو تم پر اس

کا گناہ نہیں کہ نماز میں قصر کرو۔ اگر

خوف ہو کہ کار نہیں فتنہ میں ڈال

دیں گے۔

جب تم زمین میں سفر کرو۔ تو تم پر اس

کا گناہ نہیں کہ نماز میں قصر کرو۔ اگر

خوف ہو کہ کار نہیں فتنہ میں ڈال

دیں گے۔

جب تم زمین میں سفر کرو۔ تو تم پر اس

کا گناہ نہیں کہ نماز میں قصر کرو۔ اگر

خوف ہو کہ کار نہیں فتنہ میں ڈال

دیں گے۔

جب تم زمین میں سفر کرو۔ تو تم پر اس

کا گناہ نہیں کہ نماز میں قصر کرو۔ اگر

خوف ہو کہ کار نہیں فتنہ میں ڈال

دیں گے۔

جب تم زمین میں سفر کرو۔ تو تم پر اس

کا گناہ نہیں کہ نماز میں قصر کرو۔ اگر

خوف ہو کہ کار نہیں فتنہ میں ڈال

دیں گے۔

جب تم زمین میں سفر کرو۔ تو تم پر اس

کا گناہ نہیں کہ نماز میں قصر کرو۔ اگر

خوف ہو کہ کار نہیں فتنہ میں ڈال

دیں گے۔

جب تم زمین میں سفر کرو۔ تو تم پر اس

کا گناہ نہیں کہ نماز میں قصر کرو۔ اگر

خوف ہو کہ کار نہیں فتنہ میں ڈال

دیں گے۔

جب تم زمین میں سفر کرو۔ تو تم پر اس

کا گناہ نہیں کہ نماز میں قصر کرو۔ اگر

خوف ہو کہ کار نہیں فتنہ میں ڈال

دیں گے۔

جب تم زمین میں سفر کرو۔ تو تم پر اس

کا گناہ نہیں کہ نماز میں قصر کرو۔ اگر

خوف ہو کہ کار نہیں فتنہ میں ڈال

دیں گے۔

جب تم زمین میں سفر کرو۔ تو تم پر اس

کا گناہ نہیں کہ نماز میں قصر کرو۔ اگر

خوف ہو کہ کار نہیں فتنہ میں ڈال

دیں گے۔

جب تم زمین میں سفر کرو۔ تو تم پر اس

کا گناہ نہیں کہ نماز میں قصر کرو۔ اگر

خوف ہو کہ کار نہیں فتنہ میں ڈال

دیں گے۔

جب تم زمین میں سفر کرو۔ تو تم پر اس

کا گناہ نہیں کہ نماز میں قصر کرو۔ اگر

خوف ہو کہ کار نہیں فتنہ میں ڈال

دیں گے۔

جب تم زمین میں سفر کرو۔ تو تم پر اس

کا گناہ نہیں کہ نماز میں قصر کرو۔ اگر

خوف ہو کہ کار نہیں فتنہ میں ڈال

پھر حال اہم شافعی و احمدی مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا یہ مسلک ہے کہ سفر میں نماز کا قصر کرنا رخصت ہے۔ اور
اعظم علیہ الرحمۃ کے نزدیک واجب ہے۔ اور اس اختلاف کا شرعاً نہ ملتا ہے کہ۔

اگر کسی نے بجا لت سفر چار رکعت فرض کو چار رکعت ہی پڑھ لیا۔ تو امام شافعی
رحمۃ اللہ کے نزدیک یہ چاروں رکعتیں فرض قرار پائیں گی۔ اور حضرت امام اعظم علیہ الرحمۃ کے
نزدیک مسئلہ یہ ہے کہ اگر چار پڑھ لیں اور تہجد اولیٰ کر لیا۔ تو پہلی دو فرض ہوگی۔ اور اچھلی دو نفل
ہو جائیں گی۔ اور اگر تہجد نہیں کیا۔ تو چاروں رکعتیں نفل قرار پائیں گی۔ اور قصداً عمداً چار
پڑھنے والا گنہگار بھی ہوگا۔

باب وجوب الصلوٰۃ فی الثیاب

باب نماز کے لئے ستر عورت کا واجب ہونا
منع ہو کہ عورت نماز کی چھ شرطیں ہیں۔ ہمارے ستر عورت۔ مستقبل قبلہ۔ وقت۔ نیت۔ تحریر غیرہ شافعیہ
سفر وغیرہ محدثین کے نزدیک ستر عورت شرط نماز سے ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔

حَدَّثَنَا ابْنُ سُلَيْمَانَ عَنْ ابْنِ مَسْرُورٍ

نماز جاہلیت میں عورتیں تنگی ہو کر طواف کرتی تھیں۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔ تَقْوِيَا اس پر سب کا اتفاق
ہے کہ زینت سے مراد پکڑے ہیں جن سے شرعاً وغیرہ ڈھکی رہے۔

کے لئے ستر عورت شرط ہے
اتنا باریک کپڑا جس سے بدن چمکتا ہو ستر عورت کے لئے کافی نہیں ہے

پکڑے کو پہن کر اگر نماز پڑھے تو نہ ہوگی۔ یہ نہی اگر چادر یا دو پٹے سے
عورت کے بالوں کی سیسا ہی پکے نماز نہ ہوگی۔ بعض لوگ باریک سا ریشیاں
بند باندھ کر نماز پڑھتے ہیں کہ ان چمکتی ہے۔ ان کی نمازیں نہیں ہوتیں۔ اور ایسا باریک کپڑا ایسا جس
ستر نہ ہو سکے علاوہ نماز کے بھی حرام ہے۔

نماز میں ستر کے لئے پاک کپڑے کا ہونا ضروری ہے۔ یعنی اتنا جس نہ ہو جس سے نماز نہ ہو سکے۔ اور
نماز میں ہونا چاہئے جس سے بدن نظر نہ آئے۔ مرد کے لئے ناف کے نیچے سے گھٹنوں کے
تک ستر ہے۔ یعنی اس کا چھپانا فرض ہے۔ ناف اس میں داخل نہیں گھٹنے داخل ہیں۔ اور آزاد
تک کے لئے سارا بدن عورت ہے۔ سوائے منہ کی ٹکلی اور ہتھیلیوں اور پاؤں کے تلووں کے۔ سر کے
لئے ہوشے بال اور گردن اور گلہاں بھی عورت میں۔ ان کا چھپانا بھی فرض ہے۔ ۱۳ جن اعضاء کا
ستر فرض ہے۔ ان میں سے کوئی عضو جو تھائی سے کم کھل گیا۔ نماز ہو گئی۔ اور اگر جو تھائی عضو کھل گیا اور
چھپا لیا جب بھی ہو گئی۔ اور اگر بقدر ایک رکعت یعنی تین مرتبہ سبحان اللہ کہنے کے کھلا رہ گیا بالقصد
اور چھپا لیا نماز جاتی رہی۔ دوبارہ پڑھے۔

عورت کا چہرہ اگرچہ عورت نہیں۔ مگر بوجہ قند غیر محرم کے۔ سامنے
منع ہے۔ یوں ہی اس کی طرف نظر کرنا غیر محرم
نہیں

یہ حدیث مع تقہیم و ترجمانی کے فیض البخاری پارہ دوم صفحہ ۱۰۶ پر گذر چکی ہے۔ اس لئے ہم نے اس حدیث کے الفاظ لکھ دیجئے ہیں۔ جو ترجمہ اباب میں۔ امام نے اس حدیث کو ذکر کر کے یہ واضح کیا ہے۔ کہ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جانے کے لئے کپڑے پہنے کی اس قدر تاکید فرمائی۔ کہ عاریتہ سے کر بھی نہیں۔ تو فرض نمازوں کے کیا بینا و مسترورت بطریق اولیٰ ضروری ہوا۔ رفع اباسی و تسلطانی،

باب۔ تہبید نماز میں اپنی گدی پر

باندھ لینا

ابو حازم نے ہسل بن سعد سے روایت کیا کہ انہوں نے حضور علیہ السلام کے ساتھ نماز ادا کی۔ اپنی تہبید کندھوں پر باندھ کر۔

اور حضرت جابر نے ایک تہبید میں نماز پڑھی جس کو اپنی گدی پر باندھ لیا تھا اور ان کے کپڑے ایک تپالی پر رکھے ہوئے تھے۔ یہ دیکھ کر ایک شخص نے کہا یہی نبی بنیادہ بن ولید نے کہا، آپ ایک تہبید میں نماز پڑھتے ہیں۔ حضرت جابر نے جواب دیا میں نے یہ اس لئے کیا کہ مجھے بیسا احق مجھے ایک کپڑے میں نماز پڑھنا تھا۔ دیکھ لے۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ناقص ہم لوگوں میں سے کس کے پاس دو کپڑے تھے

باب :- ایک ہی کپڑے کو پیٹ کر نماز پڑھنا یعنی اتخاف کرنا

امام زہری نے اپنی روایت میں کہا اتخاف تو منسج کہتے ہیں۔ اور وہ یہ ہے کہ کپڑے کے دونوں کناروں کو مونڈھوں پر ڈال لینا۔ میدھی طرف کا کو نہ بائیں طرف اور بائیں طرف کا میدھی طرف اسی کو شتمال بھی کہتے ہیں۔

حضرت ام ہانی نے کہا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک کپڑا پیٹا اور اس کے دونوں کناروں کو دونوں مونڈھوں پر الٹ کر ڈال لیا۔

بَابُ عَقْدِ الْأَشَارِ عَلَى الْقَفَا

فِي الصَّلَاةِ

صَلَّوْا مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَاتِقَيْهِ الْأَيْدِيَهُمَا عَلَى

خَافَتَيْهِمَا

(بخاری)

قَالَ صَلَّى جَابِرٌ فِي إِسْنَادِهِ أَنَّ عَقْدَ

يَدَيْهِ قَبْلَ قِيَامِهِ وَتِيَابَهُ مَوْشُوعَةٌ عَلَى

بِشْحَبٍ قَالَ لَهُ قَائِلٌ تَمِيلُ فِي

إِسْنَادِهِ فَإِذَا قَالَ إِنْ مَا صَنَعْتُ ذَا لَيْلٍ

يَكُونُ فِي أَحْسَنِ مِثْلِكَ وَأَيْضًا كَانَ لَهُ

تَوْبَانِ عَلَى عَقْدِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى

اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

(ترمذی)

بَابُ الصَّلَاةِ فِي التَّوْبِ الْوَاحِدِ

مُتَّحِدًا

وَقَالَ الزُّهْرِيُّ فِي حَدِيثِهِ

سَلَّمَ بَعْدَ التَّوْبَةِ وَهُوَ الْمَخَالِفُ

بَيْنَ مَكَتَيْهِ عَلَى عَاتِقَيْهِ وَهُوَ

إِنْ شِئْنَا عَلَى مَكَتَيْهِ

وَقَالَتْ أُمُّ هَانِئُ الْخُفَّاءُ النَّبِيُّ

صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَوْبَةً وَتَخَالَفَ

بَيْنَ مَكَتَيْهِ عَلَى عَاتِقَيْهِ

(بخاری)

اس کے بعد امام بخاری نے اسی معنوں کی دو ایک حدیثیں اور لکھی ہیں۔ جن میں سے ایک حدیث

حضرت ام ابی کی روایت میں یہ لفظ بھی ہیں۔
فَصَلَّ تَبَاتَ رُكْعَاتٍ مُكْتَبَاتٍ ثَوْبٍ
وَاحِدٍ رِجَالِي

اور آخر میں یہ حدیث ہے۔

إِنِّي سَأَلْتُ رَسُولَ اللَّهِ
صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ الثَّوْبِ
فِي ثَوْبٍ وَاحِدٍ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ
أَنْ يَكُنْ ثَوْبَانِ

کہ حضورؐ نے اٹھ رکعتیں نماز پڑھتے کی ایک
کپڑے میں تحت ہو کر پڑھیں۔

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ ایک شخص
نے حضورؐ علیہ السلام سے پوچھا کہ ایک کپڑے میں
نماز پڑھنا کیسا ہے؟ حضورؐ نے فرمایا کیا تم میں ہر
شخص کے پاس دو کپڑے ہیں۔

قائد و مسائل امام نے دو عنوان قائم کئے تھے۔ اول یہ کہ اگر نمازی تہجد کو گدی پر باندھ کر نماز پڑھے
تو جائز ہے۔ حوالہ یہ کہ ایک ہی کپڑا پہن کر نماز پڑھے تو یہ بھی جائز ہے۔ خواہ وہ ایک
ایسا لیا کرتا ہو جس سے ستر عورت ہو جائے یا بڑی چادر ہو جسے باندھ کر نماز پڑھی جائے۔
ان حواشات کے ماتحت امام نے جو حدیثیں ذکر کی ہیں وہ اپنے مفہوم میں بالکل واضح ہیں۔ اور باب
مناہت یہ بھی ہے کہ نماز میں ستر عورت ضروری ہے۔

۴۱ دو کپڑوں کو ملا کر کھڑوچی کی طرح بناتے ہیں۔ اس پر دھوئی کپڑے سکھاتے ہیں۔ اور مشک بھی
پر لٹکا دیتے ہیں تاکہ پانی ٹھنڈا ہو جائے۔ اس کھڑوچی کو مشجب اور مشجاب کہتے ہیں۔ حضرت
ہاجر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک کپڑے میں نماز اس لئے پڑھی۔ تاکہ معترض کو معلوم ہو جائے
ایک کپڑے میں نماز پڑھنا جائز ہے۔

دلیل یہ ہے کہ اس پر تمام ائمہ کا اتفاق ہے کہ ایک کپڑے میں نماز پڑھنا جائز ہے البتہ دو
کپڑے یعنی قمیص یا پاجامہ یا تہجد میں نماز پڑھنا افضل ہے۔ ابتدائی دور میں مسلمان مغرب تھے۔
کسی کے پاس صرف ایک کرتہ ہوتا۔ اور کسی کے پاس صرف ایک چادر و صحابہ کرام ایک کرتہ یا
چادر میں نماز پڑھتے تھے۔ خود حضورؐ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک کپڑے میں نماز ادا فرمائی چنانچہ
جمہور صحابہ جیسے ابن عباسؓ، علیؓ، معاویہؓ، انسؓ، مالکؓ، خالد بن ولیدؓ، ابو ہریرہؓ، عائشہ صدیقہؓ،
ابو سعید خدریؓ، اسلمہؓ، عمار بن یاسرؓ، جابر بن عبد اللہؓ، ابی ابن کعبؓ، اور ام ابیؓ اور تابعین
میں سے حسن بصریؓ، ابن مسرورؓ، شعبیؓ، سعید بن مسیبؓ، ابو سلمہ بن عبد الرحمنؓ، محمد بن حنفیہؓ، عطاء
علی بن مسیبؓ، امام اعظمؒ، ابو حنیفہؒ، امام ابو یوسفؒ، محمد شافعیؒ، مالکؒ، احمد بن حنبلؒ رضی
اللہ عنہم اور اسحاق بن راہویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا یہی مسلک ہے۔ یعنی ج ۲ ص ۲۱۱

ذکورہ بالا حدیث میں جو مصنف کا لفظ آیا ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ چادر کا وہ کنارہ جو دائیں
پاؤں پر ہو۔ اس کو بائیں ہاتھ کے بغل سے نکال کر دائیں بائیں موڑ دے۔ پر جو اس کو دائیں ہاتھ کے بغل سے نکال
دونوں کناروں کو گدی یا سجدہ پر باندھ لیا جائے۔ چنانچہ امام بخاری علیہ الرحمۃ نے صفحہ کے یہی معنی کئے

شیخ اور شہناش علی انکسین بھی کہتے ہیں۔ اور چاروں میں اس طرح لپٹ کر نماز پڑھنا کہ سب اعضا بند ہو جائیں مگر وہ ہے بعد دوسری حدیث میں اس کی ممانعت آئی ہے۔

امام بخاری علیہ الرحمۃ نے لکھا ہے۔ ایک جماعت کا مسلک یہ ہے۔ کہ دو کپڑوں پر قدرت ہوتے ہوئے ایک سے میں نماز پڑھنا مکروہ ہے۔ اور بعض نے فرمایا کہ ایک کپڑا ہو تو اس کو لپیٹ کر نماز پڑھنا مکروہ ہے۔ بلکہ اس میں تہمند باندھ لے یعنی اوڑھے جس میں چنانچہ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک شخص کو دیکھا کہ وہ لپیٹ کر نماز پڑھ رہا ہے۔ اور شہناش العلماء تو آپ نے فرمایا۔

مَنْ لَمْ يَجِدْ ثِيَابَهُ لَمْ يَجِدْ ثِيَابَهُ
فَلْيُثْبِتْ رِجْلَيْهِ شِرْطَيْنِ
وَلْيُحْصِلْ فِي الشَّرِبِ الرَّاحِلَ فَلْيُجْعَلْ
عَلَى عَاتِقِهِ

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ
اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يُصَلِّي
أَحَدُكُمْ فِي الثَّوْبِ الْوَاحِدِ لَيْسَ عَلَى
عَاتِقِهِ شَيْءٌ رِغَارِي

يَسْتَلِمُ مَنْ صَلَّى فِي ثَوْبٍ وَاحِدٍ
فَلْيُثْبِتْ رِجْلَيْهِ مَرْفُوعَةً
رِغَارِي

جو تم میں سے سرٹ ایک کپڑے پر قدرت رکھے
اس کو پائے کردہ اس کی تہ بند کرے۔

باب جو شخص ایک کپڑے میں نماز پڑھے۔ تو اپنے
موتدھول پر اس کو ٹھالے

حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے۔ کہ رسول کریم
علیہ السلام نے فرمایا۔ تم میں کوئی ایک کپڑے میں
نماز نہ پڑھے۔ جب کہ اس کے کندھے پر کپڑے
کا کوئی حصہ نہ ہو

حضرت ابوہریرہؓ کا بیان ہے کہ حضور نے فرمایا
جو شخص ایک کپڑے میں نماز پڑھے۔ وہ اس کے
دونوں کناروں کو اٹھالے۔

مذکورہ بالا مضمون کی حدیثوں سے امام علیہ الرحمۃ نے یہ استدلال فرمایا ہے۔ کہ ایک کپڑے میں نماز
پڑھنا اس صورت میں منوع ہے۔ جبکہ کندھے پر کچھ نہ ہو۔ تو اگر باوجود قدرت کے کسی نے
تکلیف کے تو نماز نہ ہوگی۔ ہاں اگر کپڑا چھوٹا ہے۔ اور ستر عورت کے لئے کوئی اور کپڑا نہیں ہے تو ستر عورت کرے
تو صورت میں کندھے کے ریشی تو نماز ہو جائے گی۔

احتیاط یہ کہتے ہیں۔ کہ مذکورہ بالا حدیثوں میں کا حصہ ڈھکنے کا جو حکم ہے۔ وہ مذہبی ہے۔ تو اگر کسی نے
قدرت کے کاندھے نہ ڈھکے اور نماز پڑھی تو جائز ہوگئی۔ کیونکہ یہ بھی ثابت ہے۔ کہ حضور علیہ السلام نے
پہلے میں نماز پڑھی اور اس کپڑے کا ایک کنارہ آپ کی ایک زین محترمہ پر تھا۔ سورجی نقیص رہا ہر جہے
ہے کہ وہ حصہ جو حضور علیہ السلام کے جسم اندس پر تھا وہ تہمند کے لئے کافی ہوا۔ گلا اس میں اتنی وسعت
تھی کہ کندھے بھی ڈھک سکیں؟

واضح ہو کہ مراتب امرونی باب اجتہاد سے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ مجتہدین کرام میں سے کوئی
امرونی کو جو بوجہ تعلیم پر محمول کرتا ہے۔ اور کوئی اشتیاب و گمراہی پر اور ہر ایک دیانت داری
کے ساتھ جس غیر پر پہنچتا ہے اور حدیث پر عمل کرتا ہے۔ اس لئے امور اجتہادیہ میں زبان طعن و ممانعہ

نہیں کی جا سکتی۔ ہاں اگر کوئی شخص اپنی راسخے کے مقابل حدیث کو اس کے تمام مراتب کے ساتھ چھوڑ دے تو وہ یقیناً نالک حدیث ہے۔ اور گمراہ ہے۔

اسی طرح امر کے تارک پر جب وعید وارد ہو جائے یا نہی کے فاعل پر وعید وارد ہو جائے تو پھر امر نہ نہی بلا مشبہ و وجوب و تحریم پر دلالت کریں گے۔ اس صورت میں اس کو استیجاب پر محمول کرنا جائز نہ ہو گا۔

بَابُ إِذَا كَانَ الثَّوْبُ ضَيِّقًا عَنِ الصَّلَاةِ

فِي الثَّوْبِ الْوَاحِدِ

قَالَ تَرْجَمْتُ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي بَعْضِ أَشْفَادِهِ فَجِئْتُ لَيْلَةً لِبَعْضِ أُمُرِي فَحَدَّثَنِي بِمَعْنَى دَعْوَى ثَوْبٍ وَاحِدٍ قَالَتْ يَا رَسُولَ اللَّهِ وَصَلْتُ إِلَى جَانِبِهِ فَلَمَّا انْصَرَفَ قَالَ مَا الشَّرُّ بَيْنَا جَانِبِي فَخَبَّرْتُهُ بِحَاجَتِي فَلَمَّا كَرِهْتُ أَنْ مَا هَذَا إِلَّا شَيْئًا أَتَى نَائِتٌ قُلْتُ كَانَ ثَوْبًا قَالَ فَإِنْ كَانَ وَاسِعًا فَخُفِّصْ بِهِ وَإِنْ كَانَ ضَيِّقًا فَاسْتِزِدْ بِهِ۔

(بخاری)

باب تنگ کپڑے میں نماز کے متعلق

مسجد بن حارث نے کہا ہم نے جابر بن عبد اللہ سے ایک کپڑے میں نماز پڑھنے کے متعلق پوچھا تو انہوں نے کہا میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایک سفر میں تھا تو میں ایک کلمہ سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم رات کو حاضر ہوا۔ کچھ تو آپ نماز پڑھ رہے ہیں۔ اس وقت میرے بدن پر ایک ہی کپڑا تھا میں نے اس کو لپیٹ لیا۔ اور آپ کے بازو میں نماز پڑھنے لگا جب آپ نے سلام پھیرا تو فرمایا جابر اس وقت رات میں کیسے آتا تھا۔ میں نے اپنا کام عرض کیا جب میں اپنی بات عرض کر چکا۔ تو فرمایا یہ کپڑا پھینکا کیسا؟ میں نے عرض کیا کہ ایک ہی کپڑا تھا اس لئے اسی میں نماز پڑھ لی حضور نے فرمایا اگر کپڑا کشادہ ہو تو اتھان کرو اور اگر تنگ ہو تو تہبند باندھ لو۔

فوائد و مسائل

علامہ خطابی نے فرمایا حضور نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ کو جس اشتغال سے منع فرمایا۔ وہ اشتغال تھا اور اس کی صورت یہ ہے کہ آدمی چادر میں اپنے پورے بدن کو چھپالے۔ اور اندر بند ہو جائے۔ اس طرح چادر میں کرنا نہ پڑھنا مکروہ ہے۔ اس حدیث سے یہ بھی واضح ہوا۔ کہ اگر چادر کشادہ ہے تو پھر اتھان کر کے نماز پڑھے۔ اور چادر ایسی ہے کہ اتھان نہیں ہو سکتا۔ تو پھر تہبند باندھ لے اور نماز پڑھے۔ اتھان کی تعریف اداق میں گذر چکی ہے۔

قَالَ كَانَ رَجُلًا يُعْصِفُ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَاقِدِي أَذْيِهِمْ عَلَى أَعْنَائِهِمْ كَهَيْئَةِ الصَّبِيَّانِ يُقَالُ لِلصَّبَا لَا تَرْفَعَنَّ رُءُوسَكَ

حضرت ہبل نے کہا کہ کچھ لوگ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ بچوں کی طرح اپنی تہبندیں گردنوں پر باندھتے ہوئے نماز پڑھتے تھے اور اس وقت عورتوں کو حکم یہ تھا کہ نرم نماز میں اپنا سر اس وقت تک نہ اٹھاؤ

حَقَّقَ يَسْتَوِي الرَّيْلُ سَلَوْنًا بخاری
 عورتوں کو یہ ہدایت اس لئے دی گئی کہ سر اٹھانے میں مردوں کے ستر کے مقام پر ان کی
 گردن پڑے۔ یہ ابتدائی دور کے حالات تھے جبکہ بوجہ حسرت صحابہ کرام کے پاس ایسا کپڑا نہ ہوتا تھا
 اور وہی طرح ستر کا کام دے سکے۔

بَابُ جَبَّةٍ شَامِيَةٍ فِي نَمَازٍ پڑھنا
 الم حسن بصری نے فرمایا کہ کپڑوں کو جو کسی نہیں ان
 میں نماز پڑھنے میں حرج نہیں

یعنی جو کپڑے کہ غیر مسلموں کے ہاتھوں کے بنے ہوئے ہوں۔ ان کو بغیر دھوئے استعمال کرنا اور
 اس میں نماز پڑھنا جائز ہے۔ اور جب تک یہ یقین نہ ہو کہ یہ نہیں ہیں اس وقت تک ان کے نہیں ہونے کا حکم
 میں کیا جائے گا۔ جہ شامیہ کی قید اس لئے ہے کہ اس وقت شام کا ملک دارا کافر تھا۔ تو جو چیز وہاں سے بن کر
 آئی تھی ظاہر ہے کہ وہ غیر مسلموں ہی کی بنا کی ہوئی ہوتی تھی۔ حضرت امام حسن بصری جلیل القدر
 فرماتے ہیں۔ اور اس اثر کو میری سمجھ میں آ گیا۔

وَقَالَ مَعْمَرٌ رَأَيْتُ الرَّهْطِيَّ يَلْبَسُ
 مِنْ ثِيَابِ الْيَمَنِ مَا صَبَغَ بِالْبُيُوتِ
 معمر نے کہا میں نے زہری کو دیکھا وہ یمن کے کپڑے پہنتے
 جو کپڑے یمن میں رنگے جاتے تھے دھونے کے بعد

اس اثر کو علامہ عبد الرزاق نے اپنے مصنف میں وصل کیا (۱۶۱ میں سے جو کپڑے آتے تھے۔ وہ جن
 شام سے دھوئے جاتے تھے ان میں پیشاب بھی ہوتا تھا۔ حضرت زہری ان کپڑوں کو پاک کرنے کے
 بعد پہنتے تھے۔ چنانچہ علامہ عینی علیہ الرحمۃ نے تصریح کی ہو محمول علیٰ انہ کان بغسلہ
 قبل لبسه۔ بعض نے یہ کہا کہ چونکہ امام زہری کے نزدیک حلال جانوروں کا پیشاب پاک ہے۔ اور لٹے وغیر
 ہوئے اور پاک کئے ان کپڑوں کو پہن لیتے تھے۔ لیکن امام زہری کے نزدیک حلال جانوروں کا پیشاب پاک نہیں
 ہے۔ میرا کہ مصنف عبد الرزاق کی روایت سے واضح ہے۔ اور بخاری مسری ج ۲ ص ۸۶ میں خود امام بخاری علیہ الرحمۃ
 نے اس امر پر اشارہ کیا ہے یعنی باب ہل لثياب البغال الا ببل۔ میں فاقم

وَصَلَّى عَلَى ابْنِ أَبِي طَالِبٍ فِي ثَوْبٍ
 عَلَيْهِ مَقْصُوفٌ
 اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم نے ایک کپڑے
 کپڑے میں نماز پڑھی

اس اثر کو ابن سعد نے دھل کیا۔ مقصود اس کپڑے کو کہتے ہیں جو بٹنے کے بعد دھویا جائے۔ اور
 یہ مقصود وہ جو کہ راہب اس اثر میں اگرچہ کفار کے بنے ہوئے کپڑے کی تصریح نہیں ہے۔ لیکن امام بخاری کو اس اثر
 کا اس باب میں لانے سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ وہ کوراکپڑا جس میں حضرت علی رضی اللہ عنہ نے نماز پڑھی۔ کفار کا بنا ہوا
 ہے۔ بہر حال ان ہمارے یہ واضح ہوا کہ حسب ذیل کپڑوں میں نماز پڑھنا جائز ہے۔ اور جب تک ان
 کے نہیں ہونے کا یقین نہ ہو۔ ان میں ناپاک نہیں قرار دیا جائے گا
 ۱۰۔ وہ کپڑے جو غیر مسلموں کے بنے ہوئے ہوں (۱۶۱) وہ کپڑے جو پیشاب کی آمیزش دے کر رنگے گئے ہوں

اور ان کو بد میں دھول لایا ہو (۳) حدودہ پڑے جو کورے ہوں اور بننے کے بعد ان کو دھویا نہ گیس ہو (۴) حضرت مغیرہ بن شعبہ کہتے ہیں کہ میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ ایک سفر میں تھا حضور نے فرمایا: اے مغیرہ پانی کی ڈولچی لاؤ۔ میں نے حکم کی تعمیل کی۔ پھر آپ چلے۔ حتیٰ کہ میری ننگوں سے رخیہ پڑ گئی۔

فَاُتْلِقَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
حَتَّى تَوَارَى عَنِّي فَخَضَعْتُ خَافَتُهُ عَلَيْهِ جُوعًا
شَامِيَةً فَذَهَبَ يُخْرِجُ يَدَهُ مِنْ حُكْمِيهَا
فَضَاكَتْ ذَا خَوْجٍ يَدُهُ مِنْ أَسْفَلِهَا فَصَبَّيْتُ
عَلَيْهِ قَسَمًا مَدُونًا لِمَصْلُوحَةٍ وَمَسَحَ
عَلَى خَفِيَّتِي ثُمَّ صَلَّى (بخاری)

آپ نے قضاء حاجت فرمائی۔ اس وقت آپ شامی
ہو پہنچے ہوئے تھے۔ آپ نے اس کی آفتاب میں سے
ہاتھ نکالنا چاہا۔ وہ تنگ تھی۔ آخر آپ نے
جوتہ کے اندر سے ہاتھ نکال لیا۔ اس نے جوتہ کے لئے آپ
پر پانی ڈالا۔ آپ نے ہاتھ کے دھوؤ کی طرح دھو کر
اور نوزل پر مسح کیا پھر نماز پڑھی

اس حدیث کو امام بخاری نے جہاد اور لباس میں بھی ذکر کیا۔ اور مسلم و نسائی و ابن ماجہ
قوائد و مسائل نے ہمارت میں ذکر کیا۔ عنوان کے مناسب اس حدیث میں علیہ جبتہ الشامیۃ کے
الفاظ ہیں۔ اس حدیث کے مسائل و فوائد فیوض الہادی پارہ اول صفحہ ۳۹ پر گزر چکے ہیں

بَابُ كَرَاهِيَةِ التَّعَرُّي فِي الصَّلَاةِ
وَعَبْرَتِهَا

أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
كَانَ يَنْقُلُ مَعَهُ الْحِجَابَةَ لِلْكَبَةِ عَلَيْهِ
إِذَا رَأَى أَنَّ النَّاسَ عَمَلَهُ يَأْتِيهِمْ أَوْ حَتَّى
تُحَلَّكَ إِذَا تَرَكْتَ فَجَعَلَتْ عَلَى مَشْكِيكَ
مُؤَنَ الْحِجَابَةِ قَالَ تَحَلَّهْ لِحَسَلَهُ عَلَى
مُكَلَّبِهِ فَسَقَطَ مَخَشِيَتُهُ عَلَيْهِ فَمَا رَأَى
بَعْدَ ذَلِكَ عَرِيَانًا

(بخاری)

باب بلا ضرورت برہنہ نماز پڑھنے اور غیر نماز میں
برہنہ نہی کی کراہت کے بیان میں۔

جابر بن عبد اللہ کا بیان ہے کہ کبھی تعمیر کے وقت
حضور علیہ السلام بھی لوگوں کے ساتھ نیمہ اٹھا رہے
تھے اور آپ نہایت باندھے ہوئے تھے تو آپ کے چچا
حضرت عباس نے کہا اے پیغمبر! تم تہبند آنا کر
تھک چکے ہو۔ کہ لا تا کر اٹھانے میں آسانی ہو۔
چاہر کہتے ہیں کہ حضور علیہ السلام نے تہبند مبارک
اتھا اور اپنے کندھے پر ڈال لیا۔ اسی وقت آپ
برہنہ ہو کر زمین پر آ رہے۔ اس واقعہ کے بعد آپ
کو کبھی برہنہ نہیں دیکھا گیا۔

اس حدیث کو امام نے بیقان کعبہ میں اور مسلم نے ہمارت میں ذکر فرمایا
قوائد و مسائل ترجمہ الباب حدیث کے یہ الفاظ ہیں خدا دای بعد ذلک عریاناً جو نماز کی

حالت اور غیر نماز کی حالت دونوں کو شامل ہے۔ اس حدیث سے واضح ہوا کہ عورت
ہر حال میں واجب ہے خواہ قناتہ میں ہو یا نہ ہو۔ تنہا ہو یا کسی کے سامنے۔ بلا غرض
صحیح تنہائی میں بھی برہنہ ہونا جائز نہیں

ازانہ ہند کو اور وہ اور چادر کو کہتے ہیں مگر ان دونوں میں
دو اونس اٹلی کے لئے راقم

واضع ہو کر جائیہ پہنے کی صورت میں مستحورت نہیں ہوتا کیونکہ ران اور گھٹنے کھلے رہتے ہیں۔ لیکن جب جائیہ پہنے
اور سے تیار نہ ہو گا۔ یا چادر اور ڈھولے لگایا نہ جائے گا تو مستحورت ہو جائے گا۔

امام بخاری نے اس کے بعد ایک اور حدیث لکھی ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ حضور علیہ السلام سے ایک شخص نے استفسار
کیا کہ آدمی بحالت احرام حج کیا پہنے؟ آپ نے فرمایا: تمبیض یا جامہ اشکوار۔ باران کوٹ اور مغرانی یا روس میں رنگے
کیڑے نہ پہنتے۔ اور جس شخص کو جو تیاں نہ ملیں۔ وہ مونہ نہ کاٹ کر نہیں لے کہ ٹخنوں سے نیچے ہو جائیں۔ یہ حدیث
کتاب اعلم کے اخیر میں فیوض الباری ج ۱ صفحہ ۲۹۹ پر ملاحظہ فرمائی ہے

۱۲ امام بخاری علیہ الرحمۃ نے اس حدیث سے واضح کیا ہے کہ محرم کو مذکورہ بالا قسم کے کیڑے پہننے منع
اس سے معلوم ہوا کہ غیر محرم کو مذکورہ بالا کیڑے پہننے جائز ہیں۔ لہذا ان کیڑوں میں نماز بھی جائز ہے۔ ہاں اس حدیث
ہم نے یہ بتایا ہے کہ تمبیض و جامہ کے بغیر بھی نماز درست ہے یعنی دو چادروں میں نماز پڑھنا جائز ہے۔ کیونکہ محرم
باندھے ہوتا ہے اور انہیں یا دونوں میں نماز پڑھنا ہے۔

بَابُ مَا يَنْتَهَى عَنْهُ مِنَ الْعَوَسَةِ

۱۱ عَنْ أَبِي سَعِيدٍ يَخْلُدِي قَالَ تَهَيَّأَ رَسُولُ
اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ إِشْتِمَالِ
الصَّامَةِ وَأَنْ يَتَحْتِيَ الرَّجُلُ فِي ثَوْبٍ وَاحِدٍ
لَيْسَ عَلَى قَرْعِهِ مِنْهُ شَيْءٌ رِجَالِي

۱۲ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ تَهَيَّأَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ يَتَحْتِينَ عَنِ اللَّيْسَاءِ
وَالشَّامَةِ وَأَنْ يَتَحْتِيَ الرَّجُلُ الصَّامَةُ وَأَنْ يَتَحْتِيَ
الرَّجُلُ فِي ثَوْبٍ وَاحِدٍ رِجَالِي

امام بخاری نے اس حدیث سے واضح کیا ہے کہ محرم کو مذکورہ بالا قسم کے کیڑے پہننے منع
اس سے معلوم ہوا کہ غیر محرم کو مذکورہ بالا کیڑے پہننے جائز ہیں۔ لہذا ان کیڑوں میں نماز بھی جائز ہے۔ ہاں اس حدیث
ہم نے یہ بتایا ہے کہ تمبیض و جامہ کے بغیر بھی نماز درست ہے یعنی دو چادروں میں نماز پڑھنا جائز ہے۔ کیونکہ محرم
باندھے ہوتا ہے اور انہیں یا دونوں میں نماز پڑھنا ہے۔

۱۳ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ تَهَيَّأَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ يَتَحْتِينَ عَنِ اللَّيْسَاءِ
وَالشَّامَةِ وَأَنْ يَتَحْتِيَ الرَّجُلُ الصَّامَةُ وَأَنْ يَتَحْتِيَ
الرَّجُلُ فِي ثَوْبٍ وَاحِدٍ رِجَالِي

امام بخاری نے اس حدیث سے واضح کیا ہے کہ محرم کو مذکورہ بالا قسم کے کیڑے پہننے منع
اس سے معلوم ہوا کہ غیر محرم کو مذکورہ بالا کیڑے پہننے جائز ہیں۔ لہذا ان کیڑوں میں نماز بھی جائز ہے۔ ہاں اس حدیث
ہم نے یہ بتایا ہے کہ تمبیض و جامہ کے بغیر بھی نماز درست ہے یعنی دو چادروں میں نماز پڑھنا جائز ہے۔ کیونکہ محرم
باندھے ہوتا ہے اور انہیں یا دونوں میں نماز پڑھنا ہے۔

۱۴ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ تَهَيَّأَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ يَتَحْتِينَ عَنِ اللَّيْسَاءِ
وَالشَّامَةِ وَأَنْ يَتَحْتِيَ الرَّجُلُ الصَّامَةُ وَأَنْ يَتَحْتِيَ
الرَّجُلُ فِي ثَوْبٍ وَاحِدٍ رِجَالِي

امام بخاری نے اس حدیث سے واضح کیا ہے کہ محرم کو مذکورہ بالا قسم کے کیڑے پہننے منع
اس سے معلوم ہوا کہ غیر محرم کو مذکورہ بالا کیڑے پہننے جائز ہیں۔ لہذا ان کیڑوں میں نماز بھی جائز ہے۔ ہاں اس حدیث
ہم نے یہ بتایا ہے کہ تمبیض و جامہ کے بغیر بھی نماز درست ہے یعنی دو چادروں میں نماز پڑھنا جائز ہے۔ کیونکہ محرم
باندھے ہوتا ہے اور انہیں یا دونوں میں نماز پڑھنا ہے۔

۱۵ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ تَهَيَّأَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ يَتَحْتِينَ عَنِ اللَّيْسَاءِ
وَالشَّامَةِ وَأَنْ يَتَحْتِيَ الرَّجُلُ الصَّامَةُ وَأَنْ يَتَحْتِيَ
الرَّجُلُ فِي ثَوْبٍ وَاحِدٍ رِجَالِي

امام بخاری نے اس حدیث سے واضح کیا ہے کہ محرم کو مذکورہ بالا قسم کے کیڑے پہننے منع
اس سے معلوم ہوا کہ غیر محرم کو مذکورہ بالا کیڑے پہننے جائز ہیں۔ لہذا ان کیڑوں میں نماز بھی جائز ہے۔ ہاں اس حدیث
ہم نے یہ بتایا ہے کہ تمبیض و جامہ کے بغیر بھی نماز درست ہے یعنی دو چادروں میں نماز پڑھنا جائز ہے۔ کیونکہ محرم
باندھے ہوتا ہے اور انہیں یا دونوں میں نماز پڑھنا ہے۔

۱۶ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ تَهَيَّأَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ يَتَحْتِينَ عَنِ اللَّيْسَاءِ
وَالشَّامَةِ وَأَنْ يَتَحْتِيَ الرَّجُلُ الصَّامَةُ وَأَنْ يَتَحْتِيَ
الرَّجُلُ فِي ثَوْبٍ وَاحِدٍ رِجَالِي

امام بخاری نے اس حدیث سے واضح کیا ہے کہ محرم کو مذکورہ بالا قسم کے کیڑے پہننے منع
اس سے معلوم ہوا کہ غیر محرم کو مذکورہ بالا کیڑے پہننے جائز ہیں۔ لہذا ان کیڑوں میں نماز بھی جائز ہے۔ ہاں اس حدیث
ہم نے یہ بتایا ہے کہ تمبیض و جامہ کے بغیر بھی نماز درست ہے یعنی دو چادروں میں نماز پڑھنا جائز ہے۔ کیونکہ محرم
باندھے ہوتا ہے اور انہیں یا دونوں میں نماز پڑھنا ہے۔

باب نماز میں مستحورات کے متعلق
حضرت ابو سعید خدری سے روایت ہے کہ حضور
مید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے اشتمال صائم سے منع فرمایا۔
اور اعتباراتی ثوب واحد سے بھی منع کیا۔ جبکہ
شرکاء و صلی ہے

حضرت ابو ہریرہ سے روایت ہے کہ نبی صلی
اللہ علیہ وسلم نے دو طرح کی بیج سے منع فرمایا
باس اور نیاؤ سے اور اشتمال صائم سے اعتباراتی ثوب
واحد سے بھی منع فرمایا۔

۱۷ حدیث اول کو امام بخاری نے بیوع و استیذان میں بھی ذکر کیا۔ اور ابو داؤد نے
نوائد و مسائل میں۔ نسائی نے بیوع اور زینت میں اور ابن ماجہ نے تجارت میں ذکر کیا۔
حلیث دوم کو امام بخاری نے صلاۃ میں۔ باسک میں۔ مسلم نے بیوع میں اور ترمذی و نسائی نے بھی بیوع میں
اور ابن ماجہ نے صلاۃ و تجارت اور باسک میں ذکر کیا۔

۱۸ اشتمال صائم۔ حفرۃ صائم اس پتھر کو کہتے ہیں جس میں سورج وغیرہ نہ ہو۔ تو یہ اشتمال بھی اس
کے مشابہ ہوتا ہے۔ یعنی اشتمال صائم ہے کہ ایک کپڑے کو اس طرح پیٹ لے کہ ہاتھ وغیرہ اندر بند ہو جائیں۔ اس
طرح چادریں پیٹ کر نماز پڑھنا کہ وہ مہیا سارے بدن پر کپڑا پیٹا جائے۔ اور پھر اس کی ایک طرف
کو اٹھا کر کھدے پر ڈال لے اور اس طرح کرتے سے شرکاء کھل جاتے۔ یہ بھی اشتمال صائم ہے۔ اور اس

۱۹ اشتمال صائم۔ حفرۃ صائم اس پتھر کو کہتے ہیں جس میں سورج وغیرہ نہ ہو۔ تو یہ اشتمال بھی اس
کے مشابہ ہوتا ہے۔ یعنی اشتمال صائم ہے کہ ایک کپڑے کو اس طرح پیٹ لے کہ ہاتھ وغیرہ اندر بند ہو جائیں۔ اس
طرح چادریں پیٹ کر نماز پڑھنا کہ وہ مہیا سارے بدن پر کپڑا پیٹا جائے۔ اور پھر اس کی ایک طرف
کو اٹھا کر کھدے پر ڈال لے اور اس طرح کرتے سے شرکاء کھل جاتے۔ یہ بھی اشتمال صائم ہے۔ اور اس

یہ وقت اگر شرم گاہ کھل جائے نماز و قیام تار و دوں میں حرام ہے (۱۳) احتیلاً کے معنی گھوٹ مارنے کے ہیں۔ یعنی اپنے دونوں سر پہ کیٹھے اور دونوں پٹیلیاں کھڑی کر دے۔ اور ہاتھ سے یا کپڑے سے گھوٹ کرے۔ اور جب آدمی اس طرح بیٹھے اور شرم گاہ پر کپڑا نہ ڈالے۔ تو اکثر شرم گاہ کھل جاتی ہے۔ حضور علیہ السلام نے اس طرح گھوٹ مار کر بیٹھنے سے بھی منع فرمایا (۱۴) ملا مسئلہ یہ ہے کہ مال کو چھو دینے سے بیچ بھج جائے اور منایہ نہ ہے کہ کپڑا یا کوئی اور چیز ایک دوسرے کی طرف پھینک دینے سے بیچ لازم قرار پائے اس کی بیع و شرا ہونا نہ باطلت میں ہوتی تھی حضور علیہ السلام نے اس کو منوع قرار دیا کیونکہ اس طرح کی بیع و شرا سے اس و بائین میں سے کسی کی حق تلفی ہوتی ہے دوسرے جھگڑا اور نسا۔

کتاب البیوع میں انشاء اللہ العزیز مسائل بیع و شرا تفصیل کے ساتھ بیان ہوں گے۔

حمید بن عبد الرحمن بن عوف نے کہا کہ حضرت ابو ہریرہ نے فرمایا کہ مجھے حضرت ابوبکر نے اعلان کرنے والوں کے ساتھ اس حج کے موقع پر جو انہوں نے حجۃ الوداع سے پہلے کیا تھا اذی الحج کی دس تاریخ کو بھیجا تھا کہ ہم یہ اعلان کر دیں کہ اس سال کے بعد کوئی مشرک حج نہ کرے اور نہ کوئی رمد طواف کرے۔ حمید بن عبد الرحمن نے کہا حضور علیہ السلام نے حضرت ابوبکر کو کہنے کے بعد جناب علی رضی اللہ عنہ کو حکم دیا کہ وہ ہورہات رتوں۔ ابو ہریرہ کہتے ہیں کہ ہمارے ساتھ منیٰ میں تھے الحج کو حضرت علی نے بھی یہ اعلان کیا کہ اس کے بعد کوئی مشرک حج نہ کرے اور نہ کوئی بیت اللہ کا رمد ہر روز ہر کرطات ہی کرے۔

اَنَّ اَبَا هُرَيْرَةَ قَالَ بَعَثَنِيْ اَبُوْ بَكْرٍ فِيْ تِلْكَ الْحَجَّةِ فِيْ مَوَدِّئِيْنَ يَوْمَ الْفَجْرِ يُؤَدُّنَ بَيْنَا اَنْ لَا يَخْبُرَ بَعْدَ الْعَامِ مُشْرِكٌ وَلَا يَطُوفَ فِي الْبَيْتِ عُرْيَانٌ قَالَ حُمَيْدُ ابْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ ثُمَّ اَمَدَّتْ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلِيًّا قَامَرَةً اَنْ يُؤَدِّتَ بِبَوْبِهِ قَالَ اَبُوْ هُرَيْرَةَ فَادَّتْ مَعْنَاهُ فِيْ اَهْلِ مِثْقٍ يَوْمَ الْفَجْرِ لَا يَخْبُرُ بَعْدَ الْعَامِ مُشْرِكٌ وَلَا يَطُوفُ بِالْبَيْتِ عُرْيَانٌ

(بخاری)

اس حدیث کو امام نے حمزہ مغازی حج اور تفسیر میں بھی ذکر کیا۔ اور مسلم و ابوداؤد نسائی نے اس میں ذکر فرمایا

اس حدیث سے واضح ہوا کہ نماز میں ستر طورت واجب ہے نہ باب بغیر چلار کے نماز پڑھنے کے بیان میں باب الصلوة بغیر رداؤ کے اس عنوان کے تحت امام نے جو حدیث لکھی ہے۔ اس کا ترجمہ یہ ہے۔
عجل بن مکرر کہتے ہیں۔ میں نے حضرت جابر کو دیکھا۔ وہ ایک کپڑا لپیٹ کر نماز پڑھ رہے تھے۔ اور ان کی چادر الگ پڑی تھی۔ جب انہوں نے سلام پھیرا تو میں نے کہا۔ آپ بغیر چادر کے نماز پڑھ رہے ہیں۔ فرمایا ہاں میں نے چال۔ جو لوگ جاہل ہیں۔ وہ مجھے دیکھ لیں۔ میں نے حضور علیہ السلام کو بھی اسی طرح نماز پڑھتے ہوئے دیکھا ہے۔ (بخاری)

یہ حدیث باب عقد الاثر علی القمار میں صحیح تفسیر کے گزر چکی ہے۔ اور اس سے واضح ہوا کہ ایک کپڑے کا کرمان پڑھنا جائز ہے۔ البتہ دو کپڑوں میں کرمان پڑھنا سب کے نزدیک منہل ہے۔

باب ران کے عورت ہونے کے متعلق جو روایا
آئی ہیں،

امام بخاری نے فرمایا کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما
محمد بن عیسیٰ نے حضور علیہ السلام سے روایت کیا کہ
ران عورت ہے۔

بَابُ مَا يَدَّ كَرُفِي الْفَجْرِ

قَالَ أَبُو عَبْدِ اللَّهِ وَبُزْجِي عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ
وَعَبْرَةَ وَبُزْجِي عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ عَنْ النَّبِيِّ صَلَّى
اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّ الْفَجْرَ عَوْرَةٌ

امام نے حدیث بالا کو بعینہ تصدیق نہیں افراد حضرت ابن عباس و جریر و محمد بن عیسیٰ سے

قَوَامُ سَائِلِ اس کے

۱۔ حدیث ابن عباس کو امام ترمذی و امام احمد نے روایت کیا۔ امام ترمذی نے اس حدیث کو موصولاً
کیا ہے۔ اور فرمایا ہے۔ یہ حدیث حسن غریب ہے۔ اور اس حدیث کے ایک راوی ابو یحییٰ القنادی
ہیں۔ اور یہ کیفیت سے مشہور ہیں اور ان کے نام میں جو قول ہیں۔ اور حدیث جریر کو امام مالک
موطا میں روایت کیا ہے۔ اور امام ترمذی و ابن حبان نے حسن تصحیح اور امام بخاری نے حسن صحیح میں منقول
کی وجہ سے حدیث جریر کو ضعیف قرار دیا۔ اور حدیث محمد بن عیسیٰ کو حاکم، طبرانی نے معایت کیا کہ
کے سب راوی صحیح کے راوی ہیں۔ صرف ایک راوی ابو کثیر کو ابن حزم نے قبول قرار دیا ہے۔

حضرت انس نے فرمایا کہ حضور علیہ السلام نے جنگ غرہ
میں نبی رہیں میرا کٹا ہر فرمائی

امام بخاری نے فرمایا کہ حدیث انس مذکورہ سے
قوی ہے اور جریر کی حدیث میں احتیاط ہے تاکہ ہم
ان کے اختلافات سے نکل جائیں۔

وَقَالَ آتَسَّ حَسَّاشِي صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ عَنْ يَحْيَى ۲ رَحْمَتِي

قَالَ أَبُو عَبْدِ اللَّهِ وَاللَّهُ وَحْدَيْتُ آتَسَّ
أَسْتَدُّ وَحْدَيْتُ جَوْهَدُ أَحْوَطُ حَقُّ
مُتَّوِّجٌ مِّنْ إِخْتِلَافِهِمْ رَحْمَتِي

واضح ہو کہ حدیث جریر جو قولی حدیث ہے۔ اس سے ثابت
ہے کہ ران عورت ہے۔ اور حدیث انس حضور علیہ السلام

جنگ خیبر میں اپنی ران ظاہر فرمائی سے واضح ہوتا ہے کہ ران عورت نہیں ہے۔ اور حضور علیہ السلام اس کو
نہ فرماتے۔ اب سوال پیدا ہوا کہ جب حدیث انس صحیح ہے اور حدیث جریر صحیح ہے تو صحیح پر عمل کرنا چاہیے
بخاری نے جواب دیا کہ اگرچہ حدیث انس حدیث جریر سے صحیح ہے مگر حدیث جریر مطلقاً اوطق ہے۔ اور احتیاط اس
ہے کہ حدیث جریر پر عمل کیا جائے اور ران کو عورت قرار دیا جائے۔

علامہ قسطلانی نے فرمایا کہ جمہور تابعین و امام اعظم ابو حنیفہ و امام مالک و شافعی و احمد سے صحیح روایت
امام ابو یوسف و امام محمد کا بھی یہی قول ہے کہ ران عورت ہے اور اس کا پھینا نا واجب ہے۔ علامہ شوکانی نے لکھا
ران کا عورت ہونا ہی حق ہے۔ اور جس طرح حدیث قولی ہے اور قولی بھی پر مقدم ہے علاوہ ازیں یہ

میں ہے کہ بھی آثار میں یہ لایا ہے۔ کہ حضور علیہ السلام نے اپنی دان کھلی رکھی یہ حضور کی خصوصیات سے ہو۔
 علامہ رحمۃ اللہ نے فرمایا یہ بھی ممکن ہے کہ جن آثار میں حضور علیہ السلام کا اپنی دان کھلی رکھنے کا ذکر ہے۔ اس
 وقت تک دان کے منتر کا حکم نہ ہوا ہو۔ علامہ طحاوی علیہ الرحمۃ نے حدیث جو ہر حدیث محمد بن حنفیہ میں یہ
 سے کہ حضور علیہ السلام نے فرمایا۔ اپنی دان کو صاف پلوان تختہ الرجل عساقۃ۔ کیونکہ مرد کی دان عورت ہے
 اس حدیث سے روایت کر کے لکھا کہ ان حدیثوں سے دان کا عورت ہونا ثابت ہوتا ہے۔ اور اس کے کھل
 جانے سے نماز فاسد ہو جاتی ہے۔ امام طحاوی علیہ الرحمۃ نے یہ بھی تصریح کی کہ دان کے عورت نہ ہونے کے متعلق
 اہل حدیث صحیح نہیں ہے۔ اور یہ حقیقت ہے۔ کہ دان کے عورت نہ ہونے کے متعلق کوئی قوی حدیث نہیں ہے۔
 عورت فعلی آثار میں۔ بین میں یہ آتا ہے کہ فلاں موقع پر حضور علیہ السلام نے اپنی دان کھلی رکھی۔ انہیں
 حاکم وغیرہ سے بعض لوگوں نے دان کے عورت نہ ہونے کی دلیل لی ہے مگر یہ دلیل تمام نہیں ہے ذیل الاطوار

حدیث ۶۷۷۱ یعنی ج ۲ ص ۲۲۲

حضرت ابو موسیٰ اشعری نے کہا کہ حضور علیہ السلام
 ایک دن اپنا گھٹنا کھولے ہوئے جلوہ فرماتے کہ حضرت
 عثمان آگئے۔ آپ نے گھٹنا چھپا لیا۔

وَقَالَ أَبُو مُوسَى عَظَّمَ اللَّهُ شَيْئًا فَحَلَّ اللَّهُ
 عَلَيْهِ وَكَفَّ حَقِّقَ وَحَلَّ عَثْمَانُ
 بخاری

یہ اس حدیث کا حکم ہے جسے امام بخاری نے مناقب میں ذکر کیا ہے۔ اس میں یہ تصریح
 ہے کہ کن قاعدۃ فی مکان فیہ ماء حضور علیہ السلام ایسے مقام پر جلوہ فرماتے جہاں پانی
 تھا۔ اور پانی سے بچنے کے لئے آپ نے گھٹنے سے کپڑا اٹھایا ہوا تھا۔ علامہ رحمۃ اللہ نے فرمایا۔ اس
 حدیث کی عنوان سے مناسبت یہ ہے کہ جب گھٹنا عورت ہے۔ تو دان بطریق اولیٰ عورت قرار پائے گی کیونکہ
 اس شرم گاہ سے زیادہ قریب ہوتی ہے۔

مذکورہ جو جنس روایات میں لایا ہے کہ حضور علیہ السلام دان کھولے جلوہ فرماتے۔ کہ حضرت
 ابو بکر آئے۔ پھر عمر آئے تو آپ نے انہیں اندر آنے کی اجازت دے دی۔ جب حضرت
 عثمان آئے تو آپ نے اپنی دان کا جانب الی حضرت عائشہ صدیقہ کے استفسار پر حضور نے فرمایا۔ عثمان نہ شرم
 کے پتلے ہیں۔ اگر وہ مجھے اس حالت میں دیکھ لیتے تو اپنا کام پورا نہ کر سکتے۔

اس حدیث سے بعض علماء نے یہ استدلال فرمایا کہ اگر دان عورت ہوتی۔ تو حضور علیہ السلام حضرت
 عمر اور عمر فاروق کے سامنے اپنی دان کھلی نہ رکھتے۔ لیکن اس مضمون کی روایات میں
 یہ ذیل امور قابل غور و فکر ہیں۔

اول۔ یہ فعلی حدیث ہے قوی نہیں ہے

دو۔ ہو سکتا ہے کہ یہ بات حضور کی خصوصیات سے ہو

سوم۔ یہ کہ اس وقت دان کے منتر کا حکم نہ آیا ہو ذیل الاطوار وغیرہ

چھارہ۔ امام اہل طحاوی علیہ الرحمۃ نے فرمایا کہ وہ لا حدیث ان فطون کے ساتھ غریب ہے۔

اس حدیث کو جماعت اہل بیت نے بھی روایت کیا ہے۔ مگر اس میں کشف فخرین کا ذکر نہیں ہے۔ لہذا اسے اشدلال صحیح نہیں کہ راہ حدیث نہیں ہے۔

پنجوہ ابوتر نے کہا حدیث حصہ جس میں کشف فخرین کا ذکر ہے مضطرب ہے

شعبہ امام شافعی نے فرمایا جس روایت میں کشف فخرین کا ذکر ہے مشکوک ہے دبیہقی

صفتقرامہ مہرانی نے فرمایا کہ جن روایات میں یہ ہے کہ حضرت ابوبکر اے اور حضور علیہ السلام آپ کی راہ کو لے ہوئے جلوہ فرماتے۔ ان کی اسناد وہابی ہے سادہ وہ اخبار و آثار جن میں راہ کے چھپانے کا حکم آیا ہے اختیار صحیحہ میں۔ (کتاب تہذیب الآثار والاعمال)

ہشتم: حدیث عائشہ و عثمان جس کو مسلم نے روایت کیا ہے۔ اس میں فخر کی جگہ یہ لفظ میں۔ دھو

مضاجح۔ افراسہ لایس مرط عائشہ۔ اس سے واضح ہوا کہ اصل قصہ میں کشف

فخرین کا ذکر ہی نہیں ہے۔ دبی مسلم کی دوسری روایت سے اس میں بھی عن فخریہ اساقیہ کے

افادہ میں۔ اسی نے امام شافعی نے فرمایا کہ کشف فخرین والی روایات مشکوک ہیں۔

خلاصہ بحث یہ کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی قولی روایت سے یہی ثابت ہوتا ہے۔ راہ حدیث ہے۔ اور اصناف کے نزدیک ہاں سے لے کر گھٹے سمیت عورت ہے۔ اور نماز و غیرہ میں اس کا چھپانا واجب ہے۔

حضرت زبیر بن ثابت نے کہا۔ اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر وحی نازل فرمائی اس وقت آپ کی ران مبارک میری ران پر تھی تو وہ اتنی بھاری ہو گئی کہ میں ڈرامیں میری ران پر بوجھ سے چلی نہ جاسکتے۔

وَقَدْ زَيَّلْتُ بَيْنَ شَايِبِ أَتَوَّلَ اللَّهُ عَسَىٰ
رَسُولِهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَفَخِذُّهُ
عَلَىٰ فُجْدَتِي فَتَقَلَّتْ عَلَيَّ حَتَّىٰ خَفَّتْ
أَن تَوَضَّعَ فُجْدَتِي رِجَالِي

اس تعلق کو امام نے تفسیر سورہ سارہ فی قولہ تعالیٰ۔ لَا يَسْتَوِي الْفَأْجِذُ وَالْمَرْءُ الْقَوِيمُ میں تفسیر میں اور نسائی نے جہاد میں ذکر کیا۔

انصاری۔ صحابی جلیل القدر اور کاتب وحی ہیں۔ جس وقت یہ مدینہ میں تھے حضرت زبیر بن ثابت لائے ان کی عمر اس وقت تھی۔ جلیل القدر علماء۔ فقہاء صحابہ میں ان کا شمار

علم فراغ کے امام ہیں۔ حضور نے فرمایا۔ اخوضکم زبیر (احمد) حضور کے ارشاد کے مطابق آپ نے یہود کی نصرت میں اور سرایانی زبان ۱۷ دن میں سیکھ لی تھی۔ تاکہ غیر زبان دالوں کو تبلیغ کر سکیں۔ قرآن پاک تدوین میں ان کا بڑا حصہ ہے۔ خلافت صدیقی میں انہوں نے قرآن مجید کی کتابت بھی کی۔ اور قرآن کو منہ سے خلافت عثمانی میں نقل کیا۔ ایک بڑی جماعت نے ان سے روایت کی۔ آپ سے کل ۴۴ حدیثیں مروی ہیں میں ۹ ہیں۔ ۳۳ حدیثیں صحیحہ ۵ سال وفات پائی۔ رضی اللہ عنہ (قسطلانی)

واضح ہو کہ اس حدیث سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ ران عورت نہیں ہے کیونکہ احتمال قوی ہے۔ کہ

حضرت انس بن مالک سے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ کی
 فرائض میں سے کون سی چیزیں بیان فرمائی ہیں۔ پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم
 سواریوں سے اور ابو طلحہ بھی سواریوں سے اندر میں ابو طلحہ
 کے پیچھے ایک ہی سواری پر تھا۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم
 نے خیر کی گلیوں میں اپنی سواری کو دوڑایا اور
 دو دائروں میں امیر اکھٹا حضور کی راہ مبارک
 سے چھوڑ دیا۔ پھر آپ نے اپنی راہ مبارک سے
 تہمتہ اٹھائی تھی کہ میں نے آپ کی راہ کی پیروی
 نہیں کی جب آپ خیر کی گلی میں داخل ہوئے۔ تو
 فرمایا: اللہ اکبر خیرت خیرت خیرت خیرت خیرت
 کسی قوم کے صدر مقام میں آئیں۔ تو جو لوگ ڈرا گئے
 گئے ان کی اصحیح منسوخ ہو گئی ہے حضور نے یہ جملے
 تین مرتبہ ارشاد فرمائے حضرت انس کہتے ہیں کہ اہل خیر
 یا ہودی اپنے کام کاج کے لئے نکلتے تھے وہ آپ کو کہہ
 کر کہتے تھے یا محمد صلی اللہ علیہ وسلم آگے تیرا عزیز
 نے کہا میں نے ساقیوں نے اتنا اور زیادہ کیا دینی
 یہود نے یہ کہا محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور شکر اگیا
 حضرت انس نے فرمایا ہم نے خیر کو طاقت سے
 فتح کر لیا پھر قیدی اٹھے گئے تو حیرت منی اٹھے کہنے
 لگے اے اللہ کے نبی ان قیدیوں میں سے ایک تو نبی
 مجھے بھی عطا ہو آپ نے فرمایا ایک لونڈی لے لے
 میں نے صفیر بنت حنی کو لے لیا پھر ایک آدمی جو
 نبوی حاضر ہوا عرض کی اے اللہ کے نبی آپ نے صفیر
 بنت حنی جو نبی قرظہ اور نبی تغیر کی سرودہ تھی
 دیکھ کر وہ دیکھ کر تو آپ ہی کے لائق ہے فرمایا اچھا
 دیکھ کر وہ کہتے بلال اللہ ان کو لیکر آئے آپ نے فرمایا حیر
 تم قیدیوں میں سے کوئی اور لونڈی لے لو حضرت انس

عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَرَجَ خَيْرَ فَصِيلِنَا عِنْدَهَا صَلَوةُ الْعَدَاوَةِ يَخْلِسُ فَرَحِبَ الْقَبِي صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَرَكِبَ أَبُو طَلْحَةَ وَأَنَا رَدِيفُ أَبِي طَلْحَةَ فَتَاجَرِي نَبِيُّ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي رُفَاقِ خَيْرِ بَنِي إِدْرِيسَ بْنِ تَمِيمٍ فَخَرَجَ اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثُمَّ خَسِرَ الْأَخَارَ عَنْ خَيْرِهِمْ حَتَّى أَتَى أَنْظُرَ إِلَى يَافِضٍ فَخَرَجَ نَبِيُّ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلَمَّا دَخَلَ الْقَرْيَةَ قَالَ اللَّهُ أَكْثَرُ خَيْرٍ خَيْرٍ إِنِّي إِذَا تَزَلْنَا بِلَعَةِ قَوْمٍ فَسَاءَ صَبَاحُ الْكُفَرِيِّينَ قَالُوا ثَلَاثًا قَالَ وَخَرَجَ الْقَوْمُ إِلَى أَعْدَائِهِمْ فَقَالُوا مُحَمَّدًا قَالَ عَبْدُ الْعَزِيزِ وَقَالَ بَعْضُ أَهْلَابِنَا وَالْحَقُّ يُعْنَى الْخَيْرِ قَالَ فَاصْبِرْنَا هَاعْتَوَ الْخَيْرِ الشَّيْءُ فَجَاءَ وَجِيهَةً فَقَالَ يَا نَبِيَّ اللَّهِ أَنْطَلِقُ جَارِيَةً مِمَّنْ الشَّيْءُ فَقَالَ أَذْهَبُ لِحَدِّ جَارِيَةٍ فَإِذَا صَفِيَّةُ بِنْتُ حُيَيٍّ فَجَاءَ رَسُولُ اللَّهِ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ يَا نَبِيَّ اللَّهِ بَعِثْتُ وَجِيهَةً صَفِيَّةَ بِنْتُ حُيَيٍّ سَيِّدَةَ قُرَيْشٍ وَالتَّخْصِيصُ لَا تَصْلَحُ إِلَّا لَكَ قَالَ أَدْعُوهُ بِهَا فَجَاءَ بِهَا فَلَمَّا نَظَرُ إِلَيْهَا النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ خَدَّ جَارِيَةٍ مِمَّنْ الشَّيْءِ خَدَّهَا قَالَ فَاعْتَمَقَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَتَزَوَّجَهَا فَقَالَ لَهُ ثَابِتُ يَا أَبَا حَسَنٍ مَا أَصَدَّقَهَا قَالَ لَفْسَهَا

أَعْتَقَ وَأَتَدَّ وَجَعًا حَتَّى إِذَا سَكَانَ
بِالْمَدِينَةِ جَعَلَ تَحْتَهَا لَهُ أُمُّ سَلِيمٍ
فَأَهْدَتْهَا لَهُ مِنْ أَيْسَلِ تَابَعَتِهَا الشَّيْءُ
صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَوَّسًا فَقَالَ مَنْ
كَانَ عِنْدَهُ شَيْءٌ فَلْيُجِئْ بِهِ وَبَسَطَ
لِطَمًا فَيَجْعَلِ الرَّجُلُ يَجِئُ بِالْثَمَرِ وَجَعَلَ
الرَّجُلُ يَجِئُ بِالشَّمَنِ قَالَ وَآخِصِيَّةٌ
قَدْ ذَكَرَ الشَّوْنَيْنِ قَالَ فَخَاسُوا حَيْثَا
فَكَانَتْ رَيْسَةً رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ (بخاری)

کہتے ہیں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے صفیہ کو آزاد کر دیا
نکاح فرمایا نہایت نے اس سے پوچھا کہ کیا مقرر ہو
نے کہایا ہی صفیہ کا نفس آپ نے ان کو آزاد کیا اور نکاح
آپ رہائے ہی میں تھے کہ ام سلمہ نے صفیہ کو رات کو
نبوی پیش کر دیا صبح کو حضور کو دکھاتے آپ نے حاضر
فرمایا جس پر کہ اس کو کھانا وغیرہ ہوا لے گئے اور ایک سو
پچھانوہ کوئی پچھو لایا کوئی بھی بعد العزیز نے کہا میری مثال
اس نے یہ بھی کہا کہ کوئی سنتو لایا اس نے کہ پھر
کھانے کی انیا کو ملا کر عیدہ بنایا اور سب نے کھایا
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ولیمہ

قواعد و مسائل یہ وہی حدیث ہے جس کو امام نے تعلیقاً ذکر کیا تھا۔ امام نے اس حدیث کو نکاح
اور مسلم نے نکاح و مفاری میں۔ ابو داؤد نے خراج میں اور نسائی نے نکاح و ولیمہ و
میں ذکر کیا۔ اس حدیث میں ہے کہ حضور علیہ السلام کی ران مٹی ہوئی تھی۔ اور حضرت انس رضی
کی ران کی پییدہ کی دیکھ لیا یہی ترجمہ الباب ہے۔ اور اس سے بعض علماء نے یہ استدلال کیا کہ
عورت نہیں۔ اگر وہ عورت ہوتی تو حضور علیہ السلام اسے کھوتے۔ لیکن یہ استدلال تمام نہیں
کیونکہ امکان قوی ہے کہ گھوڑے کے دوڑنے کی وجہ سے آپ کی ران مبارک سے کچھ اٹ گیا ہو۔
(۳) خیبر میں ہندو سے آٹھ منزل پر ہے۔ نہایت نزدیک جگہ ہے یہاں یہود نے متعدد مضبوط قلعے بنائے
اور عرب میں یہودی قوت کا یہ سب سے بڑا مرکز تھا۔ عبرانی زبان میں خیبر قلعہ کو کہتے ہیں بعض نے
کہ خیبر نامی ایک شخص یہاں آکر سب سے پہلے مقیم تھا اسی کے نام سے یہ جگہ مشہور ہو گئی
شہدہ میں غطفان اور یہود کے حملہ کی مداخلت کے لئے حضور علیہ السلام مدینہ سے روانہ ہوئے تھے۔
کی تعداد ۷۰۰۰ تھی جن میں ۷۰۰ سوار تھے اور باقی پیدل۔ اندراج مطہرات میں سے حضرت ام سلمہ ساتھ
حضور نے پہلی بار اس غزوہ کے لئے تین علم بنائے تھے۔ دو جناب بن منذر اور سعد بن عبادہ کو نہایت
اور حامل علم نبوی جس کا پھر راجح اب ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی چادر مقدس سے تیار
حضرت علی المرتضیٰ کو عطا ہوا دہم اخیت خیمہ۔ خیبر پر بار ہوا۔ یہ جملہ حضور علیہ السلام نے بطور
فرمایا تھا اور یہ غیب کی خبر ہے۔ بعض شارحین نے کہا کہ بطور وعایا بطور تفادول ارشاد
لیکن اس کو بطور خبر قرار دینا اس لئے اولیٰ ہے کہ فوج کا نشان جب حضور نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو دیا تھا
فرمایا تھا کہ جس کے ہاتھ میں فوج کا نشان ہوگا اس کے ہاتھ پر خیبر فتح ہوگا۔ قافہم ۵، جملہ صحابہ
یہاں واؤ بیعت میں ہے اور لشکر کو نہیں اس لئے کہتے ہیں کہ اس کے پانچ حصے ہوتے ہیں۔
مقدح الجیش۔ راسد الجیش۔ قلب الجیش۔ میسرہ الجیش۔ میمتہ الجیش (فتح الباری) (۶) غزوہ کے

باب فی کفّہ تصلي المرأة من الثياب

وَقَالَ عِكْرِمَةُ لَوْ تَوَضَّعَتْ جَسَدُهَا

فِي ثَوْبٍ جَانِبٍ

عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ لَقَدْ كَانَ رَسُولُ

اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّي الْفَجْرَ

فَتَضَعُ مَعَهُ نِسَاءً مِنَ الْمُؤْمِنَاتِ

مُسْلِمَاتٍ فِي مَرَدِّ طَبَقٍ ثُمَّ يَرْجِعُهُنَّ

إِلَى مَوَاقِعِهِنَّ مَا يَعْرِضُهُنَّ أَحَدٌ رَجُلًا

لَوْ اخَذَتْ الْمَرْأَةُ ثَوْبًا قَتَعَتْ

بِهِ حَتَّى لَا يَرَى مِنْ جَسَدِهَا

شَيْئًا إِجْرًا عَنْهَا

اور حدیث غیرہ کو ترجمہ می نسائی، ابن ماجہ مسلم و ابوداؤد نے بھی کتاب الطہارۃ میں ذکر کیا ہے

مروط اس جادہ کو کہتے ہیں جو ریشم اون اور کتان سے بنائی گئی ہو عبد الملک نے شرح مؤطا میں کہا ہے

اس اور بھی کو کہتے ہیں جو باریک اون سے بنائی جاتی ہے

یہ ثابت کیا ہے کہ اگر عورت صرف ایک کپڑے میں نماز پڑھے۔ اور اس کپڑے سے اس کا پورا بدن چھو

جائے تو جائز ہے

فان یؤکر آزاد عورت کا سارا بدن عورت ہے

اور اس کے ضروری مسائل

ان کا چھپانا بھی فرض ہے۔ اور کپڑا ایسا ہونا چاہیے

سے بدن کی رنگت نظر نہ آئے۔ اتنا باریک کپڑا جس

(۱۰) اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ دلیہ کے لئے لمبے چوڑے تکلف کی ضرورت نہیں۔ صرف

توفیق اپنے عزیز و اقرباء کی دعوت کر دی جائے۔ اور جو میسر ہو وہ ان کے سامنے پیش کر دیا جائے

اگر صرف عورت ہی کیوں نہ ہو۔

باب عورت کفّہ کپڑوں میں نماز پڑھے

اور حضرت عکرمہ نے کہا اگر عورت اپنا سارا بدن

ایک ہی کپڑے سے چھپ کر نماز پڑھے تو درست ہے

حضرت عائشہ فرماتی ہیں جس عورت علیہ السلام نماز پڑھے

اور فرماتے اند آپ کے ساتھ مسلمان عورتیں بھی

شریک ہوتیں۔ (یعنی چادریں لپیٹ کر عورتیں بھر نماز

کے بعد اپنے گھروں کو لوٹ جائیں۔

کوئی ان کو نہ پہچانتا

حضرت عکرمہ مولیٰ ابن عباس رضی اللہ عنہما کے ہیں۔ اس تعلیق کو امام عبد الرزاق رحمۃ

قائد مسائل حضرت میں وصل کیا جس کے الفاظ یہ ہیں۔

اور عورت ایک کپڑے سے سارے

بدن کو ڈھانپ لے اس طرح کہ اس کے بدن کا

کوئی حصہ نظر نہ آئے تو جائز ہے۔

اور حدیث غیرہ کو ترجمہ می نسائی، ابن ماجہ مسلم و ابوداؤد نے بھی کتاب الطہارۃ میں ذکر کیا ہے

مروط اس جادہ کو کہتے ہیں جو ریشم اون اور کتان سے بنائی گئی ہو عبد الملک نے شرح مؤطا میں کہا ہے

اس اور بھی کو کہتے ہیں جو باریک اون سے بنائی جاتی ہے

یہ ثابت کیا ہے کہ اگر عورت صرف ایک کپڑے میں نماز پڑھے۔ اور اس کپڑے سے اس کا پورا بدن چھو

جائے تو جائز ہے

فان یؤکر آزاد عورت کا سارا بدن عورت ہے

اور اس کے ضروری مسائل

مستحب جہاں اس سے پورا ستر ہو جائے جائز ہے ۱۲۰ اس حدیث میں ہے کہ نوربیں چادر میں لپٹی ہوئی آئیں۔ اور جب پت گھول کر وہاں ہوتیں تو بچانی نہ جاتی تھیں مسلم و ابن ماجہ میں ہے اس کی وجہ یہ بھی کہ انھیں سے میں نماز فجر احوال کی چاہتی تھی اور یہ بھی ممکن ہے کہ نہ بچانے بلکہ کی وجہ یہ ہو کہ وہ پلور پڑھنے میں مبالغہ کرتی تھیں ۱۲۱

حدیث کے اس آخری ٹکڑے سے سیدنا امام مالک و امام شافعی و احمد و اسحاق رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے یہ استدلال فرمایا۔ نماز فجر غفلت و اندھیرے میں پڑھنا افضل ہے لیکن یہ استدلال متضاد و دوجہ سے درست نہیں

مستحب ہے اول۔ کوئی مرفوع قوی حدیث ایسی نہیں ہے جس میں حضور علیہ السلام نے فجر اندھیرے میں زمین پڑھنے کا حکم دیا ہو۔ اس کے برعکس کثیر مرفوع متفصل صحیح حدیثوں میں حضور علیہ السلام نے لو کہ نماز را مقدار اچالے میں پڑھنے کا حکم دیا اور اسی کو باعث اجر کثیر قرار دیا

اس سلسلہ کی چند حدیثیں یہ ہیں:-

- | | | |
|-----|--|---|
| ۱۱۹ | لا تَقْلُ اعْتَمَى عَلَى الْعُقْطَةِ مَا اسْقَرْنَا | میری امت اس وقت تک فطرۃ پر رہے گی جب تک |
| | يَا فَخْرٍ وَطَرِي حَمْدُ ابْنِ مَرْيَمَ | فجر کی نماز اچالے میں پڑھنے کی |
| ۱۲۰ | اصْبِرْ جَمَاعًا بِصَلَاةِ الصُّبْحِ فَإِنَّهُ اعْظَمُ | فجر کی نماز روشن وقت میں پڑھو کیونکہ اس میں |
| | لَا حَرَّ رَسَائِي بِهِ بَجَزَاءٍ | ثواب زیادہ ہے |

اس مضمون کی حدیث کو ابو داؤد نے رافع بن خدیج سے روایت کیا۔ ترمذی نے کہا یہ حدیث حسن صحیح ہے نیز ابن حبان طبرانی، نسائی اور ابن ماجہ نے بھی روایت کیا۔

- | | | |
|-----|---|--|
| ۱۲۱ | اسْقَرْنَا بِصَلَاةِ الصُّبْحِ فَإِنَّهُ | حضور علیہ السلام نے فرمایا۔ فجر مقدار میں پڑھو |
| | اعْظَمُ لَاجِرٍ رَجَاءٍ | اس میں زیادہ ثواب ہے |
| ۱۲۲ | يَا بَلَالُ تَوَرَّ بِصَلَاةِ الصُّبْحِ حَتَّى يَصْرَ | حضور علیہ السلام نے فرمایا اسے بلال! نماز فجر اتنے اچالے |
| | الْفَوْحُ مَوَاقِعَ بِلَهُمْ (ابو داؤد و طبرانی) | میں ادا کر دو کہ تیرے گرنے کی جگہ کو دیکھ لیں۔ |

ان مضامین کی احادیث کو حسب ذیل صحابہ کرام نے روایت کیا ہے:-

حضرت بلال رضی اللہ عنہ، حضرت انس رضی اللہ عنہ، قتادہ بن نیمان، زرارہ، ابن مسعود، طبرانی، ابو ہریرہ، ابن حبان، ابو ہریرہ، ابن عباس، ابن عباس، ابو داؤد، ابو اسحاق، حواء، انصاریہ، دکانت، من المایعات

یعنی ۲۰، ۲۱، ۲۲، ۲۳، ۲۴، ۲۵، ۲۶، ۲۷، ۲۸، ۲۹، ۳۰، ۳۱، ۳۲، ۳۳، ۳۴، ۳۵، ۳۶، ۳۷، ۳۸، ۳۹، ۴۰، ۴۱، ۴۲، ۴۳، ۴۴، ۴۵، ۴۶، ۴۷، ۴۸، ۴۹، ۵۰، ۵۱، ۵۲، ۵۳، ۵۴، ۵۵، ۵۶، ۵۷، ۵۸، ۵۹، ۶۰، ۶۱، ۶۲، ۶۳، ۶۴، ۶۵، ۶۶، ۶۷، ۶۸، ۶۹، ۷۰، ۷۱، ۷۲، ۷۳، ۷۴، ۷۵، ۷۶، ۷۷، ۷۸، ۷۹، ۸۰، ۸۱، ۸۲، ۸۳، ۸۴، ۸۵، ۸۶، ۸۷، ۸۸، ۸۹، ۹۰، ۹۱، ۹۲، ۹۳، ۹۴، ۹۵، ۹۶، ۹۷، ۹۸، ۹۹، ۱۰۰، ۱۰۱، ۱۰۲، ۱۰۳، ۱۰۴، ۱۰۵، ۱۰۶، ۱۰۷، ۱۰۸، ۱۰۹، ۱۱۰، ۱۱۱، ۱۱۲، ۱۱۳، ۱۱۴، ۱۱۵، ۱۱۶، ۱۱۷، ۱۱۸، ۱۱۹، ۱۲۰، ۱۲۱، ۱۲۲، ۱۲۳، ۱۲۴، ۱۲۵، ۱۲۶، ۱۲۷، ۱۲۸، ۱۲۹، ۱۳۰، ۱۳۱، ۱۳۲، ۱۳۳، ۱۳۴، ۱۳۵، ۱۳۶، ۱۳۷، ۱۳۸، ۱۳۹، ۱۴۰، ۱۴۱، ۱۴۲، ۱۴۳، ۱۴۴، ۱۴۵، ۱۴۶، ۱۴۷، ۱۴۸، ۱۴۹، ۱۵۰، ۱۵۱، ۱۵۲، ۱۵۳، ۱۵۴، ۱۵۵، ۱۵۶، ۱۵۷، ۱۵۸، ۱۵۹، ۱۶۰، ۱۶۱، ۱۶۲، ۱۶۳، ۱۶۴، ۱۶۵، ۱۶۶، ۱۶۷، ۱۶۸، ۱۶۹، ۱۷۰، ۱۷۱، ۱۷۲، ۱۷۳، ۱۷۴، ۱۷۵، ۱۷۶، ۱۷۷، ۱۷۸، ۱۷۹، ۱۸۰، ۱۸۱، ۱۸۲، ۱۸۳، ۱۸۴، ۱۸۵، ۱۸۶، ۱۸۷، ۱۸۸، ۱۸۹، ۱۹۰، ۱۹۱، ۱۹۲، ۱۹۳، ۱۹۴، ۱۹۵، ۱۹۶، ۱۹۷، ۱۹۸، ۱۹۹، ۲۰۰، ۲۰۱، ۲۰۲، ۲۰۳، ۲۰۴، ۲۰۵، ۲۰۶، ۲۰۷، ۲۰۸، ۲۰۹، ۲۱۰، ۲۱۱، ۲۱۲، ۲۱۳، ۲۱۴، ۲۱۵، ۲۱۶، ۲۱۷، ۲۱۸، ۲۱۹، ۲۲۰، ۲۲۱، ۲۲۲، ۲۲۳، ۲۲۴، ۲۲۵، ۲۲۶، ۲۲۷، ۲۲۸، ۲۲۹، ۲۳۰، ۲۳۱، ۲۳۲، ۲۳۳، ۲۳۴، ۲۳۵، ۲۳۶، ۲۳۷، ۲۳۸، ۲۳۹، ۲۴۰، ۲۴۱، ۲۴۲، ۲۴۳، ۲۴۴، ۲۴۵، ۲۴۶، ۲۴۷، ۲۴۸، ۲۴۹، ۲۵۰، ۲۵۱، ۲۵۲، ۲۵۳، ۲۵۴، ۲۵۵، ۲۵۶، ۲۵۷، ۲۵۸، ۲۵۹، ۲۶۰، ۲۶۱، ۲۶۲، ۲۶۳، ۲۶۴، ۲۶۵، ۲۶۶، ۲۶۷، ۲۶۸، ۲۶۹، ۲۷۰، ۲۷۱، ۲۷۲، ۲۷۳، ۲۷۴، ۲۷۵، ۲۷۶، ۲۷۷، ۲۷۸، ۲۷۹، ۲۸۰، ۲۸۱، ۲۸۲، ۲۸۳، ۲۸۴، ۲۸۵، ۲۸۶، ۲۸۷، ۲۸۸، ۲۸۹، ۲۹۰، ۲۹۱، ۲۹۲، ۲۹۳، ۲۹۴، ۲۹۵، ۲۹۶، ۲۹۷، ۲۹۸، ۲۹۹، ۳۰۰، ۳۰۱، ۳۰۲، ۳۰۳، ۳۰۴، ۳۰۵، ۳۰۶، ۳۰۷، ۳۰۸، ۳۰۹، ۳۱۰، ۳۱۱، ۳۱۲، ۳۱۳، ۳۱۴، ۳۱۵، ۳۱۶، ۳۱۷، ۳۱۸، ۳۱۹، ۳۲۰، ۳۲۱، ۳۲۲، ۳۲۳، ۳۲۴، ۳۲۵، ۳۲۶، ۳۲۷، ۳۲۸، ۳۲۹، ۳۳۰، ۳۳۱، ۳۳۲، ۳۳۳، ۳۳۴، ۳۳۵، ۳۳۶، ۳۳۷، ۳۳۸، ۳۳۹، ۳۴۰، ۳۴۱، ۳۴۲، ۳۴۳، ۳۴۴، ۳۴۵، ۳۴۶، ۳۴۷، ۳۴۸، ۳۴۹، ۳۵۰، ۳۵۱، ۳۵۲، ۳۵۳، ۳۵۴، ۳۵۵، ۳۵۶، ۳۵۷، ۳۵۸، ۳۵۹، ۳۶۰، ۳۶۱، ۳۶۲، ۳۶۳، ۳۶۴، ۳۶۵، ۳۶۶، ۳۶۷، ۳۶۸، ۳۶۹، ۳۷۰، ۳۷۱، ۳۷۲، ۳۷۳، ۳۷۴، ۳۷۵، ۳۷۶، ۳۷۷، ۳۷۸، ۳۷۹، ۳۸۰، ۳۸۱، ۳۸۲، ۳۸۳، ۳۸۴، ۳۸۵، ۳۸۶، ۳۸۷، ۳۸۸، ۳۸۹، ۳۹۰، ۳۹۱، ۳۹۲، ۳۹۳، ۳۹۴، ۳۹۵، ۳۹۶، ۳۹۷، ۳۹۸، ۳۹۹، ۴۰۰، ۴۰۱، ۴۰۲، ۴۰۳، ۴۰۴، ۴۰۵، ۴۰۶، ۴۰۷، ۴۰۸، ۴۰۹، ۴۱۰، ۴۱۱، ۴۱۲، ۴۱۳، ۴۱۴، ۴۱۵، ۴۱۶، ۴۱۷، ۴۱۸، ۴۱۹، ۴۲۰، ۴۲۱، ۴۲۲، ۴۲۳، ۴۲۴، ۴۲۵، ۴۲۶، ۴۲۷، ۴۲۸، ۴۲۹، ۴۳۰، ۴۳۱، ۴۳۲، ۴۳۳، ۴۳۴، ۴۳۵، ۴۳۶، ۴۳۷، ۴۳۸، ۴۳۹، ۴۴۰، ۴۴۱، ۴۴۲، ۴۴۳، ۴۴۴، ۴۴۵، ۴۴۶، ۴۴۷، ۴۴۸، ۴۴۹، ۴۵۰، ۴۵۱، ۴۵۲، ۴۵۳، ۴۵۴، ۴۵۵، ۴۵۶، ۴۵۷، ۴۵۸، ۴۵۹، ۴۶۰، ۴۶۱، ۴۶۲، ۴۶۳، ۴۶۴، ۴۶۵، ۴۶۶، ۴۶۷، ۴۶۸، ۴۶۹، ۴۷۰، ۴۷۱، ۴۷۲، ۴۷۳، ۴۷۴، ۴۷۵، ۴۷۶، ۴۷۷، ۴۷۸، ۴۷۹، ۴۸۰، ۴۸۱، ۴۸۲، ۴۸۳، ۴۸۴، ۴۸۵، ۴۸۶، ۴۸۷، ۴۸۸، ۴۸۹، ۴۹۰، ۴۹۱، ۴۹۲، ۴۹۳، ۴۹۴، ۴۹۵، ۴۹۶، ۴۹۷، ۴۹۸، ۴۹۹، ۵۰۰، ۵۰۱، ۵۰۲، ۵۰۳، ۵۰۴، ۵۰۵، ۵۰۶، ۵۰۷، ۵۰۸، ۵۰۹، ۵۱۰، ۵۱۱، ۵۱۲، ۵۱۳، ۵۱۴، ۵۱۵، ۵۱۶، ۵۱۷، ۵۱۸، ۵۱۹، ۵۲۰، ۵۲۱، ۵۲۲، ۵۲۳، ۵۲۴، ۵۲۵، ۵۲۶، ۵۲۷، ۵۲۸، ۵۲۹، ۵۳۰، ۵۳۱، ۵۳۲، ۵۳۳، ۵۳۴، ۵۳۵، ۵۳۶، ۵۳۷، ۵۳۸، ۵۳۹، ۵۴۰، ۵۴۱، ۵۴۲، ۵۴۳، ۵۴۴، ۵۴۵، ۵۴۶، ۵۴۷، ۵۴۸، ۵۴۹، ۵۵۰، ۵۵۱، ۵۵۲، ۵۵۳، ۵۵۴، ۵۵۵، ۵۵۶، ۵۵۷، ۵۵۸، ۵۵۹، ۵۶۰، ۵۶۱، ۵۶۲، ۵۶۳، ۵۶۴، ۵۶۵، ۵۶۶، ۵۶۷، ۵۶۸، ۵۶۹، ۵۷۰، ۵۷۱، ۵۷۲، ۵۷۳، ۵۷۴، ۵۷۵، ۵۷۶، ۵۷۷، ۵۷۸، ۵۷۹، ۵۸۰، ۵۸۱، ۵۸۲، ۵۸۳، ۵۸۴، ۵۸۵، ۵۸۶، ۵۸۷، ۵۸۸، ۵۸۹، ۵۹۰، ۵۹۱، ۵۹۲، ۵۹۳، ۵۹۴، ۵۹۵، ۵۹۶، ۵۹۷، ۵۹۸، ۵۹۹، ۶۰۰، ۶۰۱، ۶۰۲، ۶۰۳، ۶۰۴، ۶۰۵، ۶۰۶، ۶۰۷، ۶۰۸، ۶۰۹، ۶۱۰، ۶۱۱، ۶۱۲، ۶۱۳، ۶۱۴، ۶۱۵، ۶۱۶، ۶۱۷، ۶۱۸، ۶۱۹، ۶۲۰، ۶۲۱، ۶۲۲، ۶۲۳، ۶۲۴، ۶۲۵، ۶۲۶، ۶۲۷، ۶۲۸، ۶۲۹، ۶۳۰، ۶۳۱، ۶۳۲، ۶۳۳، ۶۳۴، ۶۳۵، ۶۳۶، ۶۳۷، ۶۳۸، ۶۳۹، ۶۴۰، ۶۴۱، ۶۴۲، ۶۴۳، ۶۴۴، ۶۴۵، ۶۴۶، ۶۴۷، ۶۴۸، ۶۴۹، ۶۵۰، ۶۵۱، ۶۵۲، ۶۵۳، ۶۵۴، ۶۵۵، ۶۵۶، ۶۵۷، ۶۵۸، ۶۵۹، ۶۶۰، ۶۶۱، ۶۶۲، ۶۶۳، ۶۶۴، ۶۶۵، ۶۶۶، ۶۶۷، ۶۶۸، ۶۶۹، ۶۷۰، ۶۷۱، ۶۷۲، ۶۷۳، ۶۷۴، ۶۷۵، ۶۷۶، ۶۷۷، ۶۷۸، ۶۷۹، ۶۸۰، ۶۸۱، ۶۸۲، ۶۸۳، ۶۸۴، ۶۸۵، ۶۸۶، ۶۸۷، ۶۸۸، ۶۸۹، ۶۹۰، ۶۹۱، ۶۹۲، ۶۹۳، ۶۹۴، ۶۹۵، ۶۹۶، ۶۹۷، ۶۹۸، ۶۹۹، ۷۰۰، ۷۰۱، ۷۰۲، ۷۰۳، ۷۰۴، ۷۰۵، ۷۰۶، ۷۰۷، ۷۰۸، ۷۰۹، ۷۱۰، ۷۱۱، ۷۱۲، ۷۱۳، ۷۱۴، ۷۱۵، ۷۱۶، ۷۱۷، ۷۱۸، ۷۱۹، ۷۲۰، ۷۲۱، ۷۲۲، ۷۲۳، ۷۲۴، ۷۲۵، ۷۲۶، ۷۲۷، ۷۲۸، ۷۲۹، ۷۳۰، ۷۳۱، ۷۳۲، ۷۳۳، ۷۳۴، ۷۳۵، ۷۳۶، ۷۳۷، ۷۳۸، ۷۳۹، ۷۴۰، ۷۴۱، ۷۴۲، ۷۴۳، ۷۴۴، ۷۴۵، ۷۴۶، ۷۴۷، ۷۴۸، ۷۴۹، ۷۵۰، ۷۵۱، ۷۵۲، ۷۵۳، ۷۵۴، ۷۵۵، ۷۵۶، ۷۵۷، ۷۵۸، ۷۵۹، ۷۶۰، ۷۶۱، ۷۶۲، ۷۶۳، ۷۶۴، ۷۶۵، ۷۶۶، ۷۶۷، ۷۶۸، ۷۶۹، ۷۷۰، ۷۷۱، ۷۷۲، ۷۷۳، ۷۷۴، ۷۷۵، ۷۷۶، ۷۷۷، ۷۷۸، ۷۷۹، ۷۸۰، ۷۸۱، ۷۸۲، ۷۸۳، ۷۸۴، ۷۸۵، ۷۸۶، ۷۸۷، ۷۸۸، ۷۸۹، ۷۹۰، ۷۹۱، ۷۹۲، ۷۹۳، ۷۹۴، ۷۹۵، ۷۹۶، ۷۹۷، ۷۹۸، ۷۹۹، ۸۰۰، ۸۰۱، ۸۰۲، ۸۰۳، ۸۰۴، ۸۰۵، ۸۰۶، ۸۰۷، ۸۰۸، ۸۰۹، ۸۱۰، ۸۱۱، ۸۱۲، ۸۱۳، ۸۱۴، ۸۱۵، ۸۱۶، ۸۱۷، ۸۱۸، ۸۱۹، ۸۲۰، ۸۲۱، ۸۲۲، ۸۲۳، ۸۲۴، ۸۲۵، ۸۲۶، ۸۲۷، ۸۲۸، ۸۲۹، ۸۳۰، ۸۳۱، ۸۳۲، ۸۳۳، ۸۳۴، ۸۳۵، ۸۳۶، ۸۳۷، ۸۳۸، ۸۳۹، ۸۴۰، ۸۴۱، ۸۴۲، ۸۴۳، ۸۴۴، ۸۴۵، ۸۴۶، ۸۴۷، ۸۴۸، ۸۴۹، ۸۵۰، ۸۵۱، ۸۵۲، ۸۵۳، ۸۵۴، ۸۵۵، ۸۵۶، ۸۵۷، ۸۵۸، ۸۵۹، ۸۶۰، ۸۶۱، ۸۶۲، ۸۶۳، ۸۶۴، ۸۶۵، ۸۶۶، ۸۶۷، ۸۶۸، ۸۶۹، ۸۷۰، ۸۷۱، ۸۷۲، ۸۷۳، ۸۷۴، ۸۷۵، ۸۷۶، ۸۷۷، ۸۷۸، ۸۷۹، ۸۸۰، ۸۸۱، ۸۸۲، ۸۸۳، ۸۸۴، ۸۸۵، ۸۸۶، ۸۸۷، ۸۸۸، ۸۸۹، ۸۹۰، ۸۹۱، ۸۹۲، ۸۹۳، ۸۹۴، ۸۹۵، ۸۹۶، ۸۹۷، ۸۹۸، ۸۹۹، ۹۰۰، ۹۰۱، ۹۰۲، ۹۰۳، ۹۰۴، ۹۰۵، ۹۰۶، ۹۰۷، ۹۰۸، ۹۰۹، ۹۱۰، ۹۱۱، ۹۱۲، ۹۱۳، ۹۱۴، ۹۱۵، ۹۱۶، ۹۱۷، ۹۱۸، ۹۱۹، ۹۲۰، ۹۲۱، ۹۲۲، ۹۲۳، ۹۲۴، ۹۲۵، ۹۲۶، ۹۲۷، ۹۲۸، ۹۲۹، ۹۳۰، ۹۳۱، ۹۳۲، ۹۳۳، ۹۳۴، ۹۳۵، ۹۳۶، ۹۳۷، ۹۳۸، ۹۳۹، ۹۴۰، ۹۴۱، ۹۴۲، ۹۴۳، ۹۴۴، ۹۴۵، ۹۴۶، ۹۴۷، ۹۴۸، ۹۴۹، ۹۵۰، ۹۵۱، ۹۵۲، ۹۵۳، ۹۵۴، ۹۵۵، ۹۵۶، ۹۵۷، ۹۵۸، ۹۵۹، ۹۶۰، ۹۶۱، ۹۶۲، ۹۶۳، ۹۶۴، ۹۶۵، ۹۶۶، ۹۶۷، ۹۶۸، ۹۶۹، ۹۷۰، ۹۷۱، ۹۷۲، ۹۷۳، ۹۷۴، ۹۷۵، ۹۷۶، ۹۷۷، ۹۷۸، ۹۷۹، ۹۸۰، ۹۸۱، ۹۸۲، ۹۸۳، ۹۸۴، ۹۸۵، ۹۸۶، ۹۸۷، ۹۸۸، ۹۸۹، ۹۹۰، ۹۹۱، ۹۹۲، ۹۹۳، ۹۹۴، ۹۹۵، ۹۹۶، ۹۹۷، ۹۹۸، ۹۹۹، ۱۰۰۰، ۱۰۰۱، ۱۰۰۲، ۱۰۰۳، ۱۰۰۴، ۱۰۰۵، ۱۰۰۶، ۱۰۰۷، ۱۰۰۸، ۱۰۰۹، ۱۰۱۰، ۱۰۱۱، ۱۰۱۲، ۱۰۱۳، ۱۰۱۴، ۱۰۱۵، ۱۰۱۶، ۱۰۱۷، ۱۰۱۸، ۱۰۱۹، ۱۰۲۰، ۱۰۲۱، ۱۰۲۲، ۱۰۲۳، ۱۰۲۴، ۱۰۲۵، ۱۰۲۶، ۱۰۲۷، ۱۰۲۸، ۱۰۲۹، ۱۰۳۰، ۱۰۳۱، ۱۰۳۲، ۱۰۳۳، ۱۰۳۴، ۱۰۳۵، ۱۰۳۶، ۱۰۳۷، ۱۰۳۸، ۱۰۳۹، ۱۰۴۰، ۱۰۴۱، ۱۰۴۲، ۱۰۴۳، ۱۰۴۴، ۱۰۴۵، ۱۰۴۶، ۱۰۴۷، ۱۰۴۸، ۱۰۴۹، ۱۰۵۰، ۱۰۵۱، ۱۰۵۲، ۱۰۵۳، ۱۰۵۴، ۱۰۵۵، ۱۰۵۶، ۱۰۵۷، ۱۰۵۸، ۱۰۵۹، ۱۰۶۰، ۱۰۶۱، ۱۰۶۲، ۱۰۶۳، ۱۰۶۴، ۱۰۶۵، ۱۰۶۶، ۱۰۶۷، ۱۰۶۸، ۱۰۶۹، ۱۰۷۰، ۱۰۷۱، ۱۰۷۲، ۱۰۷۳، ۱۰۷۴، ۱۰۷۵، ۱۰۷۶، ۱۰۷۷، ۱۰۷۸، ۱۰۷۹، ۱۰۸۰، ۱۰۸۱، ۱۰۸۲، ۱۰۸۳، ۱۰۸۴، ۱۰۸۵، ۱۰۸۶، ۱۰۸۷، ۱۰۸۸، ۱۰۸۹، ۱۰۹۰، ۱۰۹۱، ۱۰۹۲، ۱۰۹۳، ۱۰۹۴، ۱۰۹۵، ۱۰۹۶، ۱۰۹۷، ۱۰۹۸، ۱۰۹۹، ۱۱۰۰، ۱۱۰۱، ۱۱۰۲، ۱۱۰۳، ۱۱۰۴، ۱۱۰۵، ۱۱۰۶، ۱۱۰۷، ۱۱۰۸، ۱۱۰۹، ۱۱۱۰، ۱۱۱۱، ۱۱۱۲، ۱۱۱۳، ۱۱۱۴، ۱۱۱۵، ۱۱۱۶، ۱۱۱۷، ۱۱۱۸، ۱۱۱۹، ۱۱۲۰، ۱۱۲۱، ۱۱۲۲، ۱۱۲۳، ۱۱۲۴، ۱۱۲۵، ۱۱۲۶، ۱۱۲۷، ۱۱۲۸، ۱۱۲۹، ۱۱۳۰، ۱۱۳۱، ۱۱۳۲، ۱۱۳۳، ۱۱۳۴، ۱۱۳۵، ۱۱۳۶، ۱۱۳۷، ۱۱۳۸، ۱۱۳۹، ۱۱۴۰، ۱۱۴۱، ۱۱۴۲، ۱۱۴۳، ۱۱۴۴، ۱۱۴۵، ۱۱۴۶، ۱۱۴۷، ۱۱۴۸، ۱۱۴۹، ۱۱۵۰، ۱۱۵۱، ۱۱۵۲، ۱۱۵۳، ۱۱۵۴، ۱۱۵۵، ۱۱۵۶، ۱۱۵۷، ۱۱۵۸، ۱۱۵۹، ۱۱۶۰، ۱۱۶۱، ۱۱۶۲، ۱۱۶۳، ۱۱۶۴، ۱۱۶۵، ۱۱۶۶، ۱۱۶۷، ۱۱۶۸، ۱۱۶۹، ۱۱۷۰، ۱۱۷۱، ۱۱۷۲، ۱۱۷۳، ۱۱۷۴، ۱۱۷۵، ۱۱۷۶، ۱۱۷۷، ۱۱۷۸، ۱۱۷۹، ۱۱۸۰، ۱۱۸۱، ۱۱۸۲، ۱۱۸۳، ۱۱۸۴، ۱۱۸۵، ۱۱۸۶، ۱۱۸۷، ۱۱۸۸، ۱۱۸۹، ۱۱۹۰، ۱۱۹۱، ۱۱۹۲، ۱۱۹۳، ۱۱۹۴، ۱۱۹۵، ۱۱۹۶، ۱۱۹۷، ۱۱۹۸، ۱۱۹۹، ۱۲۰۰، ۱۲۰۱، ۱۲۰۲، ۱۲۰۳، ۱۲۰۴، ۱۲۰۵، ۱۲۰۶، ۱۲۰۷، ۱۲۰۸، ۱۲۰۹، ۱۲۱۰، ۱۲۱۱، ۱۲۱۲، ۱۲۱۳، ۱۲۱۴، ۱۲۱۵، ۱۲۱۶، ۱۲۱۷، ۱۲۱۸، ۱۲۱۹، ۱۲۲۰، ۱۲۲۱، ۱۲۲۲، ۱۲۲۳، ۱۲۲۴، ۱۲۲۵، ۱۲۲۶، ۱۲۲۷، ۱۲۲۸، ۱۲۲۹، ۱۲۳۰، ۱۲۳۱، ۱۲۳۲، ۱۲۳۳، ۱۲۳۴، ۱۲۳۵، ۱۲۳۶، ۱۲۳۷، ۱۲۳۸، ۱۲۳۹، ۱۲۴۰، ۱۲۴۱، ۱۲۴۲، ۱۲۴۳، ۱۲۴۴، ۱۲۴۵، ۱۲۴۶، ۱۲۴۷، ۱۲۴۸، ۱۲۴۹، ۱۲۵۰، ۱۲۵۱، ۱۲۵۲، ۱۲۵۳، ۱۲۵۴، ۱۲۵۵، ۱۲۵۶، ۱۲۵۷، ۱۲۵۸، ۱۲۵۹، ۱۲۶۰، ۱۲۶۱، ۱۲۶۲، ۱۲۶۳، ۱۲۶۴، ۱۲۶۵، ۱۲۶۶، ۱۲۶۷، ۱۲۶۸، ۱۲۶۹، ۱۲۷۰، ۱۲۷۱، ۱۲۷۲، ۱۲۷۳، ۱۲۷۴، ۱۲۷۵، ۱۲۷۶، ۱۲۷۷، ۱۲۷۸، ۱۲۷۹، ۱۲۸۰، ۱۲۸۱، ۱۲۸۲، ۱۲۸۳، ۱۲۸۴، ۱۲۸۵، ۱۲۸۶، ۱۲۸۷، ۱۲۸۸، ۱۲۸۹، ۱۲۹۰، ۱۲۹۱، ۱۲۹۲، ۱۲۹۳، ۱۲۹۴، ۱۲۹۵، ۱۲۹۶، ۱۲۹۷، ۱۲۹۸، ۱۲۹۹، ۱۳۰۰، ۱۳۰۱، ۱۳۰۲، ۱۳۰۳، ۱۳۰۴، ۱۳۰۵، ۱۳۰۶، ۱۳۰۷، ۱۳۰۸، ۱۳۰۹، ۱۳۱۰، ۱۳۱۱، ۱۳۱۲، ۱۳۱۳، ۱۳۱۴، ۱۳۱۵، ۱۳۱۶، ۱۳۱۷،

۱۲۱ حضرت عبدالرحمن بن یزید کہتے ہیں کہ ہم حضرت عبداللہ بن مسعود کے ساتھ نماز پڑھتے تھے کہ ان یسفر یصلوا
المسلم تو آپ نماز فجر اجالے میں ادا کرتے تھے۔ (دعاوی شریف)

۱۲۲ ابو عثمان ہندی سے روایت ہے کہ ہم نے حضرت عمر فاروق اعظم کے پیچھے نماز پڑھی۔ تو جب آپ نے سر
پیسرا تو عقل والے لوگوں نے خیال کیا کہ ان الشمس طلعت سورج نکلا ہی چاہتا ہے (یعنی)

۱۲۳ علی ابن ابی نعیم کہتے ہیں میں نے علی المرتضیٰ کو یہ کہتے ہوئے سنا
یا قتیبر اسفرا اسفرو
اسے قیبرا جالا کرو۔ اجالا کرو یعنی نماز فجر اجالے
میں پڑھی جائے۔ (طحاوی)

ان آثار سے واضح ہوتا ہے کہ عام صحابہ کرام نماز فجر اجالے میں ادا کرتے تھے۔ ظاہر ہے کہ صحابہ کرام
علیہ السلام کے عمل کے خلاف متفق نہیں ہو سکتے۔ صحابہ کا یہ عمل اس امر کی وضاحت کرتا ہے کہ افضل یہی ہے
کہ نماز فجر اجالے میں پڑھی جائے۔ اور قیس اندھیرے میں پڑھنا گواہ ہے مگر افضل نہیں بلکہ امام طحاوی علیہ
السلام نے ان آثار پر بحث کرتے ہوئے یہ نتیجہ نکالا ہے کہ جن احادیث میں نماز فجر اندھیرے میں ادا کرنے کا ذکر ہے
تو حدیثوں سے مشورہ ہیں یہی وجہ ہے کہ صحابہ کرام نماز فجر کو اجالے میں پڑھنے پر اتفاق ہے
امام طحاوی نے ابراہیم غمی سے اسناد صحیح روایت کیا

قال ما اجتمعوا صحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم علی شیء کما اجتمعوا علی
التصویب فی الفجر
کہ حضور کے صحابہ کسی مسئلہ پر ایسے متفق نہ
ہوئے۔ جیسے نماز فجر کو اجالے میں پڑھنے پر
متفق ہوئے ہیں

تو مگر صحابہ کرام کا اتفاق بھی اس امر پر دل ہے کہ نماز فجر کو اجالے میں پڑھنا افضل ہے
واجتمہ ہو کہ فجر کی نماز اندھیرے یا اجالے میں پڑھنے کے متعلق جو اختلاف ہے۔ وہ جواز
وعدم جواز کا نہیں۔ یعنی اگر کسی نے نماز فجر دغلس، اندھیرے میں ادا کی تو یہ نہیں کہہ سکتے کہ
نماز نہ ہوئی کیونکہ دغلس میں پڑھنا بھی وقت ہی میں پڑھنا ہے۔ اختلاف محض اس بات میں ہے
کہ نماز فجر کا جو وقت ہے۔ اس کے بالکل اولین وقت دغلس میں نماز ادا کرنا افضل ہے یا اسفار میں
جب خوب اجالا ہو جائے اس میں افضل ہے تو احادیث و آثار کے غائر مطالعہ کے بعد نتیجہ یہ نکلتا
ہے کہ فجر کے اولین لمحہ میں فجر کی نماز پڑھنا گواہ ہے مگر افضل یہ ہے کہ اسفار میں پڑھنا
کہ احادیث قولیہ سے ثابت ہے۔

اگر اسفار کا مطلب یہ ہے کہ خوب اجالا ہو زمین روشن ہو جائے تو نماز شروع کرے
مگر ایسا وقت ہونا مستحب ہے کہ چالیس سے ساٹھ آیت تک ترتیل کے ساتھ پڑھ سکے یہ سلام
پہیرے تو اتنا وقت باقی رہے کہ اگر نماز میں قساو ظاہر ہو تو طہارت کر کے ترتیل کے ساتھ چالیس
سے ساٹھ آیت تک دوبارہ پڑھ سکے۔ اور اتنی تاخیر کردہ ہے کہ طلوع آفتاب کا شگ ہو جائے
حضرت امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا یہی مسلک ہے۔

مسئلہ زیر بحث کی مزید تشریح تفصیل کے لئے طحاوی شریف دینی ج ۲ ص ۲۵ کا مطالعہ مفید رہے گا۔
وقت فجر طلوع صبح صادق سے آفتاب کی کرن چلنے تک ہے۔ صبح صادق ایک روشنی ہے
فجر کا وقت۔ سورب کی جانب سے جہاں سے آفتاب طلوع ہونے والا ہے۔ اس کے
پہلے آسمان کے کنارے میں دکھائی دیتی ہے جب اس کا بالکل اول وقت ہوتا ہے زمین پر خوب اوبالا
ہوتا ہے۔ اسی کو غصہ کہتے ہیں۔ امام مالک و شافعی غصہ میں فجر ادا کرنے کو مستحب قرار دیتے ہیں۔ لیکن پھر یہ طرہ جاتی
جہاں تک کفام آسمان پر پھیل جاتی ہے اور زمین پر اجالا پڑتا ہے جب یہ خوب پھیل جاتی ہے۔ تو اس کو
غصہ سے تعبیر کرتے ہیں۔ احادیث کے نزدیک اس میں نماز فجر پڑھنا افضل ہے۔

حضرت عائشہ فرماتی ہیں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک
منقل لوتی میں نماز پڑھی آپ نے نماز میں اس
کے نقش و نگار پر ایک نظر ڈالی۔ جب نماز پڑھ
چکے تو فرمایا یہ لوتی ابوجہم کو اس سے دوہرا ان
کی سادہ لوتی لے آؤ۔ کیونکہ اس لوتی نے مجھے ابھی نماز
سے غافل کر دیا یعنی خشوع میں غفل انداز ہوئی اور
ہشام کی روایت یہ ہے کہ حضرت عائشہ نے یہ کیا کہ
حنوف علیہ السلام نے فرمایا میں اس لوتی کے نقش و نگار
کی طرف نماز میں دیکھتا تھا کہ تو مجھے غفلت غماز کہیں
یہ نماز میں غفل انداز نہ ہو

عَنْ عَائِشَةَ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ فِي حَقِيصَةٍ لَهَا أَغْلَاهُ فَتَنَظَّرَ إِلَى
أَغْلَاهَا فَظَنَّهُ قَلَمًا لَمْ يَصِفْ قَالَ أَذْهَبُوا
بِحَقِيصَتِي هَذِهِ إِلَى جَعْفَرِ بْنِ جَعْفَرٍ
أَبِي جَعْفَرٍ حَاتِلًا أَلْفَ ثَمَنٍ انْفِصَا عَنْ
صَلَاتِي وَقَالَ هَيْشَاهُ عَنْ ابْنِ
عُرْوَةَ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَائِشَةَ أَنَّ النَّبِيَّ
صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كُنْتُ أَلْفَ ثَمَنٍ لَهَا
وَأَنَا فِي الصَّلَاةِ فَانْصَا عَنْ صَلَاتِي

روایت

ابو جعفر نے لوتی کے نقش کی اس سادہ چادر کو کہتے ہیں۔ جس میں نقش و نگار عائشہ
اور غیرہ نہ ہو۔ اور جعفر اس چادر کو کہتے ہیں۔ جس میں نقش و نگار بیل ہوئے
ہوئے یا کرٹے ہوئے ہوں۔

امام نے اس حدیث کو کتاب التلباس میں بھی ذکر کیا۔ ابوداؤد ابن ماجہ نے بھی کتاب التلباس میں
اور مسلم و ابی داؤد نے کتاب الصلوٰۃ میں ذکر کیا۔ یہ حدیث مسائل ذیل پر مشتمل ہے۔

(۱) ایسا کرٹے جس میں بیل ہوئے پیچھے ہوئے ہوں یا کرٹے جوئے ہوں پہننا جائز ہے۔ اور نماز ایسے
پہننے میں بڑھاد و دست ہے۔ اور حالت نماز اگر دل نقش و نگار کی طرف متوجہ ہو۔ تو گو اس سے نماز قاصد
میں ہوئی۔ مگر چاہیے کہ اس طرف خیال کو جانے سے روکے اور ایسی صورت میں دامن بائیں دیکھنے سے
بکتاب کرے۔ اور صورت سجدہ گاہ پر نظر رکھے (۲) نماز میں خشوع و خضوع مطلوب و محمود ہے اور حتی المقدور
یسے لباس اور ایسے اور سے پرہیز کرنا چاہیے جو خشوع و خضوع میں خلل انداز ہوں (۳) ابوجہم قرشی
حدی صحابی ہیں۔ ان کا نام عامر بن صدیق مدنی ہے۔ قح کو کہے دن اسلام لائے۔ اور خلافت امیر مصلیہ
کے آخری دنوں میں دھال فرمایا۔ بعض نے کہا ان کا نام عبید تھا۔ قریش کے معزین میں سے تھے۔

اور اسباب کے ماہر تھے۔ انہوں نے ایک نقش لونی حضور علیہ السلام کو برتر دی تھی حضور علیہ السلام نے نقش لونی سے سادگی لونی طلب فرمائی تاکہ ان کی دل شکنی نہ ہو کہ میرا تمھو واپس فرما دیا۔ واضح ہو کہ پہلی روایت کے الفاظ یہ ہیں کہ حضور نے فرمایا: اس لونی کے نقش و نگاروں نے سے فاضل کر دیا اور نہ ہشام کی روایت میں یہ ہے کہ مجھے خوف ہوا کہ کہیں لونی کے نقش و نگاروں نے عقل انداز ہوں۔ حافظ ابن حجر نے فرمایا: پہلی روایت کا مطلب یہ ہے کہ آپ کے کمال حضور میں تھا۔ چنانچہ دوسری روایت نے یہ واضح کیا کہ آپ کے حضور قلب میں عقل واقع نہیں ہوا۔ بلکہ آپ عقل انداز ہونے کا خطرہ محسوس فرمایا۔ جبکہ ایک روایت میں ہے (فتح الباری ج ۱ ص ۱۸۸) حضور علیہ السلام کی دو حالتیں تھیں۔ ایک حالت بشری اور دوسری حالت خاصہ حالت بشری کی طرف نظر کرتے ہوئے آپ نے یہ فرمایا کہ مجھے غافل کر دیا۔ اور حالت ملک کی کرتے ہوئے غفلت کا خوف ظاہر فرمایا۔

بَابُ إِنْ صَلَّيْتَ فِي نَوْبٍ مُصَلَّبٍ أَوْ لَصَافٍ
هَلْ تَقْسُدُ صَلَاتَكَ وَمَا تَقْضِي

هَلْ تَقْدِرُ صِلَاتَكَ وَمَا يَنْهَى

عَنْ ذِيكَ

عَنْ أَنَسٍ قَالَ كَانَ قِرَامٌ عَائِشَةَ
سَرَّتْ بِهَا حَتَّى بَيَّنَّهَا فَقَالَ النَّبِيُّ
صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَعْزِي عَنَّا قِرَامُكِ
هَذَا حَيَاتُهُ لَا تَزَالُ تَصَاوِرُهُ تَعْرِضُ
فِي صَلَاتِكَ (بخاری)

دہ مخاری

باب۔ اگر ایسے کپڑے میں نماز پڑھے جس میں صلیب یا جاندار کی تصویریں بنی ہوں تو نماز ہوگی نہیں پورا اس کی ممانعت کا بیان حضرت انس سے روایت ہے کہ حضرت عائشہ کے پاس ایک پردہ تھا جسے انہوں نے اپنے گھر میں ایک طرف لٹکایا ہوا تھا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو دیکھ کر فرمایا کہ اس پردہ کو ہٹا دو اس کی تصویریں برابر نماز میں میرے سامنے آتی ہیں۔

فوائد و مسائل | ائمہ نے اس حدیث کو کتاب لباس میں ذکر کیا ہے۔ اور نسائی نے یہ عائشہؓ سے روایت کیا ہے۔ (۲) قدام کی جمع قرم ہے۔ قرام اون کے تہایت ہر ایک منفش پر وہ ہیں۔ یہ پردہ جاندا کی تصویر دل پر منتقل تھا۔ اور حضرت عائشہ صدیقہؓ نے اپنے حجرہ میں لٹکایا ہوا تھا جو اسلام نے فرمایا۔ اس پردہ کو یہاں سے نکال دو۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جس کپڑے پر جاندا کی تصویر استعمال جائز نہیں۔ اور جب اس کو لٹکانا جائز نہیں تو پہنا بظریق اولیٰ ناجائز قرار دیا جائے گا۔

جس کپڑے پر جاندار کی تصویر ہو | واضح ہو کہ جس کپڑے میں جاندار کی تصویر ہو اس کو پہن کرنا مکروہ تحریمہ ہے۔ اسی طرح نمازی کے سر پر بیٹی چھت میں حلق ہو سجدہ کی جگہ میں ہو کہ اس پر سجدہ واجب ہو۔ مکروہ تحریمہ ہو کہ کسی طرح نماز کے کپڑے میں جاندار کی تصویر ہو۔

اس میں نماز پڑھنا مکروہ تحریمیہ ہے

نصیر کا ہوتا مکروہ تحریمی ہے۔ اور پس پشت ہونا بھی مکروہ ہے (اگرچہ مذکورہ بالا تین صورتوں کی کراہت کم ہے)۔ اور مذکورہ بالا بیادوں صورتوں میں کراہت اس وقت ہے جب کہ تصویر آگے پیچھے

میں سخت ہو یا غضب ہو یا دیوانہ وغیرہ میں منقوش ہو۔ اور اگر تصویر فرشتہ میں ہے اور اس پر سجدہ نہیں تو کرہ است
 اگر تصویر غیر باندار کی ہے۔ جیسے پہاڑ باط یا پتھر دریا سمندر وغیرہ تو اس میں کوئی حرج نہیں۔
 اگر تصویر ذلت کی جگہ ہے۔ مثلاً جوتیاں اتارنے کی جگہ یا کسی جگہ فرشتہ پر کہ لوگ اسے روندتے ہیں
 یہ وغیرہ کہ زانو وغیرہ کے نیچے رکھا جاتا ہے۔ تو ایسی تصویر مکان میں ہونے سے کرہ است نہیں۔ اور فرشتہ
 مکان میں کرہ است آئے جب کہ سجدہ اس پر نہ ہو۔ ۱۳ اگر آتھ میں یا کسی جگہ میں تصویر ہو۔ مگر
 اس سے جیسی ہو یا انگوٹھی پر چھوٹی تصویر منقوش ہو یا آگے پیچھے داہنے بائیں اوپر نیچے کسی جگہ ایسی
 تصویر ہو کہ اس کو زمین پر رکھ کر کھڑے ہو کر دیکھیں۔ تو اس قدر کی تفصیل نہ لکھائی دے یا پاؤں کے
 نیچے یا پیٹنے کی جگہ ہو تو ان سب صورتوں میں نماز کر وہ نہیں ۱۴ روپے سے یا نوٹ پر تصویر ہو۔ اور یہ
 کیل واجب میں چھپے ہوئے تو نماز میں کرہ است نہیں۔ یہ تمام احکام نماز کے ہیں۔ جاندار کی تصویر نہ ہونے اور
 نہ ہونے کے متعلق احکام انہی جگہ پر بیان ہوں گے۔ انشاء اللہ العزیز

باب جو شخص ریشمی قمی میں نماز شروع کرے
 پھر اس کو اتار دے

بَابُ مَنْ صَلَّى فِي قَمِيْذٍ رِّشْمِيٍّ
 ثُمَّ مَرَّعَهُ

عقب بن عامر سے مروی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو
 کسی نے ایک ریشمی قبا طبرہ دے دی۔ آپ نے اس
 کو زیب تن فرما کر نماز پڑھی جب سلام پھیرا تو جلدی سے
 اس کو اتار دیا جیسے کوئی برابان کرنا تار تار ہے اور فرمایا
 یہ متقیوں کے لائق نہیں ہے۔

عَنْ عُبَيْدِ بْنِ عَامِرٍ قَالَ أَهْدَى النَّبِيُّ
 صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَمِيْزًا رِّشْمِيًّا فَلَبِثَ
 قَصِيْرًا فِيْهِ ثُمَّ انْهَارَتْ فَتَرَّعَهُ ثُمَّ عَا
 شِدَّ بِدَا كَا تَكَرُّهَ لَهُ وَقَالَ لَا يَتَّقِي
 هَذَا الْمُتَّقِيْنَ۔ (بخاری)

اس حدیث کو امام نے کتاب البیاس میں بھی ذکر کیا۔ مسلم و نسائی نے صلاۃ میں
 ذکر کیا ۱۵ عقب بن عامر جتنی ان کی غنیمت ابو حادہ ہے۔ یہ امیر معاویہ کی طرف
 سے مصر کے گورنر تھے۔ پھر انہیں امیر معاویہ کے معزول کر دیا تھا ان سے کل ۵۵۵۰ شیشیں مروی ہیں۔ بخاری میں
 حدیث ۱۸۸۸ میں صحابہ اور بہت سے تابعین نے ان سے روایت کی۔ اور ۵۵۵۰ شیشیوں میں معزول کیا گیا۔ رضی
 اللہ تعالیٰ عنہم ۱۶ فتوہ ۱۴۰۱ میں جس میں پیچھے کی طرف چاک بنا ہو۔ یہ قبا ایکسدر بن
 عبدالملک مالکی دومۃ الجندی نے جو نصرانی تھا حضرت اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش کیا تھا۔ زمانہ
 میں ایکسدر سے صلح ہو گئی تھی۔ اور یہ بدستور قلعہ دومۃ الجندی پر قابض ہو گیا تھا۔ یہ قلعہ مدینہ سے
 دو میل دور تھا۔ خلافت صدیقی میں جب حضرت خالد بن ولید نے قلعہ دومۃ الجندی کا محاصرہ کیا تو
 یہ قلعہ معزول ہوا ۱۷ ابن کثیر و حیدری ج ۲ ص ۱۲۱ (۱۸) اس حدیث سے واضح ہوا کہ اس وقت
 رسول کو ریشم پہننا حرام نہیں ہوا تھا۔ اسی لئے حضور علیہ السلام نے ریشمی قبا پہن کر نماز پڑھی اور
 اس کو اتار دیا اور فرمایا یہ متقیوں کے لائق نہیں ہے۔ خط کشیدہ جملے بھی یہ ظاہر
 کرتے ہیں کہ اس وقت ریشم پہننے کی ممانعت نہیں ہوئی تھی۔ ورنہ ظاہر ہے کہ جو چیز حرام ہو وہ متقی

اور غیر متقی دونوں کے لئے یکساں حرام ہوتی ہے۔ نیز حضور نے اس نماز کا اعادہ نہیں کیا۔ یہ دلیل نہ لی جائے کہ ریشمی کپڑے میں نماز پڑھنا جائز ہے کیونکہ نماز نہ لوٹانے کی وجہ یہ تھی کہ حرمیت سے پہلے ریشمی قبا پہن کر نماز پڑھی تھی۔ غلط فہمی نے فرمایا ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اس وقت وارد ہوئی جب کہ حضور اقدس نے اس قبا کو اتار دیا جیسا کہ حدیث جابر میں ہے کہ حضور اسلام نے ریشمی قبا پہن کر نماز پڑھی۔ پھر اس کو اتار دیا اور فرمایا۔

لَقَاتِي عَذَابِيْلَ عَلَيْهِ السَّلَامُ | جبریل امی نے اس کے پھرتے سے منع کیا ہے چنانچہ ممانعت کا حکم آئے ہی حضور علیہ السلام نے ریشمی قبا اتار دی

مردوں کو ریشمی کپڑے | اتنا ہو کہ مردوں کے لئے ریشمی کپڑے استعمال کرنا حرام ہے۔ اور اس نے حرمت کی حدیثیں مندرجہ ذیل صحابہ کرام سے روایت کیں۔

عمر اعلیٰ، عبد اللہ ابن عمر، معاویہ، عذیقہ، عمران بن حصیب، براء ابن عبد اللہ، زبیر ابوسعید خدری، انس بن مالک، مسلمہ بن مخلد، عقیقہ

جہنی، ابوامر، ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا الحویہ و الذنہب حلال لا شامت امتی

جو اہل علی ذکر رہا | ابن ماجہ | ریشم اور سونا میری امت کی عزتوں کے لئے حرام ہے اور مردوں کے لئے حرام ہے

ریشمی کپڑے پہن کر نماز پڑھنا مکروہ تحریمی ہے | حدیث ذیل بحث سے یہ ہوا کہ امام وقت کو کسی مصلحت کی وجہ سے مشرک کا بدیہ قبول کرنا جائز ہے جیسے حضور علیہ السلام ایک مشرک کا بدیہ قبول فرمایا تھا۔

باب المصلوۃ فی الثوب الکثیر | باب سرخ کپڑے میں نماز پڑھنا

عن عَوْنِ بْنِ أَبِي جَحْفَةَ عَنْ أَبِيهِ قَالَ رَأَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي ثِيَابٍ حُمْرَاءَ مِنْ أَوْحِدَةِ رَأَيْتُ سَلَاةً لَأَخِي رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَأَيْتُ النَّاسَ يَتَمَتَّلُونَ ذَلِكَ

ابوہریرہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو سرخ کپڑے میں دیکھا حضور علیہ السلام میں سے ایک سرخ کپڑہ اندر شریف فرمایا۔ لہذا لال نے حضور کے دھوکہ لیا اور لوگوں جلدی جلدی اسے لے رہے تھے

اس میں شے کچھ پایا تھا اسے بدل رہا تھا۔ اور نہیں بات کہ کسی قدر کے فائدہ کی نری نے لینا۔

ابن نے ایک نیزہ لے کر دیا پھر حضور سرخ کپڑے کا جوڑا پہنے شریف لائے ابراہیم علیہ السلام نے اسے ایک نیزہ کی طرف منہ کر کے رکعت نماز پڑھائی۔ اور میں نے اودیوں

يَا بَنِي إِسْرَءِيلَ خُذُوا زِينَتَكُمْ مِمَّا فِي دَارِكُمْ ۚ كُلُوا وَشَرِبُوا وَلَا تُفْسِدُوا زِينَتَكُمْ ۚ ذَٰلِكُمْ كُنْتُمْ لِرَبِّكُمْ تُعَذِّبُونَ ۚ

وَلَقَدْ جَاءَ نَحْنُ بِأَوَّلِ آدَمَ مَعَهَا
إِذَا كَانَ بَيْنَهُمَا سِدْقٌ

نہیں دیکھتے۔ اگرچہ ان کے بیچے یا اور بارہا منے
پیشاب بہتا ہو۔ بشرطیکہ نمازی اور اس کے درمیان
سترہ ہو۔

بخاری

در اصل اس جگہ کہتے ہیں جو اٹھی ہوئی ہو اور سخت ہو۔ حکم میں ہے کہ جب نماز
چھلے ہوئے پانی کو کہتے ہیں۔ مطلب یہ ہے۔ اگر نہریا دریا یا سمندر کا پانی جم جائے اور
اس پر نماز پڑھی جائے۔ اگر چہ ہوئے برف کے نیچے نجاست ہو نماز درست ہے۔ مگر اگر نجاست
نماز پڑھنے کی جگہ تک نہیں پہنچتی۔ اسی طرح پل پر نماز پڑھی جائے خواہ پل کے نیچے نجاست ہی رہی
یا ایسا بڑا باپ ہو کہ جس کے اندر نجاست نہ رہی ہو اور اوپر اور نیچے کی سطح پر نجاست کا اثر
تو اس پائپ کے نیچے اور اوپر نماز پڑھنا درست ہے۔

وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ عَلَى ظَنِّي الْمَقْصِدُ
بِمَسْلُوقِ الْإِسْمَاءِ

اور ابو ہریرہ نے مسجد کی چھت پر امام کی اقلہ
میں نماز پڑھی

بخاری

ابو ہریرہ کو ابن ابی شیبہ نے موصولاً ذکر کیا جس کے ایک۔ اسی صالح میں کلام کیا گیا ہے
مگر مسجد ابن معصوم نے اس اثر کو دوسری وجہ سے موصولاً بیان کیا۔ اس لئے امام بخاری علیہ الرحمۃ
اس اثر کو بصیغہ جزم ذکر فرمایا۔ تاہم۔ اس اثر سے واضح ہوا کہ اگر امام اپنے ہو اور معتدی
چھت پر ہوں اور اس کی ضرورت ہو تو نماز درست ہے مگر بلا ضرورت ایسا کرنا مکروہ ہے۔

وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ عَلَى الْمَقْصِدِ

حضرت عبداللہ بن عمر نے برف پر نماز پڑھی

یعنی اگر نہریا دریا کا پانی خوب اچھی طرح جم جائے اور زمین کی طرح سختی اس میں پیدا ہو جائے
اس پر نماز درست ہے۔ اس کے بعد امام نے ایک حدیث ذکر کی ہے۔ جس کے ابتدائی
کلمہ یہ ہے۔

لَوْ أَنَّ سَهْلَ بْنَ سَعْدٍ رَأَى النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَمَا مَنَعَكَسَ جِزْأَيْهَا تَهْلُ فِي كَهَابِ
كَأَيَّانَ وَاللَّوْلُ فِي مِجْهٍ مِّنْ زِيَادَةٍ كَوْنُ زُرْأٍ۔ يَوْمَ مَنَعَكَسَ غَابَرُ مَعْنَى بَنِي۔ غَالٍ تَخْضُ جَوْفَ لَانِي مَوْرَثٍ
كَأَنَّمَا تَهْلُ فِي مِجْهٍ مِّنْ زِيَادَةٍ كَوْنُ زُرْأٍ۔ يَوْمَ مَنَعَكَسَ غَابَرُ مَعْنَى بَنِي۔ غَالٍ تَخْضُ جَوْفَ لَانِي مَوْرَثٍ
مَنْكَرُكَسَ مِجْهٍ مِّنْ زِيَادَةٍ كَوْنُ زُرْأٍ۔ يَوْمَ مَنَعَكَسَ غَابَرُ مَعْنَى بَنِي۔ غَالٍ تَخْضُ جَوْفَ لَانِي مَوْرَثٍ
لَوْ أَنَّ سَهْلَ بْنَ سَعْدٍ رَأَى النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَمَا مَنَعَكَسَ جِزْأَيْهَا تَهْلُ فِي كَهَابِ
كَأَيَّانَ وَاللَّوْلُ فِي مِجْهٍ مِّنْ زِيَادَةٍ كَوْنُ زُرْأٍ۔ يَوْمَ مَنَعَكَسَ غَابَرُ مَعْنَى بَنِي۔ غَالٍ تَخْضُ جَوْفَ لَانِي مَوْرَثٍ
مَنْكَرُكَسَ مِجْهٍ مِّنْ زِيَادَةٍ كَوْنُ زُرْأٍ۔ يَوْمَ مَنَعَكَسَ غَابَرُ مَعْنَى بَنِي۔ غَالٍ تَخْضُ جَوْفَ لَانِي مَوْرَثٍ
لَوْ أَنَّ سَهْلَ بْنَ سَعْدٍ رَأَى النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَمَا مَنَعَكَسَ جِزْأَيْهَا تَهْلُ فِي كَهَابِ
كَأَيَّانَ وَاللَّوْلُ فِي مِجْهٍ مِّنْ زِيَادَةٍ كَوْنُ زُرْأٍ۔ يَوْمَ مَنَعَكَسَ غَابَرُ مَعْنَى بَنِي۔ غَالٍ تَخْضُ جَوْفَ لَانِي مَوْرَثٍ
مَنْكَرُكَسَ مِجْهٍ مِّنْ زِيَادَةٍ كَوْنُ زُرْأٍ۔ يَوْمَ مَنَعَكَسَ غَابَرُ مَعْنَى بَنِي۔ غَالٍ تَخْضُ جَوْفَ لَانِي مَوْرَثٍ

لوگوں نے سہل بن سعد سے پوچھا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا منبر کس چیز کا تھا۔ سہل نے کہا اب اس
کا جاننے والا لوگوں میں مجھ سے زیادہ کوئی نہ رہا۔ یہ منبر آٹل غابری سے بنا۔ غلال شخص جو غلائی مورث
کا غلام تھا اس نے بنایا۔ جب مسجد میں رکھا گیا۔ تو آپ اس پر کھڑے ہوئے۔ اور قبلہ کی طرف
منکر کے آپ نے بکیر کھی۔ اور لوگ آپ کے پیچھے کھڑے ہوئے۔ آپ نے قرأت کی۔ رکوع
لوگوں نے بھی آپ کی اقتدار میں رکوع کیا۔ پھر آپ نے رکوع سے سر اٹھایا۔ اور اٹھتے
پیچھے بیٹھے۔ پھر زمین پر سجدہ کیا۔

عَادَ عَلَى الْبَيْتِ ثَلَاثَ قُرْآنٍ رَّحِمَ
ثَلَاثَ رَحِمَ بِأَسْمَاءَ ثَلَاثَ رَحِمَ
تَهْلُ حَتَّى سَجَدَ بِهَا لَذِي
فَمَضَى مَشَاةً

پھر دوبارہ منبر پر چڑھے۔ قرأت کی رکوع کیا
پھر رکوع سے سر اٹھایا۔ پھر اٹھتے پاؤں
پیچھے بیٹھے اور زمین پر سجدہ کیا یہ ہے
منبر کا قصہ

بخاری

امام نے اس حدیث کو کتاب الصلوٰۃ میں بھی ذکر کیا۔ مسلم، ابوداؤد، ترمذی نے قیلب سے روایت کیا۔
مسئلہ اینہ مسلم، ابن ماجہ نے صلوٰۃ میں ذکر کیا۔
 غلابی: غلابیہ منورہ کے قریب ایک گاؤں ہے۔ جس جھاؤ کی لکڑی کا منبر بنا تھا۔
 گاؤں سے لائی گئی تھی۔ جھاؤ ایک مشہور وخت ہے۔ اس کی لکڑی عمدہ ہوتی ہے۔ اور برتن وغیرہ
 بنائی سے بنائے جاتے ہیں۔ اس کے پتوں سے کپڑے دھوئے جاتے ہیں (قسط لائی)
 حدیث ہذا میں منبر بنانے والے کا نام مذکور نہیں ہے۔ دوسری روایات میں بڑھی کا نام تمیون اور
 نام تھا اس کا نام عائشہ انصاریہ بنایا گیا ہے۔ (فتح الباری)
 اس حدیث سے ثابت ہوا کہ لکڑی پر نماز پڑھنا درست ہے۔ خواہ لکڑی کا تخت ہو یا منبر۔
 حدیث زیر بحث سے یہ استدلال کیا کہ لکڑی پر نماز پڑھنا درست ہے۔ اس حدیث سے
 صحیح ہوا کہ امام و مقتدی کے مقام میں ہندسی و پستی کا کچھ فرق ہو تو حرج نہیں۔ نیز معلوم
 ہوا کہ منبر نہیں کرنا۔

حضرت انس بن مالک کہتے ہیں حضور علیہ السلام اپنے
 گھڑے سے فرش زمین پر آ رہے تو آپ کی نیند لیا گیا
 گندھا چل گیا۔ آپ نے اپنی ازواج سے ایلا کر
 لیا تھا ایک ہمینہ کا۔ پس آپ بالا خانہ پر بلوہوا
 رہے جس کی میٹرھیال بھور کی لکڑی کی تھیں۔
 آپ کے اصحاب برائے عیادت حاضر ہوئے۔ آپ
 نے ان کو بیٹھ کر نماز پڑھائی۔ اور وہ سب کھڑے
 ہوئے تھے جب آپ نے سلام پھیرا۔ تو فرمایا کہ
 امام اس لئے ہونا ہے کہ اس کی پیروی کی جائے
 جب وہ تکبیر کہے تم بھی تکبیر کہو جب رکوع اور سجدہ
 کرے تم بھی رکوع اور سجدہ کرو۔ اگر وہ کھڑے ہو کر
 نماز پڑھے تو تم بھی کھڑے ہو کر پڑھو۔ ۲۹ دن کے
 بعد حضور بالا خانہ سے اترے۔ صحابہ اپنے مرض کی مرکار
 آپ نے تو ایک ہمینہ کی قسم کھائی ان فرمایا ہمینہ
 ۱۹ دن کا بھی ہوتا ہے۔

لَمْ يَنْسَ أَنْ رَأَى رَسُولَ
 اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَقْطُوعًا
 رِجْلًا فَجَعَلَتْ سَاقُهُ أَوْ كَيْفَهُ وَ
 فِي يَمِينِهِ نِسَاءً شَهْرًا فَجَلَسَ فِي
 شَرَبَةٍ لَهُ دَمًا جَعَلَهَا مِثْلَ جُدُوجٍ
 فَجَلَسَ فَاتَّأَنَّا أَفْصَاءَ يَعْبُدُونَ
 نَسْرًا بِهِمْ جَابِلًا هُمْ قِيَامُ فَكَلَّمَا
 لَمْ يَنْسَ أَنْ جَعَلَ الْإِمَامَ يُؤْتِيهِ
 يَوْمَ فَيَأْخُذُ كَبْرًا كَبْرًا وَإِذَا رَكْعَتُهُ
 كَبْرًا وَإِذَا مَعْبُودٌ نَاسِحًا وَإِذَا
 فِي صَلَاتِهِ قَائِمًا فَفَضَّلُوا بِهَا مَا وَ
 لَمْ يَنْسَ عَشْرِينَ نَفْسًا لَنَا
 صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ شَهْرًا فَقَالَ
 اللَّهُمَّ هَذَا عَشْرُونَ

(بخاری)

امام نے اس حدیث کو مظالم صوم، ندو، نکاح، طلاق میں بھی ذکر کیا۔ اور مسلم، ابوداؤد، ابن ماجہ اور
مسئلہ انسائی نے کتاب الصلوٰۃ میں ذکر کیا۔
 حضور علیہ السلام نے اپنی ازواج سے ایلا کیا۔ اس سے ایلا فقہی مرا۔ ہیں۔ بلکہ یہ ایلا ایک قسم

فقہی جن حضور علیہ السلام نے یہ قسم کھائی تھی کہ میں ایک ماہ تک ازواج مطہرات کے مکان میں داخل نہ ہوں اور اپنی فقہی یہ ہے کہ یہ قسم کھانے کو عورت سے قربت نہیں کروں گا۔ یا چار ہفتہ قربت نہیں کروں گا۔ اور کے مسئلہ اپنی بیگنہ نہ ہوں گے۔

۱۲۔ امام نے اس حدیث کو ذکر کر کے یہ واضح کیا ہے کہ لکڑی پر نماز پڑھنا جائز ہے۔ وہ مشربہ بالافاقہ جس میں حضور علیہ السلام نے قیام فرمایا اور نماز پڑھی۔ غالب یہی ہے کہ وہ پھوڑ کی لکڑی کا بنا ہوا تھا۔ اور اگر یہ کہا جائے کہ بالافاقہ تو پھوڑ کا بنا ہوا تھا۔ اسی لئے حدیث میں یہ تصریح ہے کہ اس کی میٹھی لکڑی کی تھی۔ تو پھر بھی حدیث زیر بحث کی مطابقت عنوان سے ظاہر ہے کی یعنی یہ کہ چھت پر نماز پڑھنا جائز ہے۔

حدیث ۱۳ مسائل ذیل پر مشتمل ہے

۱۳۔ چھت پر اور لکڑی کے بالافاقہ یا تخت وغیرہ پر نماز پڑھنا بلا کراہت جائز ہے۔ ۱۴۔ بوقت ضرورت کسی چیز کی قسم کھانا جائز ہے۔ ۱۵۔ یہ کہ حدیث ۱۳ و ۱۴ و ۱۵ کا ہونا جسے نماز سے کم اور نہ زیادہ۔ اور ہفتہ بیستہ ۳۰ دن کا ۴۰ روزہ نہیں ہے۔ تو جس شخص نے کسی چیز کو منع کر کے مذراہی مثلاً یوں کہا کہ میں ماہِ رجب کے روزے رکھوں گا۔ اب اگر رجب کا ہفتہ ۲۶ دن کا ہو تو اس پر ۲۹ دن کے ہی روزے واجب ہیں۔ اور اگر بغیر تعین کے مذراہی مثلاً یہ کہا کہ میں ایک ماہ کے روزے رکھوں گا تو اس صورت پر روزے ۳۰ دن کے روزے رکھنے ہوں گے۔ حدیث زیر بحث سے ظاہر ہوتا ہے کہ جب امام کسی مذہب سے بیٹھ کر نماز پڑھتا ہے تو مقتدی بھی بیٹھ کر ہی نماز پڑھیں۔ چنانچہ حضرت امام احمد و اسحاق و ابن حبان و ازہمی علیہم الرحمہ کا یہ ہی مسلک ہے۔ وجہ استدلال یہ ہے

اگر امام عذر کی وجہ سے بیٹھ کر نماز پڑھے تو مقتدی بھی بیٹھ کر نماز پڑھیں۔ اگر جب حضور علیہ السلام نے بیٹھ کر نماز پڑھائی اور صحابہ نے کھڑے ہو کر نماز پڑھی تو نماز کے بعد حضور نے فرمایا کہ اللہ ان کو منصب یہ ہے کہ ان کی اقتدار کی جائے۔ جب وہ رکوع و سجدہ کرے تو مقتدی بھی سجدہ کریں جب وہ کھڑا ہو تو مقتدی بھی کھڑے ہوں۔ ان کلمات کے یہی تھا کہ جب امام بیٹھ کر نماز پڑھے تو مقتدیوں کو بھی بیٹھ کر نماز پڑھنی چاہیے۔ جواب یہ ہے کہ بے شک حدیث زیر بحث سے یہ ہی ظاہر ہوتا ہے مگر حضور کے آخری فعل سے یہ حکم منسلک ہے۔

کیونکہ حضور علیہ السلام نے اپنے مرض وفات میں جو نماز پڑھائی۔ اس میں آپ بیٹھ کر پڑھا۔ تھے اور مقتدی کھڑے ہو کر پڑھ رہے تھے۔ اور اس وقت حضور علیہ السلام نے منع نہیں فرمایا۔ جس سے واضح ہوا کہ یہ حکم منسوخ ہے۔ چنانچہ امام اعظم ابو حنیفہ و شافعی و ثوری و ابو ثور و جہور ملاحی و ابی مسلک ہے۔ کہ اگر امام عذر کی وجہ سے بیٹھ کر نماز پڑھے تو مقتدی قیام پر قادر ہوں۔ انہیں بیٹھ کر نماز پڑھنا جائز نہیں ہے کیونکہ قیام فرض ہے

۱۶۔ مقتدی کو امام سے پہلے رکوع و سجدہ جائز نہیں
۱۷۔ اور یہ کہ جو شخص قیام پر قادر نہ ہو اسے بیٹھ کر نماز پڑھنا جائز ہے

بَابُ إِذَا أَصَابَ ثَوْبُ الْمَصْلِيِّ إِسْرَاقَهُ
إِذَا تَجَدَّدَ

باب سجدہ کرتے وقت آدمی کا کپڑا اپنی جگہ سے ہٹ کر رکھ دینا ہے۔

حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ حضور علیہ السلام نماز پڑھتے۔ اور میں حیض کی حالت میں آپ کے برابر ہوتی۔ یعنی ایک طرف آرام فرما ہوتیں اور حضور ان کے قریب ہی نماز ادا فرماتے۔
وَرَأَيْتُهَا أَصَابَتْ ثَوْبَهُ إِذَا تَجَدَّدَ قَالَتْ
يَهَيِّئُ صُلَاةً عَلَى صَلَاتِهِ (بخاری)

امام نے اس حدیث کو طہارت و صلوٰۃ میں اور مسلم و ابوداؤد اور ابن ماجہ نے صلوٰۃ میں ذکر کیا۔ ابن بطل نے کہا کہ خمرہ چھوٹے ٹکڑے کو کہتے ہیں۔ اور اگر بڑا ہو۔ تو کو حصیر و چٹائی کہتے ہیں۔ خمرہ کے اصل معنی پھپھانے کے ہیں۔ مصلیٰ آدمی کے پیرے کو زمین سے ہٹاتا ہے۔ اسی طرح خمرہ اور حصیر، سر کو چھپا دیتی ہے۔
حدیث ہذا مسائل ذیل پر مستعمل ہے۔

۱۔ بجاۃ نماز اگر آدمی کا کپڑا اس کی بیوی کے جسم سے چھو جائے۔ اگرچہ وہ حائلہ ہو تو نماز نہیں ہوتی۔ ۲۔ حائلہ عورت کی نجاست حکمی ہے۔ لہذا اس کے ساتھ اٹھنے بیٹھنے کھانے پینے میں عیب نہیں۔ مسئلہ پر نماز بلا کر بہت ہار ہے اور اس پر علماء و فقہاء کا اتفاق ہے۔ غیر مفید ظاہر ہے کہ حدیث سے ثابت ہوا کہ عورت کی محاذاتہ سے نماز فاسد نہیں ہوتی۔ اور امام اعظم ابوحنیفہ کا یہ کہنا فاسد ہو جاتی ہے اس حدیث کی رو سے باطل ہے لیکن یہ محض ایک مغالطہ ہے جو صورت محاذاتہ و رکعت میں ہے ایسی محاذاتہ سے امام ابوحنیفہ علیہ الرحمۃ کے نزدیک بھی نماز فاسد نہیں ہوتی۔ کیونکہ امام اعظم کا یہ کہنا ہے کہ جب عورت و مرد مشترک فی التحریر ادا نہ ہوں تو نماز فاسد ہوتی ہے۔ اور حدیث زیر بحث اس کی تردید نہیں ہے۔

بَابُ الصَّلَاةِ عَلَى الْحَصِيرِ

وَصَلَّى حَبَابُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ وَ أَبُو سَعْدُ فِي السَّيِّئَةِ ثَوْبًا

باب چٹائی پر نماز پڑھنے کے متعلق
اور جابر بن عبد اللہ و ابو سعید خدری نے کشتی میں کھڑے ہو کر نماز پڑھی۔

اس تعلیق کو ابوبکر بن ابی شیبہ نے مسند صحیح عبد اللہ بن عبد اللہ بن مسعود سے واصل کیا کیس نے ابوالدرداء و ابو سعید خدری و جابر بن عبد اللہ اور متعدد افراد کے ساتھ کشتی میں سفر کیا۔ امام کھڑے ہو کر نماز پڑھا۔ اور ہم اس کے پیچھے بیٹھ کر پڑھ رہے تھے۔ اور اگر ہم چاہتے تو کشتی کو لنگر انداز کر دیتے۔ یعنی اس کے ظہر لیتے۔

وَقَالَ الْحَسَنُ تَصَلَّى قَائِمًا مَا لَكَ تَشَتَّى عَلَى أَهْطَلِكَ تَدْوِيرٌ مَعَهَا
وَأَرَادَ قَائِمًا (بخاری)

امام حسن بصری نے کہا کشتی میں نماز کھڑے ہو کر پڑھے جب تک دشواری نہ ہو اور کشتی کے ساتھ ٹھوکتا جائے ورنہ بیٹھ کر پڑھے۔

۱۲۔ عنوان تو تھا بیٹائی پر نماز پڑھنا اور آثار اہم بخاری نے وہ ذکر کئے ہیں میں کشتی میں نماز پڑھنے کا بیان ہے۔ تو مسئلہ اصل یہ بتانا ہے۔ کہ نماز میں پیشانی کا اصل زمین سے مل جانا ضروری نہیں ہے۔ چٹائی یا محلے پر جب نماز پڑھی جاتی ہے۔ تو پیشانی اصلی زمین پر نہیں لگتی۔ تو کشتی بھی گویا اس معاملہ میں چٹائی کی طرح ہے کہ جب کشتی میں نماز پڑھی جائے تو پیشانی زمین پر نہیں لگتی۔ مطلب یہ ہے۔ کہ پیشانی کا اصل زمین سے مل جانا شرط نماز نہیں ہے۔

اگر کشتی پر منہار ہو اور وہ جل رہی ہو تو اگر چکر آنے یا گرنے کا گمان نہ ہو تو پھر فرض واجب نماز کو اور سنت فجر کو پھر ہے ہو کر پڑھنا ضروری ہے۔ اور اگر چکر نہیں یا گرنے کا گمان غالب ہو تو پھر بیٹھ کر پڑھ لیتا جائز ہے نیز کشتی پر اسی وقت نماز فرض واجب سنت فجر پڑھنا جائز ہے۔ بلکہ وہ بیٹھ کر پڑھیں ہو۔ اور اگر گناہ سے پرہیز ہو۔ اور کشتی پر آسکتا ہو۔ تو کشتی پر بھی نماز فرض جائز نہیں۔ ایسی صورت میں زمین پر اتر کر نماز ادا کرنا ضروری ہے۔ پہلی کشتی میں نماز پڑھے تو وقت نہ پیر قبلہ کی طرف کرے۔ اور جیسے جیسے وہ گھومتی جائے۔ یہ بھی قبلہ کی طرف نہ پھیرتا رہے اگرچہ نفل نماز ہو۔

عَنْ اَبِي بَكْرٍ مَالِكٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُطْعَمُ صَنْعَةً لَهُ فَاَصْلَ مِنْهُ ثُمَّ قَالَ تَرَوْهُمُ اَذِلَّةً صَلَ لَكَوْ قَالَ اَلَسْ قُضِيَتْ اِلَى حَصْبٍ لَنَا اَذِلَّةً مِنْ طَوْلٍ مَا لَيْسَ قُضِيَتْ حَتَّى يَمْلَأَ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَصَفَتْ اَلَيْسَ ثُمَّ دَسَا اَمَهُ وَالْعَجُوزُ مِنْ دَسَا اَيْتَنَا فَقَالَ اَنَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَكْعَتَيْنِ ثُمَّ اَلَصَفَتْ

(بخاری)

اس میں مالک سے روایت ہے کہ ان کی نانی حضرت لیکر تھے حضور علیہ السلام کی بیوت کی حضور تشریف لے گئے۔ کھانا تناول فرماغت کے بعد حضور علیہ السلام نے فرمایا۔ اؤ کھڑے ہو جاؤ میں نہیں نماز پڑھاؤں حضرت اس کہتے ہیں کہ میں ایک چٹائی اٹھالیا جو کچھ کھانے کی ہوئی تھی۔ میں نے اس پر پانی چھڑکا حضور علیہ السلام اس چٹائی پر کھڑے ہوئے اور میں نے پورے قیم بھی ضمیر و نئے آپ کے پیچھے صحت باندھی اور میری بوجھانی ہمارے پیچھے کھڑی ہو گئیں۔ پس حضور نے دو رکعت نماز پڑھائی اور سلام پھیرا۔

۱۳۔ اس حدیث کو امام نے صلوٰۃ میں ذکر کیا۔ مسلم، ابوداؤد و ترمذی، نسائی نے بھی کتاب الصلوٰۃ میں فوائد و مسائل ذکر کیا۔ یہ حدیث مسائل ذیل پر مشتمل ہے۔

۱۔ دعوت قبول کرنا مستحب ہے اور بلا اہتمام و تدارعی نوافل باجماعت پڑھنا جائز ہے حضور علیہ السلام نے کھانا تناول فرمانے کے بعد جو دو رکعت پڑھی ہیں وہ نفل تھے ۲۔ دعوت کرنے والے کے گھر میں برکت کے لئے نماز پڑھنا نسائی کی روایت میں ہے کہ حضرت اسمٰعیل نے بحضور نبوی مرض کی کہ

ہمارے مکان میں جلوہ فرما ہوں اور نماز پڑھیں (تو جس جگہ حضور نماز پڑھیں، ہم جو کو نماز پڑھنے کے لئے مقرر کر لیں وہ اپنی جگہ سے بھیجے ہوئی تھی اور کالی پڑ گئی حضرت انس نے اس جگہ کا ذکر فرمایا کہ نماز اور وضو ہو جائے۔ اس سے معلوم ہوا کہ مصلیٰ و پڑھنے والے جگہ جہاں نماز پڑھی جائے۔ وضو کرتے ہوئے کھڑا ہونا مستحب ہے (۱۵) ان کے تو اہل میں فعل دو کھتیں ہیں۔ ہمارے امام کے نزدیک تو ان کے تو اہل میں فعل چار کھتیں پڑھنا ہے (۱۶) سمجھ والے بچے کی نماز درست ہے (۱۷) صدی دو ہوں تو وہ امام کے پیچھے کھڑے ہوں۔ چھوڑا، کالی، مسک سے (۱۸) اگر صف کے پیچھے ایک آدمی کھڑا ہو جائے تو اس کی نماز درست ہے۔ کیونکہ وہ بڑھیا اور حضرت انس کی تانی ٹیکہ اہل صف کے پیچھے ہوئی تھیں (۱۹) مردوں کو نماز میں مردوں کے پیچھے کھڑا ہونا چاہیے۔

بَابُ الصَّلَاةِ عَلَى الْخَمْرَةِ | باب مصلیٰ پر نماز پڑھنا

عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم | چھوٹے مصلیٰ پر نماز پڑھتے

معلوم ہوا کہ مصلیٰ پر نماز پڑھنا جائز ہے۔ اس حدیث سے ان لوگوں کے خیال کی تردید مقصود ہے جو میں کہ مسجد میں زمین پر یا حامل یا غیر مضروری ہے اور مصلیٰ وغیرہ پر نماز جائز نہیں۔

بَابُ الصَّلَاةِ عَلَى الْفِئَاتِ | باب فراش پر نماز پڑھنے کے متعلق

عن جابر بن عبد اللہ عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم | فراش پر نماز پڑھنے کی ہدایت کی ہو تالیس دوری

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ ہم حضور علیہ السلام کے سامنے سو جائیں اور میرے پاؤں آپ کے قبلہ میں ہوتے۔ تو جب آپ مسجد فرماتے تو مجھ کو چھوٹے اور میں اپنے پاؤں کی طرف لیتی اور جب آپ کھڑے ہو جاتے تو میں اپنے پاؤں پیچھا لیتی اور ان دونوں گھروں میں چار بار نہتے

عَنْ عَائِشَةَ زَوْجَةِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهَا قَالَتْ كُنْتُ أَنَامُ بَيْنَ يَدَيْهِ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَرَجُلَانِ فِي قِبْلَتِي فَإِذَا بَعَثَ عَسْرَتِي فَقَضَتْ رَجُلًا وَإِذَا قَامَ بَسَطَهُمَا قَالَتْ لَأَنْتِ يَا عَائِشَةُ لَيْسَتْ فِيهَا حَصَابِي

اس حدیث کو مسلم، ابوداؤد، نسائی نے کتاب الصلوٰۃ میں ذکر کیا

عورت کو ہاتھ لگانا ناقض وضو نہیں ہے۔ روایت ابوداؤد میں یہ تصریح ہے کہ حضور کا دست حضرت عائشہ کے پاؤں سے چھو تا تھا (۲۰) عورت کی طواف نماز پڑھنے یا عورت کا نماز کے سے گزرنے سے نماز فاسد نہیں ہوتی چھوڑفتہائے سلف و خلف جن میں سیدنا امام اعظم ابو حنیفہ و امام شافعی بھی ہیں سب کا یہی مسلک ہے (۲۱) علی یسیر سے نماز فاسد نہیں ہوتی (۲۲) اور یہ جو فرمایا کہ نماز میں گھروں میں چار بار نہتے اس سے یہ بتانا مقصود ہے کہ اگر رد ہوتی تو میں خود

اپنے پاؤں۔ اور حضور علیہ السلام کو دست مبارک سے متوجہ کرنے کی ضرورت نہ ہوئی۔

صَلَاتٌ بِصَلَاتٍ وَ هُوَ سَعْدٌ لَا مِثْلَهُ

الْبَيْتُ عَلَى فِرَاقِهِ آجَلُهُ اشْقَاؤُهُ

الْجَنَّةُ نَارُهُ

(بخاری)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ حضور علیہ السلام

اپنے کپڑے بچھوئے پر نماز پڑھتے اور وہ

عائشہؓ آپ کے اور قبلہ کے درمیان بٹانے سے

کا طرہ اٹھائی بیٹھی ہوتیں۔

اس کے بعد امام نے اسی مضمون کی ایک اور حدیث ذکر کی ہے۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ وہ لیٹر میں پر میاں یہی اہم کریں۔ اگر وہ پاک ہو تو اس پر بلا کر میت

نماز پڑھتا ہے۔

باب گرمی کی شدت کی وجہ سے کپڑے پر سجدہ کرنا

اور حسن بصریؒ نے فرمایا کہ صحابہ کرام عام

اور ٹوپی پر سجدہ کرتے اور ان کے دونوں ہاتھ

آستین میں ہوتے۔

بَابُ الشُّجُودِ عَلَى الثَّوْبِ فِي شِدَّةِ الْحَرِّ

وَقَالَ الْحَسَنُ بَكَتِ الْقُرُونُ لَيْسَ جَدُّنَا

عَلَى الْعَامَّةِ وَالْقُلُوبُ سَوِيَّةٌ يَسْتَدَا

فِي كُفُولِهِ

(بخاری)

اس تعلیق کو امام ابن ابی شیبہ و امام عبد الرزاق نے اپنے مصنف میں موصولاً بیان کیا ہے۔

حسن بصری جلیل القدر تابعی ہیں اور صحابہ کے شاگرد ہیں۔ اس سے واضح ہوا کہ

سخت سردی یا گرمی کی وجہ سے کپڑے یا ٹوپی یا گڑی پر سجدہ کرے تو جائز ہے۔ امام اعظم ابوحنیفہ

مالک و احمد و حنابلہ اکثر علماء رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا یہی قول ہے۔ اور گڑی کے کور ڈھکے پر سجدہ کیا تو

انھا خوب ہم گیا تو سجدہ ہو گیا اور اگر انھا جانتیں۔ بلکہ صرف ذرا جھوٹا کر۔ بانے سے اور دبے لگایا انھا

ریا تو سجدہ ہوا۔

حضرت انس بن مالک فرماتے ہیں کہ ہم

حضور علیہ السلام کے ہمراہ نماز ادا کرتے۔ تو سخت

گرمی کی وجہ سے کوئی ہم میں سے اپنے کپڑے کا کنارہ

سجدہ کی جگہ نہ لیتا۔

عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ كُنَّا نَصَلِّي

مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

فَيَضَعُ أَحَدُنَا طَرَفَ الثَّوْبِ بَيْنَ شِدَّةِ

الْحَرِّ فِي مَكَانِ الشُّجُودِ

(بخاری)

امام نے اس حدیث کو کتاب الصلوة میں کرر ذکر کیا۔ مسلم۔ ابوداؤد۔ نسائی۔ ترمذی۔ ابن ماجہ۔

فوائد مسائل بھی صلوٰۃ میں ذکر کیا۔

اس حدیث سے واضح ہوا کہ اگر زمین اتنی گرم ہو جائے کہ سجدہ کرنا دشوار ہو۔ تو نمازی اپنے کپڑے پر سجدہ

کر سکتا ہے۔ حضرت فاروق اعظمؓ، طاؤسؓ، اوزاعیؓ، عکرمیؓ، زہریؓ، محولؓ، مسروقؓ، شریکؓ، ابوہریرہؓ، ابوہریرہؓ،

اللہ عنہم کا یہی مسلک ہے۔ ابراہیم نے کہا ایک دن جناب فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ

نے جمعہ کی نماز پڑھائی۔ تو آپ نے اپنے کپڑے کا ایک کنارہ زمین پر ڈال دیا۔ اور اس پر سجدہ کیا۔ اس

کے بعد فرمایا: جب تم میں سے کوئی گرمی محسوس کرے تو وہ۔

فَلَيْسَ جَدُّ عَلَى طَرَفِ تَوْبَةٍ

(رواہ ابن ابی شیبہ۔ علقہ ۲۳۸ حدیث ۲۳۸)

اپنے کپڑے کے کنارہ پر سجدہ کرے

اس سے معلوم ہوا کہ کپڑا بچھا کر سجدہ کرنا یا اگر وہاں لکڑیاں ہیں یا زمین سخت گرم یا سرسبز ہے تو پہنے ہوئے کپڑے کے کنارہ کو بچھا کر اس پر سجدہ کرنا یا وہاں معمول ہے۔ اور عام کو گروہ سے بچانے کے لئے پہنے ہوئے کپڑے پر سجدہ کرنا جائز ہے۔ اور بلا غدر یا پیشانی کو خاک سے بچانے کے لئے پہنے ہوئے کپڑے پر سجدہ کرنا مکروہ ہے۔

بَابُ الصَّلَاةِ فِي الْيَتَامَى

قَالَ سَأَلْتُ أَنَسَ بْنَ مَالِكٍ أَكَانَ

النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّي فِي

تَعْلِيهِ قَالَ نَعَمْ رِجَالِي

باب، جو توں سمیت نماز پڑھنا

ابو مسلم مسجد بن یزید ازوی نے حضرت انس

سے دریافت کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم جنوں سمیت نماز لڑا

فرماتے تھے۔ انہوں نے جواب دیا۔ ہاں۔

امام نے اس حدیث کو بیاس میں بھی ذکر کیا۔ اور مسلم ترمذی، نسائی نے کتاب الصلوٰۃ میں ذکر کیا۔

اس حدیث سے ثابت ہوا کہ جو توں سمیت نماز پڑھنا جائز ہے۔ بشرطیکہ جو تہ پاک ہو۔ اور ایسا نرم ہو کہ سجدہ منوں طریقہ سے ادا ہو سکے۔ نیز علامہ مینی علیہ الرحمۃ نے لکھا کہ جو تہ میں کرنا نماز پڑھنا مکروہ ہے۔ بلکہ مستحب ہے۔ کیونکہ حضور علیہ السلام نے فرمایا۔ یہودی مخالفت کرو۔ وہ جو تہ اور موند سے ہیں۔ نماز جائز نہیں سمجھتے۔ واکم، لہذا بقصد مخالفت یہودی جو تہ یا موند سے ہیں کرنا نماز پڑھنا مستحب قرار پائے گا۔ لیکن یہ کام ہرے کر جوتہ ہیں کر نماز پڑھنا سنت نہیں ہے۔ کیونکہ یہ امر مقصود باذات نہیں ہے۔ کیونکہ روایت غروہن تعیب کہ انہی علی سہ میں ہے کہ

نَايِتُ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

يُصَلِّي حَافِيًا مُتَعَلِّيًا رِجَالُهُ

میں نے حضور کو ننگے پاؤں بھی اور جوتے پہن کر بھی

نماز پڑھتے ہوئے دیکھا

داخ ہوا کہ ہمارے زمانہ میں جس قسم کے جوتے بنتے ہیں۔ انہیں پہن کر نماز پڑھنا جائز نہیں ہے۔ کیونکہ ان کو پہن کر سجدہ صحیح طریقہ سے نہیں ہو سکتا۔ ہاں اگر ایسے نرم چمڑے کا جوتا ہو کہ سجدہ کرنے میں اٹھیاں نہ ٹر جائیں۔ اور انگلیوں کے بیٹ زمین سے چمک جائیں تو ایسے جوتے کو پہن کر نماز پڑھی جاسکتی ہے۔ حدیث ذریعہ بحث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ پاک جوتے میں کر مسجد میں چلنا جائز ہے لیکن زیادہ ادب آہی میں سے کہ برہنہ پا جائے۔

فَائِدَةٌ

سیدنا موسیٰ علیہ السلام جب کوہ طور پر تشریف لے گئے تو حکم ہوا کہ خُتْلَعُوا اَنْفُكُمُ۔ اپنی جو تہاں اتار دیجئے۔ پیش نے کہا جو تہ اتارنے کا حکم اس لئے دیا گیا کہ ان کی جوتی مردار دراز گوشت کے کھال کی تھی۔ لیکن ظاہر اتفاق سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ جوتا اتارنے کا حکم بطور ادب تھا۔ اسی لئے اَنْفُكُمُ اَنْفُکُمْ کا جو مفہوم ہے اور خُتْلَعُوا

تَعْلِيْلًا كَمَا تَرْتَبُ اس پر مرتب ہے۔ مگر یہی ہمہ اس سے جو تاہیں کرنا زبردستی کی مخالفت ثابت نہیں ہو سکتی۔ مگر اتنی بات ضرور ثابت ہوتی ہے کہ مختصر خداوند کی ہر ہر بات میں زیادہ اور سہ سے ویسے بھی ہمارا اعتقاد اسلام سے یہی رہا ہے کہ ہر ہر بات میں ہر ہر اور تعلیم کی تشائی ہے۔ نیز تاہم ایک علیہ الرحمۃ نے بھی مدیر طبع کی زمین پر جوئی نہیں پہنچی۔ لہذا جہاں تک میں اس سلسلہ کی احادیث اور آثار پر خود کیا ہے۔ اس سے یہ واضح ہوتا ہے کہ

جو تاہیں کرنا زبردستی ہے۔ اور ہر ہر بات میں زیادہ اور سہ سے ویسے بھی ہمارا اعتقاد اسلام سے یہی رہا ہے کہ ہر ہر بات میں ہر ہر اور تعلیم کی تشائی ہے۔ نیز تاہم ایک علیہ الرحمۃ نے بھی مدیر طبع کی زمین پر جوئی نہیں پہنچی۔ لہذا جہاں تک میں اس سلسلہ کی احادیث اور آثار پر خود کیا ہے۔ اس سے یہ واضح ہوتا ہے کہ

اس عنوان کے تحت نام نے ایک حدیث لکھی ہے جس کا ترجمہ یہ ہے۔ ہام بن عمارت کہتے ہیں کہ میں نے

بَابُ الصَّلَاةِ فِي الْحَقَائِقِ

بَابُ مَوَازِيْنِ الْحَقَائِقِ

بَابُ مَوَازِيْنِ الْحَقَائِقِ

بَابُ مَوَازِيْنِ الْحَقَائِقِ

بَابُ مَوَازِيْنِ الْحَقَائِقِ

بَابُ مَوَازِيْنِ الْحَقَائِقِ

بَابُ مَوَازِيْنِ الْحَقَائِقِ

بَابُ مَوَازِيْنِ الْحَقَائِقِ

بَابُ مَوَازِيْنِ الْحَقَائِقِ

بَابُ مَوَازِيْنِ الْحَقَائِقِ

چائیں یہ رکوع کا ادنیٰ درجہ ہے اور پورا رکوع یہ ہے کہ پھر یہ بھی یہاں ہے۔ پیشانی کا زمین پر جتنا سجدہ کی حقیقت ہے۔ ہر پاؤں کی ایک انگلی کا بیٹ زمین سے ملنا شرط ہے۔ تو اگر کسی نے ایسے سجدہ کیا کہ پاؤں زمین سے اٹھے رہے۔ یا سجدہ کی ٹانگی کی ٹوک زمین سے لگی نماز نہ ہوئی۔ اس مسئلہ کا قوام تو کیا بعض علماء بھی خیال نہیں کرتے۔ ۱۲۔ ہر رکعت میں دو بار سجدہ کرنا فرض ہے۔ دو نماک اور پیشانی دونوں پر سجدہ کیا جائے۔ اگر کسی عذر کی وجہ سے پیشانی زمین پر نہیں لگا سکتا تو صرف نماک سے سجدہ کرے پھر بھی صرف نماک کی ٹوک کا لگنا کافی نہیں بلکہ نماک کی پٹری کا زمین پر لگنا ضروری ہے۔ اس مسئلہ کا قیاس ضروری ہے اگر سجدہ میں پیشانی خوب نزول نماز ہی نہ ہوئی اور نماک ٹپکی نہ دی تو گروہ ٹھیک ہی ہوئی۔ و دہرہ۔ اے۔ کمافی دارگہ ہے پر سجدہ میں پیشانی خوب نہیں دیتی۔ لہذا نماز نہ ہوگی۔ اسی طرح ریل کے بعض درجوں میں کسی قسم کے گرے جوتے ہیں۔ ان پر بھی سجدہ ادا نہ ہوگا۔ ایسے گدے پر ستر سے پر نماز نہ پڑھی جائے۔ اسلاف کے ایک رکوع و سجدہ میں طہانیت سنت ہے۔

باب سجدہ میں دونوں ہاتھوں کو کشادہ رکھنے اور گردنوں سے دور رکھنے۔

بَابُ تَبْدِيلِ صَبْعَيْهِمَا فِي جَنْبَيْهِ فِي التَّسْبِيحِ

حضرت عبد اللہ بن ابی بکرؓ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم جب نماز پڑھتے تو اپنے ہاتھوں کو کشادہ رکھتے حتیٰ کہ قبل نماز کی پسندی ظاہر ہو جاتی۔

عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ أَبِي بَكْرٍ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ إِذَا صَلَّى فَتَوَضَّعَ بَيْنَ يَدَيْهِ حَتَّى يَبْدَأَ بِطَبْعِهِ

۱۱۔ اس مسئلہ کو سنت نبوی میں اور مسلم و نسائی نے کتاب الصلوٰۃ میں ذکر کیا۔ (۱۲) اس مسئلہ کا مقصود سجدہ نماز میں ہاتھوں کو کشادہ رکھنا ہے کہ ہر دو رکعت کے لئے سجدہ میں سنت یہ ہے کہ ہاتھوں کو دونوں سے جدا ہوں۔ پیشانی دونوں سے ادا کر لیاں زمین پر نہ بچھائے۔ البتہ جب صف میں ہو گا تو بازو دونوں سے زیادہ جدا نہ ہو سکیں گے۔ غرض کہ سجدہ میں ہاتھوں کو پیشانی پر نہ بچھائے۔ اور مرد سجدہ میں اپنا پیچھا بھی اٹھائے۔

۱۲۔ لیکن عورت سمٹ کر سجدہ کرے یعنی بازو دونوں سے ملے۔ اور پیشانی ان سے ادا کرے۔ اس سلسلہ کی سبب

نماز میں

۱۱۔ حضور علیہ السلام نے سجدہ کیا تو اپنا پیچہ اٹھائے دونوں ہاتھوں کی پٹریوں کے درمیان رکھا۔

۱۲۔ حضور علیہ السلام جب سجدہ کرتے تو آپ کے دونوں ہاتھ دونوں کاٹوں کے برابر ہوتے۔

۱۳۔ جب آپ سجدہ کرتے تو اپنے دونوں ہاتھوں کو ہاتھوں تک کشادہ کرتے کہ آپ کی پٹری نظر آ جاتی۔ (بخاری)

۱۴۔ حضور علیہ السلام جب سجدہ کرتے تو دونوں ہاتھوں کو گردنوں سے دور رکھتے۔ یہاں تک کہ ہاتھوں کے نیچے سے اگر گری کا بچہ گرنے نہ پاتا جتنا تو گزر جاتا۔

۱۵۔ حضور علیہ السلام نے فرمایا جب تو سجدہ کرے تو ہاتھوں کی پٹریوں پر رکھ دے اور کہنیاں اٹھائے۔ (مسلم شریف)

۱۶۔ حضور علیہ السلام نے فرمایا سجدہ میں اٹھال کر داور کتنے کی طرح اپنے ہاتھ نہ بچھاؤ۔ (مسلم و بخاری)

۱۷۔ حضور علیہ السلام نے فرمایا کہ اگر کسی کی طرح ہاتھ اٹھائے کہ اس کی طرح سجدہ کرنے سے منع فرمایا۔ (مشکوٰۃ و دہرہ)

(۱۹) حضور علیہ السلام جب سجدہ کو جاتے تو پہلے گھٹنے رکھتے پھر ہاتھ اور جب اٹھتے تو پہلے ہاتھ اٹھاتے پھر گھٹے اور پھر پاؤں۔ (ترمذی، نسائی،

(۲۰) سجدہ میں ہاتھ اور پاؤں کی انگلیوں کو قبل رخ رکھتے (بخاری،

(۲۱) سجدہ میں اپنی ناک اور جبینہ کی طرف رخ رکھتے (بخاری،

(۲۲) حضور علیہ السلام جب دو سجدوں میں بیٹھتے تو بائیں پاؤں بچھاتے اور دائیں پاؤں کھڑے رکھتے (مسلم شریف،

(۲۳) دوسری رکعت کے لئے جب کھڑے ہوتے تو اسی طرح قدموں پر سیدھے کھڑے ہو جاتے (یعنی بیٹھ کر

اٹھتے) بلکہ فوراً کھڑے ہو جاتے۔ (امام ابن ماجہ،

(۲۴) دونوں سجدوں میں جاتے ہوئے اٹھ کر کہتے سیدہ دونوں سجدوں کے درمیان یہاں تک ٹھہرتے

جس کی اپنی اپنی جگہ پر آ جاتی (بخاری،

یہ احادیث اپنے منہم میں بالکل واضح ہیں ان کا بغور مطالعہ کیجئے:

مسند عورت کے ابواب اس حدیث پر ختم ہو گئے۔ ان بابوں اور اس سے قبل کے باب وابتداء میں

میں کل ۳۹ حدیثیں ہیں۔ اگر انہیں کے دونوں بابوں کی حدیثیں بھی ان میں شامل کر لی جائیں۔ تو کل

حدیثیں ۴۸ ہیں۔ ان میں کور ۱۵ اور معنی ۱۰ اور آخر انہیں کے باب کی بھی معلق حدیث ملے گی۔ اسے تو ۵۵ پہنچا

ان میں ۵۵ یا ۵۶ اور ۵۷ ہیں:

أَبْوَابُ اسْتِقْبَالِ الْقِبْلَةِ وَصَلَاتِهَا

وَابِ ابْتِهَاجِ

باب قبلہ کی طرف منہ کرنے اور اس کے متعلقات

کے آداب وغیرہ کے بیان میں

شرح و تفسیر سے پہلی شرط طہارت تھی دوسری مستحبات۔ جب ان دونوں کا بیان ہو گیا۔ تو اب

قیلہ کا بیان شروع کیا گیا۔ مسند عورت کے بعد استقبال قبلہ کا بھی رتبہ ہے۔ نماز میں قبلہ کی طرف منہ کرنا

سے پہلے اور استقبال کی دو صورتیں ہیں۔ ایک یہ کہ لیٹ کر معتقل کی طرف منہ ہو جیسے کہ واول کے لئے یا اس جہت

جیسے رسول کے لئے جہت کعبہ کی طرف منہ کرنے کے بعد منہ کی سطح کا کوئی جزو کعبہ کی سمت میں واقع ہو تو اگر

یہ انحراف سے آگے نہ گزرا ہو کعبہ کے مواجہہ میں سے تو نماز صحیح ہے۔ اس کی مقدار ۵۰ درجہ دکھا گئی ہے۔ تو اگر ۵۰

درجہ انحراف سے تو استقبال قبلہ نہ پایا گیا۔ غلط ہوگی

مثلاً اب ایک خط سے اس پر ۵۰ درجہ ہے اور فرض کرو کہ کعبہ

معتقل میں نقطہ حرکت کے عمادی سے دونوں قاعدے ۵۰ درجہ اور ۵۰ درجہ کی

تقسیم کرتے ہوئے خطوں کا ۵۰ درجہ ناپے تو یہ زیادہ ہے ۵۰ درجہ

کے ہوتے کہ ۵۰ درجہ ہے۔ اب جو شخص مقام کا

پر کھڑے ہے اگر نقطہ حرکت کی طرف منہ کرے تو یہی کعبہ کی طرف منہ ہے۔ اور اگر دائیں بائیں یا چاروں طرف جھکے

تک سراج یا چاروں طرف کے اندر ہے جہت کعبہ میں ہے اور جب سراج سے بڑھ کر ویا جہ سے گزر کر جب کی طرف



کی قریب ہو گا تو اب جہت سے کل گیا اور نماز نہ ہوگی۔
 صحیح یہ ہے کہ جو شخص عین کعبہ کی سمت خاص تحقیق کر سکتا ہے اگرچہ کعبہ اڑ میں ہو جیسے کہ کے مکاتوں پر مثلاً چھت
 پر چڑھ کر کعبہ کو دیکھ سکتے ہیں۔ تو اس کے لئے عین کعبہ کی طرف منکر کرنا فرض ہے۔ جہت کی طرف منکر کرنا کافی نہیں۔ اور جس کے
 علم تحقیق ناممکن ہو اگرچہ وہ خاص جگہ میں ہو اس کے لئے جہت کعبہ کو منکر کرنا کافی ہے۔
 قبلہ بنا کر کعبہ کا نام نہیں بلکہ وہ ایک فضل ہے اس بنا کی محاذات میں ساتویں زمین سے عرش تک قبلہ ہی ہے لہذا
 اگر ایساؤ بنا کر کعبہ کی عمارت مہدم ہو جائے اور اس نفعہ کی طرف نماز پڑھی ہوگی۔ اسی طرح اگر بند پہاڑ پر یا
 عرصے کے اندر نماز پڑھی اور قطار کعبہ کی طرف منکر کیا نماز ہوگی۔

باب قبلی کی طرف منکر کرنے کی فضیلت میں
 اور ابو حمید صحابی نے بنی مصلیٰ علیہ وسلم سے روایت
 کی کہ نمازی نماز میں اپنے پاؤں کی انگلیاں بھی
 قبلہ کی طرف رکھے۔

بَابُ فَضْلِ اسْتِقْبَالِ الْقِبْلَةِ
 يَتَقَبَّلُ بِأُطْرَافِ رِجْلَيْهِ الْقِبْلَةَ قَالَ
 أَبُو حَمِيدٍ عَنْ الْمُنْبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
 وَسَلَّمَ (بخاری)

یہ تفسیق ایک طویل حدیث کا مکرر ہے جسے امام نے باب سنتہ الجلو فی التہجد میں ذکر کیا ہے۔ ابو حمید عبد الرحمن
 بن سعد الساعدی انصاری مدنی کا نام مندر ہے۔ کیفیت سے مشہور ہیں۔ خلافت امیر معاویہ کے آخری ایام میں ان کا
 حال تھا (دیم) اس حدیث کے ذکر سے یہ بتانا مقصود ہے کہ جہاں تک ممکن ہو نمازی نماز میں اپنے تمام اعضا کو کعبہ
 کی طرف کر کے تفصیل آئندہ صفحات میں آئے گی (انشاء اللہ العزیز)

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ
 رسول کریم علیہ السلام نے فرمایا جو شخص ہماری نماز کی طرح نماز
 پڑھے اور ہمارے قبلہ کی طرف منکر کرے اور بار بار بوجھ کھائے
 تو یہ ہے وہ مسلمان جس کی حفاظت کی ذمہ داری اللہ اور
 رسول پر ہے تو اللہ کے ذمہ کو تو فرود۔
 حضرت انس سے ہی روایت ہے کہ حضور علیہ السلام نے
 مجھے حکم دیا کہ میں لوگوں سے لڑوں یہاں تک کہ وہ لالہ
 الا اللہ کہیں جب وہ یہ کہہ لیں اور ہماری طرح نماز پڑھیں
 اور ہمارا ذبیحہ کھا لیں اور ہمارے قبلہ کی طرف منکر
 کریں۔ تو ہم پر ان کے جان و مال حرام ہوئے مگر کسی حق
 کے بدلے اور ان کا حساب اللہ پر رہے گا۔

عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ
 صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ صَلَّى صَلَاتَنَا وَ
 اسْتَقْبَلَ قِبْلَتَنَا وَآكَلَ ذَبْحَتَنَا فَذَلِكَ
 الْمَسْلُوكُ الَّذِي لَهُ ذِمَّةُ اللَّهِ وَذِمَّةُ رَسُولِ اللَّهِ
 فَلَا يُغَيِّرُهَا اللَّهُ فِي ذِمَّتِهِ (بخاری)
 عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى
 اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَمُوتُوا أَنْ أَتَايِلَ النَّاسُ
 حَتَّى يَكُونُوا إِلَّا إِلَهُ إِلَّا اللَّهُ فَإِذَا قَالُوا هَذَا
 صَلُّوا صَلَاتَنَا وَاسْتَقْبَلُوا قِبْلَتَنَا وَآكَلُوا
 ذَبْحَتَنَا فَقَدْ حُرِّمَتْ عَلَيْهِمْ أَمْوَالُهُمْ وَأَمْوَالُهُمْ
 إِلَّا بِحَقِّهَا رَحِمَهُمُ عَلَى اللَّهِ (بخاری)

ایک اور حدیث بھی امام نے اس عنوان کے تحت ذکر کی ہے جس کا ترجمہ یہ ہے
 یمنون بن سیداء نے حضرت انس سے سوال کیا کہ اسے ابو حمزہ آدمی کے خون اور مال کو کون جیڑے حرام منصوص کرتی
 ہے انہوں نے جواب دیا کہ جو اس بات کی گواہی دے کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں۔ اور ہمارے قبلہ کی طرف منکر کرے ہماری

طرح نماز پڑھے۔ ہمارا ذہن یہ کہتا ہے تو یہ مسلمان ہے۔
 اِنَّ مَا لَمْ يَسْلُبْهُ دَعْلِيْهُ مَا عَلَيَّ الْمَسْئِلَةُ
 (بخاری)

جو مسلمان کے حقوق میں وہی اس کے میں جو مسلمان پر لازم ہے وہی اس شخص پر لازم ہے

قواعد و مسائل امام بخاری علیہ الرحمۃ نے ان تینوں حدیثوں کو ذکر کر کے یہ واضح کیا ہے کہ نماز میں استقبال قبلہ سے جو شخص تمام ضروریات دین کی تصدیق و انفراد کے ساتھ مذکورہ بالا امور بخالائے اس کے احکام اور حقوق وہی ہیں ایک مسلمان کے ہوتے ہیں۔ یہ بھی معلوم ہوا کہ ہمیں کسی کے دل کو چیر کر دیکھنے کی ضرورت نہیں ہے۔ اور نہ ہم اس کے میں کو دیکھنے کی کیفیات پر حکم لگائیں۔ نہاد جو شخص اسلام کے خواہر پر عمل کرتا ہے اور ضروریات دین میں سے کسی امر کو نہیں کرتا اسے مسلمان ہی سمجھا جائے گا۔

حدیث **هَنْ صَلَّى** ایسا کہ اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ جو شخص ضروریات دین میں سے کسی امر کا انکار کرے اس کے بخود جاری طرح نماز پڑھے۔ ہمارا ذہن یہ کہتا ہے اور قبلہ کی طرف متحرک ہے وہ بھی مسلمان۔ **صَلَوْتَنَا كَمَا مَطْلَبُ** کیونکہ اس قول کی جس قدر احادیث ہیں ان کا مقصد کسی کلمہ اور تعریف کو بیان کرنا نہیں۔

مثلاً حضور علیہ السلام نے فرمایا جس نے لالہ اور شکر لیا وہ جتنی ہے یا اس نے بنی مال و جان محفوظ کر لیا تو کیا اس کو ہے کہ بعض توحید کے اقوال سے آدمی مسلمان ہو جائے گا۔ خواہ جوت در سالت حشر و نشر وغیرہ ضروریات دین کا منکر ہو مثلاً قرآن مجید میں فرمایا۔

قَدْ أَفْلَحَ مَن تَشَارَعَ دَدَكَ رَشَمًا جس نے اپنے نفس کو پاک بنایا۔ اللہ کا نام لیا اور توحید و فصلی

تو کیا اس آیت کا یہ مطلب لینا درست ہے کہ نماز پڑھنے اور اللہ کا ذکر کرنے سے آدمی مسلمان ہو جائے گا۔ توحید و رسالت کا انکار ہی کرے۔ ————— ال دو مثالوں سے واضح ہو گیا۔ کہ کتاب و سنت میں جہاں کسی ایک کے اقوال یا کسی ایک فعل یا چند افعال کی بجا آوری کو اسلام قرار دیا گیا ہے۔ اس سے مراد یہی ہوتا ہے کہ آدمی دین و ضروری باتوں کو مانے اور تمام ضروری باتوں پر عمل بھی کرے۔

یہ ہی مطلب زیر بحث حدیث کا ہے کہ جو شخص مذکورہ بالا امور بخالائے اسے یمن و مسلمان و مہی ضرورت میں دیا جائے گا۔ جبکہ وہ تمام ضروریات دین کی تصدیق و اقرار بھی کرے۔ اور اگر ضروریات دین میں سے کسی ایک امر کا منکر ہو۔ اور اس کے ساتھ شعاور اسلام کا پابند بھی ہے تو ایسے شخص کو نہ عقلاً مسلم قرار دیا جا سکتا ہے نہ فقہاً۔ مسئلہ کی مزید وضاحت کے لئے فیوض الہادی جلد اول ص ۱۵۰ تا ۱۵۱ ص ۱۵۲ و ص ۱۵۳ تا ص ۱۵۴ کا بہت مفید رہے گا۔

۱۶۔ اور حدیث **مَنْ يَسْجُدْ لِمَا سِوَايَ اللَّهِ فَهُوَ كَافِرٌ** میں جو فرمایا اولا چھتھا اس کا مطلب یہ ہے کہ جو شخص مذکورہ بالا امور بخالائے گھار میں وال محفوظ ہو ہی جائے گا۔ لیکن اگر اس سے کوئی جرم صادر ہو گا تو اس کو منرا دی جائے گی۔ یہ نہ ہو گا کہ مسلمان ہوئے سے کوئی آپریس نہ ہوگی۔

وحسابہ علی اللہ لا مطلب یہ ہے کہ اگر کوئی شخص دل میں کفر کے گارتوں کا سبب اللہ عزوجل خود فرمائے گا تو صورت اس امر کا کھٹ کیا گیا ہے کہ اس کے ظاہری عقائد و اعمال کو دیکھیں۔ اگر وہ اسلامی ہوں تو اس کو مسلمان سمجھیں اور غیر اسلامی ہوں تو اسے کافر جانیں۔

باب مدینہ والوں اور شام والوں کے قبلہ کا بیان اور مشرق کا بیان

اہل مدینہ کا قبلہ مشرق و مغرب کی طرف نہیں ہے کیونکہ حضور خیر اسلام نے فرمایا بیشاب و یاغنا نہ کرتے وقت قبلہ کو منہ لود بیٹھ نہ کرو۔ لیکن مشرق و مغرب کی طرف نہ کرنا

بَابُ قِبْلَةِ أَهْلِ الْمَدِينَةِ وَ أَهْلِ الشَّامِ وَ الْمَشْرِقِ

لَيْسَ فِي الْمَشْرِقِ وَلَا فِي الْمَغْرِبِ قِبْلَةٌ يَقُولُ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تَنْتَفِلُوا الْقِبْلَةَ بِقُلُوبِكُمْ أَوْ قَوْلًا وَلَكِنْ شَرُّكُمْ أَوْ غَيْرُكُمْ

مقصود متون یہ واضح کرنا تھا کہ اہل مدینہ و شام کا قبلہ مغرب و مشرق کی طرف نہیں ہے۔ بلکہ جنوب کی طرف ہے۔ لہذا مدینہ و شام کو جنوب کی طرف نہ کر کے نماز پڑھنی چاہیے کیونکہ حضور علیہ السلام نے اہل مدینہ سے فرمایا۔ بوقت قصار و حجت کی طرف نہ کرو۔ لیکن مشرق یا مغرب کی طرف نہ کرو۔ اس سے معلوم ہوا کہ اہل مدینہ کا قبلہ جنوب کی طرف ہے۔ یہ بھی وجہ ہے کہ انہیں بوقت قصار مشرق یا مغرب کی طرف نہ کرنے کا حکم دیا گیا۔

ہمارے ہی مضمون کی ایک اور حدیث بھی ذکر کی ہے جسے ہم نے چھوڑ دیا۔ بوقت قصار حاجت کبر کو استقبال و استدبار کے متعلق فیوض اہل بیت جلد اول پر مفصل گفتگو ہو چکی ہے۔ اور حدیث

حدیث کے تمام مسائل بیان کر دیئے ہیں
بَابُ قَوْلِ اللَّهِ عَزَّ وَجَلَّ وَ اتَّخِذُوا مِنْ مَّقَابِرِهِمْ هَيْئَةً مَقْصُورَةً

اس آیت سے بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ نماز میں مقام ابراہیم کے سوا کسی اور طرف منہ نہ کیا جائے۔ ظاہر ہے کہ مقام ابراہیم کے ایک طرف یعنی مشرق کی جانب ہے۔ تو اگر مغرب شمال اور جنوب کی طرف منہ کر کے مسجد حرام میں نماز پڑھی جائے۔ تو یہ مقام ابراہیم کی طرف منہ نہیں ہو سکتا۔ حالانکہ اس پر اجماع ہے کہ کبر کے چاروں طرف نماز پڑھنا درست ہے۔ لہذا آیت کا ظاہر ہی ظاہر نہیں ہے۔ خود حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے کبر کے اندر داخل ہو کر نماز پڑھی ہے۔ نیز متون زیر بحث کے ماتحت حدیث میں بھی یہ تصریح ہے کہ حضور علیہ السلام نے طواف کے بعد مقام ابراہیم میں نماز پڑھی۔

اس سے یہ معلوم ہوا کہ کبر کے طواف کے بعد جو وہ کھڑے ہو جائے ہیں۔ وہ مقام ابراہیم میں پڑھی جائیں۔ اور طواف سے پہلے جو کہ مقام ابراہیم میں جو وہ رکعت پڑھی جاتی ہیں۔ یہ واجب ہیں۔ اہمیت مذکورہ کا یہی مطلب ہے

ابوہدیٰ
وہ پھر ہے جس پر کھڑے ہو کر حضرت ابراہیم علیہ السلام نے کبر معقل کی بنا فرمائی۔ اور اس پھر پر آپ کے قدم مبارک کا نشان بھی آگیا تھا۔ یہ پھر اب تک موجود ہے۔ مقام ابراہیم کو نماز کا مقام بنانے کا حکم انجیلی ہے۔ اور ایک قول یہ بھی ہے کہ اس نماز طواف کی دو رکعتیں مراد ہیں انصیر احمدی حضرت جابر کا بیان ہے کہ جب حضور علیہ السلام مدینہ کا طواف فرمایا۔ تو جناب خدیجہ عظمیٰ نے عرض کی حضور یہ جہاں سے آپ حضرت ابراہیم علیہ السلام کا مقام ہے۔ ہم اس سے پڑھیں۔ اس پر مذکورہ بالا آیت نازل ہوئی جس میں مقام ابراہیم کو معقل بنانے کی ہدایت دی گئی

حضرت عباد بن حمزہ فرمایا یہ مقام ابراہیم سے سارا حرم مراد ہے۔ لیکن مسلم شریف کی روایت سے یہ واضح ہوتا ہے کہ نہ صرف وہ پتھر ہے جس پر کعبہ کے گرد سیدنا ابراہیم علیہ السلام نے کعبہ کی بنائوادی تھی۔ حضرت عباد بن حمزہ فرماتے ہیں کہ مقام ابراہیم حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں اسی جگہ پر تھا جہاں اب ہے خلافت فاروقی میں یہ مقام دور یہ پتھر سے گیا تلاش کے بعد مکہ کے قریب میں ملا۔ اس کو لایا گیا اور کعبہ کے پیروں سے بانٹ دیا گیا۔ پھر جناب فاروق اعظم رضی اللہ عنہ انہوں نے اس کے اصل مقام کی تحقیق کی، اور اس کو اصل جگہ میں رکھ کر اس کے گرد عمارت بنا دی۔ چنانچہ جب سے ایک دوہیں موجود ہے مسلم شریف۔

سنا گیا ہے کہ سعودی حکومت تو سیح حرم کے سلسلہ میں مقام ابراہیم اس کے اصل مقام سے اٹھا کر کسی دوسری جگہ رکھنا چاہتی ہے۔ اگر وہ ایسا کرے گی تو یہ ایک نہایت ہی غلط قدم ہے۔ واضح ہو کہ عنوان بالا کے تحت امام بخاری نے چند حدیثیں درج کی ہیں۔ یہ حدیثیں مکتبہ ابی الجحیم میں آئیں گی۔ اس لئے یہاں ہم صرف ان کے ترجمہ پر اکتفا کرتے ہیں

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ایک شخص نے سوال کیا کہ میں شخص نے عمرہ کے لئے طواف

حدیث اول کیا۔ اور مضافہ مردہ کی سعی نہیں کی۔ کیا اس کو اپنی عورت سے صحبت کرنا جائز ہے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو میں تشریف لائے۔ رات بار طواف کعبہ کیا۔ اور مقام ابراہیم میں دو رکعتیں پڑھیں اور مضافہ مردہ کی سعی کی۔ اور تمہارے لئے رسول کریم بہترین نمونہ ہیں (بخاری)

اور عنوان دہنار کہتے ہیں ہم نے اسی سند کو جابر بن عبد اللہ سے پوچھا تو انہوں نے فرمایا

فَقَالَ لَا يَكْفُرُ بِمَا حَتَّى يُطَوِّفَ بَيْنَ الصَّفَا وَالْمَرْوَةِ (بخاری)

جب تک مضافہ مردہ کی سعی نہ کرے۔ اس وقت تک جماع نہ کرے

عباد کہتے ہیں۔ ایک شخص نے حضرت عبد اللہ بن عمر سے پوچھا کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کعبہ کے اندر ہیں؟ حضرت ابن عمر کہتے ہیں۔ اس سوال پر میں مسجد حرام میں آیا اور حضور دو بار کعبہ سے باہر تشریف لائے تھے۔ اور حضرت بلال کو کعبہ کے دروازہ کے درمیان کھڑا ہوا پایا۔ میں نے بلال سے پوچھا کیا نبی علیہ السلام نے کعبہ میں نماز پڑھی؟

قَالَ نَعَمْ رَأَيْتُنِي بَيْنَ الصَّفَا وَالْمَرْوَةِ عَلَى يَتَلَوِّ (بخاری)

انہوں نے کہا ہاں آپ نے ان دونوں کے درمیان پوجا کرتے تھے یا میں نے خود کعبہ کے درمیان پڑھی پھر حضور باہر تشریف لائے اور کعبہ کے سامنے دو رکعت پڑھیں

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرماتے ہیں۔ جب حضور علیہ السلام کعبہ میں داخل ہوئے تو وہ آپ نے کعبہ کے گرد گھومتے ہوئے دعا کی۔ اور نماز نہیں پڑھی یا ہر آئے تک۔ جب آپ باہر آئے تو کعبہ کی طرف منہ کر کے دو رکعتیں پڑھیں اور فرمایا۔

حدیث دوم صَلَّيْهِ الْبَيْتَ

یہ بھی قبل سے

حدیث اول کو امام نے حج میں دو بار ذکر کیا اور نہائی و مسلم نے بھی کتاب الحج میں ذکر کیا۔

تو آمد و مسائل حدیث سے واضح ہوا کہ عمرہ میں سعی واجب ہے چہرہ و غلام کا یہی مسلک ہے۔ طواف سات

حدیثی ہے۔ اور مقدمہ الامام کے پیچھے دو رکعت نفل پڑھنا سنت ہے۔ اور حدیث دوم کو امام نے کتاب الحج سے یاد کر کیا اور متنازی و صلوة میں بھی۔ اور مسلم و نسائی۔ ابو داؤد و ابن ماجہ نے کتاب الحج میں ذکر کیا۔ حدیث یہ ہیں۔

خاندان کعبہ کے اندر داخل ہونا جائز ہے۔ مگر یہیں ہے کہ جو حج کرے اسے کعبہ میں داخل ہونا اور دو رکعت نفل پڑھنا واجب ہے جو تھے یا ہونے ہیں کہ کعبہ میں داخل نہ ہو۔ بلکہ پہلے پاد داخل ہو۔ یعنی ۲۲ ص ۴۴۴

اور حدیث سوم کو مسلم نے مناسک میں اور نسائی و ابو داؤد نے بھی ذکر کیا ۱۲۲ یہ جو حضورؐ نے فرمایا: یہ قبلہ ہے۔ تعالیٰ نے فرمایا کہ اس ارشاد کا مطلب یہ ہے کہ کعبہ ہمیشہ کے لئے قبلہ مندرجہ ہو چکا ہے۔ اور اب کعبہ کا قبلہ ہونا فسوش اور غالباً اس کی وجہ یہ ہے کہ کعبہ کو قبلہ حضور علیہ السلام کی مرضی اور سفارش سے مندرجہ فرمایا گیا تھا۔ اس

جس میں ہے کہ حضورؐ نے کعبہ کے اندر نماز نہیں پڑھی۔ اور حدیث دوم میں ہے کہ حضورؐ نے کعبہ کے اندر بھی نماز پڑھی۔ دونوں میں تضاد نہیں ہے۔ کیونکہ ہر ایک ایک بار حضورؐ نے نماز پڑھی اور ایک بار نہیں پڑھی۔ ان احادیث کے بقیہ نشانہ اللہ العزیز کتاب الحج میں ذکر کئے جائیں گے۔

باب التَّوَجُّعِ لِمَقْعِدِ الْقِبْلَةِ حَيْثُ كَانَ
وَقَالَ أَبُو هُرَيْرَةَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اسْتَقْبِلِ الْقِبْلَةَ وَكَيْفَ بَخَارَى

باب کوئی جہاں کہیں ہو قبلہ کی طرف نہ کرے
حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم
نے فرمایا کعبہ کی طرف نہ کر اور کعبہ کی

مقصود عنوان یہ بتانا ہے کہ آدمی سفر میں ہو یا حضر میں وہ فرض نماز میں ہر صورت کعبہ کی طرف ہی متوجہ ہو۔ یہ عنوان دراصل قرآن پاک کی آیت وحیث مت کفتم فو لواء وجوہکم شطوہ سے اخذ ہے۔ اور زیر عنوان تعلیق کو خود امام بخاری نے کتاب الاستیذان میں ذکر کیا

عَنِ النَّبِيِّ قَالَ كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلَّى تَحَوُّبَاتِ الْمُتَقَدِّمِينَ
بِئْسَ عَشْرَ شَهْرٍ أَوْ سَبْعَةَ عَشْرَ شَهْرٍ أَوْ
كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُحِبُّ
أَنْ يُتَوَجَّعَ إِلَى الْكَعْبَةِ فَأَنْزَلَ اللَّهُ عَزَّ وَ
جَلَّ قَدْ نَرَى تَغْلِبَ رُحْمَكَ فِي الشَّهْرِ مُتَوَجَّعًا
لِلْمَقْعِدِ الْقِبْلَةِ وَ قَالَ السُّفْيَانُ مَرَّتَ النَّاسُ وَ
هُمْ يَهْجُرُونَ مَا رَأَوْهُمُ عَنْ قِبْلَتِهِمْ أَلَمْ يَكُنْ
كَانُوا عَلَيْهِمْ قُلُوبًا لِلَّهِ الْمَشْرِقُ وَالْمَغْرِبُ
يَقْبَلَانِ مِنْ تَشَاءُ إِلَى مِزَابٍ مُسْتَقِيمٍ فَصَلَّى مَعَ
النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ جَلَّ جَلَّ حَرَجَ
تَعْلَمُ مَا صَلَّيْ قَسَرَ عَلَى التَّوْحِيدِ مِنَ الْإِنْسَانِ

حضرت برادر سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے
بیت المقدس کی طرف نہ کر کے سولہ یا سترہ ہفتہ نماز پڑھی
اور حضورؐ کی مرضی یہ تھی کہ آپؐ کو کعبہ کی طرف نہ کرنے کا
حکم ہو۔ تو اللہ تعالیٰ نے آیت قاری قلب وجہک انزل
فرمائی۔ لہذا آپؐ نے کعبہ کی طرف نہ پھر لیا اس پر بیوقوف
وگ کہنے لگے۔ ہمیں چاہیے کہ بیت المقدس پر نہ پڑھیں۔ تم فرماؤ شرق
و مغرب سب اللہ ہی کے لئے ہے اور اللہ تمہارے ساتھ ہے جہاں چاہے عید بھی
ماہ پر ملاتا ہے۔ ایک شخص نے جب قبلہ بلا تو
نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نماز پڑھی تھی تو اس شخص
نے انصار کے کچھ لوگوں کو دیکھا جو حضرت تہذیب المقدس
کی طرف نہ کرنے پڑھ رہے تھے۔ انہوں نے یہ دیکھ کر کہا میں
گوئی دیکھو! اس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

فِي صَلَوةٍ اَتَمَّ بِمَلَكٍ مِّنْ مَّوَلَانَا اَلْمَقْدَرُ
نَقَالَ هُوَ يَتَّبِعُهُ مَنْ مَّاتَ مَعَ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ دَانَ تَرْجِيَةً نَّحْوَ الْكَبْرِ وَتَحَرُّفَ
الْفَتْوَى حَتَّى تَوَجَّهَ نَحْوَ الْكَبْرِ (بخاری)

کے ساتھ نماز پڑھی۔ اور آپ نے کعبہ کی طرف منکب
پر سے کروہ لوگ (فاتر) بھی میں کعبہ کی طرف
موجہ ہو گئے۔

(بخاری)

فوائد و مسائل | اس حدیث کو امام نے باب الصلوۃ میں الایران اور تفسیر میں بھی ذکر کیا۔ مسلم ترمذی، نسائی اور ابن ماجہ

اس حدیث کے مسائل یہ ہیں

۱۔ ائمہ میں کعبہ کی طرف منکر نماز میں ہے اور اگر منکر بھی ہے (۲) کعبہ (برائے) ہی ہمیشہ کے لئے قوم
کا قبلہ ہے۔ اور آپ یہ سوچ نہ ہو گا (۳) کعبہ اہل اہمیت کو حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم
تو اہل اور آپ کی رضا ہوتی کے لئے قبلہ مقرر کیا گیا (۴) یہ حدیث باب الصلوۃ میں الاہلیان میں گذر چکی ہے
اور وہاں ہم نے اس کے پورے مسائل و احکام بیان کئے ہیں۔ کارغیبی کرام فی حق البخاری مجدد اول کا
ملاحظہ کریں۔

عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ قَالَ كَانَ النَّبِيُّ
صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّي عَلَى رَأْسِ كَبْرَةٍ
حَتَّى تَوَجَّهَتْ بِهِ فَكَانَ أَمَّا الْقَوْلُفَةُ فَنَزَلَتْ
فَأَسْتَقْبَلُ الْقِبْلَةَ (بخاری)

جابر بن عبد اللہ فرماتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم
(نبی) اونٹنی پر نماز پڑھتے۔ بعد ازیں اسی کا منہ پھرنے پر جب
آپ فرض نماز پڑھنا چاہتے تو سواری سے اترتے اور
قبلہ کی طرف منکر کے نماز فرض ادا کرتے۔

فوائد و مسائل | امام نے اس حدیث کو باب تفسیر الصلوۃ اور بخاری میں بھی ذکر کیا اور مسلم ترمذی، نسائی، ابوداؤد

نماز میں کعبہ کی طرف منکر نماز میں ہے۔ اس حدیث کو روایت کیا۔ امام ترمذی نے کہا حسن صحیح ہے۔
البتہ اگر عذر شرعی ہے۔ تو پھر استقبال قبلہ معاف ہے۔
اور اس کی حسب ذیل صورتیں ہیں۔

استقبال قبلہ سے عاجز ہونے کی صورتیں

۱۔ جو شخص استقبال قبلہ سے عاجز ہو مثلاً مریض ہے کہ اگر
طاقت نہیں کہ قبلہ کی طرف رخ کرے۔ اور نہ وہاں
کوئی ایسا ہے جو اس کو قبلہ کی طرف موجہ کر دے۔ یا اس کے پاس ایسا ایمانت کا مال ہے جس کے چھو
ہوجانے کا شیخ اندیشہ ہے یا کشتی کے تختہ پر بہتا چلا جا رہا ہے اور صبح اندیشہ ہے کہ اگر قبلہ کی طرف منکر ہے
تو ڈوب جائے گا یا شہر یا گاؤں پر سوار ہے کہ اترنے نہیں دیتا یا اتر تو جائے گا مگر بے دو گار سوار نہ ہونے سے
یا یہ پورٹا ہے کہ پھر تو سوار نہ ہو سکے گا اور ایسا کوئی نہیں جو سوار کر دے۔ ان سب صورتوں میں جس طرح نماز
پڑھ سکے پڑھ لے اور عادی بھی نہیں

ہاں اگر سواری کے روکتے ہند تا وہ ہو تو روک کر پڑھے۔ اور ممکن ہو تو قبلہ کی طرف منکر کرے
ورنہ جیسے بھی ہو سکے پڑھے۔ چنانچہ کشتی میں نماز پڑھنے وقت بوقت تکبیر تحریر

یہ استدلال صحیح نہیں ہے۔ کیونکہ یہ اس وقت کا معاملہ ہے جب کہ نماز میں کلام کرنے کی حاجت نہیں آئی تھی۔ چنانچہ اولاد اور نسائی و مسلم کی حدیث میں ہے۔ حضور علیہ السلام نے فرمایا:

ان هذه الصلوة لا يصح فيها شئ من كلام الناس

کما نماز میں تسبیح و تکبیر و قراۃ قرآن کے سوا اور کسی قسم کی بات کی گنجائش نہیں ہے۔

بخاری و مسلم کی حدیث میں حضرت عبداللہ بن مسعود فرماتے ہیں۔ ہم حضور دم، کو نماز میں سلام عرض کرتے۔ تو آپ نماز حالت میں جواب دے دیا فرماتے مگر جب ہم چاشنی کے ہاں سے واپس ہوئے اور بارگاہ نبوی میں سلام عرض کیا تو حضور نے جواب نہ دیا۔ ہمارے انتشار پر حضور نے فرمایا میں نماز میں تھا۔ اور اولاد کی حدیث میں یہ ہے کہ حضور نے فرمایا اللہ عزوجل چاہتا ہے ظاہر فرما لے اور ظاہر فرمایا اس میں سے ایک یہ ہے کہ نماز میں کلام نہ کرنا۔

یہ حدیثیں حدیث زریحہ کی ماسخ ہیں۔ اور اس امر میں نص صریح ہیں کہ کلام مقصد نماز ہے۔ خواہ کلام مقصد نماز کے امداد صلوٰۃ ہی کے لئے ہو۔ قصد آہویا سہو یا خطا۔ اپنی خوشی سے کلام کرے یا کسی کے مجبور کرنے پر مقتدی کرے یا ہم۔ خطا کے معنی میں قرات وغیرہ کا نماز کما چاہتا تھا۔ مگر غلطی سے کلام اور بات نہ ان پر آئی اور سہو کے معنی یہ ہیں کہ اسے اپنا نماز میں مونا یا د نہ رہا۔

ترک واجب سجدہ سہو واجب

۱۱۔ اجماعاً نماز میں سے جب کوئی واجب بھولے سے رہ جائے۔ تو اس کی ترک واجب سجدہ سہو واجب ہے۔ اس کا طریقہ یہ ہے کہ اجماع کے بعد پہلی رکعت میں سلام پھیر کر دو سجدے کرے پھر تشہد وغیرہ پڑھ کر سلام پھیر دے۔ حضور علیہ السلام نے جو سجدہ سہو فرمایا ہے وہ تاخیر سلام کی وجہ سے فرمایا۔ یعنی چار رکعت کے بعد سلام پھیرنا چاہیے تھا۔ اگر آپ نے پہلے ہی پڑھ کر سلام پھیرا اور سلام میں تاخیر ہو گئی۔ جس کی تلافی سجدہ سے فرمائی۔ اس سے معلوم ہوا کہ اگر کسی نے چار رکعت پڑھ کر تشہد پڑھ کر لیا۔ پھر پانچویں کے لئے کھڑا ہوا اور پانچویں رکعت پڑھ کر سلام پھیر دیا۔ پھر یاد آیا کہ پانچ پڑھی ہیں اور سجدہ سہو کر لیا۔ چوتھی رکعت اور نہیں پڑھی، فرض ادا ہو گئے مگر پانچویں رکعت بوجہ ایک بولنے کے نہ ہو گئی۔ اس صحت میں یہ چاہیے۔ کہ جب بقدر قصد تشہد پڑھ کر کھڑا ہو گیا ہے۔ اور پانچویں کے لئے کھڑا ہو گیا ہے۔ اور پانچویں کا سجدہ کر لیا ہے۔ تو ایک رکعت اور پڑھ لے۔ اور سجدہ سہو کر لے۔ تاکہ پورا فرض ادا ہو۔ اور دو نقل ہو جائیں۔ اور پانچویں بوجہ ایک بولنے کے نہ ہو۔

۱۲۔ یہ بھی معلوم ہوا کہ سہو کے دو سجدے ہیں۔ اور یہ کہ سجدہ سہو سلام کے بعد کیا جائے۔ اور سجدہ سہو کے بعد تشہد وغیرہ پڑھ کر سلام پھیر دے۔ لا حضرت امام شافعیؒ یہ فرماتے ہیں۔ سلام سے پہلے سجدہ سہو کر لے۔ اگر یہ اختلاف ہو۔ یا عدم ہوا۔ کا ثبوت اولیت و افضلیت کا ہے۔ یعنی امام اعظم ابو حنیفہ علیہ الرحمۃ کے نزدیک ایک رکعت سلام پھیرنے کے بعد سجدہ سہو کرنا افضل ہے۔ تو اگر کسی نے بغیر سلام پھیرے سجدہ سہو کر لیا۔ اختلاف کے نزدیک بھی نماز ہو جائے گی۔ تاہم راجعۃ المسائل ج ۱ ص ۱۸۷

۱۳۔ اس کے بعد حضور علیہ السلام نے فرمایا اذا شئت احداً کہہ کر جب تم میں سے کسی کو رکعتوں کے تعلق میں شک ہو تو غری کرے۔ مثلاً یہ شک ہو کہ تین پڑھی ہیں یا چار تو تین پر تو قیمن ہوا۔ چونکہ میں شک ہے تو تین کو اختیار کرے۔ اور چوتھی اور پڑھ لے۔ مثلاً وہ پڑھی یا تین تو دو پر تو قیمن ہے لہذا دو اور پڑھ لے اور سجدہ سہو کرے۔

حدیث مذکور میں اگرچہ ظاہر اطلاق کا ذکر نہیں ہے مگر فقہی سے کلام نہ بنے تو میرا نقل پر ہی بناؤ گئی ہے گی
واضح ہو کر شک کے باب میں تین حدیثیں وارد ہیں :-

حکمت میں شک ہو تو کیا کرے؟ اول : یہ کہ جب شک ہو تو از سر نو پڑھے

دعا :- یہ کہ جب شک ہو تو بخیر کرے

ثانی : یہ کہ جب شک ہو تو یقین پر بنا کرے

مفسر علیہ السلام نے فرمایا جب تک کہ شک ہو کہ کسی رکعت پڑھی ہیں یا نہیں یا عیار غلطی طرح الشک و لیکن
مسلک اصل تو شک کو دور کرے اور اس چیز پر عمل کرے جو یقینی ہے۔

سوال اہم : مفسر علیہ السلام نے ان تین حدیثوں میں تبع کی صورت یہ پیدا فرمائی

جس کو شمار رکعت میں شک ہو مثلاً تین ہوئیں یا چار اور بلوغ کے بعد یہ پہلا واقعہ ہے تو مسلم پھر کر یا کوئی عمل منافی
ہو تو پوسے اور اس نماز کو از سر نو پڑھے۔ حدیث اول کا یہی مطلب ہے

اور اگر یہ شک پہلی یا دوسری بلکہ تیسری یا چوتھی ہو چکا ہے۔ تو اگر نماز غالب کسی طرف ہو تو اس پر عمل کرے حدیث
مطلب ہے

اور اگر نماز غالب نہ ہو تو کم کی جانب کو اختیار کرے مثلاً تین اور چار میں شک ہو تو تین قرار دے۔ اور اگر دو اور
شک ہو تو دو۔ وظیٰ ہذا فیہما۔ اور تیسری چوتھی دونوں میں فتنہ کہ تیسری رکعت کا جو نسخی ہو نا محتمل ہے۔ اور چوتھی

کے سمجھو کہ سہو کر کے سلام پھیرے حدیث سوم کا یہ مطلب ہے

ثالث : نماز غالب کی صورت میں سجدہ سہو نہیں نہ کر جب کہ سوچنے (تخیری) میں بقدر ایک رکعت کے نقص کیا تو
سجدہ ہو و واجب ہو گیا۔

اس حدیث سے یہ بھی واضح ہوا کہ سجدہ سہو اخیر صلہ میں کیا جائے۔ اور اس میں حکمت یہ ہے کہ اگر دوران نماز میں کوئی اور غلطی ہو جائے
تو اس کا قائل بھی ایک نماز سجدہ سے ہو جائے۔

تنبیہات : لغت میں غلط و ذکر کی ضد ہے۔ اور اصطلاح میں کسی بات سے دل کے
تنبیہات کی تعریف انماں ہو جانے کو تنبیہات کہتے ہیں۔ اور تنبیہات ترک کے معنی میں بھی آتا ہے جیسے اس

لغة قصبہ ص ۶۰ اقصر ولا تشغوا الفضل بجنکوم

ثالث : لغت میں یقین کی ضد ہے۔ اور اصطلاح میں شک کے معنی یہ ہیں کہ طرف علم و عقل مساوی ہو جائے۔
اور نہیں۔ یا ایک اور دو کے درمیان ٹھہر جانا اس طرح کہ دونوں طرفوں یعنی مان اور نہیں۔ یا ایک اور دو میں سے

کے دو کا میلان نہ ہو یعنی زیادہ نے ظہر کی نماز پڑھی اور اب اس کو شک ہو گیا کہ نہیں معلوم کہ چار پڑھی ہیں یا پانچ۔ تو
پانچ کے درمیان شک میں مبتلا ہے اور اس کی لکھائی کسی کو ترجیح نہیں دے رہا۔

پس اگر ایک طرف میلان ہو جائے تو قبح محض ہے اور اگر ایک طرف ایسا میلان ہو کہ آدمی اس کو اختیار کرے اور دوسری
طرف سے تو یہ ظنی غالب ہے۔ اس کو غالب رائے سے بھی موسوم کرتے ہیں :

کریم کو سہو دینا ان پر ہو سکتا ہے؟ واضح ہو کہ انور تفسیر میں ایسا کریم سے سہو دینا ان اور خطا محال ہے۔ یعنی امور دینیہ

الحکم تعلیمہ مسائل شرعیہ و اخبار معلومہ و احکام شرعیہ و احکام فنیہ (اس میں انہیں رشک و شبہ ہو سکتا ہے۔
تیسرا اور خط ۱۵۰ ایسے فرض ثبوت کو نہایت یقین و اطمینان سکون و وقار کے ساتھ ادا کرتے ہیں۔ اور دین کے
بات کو اس کی صحیح حقیقت اور نورش کے ساتھ پیش فرماتے ہیں۔ وہ خوشی اور ناراضگی حتیٰ کہ مزاج کی حالت میں
قول دین سے دین کی جس بات کا اظہار فرماتے ہیں اس میں بھی مہود فیضان اور خط و انفع نہیں ہو سکتی اور یہ بالکل ایک
ہے۔ اور کتاب و سنت کی نصوص میں بھی سے ثابت ہے اور امت کا اس پر اجماع بھی ہے۔

علاؤ فاضل علیہ الرحمۃ نے فرمایا

اما السهو في الاحوال الباطنية فالجمل

على منعه (یعنی ۲۳ مثلاً ۳)

اجماع ہے

الیز بعض اوقات ان کے ایسے افعال میں جو امور باطنیہ سے نہ ہوں بلکہ اہلیہ کے پورے ہونے کے
واقع ہو سکتا ہے۔ گروہ بھی نرا ذرا اور ہوتا ہے اور فاضل پوتا ہے پھر نال ہو جاتا ہے شیطانی کے عمل کو اس میں قطعاً حتم و
اور اس فاضل سے ایسی متعدد مسائل شرعیہ امت کو معلوم ہو جاتے ہیں۔ پھر نالچہ علامہ ابن قیم لکھتے ہیں:-

وفاشدة جواهر السهو في مثل ذلك

بيان الحكماء لشرعي اذا وقع مثله لغيره

قل الامار ۲ مثلاً

شرعی کا ظاہر ہوتا ہے۔ جبکہ اس جیسا مہود غیر
سے واقع ہو

اس سے واضح ہو کہ فہمہ کرام کے افعال میں جو مہود واقع ہو سکتے ہیں مثلاً نماز میں یا روزہ میں۔ تو ان کی اس
یہ ہوتی ہے کہ امت کو اگر مہود ہو تو وہ اس کے متعلق حکم شرعی جان لے چنانچہ حضور علیہ السلام کو نماز میں مہود
نے چار کی جگہ پانچ رکعت پر مبین تو متعدد مسائل معلوم ہو گئے۔

۱۰ خوب یاد رکھئے کہ فہمہ کرام کے افعال میں جو مہود واقع ہوتا ہے۔ اس میں شیطان کا دخل قطعاً نہیں ہوتا بلکہ
یہ جوتی ہے کہ جب وہ متوجہ الی الحق ہوتے ہیں۔ تو توجہ دھر سے ہٹ جاتی ہے۔

حضرت شیخ محقق مولانا شاہ عبدالحق محدث دہلوی علیہ الرحمۃ اسی حدیث کی شرح میں فرماتے ہیں:-

او علیہ فرماتے ہیں حضور علیہ السلام صلی اللہ علیہ وسلم

کی وجہ سے رشک میں مبتلا نہیں ہو سکتے۔

کے افعال میں جو مہود واقع ہوتا ہے وہ سب غفلت

اور دوسرے عالم کی طرف توجہ کی وجہ سے ہوتا ہے

کا حکم بھی مہود کے حکم کی طرح ہے

وگویند کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہرگز

و رشک و غفاد و غفبت یون آل انبیین

شیطان اللہ ہو لیبان افتاد و لعلہ استغراق

و توجہ عالم دیگر و حکم رشک نیز حکم مہود است۔

اشترط الطوائف ج۱ ص ۱۸۱

اس سے واضح ہو گیا کہ فہمہ کرام کے مہود کو عام لوگوں کے مہود و فیضان کی طرح نہیں سمجھنا چاہیے کیونکہ
شیطان کے مہود ہونے سے مہود فیضان و رشک و شبہ میں مبتلا ہوتے ہیں۔ مگر حضور علیہ السلام

ت آدھیں پر شیطان کا تسلط ہوگا ہرگز نہیں ہو سکتا۔ اور مزہ آپ کے قلب اطہر میں دوسرے ڈال سکتا ہے حضورؐ سے سختی افعال میں جو یہود واقع ہوئے۔ اس کی وجہ صرف یہ تھی کہ مراقبہ حق کی وجہ سے آپ کی توجہ اور توجہ قائم رہی اور میں۔

اور حضور علیہ السلام نے حدیث مذکور میں جو نبیان کی نسبت انہی ذات کی طرف فرمائی ہے۔ اور اس کا مطلب بھی یہ ہے جو لوہے کو کہہ رہا ہے۔ اور ان کے نشان نبوت کا اسی صریح کے مذکورہ بالا اہل سے یہ استدلال کرنا کہ معاذ اللہ حضور علیہ السلام کو یہ بالکل اسی طرح اور اسی نوعیت کا یہودیہ بیان ہوتا ہے جیسے عام لوگوں کو ہوتا ہے جب اہل غرض ہے اور اپنے حق کا اظہار ہے کیونکہ یہ یہی بات ہے کہ عام انسانوں کے یہودیہ بیان میں شیطان کا دخل ہوتا ہے۔ عام انسان بالکل یقینی ہے کہ وہ میں بھی شرک و شریک و یہودیہ بیان میں قیلا ہو جاتے ہیں حتیٰ کہ خدا کے وجود تک میں شک کرنے لگتے ہیں۔ اگر انبیاء معصومین حضور سید عالمؐ تو مجسم علیہ السلام و مسلم کی ذات اقدس پر شیطان کو کسی قسم کا تسلط حاصل نہیں ہے وہ اور بلاغیہ تک و شریک و یہودیہ بیان میں بھی مبتلا نہیں ہو سکتے۔ البتہ ان کے افعال میں یہود واقع ہو سکتا ہے مگر وہ بھی شاذ و نادر اور یہی ہوتا ہے اور اس کی وجہ ذات خداوندی کے مشاہدہ میں استغراق ہے۔

حضرت حمزہؓ کا حقیقی مباحض علیہ السلام نے فرمایا میں اس مسئلہ پر بڑی تفصیل سے روشنی ڈالی ہے۔ اور اس سلسلہ میں محدثین نے جو چیزیں کہنے پر تیار ہیں ان کے مکمل جواب بھی پیش ہیں ان کی طرف سے شاذ و نادر علی قاری ج ۲ ص ۲۸۰ پر چنانچہ فرماتے ہیں۔

و اعلموا ان الامة مجمعة على عصمة النبي	جان لو کہ امت کا اس پر اجماع ہے کہ حضور علیہ السلام
صلی الله علیه وسلم من الشيطان وكفايتهم منه	شیطان کی دست برد سے بالکل محفوظ ہیں۔ حضورؐ کے
لا في جسمه باسراع الاذى ولا على خاطره	جسم اقدس کو کسی قسم کا ضرر پہنچا سکتا ہے اور وہ ملک مبارک
بالدوام	ہیں و مورد غلام نہ ہو سکتا ہے۔

کے علاوہ قرآن مجید میں ارشاد فرمایا۔

ان عبادی ایمن لک علیہم من سلطان

اور روایت میں فرمایا کہ میرا قرین جو شیطان علیہ السلام سے تھا اس کا مسلحہ و بخاری و مسلم وہ میرا تاج و تاج ہو گیا۔ اس کے سلطان تھے جس موقع پر بھی دخل اندازی کی کو شخص کی کو میرا یہ نہ ہو اس سلسلہ کی چند احادیث یہ ہیں۔ حضور علیہ السلام نے فرمایا کہ حالت نماز میں شیطان دوسرے ڈالتے کے لئے آیا۔ تو میرے رب نے طاقت عطا فرمائی کہ نہ غفلت نہ۔ تو میں نے اس کا گھر خوب زور سے دیا۔ اور میں نے کہا وہ کیا کرے کہ اس کو میرے ایک تاج سے یا نہ دوں۔

حتیٰ تصبحواد تنظروا
یعنی کہ صبح کو تم اسے بندھاؤ اور دیکھو
کہ میرے بھائی سلطان علیہ السلام کی دعا و دعا و دعا کی ملک اوتار دیا۔ اس لئے میں نے ایسا نہ کیا (بخاری)
اور روایت ابی الدرداء کا حضورؐ نے فرمایا

نزلی ڈالنے کے قصد سے شیطان آیا۔ تو میں نے اس کو حق سے پکڑ لیا۔ اور اس نور سے پکڑا کہ اس وقت نہیں چھوڑا

حتیٰ وجہات بروسانہ علی یدی
شفاعہ اعلیٰ قاری ج ۲ ص ۲۵۲

۱۔ حدیث اہل الدین میں ہے کہ شیطان بھالنے مارا کہ چوگا کہ میرے دہن میں بیٹھنے کے قصد سے آیا تو میرا ارادہ تھا کہ اس کو چھوڑ کر ڈلی دوں

یٰ عجب بہ ولدان اہل المدینۃ رشفۃ منہ کور
غرض میں نوع کے متعدد شمار میں۔ جن سے واضح ہوتا ہے کہ شیطان حضور کے لئے مسخر ہے اور حضور کے اعمال و اقوال انکاد تیار لات پر اس کا کوئی عمل کامر نہیں ہو سکتا ہے۔

اور یہ جو فرمایا کہ افسی حکمتوں اس میں بھی شہادت من کل الوجہ نہیں ہے۔ چنانچہ علامہ ملا علی قاری دہلوی علیہ السلام نے اسی حدیث پر بحث کرتے ہوئے لکھا۔

انعم الیس نسیانہ کفیانہ غیرہ من
کل وجہ ریل حالۃ النسیان وانہو ای
نسیانہ و صہوہ رھنا ای فی ہذا الحل
بخصوصہ فی حقہ علیہ السلام سبب
اغادۃ علما لامتہ (و تقریر شرح الملتہ
شرح شفاہ ج ۲ ص ۲۵۲)

معلوم ہو کہ حضور علیہ السلام کا سہو بھی عام انسانوں کے سہو کی طرح نہیں۔ فائزہ و تدبیر۔ بلکہ ایک صورت میں خود حضور علیہ السلام نے فرمایا۔

ریل قدری لست النسی ای حقیقۃ
ولکن انسی البیضۃ المجلول (حوالہ ذکر)

بَابُ مَا جَاءَ فِي الْقِبْلَةِ
وَمَنْ أَذْبَرَ الْإِعَادَةَ عَلَى مَنْ سَطَى

فَقَسَّ إِلَى عَيْنِ الْقِبْلَةِ وَقَدْ سَلَّمَ النَّبِيُّ صَلَّى
اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي رُكْعَتَيْ الظُّهْرِ فَقَبِلَ

عَلَى الثَّانِيَيْنِ بِوُجْهِهِ ثُمَّ أَتَى مَا بَقِيَ
رُكْعَتَيْهِ

مقصود عنوان یہ بتانا ہے کہ جس کو قبلہ کی شناخت نہ ہو اور وہ بخیر کر کے نماز پڑھے بعد کو معلوم ہو کہ قبلہ کی
فوائد مسائل نماز نہیں پڑھی گئی تو اس صورت میں دوبارہ نماز پڑھنے کی ضرورت نہیں ہے۔

۱۔ میں بھولا نہیں یعنی حقیقت میں مجھ کو نسیان نہیں ہوا۔ بلکہ
گیا ہوں تاکہ مسئلہ معلوم ہو جائے۔

باب مسائل قبلہ کے بیان میں

اور جس نے یہ کہا کہ اگر کوئی بھولے سے قبلہ کے صواب
اور طعن نماز پڑھے تو اس نماز کا اعادہ واجب نہیں

دو راہ کی دلیل یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے دو
رکعت پڑھ کر سلام پھیر دیا اور لوگوں کی طرف منہ کر لیا

پھر باقی نماز پوری فرمائی۔

تفسیر کی کہ تمہیں کی تعداد میں حصہ نہیں ہے نہ اپنے حق ابادی نے ۱۵۔ اور علامہ جلال الدین سیوطی نے ہاتھ پر لکھا وہیں ۲۱۔
 ذکر فرماتے۔ اور ائمہ شاہ ولی اللہ محدث دہلوی نے ازاد الخفاریں علامہ ابن جریر سیوطی نے مولانا محمد فضل سادات میں
 ابن کثیر و علامہ محمود اوسی طبرہ الرحمۃ نے اپنی تفاسیر میں خاص طور پر ان واقعات کی
مواقعات سیدنا فاروق اعظم ہے۔ سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی خصوصیات سے ہے کہ جو حکم اللہ
 نے مقدر فرمایا اس کے نزول سے قبل وہی حکم حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دل میں پیدا ہو گیا۔ اور وحی الہی نے
 عمر کی رات کی تصدیق و موافقت فرمائی۔ ترمذی شریف میں ابن عمر سے استقول ہے کہ جس امر میں حضرت عمر اور دیگر صحابہ
 اجماع و قرآن مجید حضرت عمر کے قول کے مطابق تامل ہوتا سیدنا علی مرتضیٰ کم اللہ وجہہ لکم فیہ فیہ فیہ۔ کہ ہم سب
 بالاتفاق یہ خیال کرتے تھے کہ حضرت عمر کی زبان سے ممکنہ جاری ہوتا ہے نیز فرماتے ہیں کہ عمر ایک بات ہے
 اور قرآن ان کی تصدیق و موافقت فرماتا ہے لہذا اللہ الخفاہ مقصود دوم مد ۱۶۵

حدیث زیر بحث میں تین واقعات کا ذکر ہے۔

اول: حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے عرض کی یا رسول اللہ! کاشن کہ مقام ابراہیم کو مصیبت نہایا جائے
 پر سورہ البقرہ کی آیت واتخذوا من مقام ابراہیم عسلی تاذل ہوئی۔ مقام ابراہیم کے
 بحث گذشتہ اہانت میں گذر چکی ہے۔

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت عمرؓ نے حضور نبویؐ کی یا رسول اللہ! کیا اچھا
حضور آپ اذواج مطہرات کو یہ حکم فرمایا۔ علامہ کوسمی نے لکھا حضرت فاروق اعظم نے اہلیت کے لئے یہ
 کی وہ تحقیق حضورؐ کی محبت کی بنا پر تھی چنانچہ اللہ تعالیٰ نے جناب کا حکم تامل فرمایا اور روح المعانی و ازاد الخفاریں ۱۲۸

حضور سیدنا علیؓ نے اہلیت مطہرات کے ہاں بیوہ فراموشی کے باری مقرر فرمائی تھی۔ ایک دفعہ
 حضرت حفصہؓ علامہ میں بیوہ فرماتے۔ انہوں نے حضورؐ سے اپنے والد حضرت عمرؓ کی عداوت کے لئے
 اہانت طلب کی۔ حضورؐ نے اجازت دے دی وہ تشریف لے گئیں اور حضورؐ نے اسی حجرہ میں حضرت ابراہیمؓ
 مرفوزہ سے فرمایا جب حضرت حفصہؓ واپس آئیں۔ تو ماریہ قبیلہ کو دیکھ کر رشک کرنے لگیں۔ اس پر حضورؐ
 دل چوئی کے لئے ماریہ قبیلہ کو اپنے اہل حرام کر لیا۔

حضور علیہ السلام جب ام المومنین زینب بنت جحش کے ہاں تشریف لے جاتے تو وہ شہد پیش کرتی
 فوج سے حضورؐ ان کے ہاں چھوڑ دیا وہ دیر تشریف فرما رہتے۔ یہ بات حضرت عائشہؓ حفصہؓ کو ناگوار ہوئی اور انہیں
 حضورؐ زینب کے ہاں زیادہ دیر بول بیوہ فرمایا چنانچہ باہم مشورہ سے پہلے پایا کہ جب حضورؐ تشریف
 عرض کیا جاتے کہ دین آدمی سے مغایر کی بر آتی ہے اور مغایر کی بر حضورؐ کو پارسند تھی چنانچہ ایسا کیا گیا۔
 ان کا انتشار معلوم تھا۔ فرمایا مغایر تو میرے قریب نہ آیا۔ ہاں زینب کے ہاں سے شہد میں نے پہلے اس کو میں
 ابراہیمؓ کو ماریہؓ مقصود یہ کہ حضرت زینب کے ہاں شہد کے شغل سے تہاہری دل شکنی ہوتی ہے
 پہلی ہی ترک فرماتے ہیں۔

اس پر آیت مبارکہ لا تحزرہ ما حمل اللہ وکف عنہ ہوا۔ سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ

اب نے ازواج مطہرات کو غنا کیا اور فرمایا تمہیں ہر معاملہ میں حضور کی دھڑکی کو مقدم رکھنا چاہیے۔ اور اگر حضور
ملاقا سے دی۔ تو اللہ تعالیٰ آپ کو تم سے بہتر بیویاں عطا فرمائے گا۔ حضرت فاروق کی زبان سے جب یہ جملے صادر ہوئے
تھے ان کی تائید و موافقت فرمائی۔ اور یہ آیت نازل ہوئی۔

عَلَىٰ رِبِّكَ إِنَّ طَلَسْتُ لَكَ أَنْ يَشْبِقَ لَكَ | ان کا رب قریب ہے اگر وہ نہیں طلاق دے دیں
اَنْ يَخْلُقَ لَكَ خَيْرًا مِنْكَ

ترجمہ کنکات نے سوال اٹھایا ہے کہ زمین پر تو اچھات اور زمین سے بڑھ کر بہتر کوئی عورت نہیں ہے پھر قرآن نے یہ
تم سے بہتر بیویاں بدل دے جواب یہ ہے کہ اگر اللہ تعالیٰ ایسا ہو گا تو حضور کو ایسا ہی پتی اور نافرمانی کی وجہ سے حضور انہیں
کے لیے تو یہ غیر مسلمہ الارض کی صفت رہائی نہ رہیں۔ یعنی جہ ۳ ص ۱۳۱

اس حدیث سے حضرت عمرؓ کی فضیلت ثابت ہوئی ہے۔ کہ بعض اوقات جو بات آپ کے دل میں پیدا ہوتی
تو قرآن اس کی موافقت میں نازل ہوتا۔ اور صحیح دورست فیصلوں اور حکموں کا کسی کے دل میں
دام ہو جانا قرآن مجید کی متعدد آیات سے ثابت ہے۔

۱۰۰ وادعيتنا الى امر مولى ان الرضعية

۱۰۱ قاله صا فجور هاد قتلها

۱۰۲ وادعيتنا الى المصل

ظاہر ہے کہ غیر انبیاء کے الہام و افادہ خواب وین اور شریعت نہیں بن سکتے۔ اور نہ الہام کی بنیاد پر کسی امر و نہی کا
درجات ہو سکتا ہے۔ اور اس کی وجہ یہ ہے کہ غیر نبی کے الہام و افادہ کا معصوم و محفوظ ہونا ضروری نہیں ہے۔
اب قرآن یا حضور علیہ السلام کسی کے الہام و افادہ یا خواب کی تائید و توثیق کر دیں۔ لہذا اس کو کسر بنی حیثیت دے دیں
یعنی دین و شریعت بن جائے۔ لہذا ہم و تدبیر

۱۰۳ ترجمہ باب :- حدیث زیر بحث کے صحت و اعتقاد و امن مقام ابراہیم و مصطفیٰ کے حصے میں
نے مقام ابراہیم سے کہہ مراد لیا ہے۔ ان کے قول پر تو منافقت ظاہر ہے اور جنہوں نے وہ پھر مراد لیا جس پر کھڑے ہو کر
ابھی علیہ السلام نے کعبہ کی دیوار قبائلی۔ ان کے قول پر ترجمہ باب میں تعلقات قبل مراد ہوں گے۔

اس کے بعد اس نے ایک حدیث بھی ہے جس کا خلاصہ یہ ہے۔ تو ایک شخص آئے۔ اور انہوں نے کہا کہ اب تو کعبہ کی
لوگ فجر کی نماز میں اقدس کی طرف منہ کر کے پڑھ رہے تھے۔ تو ایک شخص آئے۔ اور انہوں نے کہا کہ اب تو کعبہ کی
لوگ کے نماز پڑھنے کا حکم لگایا ہے۔ پس کعبہ کی طرف ہاتھ کیسے پھرن گئے۔ یہ حدیث مکمل تفصیل و ترجمانی
غیر فیض الہادی جو ہمیں گذر چکی ہے اس سے صحت خلاصہ پر افکار کیا گیا۔ اس حدیث کی مناسبت
کے بعد اہل سے یہ کہ استغناء کعبہ کا حکم دیا گیا ہے اور وہ دشمنی سے یہ کہ وہ لوگ ناواقف ہوئے کہ کعبہ سے بیت المقدس
منہ کر کے نماز پڑھ رہے تھے اور ان وقت بھی گواہی دیتی دیکھنے والے کے حکم میں ہے لہذا اگر کوئی بول کہ غیر کعبہ کی طرف منہ
کرنے پر ہے اور بعد میں غلط معلوم ہو تو نماز کے اعادہ کی ضرورت نہیں ہے۔

۱۰۴ اس کے بعد امام نے ایک حدیث ذکر کی ہے جس کا مضمون یہ ہے کہ حضور علیہ السلام نے سہواً قبہ کی پانچ رکعت

پڑھا کہ اس حدیث اور اس تفہیم و ترجمانی کے گزروا ہے روکیو حدیث اسما عنہما ہاروم

بَابُ حَالِ الْبُرْكَاتِ بِالْبَيْدِ مِنَ الْمَسْجِدِ

باب میں جو کہ برکت لکھا ہو اسی کو برکت سے کہتے ہیں

اس حدیث کے تحت آیتیں حدیثیں بھی ہیں جنہوں کے مفہوم تفہیم ایک ہی سے ہیں ہم یہاں تینوں مکمل تین لکھ رہے ہیں اس کے بعد کے حواشی میں بھی یہ حدیثیں آئی ہیں کہ بدل ہم صرف حدیث کے وہ الفاظ جو ترجمہ الباب میں

لَا يَكُنْ أَمْسُ بَيْنَ مَا لَكَ أَتَ الْبَيْتِ صَلَوَاتُ اللَّهِ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَأَى خُفَّامَةً فِي الْقِبْلَةِ فَتَنَزَّاهُ لَهَا عَلَيْهِ حَتَّى رُئِيَ فِي وَجْهِهِ فَقَامَ فَخَلَّ يَدَيْهِ فَقَالَ إِنَّ أَحَدَكُمْ إِذَا هَتَمَ فِي صَلَاتِهِ حَزَانَةً يَأْتِي رُبَّهَا أَقْرَأَتْ رَبَّهُ بَيْنَهُ وَبَيْنَ الْقِبْلَةِ فَكَأَيُّ مَرْتَبٍ أَحَدُكُمْ قِيلَ بَيْتُهُ وَلَكِنْ عَنْ يَسَارَةٍ أَوْ تَحْتَ كَدِّهِ ثُمَّ أَخَذَ طَرَفَ رِدَائِهِ فَبَصُقَ فِيهِ ثُمَّ رَدَّ بَعْضَهُ عَلَى بَعْضٍ فَقَالَ أَوْ يَفْعَلْ طَعْنًا

(بخاری)

۱۴۲۰ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَأَى يُصَافِي فِي حِلَّةٍ أَوَّلَ الْقِبْلَةِ فَخَلَّ يَدَيْهِ ثُمَّ أَقْبَلَ عَلَى الْقَابِ فَقَالَ إِذَا كَانَ أَحَدُكُمْ يُصَلِّي فَكَأَيُّ مَرْتَبٍ قِيلَ وَجْهِهَ فَإِنَّ اللَّهَ تَجَنَّبَهُ قِيلَ وَجْهِهَ إِذَا صَلَّى

وَمِنْ عَائِشَةَ أُمِّ الْمُؤْمِنِينَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَأَى فِي حِلَّةٍ أَوَّلَ الْقِبْلَةِ فَخَطَا أَوْ يُصَافِي أَوْ خُفَّامَةً فَخَلَّ يَدَيْهِ مِنَ الْمَسْجِدِ (بخاری)

حضرت اس کہتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس قبلہ کی طرف متوجہ ہوا اور دیکھا تو آپ کو یہ برکت آگاہ ہوا کہ آپ کے چہرہ آندس پر بارگاہی نمایاں ہو گئے پھر آپ نے اس کو دست مبارک صاف کر دیا اور فرمایا جب کوئی نماز میں سے فارغ ہو جائے تو گویا وہ اپنے رب سے ہر گزشتہ نماز اس کا وہ اس کے اندر کے بیچ میں پڑتا ہے تا کہ جو حالت میں انتہائی قرب حاصل ہوتا ہے تو کوئی برکت کی طرف متوجہ ہو کر (ابتدا اگر ضرورت کے) تو بائیں طرف یا دائیں کے بیچے ہو کر سے پھر آپ نے چادراٹھائی اس کے ایک کونہ میں تھوکا پھر آپ نے اس کو الٹا پیٹ کر دیا اور فرمایا یہ ایسا کرے۔

حضرت علیہ السلام نے قبلہ کی دیوار پر ہنوک دیکھا اس کو کمرچ ڈالا اور فرمایا جب کوئی نماز میں سے فارغ ہوئے تو قبلہ کے سامنے نہ بھوکے اس لئے کہ اگر چہ چہرہ کے سامنے اللہ عزوجل ہوتا ہے۔

حضرت ام المؤمنین عائشہ صدیقہ فرماتی ہیں کہ حضور علیہ السلام نے قبلہ کی دیوار پر ہنوک دیکھا تو انہیں دیکھا تو اس کو صاف فرمادیا۔

فوائد مسائل

حدیث اول کو امام نے حسب ذیل ابواب میں ذکر کیا ہے۔ باب کفالت السباق فی المسجد

اذا بدأ السباق، باب لا یبصق عن یمینہ فی الصلاة، باب لیبصق یمینہ، باب ما یجوز من السباق، باب المصلی یشاہی ربه اور سلم ترغی و تسائی لے ہو

اس میں اس حدیث کو درج کیا ہے
حدیث دوم کو امام نے ادب میں ذکر کیا۔ اور مسلم و نسائی نے بھی روایت کیا ہے
اور حدیث سوم کو امام بخاری نے صلاۃ میں اور مسلم نے بھی صلاۃ میں ذکر کیا ہے
یہ تینوں حدیثیں حسب ذیل مسائل پر مشتمل ہیں۔

مسجد کو سرخس کی مسجد کی اور گھن کی چیز جسے بدن کا میل کچل، قنوک، برٹ کھٹکار
وغیرہ سے پاک و صاف رکھنا واجب ہے (۲) مسجد کی خبر گیری متولی یا منتظم
یا امام کے فرائض میں سے ہے (۳) آدمی کے فرائض پسینہ، قنوک، ریشہ
وغیرہ پاک ہیں۔ اور نکالت نماز کیلئے جس بقدرت کے پیش میں حرج نہیں (۴) مسجد میں ہونا

کی کرنا مسجد کی دیواروں پر یا ان کے نیچے قنوک اور تاک سنگاں متوجہ ہے۔ اور چٹائیوں کے نیچے ڈالنا اور پڑھنے سے
بچنا۔ اور اگر ناک سنبھلنے یا تھکنے کی ضرورت پڑ جائے تو کپڑے میں لے لے (۵) جب قنوک کی طرف نہ قنوک کے
دھڑکی صورت میں ہے بقدرت نے فرمایا۔ جو قبیلہ کی جانب قنوک کے قیامت کے دن اس طرح آئے گا کہ اس کا قنوک دونوں
سوں کے درمیان ہو گا۔ اور امام احمد کی روایت میں ہے کہ مسجد میں قنوک لگانا ہے۔

اور اس سلسلہ کی احادیث پر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ قبلہ رخ قنوکنا کم از کم کردہ ضروریہ ضروریہ ہے۔ کیونکہ اس
کا یہ عید آئی ہے۔ اور ابو داؤد اور ابن حبان میں اسباب ابن قتادہ کی حدیث میں ہے۔ کہ ایک امام کو حضور نے قبلہ رخ
کئے کی وجہ سے امامت سے محروم کر دیا۔ اور فرمایا بئذاذیت اللہ دوسرے دن تو نے اللہ اور اس کے رسول کو
تو دی ہے (۱) اور یہ امامت کا حکم مسجد و خارج مسجد دونوں کو شامل ہے۔ علامہ ابن علی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا۔ کہ

میں بقدرت بھی قنوکنا خطا ہے۔ قنوکنا پر چلنے کو کپڑے میں لے لے۔ (روایت ج ۱ ص ۳۲)
قبلہ کی طرف قصداً پاؤں پھیلانے کو تیار سے قنوکنا کر دیا ہے۔ خواہ سوتے میں پھیلائے
یا جاگتے میں غالباً اس مسئلہ کے متعلق کوئی نص مزع نہیں ہے۔ مگر جب قبلہ کی جانب قنوکنا منع ہے تو
پاؤں کرنا بھی منع ہونا چاہیئے۔

۱۲) اور یہ جو سر رابا کہ قبلہ کی طرف نہ قنوک۔ کیونکہ نماز کی اور قبلہ کے درمیان خدا ہے۔ اس سے مقصود
ہے کہ قبلہ کی طرف متوجہ ہونا اللہ عزوجل کی طرف متوجہ ہونے کا قدر ہے۔ لہذا مولانا رحمت رب کے وقت کوئی
نہ حرکت نہ کی جائے۔

۱۳) مسئلہ نے حدیث کے اس فقرے فان اخلہ قبل وجہ سے یہاں استدلال کیا کہ معاذ اللہ اللہ عزوجل ہر جگہ و
جگہ میں یعنی ہر جگہ ہے۔ لیکن ان کا یہ استدلال متعدد وجوہ سے باطل و مردود ہے۔

۱) اولاً اگر اللہ تعالیٰ ہر جگہ اور ہر مکان میں یعنی ہر جگہ ہے تو بائیں طرف اور پاؤں کے نیچے قنوکنا بھی منع ہونا چاہیئے
۲) ثانیاً اس حدیث میں اس کی تفسیر موجود ہے فان الوجهہ تہیہ وجہہ اللہ کی رحمت و ناز کی ساری
۳) ثالثاً یہ کہ خود اللہ عزوجل ہاں موجود ہوتا ہے۔ و ثانیاً اس نواز کے ساتھ اصل تشاہدات سے ہیں۔ جیسے
۴) کہ میں اللہ اور پہلی کی نسبت خدا کی طرف کی گئی ہے اور باسنوی علی العرش بھی فرمایا گیا ہے اور تشاہدات

پر ایک کھم بیلان لانا ضروری ہے اور ان کی گہرائی میں جانے کا میں حلف نہیں کیا گیا :
بَابُ خَلْقِ الْمَخَاطِرِ بِالْخُصَاصِ وَسَيِّئَاتِ الْمَسْجِدِ
 و قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ إِنَّهُ دَخَلْتُ عَلَى قَدِيرٍ
 فَطَلَبَ فَلْيَسْبِلَهُ دَارًا كَانَ يَسْكُنُهَا
 فَخَلَا رَجُلًا

باب مسجد میں رینٹ دیکھے تو اس کو نکلی سے
 کھرچنے کے بیان میں
 حضرت ابن عباس نے فرمایا اگر تو گیلی بجا ست
 پر چلے تو اس کو دھو ڈال اور اگر سوکھی پر چلے تو
 اس کو دھونا ضروری نہیں

ماشاء اللہ ابن حجر نے فرمایا کہ عنوان مذکورہ سے اہم بخاری نے اس امر کی طرف اشارہ کیا ہے۔ قبل رخ دیوار
 تھوکنے کی ممانعت کی اصل علت احترام قلب ہے۔ محض ساؤی نہیں ہے یعنی ایذا بھی علت ہے لیکن احترام قبلہ اگر کہ ہے۔
 لہذا اہم بخاری نے ثبوت کے ترسانک ہونے میں فرق نہیں کیا۔ اور زیر عنوان تعلیق کو ابن ابی
 نے بہت صحیح روایت کیا۔ قد زہر اصل بر اس چیز کو کہتے ہیں جس سے آدمی کو طبعاً نفرت ہو۔ خواہ وہ فی الجملہ
 نجاست ہو یا زہر۔

۱۱۔ متوجہ تھا اباب سے اس تعلیق کی مناسبت غالباً یہ ہے کہ اگر کوئی شخص قبلہ ثبوت پر چلے۔
 پاؤں میں لگ جائے تو جب مسجد میں آئے تو اس کو پانچے کہ پاؤں دھو لے۔ ہاں اگر یہ چیزیں سوکھی ہوئی ہوں۔ تو پھر
 دھونے کی ضرورت نہیں ہے۔

حضرت ابو ہریرہ سے روایت ہے کہ حضور علیہ السلام نے مسجد کی دیوار پر بنو دیکھا
فَنُتِنَ اُولَئِكَ حِمَاةً فَتَنَّهُمْ رَجُلًا
بَلَّغَ لَا يَبْصُرُ عَنْ يَدَيْهِمْ فِي الصَّلَاةِ
 حضرت ابو ہریرہ سے مروی ہے کہ حضور علیہ السلام نے فرمایا
فَلَا يَسْتَحْضِمُ وَبَلَّ وَجْهَهُ دَلَا عَنْ
يَمِينِهِ رَجُلًا
بَابُ لَيْبُصٍ عَنْ يَسَارِهِ فَتَنَ قَدْرًا
الْبَيْتِ
 حضرت انس بن مالک سے روایت ہے کہ حضور علیہ السلام نے فرمایا۔ مومن جب نماز میں ہوتا ہے تو اپنے رب
 کو دیکھ کر اپنے سامنے نہ تھوکر اور نہ دینی طرف تھوکر۔
وَلَكِنْ عَنْ يَسَارِهِ اَوْ عَنْ قَدْرٍ
 ابتر بائیں طرف یا پاؤں کے نیچے تھوکر لو

۱۲۔ دینی طرف تھوکرنا بھی اچھا نہیں کیونکہ دینی طرف نیکیاں کہنے والا فرشتہ ہوتا ہے امام نووی نے
 دینی طرف تھوکنے کی ممانعت مطلق ہے خواہ نماز میں یا غیر نماز میں مسجد میں یا غیر مسجد میں۔ مصنف صاحب المذاہب کی دعا بت
 کہ حضرت عبداللہ بن مسعود نماز کے علاوہ بھی دینی طرف تھوکنے کو ناجائز قرار دیتے تھے۔ معاذ ابن جبل فرما

قَوَائِدُ مَسَائِلِ ۱۱۔ دینی طرف تھوکرنا بھی اچھا نہیں کیونکہ دینی طرف نیکیاں کہنے والا فرشتہ ہوتا ہے امام نووی نے
 دینی طرف تھوکنے کی ممانعت مطلق ہے خواہ نماز میں یا غیر نماز میں مسجد میں یا غیر مسجد میں۔ مصنف صاحب المذاہب کی دعا بت
 کہ حضرت عبداللہ بن مسعود نماز کے علاوہ بھی دینی طرف تھوکنے کو ناجائز قرار دیتے تھے۔ معاذ ابن جبل فرما

اس سے میں مسلمان بنوا ہوں کبھی دینی طرف نہیں تھوکا۔ حضرت عمر بن عبدالحزیر سے مروی ہے کہ وہ اپنی اولاد کو دینی طرف سے مطلقاً منع فرماتے تھے۔

۱۱۔ علامہ خطابی نے فرمایا کہ ہمیں طرف تھوکنے کا پابندی ہے لیکن ہمیں طرف کوئی اور نمازی ہو تو پھر نہ دینی طرف تھوک کے نہ ہمیں طرف اپنے ہمیں آدم کے بچے تھوکے یا کپڑے میں لے لے دینی جہ ۲ ص ۳۱۹-۳۲۰

۱۲۔ مسانی کی حدیث میں ہے کہ مسجد میں قبلہ کی جانب تھوک دیکھ کر حضور کا چہرہ آدنس سرخ ہو گیا۔ ایک انصاری کورت نے دیکھ کر چھ دیباہ اور دہل خوشبو لگائی حضور نے فرمایا بیت اچھا کیا۔

۱۳۔ صحیح مسلم میں روایت ابوذر مرقا آیا ہے کہ میں نے اپنی امت کی بد اعمالیوں میں یہ بھی پایا ہے کہ مسجد میں سے حواور اسے ملایا نہ جائے۔

۱۴۔ مسند احمد میں روایت سعد بن ابی وقاص سے مروی ہے کہ جس شخص کو مسجد میں کھنگارہ ملے تو چاہیے کہ اسے دے دیا نہ ہو کہ کسی مسلمان کے جان یا کپڑے رنگتے کے باعث اسے ایذا ہو۔

۱۵۔ مہند احمد طبرانی میں روایت ابوالمردزقہ فرماتا ہے کہ مسجد میں تھوک کر دین نہ کرنا گناہ ہے اور کون کر دینا نیکی اور نیکہ دینا نیکی ہے وہ ہمدین منصور کی روایت میں ہے کہ ابوعبیدہ بن الجراح ایک رات مسجد میں تھوک کر اسے صاف کرنا بھول گئے تھوکر یاد آیا تو آگ کا ایک شعلہ لے کر گئے اس کی بد نشئی میں تھوک تلاش کر کے مٹی میں دبا دیا۔ اور فرماتے گئے ۱۰۰ شعلہ کے لئے قریب ہے جس نے آگ کی بات مجھے گناہ سے بچالیا۔

مسجد میں تھوکنے کا کفارہ
حضرت انس بن مالک سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مسجد میں تھوکنا مطلب ہے آدماس کا کفارہ اس کو دین کرنا ہے۔

بَابُ كَفَّارَةِ الْبُزَاقِ فِي الْمَسْجِدِ
أَنَّ بَنِي مَالِكٍ قَالُوا قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْبُزَاقُ فِي الْمَسْجِدِ خَطِيئَةٌ وَكَفَّارَتُهَا دَنْتَجَا رَجَمَا

۱۶۔ اس حدیث کو مسلم و ابوداؤد نے صلوٰۃ میں ذکر کیا۔
۱۷۔ اس مطلب حدیث یہ ہے کہ اگر بغیر ضرورت مسجد میں تھوک دیا یا غلطی سے تھوک دیا اور مسجد کی زمین کچی ہے تھوک کو مٹی وغیرہ سے دبا دے اور اگر فرش چٹہ ہو تو پھر اس کو مٹان کرنا ضروری ہے۔
۱۸۔ اس حدیث سے واضح ہوا کہ مسجد کو ہر قسم کی چیز سے پاک و صاف رکھنا اور اس کے احترام میں فرق نہ آنے دینا

۱۹۔ ضروری ہے۔
بَابُ بَنِيمُ كَوِ مَسْجِدٍ فِي دَفْنٍ كَرُونَا
اس عنوان کے تحت امام نے دو حدیث ذکر کی ہے جو اور گزری چکی ہے اور جس میں یہ روایت دی گئی ہے اگر مسجد میں تھوک دیا ہے تو اس کو دبا دینا یا مٹی سے بصورت دیگر صاف کر دینا پابندی ہے۔
بَابُ جَبِ تْھوک کا غلبہ ہو تو نمازی اپنے دامن میں تھوک لے۔
بَابُ إِذَا بَدَرَ رَجُلٌ الْبُزَاقَ قَلْبًا حَذَّ يَطْرُقُ قَرْبًا
حضرت انس بن مالک کہتے ہیں حضور صلیہ السلام نے فرمایا نمازی کو چاہیے کہ قبلہ کی جانب نہ تھوکے البتہ ہمیں طرف یا

اسے فروغت صبح آثار دہور
چشم تو بیندہ مالی الصدور

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ حضور علیہ السلام کی مقدس آنکھیں عام لوگوں کی آنکھوں کی طرح نہ تھیں۔ حضور اگلے پیچھے اور نیچے کیساں دیکھتے تھے کہ افعال و احوال کا تذکرہ کونوں طریقہ سے ادا کرنا چاہیے۔ اسی واسطے رکوع و سجدہ میں نہیں جانا چاہیے۔
بَابُ هَلْ يَقَالُ مَسْجِدٌ نَبِيٌّ كَذَا
یہ نام بخاری علیہ الرحمۃ نے یہ عنوان قائم کر کے ایک توان لوگوں کی تردید کی ہے جو کسی بات کی نسبت غیر اللہ کی طرف کرتا جائز نہیں سمجھتے۔ اور یہ بتایا ہے کہ ہر چیز کی نسبت غیر اللہ کی طرف کرنا جائز ہے۔ مثلاً یہ کہنا کہ یہ مسجد فلان کی ہے۔ اس میں کوئی قباحت نہیں کیونکہ اس نسبت کا مقصود محض شایستگی اور معرفت ہوتی ہے۔ فتح الباری میں حافظ علیہ الرحمۃ نے لکھا

مسجد کی نسبت و اشاعت ان کے بانی یا نزاری کی طرف کرنی جائز ہے۔ اسی طرح دیگر اعمال خیر کی نسبت بھی جائز ہے۔

حضرت عبد اللہ بن عمرؓ سے ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اشارہ گھوڑوں کی دوڑ میں سے لے کر مقام کثیفۃ الوداع تک مقرر کی۔ اللہ غیر اشارہ گھوڑوں کی دوڑ کثیفۃ الوداع سے بھی ذریعہ کی مسجد تک مقرر کی۔ اور حضرت عبد اللہ بن عمرؓ ان لوگوں میں تھے۔ جنہوں نے گھوڑوں کی مسابقت کی شہرہ کی تھی۔

وینتفاد منہ جواز اضافۃ المسجد الى
بانيها او المصلی فیها ویستحق به جوازا
اضافۃ اعمال البر الى الربا بها رفق ابلدی
عَنْ عَائِشَةَ اُمِّ الْمُؤْمِنِينَ عَمَّا رَأَتْ رَسُولَ اللَّهِ
صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَاتِيقَ بَيْتِ
الْحَيْبِ اَتَتْهُ اُخْبِرَتْ مِنْ الْحَنْبِيَاءِ وَ
اَمَّ كَاثِبَةَ الْوَدَاعِ وَمَاتِيقَ بَيْتِ
الْحَيْبِ اَتَتْهُ لَمْ تَقْعَرْ مِنْ الشَّيْخَةِ
اِلَى مَسْجِدِ بَيْتِ نَدِيقٍ وَاعْتَمَدَ اللَّهُ
اَتَتْ عَمْرُكَانَ مَاتِيقَ بَيْتِ رَهْمَى

انہ نے اس حدیث کو سنائی میں بھی ذکر کیا۔ اور وہ آؤ نے جہاں میں اور لسانی نے خیال میں ذکر کیا۔
قائد مسائل تصحیح کے مسئلے میں کہ گھوڑے کو چالیس دن تک خوب کھلانے پلاتے ہیں۔ یہاں تک کہ وہ خوب موٹا ہو جاتا ہے۔ اس کے بعد اس کی غود آگ میں کی کر دیتے ہیں اور جنوں ڈال کر پسینہ دلاتے ہیں۔ اس طرح کرنے سے اس کی کستی کاٹنی اور بے فائدہ موٹا یا ختم ہو جاتا ہے۔ ملوڑہ چست ہو جاتا ہے۔ اور دوڑنے میں اس کا سانس نہیں جھوٹتا۔
حقیا ایک موضع کا نام ہے۔ ثخیفۃ الوداع سے یہاں تک چھ میل کا فاصلہ ہے۔ اور ثخیفۃ الوداع سے مسجد نبیؐ کی ذریعہ تک ایک میل کا فاصلہ ہے۔ حدیث میں اس کا نقل پر مشتمل ہے۔

دو یا نو میل کی اصلاح اور ان کو کھانا نہ دینے کے لئے نہیں بلکہ کھانا جائز ہے۔ جیسے خسی کرنا جائز ہے

۱۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے خدا تعالیٰ سے دعا ہے کہ اس کتاب کی تفصیل کے حقیقت کی تالیف خدا تعالیٰ سے نصیب ہو اور باحیثیات کاملاً صحیح ہو۔ یہ نقل کتابت میں کتبہ و ضوابط لا بد سے ہو گیا ہو۔

۱۲) مسابقت جائز ہے۔ امام شافعی نے فرمایا سنت ہے۔

مسابقت کا بیان | مسابقت کا مطلب یہ ہے کہ چند اشخاص آپس میں یہ طے کر لیں کہ کون کسے پہنچ جاتا ہے۔ جو مسابقت کے جائز ہونے کی شرط یہ ہے کہ صرف ایک جانب سے الٹ شرط ہو۔ مثلاً ذیہ و دیگر دونوں میں سے ایک نے یہ کہا کہ اگر گھوڑا آگے نکل گیا یا تیرنشاہ پر لگا تو میں نہیں ایک سو روپے انعام دوں گا۔ اور اگر میں آگے نکل گیا تو تم سے کچھ نلوں گا۔

صورت جواز کی یہ ہے کہ قیصر شخص ان دونوں سے یہ کہے کہ تم میں جو آگے نکل گیا۔ اس کو میں سو روپے انعام دوں گا۔ اور میں یہ بھی متوہی ہے کہ مسابقت اتنی ہو جسے گھوڑے طے کر لیں اور جتنے گھوڑے نکلے جائیں وہ سب ایسے ہوں جن میں نہ ہو کہ ہر ایک آگے نکل جائے گا۔ اسی طرح تیر اندازی اور آدمیوں کی دوڑ میں بھی یہی شرط ہے۔

۱۳) اگر دونوں جانب سے الٹ شرط ہو مثلاً ذیہ و دیگر سے کہے کہ اگر تم آگے ہو گئے تو میں سو روپے دوں گا۔ اور اگر میں آگے گیا تو سو روپے تم سے ہوں گا۔ یہ صورت ہو گئے کی ہے اور حرام و ناجائز ہے۔

۱۴) اگر مسابقت کے لئے ماننے میں کوئی چیز مشروط ہو تو پھر مسابقت ہر چیز میں ہو سکتی ہے۔

۱۵) مسابقت کے لئے جو کچھ لٹا ہے ہوا ہے وہ اس کے لئے حلال و طیب ہے۔ مگر وہ اس کا مستحق نہیں۔ یعنی اگر وہ سزا دے تو سبانی قاضی کے اہل و عوامی کر کے جبراً وصول نہیں کر سکتا۔

۱۶) اگر مسابقت صرف ہوا و لعب کے طور پر ہو تو مکروہ ہے۔ حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام تیر اندازی اور گھوڑ دوڑ میں جو حصہ لیا تو اس سے مقصود ہوا و لعب نہ تھا۔ بلکہ جہاد کے لئے تیار رہنے کی تھی۔

باب | حدیث تیر و لعب میں مسجد بنی زبیر کے لفظ آئے ہیں: یہی تیر و لعب اباب ہے۔ اور اس سے ثابت ہوا کہ اگرچہ اہل خیر کی نسبت و اخلاق غیر اللہ کی طرف کر دینا جائز ہے جیسے کہا چلے مجھ و زبیر قال۔ شرابی مسجد میں مسجد، اور اسی طرح حضور زبیر پاک کی نیاز کا کبر۔ خواجہ امیری کا کبر۔ کہ اس سے مقصود محض معرفت ہوتی ہے کہ یہ کبر یا کھانا کھانے خوش پاک کی روئے مبارک کو اعلیٰ نواب کے لئے ہے اور میں :-

باب مسجد میں ال تقسیم کرنا اور کھجور کا خوشہ لٹکانا
امام بخاری نے فرمایا کہ خوشہ کو کہتے ہیں۔ اس کی تین
قسمیں ہیں۔ اور جمع بھی تنوان ہے۔ جیسے صفو کی
جمع صفوان ہے۔

ابو یحییٰ بن یحییٰ نے عبد الوہاب بن حبیب سے کہا کہ میں نے
حضرت انس سے روایت کی۔ کہ نبی صلی اللہ علیہ
وسلم کے پاس بھرنے کا مال آیا آپ نے فرمایا۔ اس
کو مسجد میں رکھ دو۔ اور یہ مال ان سب سے زیادہ تھا جو
حضور کے پاس آیا۔ پھر حضور نماز کے لئے تشریف

بَابُ الْقِسْمَةِ وَتَقْدِيمِ الْقِسْمِ فِي الْمَسْجِدِ
قَالَ أَبُو حَنِيفَةَ هَذَا الْقِسْمُ الَّذِي لَا يَكُونُ
تَقْدِيمًا وَلَا تَقْسِيمًا إِلَّا بِمَا يَكُونُ مَقْدُومًا
وَمَقْدُومًا

قَالَ أَبُو حَنِيفَةَ يَتَعْنِي ابْنَ طَهَّانٍ حَتَّى
تَقْدِمَ الْغَنَاءُ عَلَى الْفَقْرِ أَوْ تَقْدِمَ الْفَقْرُ عَلَى
الْغَنَاءِ أَوْ تَقْدِمَ الْغَنَاءُ عَلَى الْفَقْرِ أَوْ تَقْدِمَ
الْفَقْرُ عَلَى الْغَنَاءِ أَوْ تَقْدِمَ الْغَنَاءُ عَلَى
الْفَقْرِ أَوْ تَقْدِمَ الْفَقْرُ عَلَى الْغَنَاءِ

اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَخَرَجَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى
اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَى الشَّلَاةِ وَكَأَنَّهُ لَيَقِفُ
إِلَيْهِ قَلْبًا قَفْصِي الْعَلَوَّةِ حَيَاءً فَجَلَسَ
إِلَيْهِ قَدَا كَمَا كَانَ يَرَى أَحَدًا إِلَّا أَعْطَاهُ
إِذَا جَاءَهُ الْعَبَّاسُ فَقَالَ يَا رَسُولَ اللَّهِ
أَعْطِنِي قِيَامِي قَدَايَتُ نَفْسِي وَفَدَايَتُ
عَقِيلًا فَقَالَ لَهُ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خُذْ نَفْسًا فِي تَوْبَةٍ ثُمَّ ذَهَبَ
يُذَنُّهُ فَلَمْ يَسْتَطِعْ فَقَالَ يَا رَسُولَ اللَّهِ
مُرِّضُهُمْ يَرْفَعُهُ إِلَى ثَمَالٍ لَا قَالَ
فَارْفَعُهُ أَمَّا عَلَى قَالَ لَا فَتَرَفَعُهُ
ثُمَّ ذَهَبَ يَقْبَلُهُ فَقَالَ يَا رَسُولَ اللَّهِ
مُرِّضُهُمْ يَرْفَعُهُ عَلَى قَالَ لَا قَالَ
فَارْفَعُهُ أَمَّا عَلَى قَالَ لَا فَتَرَفَعُهُ ثُمَّ
بَعَثَهُ فَأَتَاهُ عَلَى كَاهِلِهِ ثُمَّ أَلْطَقَ
فَمَا نَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
يُثَبِّتُهُ بَصْرَهُ حَتَّى خَفِيَ عَلَيْهِ نَا حَبَابًا
مِنْ جَرِيهِ فَمَا قَامَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَثَمَنَهُ مِنْهُمْ وَنَحَارَى

لئے۔ اور اس کی طرف التفات نہ فرمایا جب آپ
نماز سے فارغ ہوئے تو اہل کے پاس آکر بیٹھ گئے
اور بھی نظر آیا اس کو عطا فرمائے گئے۔ اتنے میں
حضرت عباسؓ کے عرض کی مجھے بھی کچھ دیجئے میں
نے بدی لڑائی میں اپنا اور قبیل کا قدیم دوا تھا حضورؐ
نے فرمایا تم بھی لے لو۔ تو اہل نے کئی لپیں دیوں کی
بھوکہ پنے کپڑے میں ڈال لیں پھر اٹھانے لگے تو اٹھ نہ
سکی۔ عرض کی یا رسول اللہ کسی کو حکم دیجئے کہ
مجھے اٹھوا دے۔ فرمایا نہیں۔ عرض کی۔ تو پھر
آپ اٹھوا دیجئے۔ فرمایا نہیں۔ آخر اہل نے
اس میں سے کچھ کم کر کے پھر عرض کی۔ کسی کو
حکم دیجئے کہ اٹھوا دے فرمایا نہیں۔ عرض کی آپ
بی اٹھوا دیجئے۔ آخر حضرت عباسؓ نے پھر اس
میں سے کچھ کم کیا اور اس کو اپنے کندھے پر رکھ کر
چل بیٹھے اور حضور علیہ السلام براہ راست کو دیکھتے رہے
حتیٰ کہ وہ نظر سے اوجھل ہو گئے۔ آپ نے ان
کی حرص پر تعجب فرمایا پھر آپ اس دولت تک نہ اٹھے
جب تک کہ اس مال میں سے ایک درہم بھی باقی رہا
یعنی سب کا سب تقسیم فرمادیا۔

ایک سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ عنان تو تھا۔ مسجد میں مال تقسیم کرنا اور مال غور کا خوشہ لٹکانہ مگر حدیث زیر

فائدہ مسائل

انجست میں خوشہ کا ذکر نہیں ہے۔

جواب یہ ہے کہ خوشہ بھی ایک قسم کا مال ہی ہے۔ توجب مساکین میں تقسیم کے لئے مال مسجد میں رکھنا جائز ہوگا
مساکین کو دینے کے لئے خوشہ کا مسجد میں لٹکانہ بھی جائز ہوگا۔ با عنوان میں سنائی کی اس روایت کی طرف اشارہ ہے۔ جو
عوف بن مالک سے مروی ہے اور جس میں خوشہ کا ذکر ہے۔ اور امام نے اس روایت کو اس لئے ذکر نہیں کیا کہ یہ ان کی شرط
پر نہ تھی۔ یہ اس روایت کی طرف اشارہ ہے جو ثابت سے کتاب الدلائل میں مذکور ہے۔ اور جس کا مضمون یہ ہے کہ حضور
علیہ السلام نے ہر باغ میں سے کچھ بھل وغیرہ طلباء و مساکین کے لئے مسجد میں رکھنے کا حکم دیا تھا۔ اور اس کی تقسیم و حفاظت
حضرت ساد بن جبیل رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سپرد کی تھی۔ یعنی ج ۲ صفحہ ۳۳

اہل بحرین سے صلح کر لی گئی تھی۔ اور آپ نے حضرت ملا بن حضری کو وہاں کا گورنر مقرر کیا تھا

اہل بحرین کا خراج تھا۔ جو ایک لاکھ درہم تھے۔ اسے پھر خراج تھا۔ یہ خراج دجزہ ہر مال

من البحرین

آپ کا اور حضور علیہ السلام سے مستحقین میں تقسیم فرمادیجئے تھے جس سال حضور کا وصال ہوا۔ آپ نے حضرت جابر سے فرمایا تھا کہ اب کعبہ کے جو بحرین کا خراج آئے گا اس میں سے تمہیں بھی دوں گا۔ لیکن خراج بحرین کے آنے سے قبل آپ کا وصال ہو گیا۔ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے آپ کی طرف سے یہ وعدہ پورا فرمایا۔
حدیث قدسیہ میں ہے:۔

فرما دیا کہ میں تقسیم کرنے مسجد میں، مال خیریت و صدقہ و خیرات و جزیہ و خراج و کفنا جائز ہے حضرت امام مالک سے مسجد میں قنونی دنیا مسائل و شریک کا اظہار و بیان کرنا اور لوگوں کے پیچھے کھڑے ہونے یا رکھ دینا جائز ہے۔
۲۰۔ مال کی حرام کرنا اور حاجت سے زیادہ طلب کرنا اچھا نہیں بلکہ یہ ہے کہ جب حضرت عباس نے اپنے لئے مال جمع کیا تھا اس کے لئے حضور نے نہ خود اٹھانے میں مدد کی نہ دوسرے سے مدد دلائی۔

۲۱۔ امام کا یہ فرض ہے کہ مصروفات خیرات، جزیہ و خراج کی رقم مستحقین میں تقسیم کر دے اور اس میں تاخیر نہ کرے۔
۲۲۔ حضور علیہ السلام نہایت سخی تھے آپ اس وقت تک نہیں آئے جب تک کہ وہ سال مال مستحقین میں تقسیم نہ ہو گیا۔
بَابُ مَنْ دَخَلَ لِيَطْعَمَ فِي الْمَسْجِدِ وَ
مَنْ أَتَاهُ مِنْهُ

قَالَ حَدَّثَنَا الشَّيْخُ صَاحِبُ الْمَسْجِدِ مُحَمَّدٌ بْنُ
فِي الْمَسْجِدِ وَقَدْ تَأَمَّنْتُ فَقُلْتُ فَقَالَ لِي
أَنْتَ لَمْ تَكُنْ لِيُطْعَمَ فَقُلْتُ نَعَمْ قَالَ لِيَطْعَمِ
قُلْتُ نَعَمْ فَقَالَ لَيْسَ حَوْلَهُ ثَوَمٌ فَانْطَلَقَ
وَأَنْطَلَقْتُ بَيْنَ يَدَيْهِ

حضرت انس کہتے ہیں کہ میں نے حضور علیہ السلام کو مسجد میں دیکھا تھا۔ آپ کے پاس اور لوگ بھی آتے تھے۔ میں آپ کے قریب کھڑا ہو گیا۔ آپ نے فرمایا: یہاں آؤ۔ اچھے کھانے، دعوت کے لئے بلانے کے لئے بھیجا۔
جس میں نے عرض کی جی ہاں۔ حضور علیہ السلام نے ہاتھ پر مجلس سے فرمایا: اٹھو اور پھر ابو طلحہ کے گھر کی طرف روانہ ہوئے اور میں صبح سے آگے چلا۔

بخاری

ابو طلحہ بن ابی اسد کے سوتیلے والد میں۔ اس سے کل ۱۰ حدیثیں مروی ہیں۔ بخاری میں نہیں ہیں۔ مستدرک حریثی میں ہے۔
قواعد مسائل آپ نے انتقال فرمایا حدیث قدسیہ میں ہے:۔

مسجد میں کھانے کا دعوت دینا اور اس کا قبول کرنا جائز ہے۔ اگرچہ وہ دعوت دعوت دہری ہو۔ اس صاحب کو یہ جائز نہیں کہ وہ اپنے ساتھ بن جائے۔ اگرچہ وہ دعوت کو یہ یقین ہو کہ جن کو میں ساتھ لے رہا ہوں۔ ان کو اور نہ ہوں گے اور کھانا بھی سب کے لئے کافی ہو جائے گا۔ تو پھر حرج نہیں۔ حضور پروردگار کو اگرچہ یہ معلوم تھا کہ ابو طلحہ کے اہل کو کھانا ہے وہ صبح کے لئے کافی نہیں ہے۔ لیکن آپ جانتے تھے کہ میری رکت کافی ہو جائے گا۔ پھر چنانچہ ایسا ہی ہوا۔

۲۳۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ کے آگے اس لئے روانہ ہوئے تاکہ حضرت ابو طلحہ کو اطلاع دیں۔ کہ دعوت تو آپ نے حضور کی کی ہے۔ کہ حضور نے حاضرین مجلس کو بھی ساتھ لے لیا ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ وقت ضرورت کسی واجب تعلیم کے آگے جتنا اختلاف ادب نہیں جیسے روشنی کرنے یا راستہ وغیرہ بتانے کے لئے۔

ابو امام بخاری نے حدیث زیر بحث مفصل علامات النبوت میں ذکر کی۔ حال انتشار الحدیث مزید قوائد ذکر کئے جائیں گے۔

يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ إِذَا دَخَلَ بَيْتًا فَصَلِّ حَيْثُ شَأَوُ
الْوَجَالِ وَالْيَقَاوُ

مفہوم و حوالہ یہ بتاتا ہے کہ مسجد میں بھیج کر مسائل و احکام اسلام بتانا اور نافذ کرنا جائز ہے۔ حضرت امام مالک علیہ الرحمۃ فرمایا کہ مسجد میں شریعت اسلام کے مطابق مقدمات کا فیصلہ کرنا قدیم سے معمول ہے۔ تاہم شریعت و حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہما نے اس کی حاکمیت کرتے تھے۔ خود حضور علیہ السلام نے بھی قضایا نے صحابہ کا فیصلہ مسجد میں فرمایا۔ اور حضرت عبداللہ بن مسعود سے جو اس کی کراہت منقول ہے۔ تو اس کا مطلب یہ ہے کہ جب مسجد میں مقدمات فیصلہ کرنے میں شہر و غل ہو اور نماز میں تاخیر اور حرج واقع ہو تو پھر کر دے۔ ورنہ نہیں۔ حضرت امام شافعی کا بھی یہی قول ہے۔ علامہ حنفی نے لکھا کہ عامر و خلار کا بھی یہی مسلک ہے۔ (یعنی ۲۴)

عَنْ مَسْعُودِ بْنِ مَعْلُوَانَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ يَأْتِي رَسُولُ اللَّهِ ﷺ إِذَا دَخَلَ بَيْتًا فَصَلَّى حَيْثُ شَأَوُ
أَوْ حَيْثُ أَمَرَ وَلَا يَجْعَلُ مِنْهُ

ابو امام نے اس حدیث کو خلافت تفسیر الامتصاص۔ احکام وغیرہ میں ذکر کیا۔ اور مسلم نے لعان اور باؤ و نساء کی تفسیر میں اس حدیث پر حوالہ دیا ہے۔

حدیث ہذا سے یہ واضح ہوتا ہے کہ مسجد میں مقدمات کا فیصلہ کرنا جائز ہے۔ یہ حدیث مکمل نمٹنے کے ساتھ کتاب اللعان میں بھی ہے۔

يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ إِذَا دَخَلَ بَيْتًا فَصَلِّ حَيْثُ شَأَوُ
أَوْ حَيْثُ أَمَرَ وَلَا يَجْعَلُ مِنْهُ

عَنْ حُذَيْفَةَ بْنِ مَالِكٍ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَتَاهُ فِي مَنْزِلِهِ فَقَالَ آيِينَ حُجْبًا أَوْ أَصْبَى لَكَ مِنْ بَيْتِكَ قَالَ نَاسَرْتُ لَهُ إِلَى مَكَانٍ تَلْتَمِذُ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَصَفَّتْ خَلْقُهُ فَصَلَّى رُكْعَتَيْنِ

ابو امام نے اس حدیث کو مختصر و مفصل تقریبات میں جگہ ذکر کیا ہے۔ اور مسلم و نسائی نے بھی متعدد جگہ ذکر کیا ہے۔ اور ابن ماجہ نے صلوٰۃ میں ذکر کیا۔ حدیث ہذا مسائل ذیل پر مستعمل ہے

۱۔ جو معتز ہو اور اسے مسجد میں اگر نماز پڑھنا مشکل ہو تو گھر میں کسی جگہ کو خاص طور پر نماز کے لئے مقرر کر لینا مستحب ہے

وہ گھر میں نماز باجماعت جائز ہے۔ رسالہ اقل بھی باجماعت پڑھ سکتے ہیں۔ (۱) حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے جو وہ جماعت نشان اور عظیم و جلیل مرتبہ پر فائز ہونے کے نہایت ہی کریم و رحیم اور متواضع تھے۔ غریب سے غریب اگر آپ کو اپنے گھر میں جوہ فرمایا ہونے کی خواہش کرتا تو حضور پوری فرمادیتے۔

حضرت عقیان نے یہ عرض کی تھی کہ حضور میرے غریب خانہ پر آئیں اور نماز ادا فرمائیں۔ ہونہ اور آپ کی نما پڑھنے کی جگہ کو ہم مصیٹ بنا لیں؟ اسی لئے حضور نے ان سے دریافت فرمایا کہ کس طرحوں؟ درود پڑھنا۔ کرنے کی حاجت نہ تھی۔

يَا أَيُّهَا الْمَسْكِينُ فِي الْبَيْتِ

وَصَلَّى الْكَلْبَاءُ ابْنَ عَازِبٍ فِي مَسْجِدٍ فِي خَائِمَةٍ جَسَاعَةٍ

باب گھر میں نماز کے لئے جگہ مقرر کرنا اور حضرت بروہ بن عازب نے اپنے گھر کی مسجد سے نماز ادا کی

عمران میں مسجد سے مراد مسجد بیت ہے یعنی وہ مقام جو لوگ اپنے گھر میں نماز پڑھنے کے لئے مشرک کا حکم مسجد کی طرح نہیں ہے۔ اس عنوان کے تحت امام نے ایک حدیث لکھی ہے جس کا ترجمہ یہ ہے:-

عمر بن ربیع الانصاری کہتے ہیں کہ عقیان بن مالک جو اصحاب رسول سے تھے۔ اور بدر کی لڑائی میں شہداء ہوئے۔ انہوں نے بحمد نبوی عرض کی: یا رسول اللہ میری نظر مجھے جواب دے چکی ہے۔ اور میں اپنی قوم کو نماز پڑھاتا ہوں لیکن ہاتھ بڑھتی ہے۔ اور وہ تالہ تالہ ہے جو میرے اور میری قوم کی مسجد کے درمیان ہے۔ تو مسجد میں کھڑے ہو کر نماز نہیں پڑھ سکتا۔ یا رسول اللہ میری خواہش ہے کہ آپ میرے غریب خانہ میں تشریف لائیں۔ اور میرے گھر میں نماز پڑھیں۔ فَاخْتَدَاهُ مَقْعًا۔ تو میں اس جگہ کو نماز کے لئے مقرر کر لیا۔

حضور علیہ السلام نے فرمایا: انشاء اللہ ایسا کروں گا۔ عقیان نے کہا: دوسرے دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور بکر بن وائل جو اسے میرے مکان پر تشریف لائے اور انہوں نے اجازت مانگی۔ میں نے اجازت دے دی۔ آپ ابھی بیٹھے نہیں تھے کہ آپ نے فرمایا: تو اپنے گھر میں کس جگہ کو پسند کرتا ہے۔ جہاں میں نماز پڑھوں۔ عقیان میں نے گھر کے ایک کونے کی طرف اشارہ کر دیا۔ حضور نے کھڑے ہو کر اللہ اکبر کہا۔ ہم بھی کھڑے ہوئے اور حضرت آپ نے دو رکعت پڑھ کر سلام پھیرا۔ اور ہم نے حضور کے لئے حریہ تیار کر کے آپ کو روک لیا۔ پھر محل کے اوپر آدھی گھر میں جمع ہو گئے تو ایک شخص نے کہا:

أَيُّهَا الْمَالِكُ ابْنُ الدَّخِينِ أَرَأَيْتَ إِنْ لَمْ تَحْشِ نَقَلَ عَنْهُمْ ذَلِكَ مَتَافِي لَا يُحِبُّ اللَّهُ وَرَسُولُهُ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تَقُلْ ذَلِكَ أَكْتَرَاهُ قَدْ قَالَ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ يَرْشِدُ يَذِلُّكَ وَتَجِبُ اللَّهُ تَالِ اللَّهُ وَرَسُولُهُ أَهْلَهُمْ فَاثَا تَوَلَّى وَبِهِمْ وَلَمْ يَخْتِ إِلَى الْتَافِي

۱۔ مالک بن دخین یا مالک بن دخشن کہاں سے کسی نے کہا وہ منافق ہے۔ ۲۔ اللہ اور اس کے رسول سے محبت نہیں کرتا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ۱۔ ایسا مت کہو۔ اس نے توجہ اٹھا لیا اللہ فرماتا ہے۔ اس پر اس شخص نے عرض کیا: اللہ اور اس کا رسول خوب جانتے ہیں۔ مگر تم کی توجہ اور دوستی منافقوں کے ساتھ ہی پالتے

قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
كَانَ اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ قَدْ حَوَّرَ عَلَى النَّاسِ
مَنْ قَالَ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ يَبْتَغِي بِذَلِكَ
رِجْلَهُ اللَّهُ (بخاری)

حضرت نے فرمایا: اللہ عزوجل نے تو دوزخ کو اس
پر حرام کر دیا ہے۔ جو خاص اللہ کے لئے
لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ
پڑھے

یہ حدیث حسب ذیل مسائل پر مشتمل ہے۔

مسئلہ ۱۰ تاہنکہ امامت درست ہے بشرطیکہ وہ طہارت اچھی طرح کرتا ہو (۱) سخت آدمی یا ریش
کے خطرہ کی وجہ سے گھر میں نماز پڑھ لینا جائز ہے (۲) گھر میں کسی جگہ کو نماز کے لئے نہیں کر لینا
ہے (۳) مغللوں کو سیدھا رکھنا ضروری ہے دیگر احادیث میں اس کی تاکید آئی ہے (۴) گھر میں جو جگہ نماز پڑھنے
لئے ضروری کی جائے ہے۔ مسجد یا کتبے ہیں۔ یہ وقت نہیں ہوتی یعنی اس کے احکام مسجد کے احکام کی طرح
تھے (۵) دین میں باجماعت نوافل پڑھنا جائز ہے (۶) عین نے صدق دل سے گھر پڑھا اور تمام ضروریات دین
سریق کی وہ ہمیشہ ہمیشہ کے لئے جہنم میں نہیں جائے گا (۷) مومن کے ساتھ حسن ظن رکھنا چاہیے۔ اور جو شخص اس
حق کا حکم نہیں رکھتا چاہیے (۸) جب کسی کے گھر میں جایا جائے خواہ اس کی دعوت نہ ہو ہی جائے تو گھر میں
نے سے قبل صاحب خانہ سے اجازت لے لینا مستحب ہے۔ علامہ مینی علیہ الرحمۃ نے لکھا ہے کہ اس
سے یہ بھی ثابت ہوا کہ (۱۰) بزرگوں کو اگر کوئی رکعت کے لئے گھر میں بلائے تو دعوت قبول کرنی جائز ہے (۱۱) بزرگوں کو
کے اگر گھر میں عزائم کے لئے کمانہ کا انتظام کرنا جائز ہے (۱۲) جب کوئی بزرگ کسی کے مکان پر جائیں۔ تو
اس مکان میں زیادہ داکرام اور اس سے استفادہ کے لئے جمع ہونا مستحب ہے (۱۳) جس جگہ کسی بزرگ نے نماز
پڑھ کر اس جگہ کو نماز کے لئے مقرر کر لینا جائز ہے (یعنی ج ۲ ص ۳۲ و ۳۳)

بَابُ الْقِيَمَةِ فِي دُخُولِ الْمَسْجِدِ وَخُجُوعِهِ

وَكَانَ ابْنُ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا يُجَاهِدُ الْيَهُودَ
فَإِذَا خَرَجَ يَدَّأِيهِ جِلْبَاهُ الْيَهُودِيَّ

(بخاری)

عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُجِبُّ النَّاسَ مَا اسْتَطَاعَ
فِي شَأْنِهِ كُلِّهِ فِي طَهْرَتِهِ وَتَوَحُّلِهِ
(بخاری)

باب مسجد میں داخل ہوتے وقت اور دیگر کاموں
میں دہائی طوف کو اختیار کرنا

اور عبد اللہ بن عمر سعید میں داخل ہوتے
وقت پہلے دہنا قدم رکھتے اور نکلتے وقت پہلے بائیں
قدم نکالتے

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے
کہ حضور رب العالمین صلی اللہ علیہ وسلم ہر کام میں حتی المقدور
دوئی طرف سے شروع کرنا پسند فرماتے تھے طہارت میں
کنگھی کرنے اور جوتی پہننے میں بھی

اس حدیث کو امام نے کتاب اللباس میں بھی ذکر کیا۔ ما استطاع کا مطلب یہ ہے کہ جہاں تک
شرعاً ممکن ہو تا آپ دہائی طوف کو اختیار فرماتے اور جہاں شرطین کی اجازت نہیں۔ وہاں سیدھی
طوف فرماتے جیسے بیت المقدس میں داخلہ کے وقت اور مسجد سے نکلتے وقت۔ سوال ہوتا ہے کہ

محبت دل کی کیفیت کا نام ہے حضرت عائشہؓ کو حضورؐ کے دل کی حالت کیسے معلوم ہو گئی؟ جواب یہ ہے کہ کسی کے اس کے دل اور ذہن سے بھی معلوم ہو جاتی ہے جناب عائشہؓ نے حضورؐ علیہ السلام کے دل کو دیکھا تو اس سے اندازہ کر لیا کہ میں تم کو محبوب ہے۔۔۔ حدیث ہذا سے معلوم ہوا کہ مسجد میں داخلہ کے وقت پہلے اپنا قدم اندر رکھنا چاہیے اور پچھلے قدم اسی طرح سیدھے باہر سے کھانا بیٹھا چاہیے۔ چنانچہ تو پہلے درمیان قدم سے پہلے بیٹھ گئی کہ اسے تو پہلے دائیں طرف کرتے۔ اسی طرح وہ تو غسل و دیگر امور میں دائیں طرف سے شروع کرنا مستحب ہے۔

باب پہلے تشریف آوروں کی الجھاہلیۃ فی
و یخلف مکنانہما سجدۃ

علامہ عینی علیہ الرحمۃ نے لکھا ہے کہ مطلب عنوان یہ ہے کہ جو مشرک زمانہ جاہلیت میں ہلاک ہوئے۔ ان کی قبریں مسجد بنا لینا جائز ہے۔ کیونکہ عنوان میں ہلکے استغفار تقریری کے لئے ہے۔ اور جو مشرکین کو کھود کر دلوں میں کوئی حرج نہیں ہے کیونکہ قبروں کے کھودنے میں ان کی تعظیم نہیں ہے بلکہ تو زمین ہے۔ لیکن مسلمانوں کی قبروں کو کھودنا یا بیکرا کر اس کی ہولناکیوں کی۔ حرام و ناجائز ہے۔ کیونکہ مسلمانوں کی حرمت و نبوت و حیات و ممات میں تاثر رہتی ہے۔ علامہ عینی کے اصل الفاظ یہ ہیں۔

مسلمانوں کی قبروں کو کھودنا
یا کھانا یا حرام و ناجائز ہے

فہم سوا ذلک قبریں
الانبیاء و القیود و ہر صنف
الاسلام علیہما من الایمان و التہلیل
فلا یجوز لہما ان حرمة الاسلام لا یتبدل حیاً و میتاً

حضرت دارقطنی ابن حجر نے اسی عنوان کے تحت لکھا۔ کہ چونکہ مشرکین کی قبریں کھود کر کوئی عورت نہیں ضرورت ان کی قبروں کو توڑ کر مسجد بنانی جائز ہے۔ لیکن انبیاء کرام اور مسلمانوں کی قبروں کو کھودنا جائز نہیں کیونکہ ان کی تدفین ہے اور یہ ناجائز و حرام ہے (فتح الباری)

یقول القیود صلی اللہ علیہ وسلم لعن اللہ ائیسوذا شغلوا قبورنا بنیائہ و ہم شہیدہ بخاری
و ما یلزم من القیود فی القیود بخاری

قبر پر ساز پڑھنا یا قبر کے سامنے نماز پڑھنا۔ عنوان ان دونوں صورتوں کو شامل ہے۔ اور حدیث ترمذی و نسائی نے روایت کیا ہے۔ اس کے الفاظ یہ ہیں۔ لا تجلسوا علی القیود و لا تصلبوا علیہا و منیہ ۳۷۱
الارض کلہا مسجد الا المقبرۃ و المصماہ (ترمذی)

قبروں پر نہ بیٹھو اور نہ ان کی طرف نماز پڑھو
تمام زمین مسجد ہے۔ اس پر نماز درست
مگر مقبرہ اور حمام

وامنح ہو کر گریوں کے بارہ میں نماز پڑھنا شروع علیہ السلام کو مطلوب نہیں ہے بتا ماحریت یہ ہے کہ گریوں کا بارہ ہو
کا اگر کوئی اور جگہ نہ ہو تو وہاں بھی نماز پڑھ سکتے ہیں جیسا کہ وہ جگہ ایک وحدت ہو یا چٹائی جیسا کہ نماز پڑھی جاسکے۔
تس رو رو کے لئے روئے زہدی مسجد قرار دی گئی ہے۔ لہذا کسی جگہ کی تخصیص نہیں کی جاسکتی۔ الایہ کہ خود شمار ۳۴
نہ ہو مزید تشریح کے لئے فیوض الباری پارہ اول کا مطالعہ کیجئے :

بَابُ الصَّلَاةِ فِي مَوَاضِعِ الْأَسْبَلِ
عَنْ تَائِفٍ قَالَ دَأَيْتُ ابْنَ عُمَرَ يَكْصِلِي
وَالْيَافِعِيَّ وَكَانَ آيَتُ الشَّيْخِ صَلَّى اللَّهُ
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَفْعَلُهُ (بخاری)

باب اونٹوں کے بارہ میں نماز پڑھنے کے متعلق
حضرت ابن عمر نے کہا میں نے ابن عمر کو دیکھا وہ اپنے اونٹ کی
طرف نماز پڑھ رہے تھے نہ کہتے تھے میں نے نبی صلی اللہ
علیہ وسلم کو ایسا کرنے دیکھا ہے۔

ظاہر ہے یہ اثر عنوان کے مناسب نہیں کیونکہ مضمون اثر یہ ہے کہ حضرت ابن عمر نے اونٹ کی طرف نماز پڑھی نہ یہ کہ اونٹوں
میں نماز پڑھی۔ ہر حال متعدد احادیث میں حضور علیہ السلام نے اونٹوں کے بارہ میں اور اونٹوں کے بیٹھنے
میں نماز پڑھنے سے منع فرمایا مگر یہ بھی شہادت ہے یعنی اونٹ شریر و سرکش جانور ہے۔ اگر اونٹوں کے بارہ میں
میں نماز پڑھیں تو ممکن ہے وہ کوئی تکلیف پہنچائے۔ اس لئے حضور نے ممانعت فرمائی۔ اور امام بخاری علیہ الرحمۃ کو مقصود بھی
ہے کہ اونٹوں کے بارہ میں بھی نماز پڑھنا جائز ہے۔ اور وہ حدیثیں جن میں ممانعت آئی ہے وہ مطلق نہیں ہے
اس وقت ہے جبکہ اس امر کا خوف ہو کہ اونٹ شرارت کرے گا۔

باب جو شخص نماز پڑھے اور اس کے سامنے تور ہو
یا آگ ہو یا کوئی ایسی چیز جو جس کی مشرک پوجا کرتے ہیں
لیکن اس کی نیت اللہ کی عبادت کی ہو ادا نام نہری نے
کہا مجھے اس میں شک نے خبر دی تھی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ
وَدَعَا يَوْمَ سَامِعُ لَانِي (اور میں نماز پڑھ رہا تھا)
جدا اللہ بن عباس نے کہا سوچ کر یہی جواب تو رسول
صلی اللہ علیہ وسلم نے گھر ہی کی نماز پڑھی۔ پھر فرمایا
مجھے دور رخ دکھائی گئی۔ تو میں نے آج کی اس طرح کا
درواہ منظر کبھی نہیں دیکھا

بَابُ مَنْ صَلَّى وَقَدْ أَمَّهُ تَوَسُّعًا أَوْ تَأَدُّ
أَوْ تَتَنَّى ثَمَّ يَبْعُدُ فَأَمَّا رَأْيُهُ وَجْهَهُ أَلَّا يَرَى
وَجْهَهُ وَقَالَ الرَّهْبِيُّ أَحْسَرْتُ فِي أَكْثَرِ نَبِيٍّ
كَالْبَابِ قَالَ قَالَ الشَّيْخُ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
خَرَجْتُ عَلَى أَتَارُ وَأَنَا أَصْلِي عَنْ رَقِيقٍ
بَنِي أَتَمَلُّ عَنْ عَطَاءِ بْنِ يَسَارٍ عَنْ عَمْرِو بْنِ
لُطَيْعٍ قَالَ قَالَ أَتَمَلُّ عَنْ عَطَاءِ بْنِ يَسَارٍ
فَقَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
شَرُّ قَوْلٍ أَرِيْتُ النَّاسَ فَكَلَّمَا مَنَظَرًا
كَأَنِّي وَرَقٌ أَفْضَحُ (بخاری)

وامنح ہو کر ان دونوں حدیثوں سے اہم نکتہ یہ مستدل کیا گیا ہے کہ اگر نمازی کے سامنے آگ ہو یا تور وغیرہ ہو۔ تو
مستند دست ہوگی۔ لیکن اہم کام یہ استدلال متعدد وجوہ سے صحیح نہیں۔

اولاً۔ اس لئے کہ دونوں حدیثوں کا مطلب صرف اس قدر ہے کہ حضور علیہ السلام نے نماز میں
پہنچا لیکن اس کی تفسیر صحیح نہیں ہے جہنم کی جو آگ آپ کے لہذا فرمائی وہ آپ کے سامنے ہی تھی لیکن ہے وہ دم میں
پر کی جانب ہر تائیداً مشترک وغیرہ دنیا کی آگ کی پرستش کرتے ہیں۔ اور کلام بھی دنیا کی آگ کے متعلق ہے اور

حدیث میں مذکور ہے کہ اگر کسی کو یہ حالت نماز جہنم نظر آجائے تو نماز بلاکرا بہت درست ہوگی۔ نیز کہ نماز کے سامنے دنیا کی آگ روشن ہو تو بھی نماز کرو نہ ہوگی۔ ہر ایسا حضور علیہ السلام نے جو ملاحظہ فرمایا۔ تو آپ کے اور جہنم کے درمیان تو ہزاروں برس کا فاصلہ تھا۔ تو اگر ان لیام کے کہ بجا ہے نماز حضور ربیبہ عالم علیہ السلام نے اسے سامنے جہنم کی آگ کو ملاحظہ فرمایا تو اتنے فاصلہ کی وجہ سے کراہت کہاں رہی اور سوال تو نماز کی کے سامنے آگ کے ہونے کے متعلق ہے غرض کہ ان دونوں حدیثوں سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ نماز کے سامنے اگر آگ روشن ہو تو نماز کی ہوگی۔ اسی لئے خیر کے نزدیک اگر نماز کے سامنے آگ ہو تو نماز کرو۔ ہوگی کیونکہ اس میں جو اس سے مشابہت پائی جاتی ہے۔ یہ پوچھتے ہیں لیکن اگر دیکھا کہ علیہ السلام نے نماز کے لئے جو توجہ نہیں کی کہ جو کسی اس کو نہیں پوچھتے۔

حدیث ہذا مسئلہ ذیل پر متعلق ہے کہ اگر کسی کو نماز پڑھنا سخت ہے (۲) اندر بخیر پیدا ہوگی ہے اور اب بھی موجود ہے (۳) اسلام کا جوہر ہے کہ آپ کی گھوڑوں کے لئے کوئی چیز عجایب نہیں تھی۔ اور آپ عالم غیب کی اشیاء بھی ملاحظہ فرماتے ہیں۔
بَابُ كَرَاهِيَةِ الْمُتَقَابِرِ فِي الْمَقَابِرِ
 باب قبرستان میں نماز پڑھنے کی کراہت کے متعلق
 واضح ہو کہ قبرستان میں نماز پڑھنا اسی صورت میں کرو ہے جبکہ قبر بلا حائل نماز کے سامنے ہو۔ اور اگر قبر دوسرے یا پیچھے ہو تو نماز بلاکرا بہت درست ہے۔

عَنْ أَبِي عُمَرَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
 قَالَ اجْعَلُوا فِي بُيُوتِكُمْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ خَيْرًا
 وَلَا تَجْعَلُوا فِيهَا شَرًّا (بخاری)

حضرت ابن عمرؓ سے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اپنے گھروں میں نماز پڑھا کرو۔ اور گھروں کو تیرس مت بناؤ

قواعد و مسائل اگر وہ کیونکہ جب فرض نماز پھر میں پڑھنے کا حکم دیا گیا۔ تو مذکورہ بالا حکم قائل کے ساتھ خاص ہو جائے متخذ وفاقہ کے متعدد مراتب شارحین کرام نے بیان کئے۔

آپؐ یہ کہ میرے قبر کے سامنے نماز پڑھنا کرو ہے ایسے ہی گھروں میں نماز پڑھنے کو کرو۔ نہ چاہو بلکہ گھروں میں بھی کرو۔ ثانیاً یہ کہ میرے قبر میں میت نماز پڑھنے ذکر عبادت کرنے کی مکتف نہیں ہے۔ اسی طرح تم گھروں کو ذکر الہی سے نہ رکھو بلکہ گھروں میں بھی نماز ذکر عبادت قرآن کریم جاری رکھو۔ چنانچہ طبرانی کی حدیث میں فرمایا اور نہ ہو متکلم باللہ۔ اپنے گھروں کو اللہ کے ذکر سے معذور رکھو (۲) اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ سنت اور فرائض گھر میں افضل ہے۔ اور اگر مذکورہ شری ہو جیسے سخت بارش ہو یا آلودگی یا بنا جیوا ہو مسجد تک جاتا نہ رہتا ہے یا جان کا خوف ہے۔ جی گھر میں پڑھ سکتا ہے۔ اور متواتر کے لئے حکم یہ ہے کہ فرض و نفل تمام قسم کی نمازیں گھر میں پڑھ کر گھر کی گلی میں پڑھیں۔ دن کو میں مسجد کا قیام مل جائے گا۔

واضح ہو حدیث ذیل یہ فرمایا کہ اپنے گھر کی قبر نہ بناؤ۔ جیسی جیسے قبروں میں موتے نماز اور ذکر و عبادت نہیں کرتے۔ شرح نم اپنے گھروں کو ذکر الہی سے خالی نہ رکھو۔ تو اس موقع پر یہ سوال نہ کیا جائے کہ نفل شریعت سے کہہ جائیں مستقر درتبع اس میں بھی نماز پڑھتے ہیں اور تمام قرآن کریم کرتے ہیں۔ پھر قبروں کو مسلولہ و ذکر سے خالی نہ کرنا صحیح ہوگا۔ جواب یہ ہے کہ بات علم و روح کی یا عالم غیب کی نہیں ہو رہی۔ بلکہ اسی دنیا کی جو رہی ہے۔ ہند میں صالحین

ہندی میں مشغول رہتے ہیں۔ اہل توحہ اس کے محکمت نہیں ہوتے۔ بتایا اس کا تعلق بھی عالم غیب سے ہے جو پھر سے لئے محسوس و
محسوس ہے تو حیرت میں قبول کو چڑھا کر اپنی سے خالی قرار دیا گیا ہے۔ تو اسی حیثیت سے خالی قرار دیا گیا ہے۔ کہ قرآن میں
میں محسوس نہیں ہوتا۔ اور اگر کسی چیز کا اس میں تعطل ہو تو یہ ضروری نہیں ہے کہ عالم پر رخ میں بھی اس کا تعطل ہو۔ دیکھئے
پھر میں محسوس نہیں ہوتا۔ مگر عالم پر رخ میں اس کا وجود ہوتا ہے

باب چہارم میں جنس گئی جو ان شاء اللہ تعالیٰ عذاب ہذا میں ہوا ہوا ہوا ہوا ہوا
۱۰ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ انہوں نے ہاں
میں چاروں جنس گئی ہے نماز پر عیسیٰ کر دیکھی
۲۰ حضرت عبداللہ بن عمر سے مروی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا
عذاب ہذا کا حکم امت میں مت عا دہ مگر دوتے ہوئے مگر
تم کو وہ مادی تو ہاں دیا جائے کہیں ایسا نہ ہو کہ ان کا
عذاب تم پر آجائے۔

بَابُ الصَّلَاةِ فِي مَوَاضِعِ الْخُسُوفِ وَالْعَذَابِ
وَيَذْكُرُ أَنَّ عَلِيًّا رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ كَتَبَ
الصَّلَاةَ بِخُسُوفِ بَابِلَ
عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُمَرَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا تَدْخُلُوا عَلَى هَذِهِ الْأُمَّةِ يَوْمَ
أَنْ تَكُونُوا بَابِلَ فَإِنَّ لَكُمْ فِيهَا بَابًا لَا تَدْخُلُونَ
عَلَيْكُمْ لَكُمْ فِيهَا بَابًا لَا تَدْخُلُونَ

عنوان سے مقصود یہ بتانا ہے کہ موضح عذاب میں نماز پڑھنا مکروہ ہے۔ اور زیر عنوان تفسیق اہل کو اہل انہی
ہو چکا اور زمین جنس گئی تھی تو حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس پر نماز نہیں پڑھی۔ بلکہ وہاں سے گذر کر تارناہ افزا
بابل کے متعلق موضح کے متعذر تھا۔ اہل تفسیق نے کہا تو وہیں کھانا نے ایک بہت اونچی عمارت
بابل کی ہلاکت

بنائی تھی جس کی ہندی پہنچی ہزار تھ تھی۔ اتنی اونچی اس نے بنوائی تھی۔ کہ بڑی خوش آسمان کا حال
تھا کہ جس کا ذکر آیت فانی اللہ بلیا تھم میں ہے۔ اللہ تعالیٰ نے جہاں کو مکروہ دیا۔ اور وہ عمارت اور اس کے مکین مع
کے زمین میں دھنس گئے۔ بعض نے کہا کہ بابل کو فتنے کے نزدیک ایک مقام ہے۔ یہاں تبدیلی اس نہ ہوا رات کو لوگ جب سوئے
کی زبان مروی تھی نبیج کو اٹھے تو ان کی زبان ۲۰ زبانوں میں منقسم ہو گئی۔ ہر گروہ اپنی زبانوں کو لے لیا۔ اس پر سے اس
کا ہم بابل ہو گیا (تفسیر طبری)

حدیث دوم کے کلمات حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے اس وقت ارشاد فرمائے تھے۔ جبکہ آپ نبوکہ جاتے ہوئے قوم شوم کی
سے گئے تھے۔ آپ حلال ٹھہرے ہیں تھے بلکہ جلدی جلدی کا گند گئے تھے۔ باب سے تباہیت بھی ہے کہ آپ سب واپس
میں ٹھہرے نہیں تو نہ ٹھہرنا مستلزم ہے نماز پڑھنے کو اور نماز پڑھنا کہ اہل بیت کو جو سے تھا۔ اور یہ جو فرمایا کہ اگر ایسے مقام پر
تھے ہوتے جہاں اس کو مطلب یہی ہے کہ ان عذاب شدہ مقامات کو دیکھ کر عبرت حاصل کرو اور اللہ سے ڈرو۔ وہ اس کے
عذاب سے تباہ ہو گا۔ ایسے مقامات کو دیکھ کر خوف نہ کھانا اور بجز دیکھنا کہ انہاں نہ کرنا یہ اسے خود جرم ہے۔ اس نے فرمایا کہ
جسے کہ ان مقامات سے مٹا ہو کر گئے۔ اہل پر یہ رہا ہی مذاب نہ آجائے۔

باب گچے میں نماز پڑھنے کے متعلق
اور حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے نصرانوں سے کہا
میں تمہارے عباد میں اس وجہ سے نہیں جانتے کہ وہاں

بَابُ الصَّلَاةِ فِي الْبَيْتِ
وَقَالَ عُمَرُ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ إِنَّا لَا نَدْخُلُ
كَتَابَتُكُمْ مِنْ أَجْلِ التَّحْلِيلِ الْبَيْتِ

طرف سے میدان میں نکلے۔ اور جناب صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سے سامنا ہوا۔ مدینہ کے سال مشرف باسلام ہوئے۔ اور محبت کر کے
دوڑنے آئے۔ یہ ٹکڑے بہادر اور اعلیٰ درجہ کے تیر انداز تھے۔ اسلام قبول کرنے کے بعد بہترین مسلمان ہوئے۔ آپ سے آٹھ
حدیثیں مروی ہیں۔ بخاری میں ۳۱ ہیں۔ جناب عائشہ صدیقہ و خفہ وغیرہ نے آپ سے مرثیہیں دریافت کیں۔ مکتوبہ
میں دو سال فرمایا۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

اِنَّكَ كَانَتْ يَنْهَاهُ وَكَوْنُ شَاكٍ اَخْرَجَ لَا اَهْلًا لَهٗ
فِي مَنَاجِلِ الشَّيْخِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ (بخاری)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما تھے اور عمر رضی اللہ عنہ ان کے بیوی بچے نہ تھے۔
مسجد نبوی میں سوتے تھے۔

اس حدیث کو امام نے باب فضل اہل بیت علیہم السلام میں لود علم و فہم کے ذکر کیا۔ اور ابن ماجہ نے بھی روایت کیا کہ اس
قائد و مسائل کے بعد امام نے ایک اور حدیث لکھی ہے جس کے ابتدائی جملوں کا ترجمہ یہ ہے۔ ————— حضرت ہبل بن عبد

سے روایت ہے کہ ایک دفعہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی صاحبزادی جناب فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے گھر قنبر لایا۔ تو حضرت علی کا
گھر میں نہ پایا۔ آپ نے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا پر چڑھا کہ اسے چھو کر بیٹا کہاں ہے؟ حضرت فاطمہ نے جواب دیا۔

قَالَتُ يَدِي دَيْتُهُ لَكَ فَقَالَ هَبْنِي فَتَلَّهٗ
يَقُولُ عَنِّي (بخاری)

کہ میرے اور حضرت علی کے درمیان انکار ہو گیا۔ اور وہ مجھ پر غصہ ہوئے
اور یہاں نہیں سوتے۔

حضرت علیہ السلام نے کسی سے فرمایا کہ جو حضرت علی رضی اللہ عنہ کو کمال سوا ہے۔ اس آدمی نے کہا کہ میں یہ سن کر حضور علیہ السلام و مسجد
میں تھے حضرت علی بیٹے ہوئے تھے۔ ایک طرف سے ان کی پیادہ کسک گئی تھی اور دوسری طرف لگ گئی تھی۔

يَحْمِلُ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَمْنَعُهُ عَنَّهُ
ذِيْقَوْلٍ تَعْبًا تَرَابٍ قَعْرًا يَا تَرَاب (بخاری)

تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کے بدن سے علی صاف کرنے لگے۔
فرماتے تھے اٹھو اور تراب! اٹھو اور تراب!

اس حدیث کو امام نے اسناد ان اور فضل علی میں بھی ذکر کیا۔ اور مسلم نے فضائل میں ذکر فرمایا۔ حدیث خدا
قائد و مسائل اسناد ذیل پر مشتمل ہے۔ ————— باب کو اپنی بیٹی کے گھر میں اس کے شوہر کی اجازت کے بغیر جانا جائز ہے (۲۰)

بصورت مسجد میں سونا جائز ہے (۳۱) کسی کے غضب کو فرو کرنے کے لئے نئی کینٹ سے بکارنا جائز ہے (۳۲) کینہ غیر والد جائز
ہے (۵۱) بخاری کتاب الاستئذان کی حدیث میں ہے۔ کہ جناب علی کرم اللہ وجہہ الکریم ابو تراب کینٹ کو بہت پسند

فرماتے تھے (۶۰) داماد اگر ناراض ہو جائے تو سسر کو محبت و شفقت سے بات کو سلجھا دینا چاہیے۔ حضرت علی کرم اللہ
وجہہ الکریم جناب فاطمہ رضی اللہ عنہا سے ناراض ہوئے تو حضور علیہ السلام نے کمال محبت و شفقت ان کی ناراضگی کو دور فرمایا (۷۰) حضرت علی

کی فضیلت ثابت ہوئی کہ حضور آپ پر بے حد شفقت فرماتے تھے۔
حضرت علی و فاطمہ رضی اللہ عنہما شکر کر رہے تھے۔

حدیث خدا سے واضح ہوا۔ کہ بعض اوقات جناب علی رضی اللہ عنہ فاطمہ رضی اللہ عنہا میں شکر کر رہے ہو جایا کرتی
تھی۔ بلکہ حق الیقین کی روایت سے تو یہ واضح ہوتا ہے کہ بہت ہی شکر دینا مانگتی

ہو جاتی تھی۔ ظاہر ہے کہ انکی غیر اقرار کے نہیں ہو سکتی۔ ————— حدیث خدا کے اس پہلو پر اگر آپ یا امتدادی سے خود کریں۔ تو یہ
 واضح ہو جاتا ہے کہ اگر بخاری میں یہ ہے کہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے ناراض ہو گئیں؟ تو اس کے ساتھ ساتھ یہ بھی ہے کہ حضرت

فاطمہ رضی اللہ عنہا نے بھی ناراضگی ہو جایا کرتی تھی پھر اس کے ساتھ اس روایت کو بھی لیتے ہیں۔ یہ ہے کہ حضور علیہ السلام نے فرمایا
جس نے فاطمہ کو ایذا پہنچائی اس نے مجھ کو ایذا پہنچائی۔ پھر سن کر کبریٰ ملا کہ جو الزام حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ پر قائم کیا ہو گیا۔

حضرت علی پر ہی الزم تمام نہیں ہوگا۔ اس کے بعد امام نے ایک حدیث ذکر کی ہے جس کا معنی یہ ہے اہل سفر ستر فقرے، جن کی غرضت کا یہ عالم تھا کہ کسی کے پاس صرف تین بد تھا چادر و قمی۔ یا کپڑا تھا جس کو وہ اپنی گردنوں میں جھپٹے اور وہ بھی نصف بند کی ایک پٹھانے تھے۔ اور بعض کے ٹخنوں تک ۵

ان احادیث سے واضح ہوتا ہے کہ بغیر ضرورت مسجد میں سونا جائز ہے۔ لیکن اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ مسجد میں سونا جائز ہے۔ اگر آپ ہر کوئی مسجد میں ڈیڑھ سے بھی جلد سے دور اسے گھروں کی طرح استعمال کرنا شروع کر دے مسجد میں اگر ضرورت رہنا جڑیلے تو اس کے کباب کا خیال رکھنا بھی ضروری ہے۔ فقہاء احادیث نے تصریح کی ہے کہ مسجد دور کسی کے سوا کسی کو مسجد میں کھانا پینا سونا جائز نہیں بلکہ جب کھانے پینے وغیرہ کا ارادہ ہو تو احتکات کی نیت کر لے۔

یہذا ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ مسجد میں سونے کو مکروہ قرار دیتے ہیں۔ حضرت امام مالک نے فرمایا میں پسند نہیں کرتا کہ کسی کا گھر بار ہو وہ مسجد میں سوتے رہیں ۲۴ ص ۳۸

باب جب مغرسے دس گئے تو نفل پڑھنے کے بیان میں
کعب بن مالک نے کہا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم
جب مغرسے دس نشر لیا کرتے تو پہلے مسجد میں
جا کر نفل پڑھتے۔

بَابُ الصَّلَاةِ إِذَا قُبِلَ مِنْ سَجْدَةٍ
وَقَالَ كَعْبُ بْنُ مَالِكٍ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا قُبِلَ مِنْ سَجْدَةٍ بَدَأَ
بِالْمَسْجِدِ فَصَلَّى فِيهِ
عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ قَالَ لَيْسَتْ النَّبِيُّ
صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ فِي الْمَسْجِدِ رَفَعَ
مِنْهُ أَمْرًا هَذَا قَالَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ
مَرَّكَتَيْنِ وَكَانَ فِي عَلَيْهِ دِينَارٌ
فَقَضَاهُ وَنَرَا فِي رَجَائِي

۲۴ حضرت جابر بن عبد اللہ فرماتے ہیں میں نے حضور کو وہی
عاشق ہوا۔ اور حضور علیہ السلام مسجد میں جھکے فرما تھے۔
اُس نے کہا میرا خیال ہے کہ نبی نے کہا کہ ہر حالت کے وقت
تو آپ نے فرمایا دو رکعت پڑھو۔ اور میرا کچھ ترنہ مسجد پر
تھا آپ نے وہ ادا کیا اور زیادہ دیا۔

تعلیق: اگر امام نے نہ مسجد پر ہو کہ میں ذکر کیا ہے جو ایک خلیل حدیث ہے۔ میں کا مضمون ہے کہ جب حضور علیہ السلام
فرمادہ مسائل مغرسے دس آتے تو سب سے پہلے مسجد میں جا کر دو رکعت نفل ادا فرماتے۔ اور تحقیق یہ بھی ایک
حدیث کا مندرجہ ہے جسے امام نے کتاب المیوع میں منقول درج کیا ہے۔ اس حدیث کو امام نے تقریباً بیس مقام پر کہیں منقول
کیا ہے۔ مختلف کہیں معنی کہیں منقول ذکر کیا ہے۔ معقول میں یہ تصریح ہے کہ حضرت جابر سے روایت آئے تھے۔ اور حضور علیہ السلام
نے ان سے دو رکعت نفل پڑھنے کا کہا تھا۔ حضرت جابر سے حضور علیہ السلام نے ایک نحو میں اونٹ خریدنا تھا حضور علیہ السلام نے تشریف
لے آئے اور حضرت جابر میں پہنچے اس وقت حضور نے ان سے دو رکعت نفل پڑھنے کے لئے فرمایا بلکہ آپ نے انہیں اونٹ بھی دے دیں
اے وہ اور اونٹ کی قیمت سے زیادہ دیں بھی انہیں عطا فرمایا۔ اس سے معلوم ہوا کہ اگر مقررہ فرض اپنی مرضی سے بغیر
کے کئے تو حق کی رقم سے زیادہ دے دے تو جائز ہے۔

باب جو کوئی تم میں سے مسجد میں آئے تو بیٹھنے سے پہلے
دو رکعت پڑھے
ابن قتادہ سلمیٰ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

عَبْدُ اللَّهِ إِذَا دَخَلَ أَحَدُكُمْ الْمَسْجِدَ فَلْيَرْكَعْ
رَكْعَتَيْنِ قَبْلَ أَنْ يَجْلِسَ
عَنْ أَبِي قَتَادَةَ السَّامِيِّ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ

صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِذَا دَخَلَ أَحَدُكُمْ الْمَسْجِدَ
فَلْيَرْكَعْ رَكَعَتَيْنِ قَبْلَ أَنْ يَجْلِسَ رِجَالِي

فَلْيَرْأَوْا زَكَّاتَيْنِ قَبْلَ أَنْ يَحْجِلِسَ رِجَالُهُمَا

نے فرمایا کہ تم میں سے جو مسجد میں داخل ہو بیٹھتے سے پہلے دو رکعت پڑھو۔

دورِ کثرت پر ہے۔

تخت مسجد کے مسائل
تخت مسجد میں آنے سے دو رکعت نماز پڑھنا سنت ہے بہتر یہ ہے کہ رکعتیں سے پہلے پڑھ لے۔ اور اگر نماز
تو ساقط نہ کہنی اب پڑھے، ایسے وقت مسجد میں آیا جس میں نفل نماز مکرورہ ہے مثلاً فجر طلع فجر یا بعد نماز
وہ تختہ مسجد نہ پڑھے بلکہ تسبیح و تہلیل و تہلیل و تہلیل میں مشغول ہو تو حق مسجد اور ہو جائے گا۔

۱۰ تجتبه السجدہ پر ہے بلکہ تسبیح و تہلیل و تہلیل و تہلیل میں مشغول ہو تو حق مسجد اور جامعہ کے گلاب

بَابُ الْحَدَّثِ فِي الْمَسْجِدِ

باب مسجد اہل حدیث جوئے کے متعلق

مقصود و عنوان یہ تھا کہ بے وغیر آدمی مسجد میں آسکتا ہے۔ اور حدیث سے حدیث اصغر یعنی بے وغیر ہوا سزا دے گا۔
 صحابہ کرام بھی بے وغیر مسجد میں آئے جانے اور بیٹھنے کے حوالہ کے حامل ہیں۔ البتہ باوغیر مسجد میں آنا افضل ہے اور ابن مسعود
 حسن بصری فرماتے ہیں بے وغیر آدمی مسجد میں آئے :

مسجد نبویؐ کا جہیز بھی ہے، انھوں نے مسجد میں آنے جانے اور بیٹھنے کے جواز کے حامل ہیں۔ البتہ، ہر مسجد میں آنا، افضل ہے اور برا نہیں۔
حسن بصریؒ فرماتے ہیں: ہر مسجد اور مسجد میں آنے:

حسن بھری فرمائے ہیں بے وقوفوں کو مسجد میں نہ آنے :

عَنْ أَبِي الزُّبَيْرِ عَنْ الْأَشْعَثِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ
رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِنْ
الْمَلَائِكَةُ تَصَلُّوا عَلَى أَحَدِكُمْ صَافَا مَرَّتَيْنِ مُصَلِّيًا
الَّذِي صَلَّى فِيهِمَا لَوْ جُذِيتَ نَقُولُ اللَّهُمَّ
اعْمُرْ لَهُ بِالْعَمَةِ رَحْمَةً

سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِنَّ

المسألة تصلي على أحدكم مائة مرة في الصلاة

الْبَيْتِ صَلَّى فِيهِ مَا كُتِبَ لَكَ تَقُولُ اللَّهُمَّ

اَقْبِرْهُ بِاللَّيْلِ اَوْحَمَهُ وَنَحْنُ

ابوالزنادہ ازراج سے دو حضرات ابوہریرہ سے روایت
کیے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب تم
مناذی اپنے محلے میں گھومنا ہے اور اس کو صرف مناد فرشتے
اس کے لئے دعا کرتے رہتے ہیں۔ فرشتے دعا کرتے ہیں کہ اے
اس کو بخش دے اور برحق دے۔

کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب تک

نمائندہ اپنے محیط میں چھٹکارے اور اس کو صرف نہ فرشتے

اس کے لئے دعا کرتے رہتے ہیں۔ فرشتے دعا کرتے ہیں کہ الہی

اس کی خوش دے میں رہو۔

من حدیث گوئیم نے کتاب الفصیحة میں اور مسلم نسائی ابوداؤد نے بھی کتاب الفصیحة میں ذکر کیا ہے اس حدیث سے معلوم ہوا کہ امام مسیحیہ سے پہلے حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کے زمانہ میں یہ کتاب تیار ہو چکی تھی۔

وہ دعاؤں میں مشغول رہے کہ ان کے فرشتوں کی دعاؤں متعلقہ رے اس کے گناہ معاف ہوں۔ یہ دعا سید یحیٰی کی لفظ سے ملتی ہے۔

باب مسجد بنانے کے متعلق

۲۱۔ اور حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس کو بتائے
کا حکم دیا اور فرمایا میں لوگوں کو بارش سے بچان
چاہتا ہوں۔

وَقَالَ اِنَّكَ تَكِلُنَا عَلٰى اَهْلِكَ اِذَا هُوَ خَرَفْتُمْ
يَا قَتِيْلًا
وَقَالَ اِنَّكَ تَكِلُنَا عَلٰى اَهْلِكَ اِذَا هُوَ خَرَفْتُمْ

(اسلام اور انسانیت)۔

وَقَالَ الْيَهُودُ سَجِدْ لَكَ سَقَفُ السَّمَاءِ مِنْ
خَيْرِ مَا تَحْتَلِ

وَأَمَّا عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ فَالْمُسْتَجِدُّ قَالَ أَلَيْسَ
النَّاسُ مِنَ الْمَطَرِ وَإِيَّاكَ أَنْ تَعْمِيَ أَوْ تَصْفِرَ

فَتَقَرَّرَ النَّاسُ
وَقَالَ أَسْرَىٰ بَيْنَ يَدَيْنَا لِيَأْخُذَ الْيَهُودُ وَنَحْنُ نَحْمِلُ

وَقَالُوا إِنَّا نَحْنُ الْحَقُّ بَعَثْنَا فِي هَذِهِ أَعْوَابًا يَخْرُجُونَ

ایستاد و دانشمندی -

باب مسجد بنانے کے متعلق

اور ابوسید نے کہا: مسجد نبوی کی محبت کھجور کی شہقوں کی تھی۔

۱۲۱۔ اور حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس کو بتائے
کا حکم دیا۔ اور فرمایا میں لوگوں کو بادش سے بچاؤ

۲۰۱۱ء حضرت انسؓ نے فرمایا: لوگ مسجدوں پر غزوہ کریں گے

۴۔ حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا کہ تم لوگ مسجد بن گویا جیسے آدمی سے

لو کہ جسے یہ خود انشاء بخود نصیب ہو کر ان کو آہستہ کیا

أَنَّ جَدَّاهُ ابْنَيْ عَمِّهِ أَخْبَرَاهُ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ عَلَى عَهْدِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَبْنِيًّا بِاللَّيْلِ وَتَقَفَهُ الْجَوْنُ وَغَمَدَهُ خَشَبَ الْخَلِّ فَكَثَّرَ فِيهِ الْيُوسُفَ شَيْئًا وَزَادَ فِيهِ عَمْرُ وَبَنَاهُ عَلَى بَنِيَانِهِ عَصَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِاللَّيْلِ وَالْجَوْنُ وَغَمَدَهُ خَشَبَ الْخَلِّ عُمَانُ فَزَادَ فِيهِ نِيَادَهُ كَتَبَتْهُ وَبَنِي جَدَّاهُ بِأَلْحَبَارٍ أَلْمَعُوسَةِ وَالْقُسُوسَةِ وَجَعَلَ عَمْدَهُ مِنْ جِجَاسَاتٍ مَنقُوشَةٍ وَسَقَعَهُ بِالسَّالِحِ (بخاری)

اور حضرت جد امیر بن عمر سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ مبارکہ میں مسجد نبویؐ کی انہوں نے بنی ہوئی تھی۔ اس کی چھت کھجور کی شاخوں اور ستون کھجور کی لکڑیوں کے تھے۔ پھر حضرت ابو بکرؓ نے اپنی خلافت میں، کچھ زیادہ ہمیں کیا اور حضرت عمرؓ نے اپنے عہد میں مسجد میں توسیع کی کچھ ساز و سامان دی۔ رکھا جو عہد نبویؐ میں تھا۔ یعنی کئی اینٹ اور کھجور کی شاخیں اور ستون بھی کھجور کی لکڑی کے کام کئے۔ پھر حضرت عثمانؓ نے اپنے عہد میں کافی توسیع کیا۔ اور اس کی دیواریں منقش پتھر اور پونے کی بنوائیں اور ستون بھی منقش پتھر کے لگائے۔ اور چھت راگوان کی لکڑی سے بنائی۔

قولہ مسائل | ابتدا میں مسجد نبویؐ کی اینٹوں کی بنی ہوئی تھی۔ اس کے ستون کھجور کی لکڑیوں کے اور چھت کھجور کے پتوں اور شاخوں کی تھی۔ یہ صورت میرنا صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے عہد تک رہی۔ میرنا فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے عہد خلافت میں طول و عرض میں زیادتی کی مگر اس کے ساز و سامان میں کوئی تبدیلی نہ فرمائی۔ حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کثرت توسیع فرمائی اور اس کی کمرش کی طرف بھی توجہ دی۔ آپ نے کچھ اینٹوں کی جگہ منقش پتھر لگائے اور کھجور کی شاخوں کی بجائے چھت راگوان کی لکڑی سے بنوائی۔ ان احادیث سے واضح ہوا کہ مسجد کا اصل مقصد اور اس میں صحت آبادی یہ ہے کہ نماز باجماعت اذان وغیرہ کا سنت کے مطابق اقامت کیا جائے اور ذکر الہی سے مسجدیں گونجیں۔ یہ دیکھ کر ان کی توہمیں و آرائش تو خوب کی جائے مگر وہاں نماز پڑھنے اور اللہ کو یاد کرنے والا کوئی نہ ہو۔ چھت تعلیم مسجد کی ذیبت اور اس کی دیوار میں نقش و نگار اور موسے لگانی پھر تا مش تہیں۔ مگر راہبہ میں نقش و نگار مکرر ہو۔ یہ حکم اس وقت ہے۔ جبکہ کوئی اپنے مال حلال سے نقش کرے اور مال حرام سے نقش نہ کرے۔

بَابُ التَّحَارُّنِ فِي مَسَاجِدِ الْمَسْجِدِ وَقَوْلِي اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ مَا كَانَ الْقُسُوسُ كَيْفَ أَنْ تَعْمُرُوا مَسَاجِدَ اللَّهِ (بخاری)

باب مسجد کی تعمیر میں تعاون کے متعلق اور شاہد خداوندی ہے کہ مشرکوں کا یہ کام نہیں کہ اللہ کی مسجدیں آباد کریں۔

یہ آیت اس وقت نازل ہوئی جبکہ جنگ بدر میں حضرت عباسؓ قید ہوئے اور حضرت علیؓ و دیگر صحابہ نے ان کو کفر و شرک پر مت کی۔ اس پر حضرت عباسؓ نے کہا تم ہماری بھلائیوں بھی تو دیکھو، ہم مسجد حرام کو آباد کرتے ہیں۔ کعبہ پر غزوات ڈالتے ہیں۔ عمارتیں بناتی تھے۔ اس پر یہ کہ مبارک نازل ہوئی۔ جس میں یہ بتایا گیا کہ کفر و شرک کے ہوتے ہوئے یہ اعمال باعظمت و ثواب نہیں ہو سکتے۔ اور مشرکوں اللہ کا فروں کو تو مسجد کی تعمیر اور اس کو آباد کرنے کی حق ہی نہیں ہے۔ یہ کام تو صرف اور صرف مسلمانوں کا ہے اور انہیں کے لئے ابود ثواب بھی ہے۔ ہام بخاری نے اس آیت سے یہ واضح کیا ہے کہ مساجد

کی تعمیر اور اس کی آبادی کے اہل حق مسلمان ہیں۔ لہذا مسلمانوں کو اپنا یہ فرض کما حقہ ادا کرنا چاہیے۔

اس کے بعد امام نے ایک حدیث بھی ہے جس کے ابتدائی جملوں کا ترجمہ یہ ہے :- حضرت عمرؓ کہتے ہیں، کہ حضرت عباسؓ نے مجھ سے اور اپنے صاحبزادہ علیؓ سے کہا تم دونوں کو مسجد کے پاس جاؤ اور ان سے حدیثیں سنو۔ ہم دونوں ان کے گئے دیکھا کہ وہ اپنے باغ کو درست کر رہے تھے۔ انہوں نے اپنی چادر لی اور گوٹ لگا کر بیٹھ گئے۔ پھر حدیث بیان کی یہاں کہ مسجد نبوی کے بنائے کا ذکر آیا تو کہنے لگے۔

کہ مسجد بناتے وقت ہم ایک ایک ارضت اٹھا رہے تھے۔ اور حضرت عمرؓ دو دو ٹپکیں اٹھا رہے تھے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں دیکھا تو ان پر سے ٹپکی جھڑکنے لگے اور فرمایا تم سب کو کافی ٹیس کر لیتے رہیں جنت کی طرف تڑپنے لگا۔ اور وہ سن کر ہم کو عزت دینے لگے اور مسجد کے کھدکار دعوایا بکارتے تھے ان میں قتلوں سے بڑا ملتا ہوں :-

فَقَالَ لَكَ أَتَمَّيْلُ لِبَيْتَةِ رَسُولِ اللَّهِ وَرَعْمًا لِبَيْتِ بْنِ
لِبَيْتِ بْنِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَعَمَلُ
بَيْتِ بْنِ رَسُولِ اللَّهِ وَرَعْمًا لِبَيْتِ بْنِ رَسُولِ اللَّهِ
فَعَمَلُ بَيْتِ بْنِ رَسُولِ اللَّهِ وَرَعْمًا لِبَيْتِ بْنِ رَسُولِ اللَّهِ
فَعَمَلُ بَيْتِ بْنِ رَسُولِ اللَّهِ وَرَعْمًا لِبَيْتِ بْنِ رَسُولِ اللَّهِ
فَعَمَلُ بَيْتِ بْنِ رَسُولِ اللَّهِ وَرَعْمًا لِبَيْتِ بْنِ رَسُولِ اللَّهِ

بخاری

اس حدیث کو امام نے کتاب الجہاد میں بھی ذکر کیا۔ یہ حدیث مسائل دیکھ کر مشتعل ہے :-

قواعد و مسائل

بھی قرار دیتا ہے :- علم کی بات اپنے سے کم مرتبہ والے شخص سے بھی حاصل کر لینی چاہیے۔ ۱۳ عمارؓ یا عمرؓ جلیل سعادی اور جان نثار رسولؐ میں آپ کے منتقلی حضور علیہ السلام سے جو پیشینگوئی فرمائی۔ وہ حضور اکرمؐ کا میچہ دے کر حضرت کے سر پر رکھنے کی دلیل کہ جیسے آپ نے فرمایا ویسے ہی ہوا۔ ۱۴ اس حدیث سے حضرت علیؓ کو کم از کم جہاد الکفر کی کفایت ہوئی ہے کہ جنگ صفین میں وہ حق پر تھے اور جناب امیر معاویہؓ سے خطام جہاد کی واقع ہوئی تھی۔ ۱۵ قتلوں سے بڑا ملتا ہوں :-

بَابُ الْأَمْتِنَانَةِ بِالنَّجَارَةِ وَالصَّنَاعَةِ فِي

أَعْمَالِ دَارِ الْمَسْجِدِ

عَنْ سَهْلِ بْنِ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ

وَسَمِعْتُ ابْنَ عَبَّاسٍ يَقُولُ سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ

وَسَمِعْتُ ابْنَ عَبَّاسٍ يَقُولُ سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ

وَسَمِعْتُ ابْنَ عَبَّاسٍ يَقُولُ سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ

وَسَمِعْتُ ابْنَ عَبَّاسٍ يَقُولُ سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ

وَسَمِعْتُ ابْنَ عَبَّاسٍ يَقُولُ سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ

وَسَمِعْتُ ابْنَ عَبَّاسٍ يَقُولُ سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ

بخاری

باب: برہنہ اور معام سے مسجد اور منبر بنانے میں دو لینا۔

۱۱۔ حضرت سہلؓ سے ہے انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک عورت وراثت سے کھلا بھیجا کہ وہ اپنے غلام برہنہ کی حکم کر کہ وہ میرے چھٹے کے لئے منبر بناوے۔

۱۲۔ حضرت عمارؓ بن ابیوسفؓ نے کہا کہ ایک عورت وراثت سے غلام نے عرض کی رسول اللہ میں آپ کے لئے ایک چتر منبر بنادوں میں آپ نے ارادت سے قبول فرمایا کہ یہ میرا غلام برہنہ ہے حضور نے قبول فرمایا اور عمارؓ نے تدارق پھر اس نے آپ کے لئے منبر بنادیا۔

۱۳۔ یہاں اول کو امام نے حلاۃ میں اور سلمہ ابوداؤد انسائی دین ماجر نے بھی اس حدیث کو روایت کیا اور حدیث دوم کو امام نے کتاب المیوع میں اور باب علامۃ نبوت میں ذکر کیا۔

قواعد و مسائل

۱۴۔ امام نے کتاب المیوع میں اور باب علامۃ نبوت میں ذکر کیا۔

میں انشاء نہیں ہے یہ تو یہ تھا کہ انشاء نامی اور تے آپ کے لئے ممبر بنانے کا دہرہ کیا تھا۔ جب اس نے وعدہ کرنے میں دیر کی تو حضور علیہ السلام نے اس کو دہرہ یاد دلایا۔ ————— حدیث ہذا حسب ذیل مسائل پر مشتمل ہے۔
 ۱۔ اگلے کو کسی چیز سے اس کے قبول کرنے میں خرچ نہیں (۲) بزرگوں کی خدمت کرنا یا ملت اجرو و ثواب سے (۳) دہرہ پورا نہ کرنا مطالبہ کرنا جائز ہے۔

بَابُ مَنْ بَنَى مَسْجِدًا

أَنَّكَ سَمِعْتَ عَمَّا كَانَ بَيْنَ عَفَّانَ وَصَاحِبِي اللَّهِ عَشَّةُ
 يَقُولُ عَمْدًا لَقَوْلِ ابْنِ أَبِي حَتْمٍ قَالَ سَمِعْتُ
 مَسْجِدًا لِرَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
 يَأْتِيَهُمْ أَكْثَرُكُمْ وَأَيُّ سَمِعْتُ رَسُولَ
 اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَرَّةً سَمِعْتُ
 مَسْجِدًا يَبْنِيهِ بِيَهْرَجَةَ اللَّهُ مَبْنِيَّ اللَّهُ
 لَهُ بَيْتُهُ فِي الْجَنَّةِ رِجَالِي

بَابُ مَسْجِدِ نَسَائِكَ ثَوَابِ فِي

حدیث بخاری کا بیان ہے کہ انہوں نے حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے سنا جب انہوں نے مسجد بنوی دوبارہ بنوائی یعنی جب انہوں نے منقش تعمیر پورے سے مسجد بنوائی اور لوگوں نے اس صراط میں باتیں کیں۔ تو حضرت عثمان نے کہا میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے آپ نے فرمایا جو مسجد بنائے خالص اللہ کے لئے بنائے اللہ تعالیٰ اس کے لئے جنت میں ویسا ہی گھر بنائے گا۔

اس حدیث کو مسلم و ترمذی و ابن ماجہ نے کتاب الصلوٰۃ میں ذکر کیا۔ ————— حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جب مسجد بنوی کو منقش تعمیر پورے پورے سے بنوایا۔ تو بعض صحابہ نے ان کے عمل پر اعتراض کیا۔ ان کا موقف یہ تھا کہ جیسے یہ مسجد زمانہ نبوی میں کچی ایڑوں اور مجھور کی مشاغل سے بنی ہوئی تھی اسے دوبارہ بننے والا جسے جناب عثمان غنی نے ان کو جواب دیا۔ کہ میں نے یہ کام غرض رقائے الہی کے لئے کیا ہے اور حضور علیہ السلام صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے اللہ تعالیٰ ویسا ہی مکان اسے جنت میں عطا فرمائے گا۔ ————— اس سے واضح ہو گیا۔ کہ نبوت کے ساتھ مسجد کی تعمیر کرنا اور نبوت کے بعد نبوت کے ساتھ مساجد میں عمارتوں سے اسے تعمیر کرنا جائز ہے۔

بَابُ يَأْخُذُ بِتَصْوِيلِ الْمَسْجِدِ إِذَا مَرَّ

فِي الْمَسْجِدِ
 يَقُولُ مَرَّ رَسُولُ اللَّهِ فِي الْمَسْجِدِ وَمَعَهُ
 بِيَهْرَجَةَ فَقَالَ لَهُ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
 وَأَمْسِكْ بِبَيْتِهَا رِجَالِي

بَابُ جَبَّ كَلَّمَ مَسْجِدَ فِي تَبَرُّعِهِ بَوْنَهُ آتَى تَوَسُّلَ لَوَائِلِ

باتھیں تھاتے رہے۔
 حضرت جابر بن عبد اللہ سے ہے کہ ایک شخص مسجد نبوی میں تیرے کہ آیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں کا پھل تھاتے رہے۔

ام نے اس حدیث کو کتاب الفتن میں بھی ذکر کیا۔ مسلم نے اب میں، نسائی نے صلوٰۃ میں اور ابن ماجہ نے ادب میں کیا۔ ————— اس حدیث سے واضح ہوا کہ مسجد کی تعمیرات کے ساتھ داخل ہونا جائز ہے۔ مگر حسب تعمیرات کے ساتھ داخل ہونا کسی مسلمان کو ایذا پہنچے۔

بَابُ الْمَرْدِّ فِي الْمَسْجِدِ

سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ مَرَّ
 مَسْجِدًا مِنْ مَسْجِدَاتِنَا أَوْ أَسْوَاقِنَا يَسْتَلِمُ

بَابُ مَسْجِدِ فِي مَعْدِنِ كَسَمَلِ

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو کوئی چاروں مسجدوں یا بازاروں میں تیرے کہ گھر سے آوے، اس کا پھل تھاتے رہے ایسا

فَلْيَاخُذْ عَلَى نَفْسِهِ الْإِيْمَانُ بِكَيْ يَسْعَىٰ لِنَفْسِهِ (نمل: ۱۵)

نہ ہو کہ کسی مسلمان کو اپنے ہاتھ سے نفعی کرے

۱۰. جو کہ کسی مسلمان کو اپنے ہاتھ سے زخمی کرے

اس سب کو انہم نے قتل میں مسلم و ابن ماجہ نے ادیب میں اعدا و اعدوئے جہاد میں ذکر کیا۔ اس سے
 چو کہ مسجد میں سے تہیہ لے کر گزرتا ہوا جاتا ہے۔ ادیب بھی معلوم ہوا کہ مسجد میں، باقاعدہ اول و اعداؤں کے اجتماع میں کہ
 لے کر گزرتے تاکہ کسی کو ضرر نہ پہنچے۔

بَابُ التَّعْمِيرِ فِي الْمَسْجِدِ

١٧٨
 الْوَسْطَانِ مِنْ عَمَلِ الرَّحْمَنِ مِنْ غَوْبِ
 أَكْثَرِهِمْ حَتَّى تَنْتَابَ بِأَلْ نَصَابِ
 يَسْتَجِدُّ رَأَاهِيَّةَ أَتَشُدُّ كَاللَّهِ
 قَالَهُمْ وَاللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
 يَقُولُ يَا حَبْرَةَ أَجِبْ عَنِّي سَأَلِي اللَّهُ
 اللَّهُمَّ أَسْأَلُكَ بِرُوحِ الْقُدُّوسِ قَالِ
 رَوَاهُ
 أَبُو الْحَسَنِ عَلِيُّ بْنُ الْحُسَيْنِ

رنگارنگی

ابو الحسن محمد بن الحسين

باب مسجد میں شہر ٹھٹھکے کے متعلق
جسرا الرحمن کی عورت انصاری کہتے ہیں۔ مگر انہوں نے صلہ
بن ثابت سے لٹکا اور وہ ابوہریرہ سے گواہی دیتے
تھے کہتے تھے کہ ابوہریرہ میں کہیں اللہ کی قسم دیتا ہوں
کیا تم نے جی جیسے اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہیں کہ
اے حسان تو اللہ کے رسول کی طرف سے نکاح کو جو
دے۔ (ابوہریرہ) مدح القدس کے ساتھ اس کی مدح
ابوہریرہ نے کہا ہے تم تک بالہ

قوانین و مسائل

فوائد و مسائل
 اس حدیث کو ہم نے پہلے اے الخلق اے آدمیوں میں مسلم نے فضائل میں، انسائی نے تفسیر و صلوات
 حوالہ دے مسجد میں شہر پڑھنا اور تہذیب و تمدن میں فی المسجد کی
 اگر ہم نے جو حدیث بدر الخلق میں نوکر کا ہے اس میں فی المسجد کی تصریح کی ہے۔ حضرت حسان
 رضی اللہ تعالیٰ عنہ مسجد میں نعتیہ اشعار پڑھ رہے تھے حضرت عمرؓ نے آپؐ سے لوگا اس پر حضرت حسان نے زیر بحث کر دیا
 ادب کیا میں تو حضور علیہ السلام کے سامنے بھی شعر پڑھتا تھا اور پھر حضرت ابوہریرہؓ سے اس کی شہادت بھی دلوائی۔
 حضرت حسان بڑے شاعر اور ادیب تھے حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی درج و شنائی میں اشعار کہتے
 حمایت میں کفار کی ہجو فرماتے۔ ترجمہ کی حدیث میں ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم حضرت حسان کے واسطے
 میں تمیز کچھ دیتے اور اس پر کھڑے ہو کر حضرت حسانؓ حضور علیہ السلام کی درج و ثنا کرتے اور کفار کی ہجو فرماتے حضور
 ان کے متعلق فرماتے وجہ یہ کہ مہلک بھیرٹی تھا اسے ساتھ ہی دایوداؤد اور کھنوعافیتہ اللہ تعالیٰ علیہ وسلم
 الی درج اقدس کے ساتھ حسان کی مدد فرما۔ اس حدیث سے واضح ہوا کہ حدیث و سنت و حقیقت و حجت
 پر مشتمل اشعار کا مسجد میں پڑھنا جائز ہے۔ اور یہ کہ حضور علیہ السلام کی درج و ثنا کرنا اور آپ کے و متعلق کی ہجو کرنا
 و قراب ہے۔ اور جن احادیث میں شعر پڑھنے کی ممانعت آئی ہے اس سے مراد وہ شعر ہیں جو فضول لغو اور خالی تر
 مضامین پر مشتمل ہوں۔

تَابِ أَصْحَابُ الْحَرَابِ فِي الْمُسْجِدِ

بَابُ اقْطَبِ الْجَوَابِ فِي الْمَسْئُورِ | باب اصحاب حزب کا مسجد میں آنا
 اصحاب حزب سے مراد وہ فرجی ہیں جو حکمِ مشفق کرتے ہیں۔ اور فنِ عرب کا مظاہرہ کرتے ہیں نہ کہ لوگ اس فن اور انہیں اس کے حاصل کرنے کا شوق پیدا ہو۔
 إِنَّ عَاشِرَةَ قَالَتْ لَقَدْ رَأَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ | حضرت عائشہ فرماتی ہیں میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمًا قَلْبِي يَبْلُغُ حُجْرَتِي
فَالْحَبَشَةُ يَلْعَبُونَ فِي السُّجُودِ وَرَأَيْتُ اللَّهَ
صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَسْتَوِي بَيْنَ يَدَيْهِ
أَنْفَارُ إِلَى ثَوْبِهِمْ عَن عَائِشَةَ
قَالَتْ رَأَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
يَلْعَبُ حَبَشَةُ يَلْعَبُونَ وَحُجْرَتِهِمْ (بخاری)

کہ اپنے گھر کے جھانڈ پر جلوہ فرمایا یا۔ اور ہمیشہ مسجد میں
غیر حرب کا مسلح ہو کر رہتے تھے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
مجھے دھانچے ہوتے تھے اور میں ان کے حرف کرتب دیکھ
رہی تھی۔ اور وہ کی رعایت کے لحاظ سے تھے۔
کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: میں نے حضور علیہ السلام کو دیکھا
اور مسجد میں حرب کے کرتب دیکھا رہے تھے۔

ابن عمر نے اس حدیث کے بعد یہ سناتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے عیدین میں

مسائل حدیث پر مسائل ذیل پر مشتمل ہے: مسجد میں فی حرب کا مظاہرہ یا تو ہے اور عورتیں بھی پابندہ ان کے کرتب
میں۔ قرآن میں مسلمانوں کو حکم دیا گیا ہے کہ وہ کفار سے مقابلہ کی زندگی کریں۔ اور آلات جنگ کے استعمال کا طریقہ دیکھیں۔ یہ
ہی اس لئے تھا کہ مسلمانوں میں اس فن کو حاصل کرنے کا شوق پیدا ہو۔

وَالْبَيْتُ وَالشَّيْءُ آدَى عَلَى الْمُنْبَرِ فِي الْمُنْبَرِ (بخاری)

اس مقام کے تحت ابن عمر نے جو حدیث لکھی ہے اس کے ابتدائی جملوں کا ترجمہ ہے: حضرت عائشہ کہتی ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم
ان کے پاس آئی۔ وہ اپنی کتابت کے روپے کے متعلق پوچھ رہی تھی۔ حضرت عائشہ نے کہا کہ اگر تیری مرضی ہو تو
میں ان کو دے دوں گی۔ اور یہ کہ میرے لئے ہوں گی۔ اور یہ کہ ان کو دے دیا گیا: اگر تم چاہو تو جو کتابت کا مدیون
ہو وہ باقی ہے۔ دو حضرت سیدنا نے کہا یا بربدہ کہ ان کو دے دیا گیا: اگر تم چاہو تو اس کا مدیون ہو کر اس کو
دے دو۔ اور وہ بخاری میں ہے۔

قَالَ بَعْدَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
فَكَرِهَتْ ذَلِكَ فَقَالَ ابْنُ أَبِي بَكْرٍ مَا عَنَّا قِيَمُهَا
فَوَلَّاهَا الْوَلَاءَ لِمَنْ عَشَقْتُمْ ثُمَّ قَامَ رَسُولُ
اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى الْمُنْبَرِ وَقَالَ
سَلِّطْ مَرَّةً فَصَعِدَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
سَلِّطْ عَلَى الْمُنْبَرِ فَقَالَ مَا بَالُ أَتَوَّاهِ
أَسْتَوْحُونَ شَرُّهُ لَا يَسْ فِي حَقِّكَ اللَّهُ
مَنْ اسْتَوْحَ شَرُّهُ لَا يَسْ فِي كِتَابِ اللَّهِ
لَيْسَ لَهُ قِيَانُ اسْتَوْحَ مَا كُنْتُمْ تَقْرُونَ (بخاری)

جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم ان کے قریب سے آپ
سے اس کا ذکر کیا تو آپ نے فرمایا: اسی کو
خویدا اور آزاد کرد۔ اور حکم دیا اسی کی ہوتی
ہے جو آزاد کرے پھر حضور علیہ السلام منبر پر
جلوہ فرما ہوئے اور فرمایا لوگوں کو کیا ہوا۔ جو
ایسی شریعتیں لگاتے ہیں جو اللہ تعالیٰ کی کتاب
میں نہیں۔ اور جو کوئی ایسی شرط لگائے
اگرچہ سو بار لگائے جو کتاب اللہ میں نہیں ہے
تو وہ بھڑکے نہیں۔

ابن عمر نے اس حدیث کو ذکاۃ علق کتاب میں جو بخاری، غزالی، مشکوٰۃ و الاطعمہ
مسائل کا ذکر کیا ہے۔ اور مسلم۔ ابن ماجہ۔ ترمذی۔ نسائی نے بھی اس حدیث کو روایت کیا
— حدیث پر مسائل ذیل پر مشتمل ہے: مکاتبت جائز ہے اور ان کی صورت یہ ہے کہ ایک اپنے غلام سے
مقدار مقرر کر کے یہ کہہ دے کہ اتنا دے اور اگر دے تو آزاد ہے اور غلام سے قبول بھی کرے یا نہ۔ مکاتبت

فوائد مسائل

اور اس ماہر نے اختصار میں ذکر کیا۔

اس حدیث سے واضح ہوا کہ حکم شرعی

اس حدیث کو امام نے کتاب الہجاء و تفسیر میں پانچ مرتبہ ذکر کیا۔ اور مسلم، ابوداؤد، نسائی نے بھی بیحد و حد

میں مسجد میں حرام اور ایک چیزوں کا ذکر کرنا جائز ہے۔ کیونکہ جب تک اس چیز کا فعل کا نام لے کر یہ نہ بتایا جائے کہ

باب مسجد کے لئے عام مقرر کرنا

باب المسجد من المسجد

وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ تَذَكَّرْتُ لَكَ مَا فِي بَطْنِي
مَحْذَرًا لِمَنْ جَدَّ يَحْذَرُهُ (بخاری)

ابو عبد اللہ ابن عباس نے ان سمیت حدیث تک انہی میں سے

تفسیر میں فرمایا۔ یعنی مسجد کے لئے عام

مقصود عنوان یہ بتاتا ہے کہ مساجد کی تعظیم اور خدمت اہم سابقہ میں بھی مشروع تھی۔ اور اس کے ثبوت کے لئے
ذکر ہوا کہ ایسی پیش کی ہے حضرت سید صاحب عالم نے انہوں نے یہ تذکرہ کیا کہ میرے بیٹے میں جو بچے ہیں
کو میں مسجد تھیں کی خدمت کے لئے وقف کرتی ہوں۔ چنانچہ حضرت مریم بیبا بھیجیں۔ تو اگر خدمت مساجد شرع
تو حضرت حمہ یہ تذکرہ مانیں۔ اس سے واضح ہوا کہ مساجد کا ادب و احترام اور ان کی خدمت کو قریب ال
خاص درجہ ہے۔ تعلق زریحہ کو عطا کر کے اپنی تفسیر میں ذکر کیا۔ اس حدیث کو ذکر کر کے امام نے واضح کیا ہے کہ مسجد
کی بڑی فضیلت کی بات ہے یہ یہی وجہ ہے کہ حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی تقریر فرمائی جتنا زیادہ

حضرت ابوہریرہ نے کہا۔ ایک نارت یا ایک کھجور
میں جھاڑو دیا کرتے تھے۔ اور فرماتے کہ میرا خیال
کہ وہ نورت تھی پھر انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا وہ انداز
کیا کہ آپ نے ان کی تقریر فرمائی تیار ہو کر

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ امْرَأَةً أَوْ سَجَلًا كَانَتْ
تَقْرَأُ الْمَسْجِدَ وَلَا اسْمَ إِلَّا امْرَأَةً فَذَكَرَ
حَدِيثَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّ
صَلَّى عَلَى شَجَرَةٍ

بَابُ التَّسْبِيحِ أَوْ التَّسْبِيحِ فِي الْمَسْجِدِ
عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
قَالَ إِنَّ عِفْرَةَ بِنْتُ مَرْثَدَةَ تَقُتُّ عَلَى الْبَابِ حَتَّى
أَوْ كَلِمَةً فَتَقُتُّ هَذَا لِيَقْطَعَ عَلَى الصَّلَاةِ
فَأَمَّا النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاسْتَمَدَّ أَنْ أَوْ رِيْطَةً
إِلَى سَارِيَةٍ بَيْنَ سَوَارِي الْمَسْجِدِ حَتَّى تَصْبُحُوا
وَتَنْظُرُوا إِلَيْهِ كَمَا لَمْ تَكُنْ تَقُولُ
أَنْجِي سَلِيمًا رَأَيْتُ هَبَّ فِي مَمْلَكَةٍ لَيْسَ بِي
لَا خَبْرٌ مِّنْ لَّعْنَتِي قَالَ مَدَّ قَرْدَهُ
خَاتَمًا

طیلس قندہ یا ستروخی کو مسجد میں باڑھنا
حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے حدیث ہے کہ
اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بتوں میں سے ایک سرکش چور
ابانک مجھ سے بڑا ہے یا مجھ سے بڑا یا تو منقطع کرے۔
اللہ تعالیٰ نے مجھے طاقت عطا فرمائی اور میرا
چراغ مسجد کے کسی ستون سے اس کو نہ دوں
کو صبح کو تم سب اس کو دیکھ لو لیکن مجھے اپنے جانی
میرے اسلام کو دل: سب حب الی مملکت لایس
لاحدی یاد آگیا۔ روح نے کہا: اس پر حضور میرے
اس کو بننے والے درمیان کر دیا۔

ابن نے اس حدیث کو مصلوۃ حضرت امین اور احادیث الانبیاء اور تفسیر میں بھی ذکر کیا اور مسلم
فوائد مسائل اور نسائی نے تفسیر میں ذکر کیا۔

مسئلہ اسلام نے اس بھی کہ مسجد میں ہونے کا ارادہ فرمایا تو اس سے واضح ہوا کہ قیدی کو مسجد میں ہانڈ دینا جائز ہے۔
 عقود میں کسی پر قیاس کر لیا کہ وہ بھی قرض خواہ کا ایک طرح قیدی ہی ہوتا ہے۔ اس حدیث سے یہ بھی
 تھا کہ بذات حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے ستر ہیں۔ اور یہ حضور علیہ السلام کے قول و عمل و بدن میں کسی قسم کا
 نہیں کر سکتے وہ اتنے بھی اللہ تعالیٰ کی ایک مخلوق ہیں اور قرآن مجید میں یہ تصریح ہے یہ آگ سے پیدا کئے گئے (۱۳) جنوں

بشر بر جملہ ان کو عزت کہتے ہیں :

بَلِّغِ الْاِسْلَامَ اِذَا اسْلَمْتَ وَنِظَامِ الْاَسْبَابِ
 وَتَحَاثُّ الْمُسْلِمِينَ وَكَانَ شَرًّا لِّمَنْ يَأْمُرُ الْغَضِيَّةَ
 بِالْعِيْسَى اِلَى مَوَارِيْقِ الْاَسْبَابِ (بخاری)

باب اسلام دینے کے لئے غسل کرنے اور قیدی کو مسجد میں ہانڈ
 کے متعلق — اور فاضل شریح قرضہ کو مسجد کے ستون
 کچھ پاس زندہ کر کے کاٹ کر دیتے۔

شریح میں حالت کندی حضور علیہ السلام کے زمانہ میں پیدا ہو گئے تھے مگر حضور سے طاقات نہ ہو کی دلیل اقلند
 مسال ایسی ہیں۔ حضرت عمرؓ اور بعد کے خلفاء کی طرف سے ساتھ بریں تک کو نہ کہے قاضی رہے اور شدہ میں وفات
 آمد نہ ہوحت کو مرنے عن ایوب حق ابن صیویہ وصل کیا۔ جس کا مضمون یہ ہے کہ قدرت شریح سبب اپنی حالت
 داری کرتے تو مسجد میں اسے قید نہ ہوتے کا حکم دیتے۔ اگر وہ حق ادا کرتا تو اسے چھوڑ دیتے ورنہ جیل خانہ بھیجتے۔ اس سے
 مسجد میں کھانا نہ ملے احکام شریعت سنا نا اور شریعت کے مطابق فیصلے کرنا جائز ہے کیونکہ یہ حیوان ہے۔

اور یہ بھی کہ قاضی واقعی طور پر کسی بزم کو مسجد میں قید بھی کر سکتا ہے اور کہ اس زمانہ میں مساجد میں عدالتیں قائم تھیں۔
 نہ تو یہی میں بھی مسجد میں احکام شریع سناتے جاتے اور فیصلے کئے جاتے تھے۔
 بعد ازاں ایک حدیث ملے گی جس کے ابتدائی جملوں کا ترجمہ ہے: حضرت ابوہریرہؓ کہتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کچھ رسولوں کو
 مسجد میں لے کر آئے اور ان کے ایک شخص کو پکڑا جس کا نام تھامریں انہی تھا

قَدْ بَطَلَتْ لِسَانِيَّةٌ قَبْلَ سَوَادِي الْمُسْتَعِدِّ فَتَحْتُمْ
 رَسْمُ الْقَبْشِ صَلَّيْ اَمَلُهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَتَحَالَ
 خَلِيفَةُ اَمَامَةٍ مَا فَطَلَتْ اِلَى تَحْتِ قَبْرِ
 بِنِ الْمُسْتَعِدِّ مَا غَسَلَتْ ثُمَّ دَخَلَ الْمَسْجِدَ
 فَتَحَالَ اَشْهَدُ اَنْ لَا اِلَهَ اِلَّا اللهُ وَ اَنَّ
 مُحَمَّدًا رَسُوْلُ اللهِ (بخاری)

اس کو مسجد کے ایک ستون سے ہانڈ دیا
 پھر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اس کے پاس
 تشریف لائے حکم دیا تمام کو آزاد کر دو۔ پھر
 تمام مسجد کے قریب کھجور کے درختوں کے قریب
 گئے غسل کیا اور پھر مسجد میں آکر کھڑے
 ہو کر پڑھ لیا

مسال اس حدیث کو امام نے صلاۃ اشخاص اور مفاد میں۔ مسلم نے مفاد میں اور اوادو نے جہاد میں اور
 مسال اسانی نے ہمارت میں ذکر کیا ۱۵۱ مشہور جرم الحامیہ کا ۲۰ کا دہریہ کو حضورؐ نے تیس سواد جن کے امیر
 تھے تمام کو کھانے کے لئے بھیجا تھا ۱۵۱ شمار کو مسجد کے ستون سے ہانڈ دیا گیا۔ ابن اسحاق نے مفاد میں تصریح
 میں دن تک بندھے رہے پھر حضور علیہ السلام نے حضور میں کیا کہ یہ اسلام لے نہیں گئے۔ چنانچہ ان کو آزاد کرنے کا حکم دیا۔
 ابن جریر و ابو نعیم کی روایت میں ہے کہ حضور اکرمؐ لشکر کو واپس لے کر باغ میں غسل کرتے کا حکم دیا۔ اور اس کے سر
 شہادت پھر انہوں نے ہر کسٹ نماز پڑھی اور اسلام قبول کر لیا (بخاری ج ۱ ص ۱۳۱)

اس حدیث سے واضح ہو گا کہ یہ قیدی کو وقتی طور پر مسجد میں بھیج کر نماز پڑھانے کا حکم ہے۔

باب الحیضة فی المسجد للفرضی و غیرہ

عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ أَصِيبَتْ سَعْدِيَّةُ بِنْتُ أَبِي سَلَمَةَ
فِي الْكَعْبَلِ فَصَدَّبَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ خِيَمَةً فِي الْمَسْجِدِ لِيُحُودَ كَأَمِينٍ فَمَرَّ بِهَا
فَلَمَّا رَأَى عَفْوَ فِي الْمَسْجِدِ خِيَمَةً بَيْنَ يَدَيْ خُفَّارٍ
إِلَّا اللَّهُ مَبْسُوكٌ إِلَيْهِمْ فَذَكَرُوا أَيْتًا أَهْلَ
الْحَيِضَةِ مَا هَلَّا لَأَنَّهُنَّ يَأْتِيْنَ بِهَا
يَتَبَكَّرْنَ فَتَدَا مَعَهُ يَخْدُو جُرْحَهُ
وَمَا فَمَاتَ مِنْهَا

بخاری

ای ترجمہ کے حوالہ سے ان کا سوال پڑھا

فائدہ مسائل اور مسائل نے مسئلہ میں ذکر کیا۔ اگلے رد و ردی اہل اسے عرق الحیضہ و غیرہ

لکھی کہتے ہیں۔ انسانی کے ہر عضو میں اس کی شاخ ہوتی ہے۔ ران میں جو شاخ ہے اسے عرق النساء
کہتے ہیں۔ اسے اپر ہاتھ کی کھال میں ہے اسے اگلے کہتے ہیں۔ اس کے کٹ جانے کے بعد مہوہا خون بند نہیں ہوتا ہے
بلکہ ہوتا رہتا ہے (صفحہ ۲۰۲)

حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کے درمیان اسلام لائے۔ انہیں کی وجہ سے نبی جلیل اللہ اور اہل کے خاندان و اہل

لائے۔ انصار کے خاندانوں میں یہ پیدا خاندان تھا جس نے اسلام قبول کیا۔ حضور علیہ السلام نے انہیں مسجد الاند
دیا۔ غزوہ بدر میں شریک ہوئے اور جہاد کی ساتھ لڑے۔ جنگ خندق میں، اگلے پر تیر لاکھ خون ہونے پر
ایک ماہ بعد ۲۰ سال کی عمر میں وصال فرمایا۔ جنت البقیع میں دفن ہوئے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ان کے غسل
عرش الہی لڑ گیا ان کے جنازہ میں ستر ہزار فرشتے شریک ہوئے۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہ

و واضح ہو کہ حضور علیہ السلام کی عادت گھر پر ہی تھی کہ آپ سفر میں جہاں قیام کرتے وہاں ایک جگہ نماز پڑھتے
مخصوص فرماتے تھے۔ اس جگہ کو بھی اصحاب ہر مسجد سے موصوم کرتے ہیں۔ اگرچہ وہ مسجد قبی نہیں ہوتی ہے۔ یہ وہ
اصحاب کا ہے جس میں حدیث سے باہر نکل کر خندق کھود دی گئی تھی۔ اور تقریباً ایک ماہ تک محاصرہ جاری رہا تھا۔ ظاہر ہے کہ
کے لئے حضور علیہ السلام نے وہاں بھی کوئی جگہ نماز کے لئے مقرر فرمائی تھی۔ اور حدیث پر بحث ہیں جو حضرت سعد کے
کا ذکر ہے وہ اسی جگہ پر تھا۔ چنانچہ خود امام بخاری نے ادب المفرد میں تصریح کی کہ رفیدہ ایک خاتون تھی جو نبیوں کا علاج کرتی
حضرت سعد میں سے یہاں علاج کے لئے آئے تھے۔ (اصحاب)

ابن سعد نے رفیدہ کے ذکر میں لکھا ہے کہ ان کا ایک خیمہ مسجد نبوی کے پاس ہی تھا اسی میں وہ بیاریں اور
علاج کرتی تھیں بخاری میں بھی رفیدہ کے خیمہ اور رحمت خانہ کا ذکر ہے۔ نیز مسجد نبوی اس زمانہ میں ایسی نہ تھی

باب مسجد میں مرضی و غیرہ کے لئے خیمہ لگانا
حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ سعد بن معاذ
کو غزوہ خندق میں رگ اگلے میں تیر لگا۔ تو نبی کریم صلی
اللہ علیہ وسلم نے مسجد میں ایک خیمہ لگا کر اس میں انہیں لکھا کہ
ذبح کے لئے ان کی عیادت کر لیا کریں پھر لوگوں کو اس وقت
تشویش ہوئی جبکہ نبی خفار کے خیمہ کی طرف جو مسجد ہی پر
تھا وہاں پہنچ کر کہنے لگا اہو نے کہا اسے اہل خیمہ پر
کر رہا ہے دیکھا تو حضرت سعد کے رفہ سے خون بہہ رہا ہے
ای ترجمہ کے حوالہ سے ان کا سوال پڑھا

اب ہے۔ اس کو کل رقبہ جودا تھا۔ ظاہر ہے کہ اس میں بیماروں، مسافروں اور قزو کے غیوروں کی گنجائش کہاں ہوگی۔ لہذا قرآن سے واضح ہوتا ہے کہ یہ مسجد نبوی میں نہ تھا بلکہ قزوہ احزاب کے موقع پر حضور علیہ السلام نے جو نماز پڑھنے کے لئے جگہ منقرض فرمائی تھی یہ غیمہ بھی وہی جگہ تھا۔ تاہم

بَابُ إِذْ خَالَ الْبُعْثُ فِي الْمَسْجِدِ الْبَيْتِ
وَقَالَ آيُنْ عَقْلَانِ طَاعَتِ الْبَيْتِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ عَلَى بَيْتِهِمْ

عَنْ أَبِي سَلَمَةَ قَالَ لَمَّا لَمْ يَكُنْ إِلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَقَى أَشْتَرِي قَالَ خُوفِي مِنْ قِتْلَةِ النَّاسِ وَأَقْتَرِكِ طَعْنَةَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّيَ إِلَى حَتَبِ الْبَيْتِ يَقْرَأُ بِالْعَوْدِ وَكَتَلِيبِ تَمْسُطُورِ (بخاری)

باب کسی عذر کی وجہ سے مسجد میں اونٹ کو لانا
حضرت عبد اللہ بن عباس نے فرمایا کہ حضور علیہ السلام نے اپنے اونٹ پر بیت اللہ کا طواف کیا۔

حضرت ام سلمہ کا بیان ہے کہ میں نے حضور نبوی صلی اللہ علیہ وسلم شکاریت کی کریمیں بیانی کی وجہ سے میل طواف نہیں کر سکتی۔ تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: لوگوں کے پیچھے سواری پر طواف کرو میں نے اونٹ پر طواف کیا۔

تبعیقل اقل کو ابو داؤد نے روایت کیا ہے۔ اور امام نے مسند اباب عن اشہار الی ابو حنکس کتاب الحج فائدہ مسائل میں ذکر کیا ہے کہ جب حضور علیہ السلام فتح مکہ کے موقع پر، مکہ تشریف لائے تو طبیعت نامساوی ہوئی لہذا آپ نے اونٹ پر سواری ہو کر طواف کیا۔ سواری پر طواف کرنے کی ایک وجہ تو طبیعت کی نامساوی تھی اور حضرت عائشہ سے یہ بھی منقول ہے کہ آپ نے سواری پر اس لئے طواف کیا تاکہ لوگ آپ کو ارکان ادا کرنے ہونے دیکھ لیں طواف کے مسائل جان جائیں۔ اس حدیث سے ثابت ہوا کہ جو بعض ہو خود طواف نہ کر سکے تو سواری وغیرہ پر طواف کر سکتا ہے اور بہتر یہ ہے کہ کوئی شخص بھروسہ کو اٹھالے اور طواف کر دے۔ حضرت امام بخاری علیہ الرحمۃ نے اس حدیث سے یہ استدلال کیا ہے کہ طواف کو کعبہ کے ارد گرد ہوتا ہے اور کعبہ مسجد حرام میں ہے لہذا اونٹ اور حیلان عورتوں کو ضرورتاً مسجد میں داخل کرنا جائز ہے۔ لیکن اس میں نظر یہ کہ حضور علیہ السلام کے زمانہ میں حرم کی حالت موجود تھی اس کے ارد گرد کوئی عمارت نہ تھی۔

حدیث دوم کہ امام نے صلوٰۃ التفسیر اور حج میں ذکر کیا۔ مسلم، ابو داؤد و ابن ماجہ نے حج میں اور تفسیر میں۔ اس حدیث سے ثابت ہوا کہ ۱۔ معذور سواری پر طواف کر سکتا ہے۔ سواری پر طواف کرنے والے کو لوگوں کے گزرنے کی جگہ سے الگ ہٹ کر طواف کرنا چاہیے تاکہ عام لوگوں کو تکلیف نہ ہو ۲۔ عورتیں طواف میں مردوں کے پیچھے ہیں غلط طواف نہیں۔

باب۔ حضرت انس کا بیان ہے کہ صحابیین سے دو شخص ایک چارہ دو بشر اور دوسرے غائب امید بن حیر تھے حضور علیہ السلام کی مجلس سے پندرہ رات میں اپنے گھوڑوں کو واپس پورے زمان کے ساتھ دو شخصیں پیش کران کے لئے پیش کرنے لگے۔ اور جب وہ ایک دوسرے سے جدا ہونے تو ہر ایک کے ساتھ ایک ایک شیخ ہو گئے میان تک کہ اپنے گھر پہنچ گئے۔

بَابُ أَنَّ رَجُلَيْنِ مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَرَجَا مِنْ عَشِيرَةِ بَلْثِيقِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَحَدًا هُمَا عَدَاؤُ بَيْنَ بَشَرَةٍ أَحَبُّهُمَا أَشَقِيَّ ابْنِ أَبِي بَكْرٍ حَضْبِي فِي لَمَنَ مَقْبَلَتِهِ وَسَمِعَهُمَا يَتَنَادَى لِمُعْتَابِ احْتَبَيْنِ مُخِيبَانِ بَيْنَ تَمَلُّهُمَا فَلَمَّا أَفْتَرَقَا صَارَ مَعَ كُلٍّ جَدِيدٌ مِنْهُمَا وَاجِدٌ حَتَّى أَهْلَهُ رَمَلَهُ

ابْنُ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا قَالَتْ فَسَأَلْتُ بِلَالًا فَقَالَ
صَلَّى فِيهِ فَقُلْتُ فِي أَيِّ قَعَالٍ بَيْنَ
الْأَسْطُوَانَتَيْنِ قَالَ ابْنُ عُمَرَ قَدْ ذَهَبَ عَلَى
أَنِّ أَسْأَلَهُ كَعْرَ صَلَّى رَجُلًا

لے ہیں مگر نہ کہا یہ خبر کسی کو میں لپکا اور بال سے پوچھا یہ
نے کعبہ کے اندر نہ پڑھی انہوں نے جواب دیا ہاں میں نے
کہا، کئی سی جگہ انہوں نے کہا، دونوں سطحوں کے درمیان میں پڑھتے
ہیں یہ پوچھنا بھول گیا کہ آپ نے کتنی کعبتیں پڑھیں۔

اورایت میں اگر کوئی شخص کے لئے ہو تو پھر جواز محدودت ماننے کی ضرورت نہیں ہے اور دوسری حد
فوائد مسائل ہے کہ جواب شرط محدودت جو اب معنی یہ ہوں گے کہ اگر تم حضرت ابن عباس کے زمانہ میں ہوئے
کی مسجد کو دیکھ کر تعجب کرتے ہو تو اس مسجد کے دروازے کے آدھے آدھے نہایت عمدہ اور پختہ بنی ہوئی تھیں۔
حضرت ابوہریرہ نے یہ روایت فرمائی ہے کہ میں نے اس مسجد کو دیکھا اور اس نے کہا کہ میں نے اس مسجد کو دیکھا

عثمان بن طلحہ عثمان بن طلحہ صحابی رسول عبید بن جراح بنی - صلح حدیبیہ میں مسلمان ہوئے۔ ان کے دربار جنگ اور
سفر قتل ہوئے کعبہ کی سداوت و حفاظت اور سالانہ و کئی وجوہ انہیں کی تعمیل میں تھی۔ فتح مکہ کے دو
ان کو بلایا تو انہوں نے اگر دروازہ کھولا۔ حضور اکرم علیہ السلام نے ان کو اندر ان کے چچا کے بیٹے شعیبہ کو فرمایا: کعبہ
لے لو کوئی ظالم ہی تم سے چھینے کو چھینے۔ پھر یہ مدینہ چلے گئے۔ دو سال نبوی کے بعد مکہ آ گئے۔ اور مکہ ہی میں
میں انتقال فرمایا۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہ

اس حدیث کو ذکر کر کے امام نے یہ واضح کیا ہے کہ مسجد حرام بیت اللہ کے لئے دروازہ و تالابو
بناؤ ہے تو دیگر مساجد کے لئے نہیں بلکہ اولیٰ جائز ہوا اور یہ ہی محل عنوان ہے۔

باب دخول المسجد فی المسجد
اس عنوان کے تحت امام نے وہی حدیث لکھی ہے جو اوپر گذر چکی ہے جس میں یہ آیا ہے کہ حضور علیہ السلام نے
کعبہ سے بکھڑا کر منگلا اور صحابہ نے اسے مسجد کے ستون سے باندرجہ با تھا۔ اس حدیث سے امام نے یہ
تعلیم کے لئے کسی ضرورت کے لئے مشرک کو مسجد میں داخل کرنا ناجائز ہے۔ خفیہ کا بھی یہی مسلک ہے امام شافعی کے نزدیک
کے علاوہ باقی مساجد میں نہیں ناجائز ہے اور ایک کے نزدیک مطلقاً منع ہے۔

باب دفع الضیقات فی المسجد
امام نے اس عنوان کے تحت دو حدیثیں لکھی ہیں۔
عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مَسْعُودٍ قَالَ قَالَ كُنْتُ قَائِمًا
فِي الْمَسْجِدِ فَخَصَّ بِي رَجُلٌ فَتَنَظَّرْتُ إِلَيْهِ
فَإِذَا عَسْرُ بْنُ الْغَطَّابِ فَقَالَ أَذْهَبَ قَائِمًا
بِضَلَّتِي فَخَشَّ بِي هُمَا فَقَالَ مِمَّنْ أَتَيْتُمَا
أَدْرِي أَتَيْتُمَا الْإِسْلَامَ أَهْلِي الْقَائِمِينَ
قَالَ لَوْ كُنَّا تَمَامِينَ أَهْلِي الْبَلَدِ لَأَدْجَعْتُمَا
تَرْفَعَانِ أَصْوَانَكُمَا فِي مَسْجِدِ رَسُولِي

سائب ابن یزید کہتے ہیں۔ میں مسجد میں کھڑا تھا
کسی نے مجھے لکڑی ملادی میں نے دیکھا تو تابعی بنو
تھے۔ فرمایا: جاؤ میں دونوں آدمیوں کو میرے پاس لے
میں ان کو لے آیا۔ آپ نے فرمایا: تم کون ہو یا کعبہ
کے بننے والے ہو۔ انہوں نے کہا: طاہر
کے آپ نے فرمایا: اگر تم اس شہر مدینہ کے
باشعور ہوئے تو میں تم کو صلیب سزا دیتا تم مسجد

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں اچھے اور برے کے تھے جو۔

اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بخاری:

دوسری حدیث وہی ہے اور پر گزرنے والی ہے۔ جس کا خلاصہ یہ ہے۔ کہ حضرت کعب تھے ابن ابی جہاد سے اپنے بھائی سے لیا اور اس دوران میں دونوں کی باتیں چند ہو گئیں۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے جب ان کی آوازوں کو سنا تو اس سے فریاد کیا کہ اے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! یہ تو ہے اللہ تعالیٰ کی باتیں جو کہیں۔ ان دونوں حدیثوں سے امام بخاری نے یہ واضح کیا ہے کہ مسجد میں سے نکل کر نماز پڑھنا جائز ہے اور ضرورت پینچنا جلتا یا ممنوع ہے۔ یہ بھی واضح ہوا کہ جو شخص لا طہی کی وجہ سے کوئی خفاں ہو کر کے تو اسے نرمی کے ساتھ سمجھا دینا چاہیے اور احتیاط سے وہ مان جائے تو فوراً گتہ کرنا چاہیے۔

بَابُ الْحَائِثِ وَالْمَجْلُوسِ فِي الْمَسْجِدِ

عنوان باب سے قصور یہ بتا رہا ہے کہ اگر ایسی شخصیتیں یا بے لیل و عطا و تہذیب کے تھے مسجد میں حلقہ بنا کر بیٹھا اور منبر پر بیٹھ کر خطبہ دیتے تھے۔ اس میں ان کے تحت امام نے چند حدیثیں لکھی ہیں جن کا خلاصہ یہ ہے۔

حضور علیہ السلام منبر پر بیٹھ فرماتے کہ ایک شخص نے بیچہ کی نماز کے متعلق سوال کیا اور آپ نے جواب دیا۔

حضور اکرم مسجد نبوی میں خطبہ دے رہے تھے کہ ایک شخص نے سات کے توکل کے متعلق سوال کیا

ایک شخص نے حضور علیہ السلام کو آواز دی اور آپ مسجد میں بیٹھ فرماتے۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم منبر پر بیٹھ فرماتے کہ میں شخص آئے الخ یہ حدیث کتاب العلم میں گذر چکی ہے کیونکہ بعض باریک بینی سے دیکھیں آئندہ صفحہ ۱۸ پر آ رہے ہیں۔ اور ان پر مکمل بحث ہوئی ہے۔ اس لئے ہم نے صرف

تیرا لکھا۔

باب مسجد میں چت لیٹنے کے متعلق

بعد از حدیث دیکھ کر ایمان بے کلام نہیں ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

کو مسجد میں چت لیٹنے پر پناہوں رکھے ہوئے دیکھا

مسجد بنی امیہ سے روایت ہے کہ حضرت عمرو بن العاص

رہا کرتے تھے۔

بَابُ الْأَسْتِيقَاءِ فِي الْمَسْجِدِ

بَابُ الْأَسْتِيقَاءِ فِي الْمَسْجِدِ

بَابُ الْأَسْتِيقَاءِ فِي الْمَسْجِدِ

بَابُ الْأَسْتِيقَاءِ فِي الْمَسْجِدِ

بَابُ الْأَسْتِيقَاءِ فِي الْمَسْجِدِ

حدیث مذکورہ کو ہم نے باس و استیذان میں مسلم نے باس میں۔ ابو داؤد نے ابوب میں۔ اس میں حدیث سے ثابت ہوا کہ ضرورت مسجد میں چت اور نماز کے متعلق میں ذکر کیا۔

اور حدیث پر لکھ جانا جائز ہے۔ اور حدیث جابر ابن عبد اللہ میں پاؤں پر پاؤں رکھ کر لیٹنے کی جو عادت آئی ہے اس میں صبرت میں ہے جب کہ سر رکھنے کا اندیشہ ہو۔

باب راست میں مسجد بڑا بیکار لوگوں کو نقصان پہنچے۔ امام

حسن بصری و ابوبہ و امام مالک کا بھی یہی قول ہے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے حضور علیہ السلام کی وجہ سے فرمایا:

جب میں میں شہد کو پہنچی۔ تو میں نے اپنے والد ابی کدینار

مسلم بن ہارون کوئی دن ایسا نہ دیکھا کہ اس میں حضور علیہ السلام

بَابُ الْمَسْجِدِ يَكُونُ فِي الطَّرِيقِ مَعَ خَيْرٍ مِّنْ

بَابُ الْمَسْجِدِ يَكُونُ فِي الطَّرِيقِ مَعَ خَيْرٍ مِّنْ

بَابُ الْمَسْجِدِ يَكُونُ فِي الطَّرِيقِ مَعَ خَيْرٍ مِّنْ

بَابُ الْمَسْجِدِ يَكُونُ فِي الطَّرِيقِ مَعَ خَيْرٍ مِّنْ

بَابُ الْمَسْجِدِ يَكُونُ فِي الطَّرِيقِ مَعَ خَيْرٍ مِّنْ

وَسَلَّمَ اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ طَرَفِي الْمَقْبَلِ
بِكَلَّةٍ وَعَشِيَّةٍ ثُمَّ سَدَّ إِلَا فِي بَيْتِهِ مَا مَنَعِي
مَنْعُهُ الْبَيْتَانِ دَاخِرًا فَكَانَ يُصَلِّيُ قِبَلَ الْقِبْلَةِ
الْقُرْآنَ فَيَقِفُ عَلَيْهِ وَلَيْسَ كَالْمُتْلِي لَكِنْ دَاخِلًا مَعَهُ
يَتَجَمَّعُ بَيْنَهُ وَيُحْطَرُّكَ إِلَّا وَكَانَ أَبُو سَبْكُو
تَجَلَّيْكَاهُ وَلَا يَمْلِكُ عَيْنُهُ إِذَا قَرَأَ الْقُرْآنَ وَالْفَرْجَ
ذَلِكَ أَشْرَافُ قُرْشٍ قَتَّ الْمُشْرِكِينَ (بخاری)

ہمارے ہاں مشرب نہ لاتے ہوں مسجد شام آپ دو وقت مشرب
لاتے پھر حضرت بوکرہ کو خیال آتا تو انہوں نے اپنے گھر کے صحن
میں ایک مسجد بنائی۔ وہ وہاں نماز پڑھتے اور قرآن کی تلاوت
کرتے مشرکوں کی عورتیں اور بچے کھڑے ہو کر سنتے اور محبوب کرتے
اور انہیں قرآن پڑھتے ہوئے دیکھتے۔ اور ان کو رقیب القلب آدمی
تھے جب قرآن پڑھتے تو اپنے آنسو نہ روک سکتے۔ یہ حال دیکھ کر
قریش کے رئیس گھبرائے۔

فوائد مسائل

مقصود عنوان یہ بتانا تھا کہ راستہ میں مسجد بنانا جائز ہے جبکہ لوگوں کو ضرر نہ ہو۔ میدان ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ
انے جو مسجد بنائی وہ ان کے گھر کے راستہ کی طرف تھی۔ اپنی ملک میں مسجد بنانا بالاجماع جائز ہے اور کسی
غیر میں ہوتا نہیں حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یہ مسجد وہیں کی تبلیغ و اشاعت کی غرض سے بنائی وہ وہاں ٹیکہ کر قرآن
کی تلاوت کرتے تھے بھرا تا تو آنکھوں سے آنسو جاری ہو جاتے۔ مشرک عورتیں اور بچے اس منظر کو دیکھ کر تڑپتے ہوئے ہوتے ہیں پر وہ ساقی
کو خوف ہوا کہ میں حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی زبان سے قرآن سن کر ان کی عورتیں اور بچے مسلمان نہ ہو جائیں۔

بَابُ الصَّلَاةِ فِي الْمَسْجِدِ الْمَشْرُوقِ

باب بازار کی مسجد میں نماز پڑھنے کے متعلق

صحیح مسلم کی حدیث میں ہے کہ حضور علیہ السلام نے فرمایا: اللہ عزوجل کو صبح سے زیادہ محبوب مسجدیں ہیں
صبح سے زیادہ محبوب بازار میں باب شہر پیدا ہوتا تھا کہ بازار کی مسجد میں نماز پڑھتا جائے۔ امام نے عنوان ذکر کردہ سے یہ واضح کیا کہ مسجد
بھی جو وہ شہر و رکت ہی کی جگہ قرار پائے گی۔

وَصَلَّى أَبُو سَعْدٍ فِي مَسْجِدٍ فِي دَاخِلِ الْبَيْتِ عَلَيْهِ سَلَامٌ

ابو ساعد نے مسجد میں نماز پڑھی جو گھر میں ہی تھی اور اس کے بعد اسے لوگوں نے مسجد

اس حدیث سے امر بخاری نے یہ استدلال کیا کہ جب گھر کی مسجد میں نماز پڑھتا جائے ہے تو بازار کی مسجد میں جائے ہونا چاہیے لیکن اگر
یہ ہے کہ اس روایت کو عنوان سے مناسبت نہیں ہے۔

أَبُو هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ
صَلَاةُ الْجُمُعَةِ تَبْدَأُ عَلَى صَلَاةٍ فِي بَيْتِهِمْ وَصَلَاتِهِمْ فِي
بَيْتِهِمْ مَعَهُمْ أَوْ فِي شَرْعِهِمْ دَرَجَةً فَإِنْ أَحَدٌ كَثُرَ
إِلَّا لَوْحًا أَوْ أَحْسَنَ الْوُضُوءِ وَآلِي الْمَسْجِدِ لَا يُرِيدُ
إِلَّا الصَّلَاةَ لَمْ يَخْطُ خَطْوَةً إِلَّا رَحِمَهُ اللَّهُ بِهَا دَرَجَةً
وَحَدَّثَ عَنْهُ بِهَا خَطْبَةً حَتَّى يَدْخُلَ الْمَسْجِدَ دَاخِلًا
مَخْلًا الْمَسْجِدَ كَانَ فِي صَلَاتِهِ مَا كَانَتْ تَحْسِبُهُ
وَنُصِّلَ الْمَسْجِدَ عَلَيْهِ مَلَأَهُ فِي تَحْسِبِهِ الَّذِي
يُحْسِبُ يَسْمَعُ اللَّهُ مَا غَفِرَ لَهُ اللَّهُ مَا رَحِمَهُ
مَا لَمْ يَكُنْ يَتُوبُ بِحُجَّتِهِ (بخاری)

حضرت ابو ہریرہ سے مروی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا
مسجد میں اجتماع نماز پڑھنا گھر میں اور ہزاروں نماز پڑھنے سے
5 درجہ زیادہ فضیلت رکھتی ہے۔ کہو کہ تو میں سے جب
کوئی اچھی طرح وضو کرتا ہے اور مسجد میں نماز کے قصد سے
جاتا ہے تو ہر قدم پر اللہ تعالیٰ ایک درجہ بندی عطا فرماتا
ہے اور ایک گناہ مٹا دیتا ہے اور جب وہ مسجد میں داخل ہوتا
ہے اور نماز کے ہنگام میں جب تک مسجد میں رہتا ہے اس کو نماز ہی کا
نواب قرار دیتا ہے اور جب تک اس جگہ ٹھہرتا ہے جہاں وہ نماز پڑھتا
ہے تو فرشتے اس کے لئے دعا کرتے ہیں اے الہی اس کو بخش دے اے الہی
اور فراموشی کر دے وہ جو مکرر فرشتوں کو یاد دے۔

اُمم نے اس حدیث کو فضلِ جماعت میں مسلم، ابوداؤد، ترمذی اور ابن ماجہ نے صلوٰۃ میں ذکر کیا۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ حضور علیہ السلام کے زمانہ میں بازاروں میں مسجد تھیں ہوتی تھیں۔ اس لئے جو شخص بازار میں نماز پڑھتا تو وہ اکیلے پڑھتا تھا۔ بہر حال حدیث بخاری میں یہ بتایا گیا ہے کہ مسجد میں باجماعت نماز پڑھنا اکیلے نماز پڑھنے سے ۲۵ درجہ زیادہ فضیلت رکھتی ہے۔ کیونکہ اکیلے نماز پڑھنے میں متعدد نوابوں سے آدمی محروم ہو جاتا ہے جو یہ ہیں مسجد کا ثواب۔ مسجد کا ثواب مسجد کی طرف نماز کے لئے جانے کا ثواب، پھر مسجد میں نماز کے انتظار کے لئے بیٹھنے کا ثواب، اور یہ وہ ثواب ہیں جن سے شخص محروم رہ جاتا ہے جو اکیلے گھر میں یا دوکان میں نماز پڑھتا ہے۔

خانکرا: عثمان سے مناسب حدیث کے یہ جملہ صلاحتہ فی سوقہ ہیں۔ اس سے اہم بخاری نے یہ واضح کیا ہے کہ جب بازار میں کسی نماز پڑھنا درست ہے تو نماز باجماعت ادا کرنے بازار میں مسجد بنانا بطریق اولیٰ جائز ہوتی ہے۔

باب مسجد فی مسجد میں انگلیوں کو انگلیوں میں ڈالنے کے متعلق
 جہاد ابن عمرؓ کہنا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی انگلیوں میں تشبیہ کی
 حضرت ابو موسیٰ نے کہا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں دوسرے
 مومن کے لئے عمارت کی طرح ہے جو ایک دوسرے کو قدامت دیتی ہے اور
 آپ نے اپنی انگلیوں میں تشبیہ کی

بَابُ تَشْبِيهِ الْأَصَابِعِ فِي الْمَسْجِدِ وَغَيْرِهِ
 قَالَ سَيِّدُكَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَصَابِعُهُ
 عَنْ أَبِي مُوسَى عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ
 قَالَ إِنَّ الْأُمَمَ وَالْمُؤْمِنِينَ كَالْأَيْدِي كَالْأَيْدِي يَشُدُّ بَعْضُهُ
 بَعْضًا وَتَشْبِيهُ أَصَابِعِهِ (بخاری)

اُمم اور اس کے بعد جو حدیث ہے اس سے اہم بخاری نے یہ واضح کیا ہے۔ کہ مسجد میں تشبیہ جائز ہے۔ بعض اہادith میں تشبیہ کی مانعت آتی ہے۔ اسی حیرت نے کہا بلا فائدہ اگر کوئی تشبیہ کرے تو منع ہے لیکن اگر منظر و نصیحت کے دوران مثال دینے ادب بات سمجھانے کے لئے تشبیہ کی جائے تو جائز ہے بلکہ اسی حدیثوں میں تشبیہ کی مانعت وارد ہوئی ہے۔ اس سے مراد بلا تشبیہ ہے۔ تاہم ۲۷ صفحہ ۱۲۵

تشبیہ کے معنی ہیں۔ ایک اتمہ کی انگلیوں کو دوسرے اتمہ کی انگلیوں میں داخل کر لینا۔ حدیث زیر بحث کو اہم نے ابوابِ احکام میں مسلم نے ابواب میں ترمذی نے ابواب میں ذکر کیا اس حدیث میں مسلمانوں کو باجماعت اتفاق و اتحاد کے ساتھ رہنے کی تلقین کی گئی ہے اور یہ بتایا گیا ہے جیسے ایک ہمارے دوسری دیکھ کر کے لئے اور ایک ایٹم دوسری ایٹم کے لئے مضبوطی کا باعث ہوتی ہے یہی نشانِ مسلمان کی ہوتی ہے جیسے کہ دوسرے مسلمان کے لئے تقویت کا باعث بنے نہ کہ تخریب و تفریق کا۔

حضرت ابو ہریرہؓ نے کہا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے تمام کی دونوں ٹانگوں میں سے ایک ٹانگہ پڑھائی۔ ابن سیرین نے کہا کہ ابو ہریرہؓ نے اس نماز کا نام بھی لیا تھا اگر میں بولوں گا۔ ابو ہریرہؓ نے کہا کہ حضور نے میں دو رکعت نماز پڑھا کہ سلام پھیرا پھر آپ ایک کھڑکی کی طرف گئے تو مجھ میں ہڑی پڑی ہوئی تھی آپ نے اس سے کہہ دیا (ایسا معلوم ہوتا تھا کہ آپ غصہ میں ہیں اور آپ نے پتلا دروازہ ہاتھ میں پرکھا اور انگوٹھیں میں تشبیہ کی اور اپنے خد کا دھارنا میں اتمہ کی ہڈی کی پشت پر رکھا اور جو لوگ جلوہ آئے وہ مسجد سے باہر چلے گئے تب لوگوں نے آپ میں کہا کہ نماز میں کی ہڑکی۔

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ صَلَّى بِنَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِحْدَى صَلَاتِي النَّبِيِّ قَالَ ابْنُ سِيرِينَ قَدْ سَمِعْتُهَا أَبُو هُرَيْرَةَ وَلَكِنْ لَمْ يَكُنْ أَتَقَالُ فَصَلَّى بِمَا لَاقَيْتَنِي ثُمَّ سَلَّمَ فَقَامَ إِلَى خَشْبَةٍ مَعُونَةٍ فِي الْمَسْجِدِ فَذَكَرَ عَلَيْهَا كَمَا تَذَكَّرُ غَضَبًا وَذَوَّصَمَ يَدَهُ الْيُمْنَى عَلَى الْيُسْرَى وَتَشَبَّهَ بَيْنَ أَصَابِعِهِ وَذَوَّصَمَ خَدَّهُ لَا إِلَافَتَيْنِ عَلَى ظَهْرِ يَدَيْهِ الْيُسْرَى وَخَرَجَتِ السَّحَابُ مِنَ الْمَسْجِدِ فَقَالُوا أَتُحِبُّ الصَّلَاةَ

وَالَّذِينَ آمَنُوا بِحُكْمِ رَبِّهِمْ وَعَسَوْفَ يَكُونُ لَهُمْ جَزَاءٌ
عِندَ رَبِّهِمْ أَكْبَرُ ۚ وَالَّذِينَ هُمْ يُرِيدُونَ يَتَّبِعُونَ مَا
هَدَاهُمْ ۚ قُلْ أَطِيعُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ ۚ قُلْ
أَحْسَنُ ۚ قُلْ إِنَّمَا أَعِظُكُمْ بِمَا أَبْصَرْتُ وَأَنصِتُ
وَهُوَ حَكِيمٌ ۚ

تختیاری

اس وقت ان لوگوں میں اب تک وہ طمع بھی تھے مگر وہ سترے صبا کے
 یوں ڈرے اور لوگوں میں ایک شخص جس کے ہاتھ کچھ بچے تھے اس کو خدا پرست
 کہتے تھے وہ مولیٰ اٹھایا رسول اللہ کیا آپ بھول گئے یا نہ کہ ہم کو محض
 قربان نہیں بلکہ ہماروں اور نہ مائیں کی بولی ہے پھر آپ نے لوگوں سے یا
 خدا پرستین سے کچھ بہت ہے لوگوں نے عرض کیا جی ان میں سے کئی آپ نے
 جتنی بات چھوڑ دی تھی وہ ادا فرمائی۔ پھر آپ نے سلام پھیرا اور پھر ارشاد
 کیا اور مجھ کو سہو کیا نام جسوں کی طرح ان سے کچھ لیا پھر آپ نے سلام
 اللہ کر کے کہ وہ سترے مسجد میں گئے یہ مسجد بھی نام جسوں کی طرح تھا
 سے کچھ بھول پھر آپ نے ستر اٹھایا اور ارشاد کر کے کہ وہ میری سے کئی باتوں نے
 کہ مجھ کو کہہ کے بعد آپ نے سلام پھیرا تو انہوں نے کبھی مجھے نہ روئی تھی بکرا
 یہ صبا ان سے اس حد تک کہ کہہ کر پھر آپ نے سلام پھیرا

حدیث ہذا مسائل ذیل پر مشتمل ہے ۱۱۔ مسجد کے سجود دو ہیں ۱۲۔ مسجد میں سلام پھیرنے کے بعد کیا جائے ۱۳۔ حدیث
فوائد و مسائل ۱۴۔ زیارت سے یہ استدلال کیا گیا کہ اگر کوئی پہلا بجائے چار رکعت کے دو رکعت پڑھا دے۔ زیارت کو یہ مسجد سے
 نکلے تب نماز کی جگہ سے ہٹ جائے پھر دسے معلوم ہو کہ بجائے چار کے دو رکعت پڑھی گئی ہیں۔ تو اس صورت میں ازسرنو نماز کی ضرورت
 نہیں بلکہ باقی ائمہ طائیفہ کی رائے درست ہو جائے گی۔ اور اختلاف کے نزدیک مسئلہ ہے۔ اگرچہ
 سے دو رکعت پر سلام پھیر دیا اور اسی جگہ قہر کو من گھڑے بیٹھا ہے اور کلام بھی نہیں کیا ہے۔ پھر قبلہ سے منہ ہٹا لیا مگر مسجد ہی میں ہے
 اور کلام نہیں کیا ہے۔ تو اس صورت میں باقی ائمہ طائیفہ کی رائے درست ہو کر لے لیگی اگر کلام کیا یا مسجد سے باہر نکل گیا۔ تو اب نماز
 غاصر ہو جائے گی ازسرنو پڑھے۔ اختلاف یہ کہتے ہیں کہ حدیث زیارت منسوخ ہے۔ کیونکہ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مجھے
 سے دو رکعت پڑھا لی اور سلام پھیر دیا پھر وہاں سے ہٹ گئے اور بات کی تو آپ نے ازسرنو نماز پڑھی تھی اور اجول نے یہ کام مسجد
 سامنے کیا اور کسی نے اعتراض نہ کیا اس سے واضح ہوا کہ حدیث زیارت منسوخ ہے۔ اسی طرح اس حدیث سے یہ
 استدلال کیا گیا کہ قدامتیں ہوا کلام کرنے سے نماز باطل نہیں ہوتی۔ لیکن یہ استدلال درست نہیں کیونکہ یہ اس زمانے کا معاملہ ہے جبکہ نماز
 میں کام کرنے کی ممانعت نہیں آتی تھی۔ زیادہ تفصیل کے لئے فیوض الباری پارہ دوم دیکھئے ۛ

حضور سے بات کرنے سے نماز فاسد نہیں ہوتی !

علامہ نووی نے اسی حدیث کے تحت لکھا ہے کہ نہر بحث حدیث میں یہ ہے کہ صحابہ رفتے
حضرت علیہ السلام سے اور حضرت علیہ السلام نے صحابہ سے بات کی اور یہ مسئلہ متفقہ ہے۔ کہ
حضرت علیہ السلام سے بات کرنے سے نماز کا صد نہیں ہوتا۔ علامہ نووی علیہ الرحمۃ کے اصل الفاظ یہ ہیں
ان هذا خطاباً للنبی صلی اللہ علیہ وسلم وجواباً عن ذلك لا تبطل عندنا ولا عند غیور
اس حدیث کے بقیہ مسائل کے لئے فیوض الباری بار دوم ص ۱۱۱ ملاحظہ کیجئے۔

تشریف الروحا

بختلقا في شرف الريح

یہ ایک مقام ہے جو مدینہ سے ۱۰ میل پر واقع ہے اور مسلم شہر ہے

نشرف الروحا | اختلاف فی شرف الروحا۔ یہ ایک عام ہے کہ دو روہیں ہیں۔ اور مجھ سے حضور علیہ السلام نے فرمایا انشرف الروحا جنت کی دایوں میں سے ایک دایہ ہے۔ اور مجھ سے

کر رہے ہیں نماز پڑھتی ہے حضرت موسیٰ علیہ السلام حج یا عمرہ کے ارادہ سے یہاں سے گزرتے تھے حضرت ناس

وہ تو ان امور میں جس جگہ حضورؐ نے ناساوا کی متفق ہے صرف تشریف الہی میں مختلف ہوئے۔

حافظ ابن حجر و علامہ ابن حجر نے لکھا کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے کہا کہ میں نے ایک سفر میں دیکھا کہ لوگ ایک جنگ کی طرف جاتے ہیں۔

حضرت عمرؓ کے متعلق یہ بات مروجہ ہے کہ وہ اپنے آپ کو "ابو بکرؓ کے لئے جہاد" کے لئے تیار تھے۔

وَقَدْ سَمِعَ مَا أَجَاءَكَ لِيُخْبِرَكَ بِمَا كُنْتَ تَعْمَلُ

داغ و دھواکنش و بیجا پتائے ظاہر ہے کہ یہ ایک روایت ہے۔

علاوہ ازیں اس نے ہزاروں صلحا کی تعظیم و تحکیم اور وہاں قصد کرے جائے کی باتیں بھی لکھی ہیں۔

قلت ان عمرنا ما خشى ان يلتزم

الناس الصلوة في مثل الموضع

اس سے واضح ہو گیا کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مذکورہ بالا اعداد کا مستحب یہ ہے کہ

اسلام یا کسی دوسری مذہب کے ماننے والے کو کفر سے روکنا اور اس کو اسلام پر گمراہ کرنے کی کوشش کرنا، کفر ہے۔

بلکہ مستحب ہو تا ہے کیونکہ حکماء نے آثار نبوی سے برکت حاصل کی ہے یہ

حضرت نافع بن عمر بن عبدالمطلب سے ہیں۔ یہ حضرت عبداللہ بن عمرؓ کے آقا اور

فوائد و مسائل | ابن مرقا رحمہ اللہ سے حدیث کی سماعت کی نہایت اہم اور بڑی بات یہ ہے کہ اس کے واسطے سے حدیث

قَوَائِدُ وَمَسَائِلُ

سکھڑا حضرت انہیں سے مروی ہے۔ حضرت امام مالک فرماتے ہیں۔ جب نافع کے واسطے سے حدیث

اور راء کی کٹھن سے بے فکر ہو جانا ہوں۔ حضرت نافع کا حکم اہل اسلام کے لئے سرفراز ہے۔

حضرت باقر کا بیان ہے کہ جبرائیل نے حضرت ابن عمر سے مجھے بارہ ہزار دو سو تین اور ابن

میں خریدنا چاہا تو حضرت ابن عمرؓ نے انکار کر دیا اور مجھے یہ یاد آنا ضروری ہے کہ آپ نے فرمایا میں نے ۳۰ سال حضرت اب

ان سے علم حاصل کیا حضرت نافع نے مشہور میں وفات پائی واکمال تذکرہ اصحاب

ہرگز اسے لیکن کسی حدیث کو ذکر نہیں کیا اور مسلم نے اس حدیث کو کتاب الحج میں ذکر کیا ہے۔

نہایت: اس حدیث میں جو مشکل الفاظ آئے ہیں ان کے معنی یہ ہیں۔

ذوالحلیفہ : ایک جُند کا نام ہے جو غزنی سے میل پر واقع ہے یہاں سے اہل مدینہ احرام لے سکتے

وکیل کے تحت کر کے میں بکھلا رہا ہوں کہ شقیہ کے معنی طون کے ہیں۔
 یہ طون کی منت ہے تو یس کے معنی سات کے ہر حصہ میں آرام کرنے کے لئے مسافر کا آرامگاہ کیلئے
 مطلق بڑی اور چھوٹی دونوں نہروں پر آتا ہے اور بعض نے کہا تلخ اس راوی کو کہتے ہیں جس میں گہرائی ہو
 سب جمع کثیر کی ریت کا یقین حاصل ہو کہ معنی بہانے کے ہیں۔ حائکہ کے معنی جانب۔ عرق چھوٹا پیڑ
 حائکہ ضلع بلوچستان ریشہ ایک قریہ ہے جو ریشہ ازبج پر واقع ہو جاہ کے معنی مقابلہ
 کا راہ ہے۔ سہل یفصی انعام کے معنی دلچ و سہل اور صوفی کے میں قلعة۔ مرتفع زمین
 ایک قریہ ہے۔ مہر کی طون سے مکہ کے راستہ پر اس کے اور ویشہ کے درمیان ۱۲ میل کا فاصلہ ہے۔ حضبطہ ایک پیڑ
 زمین پر منبسط ہے۔ نظام بڑا پتھر اس کا ایک حصہ سلمات۔ بڑے پتھر۔ روحا۔ ایک موضع ہے۔ درینہ سے
 ایک پکا و کوہ اسلم۔ ہر شئی ایک پیڑ ہے جو درینہ اور شام کے راستہ کے درمیان واقع ہے اور چھڑ کے قریب ہے۔

حضرت عبداللہ بن عمر نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ
 وسلم جب بارادہ مروا رہے تھے اسی طرح جب عتہ الوداع میں حج
 کے لئے جاتے تھے تو وہاں سے اس بھول کے درخت کے
 نیچے قیام فرماتے جہاں اب مسجد و الحلیفہ ہے۔ اور آپ
 جب جہاد سے یا حج یا عمرہ سے واپس آتے اور اس راستہ
 میں جوتے تو راوی حق کے نشیب میں اترتے جب وہاں
 سے لپکھتے تو ان کا دل بھلا میں بٹھاتے جو راوی کے
 کنارے مشرق کی طون ہے۔ پھر کھلی رات کو یہاں
 آرام فرماتے بھیج کہا۔ یہ مقام اس مسجد کے پاس نہیں ہے
 جو پتھر کی دیواری ہے اور نہ اس ٹیلے پر جس پر مسجد
 ہے۔ دل ایک گہرا نہ تھا۔ عبداللہ بن عمر کے پاس
 نماز پڑھا کرتے تھے۔ اس کے نشیب میں درخت کے ٹیلے تھے۔
 رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وہاں نماز پڑھا کرتے تھے۔ لیکن
 کے بہاؤ نے وہاں کو گہرا کر دیا اور اس مقام کو باٹ واد
 جہاں عبداللہ نماز پڑھتے تھے

اور عبداللہ بن عمر نے اپنے بیان کیا کہ نبی صلی
 اللہ علیہ وسلم کے وہاں نماز پڑھی ہے۔ جہاں اب چھوٹی سی
 مسجد ہے اس مسجد کے نزدیک جو شہر الوداع میں ہے اور
 عبداللہ بن عمر اس مقام کا پتہ بتاتے تھے جہاں

إِنَّ عِثَّةَ اللَّهِ بْنِ عُمَرَ أَخْبَرَنَا أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ
 صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَنْتَبِهُ بِذِي الْحَلِيفَةِ
 حِينَ يَغْتَمِرُ فِي حَجَّتِهِ حِينَ تَحْتَ شَجَرَةٍ فِي مَوْضِعٍ
 الْمَسْجِدِ الَّذِي بِذِي الْحَلِيفَةِ وَكَانَ إِذَا رَجَعَ
 مِنْ عُمَرَةَ وَكَانَ فِي تِلْكَ الطَّرِيقِ أَوْ حِينَ أَوْ
 عُمَرَةَ فَهَبَطَ يَكُنْ وَأَوْ فَرَدَّ أَظْهَرَ مِنْ بَطْنِ
 وَادٍ آتَا حَرَابَ الْبَطْحَاءِ الَّتِي عَلَى شَقِيرِ النَّوَاوِي
 الشَّرْقِيَّةِ فَعَرَسَ شَرَحَتْ بِطَيْبِهِمْ لَيْسَ
 عِثَّةَ الْمَسْجِدِ الَّذِي بِحِجَارَةٍ وَلَا مَنَى الْأَكْمَةِ
 الَّتِي عَلَيْهِمَا الْمَسْجِدُ كَانَ تَحْتَهُ خَلِيفَةُ يُصَلِّي
 عِثَّةَ اللَّهِ عِثَّةَ وَفِي بَيْتِهِ كَثُوبَ كَانَ رَسُولُ
 اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَحْتَهُ يُصَلِّي
 فَدَا حَافِي الشَّيْبِلِ بِالْبَطْحَاءِ حَتَّى
 وَكَانَ ذَلِكَ الْمَكَانَ الَّذِي كَانَ
 عِثَّةَ اللَّهِ يُصَلِّي فِيهِ

وَأَنَّ عِثَّةَ اللَّهِ بْنِ عُمَرَ حَدَّثَنَا أَنَّ الشَّيْبِ
 صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلَّى حَتَّى الشَّيْبِ
 الَّذِي حُدَّتِ الْمَسْجِدَ الَّذِي بِشَرْبِ الرَّوْحَاءِ وَ
 لَمْ يَكُنْ عِثَّةَ اللَّهِ يَحْمِلُ الْمَكَانَ الَّذِي كَانَ

صَلَّى فِيهِ الرَّسُولُ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ تَعَزَّنَ
لِسَبْعِينَ حِينَ تَقُومُ فِي الْمَسْجِدِ تَعَسَّلِي وَ
ذَلِكَ الْمَسْجِدُ عَلَى خِائِفَةِ الطَّيِّفِينَ إِلَيْكَ شَيْ
وَأَنْتَ ذَاهِبٌ إِلَى مَلَكَةِ بَيْتِكَ دَبَّيْنِ الْمَسْجِدِ
الْأَكْبَرِ وَبَيْتِهِ بِحَجْرٍ أَوْ حُفْرَةٍ ذَلِكَ
وَإِنْ أَمْسَكَ عَنْكَ كَانَتْ لِعَصِيٍّ إِلَى التَّحْرِيقِ الَّذِي
عَقْدَ مِنْ حَرِّ النَّارِ وَذَلِكَ الْعَرْشُ
الَّذِي عَلَى خِائِفَةِ الطَّيِّفِينَ ذَلِكَ الْمَسْجِدُ
الَّذِي بَيْتُهُ دَبَّيْنِ الْمَسْجِدِ وَأَنْتَ ذَاهِبٌ
إِلَى مَلَكَةِ دَبَّيْنِ تَوَسَّعَتْ فَتَعَزَّلِي كُنْ
عَمْدُ اللَّهِ بَيْنَ عَمْرٍاءِ بَيْنَ ذَلِكَ الْمَسْجِدِ
كَانَ تَبَرُّكُهُ عَلَى رَأْسِهِ وَوَسَائِهِ وَذَلِكَ
أَمَامَهُ إِلَى التَّحْرِيقِ لِنَفْسِهِ وَكَانَ عَمْدُ اللَّهِ
يُورِثُ مِنْ الرِّجَالِ وَكَانَ لِعَصِيٍّ الْقَطْرُ حَقٌّ
يَأْتِي ذَلِكَ الْمَكَانَ فَيُصَلِّي فِيهِ الطَّيِّفِينَ إِذَا
أَقْبَلَ مِنْ مَلَكَةٍ فَكَانَ مَرِيدَهُ تَبَلُّ الْمَشْهُورِ
بِشَاعَةِ أَوْ مِنْ إِخْرَاءِ التَّحْرِيقِ حَتَّى
يُصَلِّيَ فِيهَا الْمَشْهُورِ

وَإِنْ عَمْدُ اللَّهِ وَحْدَهُ أَنْ الرَّسُولُ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ كَانَ يَنْزِلُ لِحُجَّتِ سَوَاعِدَةٍ وَخَمْسَةٍ دَبَّيْنِ
الرَّوَيْتِ بَيْنَ بَيْنِ الطَّيِّفِينَ دَرَجَاتِ الطَّيِّفِينَ
فِي مَكَانٍ يَطْلُعُ مِنْهُ سَبْعُونَ نَفْسًا مِنْ أَهْلِ
دَوْنِ بَيْتِهِ الرَّوَيْتِ بَيْنَ بَيْنِ دَبَّيْنِ الْمَسْجِدِ
أَشْكَاهَا فَانْتَهَى فِي جَوْفِهَا وَهِيَ قَائِمَةٌ عَلَى
سَاقٍ وَفِي سَاقِهَا كُتُبُ الْمَشْهُورِ وَرَأْسُ
عَمْدُ اللَّهِ بَيْنَ عَمْرٍاءِ أَنْ الرَّسُولُ صَلَّى اللَّهُ
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلَّى فِي طَرَفِ قَلْعَةٍ مِنْ
قَلْعَاتِ الْعَرَبِ وَأَنْتَ ذَاهِبٌ إِلَى هَضْبَةٍ عِنْدَ
ذَلِكَ الْمَسْجِدِ قَدْرَانِ أَوْ ثَلَاثَةٍ عَلَى الْقَبْرِ

جو صلے اللہ علیہ وسلم نے نماز پڑھی تھی۔ کہتے تھے جب
آسمان میں نماز پڑھے تو وہ ملک تیسے وہیں آسمان کی طرف
پڑتی ہے۔ اور یہ چوٹی مسجد میں آسمان کے کنارے آتی ہے
مگر کہتے ہیں اس میں اور بڑی مسجدیں ایک چھوٹی مارا
فاحل ہے یا اس سے کچھ زیادہ

اور عبد اللہ بن عمر اس چوٹی پہاڑی کی طرف نماز پڑھتے تھے
جو روحا کے انحراف سے پر ہے اور یہ پہاڑی وہاں ختم ہوئی
جہاں دوسرے کا کمانہ ہے۔ اس مسجد کے قریب جہاں کے اور
روحا کے آخری حصہ کے بیچ میں ہے۔ مگر کہتے ہیں جو
ابعد ان ایک مسجد بن گئی ہے۔ تو عبد اللہ بن عمر اس مسجد
میں نماز نہیں پڑھتے تھے بلکہ اس مسجد کو اپنے بائیں
تکھے چھوڑ دیتے تھے اور اس کے آگے نماز پڑھتے تھے
پہاڑی طرف۔ اور عبد اللہ بن عمر مرم مسجد کو جس
کے بعد روحا سے چلتے تھے پھر غزہ کی نماز حبشہ تک
اس مقام پر نہیں پہنچتے تھے۔ جب وہاں پہنچتے
تھے پڑھتے تھے اور کمر سے ستر جاتے اور صبح ہوئے سے
گھر کی پھر پہنچتے یا آخر صبح کے وقت تک وہاں پہنچتے
وہاں آتے تھے غزہ کی نماز وہیں پڑھتے۔

اور عبد اللہ بن عمر نے نافع کو بیان کیا۔ کہ نبی ص
اللہ علیہ وسلم ایک بڑے دوست سے آتے تھے جو درشت
کے پاس ہے۔ راستے کے بائیں طرف اور راستے کے راستے
کشاہ زم جہاد جگہ میں بیان تک کہ اس ٹیلے سے
پارہا جاتے جو رویشہ کے رستہ سے دو میل کے قریب
ہے اس وقت کا ایک حصہ ڈھل گیا ہے اور کچھ نہیں ہے
دوسرا جو کہ پڑھ کر ہے اس کی جگہ کچھ بیت سے بیت کے کچھ
ہیں۔ اور عبد اللہ بن عمر نے نافع سے بیان کیا کہ نبی ص
اللہ علیہ وسلم نے اس ٹیلے کے کنارے پر نماز پڑھی ہے۔ جہاں سے
پانی بہتا ہے کہ آتا ہے اس مسجد کے پاس دو تیس
قبر ہیں۔ ان قبروں پر اوپر تھے پھر رکے

وَقَدْ مَنَّ جَعَلَهُ عَنْ يَمِينِ الطَّرِيقِ عِنْدَ مَوَلَانَا
الْعَرَبِيِّ بَيْنَ أَوَّلِيكَ السَّلَامَاتِ كَانَ عَيْدُ اللَّهِ
يَوْمَهُ مِنَ الْعَرِيجِ بَعْدَ أَنْ تَجَمُّلَ الشَّمْسُ
بِالْهَاجِرَةِ فَصَلَّى الظُّهْرَ فِي ذَلِكَ الْيَوْمِ وَ
أَنَّ عَيْدَ الْوَلَدَيْنِ عُمَرُ حَتَّى كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى
اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَزَلَ عِنْدَ سَرَ حَاتٍ عَنْ يَمِينِ
الطَّرِيقِ فِي مَسِيلٍ مَدُونٍ هَرَمَ ذَلِكَ الْمَسِيلُ
لَهُ فِي بَنِي كَوَاجٍ هَوْنِي بَيْتُهُ وَبَيْنَ الطَّرِيقِ
قَرِيبًا مِنْ خَلْفِهِ وَكَانَ عَيْدُ الْوَلَدَيْنِ عُمَرُ حَتَّى
وَالِ سَوْحَةٍ هِيَ اقْرَبُ الشَّرْحِ حَالِ الطَّرِيقِ
وَعِنَ حَوْلَتُهُ وَأَنَّ عَيْدَ الْوَلَدَيْنِ عُمَرُ حَتَّى
أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَنْتَهِي فِي
السَّيْلِ لَنَوِي فِي أَذَى مَرِ الطَّرِيقِ قَبْلَ
الْمَوْتِ حِينَ تَقْبُطُ مِنَ الصَّغَرَاتِ
تَقُولُ فِي بَطْنِ ذَلِكَ الْمَسِيلِ عَنْ يَمِينِ الطَّرِيقِ
فَأَتَتْ قَاهِلًا إِلَى مَكَّةَ لَنَسِ بَيْنَ مَكَّةَ وَرَسُولِ
اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَيْنَ الطَّرِيقِ إِلَى أَمِيَّةَ
فَحَرَدَ أَنَّ عَيْدَ الْوَلَدَيْنِ عُمَرُ حَتَّى أَنَّ النَّبِيَّ
صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَنْتَهِي بِدِي طَوِي وَ
يَبْتِغِي حَقْلَ لَيْلِي فَصَلَّى الْقَبْلَ حِينَ يَنْتَهِي مَكَّةَ
فَصَلَّى رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ذَلِكَ حَقْلَ
الْمَكَّةَ غَلِيظَةً لَيْسَ فِي السَّجْدَةِ الَّذِي بَيْنَ شَعْرَةٍ
وَكَيْلٍ اسْتَعْلَى مِنْ ذَلِكَ عَلَى كَمَةِ عَلَيْهِ ظَهْرُ وَارْتَجَى
عَيْدَ الْوَلَدَيْنِ عُمَرُ حَتَّى أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
اسْتَقْبَلَ فِي صَبِي الْجَمَلِ الَّذِي بَيْنَهُ وَبَيْنَ الْجَمَلِ
الطَّوِيلِ حَقْلَ الْعَقْبَةِ لَجَعَلُ السَّجْدَةِ الَّذِي
بَيْنَ تَمَرٍ وَنَسَاءَ اسْتَجِدَّ بِطَرَفِهِ الْأَكْمَرِ وَ
مَسَلَ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَكَلِ
بَيْنَهُ عَلَى الْأَكْمَرَةِ الشَّوْءَ أَوْ شَدَّ مِنْ الْأَكْمَرَةِ

ہوئے میں دامت سے وہیں طوت ان بڑے پھروں کے پاس
جو راستے میں ہیں۔ ان کے بیچ میں عید اللہ بن عمرو پھر کو
مسودہ دھننے کے بعد طرح سے چلتے۔ پھر کبر کی نماز
اس مسجد میں پڑھتے۔
اور عید اللہ بن عمر نے نافع سے بیان کیا کہ نبی صلی اللہ
علیہ وسلم ان بڑے درختوں کے پاس آئے جو راستہ
سے بائیں طوت پرش کی نالی پر واقع ہے۔ یہ ہمارے
حرف کی کے کنارے سے مل گیا ہے اس میں ادم و اس میں
ایک بڑی مار کا فاصلہ ہے اور عید اللہ بن عمرو نے بڑے
درخت کی طوت نماز پڑھتے ہوئے وہ درختوں میں راستہ سے زیادہ
توڑیک ہے اور سب سے اونچا ہے اور عید اللہ بن عمر نے نافع سے
بیان کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اس ۷۰ میں آئے کرتے
جو نماز گھر ان کے نشیب میں واقع ہے جو درخت کے سامنے
مستقرات سے آتے وقت آپ اس نامے کے
نشیب میں آتے راستہ سے بائیں طوت کو کھاتے
ہوئے حضور جہاں آرا کرتے تھے۔ اس میں اور
ماستہ میں ایک تہر کی مار کا فاصلہ ہوتا۔
اور عید اللہ بن عمر نے نافع سے بیان کیا کہ نبی صلی اللہ
علیہ وسلم دی طوت میں آتے اور درات کو میں تک۔ میں
رہتے مسجد کی نماز پڑھ کر کہیں آتے اور دی طوت میں
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک شے پر نماز پڑھتے۔ یہ وہ
جگہ نہیں ہے جہاں اب مسجد بن گئی ہے۔ بلکہ اس سے نیچے
اُن کے ایک سمت میں ہے۔ اور عید اللہ بن عمر نے نافع
سے بیان کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان پہاڑوں
کے دونوں کوڑوں کی طوت رخ کیا۔ جو کھد کی طوت آپ
کے اور لمبے پہاڑ کے بیچ میں تھا اور عید اللہ بن عمر نے اس
مسجد کو جو وہاں بن گئی ہے اس مسجد کے بائیں طوت کیا
ہو شے کے کنارے پر چلے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز پڑھنے کا جگہ
اس سے نیچے ہے کالے ٹیلے پر۔ ٹیلے سے اس اندھ جگہ

عَسْرَةَ اَذْوَجَ اَوْ مَعَهُ هَاتِمٌ نَضَلِي مُسْتَقْبِلٌ
اَللّٰهُ شَتِيْبٌ مِّنْ اُجْبَلِي الْاَذْوَا بَيْنَكَ وَبَيْنَ الْكُفَّةِ
بخاری

یاس سے کچھ کم و بیش وہاں نماز پڑھتے تو تیرا رخ پائے
مدنوں لکاروں کی طرت ہو گا۔ یعنی اس پائے کے پوتے
اور کچھ کے بچے ہیں!

حضرت علامہ قسطلانی علیہ الرحمۃ نے فرمایا: یہ ہیں وہ مقامات جہاں حضور علیہ السلام نے نماز ادا فرمائی۔ اور یہ
نصاب مقامات پر بطور تکرار نماز پڑھی۔ اور اس باب میں حضرت عمر سے جو مروی ہے کہ وہ اس کو گروہ قرار دے
تو حضرت عمر نے گروہ اس صورت میں قرار دیا ہے جبکہ کوئی ان مقامات پر نماز پڑھنے کو جہاں میں حضور نے نماز پڑھی ہے
باتے۔ علامہ بخاری نے فرمایا کہ اگر کوئی ان مقامات پر نماز پڑھنے کی نذر مانتے ہیں میں حضور نے نماز پڑھی ہے تو اس
کو کھاجب ہے۔ نیز جہاں مسجدوں کا اس حدیث میں ذکر ہے ان میں سے اکثر کے نشانات مٹ گئے ہیں، البتہ مسجد
مسجد مدینہ کا وہاں کے باشندے ہر گز جانتے ہی نہیں تھے (قسطلانی)

اہم بخاری علیہ الرحمۃ نے ان مساجد کا ذکر کیا جو راہ مدینہ میں واقع ہیں اور جن میں حضور نے نماز
مسجد مدینہ مساجد جو خاص موضع میں واقع ہیں اور جن میں حضور نے نماز ادا فرمائی ان کا ذکر اس نے نہیں کیا کہ وہ
بخاری کی تشریح پر نہ تھی۔ اہم روایات سے کتاب الترمذی میں لکھا کہ مدینہ میں تو مسجدیں ہیں جن میں حضور نے نماز ادا فرمائی
۱۰ مسجد بنی عمرو بن مینول ۱۱ مسجد بنی ساعدہ ۱۲ مسجد بنی عبیدہ ۱۳ مسجد بنی سلمہ ۱۴ مسجد بنی اسد
۱۵ مسجد بنی قریظ ۱۶ مسجد بخاری ۱۷ مسجد بنی قریظ ۱۸ مسجد مشرہ ام

اور ابو عثمان نے علامہ سے نقل کیا کہ مدینہ و اطراف مدینہ میں تین مسجدیں تھیں: یثربیوں سے بنی ہوئی ہیں ان
حضور نے نماز ادا فرمائی ہے اور حضرت عمر بن عبد العزیز نے اپنے زمانہ خلافت میں ایسے تمام مقامات کو دریافت کیا کہ
نماز ادا فرمائی لہذا ان تین مسجدیں تھیں اور ان میں سے مسجد بنی اسد شیبہ نے تفصیل کے ساتھ ان مقامات کی نشاندہی کی۔ مشہور
اس زمانے تک باقی تھیں وہ یہ ہیں:-

۱۰ مسجد قبا ۱۱ مسجد قریظ ۱۲ مسجد بنی قریظ ۱۳ مسجد مشرہ ام ۱۴ مسجد بنی اسد
مسجد بنی قریظ کے مشرق کی طرف ہے جسے مسجد قبلہ بھی کہتے ہیں ۱۵ مسجد بنی معلوہ جسے مسجد الازہار بھی کہتے ہیں ۱۶
یوسلج پائے کے نزدیک ہے ۱۷ مسجد قبلہ جو بنی سلمہ میں ہے (بخاری ج ۲ ص ۱۰۷ قسطلانی فتح بخاری)

باب سِتْرَةُ الْاِمَامِ سِتْرَةُ مَنْ خَلْفَهُ
اس عنوان کے تحت نے تین حدیثیں لکھی ہیں پہلی حدیث تو وہی ہے جو ترمذی و ترمذی کے باب حتی یصلحہ سماع
کتاب فیوض الہادی پارہ اول میں گذر چکی ہے۔ باقی دو حدیثیں یہ ہیں:-

۱۱ عَنِ ابْنِ شُعْبَانَ قَالَ سَأَلْتُ اَبَا هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ وَهُوَ سَلَّمَ
كَانَ اِذَا حَرَّمَ يَوْمَ الْغَيْدِ اَمْرًا يَأْتِي الْحَرْبَ
فَتَوَضَّعَ بَيْنَ يَدَيْهِ فَيَقْرَأُ فِي السَّجْدَةِ
وَيَقْرَأُ فِي السَّجْدَةِ وَيَقْرَأُ فِي السَّجْدَةِ
ثُمَّ يَخْلَعُ هَاتَا الْاَمْسَادَ
بخاری

حضرت ابن عمر کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب
نماز کے لئے تشریف لیا کرتے تو وہ دم کوڑھی لے جھٹکا حکم دیتے
گھڑی جاتی آپ اس کی طرف نماز پڑھتے اور لوگ آپ کے
اور منبر میں بھی آپ الیا کرتے۔ چنانچہ ہر روز آپ کے
برجھی رکھنے کو علت بتایا۔

عَنْ عَوْنِ بْنِ أَبِي جَحْفَةَ قَالَ سَمِعْتُ أَبِي
قَالَ قَالَ الْكَلْبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
مَنْ رَمَى بِحِجَابِهِ بَيْنَ يَدَيْهِ عَسَلَةً
فَلَمْ يَكُنْ يَرَى وَكَانَ لَعَنَ وَرَضَخَتَيْنِ تَعْرِثَتَيْنِ
يَتَذَوُّنَ لَعْنَةً وَكَانَ لِحِمَامًا

عون بن ابی جحفہ کہتے ہیں میں نے اپنے باپ سے سنا
کہنے لگے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو بٹھا دیا
نماز پڑھائی اور آپ کے سامنے برہمی گڑی ہوئی تھی انہوں نے
دو رکعتیں اور عصر کی دو رکعتیں اور آپ کے آگے سے
خویشی اور حمار گزر رہے تھے :

صریح دلیل کو مسلم و ابوداؤد نے صلوٰۃ میں ذکر کیا۔ اور حدیث دوم کو امام نے صلوٰۃ میں متعدد
مسائل بار بار ادا کیا و نصف اقبی و لباس وغیرہ میں اور مسلم، ابوداؤد و ترمذی ابن ماجہ نے صلوٰۃ میں ذکر
عشرین مسائل ذیل پر مشتمل ہیں۔

۱۔ مکہ سے باہر ایک موقع کا نام ہے جسے بطح بھی کہتے ہیں۔

۲۔ ہاتھ میں کوئی آلہ رکھنا (خصوصاً سفر میں) جس سے دشمنی کو دفع کر سکے۔ مستحب ہے (۱۲)

۳۔ اگر سترہ گاڑیں (۱۳) امام کا سترہ مستندی کے لئے بھی کافی ہے۔ مستندی کو جدید سترہ کی ضرورت نہیں اور سترہ بقدر
کے اونچا اور اعلیٰ برابر موٹا ہر پانچواں سے زیادہ تین ہاتھ اونچا ہو۔ سترہ نزدیک ہونا چاہیئے۔ سترہ یا مکلی تاک کی
پر ہو بلکہ دائیں یا بائیں اردو کی سیدھ پر ہونا افضل ہے۔ اگر سترہ نصب کرنا ناممکن ہو تو کوئی چھینڑ آگڑی لکھ
جو نہ ہو تو خط کھینچ دے۔ غرض کہ جو چیز بھی آڑ میں سکے وہ سترہ کے کام آسکتی ہے۔ مثلاً کڑی پتھر و سخت۔ آؤنی
پر ہو اگر کوئی کو اس حالت میں سترہ بنایا جائے جب اس کی طبیعت علی کی طرف ہو کہ نہ مصلیٰ کی طرف منکر نہ منع ہے۔

۴۔ کافہ یہ بھی ہے کہ اب سترہ کے آگے سے گذرنا جائز ہو جاتا ہے۔ اور اگر کسی نے یہ سترہ شارع عام پر نماز
کرت ہو رہا تو غیرہ آگے سے گذرے تو نماز فاسد نہ ہوگی۔ اس حدیث سے یہ بھی ثابت ہوا کہ سفر میں چادر کھینچ

مکرت کی پڑھنی جائز نہیں (خصوصاً علیہ السلام نے عصر کی نماز قصر پڑھی):

يَتَّبِعِي النَّبَا يَكُونُ بَيْنَ الْمُصَلِّيِّ وَالْمُتَقَرِّقَةِ
حِينَ سَقَطَ بَيْنَ سَعْدٍ قَالَ بَيْنَ مُصَلِّيٍّ وَمُؤَلِّ
لِلَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَبَيْنَ الْجَدَارِ
سَعْدٌ أَشَقُّ

اب نمازی اور سترہ کے درمیان کوٹا قاصد ہونا چاہیئے۔
مہل بن سعد نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یہاں
نماز پڑھتے تھے کہ آپ سے اور دیوار سے اتنا فاصلہ رہتا
کہ کسی گذر جاتی۔

اس حدیث سے واضح ہوا کہ امام اور سترہ کے درمیان اتنا فاصلہ ہو کہ بکری گذر جائے۔ اسی لئے علماء سے سترہ
کی کو مستحب قرار دیا ہے۔

۵۔ رنج ہو کہ غصہ کھینچ دینے سے نمازی کے آگے سے گذرنا جائز نہ ہو گا۔ البتہ اس کا فائدہ یہ ہو گا کہ شیطان قریب نہ
ہوے لہذا التجنب میں حضور علیہ السلام نے حضور بن مسود کو بٹھا کر کہیں پر دائرہ بنادیا تھا جس کو حصار کہتے ہیں یہ حصار و عامل لوگ
سے رنج و عصبانیت سے احتیاط ہے۔ نہ

قَالَ كَانَ جَدُّهُ الْمَسْنُونُ عِنْدَ الْمَلِكِ هَذَا
كَذَلِكَ الشَّاهِدُ يُخَوِّرُهَا

مطلب کہ اس نے غریبوں کو مسجد نبوی کی دیوار میں کھینچا جس پر
مذہب اس کا مصلحتاً کر کے گزر رہا ہے۔

یہ حدیث شکیات بخاری میں سے دوسری ہے۔ حضور علیہ السلام کی مسجد میں محراب نہ تھی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے کھڑے ہونے کا یہاں کے درمیان اتنا فاصلہ رہا کہ ایک سر کری گزر جائے تو ہم نے حدیث زیر بحث سے
کہا کہ اگر ستر میں اتنا فاصلہ رہا ہے جتنا آپ کے سر اور غریب کی دیوار میں تھا۔ فاقیم

بَابُ الْمَسْلُوقِ إِلَى الْحَرَبَةِ

عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَمْرٍو أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
كَانَ يُرْكَلُ فِي الْحَرَبَةِ فَصَلَّى بِأَيْمَانِهِ

بَابُ الْمَسْلُوقِ إِلَى الْعُسْطَرَةِ

خَرَجَ عَنِ النَّبِيِّ بِالْحَاجَةِ فَأَتَى بِؤُصُوفٍ
فَتَوَضَّأَ فَصَلَّى بِمَا تَوَضَّأَ الْعُسْطَرَةُ بَيْنَ
يَدَيْهِ عُسْطَرَةً فَاسْتَوْدَعَهَا وَاجْتَمَعُوا يَتَمَنَّوْنَ
مِنْ دَرَاهِمٍ

باب برہم کی طرف نماز پڑھنا

عبد اللہ بن عمر کہتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے
ہاتھ آپ اس کی طرف نہایت پڑھتے۔

باب نیزہ کی طرف نماز پڑھنا

ابن مسعود رضی اللہ عنہ وسلم نے ہجر کے وقت تشریف لے
کے تھے و سوا کہانی لایا گیا تو آپ نے یہی کہ
کہ نماز پڑھا۔ اور آپ کے آگے نیزہ قرار دیا
گوشت سترہ کے پیر سے گزر رہے تھے۔

دونوں عنوان اور تیس عنوان صحیحوں کے مفہوم واضح ہیں۔ مقصود یہ بتانا ہے کہ یہ سب صحابہ یا شارب
ہم نے کوئی ایسی چیز کو جو ان میں سے سترہ بنا لیا جائے۔

نوٹ: اسے اسی مضمون کی ایک اور حدیث بھی لکھی ہے جو کتاب الوضوء بارہ اول میں گذر چکی ہے۔

بَابُ الْمَسْلُوقِ بِمَلَكَةٍ وَخَيْرٍ

عَنْ أَبِي جَحْشَةَ قَالَ خَرَجَ عَلَيْنَا رَسُولُ اللَّهِ
صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالْحَاجَةِ فَصَلَّى بِمَا تَوَضَّأَ
بَيْنَ يَدَيْهِ عُسْطَرَةً فَاسْتَوْدَعَهَا وَاجْتَمَعُوا يَتَمَنَّوْنَ
مِنْ دَرَاهِمٍ

باب کو اور غیر کو میں سترہ کے

ابو حشید کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہجر کے
پاس تشریف لے کر آپ نے ہاتھ میں تھوڑی سی
پڑھا۔ اور آپ کے سامنے نیزہ گرا کر تھا اور حضور نے
لگے آپ کے وضو کا پانی پینے لگے۔

مقدمہ جو افادہ بتاتا ہے کہ اور دیگر شہروں میں سترہ مشروع ہے۔ اور کہ ان کی تخصیص ان لوگوں کے خیال
سے کی گئی جو کہتے ہیں کہ کہ میں قبل ہی سترہ ہے کسی اور چیز کو سترہ بنانے کی ضرورت نہیں۔ امام نے حدیث زیر بحث
کیا کہ کہ میں بھی اگر ایسی جگہ نماز پڑھی جائے جہاں سے لوگوں کے گزرنے کا احتمال ہو تو سترہ قائم کر لینا مستحب ہے جیسے
یہاں جو کہ کہ قریب ایک موضع ہے نماز پڑھی تو سترہ قلم فرمایا۔

۱۶۱ علامہ قسطلانی نے اس حدیث کے تحت کہا کہ ابن ماجہ میں ہے جو چیز لگ جائے اس سے برکت حاصل کرنا جائز ہے
کہ میں نے حضرت یحییٰ کے واسطے کہ ان کی حرکت سمجھ کر ہی اپنے جموں پر لگا۔ حضور علیہ السلام نے منع نہیں فرمایا۔

بَابُ الْمَسْلُوقِ إِلَى الْأَمَةِ كَلَوَاتٍ: وَقَالَ عَمْرُو
الْمَسْلُوقِ أَحَقُّ بِالْمَسْلُوقِ مِنَ الْمَسْلُوقِ إِلَيْهَا وَمَا

باب تینوں کو ہونا کہہ دیا کہ ہمارا اور حضرت عروہ نے
تینوں کے ذریعہ حق ہمارے ہر نسبت بات پریت کرنے والے

حدیث دوم کا ترجمہ یہ ہے حضرت عبداللہ بن عمر کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس امر میں زید اور عثمان بن طلحہ جی کہہ گئے اندر داخل ہوئے اور عثمان نے کہہ کر دروازہ بند کر دیا جب آپ باہر آئے تو میں نے پوچھا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے کعبہ کے اندر کیا کیا انہوں نے کہا۔

حضور نے ایک ستون کو دایبہ یا میں اور دوسرے کو اپنے
 طوط کیا اور میں ستونوں کو پیشہ پڑھے کیا اور ان دونوں کعبہ کے
 ستون تھے۔ پھر نماز پڑھی۔

جَعَلَ عَمْدًا عَنِّي يَبْتَاسِمْ وَتَعْمُدًا عَنِّي يَبْتَاسِمْ
 وَتَلَاةً أُخْبِرْتُ قَوْلًا وَأَنَا وَكَانَ الْبَيْتُ يَتَعَمَّدَانِ
 عَلَى بَيْتَيْنِ أَحْمَدُ قَوْلُهُ تَعْمُدَانِ (بخاری)

حضور علیہ السلام نے کعبہ کے اندر جو نماز پڑھی تو دو ستونی آپ کی دائیں طرف اور ایک یا میں طرف
 اچھے نیچے کیونکہ جب کعبہ کے چاروں طرف تھے تو ایک طرف آپ کے دو ستونوں اور ایک طرف ایک ستون رہا ہوگا۔
 ان دونوں حدیثوں سے واضح ہوا کہ اگر منفرد بلا جماعت دو ستونوں کے درمیان کھڑا ہو کر نماز پڑھے تو بلا کراہت
 اور معتدی اگرچہ وہیں ان ستونوں کے درمیان کھڑے ہو کر نماز پڑھنا مکروہ ہے۔ اور حدیث مستدرک و حاکم میں برکت
 دو ستونوں کے درمیان نماز مستحب ہے۔ جو تو یہ منافعت اس صورت میں ہے جبکہ جماعت سے نماز پڑھ رہا ہو۔

مستوفی کے درمیان نماز پڑھنے کے متعلق سلف میں بھی اختلاف رہا ہے۔ حضرت انس بن مالک کردہ قرار دیتے
 حضرت ابی سعید نے فرمایا "لَا تَقْصُوا بَيْنَ الْأَسَاطِينِ وَاتَّقُوا الصَّفَاتِ" ظاہر ہے کہ یہ بھی اسی صورت
 ہے جبکہ باجماعت نماز پڑھی جائے۔ پھر انہوں نے بعضوں کا لفظ اس پر دال ہے۔ حضرت حسن و ابن سیرین
 ابن جبیر ازہم تھی۔ سو یہ سن عقلہ کے نزدیک بھی مستوفی کے درمیان نماز پڑھنا بلا کراہت جائز ہے۔ حضرت امام مالک
 یہ ہے اگر مسجد تنگ ہو تو حرج نہیں اور اللہ اعلم۔ علامہ قرطبی نے کہا دو ستونوں کے درمیان صف بندی کی کر
 سبب انفقاع صف ہے جو صورت مغفوت کے مافی ہے۔

باب

اس کے تحت امام نے جو حدیث ذکر کی ہے اس کے ابتدائی جملوں کو
 حضرت تابع کہتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن عمر کعبہ کے اندر داخل ہوتے تو یہ بھی منکر طرف چلے جاتے اور کعبہ کے صحنہ
 چمکے کرتے ہوئے آگے بڑھتے یہاں تک کہ وہ دیوار جو ان کے منہ کے سامنے ہوتی تھیں اللہ کے واسطے پروردہ جاتے وہاں نماز پڑھتے
 اس پر قصد کر کے نماز پڑھتے جس جگہ کے متعلق حضرت بلال نے ان سے بیان کیا تھا کہ

ابن عمر نے کہا اگرچہ اس میں کوئی قباحت
 نہیں کہ کوئی کعبہ کے جس گوشہ میں چاہے
 نماز پڑھے۔

إِنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلَّى
 فِيهِ قَالَ وَفِيهِ عَلَى أَحَدِ تَابَاتِ إِنْ يَكُنِي
 فِي آتِي تَوَاحِي الْبَيْتِ شَاؤَ (بخاری)

حدیث ہذا مسائل

ذیل پر مشتمل ہے

۱) کعبہ کے اندر نماز پڑھنا جائز ہے۔ ۲) نمازی کو مسترہ سے قریب ہونا شائع کو مطلوب ہے
 حدیث میں نمازی اور مسترہ کے درمیان نہ مصلک مقدار تیس اقد یا بتائی گئی ہے۔ لیکن سابقہ حدیثوں میں
 نہیں کیونکہ حضور نے جس پر مباحثت فرمائی اس کی مقدار ان کی یاد کا گوارا جانا ہی ہے۔ اور
 بھی ہوا کہ آپ نے تیس اقد کا قاضی چھوڑا ہے (۳) کعبہ کے اندر جہاں حضور علیہ السلام نے نماز پڑھی اسی جگہ پر نماز پڑھنا
 اور اعلیٰ برکت و رحمت ہے۔ لیکن ضروری نہیں۔

بَابُ الصَّلَاةِ عَلَى الرَّاحِلَةِ وَالْبَحِيرَةِ
الشَّجَرِ وَالرَّحْلِ

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا كَانَ يَخْرُجُ لِرَاحِلَتِهِ قَبْلَ صَلَاةِ الْفَجْرِ قَالَ كَانَ يَأْخُذُ الرَّحْلَ لِيُعِيْدَ لَهُ تَوَضُّعًا إِلَى آخِرَتِهِ أَوْ قَالَ مُوَجِّعَهُ وَكَانَ أَبُو هُرَيْرَةَ يَفْعَلُهُ

اس حدیث سے واضح ہوا کہ ہر وہ چیز جو آپ کے سر کے کام آسکتی ہے حضور علیہ السلام نے ہونٹ اور کبھی اس کے پالان کو سر پر بنایا۔ مترجم کے مسائل اور لکھ چکے ہیں۔

بَابُ الصَّلَاةِ إِلَى الشَّرِيفِ
عَنْ عَائِشَةَ لَمَّا كَانَتْ أَعَدَّتْ لِنَبِيِّهَا تَغْيِيبًا وَاجْتِمَاعًا
قَدْ رَأَيْتُنِي مُصْطَفِيَةً عَلَى الشَّرِيفِ فَهِيَ حَبِيْبَتِي
عَلَيْهَا صَلَاتِي اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ وَسَلَامٌ وَقَدْ حَوَّطَ الشَّرِيفُ
لِعَلِّي كَأَنَّكَ أَنْتَ أَتَيْتَنِي مِنْ بَيْتِي
حَبِيْبَتِي الشَّرِيفَةُ حَتَّى أَتَيْتَنِي مِنْ بَيْتِي (بخاری)

کتاب الاستیذان میں امام نے جو روایت درج کی ہے۔ اس میں یہ ہے کہ آپ جب نماز پڑھتے تو یا پانی آپ کے اور تہ کے بیچ میں ہوتا اس سے خدا توسط السیر کے منجور ہیں۔ آپ اس چار پائی یا تخت کو اپنے اور قبلہ کے درمیان اور حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا اس چار پائی پر آرام فرما ہوتیں۔ اس سے واضح ہوا کہ نماز کے آگے اگر غروت یا مرد ہو۔ اس میں ہوتا۔ اور یہ بھی کہ اگر کوئی نماز کے آگے بیٹھا ہو یا بیٹھا ہو اور وہ اس سے جانا چاہے تو بیٹھا بیٹھا کھسک جائے۔ کھڑا نہ ہو۔ یہ بناب عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بیٹھے بیٹھے وہاں سے کھسک گئی تھیں۔

کیا غیر مفکر مولوی صاحب نے کہا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے سامنے سے بیٹھ گئیں تاکہ آپ کے حضور و حضور کے سامنے سے بیٹھ سکیں اور اس کی تردید بخاری شریف کی وہ حدیث کر دیتی ہے جس میں یہ ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا میں ایسی کسی حاجت کے لئے آپ کے سامنے سے چلی گئی تھی۔ اور یہ بحث حدیث میں بھی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے بیان کر دی ہے۔ فانعم

عَنْ الْمُصَلِّيِّ هُنَّ حَبِيْبَتُنَّ يَدْعِيْنَهُ
وَأَيُّهُنَّ عَمْرُو بْنُ النَّضْرِ وَفِي الْكُفَيْتَةِ
وَأَيُّهُنَّ لَوْلَا أَنِّي فَضَّلْتُه قَاتِلُهُ

یہ ان کے محبت امام نے جو حدیث لکھی ہے اس کے وقت ان جموں کا ترجمہ یہ ہے۔ او صالح سلمان کہتے ہیں۔ ابوسید خدیجی کو دیکھا وہ ہجر کے دن لوگوں سے آگے ہوئے نماز پڑھ رہے تھے۔ ابو معیط کے بیٹوں

باب ہونٹ و زینت اور پالان کو سر پر بنانا
نماز پڑھنا۔

حضرت ابن عمر سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اپنی ہاتھی کو اکڑا جھاتے اور اس کو اکڑنا کہ نماز پڑھتے۔ عید اللہ کے بنائیں نے نایق سے پوچھا جب اونٹ مست ہوئے تو آپ کی کرتے انہوں نے جواب دیا حضور پالان کو اپنے سامنے سیدھا کر رکھتے۔ وہاں کی کچلی کڑی کا طہنہ منہ ہو کر نماز پڑھتے اور ان ملکھی و ساجی کرتے۔

اس حدیث سے واضح ہوا کہ ہر وہ چیز جو آپ کے سر کے کام آسکتی ہے حضور علیہ السلام نے ہونٹ اور کبھی اس کے پالان کو سر پر بنایا۔ مترجم کے مسائل اور لکھ چکے ہیں۔

باب تحت کی طرف نماز پڑھنے کے متعلق
حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ تم لوگوں سے جس کتہ اور گرے کے برابر کھڑا ہوں میں نے اپنے آپ کو دیکھا کہ چار پائی پر بیٹھی رہتی تھی پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر بیٹھتی تھیں۔ اس سے نہ نکلتے کہ اپنے اور قبلہ کے درمیان کریمہ پھر نماز پڑھتے تھے آپ کے سامنے بیٹھے رہنا اچھا معلوم نہ ہوا تو میں پانچویں کی طرف سے کھسک کر کھات سے باہر نکل جاتی۔

کتاب الاستیذان میں امام نے جو روایت درج کی ہے۔ اس میں یہ ہے کہ آپ جب نماز پڑھتے تو یا پانی آپ کے اور تہ کے بیچ میں ہوتا اس سے خدا توسط السیر کے منجور ہیں۔ آپ اس چار پائی یا تخت کو اپنے اور قبلہ کے درمیان اور حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا اس چار پائی پر آرام فرما ہوتیں۔ اس سے واضح ہوا کہ نماز کے آگے اگر غروت یا مرد ہو۔ اس میں ہوتا۔ اور یہ بھی کہ اگر کوئی نماز کے آگے بیٹھا ہو یا بیٹھا ہو اور وہ اس سے جانا چاہے تو بیٹھا بیٹھا کھسک جائے۔ کھڑا نہ ہو۔ یہ بناب عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بیٹھے بیٹھے وہاں سے کھسک گئی تھیں۔

کیا غیر مفکر مولوی صاحب نے کہا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے سامنے سے بیٹھ گئیں تاکہ آپ کے حضور و حضور کے سامنے سے بیٹھ سکیں اور اس کی تردید بخاری شریف کی وہ حدیث کر دیتی ہے جس میں یہ ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا میں ایسی کسی حاجت کے لئے آپ کے سامنے سے چلی گئی تھی۔ اور یہ بحث حدیث میں بھی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے بیان کر دی ہے۔ فانعم

باب جب کوئی نماز کے آگے سے گزرنا چاہے تو اسے دفع کرے
ابو ایمن نے انبیاء پڑھتے وقت مد کا اور کہہ میں بھی ایسا کرے اور کہا اگر وہ بغیر اسے نہ مانے تو اس سے ٹکے۔

یہ ان کے محبت امام نے جو حدیث لکھی ہے اس کے وقت ان جموں کا ترجمہ یہ ہے۔ او صالح سلمان کہتے ہیں۔ ابوسید خدیجی کو دیکھا وہ ہجر کے دن لوگوں سے آگے ہوئے نماز پڑھ رہے تھے۔ ابو معیط کے بیٹوں

اس سے کہہ دیا کہ اس کے سامنے سے گزرتا ہوں تو ابو سعید نے اس کے ستر پر ایک ٹکڑا مارا۔ اس نے دیکھا تو
 اسے اپنے سے گزرنے کے لئے کوئی راستہ نہ پایا۔ اس نے اپنا کدو پھاڑا۔ تو ابو سعید نے پہلے بھی زیادہ رو
 مٹا۔ اس نے موان کے حضور شکایت کی۔ ابو سعید بھی اس کے پیچھے پہنچے مگر وہاں نے کہا ابو سعید یہ تمہارے
 پیچھے کے ہیں اور کیا تمہارا ہے۔ تو اس سے فرمایا میں نے شی سے اس پریدہ سے سنا آپ فرماتے تھے۔

جب تم میں سے کوئی شخص ستر بنا کر لٹا دے۔ پھر کوئی شخص
 سے گزرتا ہے تو اس کو روکو اگر وہ نہ مانے تو اس
 وہ شیعان ہے۔

باب نمازی کے آگے گزرنے کے متعلق

زیرین خاندان حضرت ابی بکر کے پاس بسرین میں
 کھیت کے لئے بھیجا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان
 سے گزرتا ہے اس کے متعلق کیا فرمایا ہے تو ابی بکر نے کہا کہ
 صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر گزرنے والا یہ جانے
 کہ نماز اہرام ہے۔ تو چالیس رولہ اس کو کر
 نمازی کے آگے سے گزر جانے سے بہتر صلہ
 ہے کہ اس سے روکے جائیں۔ اور کہ بسرین میں سیدنے چالیس
 رولہ چالیس بھینے یا چالیس مالہ

بِذَا حَضَرَكَ الْإِنْسَانُ يَتَخَذُ السَّابِقَ
 قَائِدًا سَبَّاحًا مَدِينًا لِيُفْتَدِيَ بِهِ
 قَالُوا يَا رَسُولَ اللَّهِ إِنَّكَ لَا تَسْتَحْضِرُ
 نَابِ شِعْرِكَ سَبَّاحًا مَدِينًا لِيُفْتَدِيَ
 بِهَذَا حَضَرَكَ الْإِنْسَانُ يَتَخَذُ السَّابِقَ
 قَائِدًا سَبَّاحًا مَدِينًا لِيُفْتَدِيَ بِهِ
 قَالُوا يَا رَسُولَ اللَّهِ إِنَّكَ لَا تَسْتَحْضِرُ
 نَابِ شِعْرِكَ سَبَّاحًا مَدِينًا لِيُفْتَدِيَ
 بِهَذَا حَضَرَكَ الْإِنْسَانُ يَتَخَذُ السَّابِقَ
 قَائِدًا سَبَّاحًا مَدِينًا لِيُفْتَدِيَ بِهِ
 قَالُوا يَا رَسُولَ اللَّهِ إِنَّكَ لَا تَسْتَحْضِرُ
 نَابِ شِعْرِكَ سَبَّاحًا مَدِينًا لِيُفْتَدِيَ
 بِهَذَا حَضَرَكَ الْإِنْسَانُ يَتَخَذُ السَّابِقَ
 قَائِدًا سَبَّاحًا مَدِينًا لِيُفْتَدِيَ بِهِ

اوستہ روایتی

نمازی کے آگے سے

ماضی ہو کر نمازی کے آگے سے گزرتا سخت گناہ ہے۔ اس مسئلہ کی دو حدیثیں ہیں
 ۱۔ حضور علیہ السلام نے فرمایا کہ اگر کوئی نمازی کے آگے سے گزرنے کے لئے روک جائے
 ۲۔ اس کو کرب رہنے کو ایک تہم چھینے سے بہتر جانتا رہنما ہے۔

گزرنا سخت گناہ ہے

۱۔ کہ جب ایسا کرنے پر نمازی کے سامنے سے گزرنے والا جانتا کہ اس پر کیا گناہ ہے۔ تو زمین میں جھنس
 گزرنے سے بہتر جانتا۔ اور ان اور نمازی مسجد رحیمہ شاہی مسجد لاہور میں مسجد کربلا مسجد لاہور میں مسجد
 تہم سے موضع سجود تک گزرتا ہوا ہے۔ موضع سجود سے مراد یہ ہے کہ قیام کی حالت میں مسجد کی جگہ کی طرف
 تو جتنی وہ رنگ ٹوکا۔ جیسے وہ موضع سجود ہے۔ اس کے درمیان سے گزرتا ناجائز ہے اور مکان اور جھوٹی مسجد
 دیوار میں تک کہیں سے گزرتا ناجائز نہیں۔ اگر نمازی ستر کر کے غائب ہو رہا ہے۔ تو سترہ کے
 گزرنے سے منع نہیں۔ نمازی کے سامنے ستر نہیں اور کوئی شخص گزرتا ہوا ہوتا ہے۔ یا سترہ ہے۔ مگر وہ
 اور سترہ کے درمیان سے گزرتا چاہتا ہے تو نمازی کو رخصت ہے کہ اسے گزرنے سے روکے اور گزرنے سے روکنے
 حاتم کے نزدیک حسب قول میں۔

۲۔ اگر نماز پوری ہے تو زیادہ ہند آواز سے قرأت کر کے روکے اور اگر نماز سہری ہے۔ تو ہاتھ یا سر یا انگلی کے
 منع کر کے بھٹان اللہ کہہ کر منع کرے اس سے زیادہ کی اجازت نہیں۔ مثلاً پکڑا پکڑ کر جھٹکنا یا مارنا کیونکہ اگر عمل کثیر ہوگا

جاتی ہے گی اور حضرت عمرؓ کے قول اور حدیث میں جو قاتلہ کا لفظ ہے۔ جس کا لفظی ترجمہ ہم نے بھی کیا ہے کہ گزندے والے سے (اسے) لیکن احسان کے نزدیک یہ فعل قلبی پر محمول ہے جس پر نہیں یعنی راستہ، صاحب پر ہے کہ اشارہ دیا تبھی وغیرہ سے یہی کوئی گزندے سے باز نہ آئے۔ تو نمازی اپنے دل میں اس کے گزندے کو خدا شریک طور پر برائے سمجھے۔ یہ مطلب نہیں ہے کہ اس سے اتنا پانی شروع کر دے یا اس کے کپڑے وغیرہ گسیٹے۔ حضرت الامید کا اپنے آگے سے گزندے والے کو مٹا دینا۔ تو ظاہر ہے کہ یہ عمل کثیر ہے جس سے نماز فاسد ہو جاتی ہے۔ اور غے ایک نیک نیتی کے ساتھ ظاہر حدیث پر عمل فرمایا۔ البتہ اتنی بات ضرور واضح ہوتی ہے کہ اگر کوئی ظاہر حدیث پر عمل کرتے ہوئے گزندے والے کے مٹا دینے سے قاضی اس سے مواظفہ نہ کرے۔ واللہ اعلم

۱۱۔ اور یہ جو حضورؐ نے گزندے والے کو شہان فرمایا تو اس اعتبار سے فرمایا کہ گزندے والے نے شیطان کا سلام کیا اور کوئی سلام کا یہ ہے کہ وہ نمازی کی نماز میں غلطی ڈالتا ہے :

بَابُ إِسْتِثْنَاءِ الرَّجُلِ وَهُوَ يُصَلِّي | بَابُ إِسْتِثْنَاءِ مَنْ نَزَّهَ دَامُوا دُورًا مِنْ كَيْفِ مَنَازِلِهِ
استثناء کو اہل سنت نے عموماً سے خاص کیا ہے اور احسان کے نزدیک یہ بات معاف کردہ ہے کہ نمازی کے سامنے منکر کے بیٹھا ہے البتہ اہم بخاری نے فریق کیا ہے کہ اگر بہت اس وقت ہے جبکہ نمازی کا خیال بے اثر نہ ہو تو گزندے نہیں۔

وَكَيْفَ عَثَمَانَ أَوْ يَسْتَعِذُّ الرَّجُلُ
وَهُوَ يُصَلِّي وَهُوَ إِذَا اشْتَغَلَ بِهِ
فَمَا إِذَا كَرِهَ يَسْتَعِذُّ بِهِ فَقَدْ قَالَ
وَيَدُورُ مَا بَالِيَتْ إِنَّ الرَّجُلَ
لَا يَقْطَعُ صَلَاةَ الرَّجُلِ الْغَارِي

اور حضرت عثمانؓ نے اس کو گزندہ مانا کہ ایک شخص نماز پر حذر رہا
ہر اور وہ سرا اس کی طرف منکر کے مجھے اہم بخاری نے کہا کہ بہت
اس وقت ہے جبکہ نمازی کا دل «مرشغول ہو کر دل اور مشغول
نہ ہو۔ تو نہ یہی ثابت نہ فرمایا مجھے اس کی پودا نہیں کیونکہ مرد کی
نماز کو مرقع قطع نہیں کرتا

بَابُ مَنْ دَلَّ عَلَى كَيْفِ كَرِهَ جَوْزِ نَزَّهَ
حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نماز
پڑھتے رہے۔ اور میں آپ کے سامنے کچھ نہ پڑھنے پر آمادگی لیتی
ہوتی ہوتی۔ جب آپ وتر پڑھنے کا ارادہ فرماتے تو مجھ کو بھی
جگھاتی میں وتر پڑھتی :

بَابُ التَّطَوُّعِ خَلْفَ الْمَرْأَةِ
اس عنوان کے تحت امام نے جو حدیث لکھی ہے۔ اس کا ترجمہ یہ ہے۔ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں۔ میں رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے آرام فرما ہوتی اور میرے پاؤں آپ کے قبل میں ہوتے۔ جب آپ سجدہ کرتے تو ادا سے نیچے
جاتے۔ میں پاؤں نکال دیتی جب آپ کھڑے ہوتے تو پیچھے لیتی۔ اور ان دنوں گھروں میں چسپانہ بھی نہ تھے۔

بَابُ مَنْ دَلَّ عَلَى كَيْفِ كَرِهَ جَوْزِ نَزَّهَ
بَابُ مَنْ دَلَّ عَلَى كَيْفِ كَرِهَ جَوْزِ نَزَّهَ

پر حدیث فرض الہادی بارہ اہل پرست تقسیم کے گزری ہے۔ اس سے واضح ہوا کہ اگر عورت نمازی کے آگے سو دی ہو تو حرج نہیں رہتا اگر اس طرح نماز پڑھنے سے شروع و مخصوص میں فرق آئے تو پھر یہ ہے کہ نہ پڑھے اور عورت ہی کے ساتھ کیا کوئی عمل ہو وہ چیز جو نماز میں عمل انداز ہو سکے اس کے سامنے جوتے ہوئے نماز پڑھنا اچھا نہیں ہے۔

بَابُ مَنْ قَالَ لَا يَقْطَعُ الصَّلَاةَ شَيْئًا

باب ان لوگوں کے مسلک کے بیان میں جو یہ کہتے ہیں کہ کوئی چیز نہ منہیں کرتی۔

مندان کو یہ مطلب نہیں ہے کہ نماز کو کوئی چیز باطل نہیں کرتی بلکہ مطلب یہ ہے کہ غیر نمازی اگر کوئی فعل کرے تو نماز کی کھلی میں کوئی فساد نہیں آئے گا۔ اس مندان کے تحت اس نے یہ حدیث بھی ہے۔

عَنْ عَائِشَةَ دَخَلَ بَيْتُهَا فَطَمَعَتْ الصَّلَاةَ الْكَلْبُ وَالْحِمَارُ وَالْمَرْأَةُ فَقَالَتْ شَيْئٌ مِنْ ذَلِكَ يَنْفُسُ الْحِمَارُ وَالْكَلْبُ وَالْمَرْأَةُ فَقَالَتْ نَأَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّي ذُرِّيُّ عَلَى السَّرِيرِ بَيْنَهُ وَبَيْنَ الْغُيْلَةِ مُنْطَبِحَةً مُسْتَبِدَّةً لِي الْحَاجَةُ فَأَتَتْهُ أَتَتْهُ فَادْرَأَتْهُ لِنَبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ عِنْدِي بِجَنَابِهِ (مسند)

حضرت عائشہ رحمہ اللہ کے سامنے اس بات کا ذکر آیا کہ نماز کے لئے کتا یا گدھا یا عورت گزر جائے تو نماز ٹوٹ جاتی ہے۔ اس پر آپ نے فرمایا تم نے میں گدھوں اور کتوں سے تشبیہ دے دی ہے۔ میں نے دیکھا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نماز پڑھتے ہوئے ادویں آئے کہ اور قلو کے درمیان چار پائی پر لیٹی ہوئی پھر مجھے کوئی کام ہوتا میں آپ کے سامنے بیٹھ کر آپ کو تکلیف دینا برا سمجھتی تو چار پائی پانچھی سے کسر کر رکھتی ہوتی۔

حضرت عائشہ حدیث رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے سامنے کسی نے ذکر کیا کہ اگر نماز کے سامنے کت یا گدھا یا عورت گزر جائے نماز فاسد ہو جاتی گی۔ اس پر حضرت عائشہ نے اس فقرہ کا تردید فرمائی اور کہا میں تو حضور کے سامنے لیٹی ہوتی تھی اور حضور نماز میں مشغول رہتے تو عیب میرے حضور کے سامنے لیٹے رہنے سے نماز میں فساد نہیں آتا تو عورت کے گزر جانے سے کیسے فساد کے کاہم لگا دی جائے اگر اسے فرمایا کہ حدیث عائشہ سے ثابت ہوا کہ نبی اکرم کا نماز کے آگے سے گزرا یا نماز کو فساد نہیں کرتا۔

إِنَّهُ سَأَلَ عَنْهَا عَنْ الصَّلَاةِ يَنْقَطِعُ عَنْهَا شَيْءٌ قَالَ لَا يَقْطَعُهَا شَيْءٌ

محمد بن عبد اللہ بن مسلم نے اپنے چچا ابن شہاب سے پوچھا کہ نماز کو کیا چیز زرق ہے تو انہوں نے جواب دیا کہ کوئی چیز نہیں توڑتی۔

کیونکہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا ان سے کہ حضور علیہ السلام مسجد کی نماز پڑھتے اور وہ حضور کے سامنے پیشے کیچھونے پر اڑی ہوئی رہتی تھیں وہاں اس حدیث سے واضح ہوا کہ جب عورت کا نماز کے سامنے لیٹے رہنے سے نماز میں فساد نہیں آتا۔ تو گزرنے سے کیسے آئے گا۔ اس حدیث سے یہ بھی ثابت ہوا کہ رات کو نفل پڑھنا مستحب ہے اور یہ کہ آدمی جس کیچھوتے پر سوئے اگر وہ پاک ہے تو اس پر نماز پڑھنا جائز ہے۔

بَابُ إِذَا حَمَلَ جَارِيَةٌ صَغِيرَةً عَلَى عُنُقِهِ فِي الصَّلَاةِ

باب۔ بھانت نماز اپنی چھوٹی بچی کو اپنی گردن پر بٹھالینا۔

عَنْ أَبِي قَتَادَةَ الْأَنْصَارِيِّ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يُصَلِّي وَهُوَ حَامِلٌ بِنَامَةٍ يَلْتَزِمُ رِجْلَيْهِ رِجْلَيْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

حضرت قتادہ انصاری فرماتے ہیں۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی نواسی امہ کو اٹھائے ہوئے نماز پڑھ رہے تھے تو حضرت زینب بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

وَلَا يَلْبَسُ الْعَامِسُ ابْنُ رَبِيعَةَ بْنِ عَبْدِ شَمْسٍ
إِذَا تَجَدَّدَ وَضَعَهَا إِذَا مَشَا
حَمَلَهَا رَجْمَانِي

اور ابو اعاصی بن ربیعہ بن عبد شمس کی بیٹی تھیں۔ جب
ایک سجدہ کرتے تو ان کو زمین پر بٹھا دیتے اور جب
کھڑے ہوتے تو اٹھا لیتے۔

اس حدیث کو امام نے ادب میں مسلم، ابو داؤد و نسائی نے صلوٰۃ میں ذکر کیا۔ ابن بقال نے کہا
کہ وہ مسائل اگر جب چھوٹی بچی کو اٹھاتے ہوئے نماز پڑھنا نمازی کے لئے مضر نہیں تو اس کا نمازی کے آگے سے
کیونکر مضر ہوگا۔ صاحب بدائع نے لکھا ہے کہ عمل کثیر وہ ہے جس میں دونوں ہاتھ استعمال کئے جائیں۔ اور یہ
عمل کثیر کہلاتا ہے۔ اور عمل قلیل یہ ہے کہ جس میں دونوں ہاتھ استعمال نہ ہوں۔ مثلاً اگر کسی نے تیر کو اٹھایا اور چلا یا تو
تیسرے۔ اسی طرح عورت نے بچہ کو اٹھایا اور دو دو چلا یا یہ بھی عمل کثیر ہے اور اس سے نماز فاسد ہو جائے گی۔
یہ کہ ایک ہاتھ سے بھی اٹھایا جاسکتا ہے اور یہ بھی ظاہر ہے کہ جب بچے کو کندھے پر بٹھایا جائے تو وہ خود بخود چلنے لگے گا
اور حضور علیہ السلام کا یہ فعل عمل کثیر نہیں۔ اس طرح عمل کرنے سے نماز میں فساد نہیں آتا۔

باب مائتہ کے چھوٹے کے سامنے نماز پڑھنے کے متعلق
حدیث میں شداد بن ابی ہاشم نے اپنی خلا بیوی سے روایت کیا۔
انہوں نے کہا میرا بھوتہ بنی علیہ السلام کے مصلے کے
سامنے ہو گیا اوقات آپ کا کپڑا میرے بدن پر
پڑ جاتا۔ اور میں اپنے بھوتے پر ہوتا۔
حضرت بیوی نے فرمایا حضور علیہ السلام نماز پڑھتے۔ اور میں
ایک ایک طرف سو رہی ہوتی۔ جب آپ سجدہ کرتے آپ کا کپڑا
میرے بدن سے لگ جاتا اور میں حالت ہوتی۔

بَابُ إِذَا صَلَّى ابْنُ فِرَاقٍ قَبْلَهُ خَالِصٌ
عَنِ عَمَلِ اللَّهِ بْنِ شَدَّادٍ ابْنِ الْهَلَوِ قَالَ
أَخْبَرْتُ بَنِي خَالَتِي مَيْمُونَةَ كُنْتُ لَهَا بَيْتًا نَالَتْ
مَكَانَ فِرَاقٍ جَالِ مَعَالِي بَنِي قَسِيٍّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
فَرَأَيْتُهُ قَعَمَ قُبُوبَهُ عَلَى دَانَا عَلَى فِرَاقٍ
تَقُولُ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّي
وَأَنَا إِلَى جَنْبِهِ نَأْتِيهِ إِذَا تَجَدَّدَ أَصَابَتِي
قُبُوبُهُ وَأَنَا خَالِصٌ رَجْمَانِي

ان احادیث سے واضح ہوا کہ اگر نمازی حالت عورت کے قرب نماز پڑھے تو نماز درست ہے حالانکہ کچھ تو خواہ آگے ہو یا
پس۔ اگر نمازی کا کپڑا مائتہ کے جسم سے چھو جائے پھر بھی کوئی حرج نہیں اور نماز درست ہے۔
باب۔ اگر نمازی سجدہ کرنے کے لئے اسی جوی کے
بدن کو دبا دے تو کیا حکم ہے

بَابُ هَلْ تَقِيْمُنَا التَّحِيلَ أَصْرَانَهُ يُعْتَدُ
الشُّبُوهُ لَا يَحْتَجُّ يَتَجَدَّدُ

گواہت باید میں اس کا بیان تھا کہ اگر نمازی کا کپڑا عورت سے چھو جائے تو نماز فاسد نہیں ہوتی۔ اس باب میں
ہے۔ کہ اگر نمازی کا بدن بھی عورت سے لگ جائے تو بھی حرج نہیں۔ اس عنوان کے ماتحت امام نے دو
حدیثیں روایت کیں۔ اور اگر گورنگی میں۔ جن کا مضمون یہ ہے کہ حضور علیہ السلام نماز ادا فرماتے۔ اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا
کے سامنے امام فرما جاتیں حضور جب سجدہ فرما پاتے تو حضرت عائشہ کے پاؤں کو چھو دیتے وہ اپنے پاؤں کی کھالیں
سے نبوت ہوا کالت نماز اگر عورت کے جسم سے نمازی کے بدن کا کوئی حصہ لگ جائے تو نماز میں فساد نہیں آتا۔ نیز
اسے بھی ثابت ہوا کہ مس مرأتہ ناقض وضو نہیں ہے۔ تاہم
بَابُ هَلْ تَقِيْمُنَا التَّحِيلَ أَصْرَانَهُ يُعْتَدُ
باب تحت اگر نمازی کے بدن پر کسی کو دبا دے تو نماز فاسد نہیں ہوتی۔

اس عنوان کے تحت اہم نے وہی حدیث ذکر کی ہے۔ جو فیوض المبارکہ پر پہلے اول میں مع تعلیم و ترجمانی کے
 پہنچی ہے۔ جس کا خلاصہ یہ ہے کہ حضور علیہ السلام کعبہ کے پاس نماز پڑھ رہے تھے کہ کفار کے مشہد سے عتبر بن ابی
 نے اونٹ کا سر بایہ حضور کی پشت مبارک پر رکھ دیا اور جناب فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے آکر اسے ہٹایا۔
 اس سے واضح ہوا کہ نماز کی کے بدن سے عورت کسی چیز کو ہٹا دے تو نماز میں فساد لازم نہیں آتا۔ لیکن اہم بخاری کا یہ
 اس لئے درست نہیں کہ کفار نے جو چیز پشت نبوی پر رکھی تھی اس سے نماز فاسد ہو جاتی ہے۔ تو نماز تو اس چیز کے
 فاسد ہو گئی۔ ایسی عورت میں عورت کے اٹھانے سے فساد اور عدم فساد کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔
 اپنی جگہ درست ہے کہ نماز کی کے اگے سے عورت گزر جائے۔ یا بدن کا کوئی حصہ اپنی عورت کے بدن سے ٹکرائے
 تو نماز میں فساد نہیں آتا۔ فافہم
 اس حدیث پر بارہ و دوم غور ہو گیا۔ **ذَلِكَ لَمْ يَلْمَهُ عَلَى ذَلِكَ ابْنُ الزَّيْنِ** اللہ تعالیٰ پر بارہ و سوم شروع ہو گا۔ فافہم
 و عافرائیں کہ اللہ تعالیٰ اسے بھی پورا کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

سید محمود احمد رضوی

۱۹ ربیع الثانی ۱۴۳۹ھ

مطابق ۲۰ اکتوبر ۱۹۱۷ھ

وَمَا أَكْبَرُ إِلَٰهَ إِلَّا الْيَاقُوتُ الْكَافُورُ
 اعادیت نمبر کا محبوب مقبول فیروز قرآن کے صبح کتب
 امام الدنیا میر المومنین فی الحدیث و اس الحدیث اسناد بخاند ابو عبد اللہ محمد بن یحییٰ بخاری
 قدس سرہ الباری کی تالیف صبح البخاری کا سلسلہ اردو ترجمہ اور مکمل شرح

فیوض الباری

فی شرح

صبح بخاری

حصہ سوم

علامہ سید محمود احمد رضوی

ناشر مکتبہ رضوان آباد دار روڈ لاہور

ابتدائیہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم

بخاری شریعت پارہ اول و دوم کی تعلیم و ترجمانی کے بعد پارہ سوم کا آغاز ہوتا ہے۔ اللہ عزوجل جل جلالہ کا خاص فضل ہے کہ وہ اپنے ایک بندہ ناکارہ سے اپنے دین کا ایک کام لے رہا ہے۔ اسی کی بارگاہ بے نیاز میں التجا ہے کہ وہ باقی پاروں کی تکمیل کی بھی توفیق عطا فرمائے۔ اندازِ تعلیم و ترجمانی وہی سابقہ ہے۔ مقصود ہجر گزشتہ کی گئی ہے کہ قدم راستہ سے نہ ہٹے تاہم ایک خطا کار قلم کا بغزش لکھا جانا ممکن ہے۔ اہل علم کی خدمت میں استغاثہ ہے کہ اگر کہیں بغزش قلم پائیں تو براہِ کرم اسکی نشان دہی فرمائیں۔ تاکہ آئندہ اشاعت میں ترمیم یا تصحیح کر دی جائے۔

اشد ضروری نوٹ

پارہ سوم فیوض الباری اصل کتاب کے صفحات ۲۱۳ سے شروع ہو کر ص ۲۵۲ پر ختم ہیں۔ درمیان میں غلطی سے ۲۱۶ کے بعد ۲۲۵ لکھا گیا ہے مگر ترتیب مضمون درست ہے چونکہ آئندہ حصص میں انہیں صفحات کے مطابق کسی مضمون یا حدیث کا حوالہ دیا گیا ہے لہذا انہیں برقرار رکھا گیا ہے۔ ابتر صحیح ترتیب کے مطابق بھی صفحہ لکھ دیئے گئے ہیں۔

مؤخر روزنامہ "نوائے وقت" ۲۷ جولائی ۱۹۵۹ء میں فیوض الباری
پارہ اول پر مندرجہ ذیل تبصرہ شائع ہوا

دینی علوم میں عمر حدیث غالباً دو واحد فن ہے جس پر علمائے سب سے زیادہ توجہ دی ہے اور صحابہ کرام کے دور سے لے کر آج تک
اس فن شریف کی حسب مقتدر زمانہ و سہ زیادہ خدمت کی ہے۔ تہذیب حدیث، اسما و الرجال، اصول حدیث، موضوعات اور دوسرے
خاصی علوم کا جہہ اگلا و جہہ اسی کا روش اور بحث کا ذریعہ ثبوت ہے، زیر نظر کتاب اس سلسلے کی ایک تازہ کرنی ہے۔ واقعہ یہ ہے
کہ اس کے مصنف مولانا سید محمد داہد صاحب رضوی نے اس موضوع پر گہرا تحقیق و تہذیب کا ثبوت دیا ہے۔
زیر نظر مختصر فیوض الباری کا صرف پارہ اول ہے۔ جس میں کتاب الایمان، کتاب العلم اور کتاب الرضا شامل ہیں۔ پارہ
۲۰۱۳ء تک کے چار سو چالیس صفحات میں پھیلا ہوا ہے۔

اس کی ترتیب فن حدیث کے معروف اسلوب کے مطابق ہے۔ سب سے پہلے علم حدیث کے متعلق ایک سیر حاصل تبصرہ ہے
کتاب کے نفس مضمون کے لحاظ سے موضوع پر عمل ہیں اور ان سے کتاب کی افادیت میں خاصا اضافہ ہو گیا ہے۔ اس کے بعد امام
عبداللہ صاحب کی حادی کے حالات اور علمی مرتبہ کا اور بعد میں حدیث کی تعریف اور اقسام کا ذکر ہے، اس کے بعد مدد و وحی کی مکمل تشریح ہے
کتاب الایمان کے بعد شروع ہوتی ہے۔ علم حدیث کی خدمت میں برصغیر کے علماء کا مقدمہ خاصا بلند ہے۔ خانوادہ ولی اللہی نے اس
سیان میں اتنی عظیم خدمت انجام دی ہے کہ آج خود عرب ممالک بھی علم حدیث اور فن حدیث کے لیے انہی کے احسان شناس ہیں۔ زیر نظر
کتاب کے مصنف سید محمد داہد رضوی، مولانا ابوالبرکات سید احمد صاحب کے فرزند اور شاگرد ہیں اور وہ دو واسطوں سے شاہ ولی اللہ
حدیث و وحی کے تلمیذ بنائے گئے ہیں۔ علم حدیث پر اردو زبان میں بہت سی کتابیں لکھی گئی ہیں۔ جن میں سماج کے اردو ترجمے لکھنؤ
کتاب، اصول اور دوسرے مضامین شامل ہیں۔ لیکن زیر نظر کتاب اس لحاظ سے منفرد مقام رکھتی ہے کہ اس میں کسی بھی متعلق مضمون
درستہ نہیں چھوڑا گیا۔ اس میں ایک آسان و کی عوامت ختم کر دی گئی ہے۔ جس سے کتاب کی جامعیت بڑھ گئی ہے۔ دوسرے امام نے
اب بھی مضمون کی حدیث کو مختلف اسناد سے اور مختلف مقامات پر درج کیا ہے۔ انھیں ایک ہی مرتبہ دے دیا گیا ہے۔ ظاہر ہے کہ حدیث
پڑھنے والے ہر ایک فرد کو اختلاف اسناد سے دلچسپی نہیں ہوتی اس لئے اسے بھی مستحسن ہی کہا جائے گا۔

مصنف نے اپنی وسعت علم اور بصیرت کا ثبوت اس طرح بھی دیا ہے کہ انھوں نے کسی حدیث کی مختص تشریح پر ہی اکتفا نہیں کیا۔
بلکہ اس پر اتنی مفصل بحث کی ہے کہ اسے تشنہ نہیں چھوڑا، حدیث وحی، کتاب الایمان اور کتاب العلم میں انھوں نے ہر اس مسئلہ کو جو
اس حدیث میں آیا ہے شرح و بسط سے بیان کیا ہے، اسی طرح کتاب الرضا میں جہاں فقہی مسائل آئے ہیں، مختص کسی حدیث کی تشریح ہی
ہیں کی بلکہ اس کے ساتھ ہی مختلف آئمہ کے مسلک واضح کئے ہیں اور پھر امام اعظم حضرت ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے مسلک کی برتری کے
لئے دلائل بھی دیتے ہیں۔ مختلف احادیث کی توجہ اور ترتیب میں بھی یہی طریقہ اختیار کیا گیا ہے۔

آج کل کے دور میں اکثر تصانیف مختص چرائے گئے مضمون کی غرض سے غالب میں ڈھاکر پیش کی جاتی ہیں اور ایک روش یہ
پر عمل ہے کہ تھے مصنفین اس محنت، لکھاوش، وسیع مطالعہ اور عمیق فکر سے کام نہیں لیتے جو کسی تصنیف کو مکمل بنانے کے لیے
ضروری ہوتا ہے۔ اس ماحول میں فیوض الباری "ایک ایسی نئی تصنیف نظر آتی ہے۔ جس میں مصنف نے
وسعت علم کے فن پر عبور کے علاوہ محنت کا ثبوت دیا ہے۔ جس سے اس کی افادیت علماء اور عوام سب کے لیے یکساں ہو گئی ہے۔

مختصر فہرست مضامین فیوض الباری شرح صحیح البخاری پارہ سوم

باب من ادرك ركعة من	باب بحالت سفر غم کو ٹھنڈا کر کے	۲۱۸	تیسرہ ٹولے وقت لاہور
العصر برحمت	پڑھنا	۲۲۰	خطبہ
باب وقت مغرب کے بیان میں	غمر کی نماز کو ٹھنڈا سے وقت	۲۲۱	اوقات نماز کا بیان
وقت مغرب کا بیان اور	پڑھنے کی ممکن بحث	-	نماز کی پابندی اور اس کی تجدید
اس کے دلائل	باب نماز کا وقت زوال کے	-	قرآن میں نماز کے اوقات
مغرب کا مستحب وقت	بعد ہے	۲۲۲	نماز کی اشاعت میں
باب مغرب کو عشا کہنا مکروہ ہے	حدیث ابراہیم پر بحث	-	ہر نماز کے لیے وقت مقرر ہے
باب عشا کی نماز کو عشا کہنے	باب غمر میں اتنی تا غیر کرنا کہ اول	۲۱۳	اسکی محافظت فرض ہے
کے متعلق	وقت عصر کا آجائے	۲۲۳	مسلمہ جمع بین الصلواتین
باب عشا کی نماز اس وقت پر	مسلمہ جمع بین الصلواتین پر	-	باب قولی اللہ وعز وجل
کہ جب سب لوگ جمع ہو جائیں	مکمل بحث اور شہادت کے	۲۲۶	میں میں ایسا ہے
باب نماز عشا کی فضیلت	جوابات	-	باب اقامت نماز پر بیعت لینا
باب نماز عشا سے قبل سونا	وقت ظہر اور اس کے دلائل	۲۲۱	باب نماز گناہوں کا کفارہ
مکروہ ہے	باب عصر کے وقت کے	۲۲۵	موتی ہے
باب نیند کا غلبہ ہو تو پھر عشا کی نماز	بیان میں	-	باب وقت پر نماز پڑھنے کی
سے قبل سونے کے متعلق	کیا ایک مثل کے بعد عصر کا	۲۲۸	فضیلت کے متعلق
باب عشا کا وقت نصف رات	وقت شروع ہو جاتا ہے؟	-	باب نماز پنجگانہ کی جماعت سے
نیک ہے؟	باب نماز عصر کو قضا کر دینے	-	پڑھنا ایکے گناہوں کا
وقت عشا کا بیان اور اس	کا گناہ	-	گناہ ہو جاتا ہے
کے دلائل	عصر میں کتنی تاخیر کی	-	باب نماز کو ضائع کرنا یعنی
باب نماز فجر کی فضیلت	جائے	۲۲۹	بے وقت پڑھنا
باب وقت فجر کا بیان	باب نماز عصر کو ترک کر دینے کا گناہ	-	باب نماز کی اپنے رب سے
باب جو سورج نکلنے سے قبل فجر	باب نماز عصر کی فضیلت	-	سرگوشی کرنا ہے
کی ایک رکعت پالے	کے متعلق	۲۲۸	باب اگر میوں میں غم کو ٹھنڈا
وقت فجر کا بیان اور اس کے دلائل	روزی قیامت میں رات کی ہونگا	-	کر کے پڑھنا

۲۸۳	باب بنائین کی اذان کے متعلق حالات حضرت عبداللہ بن مکتوم مؤذن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم	۲۶۱	قضا نمازوں میں ترتیب واجب ہے	۲۶۱	نماز فجر کے بعد سوچ بلند کرنے کے بعد تک نماز پڑھنا
۲۸۴	باب طلوع فجر کے بعد اذان دینا	۲۶۲	اپنی بیوی یا مہمان سے عشاء کے بعد باتیں کرنا	۲۶۲	فجر و عصر کی نماز کے بعد نفل پڑھنا ممنوع ہیں
۲۸۵	باب طلوع فجر سے قبل اذان دینا	۲۶۳	اذان قبل فجر کی بحث	-	طلوع آفتاب کے وقت مطلقاً نماز جائز نہیں
۲۸۶	سحری کے وقت جنگا کے کھیلنے اذان دینے کی کوئی اصل نہیں ہے	۲۶۴	باب اذان کی ابتدا کیسے ہونی چاہیے	-	سورج غروب ہونے سے پہلے نماز کا قصد کر کے
۲۸۷	باب اذان و اقامت کے درمیان کتنا وقفہ ہو۔ اس مسئلہ پر مکمل بحث	۲۶۵	اذان کے معنی اور اس کی اصل قرآن سے ثابت ہے	-	عصر اور فجر کے بعد نماز پڑھنا مکروہ ہے
۲۸۸	باب اذان سن کر تکبیر کا گھر میں انتظار کرنا	۲۶۶	باب اذان کے کلمات و دود	-	بروقت طلوع و غروب و نصف النہار نماز جائز نہیں اور اس کے دلائل
۲۸۹	باب اذان و اقامت کے درمیان نفل پڑھنا	۲۶۷	باب تکبیر کے الفاظ ایک ایک بار کہے جائیں	-	ابروالے دن نماز جلدی پڑھنا
۲۹۰	باب سفر میں ایک ہی شخص اذان دے	۲۶۸	باب اذان دینے کی فضیلت میں	-	وقت گزر جانے کے بعد اذان کہنا
۲۹۱	باب ہیئت سفر نماز کے لیے اذان و اقامت کہنا	۲۶۹	باب اذان و مؤذن کے فضائل	-	قضا نماز کے لیے اذان و اقامت کہی جائے اور اس کے احکام و مسائل
۲۹۲	باب مؤذن اذان کے وقت اپنا منہ اوجھڑ کر دے	۲۷۰	باب جب نماز سے اذان کہنا	-	وقت گزر جانے کے بعد قضا نماز یا جماعت پڑھنا
۲۹۳	باب یہ کہنا جائز ہے کہ میری نماز فوت ہو گئی	۲۷۱	باب اذان کی آواز سن کر محل سے نکل جانا	-	بھولے سے نماز نہ گئی تو جب یاد آ جائے پڑھ لے
۲۹۴	باب جتنی نماز امام کے ساتھ پاؤ پڑھ لو، باقی پوری کر دو	۲۷۲	باب جب اذان سن کر کیا کہے	-	اور اس مسئلہ پر بحث
۲۹۵	باب نماز کے لیے اطمینان سے اٹھنے	۲۷۳	باب اذان دینے میں جھگڑا ہو تو قرعہ ڈالنا	-	قضا نمازوں کو ترتیب سے پڑھ لے
		۲۷۴	باب دوران اذان بات کرنا	-	

کتاب الاذان

باب ۲۹۳	باب نماز کے استکبار میں مسجد میں بیٹھنا	باب کسی عذر کی وجہ سے امام کے پھریں کھڑا ہونا
باب ۲۹۵	باب مسجد میں صبح و شام جانے کی فضیلت	باب جو شخص امامت شروع کرے پھر مقررہ امام آجائے
-	باب جب نماز کی تکبیر ہو جائے تو کوئی نماز چار نہیں اس مسئلہ پر مفصل بحث	باب جب سب کے سب قاری ہوں تو جو بڑا ہے وہ امامت کرے
باب ۲۹۶	باب مریض کو بیماری کی کسی حد تک مسجد میں نماز کے لیے آنا چاہیئے	باب جب امام کسی قوم سے شے جائے تو ان کا امام ہو سکتا ہے
-	باب بارش اور کسی عذر کی وجہ سے گھر میں نماز پڑھنا	باب امام اس لیے ہوتا ہے کہ اس کی اقتدا کی جائے
-	باب بارش کے موقع پر بھی امام نماز پڑھائے اور جو کما خطبہ دے	باب کیا امام کسی عذر کی وجہ سے بیٹھ کر نماز پڑھائے تو مقتدی بیٹھ کر نماز پڑھیں؟
باب ۲۹۷	باب جب نماز پڑھنا واجب ہے جماعت اور ترکی جماعت کے ضروری مسئلہ	باب مقتدی کب مسجد کریں
باب ۲۹۸	باب جب کھانا حاضر ہو اور ادھر تکبیر ہو جائے؟	باب امام سے پہلے رکوع یا سجدہ سے مراٹھا، گھنٹا دہے
باب ۲۹۹	باب امام کو جب نماز کے لیے بلایا جائے اور وہ کھانا کھا رہا ہو	باب غلام کی امامت کے متعلق
باب ۳۰۰	باب جو شخص گھر کے کام میں مشغول ہو اور تکبیر ہو جائے	باب جماعت نماز مصحف سے دیکھ کر قرآن پڑھنے کی بحث
باب ۳۰۱	باب حرمت تعظیم کے لیے نماز پڑھ کر دکھانا	باب ولد الزنا، عیال اور نابالغ کی امامت کے متعلق
باب ۳۰۲	باب جو علم و فضل میں زیادہ ہو وہ امامت کا سب سے زیادہ مستحق ہے	باب جب امام نماز پوری نہ کرے اور مقتدی کر لیں
باب ۳۰۳	باب دو یا دو سے زائد جماعت کے	باب بحث کیا امام کی نماز میں نقص رہ جائے تو مقتدیوں کی نماز درست ہو جائیگی
باب ۳۰۴		باب باغی اور بدعتی کی امامت کے متعلق

۳۶۷	باب تکبیر تحریر کے وقت ہاتھ اٹھانا	۳۵۷	باب نماز میں امام کا رو پڑنا	۳۴۷	بد مذہب اور بدعتی کی امامت کا حکم
۳۶۷	باب تکبیر تحریر کے وقت کا فوج تک	۳۵۷	باب تکبیر کے وقت صفوں کو برابر کرنا	۳۴۷	باب جب دو نمازی ہوں تو ایک امام کی رہی طرف کھڑا ہو
۳۶۸	باب تکبیر تحریر کے وقت ہاتھ اٹھانا	۳۵۸	باب امام کا صفیں برابر کرتے وقت لوگوں کی طرف متوجہ ہونا	۳۴۷	باب جب کرتی امام کی بائیں جانب کھڑا ہو
۳۶۹	باب تکبیر تحریر کے وقت ہاتھ اٹھانا	۳۵۸	باب امام کا صفیں برابر کرتے وقت صفوں کو سیدھا رکھنا اور جب ہے اور اس کے مثل	۳۴۷	باب اگر امام نے نیت امامت نہ کی ہو
۳۷۰	باب تکبیر تحریر کے وقت ہاتھ اٹھانا	۳۵۹	باب امام کا صف اول کی فضیلت	۳۴۸	باب اگر امام لمبی سورت شروع کر دے
۳۷۱	باب تکبیر تحریر کے وقت ہاتھ اٹھانا	۳۶۰	باب امام کا صف پوری نہ کرنے کا گناہ	۳۴۸	باب بحث کیا مفسرین کی اقتدار مستقل کے نتیجے میں ہے
۳۷۲	باب تکبیر تحریر کے وقت ہاتھ اٹھانا	۳۶۱	باب امام کا صف میں ہونے سے نکلنا	۳۴۹	باب اگر امام قرأت میں تخفیف کرے
۳۷۳	باب تکبیر تحریر کے وقت ہاتھ اٹھانا	۳۶۲	باب امام کا صف میں ہونے سے نکلنا	۳۵۱	باب ایک نماز پڑھنے والے جتنا چاہے
۳۷۴	باب تکبیر تحریر کے وقت ہاتھ اٹھانا	۳۶۳	باب امام کا صف میں ہونے سے نکلنا	۳۵۲	باب کیا قیام کرے
۳۷۵	باب تکبیر تحریر کے وقت ہاتھ اٹھانا	۳۶۴	باب امام کا صف میں ہونے سے نکلنا	۳۵۲	باب امام نماز کو طول دے تو اس کی شکایت کرنا
۳۷۶	باب تکبیر تحریر کے وقت ہاتھ اٹھانا	۳۶۵	باب امام کا صف میں ہونے سے نکلنا	۳۵۳	باب نماز مختصر اور پوری نماز پڑھنا
۳۷۷	باب تکبیر تحریر کے وقت ہاتھ اٹھانا	۳۶۶	باب امام کا صف میں ہونے سے نکلنا	۳۵۳	باب پھر کے رونے کی آواز سن کر نماز کو مختصر کر دینا
۳۷۸	باب تکبیر تحریر کے وقت ہاتھ اٹھانا	۳۶۷	باب امام کا صف میں ہونے سے نکلنا	۳۵۴	باب نماز پڑھنے کے بعد پھر امامت کرنا
۳۷۹	باب تکبیر تحریر کے وقت ہاتھ اٹھانا	۳۶۸	باب امام کا صف میں ہونے سے نکلنا	۳۵۴	باب امام کی تکبیر لوگوں کو سننا
۳۸۰	باب تکبیر تحریر کے وقت ہاتھ اٹھانا	۳۶۹	باب امام کا صف میں ہونے سے نکلنا	۳۵۵	باب ایک شخص امام کی اقتدا کرے اور لوگ اس کی اقتدا کریں
۳۸۱	باب تکبیر تحریر کے وقت ہاتھ اٹھانا	۳۷۰	باب امام کا صف میں ہونے سے نکلنا	۳۵۵	باب امام کو تنگ ہو تو عقیدوں کے کتنے پر چل سکتا ہے
۳۸۲	باب تکبیر تحریر کے وقت ہاتھ اٹھانا	۳۷۱	باب امام کا صف میں ہونے سے نکلنا		
۳۸۳	باب تکبیر تحریر کے وقت ہاتھ اٹھانا	۳۷۲	باب امام کا صف میں ہونے سے نکلنا		
۳۸۴	باب تکبیر تحریر کے وقت ہاتھ اٹھانا	۳۷۳	باب امام کا صف میں ہونے سے نکلنا		
۳۸۵	باب تکبیر تحریر کے وقت ہاتھ اٹھانا	۳۷۴	باب امام کا صف میں ہونے سے نکلنا		
۳۸۶	باب تکبیر تحریر کے وقت ہاتھ اٹھانا	۳۷۵	باب امام کا صف میں ہونے سے نکلنا		
۳۸۷	باب تکبیر تحریر کے وقت ہاتھ اٹھانا	۳۷۶	باب امام کا صف میں ہونے سے نکلنا		
۳۸۸	باب تکبیر تحریر کے وقت ہاتھ اٹھانا	۳۷۷	باب امام کا صف میں ہونے سے نکلنا		
۳۸۹	باب تکبیر تحریر کے وقت ہاتھ اٹھانا	۳۷۸	باب امام کا صف میں ہونے سے نکلنا		
۳۹۰	باب تکبیر تحریر کے وقت ہاتھ اٹھانا	۳۷۹	باب امام کا صف میں ہونے سے نکلنا		

۱۰۱	اور پندرہ گونہ میں سورۃ فاتحہ	۲۸۹	دن کی نمازوں میں آہستہ اور آہستہ	۲۸۹	دن کی نمازوں میں آہستہ اور آہستہ
۱۰۲	کا پڑھنا واجب ہے	۲۹۰	کی نمازوں میں جہر سے قرأت	۲۹۰	کی نمازوں میں جہر سے قرأت
۱۰۳	فرج کی آخری دو رکعتوں میں	۲۹۱	کرنا واجب ہے	۲۹۱	کرنا واجب ہے
۱۰۴	قرأت واجب نہیں ہے	۲۹۲	آخری دو رکعتوں میں قرأت	۲۹۲	آخری دو رکعتوں میں قرأت
۱۰۵	مطلق قرأت فرض ہے	۲۹۳	کرنے کی بحث	۲۹۳	کرنے کی بحث
۱۰۶	نماز میں سورۃ فاتحہ کا پڑھنا	۲۹۴	باب نماز ظہر میں قرأت کے	۲۹۴	باب نماز ظہر میں قرأت کے
۱۰۷	واجب ہے	۲۹۵	متعلق	۲۹۵	متعلق
۱۰۸	نماز میں الحمد کے ساتھ	۲۹۶	باب نماز مغرب میں قرأت	۲۹۶	باب نماز مغرب میں قرأت
۱۰۹	سورۃ لانا بھی واجب ہے	۲۹۷	کے متعلق	۲۹۷	کے متعلق
۱۱۰	فرج کی پہلی دو رکعتوں میں	۲۹۸	باب نماز عشاء میں جہر	۲۹۸	باب نماز عشاء میں جہر
۱۱۱	الحمد کے ساتھ سورۃ لانا بھی	۲۹۹	کے متعلق	۲۹۹	کے متعلق
۱۱۲	اور آخری دو رکعتوں میں صرف	۳۰۰	باب نماز عشاء میں قرأت کے	۳۰۰	باب نماز عشاء میں قرأت کے
۱۱۳	الحمد پڑھی جائے	۳۰۱	متعلق	۳۰۱	متعلق
۱۱۴	حدیث لا تسلموا لکلمہ بقرۃ	۳۰۲	باب نماز عشاء میں قرأت کے	۳۰۲	باب نماز عشاء میں قرأت کے
۱۱۵	بھاگنا لکتاب پر ممکن	۳۰۳	متعلق	۳۰۳	متعلق
۱۱۶	یکتہ	۳۰۴	باب نماز عشاء میں سجدہ والی	۳۰۴	باب نماز عشاء میں سجدہ والی
۱۱۷	مسئلہ قرأت خلف امام	۳۰۵	سورۃ پڑھنا اور سجدہ تلاوت	۳۰۵	سورۃ پڑھنا اور سجدہ تلاوت
۱۱۸	حدیث تحقیق اداء الاحمام الخ	۳۰۶	کے مسائل	۳۰۶	کے مسائل
۱۱۹	کو صحابہ کی ایک جماعت نے	۳۰۷	باب نماز فجر میں قرأت کے متعلق	۳۰۷	باب نماز فجر میں قرأت کے متعلق
۱۲۰	روایت کیا ہے	۳۰۸	باب نماز فجر میں جہر کے متعلق	۳۰۸	باب نماز فجر میں جہر کے متعلق
۱۲۱	قرأت خلف امام کی مخالفت	۳۰۹	باب دو سورتیں ایک رکعت میں	۳۰۹	باب دو سورتیں ایک رکعت میں
۱۲۲	اتنی صحابہ کرام سے مروی ہے	۳۱۰	پڑھنا الخ	۳۱۰	پڑھنا الخ
۱۲۳	احادیث و بارۃ مخالفت	۳۱۱	باب پچھلی دو رکعتوں میں صرف	۳۱۱	باب پچھلی دو رکعتوں میں صرف
۱۲۴	قرأت خلف الامام	۳۱۲	سورۃ فاتحہ پڑھنا	۳۱۲	سورۃ فاتحہ پڑھنا
۱۲۵	صحابہ و تابعین کے قرأت	۳۱۳	باب ظہر و عصر میں آہستہ قرأت	۳۱۳	باب ظہر و عصر میں آہستہ قرأت
۱۲۶	خلف امام کے متعلق ارشادات	۳۱۴	کے متعلق	۳۱۴	کے متعلق
۱۲۷	ولایت حقیر اور سوالات کے جوابات	۳۱۵	باب امام کا مقتدیوں کو کوئی آیت	۳۱۵	باب امام کا مقتدیوں کو کوئی آیت

سنت نبوی سے متعلق چند ضابطے

واقع ہو کہ حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت طیبہ و افعال جلیلہ بسمان اللہ اسب ہی حسین و جمیل ہیں اور حضور پر سنت کو اپنا مساحت ہے مگر بایں ہر حضور کی مقدس سنتوں کے درجے ہیں جس درجہ کی سنت ہے اسے اسی درجہ رتبہ میں رکھ دیا جاتا ہے۔ اصول کہ معتبر کتاب نور الانوار میں ہے۔ سنت دو قسم پر ہے۔ سنت المحدثی جس پر حضور نے مواظبت فرمائی۔ اس علی وجہ التبعہ کی کہ ایک وہ بار بار غور و فکر بھی دیا ہو یا بالکل نہ چھوڑا ہو لیکن تاکہ پرانکار نہ فرمایا۔ سنت حدی کا ترک اساءۃ ہے وقت حساب اس سے کہا جائے گا تو نہ یہ سنت کیوں نہیں ادا کی۔ وہ مری قسم سنت الزامہ جیسے ہاں اس اٹھنے بیٹھنے پہنچنے سے حضور کی عادت کر لیا کہ یہ چیزیں حضور سے علی وجہ العبادۃ و قصہ قرمت کے طور پر صادر نہیں ہوتیں۔ بلکہ عادت کے طور پر صورت ہوئیں ہیں۔ جیسے حضور کا مشرک سبز سفید جب زیب تن فرمایا کبھی سیاہ یا سرخ علامہ سات ہاتھ یا بارہ ہاتھ یا اس سے کم درشیں کا استعمال فرمایا۔ تو ایسی تمام سنتیں سنت زوائد ہیں۔ سنت زوائد کا حکم یہ ہے۔

یشاب المرء علی فعلہا ولا یعاقب علی ترکہا وھو فی معنی المستحب۔
یعنی ان سنتوں پر عمل کرنا والا ثواب پاتا ہے اور جو عمل نہ کرے تو اس پر کچھ گناہ نہیں اور یہ سنتیں مستحب کے حکم میں ہیں۔
(نور الانوار مع حاشیہ قراۃ الآثار)

چنانچہ حضور کی سنت زائدہ کے متعلق اعلیٰ حضرت نے تصریح فرمائی ہے کہ سنن نہ صرف سنن زوائد بلکہ مستحب کے حکم میں ہیں کہ ان پر عمل کرنا تو ثواب نہ کرنا تو گناہ نہیں بلکہ ان کا ترک مکروہ تنزیہیہ بھی نہیں چنانچہ اعلیٰ حضرت فرماتے ہیں۔

حضور کی سنن زوائد مستحب کے حکم میں ہیں
ان کا ترک نہ گناہ نہ مکروہ تنزیہیہ

۱) قد لا تری التحصیل من سنن الزوائد وسنن الزوائد حکمہا حکم المستحب (۲) تو کہہ لا یوجب اساءۃ ولا عتاب اکثر کہ سنت الزوائد کن فعلہ افضل در مختار (۳) وسنتہ الزوائد وتنبہا لا یوجب ذلک کیسوا النبی صلی اللہ علیہ وسلم عرف لباسہ (۴) بخلاف سنتہ المحدثی وہی السنن المؤکدۃ القریب موت النایب الذی یقبل تادیکہ (فتاویٰ رضویہ ص ۲۵)

حدیث ضعیف اباحت میں بالا جماع مقبول ہے۔ اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی لکھتے ہیں۔
مع ہذا علید میں فرمایا کہ جب حدیث ضعیف بالا جماع فضائل میں مقبول ہے تو اباحت میں بدرجہ اولیٰ (ص ۲۵) جلد اول۔ فتاویٰ رضویہ

حدیث ضعیف اباحت میں
بالاجماع مقبول !

اباحت کا مطلب ہے جائز ہونا کہ اگر حدیث ضعیف میں ہو تو جو کچھ اس میں مروی ہے اس کا جائز ہونا ثابت رہے گا اور جائز کا معنی ہے کہ وہ چیز فرض واجب یا مکروہ تحریمیہ ہرگز ہرگز نہیں قرار پائے گی کہ اصل اشیا میں اباحت ہے اور اباحت کو حرمت بدلنے کا حق تحرمت اور حرمت حضرت شارع علیہ السلام کو ہے۔

دلیل شرعی حرام و مکروہ کا فتویٰ دینا شد رسول پر افتراء کرنا ہے

اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی نے اس موضوع پر متعدد مقامات پر تفصیل سے روشنی ڈالی ہے۔ فرماتے ہیں:-

• جواز کے لیے صرف اتنا کافی ہے کہ خدا اور رسول نے منع نہ فرمایا۔ کسی چیز کا نہایت قرآن و حدیث میں نہ ہو تو اسے منع کرنے والا خود حاکم و شارع بننا چاہتا ہے۔ فتاویٰ رضویہ ج ۸ ص ۸ کتاب النکاح ۱
شرعیہ مطہرہ میں طہارت و خلعت اصل میں اذن ان کا ثبوت خود حاصل کہ اپنے اثبات میں کسی دلیل کا محتاج نہیں بلکہ فتاویٰ رضویہ
الجزء ثانی و اولیٰ کی پابندی تشدد و ناواقفانہ دلیہ تحقیق کسی شے کو حرام و منوع کہہ دینے میں کچھ احتیاط بلکہ احتیاط اباحت میں ہے۔
جب کسی کو کسی شے میں منع والا دکھارتے اور اسے حرام و مکروہ یا ناجائز کہتے۔ سنو۔ جان لو کہ باریت اس کے ذمہ ہے۔ جس تک دلیل واضح
شرعی سے ثابت نہ کرے۔ اس کا دعویٰ اسی پر مردود اور جائز و مباح کہنے والا بالکل سبکدوش کہ اس کے لیے تمسک باصل موجود
ہے۔ قاعدہ نصوص علیہ۔ احادیث نبویہ و تصریحات جلیلیہ خفیہ شافعیہ وغیرہ عام علماء و ائمہ سے ثابت ہے۔ یہاں تک کسی عالم کا اس
میں غلط فہمی نہیں آتا۔ ص ۹۵۔

• جب بازار میں حلال و حرام مطلقاً۔ یا کسی جنس خاص میں مختلط ہوں اور کوئی میسر و علامت فارق نہ لے تو شریعت مطہرہ خریداری
سے احتیاط کا حکم نہیں دیتی کہ اگر ان میں حلال ہیں تو ہر شے میں احتمال علت قائم اور رخصت و اباحت کو اسی قدر کافی ص ۱۱۸
واضح ہوا اصول عقائد اسلام کے معاملہ میں ظنیات کا کچھ اعتبار نہیں احادیث احاد و اعتقاد کے معاملہ
میں ناقابل اعتبار ہیں اور احکام کے ثبوت کے لیے حدیث صحیح کی ضرورت ہے۔ حدیث ضعیف
سے احکام ثابت نہیں ہوتے اور موضوع کا تو سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ فضائل و مناقب
میں حدیث ضعیف بھی کافی ہے۔ اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی قدس سرہ العزیز تحریر فرماتے ہیں۔

ہم کے ثبوت کے لئے بیحدیح کی ضرورت

جن باتوں کا ثبوت حدیث سے چاہا جائے۔ وہ سب ایک بلد کی نہیں ہوتیں بعض تو اعلیٰ درجہ قوت پر ہیں کہ جب تک حدیث مشہور
نہ ہو اس کا ثبوت نہیں دے سکتے۔ احاد اگرچہ کیسے ہی قوت مند و نہایت صحت پر ہوں ان کے معاملہ میں کام نہیں دیتیں۔ یہ
عقائد اسلام میں جن میں خاص یقین رکھ کر علامہ تفتازانی رحمۃ اللہ تعالیٰ شریعت عقائد نفسی میں فرماتے ہیں۔

حسب الواحد علی تقدیر اشتمالہ علی
جیم الشرائط المذکورۃ فی اصول الفقہ
تفہید الاظہار ولا عبرۃ بالظن فی
ب الاعتقادات

یعنی حدیث احاد اگرچہ تکمیل شرائط صحت کی
جامع ہوں جن ہی کا فائدہ دیتی ہے اور معاد اعتقادات
ظنیات کا کچھ اعتبار نہیں۔

علامہ علی قاری۔ الروض الاضرہ میں فرماتے ہیں۔

الاحاد لا تفید الا اعتماد فی الاعتقاد !

دوسرا درجہ احکام کا ہے کہ ان کے لیے۔ اگرچہ اتنی قوت رکھ کر نہیں پھر بھی حدیث کا صحیح لذاتہ۔ خواہ غیر و یا حسن لذاتہ۔ یا کم
کم غیر ہو نا چاہیے۔ جمہور علماء یہاں ضعیف حدیث نہیں لیتے۔

میسر مرتبہ۔ فضائل و مناقب کا ہے یہاں با اتفاق علماء ضعیف حدیث بھی کافی ہے۔ مثلاً کسی حدیث میں ایک عمل کی ترغیب آئی۔
دیا کرے اٹھا کرے یا کسی نبی یا صحابی کی خوبی بیان ہوئی کہ انہیں اللہ عز و جل نے یہ مرتبہ بخشی۔ فضل عطا کیا تو ان کے مان لینے

کو ضعیف حدیث بھی کافی ہے۔ (فتاویٰ رضویہ ج ۲ ص ۵۸۹)

احکام کے لیے
حدیث ضعیف کافی نہیں

پاگل و مجنون یا مکار پر فتون

دوبارہ احکام ضعیف حدیث کافی نہیں ہے اس کے لیے حدیث کا صحیح لفظ خواہ بغیر اس یا اس سے کم از کم لغیر ہونا ضروری ہے۔ جمہور علماء اس معاملہ میں ضعیف حدیث سے حدیث کو تسلیم نہیں کرتے۔ اس ضعیف حدیث فضائل اعمال میں مانی جاتی ہے۔ (فتاویٰ رضویہ ج ۲ ص ۵۸۹)

جو شخص بھی کسی چیز کے حرام یا مکروہ ہونے کا مدعی ہو تو ثبوت اسی کے ذمہ ہے اپنے دعویٰ کا ثبوت دوسے اور دوسروں سے ان کی ثبوت مانگے تو جان لو وہ

و مجنون ہے۔ یعنی اسے تقویٰ کا ہیضہ ہو گیا ہے یا پھر مکار اور فتنہ پرور ہے۔ اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی قدس سرہ العزیز کے صاحبزادے حضرت حجت الاسلام مولانا حامد رضا خان صاحب تحریر فرماتے ہیں۔

جو شخص کسی بات کا مدعی ہو اس کا ثبوت اس کے ذمہ ہوتا ہے آپ اپنے دعویٰ کا ثبوت دوسے اور دوسروں سے ان کی ثبوت مانگتا پھر سے وہ پاگل و مجنون کہلاتا ہے یا مکار پر فتون و هذا اقلہ ہر جہاً۔ (الصارم الربانی ص ۱۰۷)

کہ فلاں عالم نے ایسا کھدے دیا ہے اس لیے آنکھ بند کر کے مان لو۔ ورنہ اس اٹھ بات آزاد خیالی کو تقویت پہنچے گی۔ بلکہ ثبوت یہ ہے کہ قرآن و حدیث سے واضح طور پر اس کی حرمت و کراہت کو ثابت کرے۔ اعلیٰ حضرت فرماتے ہیں :-

جب تک دلیل واضح شرعی سے ثابت نہ کر دے اس کا دعویٰ اسی پر مردود و بائز و مباح کہنے والا بالکل سبکدوش کہ اس کے لیے تک باطل موجود۔ (فتاویٰ رضویہ ج ۲ ص ۵۹۰)

گرفرق مراتب کنی زندیقی
شریعت کا جو حکم اور ہدایت جس مرتبہ اور درجہ کا ہے۔ اس کو اسی مرتبہ و درجہ ضروری و لازمی ہے۔ شریعت کی کسی ہدایت میں اپنی طرف سے غلو و شدت نہیں

مذموم ہے پھر جو حکم یا ہدایت جس درجہ اور ذریعہ کا ہے۔ وہ اسی درجہ کی دلیل شرعی سے ثابت ہوگا۔ متعاضد شریعت سے اور جعلی فتی اس مرض میں مبتلا دیکھے گئے ہیں۔ وہ بعض مسائل میں بے جا شدت و غلو کرتے ہیں اور بڑے غم خود سمجھتے ہیں کہ رہے ہیں۔ حالانکہ وہ تبلیغ نہیں فتنہ و فساد پھیلاتے ہیں۔ حضرت حجت الاسلام مولانا حامد رضا خان صاحب فرزند

فہرستاتے ہیں۔

مانی ہوئی باتیں چار قسم کی ہوتی ہیں۔ اول ضروریات دین جن کا منکر کافران کا ثبوت قرآن عظیم یا حدیث متواتر یا اجماع قطعی قطعیات الدلالات و واضحہ الافادات سے ہوتا ہے۔ جن میں شبہ گنجائش نہ تاویل کو

دوم ضروریات مذہب اہلسنت و جماعت جن کا منکر گمراہ بد مذہب ان کا ثبوت بھی دلیل قطعی سے ہوتا ہے اگرچہ تاویل باب تکفیر مسدود ہو۔ سوم ثبوتات محکمہ جن کا منکر بعد وضوح امر ظنی و ائمہ قرار پاتا ہے۔ اس کے ثبوت کو دلیل قطعی کا

اس کا مفاد اکبر رائے ہو کہ جانب خلافت کو مطرح و متضمن کر دے یہاں حدیث احادیث صحیح یا حسن کافی اور بقول سواد عظیم و متواتر ان فان لب اللہ علی الجماعۃ۔ چہارم۔ ظنیات محکمہ جن کے منکر کو صرف غلطی کہا جائے گا ان کے لیے ایسی دلیل ظنی

جس نے جانب خلافت کے لیے بھی گنجائش رکھی ہو۔۔۔۔۔ ہر بات اپنے ہی مرتبہ کی دلیل چاہیے۔ جو فرق مراتب نہ کرے اور کی بات کو اس سے اعلیٰ مرتبہ کی دلیل مانگے جاہل بیوقوف ہے یا مکار فیلوٹ ہر سخن و حق و ہر کلمہ سے دار و گداز فرق مراتب کنی زندیقی

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

کتاب مَوَاقِيتِ الصَّلَاةِ — کتاب نماز کے وقتوں کے بیان میں

دانش ہو کہ مامور بہ یعنی وہ کام جن کے کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔ دو قسم پر ہیں غیر وقت یعنی جن کا کرنا کسی خاص وقت کے ساتھ قید نہ ہو۔ جیسے رکوعہ عشر اندر مطلق وغیرہ۔ زکوٰۃ کا سبب مالک نصاب ہونا ہے۔ اور اس کی شرط ایک سال کا گذرنا ہے مگر اس کا ادراک کے لیے کوئی وقت مقرر نہیں ہے۔ جب بھی ادا کی جائے گی ادا ہو جائے گی۔ دوسری قسم وقت ہے کہ جس کا حق ایک خاص وقت کے ساتھ ہے۔ اس وقت میں اس کو کیا جائے تو ادا ہے۔ وقت مخصوص کے سوا اگر کیا جائے تو ادا نہ ہوگی اور قضا ہوگی۔ اس کی مثال نماز ہے کہ اس کی ادائیگی کے لیے وقت مقرر ہے۔ وقت پر نہ پڑھی جائے تو قضا ہو جائے گی۔

۲۔ نماز کے اوقات۔ تعداد رکعات۔ شرائط و آداب کی پوری تفصیل تو قرآن مجید میں نہیں ملتی۔ البتہ ان امور کا اجمالی ذکر ہے ان کے اصول قرآن نے بیان کیے ہیں۔ مثلاً سورہ بقرہ کی ۲۳ آیت جس میں ثنائی کی حالت میں نماز ادا کرنے کا ذکر ہے۔ اس سلسلہ کا ایک جامع آیت ہے۔

فَإِذَا أَقْمَمْتُمْ فِیْهِ ذُكْرُوا لِلَّهِ کَمَا عَلَّمْتُمْ
سَالِمٌ تَكُونُوا تَعْلَمُونَ (البقرہ-۳۱)

اس آیت سے یہ واضح ہوتا ہے کہ نماز اور اس کے شرائط و آداب اللہ عزوجل نے اسی طرح تعلیم فرماتے ہیں جس طرح قرآن مجید کے اس اجمال کی تفصیل اور تشریح سنت نبوی کے ذریعے احادیث میں تحریر آ اور مسلمانوں کے فہم و عمل میں متفقہ و موافقہ میں عملاً موجود ہے اور قرآن مجید میں اس کے عملی حوالے اور متعلقہ احکام بیان ہوئے۔

نماز کی پابندی اور اس کی نگہداشت
نماز کی عداومت کے لیے قرآن مجید میں ایک خاص لفظ محافل کا استعمال
ہوا ہے جس کے لفظی معنی نگرانی کے ہیں اور جس کی وسعت میں پابندی سے
کرنا اور وقت پر ادا کرنا سب داخل ہیں۔

فَقُلُّوا عَلَى الصَّلَاتِ
لَعَنَ اللَّهُ عَلَى صَلَاتِهِمْ یَحْفَظُونَ
لَعَنَ اللَّهُ عَلَى صَلَاتِهِمْ یَحْفَظُونَ

ان آیات میں سب سے پہلی ہدایت یہ دی گئی ہے کہ نماز ایک ایسا فرض ہے جو کسی مسلمان سے کسی حال میں معاف نہ ہو اور اس کو ہمیشہ پابندی وقت اور اس کے شرائط و آداب کے ساتھ ادا کرنا ضروری ہے۔ ادا نماز کے لئے اوقات کے ہونے کی تصریح بھی قرآن نے کی۔

نہیں نماز کے اوقات
إِنَّ الصَّلَاةَ کَانَتْ عَلَى الْمُؤْمِنِیْنَ
کِتَابًا مَّوْقُوتًا

بے شک نماز مسلمانوں پر مقررہ اوقات میں فرض ہے۔

اس سے واضح ہو کہ فرض نمازوں کے لیے اوقات مخصوص ہیں۔ ادا نہ نماز کے لیے قرآن مجید نے زیادہ تر تین اوقات استعمال کئے ہیں۔ صلوٰۃ تسبیح ذکر اللہ پہلا لفظ اوقات صلوٰۃ کے لیے مخصوص ہے۔ لیکن دوسرا اور تیسرا لفظ عام تسبیح یا دعا الہی اور نماز کے لیے لرا جاتا ہے۔ احادیث میں بھی تسبیح کے معنی نماز پڑھنے کے ہیں (اسلم باب صلوٰۃ) اور اشعار عرب عرب سے بھی اس کا ثبوت ملتا ہے۔ قرآن میں جب تسبیح کے ساتھ وقت کی تخصیص ہوگی۔ تو اس سے کسی شے کے بغیر نماز کے کوئی اور چیز مراد نہیں ہو سکتی کیونکہ وقت مخصوص کے ساتھ اسلام میں نماز کے علاوہ کوئی تسبیح فرض نہیں ہے۔ البتہ اوقات کی شے بغیر جہاں تسبیح کا حکم قرآن میں دیا گیا ہے۔ اس سے اللہ عزوجل کی عام یاد و توصیف مراد ہو سکتی ہے۔ قرآن پاک کی متعدد آیات میں پانچ وقت نماز پڑھنے کے اوقات کا بالتصریح اور بالاجمال ذکر ہے۔ مثلاً سورہ طہ ص ۱۸۰ ایک آیت سے اوقات پنجگانہ کی تفصیل کا استدلال کیا جاسکتا ہے۔

وَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ قَبْلَ طُلُوعِ
الشَّمْسِ وَقَبْلَ غُرُوبِهَا وَمِنْ
أَنَاءِ اللَّيْلِ فَسَبِّحْ وَأَطْرَافَ النَّهَارِ - (ہقہ - ۸)

اور اپنے پروردگار کی حمد تسبیح کو آفتاب نکلنے سے پہلے
آفتاب کے ڈوبنے سے پہلے اور رات کے کچھ وقت
پڑھ اور دن کے گنت دنوں میں۔

آفتاب نکلنے سے پہلے فجر ہے۔ ڈوبنے سے پہلے عصر ہے۔ رات کے وقت سے مراد عشاء ہے اور دن کے گناہوں میں سے
جس سے۔ اسی طرح عیدہ و عیدہ آیتوں سے بھی اوقات پنجگانہ کا استدلال ہو سکتا ہے۔ مثلاً

۱) أَقْبِرِ الصَّلَاةَ لِدُلُوكِ الشَّمْسِ (اسراء - ۹)
۲) وَقَبْلِ الْغُرُوبِ (ق - ۲۳)

زوال آفتاب کے وقت نماز قائم کرو۔ یہ فجر کی
اور غروب آفتاب سے پہلے عشاء کی تسبیح کر۔

۳) وَأَذْكُرْ اسْمَ رَبِّكَ بُكُوعًا وَأَصِيلًا (دھر - ۲) اور اپنے پروردگار کا نام بوجھ کو اور عصر کو یہ عصر کی نماز ہوئی
یعنی نماز سورہ بقرہ میں کیا گیا ہے۔ کیونکہ یہ دن کی نمازوں میں فجر اور
والصلوة الوسطیٰ کے بیچ میں واقع ہے۔

۴) وَأَقْبِرِ الصَّلَاةَ طَرَفِي النَّهَارِ (ہود - ۱) اور دن کے دونوں ابتدائی اور انتہائی گناہوں میں نماز
دن کا ابتدائی گناہ صبح اور انتہائی گناہ مغرب ہے۔ یہ فجر اور مغرب کی نماز ہوئی۔

۵) سورہ نور میں ہے کہ صبح کی نماز سے پہلے بے آواز دینے زمانہ مکان میں مت جھایا کرو۔ مِنْ قَبْلِ الصَّلَاةِ
(نور - ۸) اس سے نماز فجر کا عملی ثبوت بھی ملتا ہے۔

۶) پھر اسی میں یہ ہدایت بھی ہے کہ بَعْدَ الصَّلَاةِ الْعِشَاءِ اور عشاء کی نماز کے بعد کہ مسلمانوں کو عشاء کی نماز
آرام کرنے اور کچھ آرام دینے کا وقت ہے کسی مسلمان کے مکان میں بلا اجازت زحان چاہیے۔ یہ بھی نماز عشاء کا عملی ثبوت
اور یہی پانچوں اوقات نماز ہیں۔

واضح ہو کہ فرضیت نماز کا سبب حقیقی امر الہی ہے اور سبب ظاہری وقت ہے۔ صحت نماز
شرعیں ہیں کہ بے ان کے ہوگی ہی نہیں۔ طہارت ستر عورت۔ استقبال قبلہ۔ وقت۔ نیت
کتاب مراقبت الصلوٰۃ میں نماز کی ایک شرط وقت کے احکام و مسائل کا بیان کرنا مقصود ہے۔

باب نماز کے اوقات اور ان کی فضیلت کے بیان

وَقَوْلِهِ تَعَالَى - إِنَّ الصَّلَاةَ كَانَتْ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ كِتَابًا مَوْقُوتًا وَقَدْ عَلِمْتُمْ (بخاری)

اور اللہ عزوجل نے فرمایا - بیشک نماز مسلمانوں پر فرض ہے وقت باندھا ہوا۔

جہ نماز کے لیے وقت مقرر ہے اور اس کی محافظت فرض ہے

واسخ جو شرح مطہرہ ہر نماز کے لیے جدا وقت مقرر فرمایا ہے کہ نہ وقت سے پہلے صحیح ہے نہ وقت کے بعد تاخیر جائز بلکہ فرض ہے کہ ہر نماز کو اپنے وقت پر ادا کیا جائے نیز عنواں آیت کی تفسیر میں علامہ تفتاویٰ شریف رحمہ اللہ پانی پتی قدس سرہ العزیز نے

فرمایا - لَقَدْ نَعَى الْكَوْنُ لِكُلِّ صَلَاةٍ وَقْتًا عَلِيًّا حَدِيدًا یعنی مقتضای آیت یہی ہے کہ ایک نماز کے وقت میں دوسری نماز ادا نہیں کی جاسکتی۔ اور یہ حکم عام ہے۔ مسافر و مقیم صحیح وریفہ غرضیکہ ہر مسلمان کے لیے یہی حکم ہے کہ وہ نماز کو اس کے وقت مقررہ میں ادا کرے۔ اللہ عزوجل نے محافظت و التزام اوقات کا حکم سات سو دنوں میں نازل فرمایا۔ بقولہ - نَسُوا مَرِيَمَ مَتْنُونَ - معاصیج - ماحول اور اس سلسلہ کی چند احادیث یہ ہیں :-

نوع اول - دو احادیث جن میں محافظت وقت اور اس کی ترغیب اور اس کے ترک سے ترہیب ہے۔ حضرت خطبہ نے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا - جس نے ان پانچوں نمازوں میں ان کے رکوع و سجود اور اوقات کی محافظت کی اور یقین کیا کہ وہ اللہ عزوجل کی طرف سے ہیں جنت میں جائے گا۔

عَنْ عَبْدِ اللَّهِ وَحَلَّ الْجَنَّةَ (امام احمد)

(۱) اس مضمون کی حدیث کو مالک ابو داؤد و نسائی و ابن حبان نے حضرت عباد بن حماتم سے (۲) ابو داؤد نے حضرت کثامہ سے (۳) ابو داؤد و طبرانی نے حضرت ابو داؤد سے (۴) دارمی نے حضرت کعب بن عجرہ سے (۵) طبرانی نے حضرت عبداللہ بن مسعود (۶) طبرانی نے انس بن مالک سے (۷) ابو داؤد نے حضرت فضار زہری سے (۸) بخاری و مسلم - ترمذی و نسائی و دارمی نے حضرت عبداللہ بن مسعود سے (۹) بیہقی نے بطریق حکمر خباب قاضی اعظم سے (۱۰) امام مالک نے حضرت نافع سے روایت کیا ہے۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہم۔

نوع دوم - حدیث اہمیت جبریل جس میں انھوں نے ہر نماز کے لیے جدا وقت معین کیا۔ جن کا مضمون یہ ہے کہ جبریل میں نے بعد تیس اوقات فرض کی۔

هَذَا أَهَدَتْ " قَالَ هَكَذَا أَهَدَتْ حَاضِرِينَ هَذِينَ وَقْتُ صَلَاةٍ

اس کا حضور کو مکہ دیا گیا ہے ایسا ہی حضور کو مکہ دیا گیا ہے۔ ان دونوں کے درمیان وقت نماز ہے۔

(۱) اس مضمون کی حدیث بخاری و مسلم - مالک - معطاء و دارمی نے حضرت ابو مسعود انصاری سے (۲) حماد بن ابو داؤد و ترمذی ابن حبان حاکم نے حضرت عبداللہ بن عباس سے (۳) نسائی و احمد و داؤد و ابن حبان و حاکم نے جابر ابن عبداللہ سے (۴) حماد بن حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے روایت کی۔

نوع سوم - دو احادیث جن میں یہ ہے کہ سائل کے پوچھنے پر حضور نے انہیں کہہ ہر نماز کا اول و آخر وقت بتایا اور پھر فرمایا - وقت صلاۃ کے حاضریں صلاۃ لیستم

نماز کا وقت اس کے درمیان ہے جو تم نے دیکھا۔

(۱) اس مضمون کی احادیث مسلم ترمذی و نسائی ابن ماجہ حماد بن مسعود ابو داؤد و نسائی ابن حبان نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے (۲) امام احمد و دارمی نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی۔

نوع چہارم۔ وہ احادیث جن میں حضور کے پریش گئی قرآن کی کچھ لوگ وقت گزار کر نماز پڑھا کریں گے۔ تم ان کا اس تذکرہ اور یہ بات مطلقاً ارشاد فرمائی۔ سفر و حضر کی تخصیص نہیں کی۔

(۱۸) مسلم۔ ترمذی۔ نسائی۔ ابوداؤد۔ احمد۔ دارمی۔ حضرت ابوزر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی ہیں کہ حضور علیہ السلام نماز پڑھتا تھا کہ فرمایا۔ تیرا کیا حال ہوگا۔ جب تو ایسے لوگوں میں رہ جاتے گا جو نماز کو اس کے وقت سے تاخیر کریں گے۔ میں اس کی حضور نے مجھے کیا حکم ہے؟

۱ | تو نماز کو اس کے وقت پر ہی پڑھنا۔
(۲۱) اس معنیوں کی حدیث کو امام احمد و ابن ماجہ نے بسند صحیح حضرت عباد بن صامت سے (۲۱) ابوداؤد نے حضرت ابن مسعود سے روایت کیا۔

نوع پنجم۔ وہ احادیث جن میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے صفات و صریح طور پر ارشاد فرمایا کہ نماز کا وقت آیا اور دوسری کا جانا شروع۔ قضا ہو گئی اور اس کی مخالفت و مذمت فرمائی۔

(۱۱) مسلم۔ ابوداؤد و نسائی و یحییٰ بن ابان حضرت عبداللہ بن عمرو بن قاص سے راوی ہیں کہ حضور علیہ السلام نے فرمایا۔ وقت الظهر حالہ یہ حضور العصر و وقت المغرب حالہ یہ یسقط قوما الشفق۔
وقت جب تک ہے کہ عصر کا وقت نہ آئے اور مع وقت جب تک ہے کہ شفق نہ ڈوبے۔

(۲) مسلم۔ ابوداؤد و ابن ماجہ۔ طحاوی و ابن حبان حضرت ابوقادہ سے راوی ہیں کہ حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے سوتے میں کچھ تقصیر نہیں۔ تقصیر تو بجا گئے ہیں ہے۔
ان توتر الصلوة سنیاً بدئنا وقت صلاة اخرى۔
کو تو ایک نماز کو اتنا پیچھے بیٹھا ہے کہ دوسری غف وقت آجائے۔

(۳) امام محمد و ابی حضرت عبداللہ بن عباس سے راوی۔
قال لا تقرب صلاة حتى یجئ وقت الاخری
یعنی جب دوسری کا وقت آیا پہلی قضا ہو گئی

(۴)۔ امام بزار و یحییٰ اسند یحتمی حضرت سعد بن ابی وقاص سے راوی کریں کہ حضور علیہ السلام سے پوچھا وہ کون لوگ اللہ عزوجل قرآن مجید میں فرماتا ہے۔ الذین شعر عن صلاتهم ما ہوں خراب ہے ان نمازیوں کے لیے جو اپنی نماز سے بے خبر قال لهم الذین یؤخرون الصلوة عن وقتها
(۵) ابوقادہ عدوی جو اجلۃ اکابر و ثقات تابعین سے ہیں۔ بلکہ بعض نے انھیں صحابہ میں گنا۔ فرماتے ہیں کہ میں نے انہیں فائوق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا فرمان سنا۔

ثلاث من الذین اکثر اجمع بین الصلواتین والفرار من الزحف والنبیة
کہ تین باتیں بکیر و گناہوں میں ہیں۔ دو نمازیں جمع کرنا۔ میں کھار کے مقابلہ سے بھاگنا اور کسی کا مال ٹوشت۔
و اصبح ہو کہ یہ حدیث موطا کی ہے جو اعلیٰ درجہ کی صحیح ہے۔ اس کے سب رجال اعلیٰ بن ابراہیم ابن علیہ سے آئے ہیں۔
ثقات عدول رجال صحیح مسلم سے ہے۔

(۱) سچ وقت نمازوں کے اوقات مقرر و متعین ہیں (۲) افراد و سلاطین کے دربار میں علماء و جانیوں کو ان کی اصلاح و تادیب کے لیے اور غیر دینی حرکتوں پر تادیب کر کے (۳) حدیث مستند و معتبر سے معطوع وقت نہیں۔ حدیث عائشہ پر مکمل بحث آئندہ صفحات میں ہوگی

بَابُ قَوْلِ اللَّهِ عَزَّ وَجَلَّ مُبَيِّنِينَ إِلَيْهِ وَالْقُوَّةُ

باب اللہ تعالیٰ کے ارشاد کے متعلق اس کی طرف رجوع لاسنے پر ہے

وَأَقِمُوا الصَّلَاةَ وَلَا تَكُونُوا مِنَ الْمُسْرِكِينَ
(سورہ روم)

اور اس سے ڈرو اور نہ لڑو اور نہ کھو اور نہ کرو۔
نہ ہوں۔

انابت کے معنی رجوع ہونے کے ہیں۔ یعنی اللہ عزوجل کی طرف توبہ و اطاعت کے ساتھ رجوع کرو۔ اور نماز کو قائم رکھو۔
نہ رانی کرو۔ کیونکہ یہ دین کا ستون ہے۔ اس عنوان کے ماتحت امام کے دو ہی حدیث ذکر کی ہے۔ جو فیوض الباری پارہ اول کے
پر مع تفسیر و ترجمانی کے گذر چکے ہیں جس کا خلاصہ یہ ہے کہ عہد اقدس کے پیچھے ہونے کے بعد لوگ بخیر و خوبی حاضر ہوتے۔ آپ نے
مرجائے۔ پھر انھوں نے عرض کی ہمیں ایسی باتیں بتائیے جن پر عمل کرنے سے ہم بہتت میں جائیں۔ حضور علیہ السلام نے
چار باتوں کا حکم دیا۔

ایک اللہ پر ایمان لاؤ۔ پھر آپ نے اس کی تفسیر میں
بولی کہ اس بات کی شہادت دینا کہ اللہ کے سوا کوئی
عبادت نہیں اور میں اللہ کا رسول ہوں۔ نماز وقت
ذکوۃ ادا کرنا۔ اور مال غنیمت کا پانچواں حصہ داخل کرنا
وہاں غنیمت فقیر و محتاجوں میں بٹانے سے منع فرمایا۔

أَلَا يَتَذَكَّرُ أَلَّا لِلَّهِ شَهَادَةً أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَالْيَا رَسُولُ اللَّهِ وَأَقَامُوا الصَّلَاةَ وَآتَاوُا الزَّكَاةَ وَالْيَا تَزَكُّوْا وَالْيَا تَحْفَظُوا مَا عَلَيْكُمْ مِنْهُمُ وَأَنْتُمْ عَنْ الدُّبَارِ وَالْجُلُوسِ وَالنَّقِيرِ وَالْمَقِيرِ

مرحبا رجب و صعدت کے معنی میں آتا ہے۔ سب کا دستور تھا کہ جب ایک دوسرے کے ہاں جاتے
کھتے یعنی تم آرام وہ اور کشادہ مکان میں آئے ہو۔ کھتے ہیں کہ سمیع ذوق ہر عرب میں ایک مشہور شخص

قَوْلُهُ

ہے۔ لفظ مرحبا اسی کی ایجاد ہے اور اسی وقت سے یہ نکتہ خیر مقدم کے لیے عرب میں رائج ہے (۲) اقامت کے معنی ادا کے ہیں ہیں۔ تو
یہ ہوں گے کہ نماز کو ہمیشہ ادا کرتے رہو۔ دوسرے معنی قائم کرنے کے ہیں کسی مکان کو جب تک وہ مکمل نہ ہو جائے قائم نہیں کیا
تو اب معنی یہ ہوں گے کہ نماز کو اس کے شرائط و آداب کے ساتھ ادا کرتے رہو (۳) اخراج کی جگہ آیت کا لفظ فرمایا گیا۔ فقیر
بھی یونان اور کوکۃ آیا ہے جس سے واضح ہوا کہ کوکۃ کی ادائیگی کے لیے تھلک شرط ہے۔ یعنی ستمی کو کوکۃ کے مال کا مالک ہونا
ہے۔ تب کوکۃ ادا ہوگی ورنہ نہیں۔ بقدر مسامحی کے لیے فیوض الباری ص ۲۲۰ پارہ اول ملاحظہ فرمائیے۔

بَابُ الْبَيْعَةِ عَلَى إِقَامَةِ الصَّلَاةِ

باب اقامت صلوٰۃ پر بیعت لینا

حضرت جریر بن عبد اللہ نے کہا کہ میں نے نبی سے اللہ عزوجل
سے اقامت صلوٰۃ ادا کی کوکۃ اور ہر مسلمان کی عہد
پر بیعت کی۔

عَنْ جَرِيرِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ قَالَ بَايَعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى أَقَامِ الصَّلَاةَ وَآتَاوُا الزَّكَاةَ وَالنَّقِيرَ بِكُلِّ مُسْلِمٍ (بخاری)

اس حدیث سے نماز، کوکۃ اور مسلمان کی خیر خواہی چاہنے کی عظمت و اہمیت کا اظہار ہوا کہ یہ وہ اعمال خیر ہیں۔ جن پر

دست بزرگ پر بیعت کرتے تھے۔ یہ بھی واضح ہوا کہ کسی مرد صالح کے ہاتھ پر دین پر قائم و دائم رہنے اور فرائض اسلامیہ کو لگا کر رہنے کا ہمہ کرنا یہی بیعت کی حقیقت ہے۔ یہ حدیث فیوض الباری پارہ اول ص ۲۱ پر مستقیم و ترجمانی کے پیش پر مکی ہے۔

بَابُ الصَّلَاةِ كَثْرَةً

باب نماز گناہوں کا کثرت

حضرت صدیق کا بیان ہے کہ ہم حضرت عمرؓ کے پاس بیٹھے رہتے تھے تو حضرت عمرؓ نے کہا۔ تم میں کون ہے جسے فتنوں کے باب میں حضورؐ نے جو فرمایا وہ یاد ہو؟ میں نے کہا مجھے جو حضورؐ نے فرمایا وہ ہے۔ حضرت عمرؓ نے کہا۔ تم تو اس پر دلیر ہو۔ میں نے کہا کہ آدمی اپنے گھر یا مال و اولاد اور ہمسایوں کی وجہ سے جن فتنوں میں مبتلا ہوتا ہے وہ تو نماز روزے، صدقہ، اچھی بات کا حکم کرنے اور بُری بات سے روکنے سے معاف ہو جاتے ہیں۔ اس پر حضرت عمرؓ نے کہا۔ میں ان فتنوں کے متعلق نہیں پوچھتا۔ میں تو اس فقرہ کے متعلق سوال کر رہا ہوں جو سجدہ کی موج کی طرح اُترا آئے گا۔ (صدیقؓ نے کہا۔ اس فقرہ کے آپ کو کیا خوف؟) اے امیر المؤمنین! اس فقرہ کے درمیان تو ایک بندہ دروازہ ہے۔ حضرت عمرؓ نے کہا کہ وہ دروازہ کھولا جائیگا یا توڑا جائیگا (اس پر) حضرت رضی اللہ عنہ نے فرمایا توڑا جائیگا۔ (اس پر) حضرت عمرؓ نے فرمایا پھر تو وہ کبھی بند ہی نہ ہوگا۔ شفیق کہتے ہیں ہم نے حضرت صدیقؓ سے پوچھا کیا حضرت عمرؓ اس دروازہ کو جانتے تھے؟ صدیقؓ نے جواب دیا۔ ہاں۔ میں نے ان سے ایک حدیث بیان کی جو غلط تھی شفیق نے کہا کہ ہم صدیقؓ سے پوچھتے۔ کہ وہ دروازہ کون سے ہم نے مسرتھی پوچھا۔ انھوں نے صدیقؓ سے پوچھا تو صدیقؓ نے کہا وہ دروازہ خود عمرؓ ہیں۔

اس حدیث کرامت نے زکوٰۃ، عطاات، عتوت، فتن اور صوم میں ذکر کیا اور مسلم، ترمذی وابن ماجہ کے متفق ہیں ذکر کیا۔ حدیث کے الفاظ تکفیرھا الصلوة تو جمعة البایاب میں۔ جناب سے واضح ہوتا ہے کہ نماز لا تقادہ بنتی ہے ۲۱ قرآن مجید میں بھی مال و دولت اور اولاد کو فقرہ فرمایا گیا ہے۔ یعنی یہ چیزیں بھی ایسی ہیں جن کی وجہ سے انسان کو اختیار کر لیتا ہے۔ فقرہ لا تقادہ کتاب و سنت میں متعدد معنوں میں استعمال ہوا۔ مثلاً فقرہ عذاب، استعجال، بڑائی، عاجز، یہ دنیا استعجال کا ہے اور یہاں کی ہر چیز آدمی کے لیے فتنہ بن سکتی ہے۔ مثلاً فقرہ مال یہ ہے کہ اس کے حصول کے لیے کئی طریقہ اختیار کر لے یا اپنی نیکی کا پی کوٹنا ہوں کے کاموں میں خرچ کر دے۔ فقرہ اولاد یہ ہے کہ ان کی محبت میں ایسا ہو جائے کہ کئی دباغل کا خیال نہ رہے۔ فقرہ بیار یہ ہے کہ اگر ہمسایہ خوشحال ہے تو اس کی خوشحالی کو ختم کرنے کے لیے کوشش کی جائے وقت با جماعت نماز پڑھنے والا اگر فتنوں میں مبتلا ہو جائے تو نماز اس کے لیے کفارہ بن جاتی ہے۔

سَلُّوْا سَاجِدَةً عُمْرَ فَقَالَ اَيُّكُمْ يَحْفَظُ
سُؤْلِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الْفِتَنِ
مَا لَمْ يَقَالَهُ قَالَ اِنَّكَ عَلِيٌّ اَوْ عَلِيُّهَا خَيْرٌ
فِتْنَةُ الرَّجُلِ فِي اَهْلِهِ وَمَالِهِ وَ
وَجَارِهِ تُكْفِرُهَا الصَّلَاةُ وَالصَّوْمُ وَ
سَدَقَةٌ وَالزَّهْرُ وَالشَّهْرُ قَالَ لَيْسَ هَذَا
وَلَكِنْ الْفِتْنَةُ الَّتِي تَخْرُجُ كَمَا
الْبَحْرُ قَالَ لَيْسَ عَلَيْكَ مِنْهَا بَأْسٌ
بِالْمُؤْمِنِينَ اِنَّ بَيْنَكَ وَبَيْنَهَا لَبَابٌ
قَالَ اَيُّكُمْ اَمْ يَقْتَضِ قَالَ يَكْتَسِرُ
اَلَا يَغْلِقُ اَبَدًا قُلْنَا اَكْبَارُ عُمْرُ
بَابٌ قَالَ تَعْرِفُ كَمَا اَنْ دَوْرَ الْغَدِ
لَهُ اَيُّ حَدَّثْتَهُ بِحَدِيثٍ
بِالْوَقَائِطِ فَهَبْنَا اَنْ
تَسْأَلَ حَدَّثْتَهُ فَاَمَرْنَا
عُمَرُو قَا فَنَسَا لَه فَقَالَ
الْبَابُ عُمْرُ

مسئل

لا تقادہ بنتی ہے ۲۱ قرآن مجید میں بھی مال و دولت اور اولاد کو فقرہ فرمایا گیا ہے۔ یعنی یہ چیزیں بھی ایسی ہیں جن کی وجہ سے انسان کو اختیار کر لیتا ہے۔ فقرہ لا تقادہ کتاب و سنت میں متعدد معنوں میں استعمال ہوا۔ مثلاً فقرہ عذاب، استعجال، بڑائی، عاجز، یہ دنیا استعجال کا ہے اور یہاں کی ہر چیز آدمی کے لیے فتنہ بن سکتی ہے۔ مثلاً فقرہ مال یہ ہے کہ اس کے حصول کے لیے کئی طریقہ اختیار کر لے یا اپنی نیکی کا پی کوٹنا ہوں کے کاموں میں خرچ کر دے۔ فقرہ اولاد یہ ہے کہ ان کی محبت میں ایسا ہو جائے کہ کئی دباغل کا خیال نہ رہے۔ فقرہ بیار یہ ہے کہ اگر ہمسایہ خوشحال ہے تو اس کی خوشحالی کو ختم کرنے کے لیے کوشش کی جائے وقت با جماعت نماز پڑھنے والا اگر فتنوں میں مبتلا ہو جائے تو نماز اس کے لیے کفارہ بن جاتی ہے۔

(۳) حضرت عبدالعزیز رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضور علیہ السلام سے زیادہ تر واقعات آئندہ کے متعلق پوچھا کرتے تھے۔ یہی آئندہ حوادث و فتن سے متعلق احادیث زیادہ تر آپ ہی سے مروی ہیں۔ حضور علیہ السلام نے آپ کو آئندہ ہونیوالے واقعات کی اطلاع دی تھی (۴) حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے متعلق حضور نے فرمایا۔ یہ فتنوں کے درمیان ایک ہیں۔ یعنی ان کی وفات کے بعد فتنوں کا دور شروع ہو جائے گا اور پھر قیامت تک بند نہ ہوگا۔ چنانچہ حضور کی پیش گوئی کے مطابق ہوا۔ شہادت فاروقی کے بعد فتنوں کا دروازہ ایسا کھلا ہے کہ بارش کے متوازی قطروں کی طرح فتنے برپا ہو رہے ہیں۔

عَنْ ابْنِ مَسْعُودٍ أَنَّ رَجُلًا أَصَابَ مِنْ أَفْوَاجِ قَبِيلَةِ قَطَاةٍ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَخْبَرَهُ فَأَنْزَلَ اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ أَقْبِرَ الصَّلَاةَ حَذَرِي الشَّهَارِ وَرَلَفًا مِنَ اللَّيْلِ إِنَّ الْحُسَيْنَاتِ يُذْهِبْنَ السَّيِّئَاتِ فَقَالَ الرَّجُلُ يَا رَسُولَ اللَّهِ أَفِي هَذَا قَالَ لِيَجْمَعَ أَقْبَرُ كُلِّهِمْ (بخاری)

عبداللہ بن مسعود سے روایت ہے کہ ایک شخص نے ایک عورت کا بوسہ لے لیا اور پھر نادم ہو کر بجنور نبویؐ کی توبہ اللہ تعالیٰ نے سورہ ہود کی یہ آیت نازل کی تھی صبح شام اور رات میں بیشک نیکیاں برائیاں کو سمٹا دے وہ شخص کہنے لگا۔ حضورؐ یہ حکم میرے ساتھ خاص ہے یا عمومی فرمایا۔ نہیں میری ساری امت کے لئے یہی حکم ہے۔

اس حدیث کو امام کے تفسیر میں مسلم نے توبہ میں اور ترمذی اور نسائی نے تفسیر میں اور ابن ماجہ نے صلاۃ میں کیا۔ حدیث میں رجلا سے مراد ابو القیس ہیں جن سے مذکورہ فعل ہوا۔ توبہ بجنور نبویؐ حاضر ہوئے اور یا رسول اللہ! فحیرت و حیرت فرمائیے حضورؐ نے عرض فرمایا۔ یہاں تک کہ نماز کا وقت ہو گیا اور یہ آیت اُتسم الصلوۃ ہوئی۔ اکثر مفسرین کا قول ہے کہ آیت میں حسنت سے مراد پانچ وقت کی نماز ہے جس کی پابندی گناہوں کا کفارہ ہو جاتی ہے۔ مسألہ ذیل پر مشتمل ہے ۱۔ بوسہ لینے یا اسی قسم کی حرکت کر کے پروردگار سے بددلی ہے۔ البتہ تعزیر ہے ۲۔ پانچ وقت پابندی سے نماز پڑھنے کے لئے کفارہ ہے ۳۔ توبہ کا دروازہ کھلا ہوا ہے اور توبہ کرنے والے کی توبہ قبول ہوتی ہے۔

بَابُ فَضْلِ الصَّلَاةِ لَوْ قَتَلَهَا

باب نماز کو وقت پڑھنے کی فضیلت کے بیان میں

قَالَ سَالْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ الْعَمَلِ أَحَبِّ إِلَى اللَّهِ قَالَ الصَّلَاةُ عَلَى وَقْتِهَا قَالَ ثُمَّ أَيْ قَالَ بَرَاءُ الْوَالِدَيْنِ قَالَ ثُمَّ أَيْ قَالَ أَلَيْسَ هَذَا فِي سَبِيلِ اللَّهِ - (بخاری)

حضرت عبداللہ بن مسعود نے فرمایا کہ میں نے بجنور نبویؐ سے عرض کیا کہ نماز کو بہت پسند ہے، فرمایا وقت پر نماز پڑھنا عرض کیا۔ فرمایا ہاں ہاں اچھا سلوک کرنا، عرض کیا پھر کونسا؟ فرمایا جہاد کی

اس حدیث کو امام نے ادب و توحید میں۔ مسلم نے ایمان میں۔ ترمذی و نسائی نے صلاۃ میں ہے (۶۱) وقت پر نماز پڑھنا اللہ تعالیٰ کو بہت محبوب ہے (۶۲) والدین کے ساتھ احسان کرنا کی تعظیم و توقیر واجب ہے (۶۳) جہاد فی سبیل اللہ بھی احب الاعمال ہے۔

بَابُ صَلَاةِ الْخُمْسِ

باب پانچ وقت کی نماز

كَفَّارَةٌ لِلْخَطَايَا إِذَا صَلَّوْهُنَّ لَوْ قَتَلَتْ فِي الْجَمَاعَةِ وَغَيْرِهَا - وقت میں پڑھنا۔ جماعت کے ساتھ یا اکیلے جمعہ کا کفارہ ہو جاتی ہے۔

اس عنوان کے تحت اہم نے جو حدیث ذکر کی ہے اس کے ابتدائی جملوں کا ترجمہ یہ ہے۔ حضرت ابوہریرہؓ نے حضور علیہ السلام کو کہتے ہوئے سنا۔ بتاؤ تو اگر تم میں سے کسی کے دروازے پر نہر ہو اور وہ ہر روز پانچ بار اس صحنہ کے ترکیب نہانا اچھے جسم میں میل کھیل باقی چھوڑ جائے۔
فَذَلِكَ مَثَلُ الصَّلَاةِ الْخَفِيفَةِ يَمْشُوا | فرمایا یہی کیفیت ہے پانچوں نمازوں کی اللہ عزوجل ان کے یہاں الخفایا۔ (بخاری)

اس حدیث کو مسلم نے صلوٰۃ میں۔ ترمذی نے اشغال میں اور نسائی نے صلوٰۃ میں ذکر کیا۔ دن سے مراد صغیر و گناہ ہیں اور متعدّد حدیثوں کا مقبول یہ ہے کہ پانچ وقت نماز پڑھنا گناہوں کا کفارہ ہے۔ بشرطیکہ آدمی کبیرہ گناہوں سے بچے۔ اصل یہ ہے کہ اللہ عزوجل کی مشیت پر موقوف ہے۔ گناہ خواہ صغیرہ ہو یا کبیرہ وہ سب کے بخشنے پر قادر ہے۔ وہ رب العالمین ہے جو جوئے سے چھوٹا عمل بھی اس کی بارگاہ تقدس میں شرف پایاں پا جائے تو نجات کے لئے وہی کافی ہے۔ اس کی رحمت بے انتہا ہے اس کا فضل و کرم انسان کی امید و توقع سے بھی ہمارے سمجھوں درجے زیادہ ہے۔

بَابُ تَضْيِيعِ الصَّلَاةِ عَنْ وَقْتِهَا

باب نماز کو ضائع کرنا یعنی بے وقت پڑھنا

کَیْسٌ قَالَ مَا أَعْرِفُ شَيْئًا مِمَّا كَانَ | حضرت انسؓ نے فرمایا۔ میں تو عہد نبویؐ کی اب کوئی بات
عَنِ عَهْدِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ | نہیں دیکھتا۔ کسی نے کہا نماز (یعنی یہ تو اب بھی لوگ پڑھتے
فِي الصَّلَاةِ - قَالَ الْكَيْسُ - ضَعُفَتْ مَا | ہیں) فرمایا نماز کے ساتھ بھی تم نے جو سوک کر رکھا ہے وہ
سَعَفَتْ فِيهَا - | کر رکھا ہے۔

یہ بات حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس وقت کہی تھی۔ جب کہ انھیں معلوم ہوا کہ حجاج اور ولید بن عبد الملک وغیرہ میں تافیکوتے ہیں۔ یعنی وقت مستحب میں نہیں پڑھتے اور دوسرے دنیاوی امور میں مصروف رہتے ہیں۔
ایسے کہ ایک وہ زمانہ تھا کہ نماز کو وقت مستحب میں ادا نہ کرتے پر ٹوکا جاتا تھا اور لعنت طاعت کی جاتی تھی اور آج فرت یہ ہے کہ نماز پڑھتے ہی نہیں

۱۲۱) انہی کہتے ہیں کہ میں نے حضرت انسؓ کو دمشق میں روتے ہوئے دیکھا تو میں نے کہا کیوں روتے ہو۔ فرمایا میں نے جو نماز نبویؐ میں دیکھی وہ اب نہیں پاتا۔

هَذِهِ الصَّلَاةُ وَهَذِهِ الصَّلَاةُ قَدْ ضَيِّعَتْ | مگر نماز اور وہ بھی ضائع ہو گئی
یعنی نماز کو بے وقت پڑھا ضائع کرنا ہی ہے۔ بعض روایات سے یہ واضح ہوتا ہے کہ حجاج وغیرہ۔ نماز کو اس کے وقت سے رویتے تھے۔ اس پر حضرت انسؓ نے اظہار افسوس کیا۔

بَابُ الْمُصَلِّي يُنَاجِي رَبَّهُ

باب نماز میں نمازی اپنے رب سے سرگوشی کرتا ہے

گذشتہ عزائم میں وقت میں نماز پڑھنے کی فضیلت اور غیر وقت میں پڑھنے کی مذمت کا بیان تھا۔ اس عنوان سے مقصود ہے کہ نماز کی ادائیگی کے اوقات اللہ رب العالمین جل مجدہ سے مناجات کے اوقات ہیں اور یہ مناجات کا موقع انہیں اوقات حاصل ہوتا ہے لہذا نمازی کو چاہیے کہ وہ اس فیصلہ عظیم کو حاصل کرنے کیلئے نماز کی اس کے وقت میں ادا کرے اور اچھے ادب کا پورا پورا خیال رکھے۔

عَنْ قَتَادَةَ عَنْ أَنَسٍ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنْ أَحَدَكُمْ رَأَى صَاحِبِي يَسْجُدَ رُبَّمَا لَا يَفْقَهُ عَنْ مَعْنَاهُ وَلَكِنْ نَحْتُ قَدَمَهُ الْيُسْرَى يَخْلَعُ عَنْ أَنَسٍ عَنْ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ قَالَ اعْتَدُوا فِي السُّجُودِ وَلَا يَسْطُرْ أَحَدٌ كُودًا عَلَيْهِ كَالْكَلْبِ إِذَا الْبَرَقَ فَلَا يَنْزِلُ قَبْلَ أَنْ يَبْرَأَ يَدَيْهِ وَلَا عَنْ مَعْنَاهُ فَإِنَّهُ يَسْجُدُ رُبَّمَا - (بخاری)

حضرت قتادہ اور وہ حضرت انس سے دلی کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تم میں کوئی نماز پڑھتا ہے تو گویا وہ اپنے مرگوشی کرتا ہے اس لئے چاہیے کہ دابنہ طرف نہ تھوکتے مگر بائیں طرف ۲۔ حضرت انس سے ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے اعتدال کرو اور کوئی تم میں سے اپنے بازو کتے کی طرح نہ کرے اور جب تھوکتا چاہے تو دابنہ طرف نہ تھوکتے مگر بائیں طرف ۳۔ اپنے رب سے مرگوشی کرتا ہے۔

عن علیہ السلام فیما یسألونہ عن رتبہ
یعنی نمازی بحالت نماز ایک نہایت ہی مقدس حالت میں ہوتا ہے۔ لہذا اسے اسی حالت میں
قائد و مسائل کا کام نہیں کرنا چاہیئے جو اس حالت حسن کے منافی ہو۔ اسی لئے سید علی طرف تھوکنے اور اپنے آس
سے منع فرمایا بلکہ آگے تھوکنے اور زیادہ جڑا ہے۔ بہت دیر سجدہ میں تعین کا مطلب یہ ہے کہ تعینوں کو زمین پر نہ رکھ
کر بلوڑوں سے اور پیٹ کو دلان سے بچا رکھے کیونکہ اس طرح سجدہ کرنے میں زیادہ تواضع ہے اور پیشانی زمین پر اچھی طرح
ہے۔ علامہ ابو بکر بن عربی علیہ الرحمۃ نے شرح ترمذی صحت ۲ پر فرمایا۔ اعتدال دوا سے مقصود یہ ہے کہ سجدہ دونوں
دونوں ہاتھوں اور پیشانی پر بالکل برابری کے ساتھ کیا جائے۔ اس طرح کہ سب احصاء زمین پر مساوی طور پر سجدہ کرے
کہ صحت میں فرمایا۔ مجھے سات پڑیوں پر سجدہ کا حکم دیا گیا ہے۔ تو اگر باوجود زمین پر کتے کی طرح بچھا دیتے جائیں گے تو اس
فرق آجائے گا۔

بَابُ الدِّبْرَادِ بِالظُّهْرِ

باب گزیمیں میں) نماز ظہر پڑھنے کی کر کے پڑھنا

عَنِ ابْنِ دُرٍّ قَالَ إِذَا دُنِ صُورُكَ مِنَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الظُّلُمُ فَقَالَ ابْرُدُوا بَرْدًا وَقَالَ شَدَّةُ الصَّيْرِ مِنْ فَيْحِ جَهَنَّمَ قَدْ أَشَدَّ الْحَرُّ فَأَبْرُدُوا عَنِ الصَّلَاةِ حَتَّى رَأَيْتُمْ فَيْحَ التَّلَوُّلِ -
عَنْ أَبِي لَكْرَمَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ قَالَ إِذَا أَشَدَّ الْحَرُّ ابْرُدُوا بِالصَّلَاةِ فَإِنَّ شَدَّةَ الْحَرِّ مِنْ فَيْحِ جَهَنَّمَ وَأَشَدَّ النَّارِ الْحَرَّ بِهَا فَقَالَ يَا رَبِّ أَكُلُ بَعْضِي بَعْضًا فَأَوْدِنَ لَهَا بِنَفْسَيْنِ فِي السَّمَاءِ وَلِقَسَّ فِي الصَّبِيعِ وَهُوَ شَدٌّ مَا تَجِدُونَ مِنْ الْحَرِّ وَالْحَرُّ هُوَ أَشَدُّ مَا تَجِدُونَ مِنَ النَّارِ مُرِيرٌ -
(بخاری)

(۱) حضرت ابوذرؓ کہتے ہیں کہ مومن نے اذان کہی تو حضورؐ نے فرمایا: **تُحْمَدُ** اگر تھمدا کرے اور فرمایا **تُحْمَدُ** اگر تھمدا کرے۔
 بلاش سے ہے تو جب سخت گرمی ہو تو ظہر کو تھمدا کرے
 یہاں تک کہ ٹیلوں کا سایہ۔ ہم نے دیکھی۔

۲۱) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بتایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ظہر کو خشک کر کے بڑھو کہ جہنم کے جوش سے ہے۔ دوزخ نے اپنے رب کے شکایت کی کہ میرے بعض اجزاء بعض کو کھاتے ہیں۔ دوسرے سانس کی اجازت ہوتی۔ ایک گرمی میں جس سے تم سخت گرمی محسوس کرتے ہو۔ اور سردی میں جس کی وجہ سے تم سخت سردی کرتے ہو۔

فوائد مسائل

حدیث اول کو امام نے صلوٰۃ صغیرہ میں سکھاتا ہے۔ ترجمہ ابراہیم نے بھی صغیرہ میں ذکر کیا۔ امام نے بالکل اسی مضمون کی دو حدیثیں اور لکھی ہیں جنہیں ہم نے چھوڑ دیا ہے۔ دونوں حدیثوں کے مسائل یہ ہیں :-

۱۔ گریہوں میں نہر کو ٹھنڈا کر کے پڑھنا مستحب ہے۔ خواہ تنہا پڑھے یا باجماعت۔ البتہ اگر گریہوں کے وقت میں نہر کی جماعت میں ہوا اور امام کسی صبح الصبح ہو تو مستحب وقت کے لئے جماعت کا ترک کرنا جائز نہیں۔ ۲۔ دوزخ پیدا ہو چکی ہے اور اب موجود ہے۔ نہر کا یہ خیال کہ قیامت کے دن پہلے ایک جاگلی یہ خیال باطل ہے۔ ۳۔ جماعت و نباتات بھی اپنی شان کے مطابق شکوہ و شکرایت عرض و عرض کرتے ہیں اور ان میں بھی ایک قسم کی توجہ موجود ہے۔ ۴۔ من فیج جہنم کے متعلق لوگوں نے بڑی بحثیں اٹھائی ہیں۔ لیکن حدیث میں بحث کے الفاظ اپنے مضمون میں بالکل واضح ہیں اور ان میں کسی قسم کا انجیا و انہیں ہے۔ الجھاہ جو بھی ہوگا۔ وہ دراصل ہمارا اپنا وہ ہوگا۔ حدیث ہذا میں دو باتوں کا بیان ہے اول یہ کہ گریہوں میں نہر ٹھنڈی کر کے پڑھی جائے۔ یعنی اول وقت میں نہر پڑھی جائے۔ اس کی علت و شدت خرم گری کو قرار دیا ہے۔ یعنی اس وقت گری پورے شباب پر ہوتی ہے اور لوگوں کو اس شدت کی گری نہر سے نکلنے اور مسجد میں آگے سے زیادہ تکلیف ہوگی۔ اس لئے نہر پڑھنے میں تاخیر کی جائے اور دوسری بات یہ واضح ہوتی ہے کہ گری اور دوسری کی شدت کے سبب میں سے ایک سبب جہنم کے ان طبقات کی فیج گریں بھی ہے۔ یہ مطلب نہیں ہے کہ گری دوسری کا ظاہر ہی کسی سبب موجب نہیں بلکہ نہر فیج جہنم ہے۔ چنانچہ اس مضمون کی تمام حدیثوں میں صبر کا نہ ہونا اور شدت انحراف کا لفظ اس پر دال ہے۔

بَابُ الْإِبْرَادِ بِالظَّهْرِ فِي السَّفَرِ

باب بجاالت سفر میں ظہر ٹھنڈے وقت میں پڑھنا

مقصود مضمون یہ بتانا ہے کہ ابراہیم فی الظہر کی ہدایت صبر کے ساتھ خاص نہیں ہے بلکہ سفر میں بھی ابراہیم کیا جائے۔

اب حضرت ابوذر کہتے ہیں کہ ہم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایک سفر میں تھے کہ مؤذن نے ظہر کی اذان دینا چاہی تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ ٹھنڈی ہونے سے پہچانوں گے اذان دینا چاہی۔ حضور نے فرمایا۔ ٹھنڈی ہونے سے۔ یہ سانس کہ ہم نے ٹھنڈی کا سایہ دیکھا۔ پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ گری کی شدت دوزخ کی جہاں ہے جہاں ہے۔ تو جب گری ہو تو نہر کو ٹھنڈا کرو۔ حضرت ابن عباس نے سنا دیا۔ یقیناً کے معنی یقیناً کے ہیں۔

سَأَلَ ابْنُ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا عَنْ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ كُنَّا مَعَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي سَفَرٍ فَأَرَادَ الْمُؤَذِّنُ أَنْ يُؤَذِّنَ بِالظَّهْرِ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَرَادَ أَنْ يُؤَذِّنَ فَقَالَ لَهُ أَتَرِيدُ حَتَّى يَأْتِيَ فِي مَا السُّؤَالُ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ شِدَّةَ الْحَرِّ مِنْ فَيْحِ جَهَنَّمَ فَإِذَا أَشَدَّ حَرًّا بَرْدًا وَابِلًا بِصَلَاةٍ وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ يَتَقَيَّوْنَ كَمَا مَعْنَى يَتَمَيَّلُونَ كَمَا هِيَ -

فوائد مسائل

اس حدیث کا دوسرا مضمون یہ ہوا اور گزر چکا ہے۔ امام بخاری علیہ الرحمۃ کی یہ عادت کہ میرے ہر حدیث میں کرنی ایسا لفظ آجاتا ہے جو قرآن میں بھی آتا ہے۔ تو اس کی تفسیر بھی کر دیتے ہیں۔ چنانچہ سورہ غلہ میں یَقْوُونَ لَدُنَّ آیت ہے۔ امام نے اس کی تفسیر یَتَمَيَّلُونَ کے لفظ سے کر دی ہے۔ اذلت مؤذِّنُ النِّسْبِ کے لفظ سے ظاہر ہوتا ہے کہ حضور نے ابراہیم کا حکم اذان کے بعد دیا لیکن صحیح معنی یہ ہیں کہ حضرت بلالؓ اذان دینا چاہتے تھے اور حضور نے ابراہیم کا حکم دیا۔ جیسا کہ بخاری کی دوسری حدیث میں یہ تصریح ہے فَاذْهَبْ يٰؤَذِّنُ کہ حضرت بلالؓ کے دینے کا اذن فرمایا تھا۔ اس پر حضور نے ابراہیم کا حکم دیا۔ تو انھوں نے اذان شروع ہی نہیں کی۔ اس حدیث سے ثابت ہوا کہ گریوں

میں ظہر میں تاخیر مستحب ہے اور حضورؐ نے اپنے قول اور عمل دونوں سے ابراہامؑ کا حکم دیا ہے۔

حدیث مسلم | اور مسلم شریعت کی حدیث میں ہے ۱۔ حضرت جناب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں۔

شَكَهُنَا إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى

اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَوْلَ الرِّمَاءِ فَلَمْ يَشْكُنَا۔

آپ نے رمنی۔

غیر مقلد وہی اس حدیث سے یہ استدلال کرتے ہیں کہ ظہر اول وقت میں پڑھنی چاہیئے۔ لیکن اس کے متعدد معقول جواب

ہیں۔ اول یہ کہ زیادہ سے زیادہ اس حدیث سے جواہرات ثابت ہوتی ہے وہ صرف یہ ہے۔ گرمیوں میں اول وقت میں ظہر پڑھ لینا

ہے اور اس میں کسی کا اختلاف نہیں ہے۔ سوال تو یہ ہے کہ ظہر کا مستحب وقت کونسا ہے۔ تو مستحب وقت حضورؐ نے اپنے قول

سے خود مقرر فرمایا کہ سردیوں میں جلدی اور گرمیوں میں تاخیر کی جائے۔ ثانیاً۔ مسلم کی زیر بحث حدیث سے یہ تو واضح ہوا کہ حضرت

نے حوالہ مضاعف گرم پتھروں کی شکایت کی۔ حضورؐ نے اس کے ازالہ کی کوئی تدبیر نہ بتائی۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ جس گرمی

حضرت جنابؐ نے شکایت کی تھی۔ وہ دراصل فرش کی گرمی تھی اور جو ابراہمؑ کے بعد بھی گرم رہتے تھے۔ چنانچہ کہ مدینہ میں سورج

غروب ہو جانے کے بعد بھی حرم کا صحن گرم رہتا ہے۔ ثالثاً۔ بعض علماء اس طرف کر گئے ہیں کہ حدیث جناب حدیث ابراہمؑ سے منسوخ

ہے۔ چنانچہ علامہ علاؤی علیہ الرحمۃ نے اور امام ابو بکر الاثریؒ نے کتاب التاخیخ والنسوخ میں اس کی تصریح فرمائی ہے۔ رابعاً۔

یعنی علیہ الرحمۃ نے لکھا ہے کہ بعض علماء نے یہ فرمایا کہ دراصل حضرت جناب نے حضورؐ سے یہ عرض کی کہ ظہر کو قدر ابراہمؑ سے زیادہ

کی اجازت دی جائے تو حضورؐ نے اس کو منظور نہیں فرمایا۔ یعنی ج ۲ ص ۵۹

داخل ہو کہ ظہر کا وقت آفتاب ڈھلنے سے اس وقت تک ہے کہ

ظہر ٹھنڈی کر کے پڑھنے کے متعلق بحث

کا سایہ علاوہ سایہ اصل کے دو چند ہو جائے۔ سردیوں میں نماز

جلدی پڑھنا اول وقت میں پڑھنا اور گرمیوں میں کچھ تاخیر سے پڑھنا کہ دو پہر کی تیزی کم ہو جائے مستحب ہے۔ جیسا کہ احادیث مذکورہ

بالا سے واضح ہے۔ اسی طرح نماز جمعہ کا وقت بھی ظہر ہی کا وقت ہے۔ لہذا اگر گرمیوں میں جمعہ بھی ظہر کی طرح تاخیر سے پڑھنا مستحب

اور اول وقت میں پڑھنا خلاف سنت ہے اور حکمت اس میں یہ ہے کہ گرمیوں میں تاخیر سے ظہر پڑھنے میں ایک تو لوگوں کو نماز

مٹا ہے دوسرے سنت قیلولہ سے محرومی نہیں ہوتی۔ تیسرے تعطل جماعت نہیں ہوتی۔ اگر گرمیوں میں ظہر اول وقت یعنی سنت

ڈھلنے کے فوراً بعد پڑھ لی جائے تو اس طرح سخت دھوپ اور لو میں مسجد میں آنا تکلیف کا باعث ہوگا۔ خصوصاً گرم ممالک میں

اور دہلیاں جہاں مسجد دور ہو۔ اس کے علاوہ عام طور پر گرمیوں میں لوگ کھانا کھا کر سوجاتے ہیں۔ جو سخت بھی ہے اور

وقت میں پڑھنے سے لوگ سنت قیلولہ سے محروم ہو جائیں گے اور اکرام کے وقت انہیں مسجد میں آنا بھی گراں ہوگا۔ اس سلسلہ کو

چند حدیثیں یہ ہیں۔

(۱) حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ حضور علیہ السلام گرمیوں میں ظہر ٹھنڈی کر کے پڑھتے وَإِذَا كَانَ الْبُؤْدُ عَجَلًا

الرحیب مروی ہوتی تو جلدی پڑھ لیتے۔ (بخاری)

(۲) حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ انھوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا۔

يُجْعَلُهَا فِي الْبَيْتِ وَيُقِيحُ حَرَّهَا

فِي الصَّيْفِ۔ (بخاری)

آپ سردیوں میں ظہر کی نماز جلدی پڑھتے اور گرمیوں میں

تاخیر سے پڑھتے۔

(۲) حضرت انس فرماتے ہیں کہ جب سخت سردی ہوتی تو حضور نمازِ ظہر جلدی پڑھتے اور جب گرمی تیز ہوتی
 أَبْوَدَ بِالصَّلَاةِ یعنی الْجَمْعَةِ (بخاری) | تو نمازِ جمعہ کی کر کے پڑھتے یعنی جمعہ کی نماز
 (۳) حضرت ابو ہریرہ سے روایت ہے کہ حضور علیہ السلام نے فرمایا۔

فَاسْتَدَّ الْحَرُّ فَأَبْرَدُوا بِالصَّلَاةِ (رواہ الجامع) | جب گرمی کی شدت ہو تو ظہر کو ٹھنڈی کر کے پڑھو۔
 ان تمام حدیثوں سے واضح ہوا کہ گرمیوں میں ظہر میں تاخیر مستحب ہے اور سردیوں میں تعمیل اور یہ حدیثیں بھی ہیں ظہر میں تاخیر کی
 روایت ہے اور حدیث زیر بحث جس پر ہم نے باب کا نشان دیا ہے۔ ان سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ ظہر کا وقت دو مثل سایہ تک
 رہتا ہے اور عصر کا وقت دو مثل سایہ ہونے سے شروع ہوتا ہے کیونکہ حضور نے ظہر کو ٹھنڈا کر کے پڑھنے کا حکم دیا ہے اور سوچ کی گرمی
 کی شدت حدیث ہر جگہ خصوصاً ملک عرب میں دو مثل سایہ کے بعد ہی ٹوٹتی ہے۔ تو اگر ایک مثل سایہ پر ظہر کا وقت ختم ہو جائے تو
 یہ ابراہامی ظہر کا حکم بے معنی ہو جاتا ہے۔ ثانیاً حدیث زیر بحث (اب) میں یہ ہے کہ حضور علیہ السلام نے اس وقت ظہر پڑھی جب
 حتیٰ رایتا حتیٰ التلولیٰ ہم نے تلولوں کا سایہ دیکھا اور تلولوں کا سایہ ایک مثل سایہ کے وقت بوجھیلے کے (پھیلے) ہونے کے
 بعد نہیں ہوتا بلکہ ایک مثل کے بعد ظاہر ہوتا ہے۔ اس سے واضح ہوا کہ ایک مثل سایہ پر ظہر کا وقت ختم نہیں ہوتا۔ اگر یہ ہو جاتا تو
 یہ حضور ظہر کی نماز اس وقت میں جب کہ شیلے کا سایہ دکھائی دیا کیسے پڑھتے۔ خاتم

بَابُ وَقْتِ الظُّهْرِ عِنْدَ الزَّوَالِ

باب ظہر کا وقت زوال کے بعد ہے

وَقَالَ جَابِرٌ كَانَ الْمَقِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّي بِالنَّهَارِ حَرًّا | حضرت جابر نے کہا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم ظہر دوپہر میں
 (بخاری) پڑھتے تھے۔

(۱) یہ تعلیق حدیث جابر کا ایک ٹکڑا ہے جسے امام نے باب وقت المغرب میں موصول ذکر کیا۔ ہاجرہ ٹھیک دوپہر کو کہتے ہیں
 یہ اسیے شعب گرم ہوجانے میں یا اجرو جو کہ شمس سے بگنے معنی چھوڑنے کے ہیں کیونکہ ٹھیک دوپہر میں گرمی زیادہ ہوتی ہے اور اگر کام کہتے ہیں اور
 ہم کاج چھوڑ دیتے ہیں اسیے اس کا اجرو سے موسوم کیا گیا (۲) اس حدیث سے ثابت ہوا کہ ظہر کا اول وقت زوال کے بعد ہے اور یہ کہ حضور
 نے میان جواز کے لئے کبھی گرمیوں میں بھی ظہر اول وقت میں پڑھی ہے مگر افضل و مستحب یہی ہے کہ گرمیوں میں ظہر کو ٹھنڈا کر کے پڑھا جائے۔
 (۳) اس حدیث سے یہ استدلال صحیح نہیں کہ گرمیوں میں بھی ظہر اول میں پڑھنی مستحب ہے کیونکہ ظہر کو ٹھنڈا کر کے پڑھنے کی اہلیت
 حضور کی قول اور فعلی احادیث سے ثابت ہے۔ ثانیاً یہ امر بھی قابل ذکر ہے کہ ظہر کا اول وقت میں پڑھنا صرف حضور کے فعل سے ثابت
 ہے اور ابراہام کی ہدایت قول و فعل دونوں سے ثابت ہے اور صرف فعل پر قول و عمل کو ترجیح ہوتی ہے۔ ثالثاً یہ کہ اس حدیث سے زیادہ
 ظہر کا اول وقت میں پڑھنے کا جواز ثابت ہوگا۔ جس کا کوئی منکر نہیں اور سوال جواز کا نہیں بلکہ افضلیت کا ہے نیز علامہ ابو بکر الارم
 نے کتاب النسخ و المنسوخ میں لکھا کہ حدیث جابر جس سے ظہر اول وقت میں پڑھنے کا استدلال کیا جاتا ہے مروج ہے کیونکہ حدیث غیر مزیحہ
 حدیث ابراہام پر بحث

كَانَ يُصَلِّي بِالنَّهَارِ حَرًّا فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى
 اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَبْرَدُوا۔ | ہم دوپہر کے وقت ظہر پڑھتے تھے تو حضور علیہ السلام نے
 فرمایا ٹھنڈا کر کے پڑھو۔

اور حدیث انس میں ہے۔

جب سردیاں ہوں تو ظہر جلدی پڑھو
اور جب گرمیاں ہوں تو اباد کرو

إِذَا كَانَ الْيَوْمُ بِحَرِّهِ
وَإِذَا كَانَ الْحَرُّ أَبَدًا

اور یہ حکم تبخیر کے بعد ہے اور روایت فلاں میں بغیر کے لفظ یہ ہیں۔

حضور علیہ السلام کا آخری عمل ظہر کو ٹھنڈا کرنا
پڑھنا تھا۔

وَيَكُونُ أَحَدُ الْأَمْرَيْنِ مِنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْإِبْرَاءَ (نیل الاوطار ص ۱۸۷)

علامہ شوکانی نے لکھا ہے کہ حدیث بغیر کی اہم اور اہم احمد نے تصحیح کی اور امام بخاری نے اس حدیث کو محفوظ اور
فتح میں بہت بڑی دلیل قرار دیا ہے۔ علامہ شوکانی مزید لکھتے ہیں کہ اگرچہ حالت تہجد اور عدم معرفت متاخر کی وجہ سے تسبیح کو تسلیم نہ کیا
جائی حدیث ابراہیم حال ارتجح ہیں کیونکہ ابراہیم کی حدیثیں صحیح ہیں بلکہ تمام اہمات کتب حدیث میں بطریق متعدد موجود ہیں اور حدیث
ابو سلمہ میں ہے وَلَا شَكَّ أَنَّ الْمُسْتَقَّ عَلَيْهِ مَقْدَمُ اَوْ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ حَدِيثُ اَبِرْدٍ وَحَدِيثُ جَوْهَرٍ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ مَعْرُوفٌ بِمُقَدَّمِ
نیل الاوطار ص ۲۷۲ ترجمہ فضلی ہے)

بعض نے کہا ظہر کو شست گریوں میں اول وقت میں پڑھنا اس لئے افضل ہے کہ بوجہ زیادہ تکلیف کے ثواب زیادہ ہوں
قائل یہ بات بہت بروی ہے اور یہ کلیہ درست نہیں کہ جس کام میں زیادہ تکلیف ہو اس میں ثواب بھی زیادہ ہوگا۔ ثواب

میں علامہ مازری علیہ الرحمۃ نے ایک جواب یہ دیا کہ اول وقت کی تفصیلت کا حکام یا غلط ہے اور ظہر کے ابراہیم وال حدیث خاص و حدیث
خاص عام پر اور مقید مطلق پر مقدم ہوتا ہے (۲) بعض علماء نے کہا۔ حضور علیہ السلام نے مدینہ میں ظہر کے ابراہیم حکم اس لئے دیا تھا کہ ظہر
چل کر رویت بہ نوبت مسجد میں آتے تھے۔ اس لئے آپ نے ظہر میں ابراہیم کیا تاکہ سب لوگ جمع ہو جائیں لیکن یہ بات اور زیادہ بروی است
وہ حدیثیں جن میں ظہر میں تاخیر کی ہدایت ہے ان میں حضور نے عقبت تاخیر یہ بیان فرمایا ہے کہ گری کی شدت جسم کی بھارت ہے۔ لوگوں کی
برہناعت تاخیر نہیں سمجھنی چاہیے اس کی تائید اس امر سے بھی ہوتی ہے کہ حضور علیہ السلام نے بحالت سفر بھی گریوں کی تعمیل تاخیر فرمائی اور بلالؓ اذان ایسے
فرمایا کہ ظہر کو ٹھنڈا کر دو اگر ابراہیم وجہ وہ ہوتی تھوڑے سفر میں ابراہیم کیا کیونکہ سفر میں تو کھانا حضور کے ہمراہ تھے دُور سے آئے کی ضرورت نہ تھی۔

حضرت انس کہتے ہیں کہ حضور علیہ السلام سورج ڈھلے
ہوئے اور ظہر کی نماز پڑھائی۔ پھر منبر پر قیام کیا اور قیامت
ذکر میں فرمایا جس کو جو پوچھنا ہو پوچھ لے جب تک کہ
قیام فرما ہوں تم جو بات تجھ سے پوچھو گے بتاؤں گا یہ شرط
صحیحہ روئے گئے کہ عبد اللہ بن عبد الوہاب بھی کھڑے ہوئے اور
باپ کون ہے آپ نے فرمایا۔ خداؤ! پھر آپ بار بار یہی فرمایا
پوچھو۔ پوچھو۔ بالآخر حضرت عمرؓ دُعا ہو کر بیٹھے۔ عرض کی
کہ رب ہونے اسلام کے دین ہونے اور محمد صلی اللہ کے
برحق ہونے پر راضی ہوئے اس پر حضورؐ خاموش ہوئے۔ پھر فرمایا۔
دُعا میرے سامنے اس دیوار کے عرض میں پیش کی گئی۔ تو میرے
جیسی احمدہ چیز اور دُعا جیسی بڑی چیز نہیں دیکھی۔

أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَرَجَ جُنُبًا غَائِبًا
الشَّمْسُ فَقَالَ الظُّهْرُ فَهَاجَمَ عَلَى الْمَنَظَرِ فَذَكَرَ السَّاعَةَ وَ
ذَكَرَ أَنَّ فِيهَا أَحَدًا عَظَمًا ثُمَّ قَالَ مَنْ أَحَبَّ أَنْ لَا يَسْأَلَ
عَنْ شَيْءٍ فَلْيَسْأَلْ فَلَوْ أَنَّ لَوْفِي عَنْ شَيْءٍ لَمْ أَخْبَرَ تَكُونُوا
بُعْثَ فِي مَقَامِي هَذَا فَالْتَمَسْنَا شَيْءًا فِي الشَّكَاةِ وَكَانَ
أَنْ يَقُولَ سَلُوا فِي مَقَامِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ خُذَّاهُ السَّهْمِيُّ
فَقَالَ مَنْ أَيْ قَالَ أَيْلُكَ خُذَّاهُ فَتَعَالَى أَلَسْ
يَا أَيْلُكَ سَلُوا فِي قَبْرِكَ عَمْرٍو رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ عَلَى رَأْسِهِ
فَقَالَ رَضِينَا بِاللَّهِ رِيَاؤًا وَالْإِسْلَامَ دِينًا وَصَحْبَهُ نَبِيًّا
فَسَكَتَ ثُمَّ قَالَ عَرَضْتُ عَلَى الْجَنَّةِ وَالنَّارِ نِفَا فِي
رَأْسِي لَمْ أَجِدْ فِيهِمَا أَحَدًا أَحَبَّ وَالْمَشْرِقَ (بخاری)

فائدہ مسئلہ ۲۱) توجرت الیاب حدیث کے یہ لفظ صحیح حسین و لغت الشمس میں جن سے واضح ہوتا ہے کہ ابتدائے
نمبر زوال کے بعد پہلے کیونکہ زوال سے قبل حضور کا ظہر بڑھنا ثابت نہیں۔ اور اس پر اجماع بھی ہے۔

۲۱) حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو معلوم ہوا تھا کہ منافقین بطور امتحان آپ سے سوالات کرنا چاہتے ہیں۔ قسطانی میں ہے کہ
جس منافقین نے کہا ہم آپ سے ایسی باتیں پوچھیں گے۔ کے جواب سے آپ عاجز آجائیں گے۔ اس پر آپ منبر پر مبرو فرما ہوئے اور
علان کیا۔ فحج سے جو پوچھو جواب دوں گا۔ ۲۔ حضرت عبداللہ بن صافہ کو لوگ کسی اور کا بیٹا قرار دیتے تھے۔ اس لئے اپنے والد کے متعلق
سوال کیا کہ کون تھا۔ آپ نے فرمایا تیرا باپ خدا ہے۔ یہ منظور کیا کہ لوگ دوسلے گئے کہ کہیں مذاب نہ ہو جائے۔ منافقین اللہ کے نبی
الاستحسان لینا چاہتے ہیں۔ سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جب یہ دیکھا کہ حضور بار بار فرما رہے ہیں کہ پوچھو۔ پوچھو۔ تو مذکورہ بالا
امارات مومن کے تھ جاکر حضور کو سکون ہوا (۴۱) اس حدیث سے ہر کسی کو یقین ہو گیا کہ یہ بات ثابت ہوئی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے
عمر ایک کے متعلق کلام کرنا اور یہ خیال کرنا کہ فلاں بات کا علم حضور کو نہیں ہے۔ علامت منافقت ہے ۵۔ حضور علیہ السلام نے بھی عن شیخی قولہ
جس کا مفہوم یہ ہے کہ جس چیز کے متعلق سوال کرنا ہے کہ وہ میں جواب دوں گا جس سے واضح ہوتا ہے کہ حضور ہر چیز کے عالم تھے۔ وہ
اس عزم کے ساتھ اعلان فرماتے۔ فرض کیجئے کہ اگر کوئی شخص اس موقع پر حضور سے ان غیبیہ امور کے متعلق سوال کر لیتا۔ جن کو بعض لوگ
مذہب و جل کا فائدہ جاتے ہیں (یعنی امور خسر) تو کیا ان کے متعلق حضور یہ فرماتے کہ تم پوچھو، اس کا جواب میں نہیں دے سکتا۔ یہ ہی
چر ہے کہ منکرین علم نبوی کو بھی یہ بات تسلیم کرنی پڑتی ہے کہ حضور کے الفاظ واقعی عزم پر دل میں یعنی اس میں یہ قید نہیں ہے کہ فلاں
بات کے تو سوال کی اجازت ہے اور فلاں کے متعلق نہیں۔ بلکہ حضور نے مطلقاً یہ فرمایا ہے۔

فلا تفسا، لا تو فی عن شیخی الاحسن تفسا (بخاری) | تم مجھ سے جو کچھ پوچھو گے میں اس کے متعلق جواب دوں گا۔

نکاح ہے ایسا عام اور مطلق وعملے وہی کر سکتا ہے جس کو ہر چیز کا علم ہو ۲۔ بعض لوگ جن کی طبیعت ثانیہ ہی یہ ہے کہ حضور سید
عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے فضائل کو کم کیا جاتے۔ حدیث ذی بحکت کا منہ اب یہ بتاتے ہیں کہ ایک وقت خاص میں حضور کی یہ کیفیت
ہوتی تھی۔ چنانچہ ہر وقت فی مقامی ہفتہ کی قید اس پر دل ہے۔ لیکن ظاہر ہے یہ قید اتفاقی ہے اور اس نوع کی قیدیں ہر زبان میں
موقع اور محل کے لحاظ سے جاری ہوتی ہیں اور اگر اس کو اتفاقی قید نہ مانا جائے تو ہم یہ کہیں گے کہ منکر نے یہ تو تسلیم کر لیا کہ ایک وقت
خاص تک کے لیے حضور پر یہ کیفیت جاری ہوتی تھی۔ گویا اتنا تو منکر نے بھی مان لیا کہ اس وقت خاص میں حضور سید عالم صلی اللہ علیہ
وسلم ہر چیز کے عالم ہو گئے تھے۔ جس کا مطلب یہ ہوا کہ منکرین کے نزدیک ایک معین وقت تک کے لئے حضور علیہ السلام کو ہر چیز کا
علم مانا جائے تو شرک نہیں لیکن اگر دائمی طور پر مانا جائے تو شرک ہے حالانکہ یہ قطعی بات ہے کہ جو بات شرک ہے وہ ہر صورت شرک
ہے خواہ اس کے ساتھ زمانہ کی قید ہو یا نہ ہو۔ بت کو خواہ ایک وقت معین کے لیے خدا کا شرک قرار دیا جائے یا دائمی طور پر شرک
بنا جائے ہر صورت شرک ہی ہے۔ جب منکرین کے نزدیک اللہ عزوجل کے سوا کسی اور چیز کا عالم ماننا شرک ہے تو خواہ دائمی طور پر
کسی کو ہر چیز کا عالم مانا جائے یا عارضی طور پر شرک ہی رہنا چاہیے مگر یہ لوگ فضل نبوی کو گھٹانے کے نشتریں کچا ایسے دھوئیں ہو
کہ انھیں اپنی منطق کے آئینے کی اجازت نہ دی جائے۔

۵۔ حضور نے فرمایا کہ اس دیوار کے زمین میں مجھے جنت و دوزخ دکھائی گئی اور اللہ تعالیٰ قادر ہے۔ جس طرح اور جس

کیفیت سے چاہے اپنے رسول کو جنت و دوزخ کا مشاہدہ کرادے۔
عن ابی بکر قال کان النبی صلی اللہ علیہ وسلم

حضرت ابو بکر سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم فرمائی

يُصَلِّي الصُّبْحَ وَاحِدًا نَا يَعْرِفُ جَلِيسَهُ وَيَقْرَأُ فِيهَا مَا بَيْنَ السَّيْتَيْنِ إِلَى الْمِائَةِ وَيُصَلِّي الظُّهْرَ إِذَا زَالَتِ الشَّمْسُ وَالْعَصْرَ وَاحِدًا نَا يَذْهَبُ إِلَى أَقْصَى الْمَدِينَةِ رَجْعَ وَالشَّمْسُ حَيَّةً وَفُضِّلَتْ مَا قَالَ فِي الْمَغْرِبِ وَلَا يَكُنْ بِتَاجِيئًا لِعِشَاءٍ وَلَا ثُلُثَ اللَّيْلِ تُقْرَأُ الْفَتْحُ شَطْرَ اللَّيْلِ وَقَالَ مَعَاذُكَ قَالَ شَعْبُهُ ثُمَّ لَعْنَتُهُ مَرَّةً فَتَقَالَ أَوْ ثُلُثُ اللَّيْلِ -

(بخاری)

وقت میں پڑھتے کہ ہم میں سے کوئی شخص اپنے قریب بیٹھے پہچان لیتا اور اس میں ساتھ آتین سے لیکر ایک سو آیت تک پڑھتے اور ظہر کی نماز اس وقت پڑھتے جب سورج ڈھل جاتا اور عصر اس وقت کہ ہم میں سے کوئی شخص عصر پڑھ کر شہر کے دوسرے حصہ جاتا تو اس وقت (جہی) سورج زندہ ہوتا اور ابوالہمال نے کہا کہ میں جھول گیا ابو ہریرہ نے مغرب کے متعلق کیا کہا اور عشاء کی نماز رات تک دیر کر کے پڑھنے میں حرج نہیں سمجھتے یا ان کی کہا کہ آدھی رات تک اور معاذ نے کہا کہ شجر کے کہا کہ پھر ایک دن میں ابو ہریرہ سے ملا تو انھوں نے کہا تمہاری رات تک -

اس حدیث کو مسلم، ابوداؤد و نسائی اور ابن ماجہ نے بھی روایت کیا ہے۔

فوائد مسائل

۲۔ ابو ہریرہ سلمیٰ کا نام فضل بن عبید ہے جو قدیم الاسلام ہیں۔ حضور کے ساتھ غزوات میں شریک ہوتے تھے حتیٰ کہ حضور نے وصال پایا۔ پھر آپ نے بصرہ کی سکونت ترک کی اور خراسان کے ہما میں شریک ہوئے۔ مرویہ بصرہ یا معاذہ ہما میں ۱۳۰ میں انتقال فرمایا۔ بخاری میں چار حدیثیں آپ سے مروی ہیں اور معاذ، یہ معاذ بن نصر بن حسان الغبری انسی ہیں جو بصرہ کے قاضی تھے بشعبہ سے ان کا سامع ثابت ہے ۱۹۰ میں انتقال کیا ۱۵۱ ترجمۃ الباب حین زاعت الشمس کے الفاظ میں بھی حضور علیہ السلام نہر کی نماز اس وقت پڑھتے جبکہ سورج ڈھل جاتا۔ اس سے ثابت ہوا کہ ظہر کا وقت زوال کے بعد ہے۔

۱۵۱۔ اِلَى أَقْصَى الْمَدِينَةِ رَجْعَ سے مراد آنا اور جانا نہیں ہے بلکہ مسافت میں جانب واحدہ مراد ہے جیسا کہ بخاری ہی کی دوسری روایت سے واضح ہوتا ہے یہ جمع احداً الى رحله في اقصى المدينة والمشمس حية کہ عصر کی نماز کر جب ہم میں سے کوئی اپنے گھر جاتا تو اس وقت بھی سورج زندہ ہوتا ۶۔ حدیث زیر بحث کے خط کشیدہ جملوں سے یہ ثابت کیا گیا کہ جب عصر پڑھ کر صحابہ کرام خوالہ میں جاتے جو دو تین میل کا فاصلہ تھا تو وہاں پہنچنے پر بھی سورج چمکتا ہوتا تو اس سے ثابت کہ عصر کی نماز دو شل سے پہلے پڑھی جاتی تھی کیونکہ اگر دو شل سایہ ہونے کے بعد عصر کی نماز پڑھی جائے تو یہ ممکن نہیں ہے کہ دو شل سے ملے کرنے کے بعد بھی سورج چمکتا رہے لیکن یہ استدلال محدود و جزو سے درست نہیں کیونکہ اسکا معنی رفتار پر ہے اور حدیث زیر بحث میں یہ تصریح نہیں ہے کہ وہ لوگ عصر کی نماز پڑھ کر پیدل جاتے تھے یا سواری پر۔ پھر سواری اونٹ یعنی یا گھوڑا وغیرہ۔ پھر پیدل چلنے والوں کی رفتار میں بھی فرق ہوتا ہے۔ کوئی تیز چلتا ہے اور کوئی شست رفتار ہوتا ہے۔ جب تک ان امور کا قطعی فیصلہ نہ ہو جائے استدلال نہیں۔ ثانیاً۔ دو شل کے بعد عصر پڑھ کر تین میل کا فاصلہ بخوبی ملے ہو سکتا ہے۔ عرب قوی اور تیز رفتار ہوتے ہیں۔ ہمارے ہاں عرب بعض درگ پندہ مشٹ میں ایک میل چل لیتے ہیں اور عصر کا وقت بھی بعض دنوں میں دو گھنٹہ سے بھی زیادہ ہوتا ہے۔ بہر حال مسافر مختلط فہم ہے اور اخاف کے نزدیک ظہر کا وقت زوال شمس سے دو شل سایہ تک ہے اور دو شل سایہ کے بعد عصر کا وقت شروع ہے اور عصر کی نماز میں ہمیشہ تاخیر مستحب ہے مگر نہ اتنی کہ قرص آفتاب میں زردی آجائے اور اس پر بے تکلف بے غبار نظر ٹھہرے۔

یہ عرف جلیسہ سے ثابت ہوا کہ فجر میں اسفار مستحب ہے اس مسئلہ کی مکمل بحث کے لیے فیوض الباری پارہ دوم ص ۱۳۳ کا مطالعہ اس حدیث سے یہ بھی واضح ہوا کہ عشاء میں تمہاری رات تک تاخیر مستحب ہے اور آدھی رات تک مباح یعنی آدھی رات سے قبل

قرض پڑھنے اور اتنی تاخیر کرات ڈھل جائے۔ بوجہ تعلیل جماعت مکروہ ہے اور یہ بھی کہ نماز عشاء سے پہلے سو جانا اور عشاء کے بعد فضول اور لغو اور غیر ضروری باتیں کرنا مکروہ ہے۔ ان مسائل کے تجزیات آئندہ صفحات میں آ رہے ہیں۔

حضرت انس بن مالک نے فرمایا ہم حضور علیہ السلام کے نیچے پھر
کی نماز پڑھتے اور گریب پہنچنے کے لئے اپنے کپڑوں پر سجدہ کرتے

حضرت انس بن مالکؓ نے فرمایا ہم حضور علیہ السلام کے چچے تھے
 کی نماز پڑھتے اور گرجی سے بچنے کے لئے اپنے کپڑوں پر مسجد کوستے

قائد و سائل اس حدیث کو امام نے صلوٰۃ میں ابن ماجہ، ابوداؤد، مسند و ترمذی و نسائی نے بھی کتاب الصلوٰۃ میں مکرر ذکر کیا ہے۔ غلیظہ کی جمع ہے اور اس سے مراد غمر کی نماز ہے ۳۔ اس حدیث سے یہ استدلال کیا گیا ہے کہ اول وقت میں پڑھنا مستحب ہے لیکن اس کے متعدد جواب ہیں۔ اول یہ کہ غمر کو اس کے اول وقت میں پڑھنے کا جواز ثابت ہے کہ کا حقیقہ کو بھی انکار نہیں ہے اور سوال افضلیت کا ہے تو اس کے متعلق غمر کی قولی و فعلی احادیث موجود ہیں (جبکہ گدگدن اور باقی میں پوری بحث ہو چکی ہے۔ ثانیاً فرشتہ مسجد کو گرم ہونے سے غمر کو اول وقت میں پڑھنے کی دلیل لینا اس لئے بھی درست نہیں بھانپیں کہ غمر تاخیر سے پڑھی جائے تو بھی فرشتہ گرم رہتا ہے بلکہ عصر کے بعد جب گرم تو نہیں کل بھی رہتا ہے۔

بَابُ تَأْخِيرِ الظُّهْرِ إِلَى الْعَصْرِ

باب تلخیص آئینی تاخیر کرنا کہ اول وقت عصر کا آجائے

علامہ علی بن حنفیہ و حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی و امام قسطلانی شافعی علیہم السلام نے فرمایا کہ مقصود دُستِ خوان یہ تھا کہ اس کے آخری وقت میں پڑھا کر فراغت کے بعد احوال وقت طبع کا شروع ہو جائے اور پھر غرضِ تحصیلِ جہان سے عنوانِ کارِ مطلب نہیں ہے کہ کتب کو مختصر کے وقت میں ملکہ پڑھا جائے۔ پھر ابن حجر عسقلانی و حافظ ابن حجر عسقلانی کے الفاظ یہ ہیں۔

باب تأخير الظهر الى اول وقت العصر بحيث انه اذا فرغ منها يدخل وقت ناليوم انه يجتمع بينهما في وقت واحد (قسطوف) المراد انّه عند فراغه منها كسل وقت العصر كما ساقى عن شعثه

فتح الباری اور حدیث الی الشیخ کا مضمون یہ ہے کہ عربین دینار نے ابو الشعثہ سے پوچھا کہ حضور نے ہونہر عصر و مغرب کو جمع فرمایا۔ تو اس طرح جمع فرمایا کہ ظہر کو مؤخر کر دیا اور عصر کو اول وقتہ میں پڑھا۔ اسی طرح مغرب میں تاخیر اور عشاء میں جلیل فرمائی تو انھوں نے

جلاب دیا ایشا اظہار میرا بھی یہی خیال ہے (بخاری) اہل علم نوٹ کر لیں کہ علامہ عسقلانی وحافظ ابوبکر رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہما کی اس تصریح سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ احادیث صحیحین میں اصناف کا جمع حصولی مراد لینا ہے دنیا و نہیں ہے اور اسی

۱۔ غیر متقدمہ دینی حضرات کہ اس قول کے بھی پرچے اڑھاتے ہیں کہ احادیث صحیح میں جس صورتی مولدینا نقل ہے معنی الغواور بطل فافوم
عز ابن عباس ان البیہ صلی اللہ علیہ وسلم صلی

میں سات رکعتیں مغرب اور عشاء کی اور آٹھ رکعتیں فجر اور عصر کی۔
پڑھیں۔ ایوب نے جا بر بن زبید سے کہا: شاید بارش کی رات

اس حدیث کو امام نے صلاۃ اقل میں بھی ذکر کیا اور مسلم و ابوداؤد و نسائی نے بھی باب صلاۃ اللیل میں ذکر کیا۔

۴۔ حضور علیہ السلام نے مدینہ شریف میں مغرب اور عشاء و ظہر و عصر کو جمع کر کے پڑھا تو ہم سب کہ یہ جمع سفر یا بارگاہی ہے۔ وجہ سے تو نہ تھی۔ اگر نہ کہا جائے کہ بوجہ مرض حضورؐ نے ایسا کیا جیسا کہ علامہ نووی نے فرمایا تو یہ اس لئے درست نہیں کہ روایت ابن عباسؓ

میں یہ بھی تصریح ہے کہ حضورؐ نے باجماعت نماز پڑھائی تھی۔ اب ظاہر ہے کہ حضورؐ اگر بعض تھے تو باقی لوگ تو مریض نہ تھے۔ لہذا اس سے صحیح نہیں الصلاۃ میں مرض، سفر اور سفر کے قنڈر کی وجہ سے نہ تھی۔ ۲۔ علامہ شوکانی نے اس حدیث پر طویل بحث کرتے ہوئے یہ ثابت کیا ہے کہ یہ جمع صحابی صحابی تھے۔ یعنی حضورؐ نے مدینہ میں ظہر و عصر کو جمع کر کے پڑھا تو اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ آپ نے نماز کے وقت میں جمع کر کے پڑھا بلکہ مطلب یہ ہے کہ آپ نے ظہر کو جمع کر کے آخری وقت میں ادا فرمایا اور فراغت بعد از وقت کے وقت شروع ہو گیا تو آپ نے عصر اول وقت میں ادا فرمائی۔ جیسا کہ کتاب النبی میں حضرت ابن عباس سے مروی ہے (اسل الاوطار)۔

۳۔ حدیث سنائی کے لفظ یہ ہیں: (أَخْلَا ظَهْرَهُ وَعَجَّلَ الْعَصْرَ وَأَخْلَا مَغْرِبَهُ وَعَجَّلَ الْعِشَاءَ)۔
 سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ حضورؐ نماز کو جمع کر کے پڑھا اور عصر کو جمع کر کے پڑھا۔ جمع و قنڈر کے لیے نہیں۔
مسئلہ جمع بین الصلوٰتین

۱۔ احناف کے نزدیک ہر نماز کو اس کے وقت میں پڑھنا ضروری ہے۔ ۲۔ ابو بکر و غازیوں کو سورۃ جمع کر لیتا جائز ہے۔ یعنی اگر کسی کو بیماری ہو یا سفر کی جلدی ہو تو ایسی صورت میں احناف کے نزدیک جمع ضروری جائز ہے اور وہ حدیثیں جن میں جمع ہے ان میں جمع ضروری مراد ہے۔ جمع حقیقی مراد نہیں ہے۔ ۳۔ جمع ضروری جس کو جمع فعل بھی کہتے ہیں۔ وہ یہ ہے کہ ظہر کو اس کے وقت میں پڑھنا کہ بعد از فراغت عصر کا وقت شروع ہو جائے اور عصر پڑھ لیا جائے۔ ۴۔ یہی طرح مغرب میں دیر کی گئی کہ شفق ڈالتا آئے۔ اس وقت مغرب پر چھ بیٹا اور مغرب سے فارغ ہونے کے شفق ڈوب گئی اور عشاء کا وقت آگیا اور پھر عشاء پڑھ لیا۔ دیکھئے کہ ظہر اور مغرب وقت تو اپنے وقت میں پڑھی نہیں مگر صرف سورۃ ادا کی۔ جمع ہو گئیں۔ جمع ضروری کو مثال سے کہہ سکتے ہیں۔ فرض کیجئے کہ ظہر کا وقت ۱۲ بجے سے چار بجے تک ہے۔ اب ہم نے ظہر میں تاخیر کیا یہاں تک کہ ۴ بجے کو ۵ صبح ہوئے۔ ۵ بجے کو ۶ صبح ہوئے۔ ظہر پڑھی اور ان دس منٹوں میں ظہر پڑھ کر فارغ ہوئے تھے کہ عصر کا وقت شروع ہو گیا اور ہم نے عصر پڑھ لیا۔ دیکھئے ظہر اور عصر دونوں اپنے اپنے وقتوں ہی میں پڑھی گئیں۔ مگر سورۃ و فعل دونوں نمازیں جمع کر کے پڑھی گئیں ہیں۔ جمع حقیقی جس کو وقتی بھی کہتے ہیں وہ یہ ہے کہ ایک نماز کو دوسری نماز کے وقت میں جمع کر کے پڑھنا۔ یعنی ظہر کا وقت نماز کا شروع ہوا۔ تو اب ظہر کو عصر کے وقت ظہر پڑھ لیا جائے۔ حضرت امام شافعی و مالک و احمد بن حنبل کا مسلک یہ ہے۔ قنڈر کی وجہ سے (مثلاً سفر جو یا مرض جو) تو اس صورت میں ایک نماز کو دوسری نماز کے وقت میں لا کر پڑھنا جائز ہے۔ یہ حضرات جن حدیثوں سے کہتے ہیں۔ ان کے مضمون یہ ہیں:۔

اولیٰ۔ حضرت ابن عباس کہتے ہیں کہ حضورؐ علیہ السلام نے مدینہ میں آنے کے بعد ظہر و عصر کی اور شام و عشاء کی پڑھی۔

دوم۔ معاویہ بن جبلی کہتے ہیں کہ حضورؐ نے غزوہ تبوک میں ظہر و عصر اور مغرب اور عشاء کو جمع کر کے پڑھا۔ (طحاوی)

سوم۔ حضرت عبداللہ بن عباس فرماتے ہیں کہ جب حضورؐ سفر میں ہوئے تو مغرب و عشاء اور ظہر و عصر کو جمع فرمایا۔ (بخاری)

یہ ادا کسی مضمون کی اور بھی متعدد احادیث ہیں جن سے (۱) شافعی و مالک و احمد بن حنبل نے یہ سمجھا کہ قنڈر کی وجہ سے

دونوں کو وقت واحد میں پڑھ لیتا جائز ہے (یعنی جمع حقیقی)۔ لیکن ان حضرات ہالہ سے مذکورہ بالا فقہوں کا مکتبہ دو

درست نہیں اور جہاں تک دلائل کا تعلق ہے۔ اس باب میں احناف کا موقف بہت قوی ہے جس کی تقریر یہ ہے:۔

۱۔ نماز کے اوقات کا مقررہ معین ہونا قطعی اور متواتر ہے۔ ہر نماز کو اس کے وقت میں پڑھنا فرض ہے اور جہاں جہاں

یہ ایک حکم آیا ہے۔ سب کا اتفاق ہے۔ اس سے قادیانوں کے دقت میں پڑتا اور اس کے آداب کا لحاظ رکھنا مراد ہے غرضیکہ کتاب
ست کی انصوف صریح سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ ہر نماز کا وقت مقرر ہے۔ احادیث متذہبہ میں نماز کا وقت پر پڑھنے کی تاکید اور بے وقت بلکہ
تکروہ میں پڑھنے پر وعید شدید آئی ہے اور اس کو منافقین کا عمل قرار دیا گیا۔ جبکہ اگر کتاب کے ابتدائی صفحات میں مفصل بیان ہوا۔
احادیث جتنے ہیں انصوفین کے وہ معنی مراد لے جانے پر نہیں جو انصوف صریح کے منافی نہ ہوں اور خود احادیث میں تصانف دو صفحات
پر مذکور ہیں۔ پس وہ احادیث جن میں دو نمازوں کے جمع کرنے کا ذکر ہے۔ ان میں جمع سے جمع حقیقی ہرگز مراد نہیں بلکہ صوری مراد ہے اور
صوری مراد جو کہ را اختلاف کے باکس محتمل دلائل موجود ہیں۔ جن میں سے چند یہ ہیں :-

یہ سورہ شکران ہے۔ اس میں اللہ تعالیٰ کی حمد و ثناء ہے۔ اور اس میں ہے کہ جو اللہ تعالیٰ سے شکر کرے وہ اس کی رحمت سے مستحق ہوگا۔

وما يدل على تعين حمل حديث الباب على الجميع التصوري ما أخرجه الشافعي عن ابن عباس من بل فقط قلت
لذي صلى الله عليه وسلم الظهر والعصر جميعا ثم أتوه من المسجد فخرجوا من المسجد فخرجوا من المسجد فخرجوا من المسجد
سوري ما أخرجه ابن جرير عن ابن عمر قال خرج علينا رسول الله صلى الله عليه وسلم فخرجوا من المسجد فخرجوا من المسجد
يفعل العصر فخرجوا من المسجد فخرجوا من المسجد فخرجوا من المسجد فخرجوا من المسجد فخرجوا من المسجد فخرجوا من المسجد

انہاں نافع فرماتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما ایک زمین کو گنتے جاتے جاستہ کسی نے کہا آپ کی زوجہ صفیہ بنت ابی
سخت بیمار ہیں۔ شاید ہی آپ زندہ پائیں۔ یہ سن کر حضرت نے ان کے ساتھ ایک مرد قریشی تھا۔ سورج تروب کیا اور آپ نے
آپ کی آنکھ پر دھری اور میں نے ہمیشہ ان کی عادت یہی پائی تھی کہ ہرگز محافطت فرماتے تھے۔ جب دیر نکالی۔ میں نے کہا۔ نماز ادا
۔ بروم کرے۔ تو انھوں نے میری طرف پیر دیکھا اور آگے روانہ ہوئے۔

جب شفق کا اخیر حصہ رہا اتر کر مغرب پڑھیں پھر عشاء کی تکبیر
اس حال میں کہ کسی کہ شفق ڈوب چکا اس وقت عشاء پڑھیں۔
پھر ہماری طرف متوجہ ہو کر کہنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو جب
سفر کی جلدی ہوتی تو ایسا ہی کرتے۔

حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سفر میں ظہر کو دیکھتے اور عصر کو اول وقت میں پڑھتے۔ مغرب کو تاہم فرماتے اور صبح کو اول وقت پڑھتے۔

عاصم اہل عن ابی عثمان راوی ہیں کہ میں اور حضرت سعد بن
مالک حج کی جلدی میں کو محکمہ تک ظہر و عصر و عشاء کو یوں
جمع کرتے تھے کہ ظہر و مغرب دیر کر کے پڑھتے اور عصر و عشاء جلدی
میں تک کہ کو بیخ گئے۔

عبد الرحمن بن یزید کہتے ہیں کہ میں حج میں حضرت عبداللہ بن مسعودؓ

حتى إذا كان في آخر الشفق نزل فضلى
مغرب ثم أقام العشاء وقد توارى الشفق
حتى بدا شوا قبل علينا فقال ان رسول الله
إذا تعجل به السيد صنع هكذا - اسألوا الوالد
كان رسول الله صلى الله عليه وسلم يؤخر
العشاء ويقدم العشاء ويؤخر المغرب ويقدم
العشاء - (بخاري - احمد بن حنبل - طحاوي)

تجمع بين الظهر والعصر تقدم من هذه
آخر من هذه ويجمع بين المغرب والعشاء
عدم من هذه ولا يؤخر من هذه حتى قد حلت
سنة - (الماوي)

رحمت علیہم اللہ بن مسعود فی حجۃ فکان

يُؤَخِّرُ الْفَلَاحُ وَيُعِجِّلُ الْعَصْرُ وَيُؤَخِّرُ الْمَغْرِبُ وَ
يُعِجِّلُ الْعِشَاءَ وَيُسْقِطُ الصَّلَاةَ الْخَذَاةَ (طحاوی)

۵۔ ابو داؤد۔ باب متى یتم المسافر میں ہے کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم جب سفر فرماتے سورج ڈوبنے پر چلتے رہتے
کہ قریب ہوتا کہ تاریکی ہو جائے۔

حتیٰ تک اذان یُظَلَمُ ثم یُنزل فیصلی المغرب ثم یدعو
بعشاء کثیرة فیتعشی ثم یصلی العشاء ثم یرتحل فی یوم
یقول ھکذا کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یصنع

ان احادیث سے آفتاب نیروز کی طرح واضح ہوا کہ بعد دو نمازوں کو جمع کر کے پڑھا جائز ہے اور جمع کا طریقہ اور اس
بھی ان احادیث سے معلوم ہوگئی کہ دو نمازوں کو جمع کرنا اس طرح نہ تھا کہ ایک نماز کو دوسری نماز کے وقت میں جمع کر کے پڑھا
جمع حقیقی) بلکہ جمع کی صورت یہ تھی کہ آپ مغرب کو اس کے اخیر وقت میں پڑھتے کہ فراغت کے بعد عشاء کا وقت شروع
عشاء ادا فرماتے۔ یعنی حضور علیہ السلام ہر نماز کو اس کے معین وقت ہی میں ادا فرماتے تھے مگر کبھی عذر سفر وغیرہ کی وجہ سے
صورۃ وفعلاً جمع فرماتے تھے جس سے اس امر کی وضاحت ہوتی ہے کہ وہ احادیث جنہیں امام شافعی پیش کرتے ہیں
جمع صوری ہی مراد ہے حقیقی مراد نہیں۔ بخاری و مسلم میں ہے :-

قَالَ مَا دَأَبْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
صَلَاةَ صَلَاةٍ قَطُّ فِي غَيْرِ وَقْتِهَا إِلَّا أَنَّهُ جَمَعَ بَيْنَ
الصَّلَاةَيْنِ لِيَجْمَعَ الْخ (بخاری و مسلم و طحاوی ج ۱ ص ۲۳)

اس حدیث سے یہ ثابت ہوا کہ حضور علیہ السلام نے کبھی دو نمازوں کو اس طرح جمع نہیں کیا کہ وقت واحد میں دو نمازوں
ہو۔ لہذا ضروری ہے۔ جن احادیث میں جمع کا ذکر ہے اس میں جمع صوری مراد لی جائے اور اگر جمع حقیقی مراد لی جائے گی تو اس
ایک تو کتاب و سنت کی نفی صریح کا خلاف ہوگا۔ دوسرے خود احادیث میں تضاد و تخالف پیدا ہو جائے گا اور یہ تضاد و تخالف
حقیقت میں قبیح نہیں۔ محض اس وجہ سے پیدا ہو رہا ہے کہ احادیث جمع میں جمع حقیقی مراد لی جا رہی ہے۔ اس کے علاوہ
جمع حقیقی کے قائل ہیں وہ یہ بھی کہتے ہیں کہ نمازوں میں جمع حقیقی بلا عذر جائز نہیں ہے حالانکہ احادیث میں حضور علیہ السلام
بھی جمع کرنا ثابت ہے جیسا کہ ترمذی کی حدیث میں ہے۔

عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
جَمَعَ بَيْنَ الظُّلُمِ وَالْعِشَاءِ بِالْمَدِينَةِ وَالْمَغْرِبِ
وَالْعِشَاءِ مِنْ غَيْرِ خَوْفٍ وَلَا سَفَرٍ وَلَا مَطْلَبٍ
(عاشیرہ ترمذی مع شرح تحفۃ الاخری ج ۱ ص ۱۱۴)

عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ جَمَعَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَيْنَ الظُّلُمِ وَالْعِشَاءِ وَبَيْنَ الْمَغْرِبِ
وَالْعِشَاءِ بِالْمَدِينَةِ مِنْ غَيْرِ خَوْفٍ وَلَا مَطْلَبٍ وَرَمَى

کے ہمراہ رکاب تھا۔ آپ ظہر میں دیر فرماتے اور عصر میں
مغرب میں تاخیر اور عشاء میں جلدی اور صبح کی نماز کو شن کرتے
۵۔ ابو داؤد۔ باب متى یتم المسافر میں ہے کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم جب سفر فرماتے سورج ڈوبنے پر چلتے رہتے

پھر آکر مغرب پڑھتے۔ پھر کھانا منگا کر تناول فرماتے
پڑھ کر کوچ کرتے اور فرماتے حضور علیہ السلام اسی طرح
تھے۔ علامہ عینی نے فرمایا اس حدیث کی سند میں کوئی نقص
ان احادیث سے آفتاب نیروز کی طرح واضح ہوا کہ بعد دو نمازوں کو جمع کر کے پڑھا جائز ہے اور جمع کا طریقہ اور اس
بھی ان احادیث سے معلوم ہوگئی کہ دو نمازوں کو جمع کرنا اس طرح نہ تھا کہ ایک نماز کو دوسری نماز کے وقت میں جمع کر کے پڑھا
جمع حقیقی) بلکہ جمع کی صورت یہ تھی کہ آپ مغرب کو اس کے اخیر وقت میں پڑھتے کہ فراغت کے بعد عشاء کا وقت شروع
عشاء ادا فرماتے۔ یعنی حضور علیہ السلام ہر نماز کو اس کے معین وقت ہی میں ادا فرماتے تھے مگر کبھی عذر سفر وغیرہ کی وجہ سے
صورۃ وفعلاً جمع فرماتے تھے جس سے اس امر کی وضاحت ہوتی ہے کہ وہ احادیث جنہیں امام شافعی پیش کرتے ہیں
جمع صوری ہی مراد ہے حقیقی مراد نہیں۔ بخاری و مسلم میں ہے :-

حضرت عبداللہ بن مسعود کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ
علیہ وسلم کو کبھی ایک وقت میں دو نمازوں کو جمع کرتے
دیکھا سوائے مقام جمع کے یعنی مزدلفہ

اس حدیث سے یہ ثابت ہوا کہ حضور علیہ السلام نے کبھی دو نمازوں کو اس طرح جمع نہیں کیا کہ وقت واحد میں دو نمازوں
ہو۔ لہذا ضروری ہے۔ جن احادیث میں جمع کا ذکر ہے اس میں جمع صوری مراد لی جائے اور اگر جمع حقیقی مراد لی جائے گی تو اس
ایک تو کتاب و سنت کی نفی صریح کا خلاف ہوگا۔ دوسرے خود احادیث میں تضاد و تخالف پیدا ہو جائے گا اور یہ تضاد و تخالف
حقیقت میں قبیح نہیں۔ محض اس وجہ سے پیدا ہو رہا ہے کہ احادیث جمع میں جمع حقیقی مراد لی جا رہی ہے۔ اس کے علاوہ
جمع حقیقی کے قائل ہیں وہ یہ بھی کہتے ہیں کہ نمازوں میں جمع حقیقی بلا عذر جائز نہیں ہے حالانکہ احادیث میں حضور علیہ السلام
بھی جمع کرنا ثابت ہے جیسا کہ ترمذی کی حدیث میں ہے۔

حضرت ابن عباس فرماتے ہیں کہ حضور نے ظہر و عصر
مغرب و عشاء کو مدینہ میں بغیر خوف و سفر و بارش
کیا

حضرت ابن عباس فرماتے ہیں کہ حضور علیہ السلام
مدینہ میں ظہر و عصر کو مغرب و عشاء کو بغیر خوف و بارش
جمع کیا۔

ابو قاسمین جمع حقیقی کو چاہیے تھا کہ وہ اس حدیث میں بھی جمع حقیقی مراد لیتے مگر وہ بجا آئے اس کے جمع صوری مراد لیتے ہیں۔
 (بیل الاوطار ج ۳ صفحہ ۱۰۸ و تحفۃ الاحرف ج ۱ صفحہ ۱۹)

جس سے یہ بات کھل جاتی ہے کہ احادیث جمع میں اختلاف تین میں جمع سے مراد ہی وہ اصل جمع صوری ہے اور حضور کے لئے
 وقت منقطع و سفر جمع صوری بیان ہوا ہے کہ اتھرت حدیث میں منسلک نہ ہو۔ چنانچہ ابو سعید خدریؓ میں جناب فاروق اعظم
 حضرت سعد بن ابی وقاصؓ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ و عبداللہ بن عمروؓ و ابی بن کعبؓ و عائشہ صدیقہؓ اور تابعین میں حضرت عمر بن عبدالعزیزؓ
 و سالم بن عبداللہ بن عمرؓ و علقمہؓ و اسود بن یزیدؓ و یحییٰؓ و امام حسن بصریؓ ابن سیرینؓ و امام ابراہیمؓ و یحییٰؓ و کھول شامیؓ و جابر بن زبیدؓ و امام عمرو
 و یار و حماد و امام اہل سیدنا امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم اور جمع تابعین میں امام سفین ثوریؓ۔

لیث بن سعدؓ و تاشی ابو یوسفؓ و امام ابو سعید احمدؓ و محمد اشجیانیؓ و امام زکریاؓ و ابی ہریرہؓ و مالک بن انسؓ اور امام عبد الرحمن
 بن عوفؓ و قلیبہ امام مالکؓ و امام عیسیٰ بن ابانؓ و امام ابو جعفر احمد بن سلامؓ و مسری و خیر بن احمدؓ و احمد بن حنبلہؓ و احمد بن حنبلہؓ و احمد بن حنبلہؓ
 و عمر بن عوف و عثمان بن مازن کے سوا و نمازیں کا قصد ایک وقت میں جمع کرنا سفر حضرت ابو ہریرہؓ کسی طرح جائز نہیں۔ البتہ
 جمع صوری جائز ہے۔ یہاں کہ مذکور بالا احادیث سے بالقرین و واضح ثابت ہے۔

وقت ظہر اور اس کے دلائل کا بیان | واضح ہو کہ ابتداء وقت ظہر میں تو کسی کا اختلاف نہیں البتہ انتہا وقت ظہر میں اختلاف ہے
 اسی وجہ سے ابتداء وقت ظہر میں بھی اختلاف ہو جاتا ہے۔ احناف کے نزدیک وقت
 ظہر آفتاب ڈھلنے سے اس وقت تک ہے کہ ہر چیز کا سایہ علاوہ سایہ اصلی کے دو چند ہو جائے اور وقت عصر سوا سایہ اصلی کے
 تک سایہ ہونے سے آفتاب ڈوبنے تک ہے۔ اس سلسلہ کی چند حدیثیں یہ ہیں :-

دلیل اول۔ ان اول وقت صلاۃ الظہر حسین | حضور علیہ السلام نے فرمایا نماز ظہر کا اول وقت سورج ڈھلنے
 وک الشمس (رواہ الامام ابو داؤد و الترمذی و ابن ابی شیبہ و ابن ماجہ و ترمذی) پر ہے۔
 اس سے ثابت ہوا کہ ظہر کا وقت اول آفتاب ڈھلنے کے بعد ہے۔

دلیل دوم۔ حضرت ابو ذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا۔ ایک سفر میں ہم حضور کے ہمراہ تھے کہ مونہ نے ظہر کی اذان پائی
 تو حضور نے فرمایا۔ وقت ٹھنڈا کر۔ کچھ دیر بعد انھوں نے پھر ارادہ کیا فرمایا۔ وقت ٹھنڈا کر۔ یہاں تک کہ ہم نے دیکھا کہ
 حتیٰ ساوی النفل السلول | نیل کا سایہ ان کے برابر آگیا۔

حضور علیہ السلام نے فرمایا۔ گرمی کی شدت جہنم کے جوش سے ہے تو اس میں نماز ظہر ٹھنڈے وقت میں پڑھو۔ (بخاری و ترمذی)
 سے کہ ٹھیک دوپہر خصوصاً موسم گرما میں کہ وہی زمانہ ابراہیمؑ سے۔ شیوں کا سایہ بالکل نہیں ہوتا۔ بہت دیر کے بعد جوتا ہے چنانچہ
 جل ابو ذرؓ کی نوری شامی شرح مسلم میں فرماتے ہیں اور علامہ شوکانی نیل میں لکھتے ہیں۔

سول منبسطۃ علیہ منبسطۃ ولا یصلو لھا فی | جیسے زمین پر پھیلے ہوئے ہیں نہ کہ بلند عادت ان کا سایہ نہیں
 عادۃ الا بعد ذوال الشمس بکثیر (نوری شرح مسلم) پڑتا مگر سورج ڈھلنے سے بہت دیر کے بعد۔
 اور علامہ امام ابی اثیر جزری شامی تمایہ میں لکھتے ہیں۔

منبسطۃ لھا ظل الا اذا ذهب | نیلے پست ہوتے ہیں ان کے لئے سایہ ظاہری نہیں ہوتا مگر
 الوقت الظہر (تمایہ۔ بیل الاوطار ج ۳ صفحہ ۱۰۸) جب ظہر کا اکثر وقت جاتا ہے۔

پس اگر شاہد کی شہادت اور مشاہدہ عقل و قواعد عقل سے ثابت ہوا کہ ٹیلوں کے سامنے کی ابتدا زوال سے بہت دیر تک ہوتی ہے تو ظاہر ہے کہ سایہ ٹیلوں کے برابر اس وقت پہنچے گا جب بلند چیزوں کا سایہ ایک شکل سے بہت گزر جائے گا اور اس تک کے لئے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے گرمیوں میں ظہر ٹھنڈی کرکٹ کا حکم دیا اور اس کے بعد مؤذن کو اجازت اذان تو بلاشبہ دوسری مثل میں وقت ظہر باقی رہنا ثابت ہوا۔ چنانچہ ہمارے امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مذہب ہے۔

دلیل سوم۔ یہ کہ نماز عصر کا وقت پیشتر ظہر کے وقت سے کم ہونا چاہیے اور یہ اسی صورت میں ہو سکتا ہے جب کہ یہ مانا جائے کہ ظہر کا وقت دو مثل سایہ تک رہتا ہے اور عصر کا وقت دو مثل سایہ سے شروع ہوتا ہے اور اگر یہ مانا جائے کہ عصر کا وقت ایک مثل شروع ہو جاتا ہے تو اس صورت میں وقت عصر ظہر کے برابر بلکہ بعض دنوں میں ظہر سے بڑھ جائے گا اور یہ بات بخلاف تشریفات کی خلاف ورزی ہے۔ جس میں حضور علیہ السلام نے اپنی امت کی مثال یہود و نصاریٰ کے مقابل اس طرح دی ہے جیسے کوئی شخص کس کو صبح سے دوپہر تک ایک قیراط اجرت پر دو سو روپے مزدور کو دوپہر سے نماز عصر تک ایک قیراط اجرت پر اور تیسرے کو نماز عصر سے غروب شمس تک دو قیراط اجرت پر لے۔ پہلے مزدور ہو وہیں اور دوسرے نصاریٰ اور تیسرے مزدور مسلمان ہیں اور مقصود ظہر ہے کہ یہود و نصاریٰ کے عمل کی مدت زیادہ ہے اور مسلمانوں کی مدت عمل مختصر ہے۔ اگر مزدور ہی دگنی ہے۔ پس اگر عصر کا وقت سایہ سے شروع مانا جائے تو ظہر کے برابر بلکہ کبھی کبھی اس سے زیادہ ہو جائے گا اور اس صورت میں یہ مثال جو حضور علیہ السلام نے ہے درست نہیں آئے گی۔ لہذا ماننا پڑے گا کہ ظہر کا وقت شروع ٹھیلنے سے دو مثل سایہ تک رہتا ہے اور دو مثل سایہ چھٹنے سے عصر کا وقت شروع ہوتا ہے۔

دلیل چہارم۔ حدیث امامت جبرئیل بروایت ترمذی و ابوداؤد و عن ابن عباس میں ہے کہ حضرت جبرئیل امین نے صحابہ بعد غزیت نماز حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی امامت کے پہلے دن ظہر سے فجر تک پانچوں نمازیں ادا کی تھیں اور پھر چھٹی دن ہر نماز آخر وقت میں اس کے بعد گزراش کی الوقت کا بین الوقتین۔ وقت ان دنوں وقتوں کے بیچ میں سے اس سلسلہ کی حدیث ابوداؤد، ترمذی و ابن حبان و حاکم بروایت عبد اللہ بن عباس میں ہے کہ حضور علیہ السلام نے فرمایا۔

صَلَّى بِي الْعَصْرُ حِينَ كَانَ ظِلُّهُ فَلَمَّا كَانَ الْعَدَدُ | جبرئیل امین نے میرے ساتھ عصر اس وقت پڑھی جب ایک مثل ہوا اور دوسرے دن ظہر اس وقت پڑھی جب ایک مثل سایہ تک پہنچا۔

ان احادیث میں جو وقت کل کی عصر سے متعلق ہے وہی وقت آج کی ظہر کے متعلق بھی ہے۔ یعنی کل کی عصر ایک مثل سایہ سے پڑھائی اور آج کی ظہر بھی اس وقت پڑھائی جب کہ ایک مثل سایہ ہوا اور روایت ترمذی تو صاف صاف ہے کہ آج کی ظہر اس وقت جس وقت کل عصر پڑھی تھی۔ چنانچہ ترمذی کے لفظ یہ ہیں۔ صَلَّى الْعَصْرَ الشَّامِيَةَ الظُّهْرَ حِينَ كَانَ ظِلُّ كُلِّ شَيْءٍ مِثْلًا لِقَوْلِهِ الْعَصْرُ بِالْأَيْمَنِ۔ ملائکہ مقصود اوقات کی تمیز اور ہر نماز کا اول و آخر وقت جدا جدا مانا ہے اور ان احادیث میں آخر ظہر کا بعینہ اول وقت عصر کا معلوم ہوتا ہے اور حدیث مسلم سے ثابت ہے کہ عصر کا وقت اس وقت تک نہیں ہوتا جب تک کہ ظہر باقی رہے چنانچہ حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

وَقْتُ الظُّلِّ إِذَا زَالَتِ الشَّمْسُ وَكَانَ ظِلُّ الرَّجُلِ | اول وقت ظہر کا اس وقت ہے۔ جب آفتاب ڈھل جائے کُطُولُهُ هَالِكًا يَحْضُرُ الْعَصْرُ وَوَقْتُ الْعَصْرِ مَا لَوْ | سایہ انکے قد کی درازی کے برابر ہو جائے اور اس وقت تک رہتا ہے۔

نہ اربع انگری کہتے ہیں کہ وقت ظہر ایک مثل سایہ ہوئے پر مستم ہوجاتا ہے اور ایک مثل کے بعد عصر کا وقت شروع ہوجاتا ہے۔ وہ حدیث جبرئیل ہی سے مستند ہے۔

سُقْرُ الشَّمْسِ - نماز عصر کا وقت نہ ہوا اور وقت (کامل) عصر کا اس وقت تھا کہ جب تک آفتاب زرد نہ ہو جائے۔

سورة باب مراقبت القلوة صلا (بروایت صحیح مسلم) اور حضرت عبداللہ بن عمر سے روایت ہے۔ حضور علیہ السلام نے فرمایا کہ صلاۃ الظہر ما لیس فیہ فی الغصہ وقت العصر وقت العصر ما لیس فیہ فی الشمس (امد نسائی ابو داؤد و ترمذی) اور حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے۔ فرمایا۔

ظہر الى الغصہ وقت العصر الح (رواہ ابن ابی شیبہ) ظہر کا وقت عصر تک ہے اور عصر اور مغرب تک اور مغرب کا عشاء تک اور عشاء کا فجر تک۔

الاعادیت صحیحہ سے واضح ہو گیا کہ حدیث امامت جبریل بروایت ترمذی جس سے آخر وقت ظہر کا اول وقت عصر کا ہونا ثابت تھا منسوخ ہے اور حضور علیہ السلام نے اپنے صاف و پھر صحیح ارشاد سے یہ بات مقرر کر دی کہ جب تک ظہر کا وقت باقی رہے عصر تک نہیں ہوتا۔ اور حدیث مسلم سے جواز ظہر بعد ایک مثل بھی ثابت ہو گیا کہ جب ہر چیز کا سایہ سوا سایہ اصل کے ایک مثل ہو تو یہ بھی ظہر ہی کا وقت ہے۔ لہذا جب ظہر و عصر میں اشتراک وقت کا ہونا منسوخ ہوا تو اب واضح ہو گیا کہ ظہر کا وقت زوال سے لے کر دو مثل سایہ ہونے تک رہتا ہے کیونکہ حدیث جبریل میں یہ بھی ہے۔

صلی الى الغصہ حین کان ظلہ مثلہ (دوسرے جبریل امین شخص جب پڑھائی ہو کہ ہر چیز کا سایہ دو مثل ہو گیا اس وقت دو مثل سایہ ہونے کے بعد شروع ہوتا ہے اور اس میں سب کا اتفاق ہے۔ عصر کا وقت غروب آفتاب تک رہتا ہے تاہم واضح ہو کہ حدیث امامت جبریل سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ ایک مثل پھر ظہر کا وقت ختم نہیں ہوتا بلکہ بعد مثل دونوں نمازوں میں وقت مشترک ہونا مستفاد ہوتا ہے۔ اس کے دفع میں مولوی نذیر حسین دہلوی جو حضرات غیر مقلدین کے اہم ہیں۔ اس کے شواہد کی تقلید جاد میں مبتلا ہو کر لگا لگا کر۔

روایت نسائی کے معنی یہ ہیں کہ آنحضرت نے پہلے دن عصر جب پڑھی کہ ایک مثل سایہ آگیا اور دوسرے دن ظہر سے ایک مثل پر فارغ ہوئے۔

لیکن حدیث نسائی کے یہ معنی کسی طرح بھی ٹھیک نہیں بیٹھتے۔

(۱) حدیث جبریل بروایت جابر نسائی میں یوں ہے کہ جبریل امین بھنور نبوی اس وقت حاضر ہوئے۔ جیکہ ہر شخص کا سایہ اس کی مثل تھا تو عصر پڑھی۔ پھر دوسرے دن اس وقت آئے جب کہ ہو گیا تھا سایہ آدمی کا اس کے برابر پس ظہر پڑھی۔

کان الظل مثل شخصہ فصلی الغصہ ثم فی ایوم الثانی حین کان ظل الی جبل شخصہ فصلی الظہر

۲۔ دوسری روایت میں ہے۔

مکث حتی اذا کان فی الرجل مثله للعصر فقال قریا مجید فصل العصر ثم جاء الخد کان فی الرجل مثله فقال قم یا صاحبہ

پھر ٹھہرے یہاں تک کہ جب ہو گیا سایہ آدمی کا اس کی مثل تو عصر کے لیے آئے تو عرض کی حضور عصر پڑھئے۔ پھر دوسرے دن اس وقت آئے جب کہ ہوا سایہ آدمی کا اس کی مثل اور عرض کی

فصل القلم

فکر پڑھئے۔

۴۔ دارقطنی و طبرانی و ابوسعید مرکی یہاں بروایت عقبہ بن عمرو و بشیر بن عقبہ از سند اسحاق میں بروایت ابی مسعود و بندر
تعلیٰ القاسم نویں ہے۔

بقاؤہ حین کان ظل کل شیئ مثله فقال یا
محمد صل العصر فصلى ثم جاءه الغدحين کان
ظل کل شیئ مثله فقال صل الظهر فصلى
ثم اور حدیث سائل روایت عبد اللہ بن قیس البداءنی میں یوں ہے۔

اَمَّا بِلَوْلَا فَاقَامَ الْعَجُزُ حَيْثُ الشَّقِ وَالْخَفِوْلَمَ
فَاقَامَ الظُّهْرُ فِي وَقْتِ الْعَصْرِ الَّذِي كَانَ قَبْلَهُ

ان سب حدیثوں میں تصریح ہر طرح سے کہ جب تک اہل ایمان علیہ الصلوٰۃ والسلام والتسلیم نہ رہے اس وقت ہونے والا ایک شکل کو پہنچ چکا تھا۔ اس وقت نماز نہ رکھنے کے لئے حرج کی اور حضورؐ نے نماز پڑھنی۔ اس کے یہ معنی کیونکر ممکن ہیں کہ ختم شکل سے نماز ہونے لگے۔ اسی طرح حدیث میں تو اور زیادہ تصریح ہے کہ ایک شکل سایہ ہونے کے بعد حضرت بلالؓ نے نماز کی گئی تو ایسی صورت میں ایک شکل نماز کیا؟ البتہ ان حدیثوں سے مسلک حنفیہ کو بہت تقویت پہنچ گئی اور یہ ثابت ہو گیا کہ نماز ہونے کے بعد حضورؐ نے نماز پڑھنی یعنی ایک شکل سایہ ہونے کے بعد عصر کا وقت شروع نہیں ہوتا بلکہ ظہر کا ہی وقت رہتا ہے علامہ عینی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ اگرچہ عصر و ظہر کے وقت کے متعلق تمام لوگ حضرت امام اعظم علیہ الرحمۃ کے خلاف ہیں۔ مگر مسلک حدیث سے ثابت ہے تو پھر مخالفت کو دل چیر نہیں ہے اس کے بعد حسب ذیل دو حدیثیں مسلک امام کے ثبوت میں تحریر فرمائی ہیں اور حدیث جابرؓ سے ہے کہ حضورؐ نے ہمیں اس وقت پڑھائی جب کہ ہر شے کا سایہ اس کی دو شکل ہو گیا۔ اسے سوار کے "ذی الحلیفۃ عقیق" سے منقول ہے۔

وحدیث علی بن شیبان قال قد منا علی
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم المدینۃ فکان
یؤخرو العقیس ما دامت الشمس بیضاء نقیة -
(رواہ الروادور ابن ماجہ - عینی ج ۲ صفحہ ۵)

محققان یہ ہیں وہ چند دلائل جن سے مسلک حنفیہ کا اثبات ہوتا ہے۔ تفصیل کے لئے علماء دینی و نبیل الادوار علیہم السلام کا مطالعہ کرنا چاہیے۔ ان سے یہ واضح ہوتا ہے کہ اگرچہ مسلک حنفیہ فیر ہے مگر غیر مقلدین کا یہ کہنا کہ ظہر وعصر کے متعلق احناف کا مسلک بالکل بے بنیاد ہے اور حدیث کے بالکل خلاف ہے۔ یہ سخت زیادتی اور جرح ظلم ہے۔ یہ ہو سکتا ہے کہ جہور کا مذہب عند اللہ درست ہو اور یہ بھی ممکن ہے احناف کا مسلک عند اللہ صحیح و صواب ہو مگر یہ کہنا کہ احناف حدیث کے مقابل قول امام کو ترجیح دیتے ہیں اور حدیث نہیں مانتے۔ یہ محض اتہام والزام ہے اور مسائل فروعیہ میں کسی بھی کو دیا تیار شخص کے نزدیک اس قسم کے انداز کی حوصلہ افزائی نہیں کی جائے۔

بَابُ وَقْتِ الْعَصْرِ

باب عصر کی نماز کے وقت کے بیان میں

اس عنوان کے تحت امام نے حضرت عائشہؓ سے جو حدیثیں روایت کی ہیں، ان کے الفاظ یہ ہیں :-

حضرت عائشہؓ نے فرمایا نبی صلی اللہ علیہ وسلم عصر کی نماز اس وقت پڑھتے کہ سورج ابھی ان کے چہرہ میں ہی ہوتا۔

(۲۱) اور سورج ان کے چہرہ میں ہی ہوتا اور سایہ ظاہر نہ ہوتا۔

(۲۲) اور دھوپ میرے چہرہ میں ہوتی اور سایہ نہ پھیلا ہوتا۔

عَائِشَةُ قَالَتْ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلَّى الْعَصْرَ وَالشَّمْسُ كَرَفِخٍ مِمَّنْ حَجَرَتْ بَيْنَهَا شَمْسٌ طَائِفَةً فِي حَجَرَاتِي وَلَمْ يَطْفَأِ الْغَيْثُ شَمْسٌ فِي حَجَرَاتِهَا لَمْ يَطْفَأِ الْغَيْثُ مِنْ حَجَرَاتِ بَيْنَهَا

وَالشَّمْسُ فِي حَجَرَاتِي - شمس سے اور دھوپ سے۔ مطلب حدیث یہ ہے کہ حضور علیہ السلام نے عصر کی نماز کی

وقت پڑھی جب کہ دھوپ حضرت عائشہ صدیقہؓ کے چہرہ میں موجود تھی (۲۱) خط کشیدہ جموں سے حضرت ام شامیہؓ کی روایت

یہ اس لئے کہ عصر کی نماز کرنی چاہیے۔ لیکن علامہ عیسیٰ بن سلیمانؒ اس کے جواب میں لکھا ہے کہ چہرہ میں دھوپ اس لئے بالیٰ رہتی تھی کہ اس کی سایہ پڑھیں۔ اس لئے چہرہ سے دھوپ جب جاتی تھی جگر آفتاب قریب مذہب ہوتا لہذا اس حدیث سے بکاسے تعیل کے تاخیر نہ ہوتی۔

اور جہاں تک ہم سے ان احادیث پر غور کیا تو اس نتیجہ پر پہنچے ہیں کہ احادیث زر بحث سے عصر کی ابتداء و انتہا وقت کے قطعی

نہ ہوتی

فیصلہ کرنا تو بہت مشکل ہے البتہ جو بات صاف اور صریح طور پر واضح ہو رہی ہے وہ صرف یہ ہے کہ حضور علیہ السلام نے عصر اس وقت پڑھی جب کہ چہرہ صدیقہؓ میں دھوپ موجود تھی جس سے واضح ہوا کہ عصر ایسے وقت میں نہ پڑھنی چاہئے کہ قرص آفتاب میں زردی نہ ہو اور اس کی روشنی میں تصویر بدلا ہو جائے۔ یعنی اس پر یہ سبب ہوتا ہے تکلف و تھکاؤ قائم ہونے لگے۔ بلکہ عصر ایسے وقت میں ادا کی جائے کہ آفتاب صاف و شفاف اور روشن ہو۔

ابو ہریرہؓ اسلی نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عصر کی نماز

جسے تم پہلی نماز کہتے ہو اس وقت پڑھتے جب سورج ڈھل جاتا اور عصر

کی نماز پڑھتے پھر اس کے بعد ہم میں سے کوئی اپنے گھر کو جو دیر کے اخیر

میں جاتا یا پیچھا اور سورج کی چمک قائم رہتی اور ابو ہریرہؓ نے کہا مغرب

کی نماز کے بارے میں جو کچھ کہا وہ میں ایسا ہی سنا ہوں کیا اور حضورؐ عشاء کی نماز

جس کو تم عتر کہتے ہو دیر کرنا پسند کرتے اور عشاء سے قبل سبوتا اور اس کے

بعد ہمیں کرنے کو حضورؐ نا پسند فرماتے تھے اور حضورؐ نماز فجر صبح پڑھتے جیسا کہ

اپنے ساتھ لے کر چھان لیتا اور آپؐ کو فجر میں کھانا پکایا گیا اور کھانا پکایا گیا پڑھتے

امام نے اسی مضمون کی دو حدیثیں اور لکھی ہیں جنہیں

فَقَالَ كَانَ يُصَلِّيُ اللَّهَ جَعِلَ الَّتِي تَدْعُوْنَهَا

رَبِّي حِينَ تَدْعُو الْعَصْرَ وَالشَّمْسُ وَ يُصَلِّيُ الْعَصْرَ ثُمَّ

يَجْعَلُ أَحَدَنَا إِلَى رَحْلِهِ فِي أَقْصَى الْمَدِينَةِ وَالشَّمْسُ

حَيَّةٌ وَلَسَيْتُ مَا قَالَ فِي الْمَغْرِبِ وَكَانَ يَسْتَحِبُّ

بِالْوَحْيِ مِنَ الْعِشَاءِ الَّتِي تَدْعُوْنَهَا الْعَتَمَةُ

فَإِنْ يَسْكُرُهُ النَّوْمُ قَبْلَهَا وَالْحَدِيثُ لَعَدَهَا وَ

إِنْ يَنْقُضُ مِنْ صَلَوةِ الْعَدَاةِ حِينَ يَعْرِفُ الرَّجُلُ

حَلْسَهُ وَيَقْرَأُ بِالنَّبِيِّ إِلَى الْمَأْمُورَةِ - (بخاری)

حدیث باب وقت الظهر عند الزوال میں صحیح تعمیر و ترجمان کے گذر چکی ہے۔ امام نے اسی مضمون کی دو حدیثیں اور لکھی ہیں جنہیں

ہم بیان کیا ہو رہے ہیں۔

قَالَ لَنَا نُصَلِّيُ الْعَصْرَ ثُمَّ يَذْهَبُ الذَّاهِبُ

إِلَى قُبَابٍ رَفِيعًا يَسْهُوُ وَالشَّمْسُ مَرْقِطَةٌ وَابْتِكَاءُ

حضرت انس بن مالکؓ کہتے ہیں کہ ہم عصر کی نماز پڑھتے پھر

ہم سے کوئی قبا جاتا اور وہاں پہنچ جاتا تو پھر بھی سورج بند ہوتا۔

قَالَ كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّيُ الْعَصْرَ وَالشَّمْسُ مِمَّا لَوَعَةُ حَيْثُ قَدْ هَبَّ الدَّاهِبُ إِلَى الْعَوَالِي فَيَا تَبَهُمُ وَالشَّمْسُ مِمَّا لَوَعَةُ وَبَعْضُ الْعَوَالِي مِنَ الْمَدِينَةِ عَلَى أَنْ لَوَعَةُ أَهْبَالٍ أَوْ تَحْوٍ ۝

حضرت انس نے فرمایا کہ حضور علیہ السلام عصر وقت پڑھتے کہ سورج بلند اور تیز ہوتا۔ پھر کوئی جانب منہ رکھ کے بالائی حصہ کو جاتا۔ وہاں پہنچ جاتا اور سورج بلند ہوتا۔ بعض احوال مدینہ سے چار میل پر یا کچھ ایسے جگہ تھے۔

فوائد و مسائل

ان حدیثوں کے مسائل یہ ہیں۔ باجرہ تھیک وہ پہری گو کہتے ہیں اولیٰ ظہر کو پہلی نماز اس لئے کہا گیا کہ اس میں نے صبح امراء جب نمازیں پڑھ کر آگیاں تو سب سے پہلے ظہر پڑھی تھی۔ مدحی کے معنی مدح یعنی حضور علیہ السلام نے سورج ڈھلے ظہر پڑھی اور اس پر سب کا اتفاق ہے کہ زوال کے فوراً بعد ظہر کے وقت کی ابتدا ہونے کا مطلب یہ ہے کہ سورج خط نصف النہار سے مغرب کی طرف ذرا سا ہٹ جائے۔ پس جب آفتاب ذرا سا ہٹا ظہر کا وقت ہو گیا۔ اسی وجہ سے واضح ہوا کہ مسافت میں جانب واحدہ مراد ہے جیسا کہ ہم مسئلہ گذشتہ اور افاقہ میں واضح کیا ہے۔

کیا ایک مثل کے بعد عصر کا وقت شروع ہو جاتا ہے؟

جو لوگ اس امر کے قائل ہیں کہ عصر کا وقت ایک مثل کے بعد شروع ہو جاتا ہے۔ وہ ان کی بحث حدیث مسند کے اثبات میں بہت بڑی اور واضح دلیل قرار دیتے ہیں جس کی تقریر یہ ہے:-

عصر کی نماز کے بعد جب بعض لوگ احوال مدینہ جاتے جو چار میل یا اس سے لگ بھگ کی مسافت کہتے تو وہاں پہنچنے پر انصاف اور چمکا رہتا اس سے معلوم ہوا کہ عصر کا وقت ایک مثل سایہ سے شروع ہو جاتا ہے۔ ورنہ دو مثل سایہ ہونے کے بعد یہ فرض آدی چارچھ میل تک جائے اور سورج میں آئینہ آئے۔ لیکن یہ مسئلہ اہل متعدد وجہ سے درست نہیں۔ اول اس کی حدیثوں میں اس کا بیان نہیں ہے کہ احوال مدینہ کو جانے والا۔ سواری پر جاتا تھا یا پیدل؟ پھر رفتار کا معیار کیا تھا اور جب تک نہ ہو اس وقت تک استدلال جو ہی نہیں سکتا۔ ثانیاً۔ موطن اہم مالک کی حدیث سے۔ فتوح حالیہ یوں الموالک فرما رہے اور ثلثاً۔ ”سے واضح ہوتا ہے کہ احوال مدینہ تک بحالت بلند ہی آفتاب پہنچ جانے والے سوار ہوتے تھے اور سواری دو مثل سایہ ہونے پر گرمی کے دنوں متوسط رفتار سے آفتاب کے صاف و شفاف ہونے تک بخوبی چار میل طے ہو سکتے ہیں۔

زیر پیرے تو دو مثل سایہ کے بعد آٹھ میل آئیں فرسخ بھی طے ہو سکتے ہیں۔ فافہم

عن انس بن مالك قال كنا نصلّي العصر شقراً فيخرج الإنسان إلى بابي عمرو بن عوف فيجد ههنا يصلون العصر

حضرت انس فرماتے ہیں کہ ہم حضور کے ساتھ عصر کیلئے اور کوئی آدمی بنی عمرو بن عوف کے محلہ میں جاتا کہ نماز پڑھتے ہوئے آیا۔

فوائد و مسائل

اس حدیث کو امام نے عبد اللہ بن رستم سے بھی روایت کیا اور مسلم و نسائی نے کتاب الصلوٰۃ میں عمرو بن عوف کا محلہ مدینہ سے دو میل کے فاصلہ پر تھا تو سب کوئی حضور کے ہمراہ عصر پڑھ کر اس محلہ میں آئیں عصر کی نماز میں مشغول پاتا۔ یہ لوگ چونکہ اہل زراعت تھے اس لئے کھیتی باڑی سے فراغت پا کر عصر پڑھتے۔ اس حدیث سے کیا گیا کہ عصر میں تمیز شحب ہے لیکن استنباب اس سے ثابت نہیں ہوتا۔ صرف عصر کو اول وقت میں پڑھنے کا جواز نکلتا ہے اور جہاں ہے وہی طرح حضرات غیر مقلدین کا اس حدیث سے یہ استدلال کرنا تو بالکل ہی لغوی ہے کہ حضور نے عصر اول وقت میں ایک مثل سایہ سے

تھی۔ کیونکہ حدیث ہذا میں ایک مثل اور دو مثل کا تو ذکر ہی نہیں ہے۔ پھر یہ فیصلہ کس طرح کیا جاسکتا ہے کہ عصر کا وقت ایک مثل سے شروع ہوتا ہے۔ یہ بھی تو نہیں ہے کہ حضرت علیہ السلام نے عصر دو مثل سایہ ہونے کے بعد پڑھی ہو۔

۲۔ ابوامامہ سعد بن سہل کہتے ہیں کہ ہم عمر بن عبد العزیز کے ساتھ فہر کے نماز پڑھ کر حضرت انس کے پاس گئے۔ دیکھا تو وہ عصر کی نماز پڑھ رہے تھے۔ میں نے کہا چاہیہ کون سی نماز ہے جو تم نے پڑھی۔ انہوں نے کہا عصر کی۔

وَهَذِهِ صَلَاةُ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الَّتِي كُنْتُ نَصَلِّي بِهَا۔ اور یہی وہ نماز تھی جس کو ہم آپ کے ساتھ پڑھا کرتے تھے۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مکان مسجد نبوی کے قریب تھا اور یہ واقعہ حضرت عمر بن عبد العزیز کی خلافت کا نہیں کیونکہ حضرت انس تو ان کے خلافت پر متمکن ہونے سے قبل انتقال کر گئے تھے بلکہ واقعہ اس وقت کا ہے جب کہ وہ مدینہ کے والی بنائے گئے تھے۔ اس حدیث سے بھی عصر میں تعمیل کے استحباب کا قول کیا گیا لیکن یہاں ہے کہ عمر بن عبد العزیز جیسا پاکیزہ عجب سنت اور فیاض معلوم و مذکورہ متفق یہ خیال نہیں کیا جاسکتا کہ وہ نماز کے صحیح اوقات سے بھی پیچھے ہو جیسا کہ بعض شارحین نے لکھا ہے۔ حضرت انس نے عصر کی نماز اول وقت میں پڑھی تو بوائے ثابت ہوا اگر یہ بات ثابت نہیں ہوتی کہ آپ نے ایک مثل کے بعد عصر پڑھی تھی کیونکہ یہ بھی ممکن ہے کہ آپ نے دو مثل سایہ ہونے پر اول وقت میں نماز عصر پڑھی ہو۔

بَابُ اشْرَافِ مَا تَنَزَّلَ فِيهِ الْعَصْرُ

باب اطلاع شریفی عصر کی نماز کو فضا کر دینے کا

عبداللہ بن عمر سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس شخص کی عصر قضا ہو گئی تو اس کا گھر بار مال و اسباب لٹ گیا، ابو عبد اللہ امام بخاری نے کہا اسودہ قحط میں، یعنی کہ کالغذا آیا ہے وہ وتر سے مشتق ہے اور وتر کے معنی کسی شخص کے آدمی کو قتل کرنا اسکا مال چھین لینا ہے

عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَمْرٍو أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِذَا تَقَوَّيْتَ صَلَاةَ الْعَصْرِ فَكَانَتْ لَكَ رُبْرًا أَهْلًا وَمَالًا قَالَ أَبُو عَبْدِ اللَّهِ يَبْرُكُ مَنْ قَرَأَ مِائَةَ رَجُلٍ كُنْتُ لَهُ قَبِيلًا أَوْ أَحَدًا مِائَةً۔

عصر میں کتنی تاخیر کی جائے

اس حدیث میں نماز عصر کی اہمیت و عظمت کا اظہار ہے کہ نماز عصر کی حفاظت نہ کرنا قضا کر دینا وقت کر دینا ایک فتویٰ کر دینا اس پر ہے ثواب سے محروم ہو جاتا ہے جو عصر کے لئے مقرر ہے۔ روایت و داعی میں خواہ تھا ان قد دخل الشمس صغرة کے لفظ بھی آئے ہیں کہ عصر کو فوت کرنا یہ ہے کہ سورج میں زردی آجائے۔ احسان کے نزدیک عصر میں تاخیر صحیح ہے گراستی تاخیر جائز نہیں کہ قرص آفتاب میں تغیر پیدا ہو جائے۔ چنانچہ متعدد حدیثوں میں عصر کو اتنی تاخیر سے پڑھ لو یا تو نماز قرار دیا گیا۔ پس عصر کا مستحب وقت یہ ہے کہ جب ہر چیز کا سایہ و مثل ہو جائے تو اتنی تاخیر کی جائے کہ آفتاب پسندیدہ جگہ پر ہے اور اس کے قرص میں بالکل تغیر پیدا نہ ہو اور زردی آجائے تک تاخیر کرنا مکروہ ہے۔

بَابُ اشْرَافِ مَنْ تَرَكَ الْعَصْرَ

باب عصر کی نماز ترک کر دینے کا گھٹا

ابو یوسف و امام بن مالک نے کہا میں جہاد میں بریدہ بن عصبیح صحابی کے ہمراہ تھا۔ اس دن اربھا۔ انہوں نے کہا نماز عصر جلدی پڑھو کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ جو کوئی عصر چھوڑے اس کا عمل اکارت ہوگی۔

عَنْ أَبِي مَالِيَةَ قَالَ كُنْتُ مَعَ سُرَيْدَةَ فِي غَزْوَةٍ فِي يَوْمٍ دَعَى عِيسَى فَقَالَ يَكُونُ وَيَصَلُّوهُ الْعَصْرَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ تَرَكَ صَلَاةَ الْعَصْرِ فَقَدْ حَطَّ عَمَلُهُ۔

فوائد و مسائل

ذاتی ضعیف یہ یوم کی صفت ہے جسکو واکے معنی اسر عوا (مطلوبی کریم کے ہیں اس حدیث سے واضح ہوگا) دن عصر میں تعین کسب ہے۔ احناف کا بھی یہی مسلک ہے۔ جب عمل کفر کی وجہ سے جو تائبے اور بخا ہوتے کی نماز پر دست بردار نہیں ہوتے بلکہ گناہ معصوم ہے تو حدیث میں جب عمل محض و عید شدید کے طور پر فرمایا گیا ہے تاکہ لوگوں پر نا اہمیت و عظمت کا اظہار ہو۔ اور اگر حقیقی معنی لئے جائیں تو خطاب حدیث یہ ہوگا کہ (میں ترک) جس نے نماز کی فضیلت سے انکار کر کے جھوڑا اس کے عمل جہد ہو جائیں گے۔ یہی رنگہ فضیلت نماز کا انکار کر رہے۔

بَابُ فَضْلِ صَلَاةِ الْعَصْرِ

باب نماز عصر کی فضیلت کے بیان میں

عَنْ جَبْرِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ قَالَ كُنَّا عِنْدَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَخُذْنَا إِلَى الْعَصْرِ لَيْلَةً فَقَالَ أَمَّا كُمْ سَمِعْتُمْ رَجُلًا كَمَا تَرَوْنَ هَذَا الْعَصْرَ لَوْ تَصَاحَتُمْ فِي رَدِّيَّتِهِ فَإِنْ انْطَقَعْتُمْ أَنْ لَا تَعْلَمُوا عَلَى الصَّلَاةِ قَبْلَ طُلُوعِ الشَّمْسِ وَقَبْلَ غُرُوبِهَا فَافْعَلُوا ثُمَّ كَرَأَوْا سَمِعَ مُحَمَّدٌ رِبِّكَ قَبْلَ طُلُوعِ الشَّمْسِ وَقَبْلَ الْغُرُوبِهَا قَالَ اسْمِعُوا لَوْ تَعْلَمُوا تَتَكَبَّرُوا

جو بر بن عبد اللہ بھل کہتے ہیں کہ ہم حضور نبویؐ کے پاس گئے کہ نماز کے وقت دیکھا تو فرمایا تم ایک دن اپنے رب کو اس طرح عید سے اس چاند کو دیکھ رہے ہو۔ اس کو دیکھنے میں تم کو زحمت پھر اگر تم سے ہوتے تو سونے لگتے سے پہلے جو نماز ہے (عصر) سے پہلے جو نماز ہے (عصر) اور کام کو غالب ذکر کرنا پھر حضورؐ سے سورہ طہ کی آیت پڑھی تو سچ محمدؐ کے قبل طلوع و قبل الغروب تھا۔ اس لئے کہ انھوں نے محض یہی کہ نماز کو قضا کرنا

فوائد و مسائل

اہم نے اس حدیث کو صلوۃ العصر، تو عید میں مسلم نے صلوۃ میں۔ لسانی و ابوداؤد نے سنن میں ذکر کیا۔ لسان الایضام و تحقیق المجمع سے اس کے معنی شقت کے ہیں ۲۔ اور فتح القاد و تہذیب المعجم میں اس کے معنی دوسرے کی جگہ حاصل کر کے ہیں۔ پہلی صورت میں لا تضامون کے معنی یہ ہوں گے۔ روز قیامت ویدار باری میں کوئی شقت، تکلیف نہیں ہوگی اور ہر مسلمان آسانی کے ساتھ اس مرتبہ کو حاصل کر سکے گا۔ دوسری صورت میں معنی یہ ہوں گے کہ جیسے کسی غشی اور مشکل سے نکلنا چیز پر لوگ ٹوٹ پڑتے ہیں اور ایک دوسرے کی جگہ حاصل کر کے لکھتے ہیں یا جیسے چاند کو دیکھتے وقت ایک کہتا ہے وہ ہے وہ اور نہیں جگہ وہ ہے۔ تو روز قیامت ویدار باری تعالیٰ میں ایسا نہ ہوگا۔ سب کو ویدار باری ہوگا اور جب ہوگا تو کسی کو بھی ویدار باری میں شک و شبہ نہ ہوگا۔ لا تضامون کا حاصل معنی یہ ہیں۔ جس کو ویدار باری کی کتاب ہے اسے چاہیے کہ وہ عصر و فجر کی محافظت کرے۔ غرض کہ ان کی ادائیگی میں رکاوٹ نہ پڑے۔ چنانچہ روایت مسلم میں یعنی العصر والفجر کے الفاظ بھی موجود ہیں۔

روز قیامت ویدار باری

واضح ہو کہ قیامت کے دن ہر مسلمان کو ویدار باری تعالیٰ ہوگا اور خدا کا ویدار ایسا صاف ہوگا کہ آفتاب اور چودھویں رات کے چاند کو ہر ایک نہایت آسانی کے ساتھ اپنی اپنی جگہ سے دیکھتا ہے لیکن دوسرے کے لئے مانع نہیں ہوتا۔ اب یہی بات کہ یہ ویدار کیسے ہوگا اس کی کیفیت کیا ہوگی۔ ذات کا ویدار ہوگا یا تعالیٰ کی طرف تو اس کے متعلق ایک مسلم کے لئے میں اتنا ماننا اور ماننا کافی ہے کہ ویدار ہوگا۔ یہی اس کی حقیقت و نامیت و کیفیت قرآن نہ بیان ہو سکتی ہے بیان کی جا سکتی ہے اور نہ اس کی ترتیب پہنچنے کا جس تکلف بنایا گیا ہے۔ ویدار باری ہی ہے۔ کتاب و سنت و اجماع صحابہ سے ثابت ہے احادیث باہر میں بہت ہیں۔ قرآن مجید میں بھی اس کی تصریح ہے۔ چنانچہ ارشاد ہے۔ وجوه یومئذ ناضرة الى ربها ناظرة اور فرما کلا انھو عن ربھو یومئذ یحییون (۲) حدیث زیر بحث میں جو آیت ہے وہ سورہ طہ ۱۵ رکوع ۱۵ کی ایک آیت

قبل طلوع الشمس سے نماز فجر اور قبل غروب سے نماز عصر واجب ہے اور رویت الہی کے ذکر کے وقت فجر عصر کے ذکر کی متابعت ہے کہ نماز افضل عبادات سے ہے اور عصر و فجر کی اہمیت و عظمت بہت زیادہ ہے۔ کیونکہ یہ وقت فرشتوں کے اجتماع و اعمال کے اٹھنے ہے۔ اہل البیت افضل و اعلیٰ عمل کا ثواب بھی افضل ہونا چاہیے اور وہ ہے وید یا الہی جو تمام اخروی نعمتوں سے افضل و اکمل اعلیٰ و ارفع ہے۔ حضرت ابی ہریرہؓ نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا فرشتے رات اور دن میں نوبت بہ نوبت آتے جلتے ہیں اور دونوں کا اجتماع فجر اور عصر کی نماز میں ہوتا ہے۔ پھر وہ فرشتے جموں تم میں رات گزاری ہے آسمان پر چلے جاتے ہیں اور اللہ رب العزت جل مجدہ ان سے لوگوں کا حال دریافت فرماتا ہے حالاکہ وہ جانتا ہے تو فرشتے عرض کرتے ہیں ہم نے انھیں نماز میں مشغول چھوڑا اور حسب ان کے پاس گئے اس وقت بھی وہ نماز میں مشغول تھے۔

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ تَبَايَعُوا فِي كَفَرٍ هَلَاكَةٍ بِاللَّيْلِ وَمَلَائِكَةُ النَّهَارِ يَجْتَمِعُونَ فِي الصَّلَاةِ الْفَجْرِ وَالْعَصْرِ سَخَّرَ لِعِزِّ الدِّينِ بَأْتُوا فِيكُمْ فَيَسْأَلُ لَكُمْ عَنْهُمْ فَمَا أَعْلَمُوا بِهِمْ كَيْفَ تَرَكْتُمْ عِبَادَتِي يَعْلَمُونَ تَرَكْنَا هُمْ وَهُمْ يُصَلُّونَ وَآتَيْنَاهُمْ وَهُمْ يُصَلُّونَ

اس حدیث کو امام نے توحید میں اور مسلم و نسائی نے صلوٰۃ میں ذکر کیا۔ حدیث ہذا مسائل ذیل پر مشتمل ہے۔

توہد و مسائل

۱۔ دن اور رات کے فرشتے۔ نماز فجر و عصر میں جمع ہوتے ہیں یہ اللہ عزوجل کا خاص فضل و کرم ہے کہ ایسے اوقات میں جمع ہوتے ہیں جسکے منگناہ خدا کی جنیس اس کے حضور بھیجی جاتی ہیں اور ملائکہ اس بات کی شہادت دیتے ہیں۔ جو وہ مشاہدہ کرتے ہیں۔ نماز عبادات میں ایک نہایت ہی اعلیٰ عبادت ہے اور نماز فجر و عصر ان میں اعظم ہیں۔ ۲۔ اس حدیث میں اس حرف اشارہ بھی ہے کہ اگر جو مقرر ہے وہی مقرر ہے اگر نہ تو کی تقسیم فجر کے وقت اور اعمال عصر کے وقت اٹھتے ہیں۔ تو جو شخص ان دونوں وقتوں میں مصروف نہ ہو نہایت اس کے رزق و عمل میں برکت دتی جاتی ہے ۳۔ اور یہ کہ یہ امت تمام امتوں سے اور حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم ہم انبیاء کرام سے افضل ہیں ۵۔ اور یہ کہ ملائکہ بھی اللہ عزوجل سے ہم کلامی کا شرف حاصل کرتے ہیں (یعنی۔ ج ۲ ص ۵۵) ۶۔ اس حدیث سے یہ بھی واضح ہوا کہ سوال کرنا ہر موقع و محل پر سوال کے عدم علم پر ولایت نہیں کرتا۔ اللہ عزوجل کے باوجود عالم الغیب و اشہادہ ہونے کے مالک ہے سوال کرنے میں حکمت یہ تھی کہ ملائکہ گواہ ہو جائیں یا یہ حکمت تھی کہ اس سوال سے ملائکہ پر اس امر کا اظہار تھا کہ نبی آدم میں بھی تمہاری آیتیں و تسبیح کرنے والے موجود ہیں۔ کیونکہ ملائکہ نے خلق آدم کے وقت عرض کی تھی اَنْجَعِلْ جَنَّتْهَا مَنْ يَفْسُدُ جَنَّتْهَا الْخَلْقُ اَنْجَعِلْ جَنَّتْهَا مَنْ يَفْسُدُ جَنَّتْهَا الْخَلْقُ اس طرح اشارہ بھی ہے کہ نبی کا دل و دماغ آزاد ہے۔ اگر خدا تعالیٰ ایمان پر ہو گیا تو سب ٹھیک ہے ورنہ نہیں۔ کیونکہ سوال کے سبب ملائکہ نے پہلے ترک کر دیا اور اس کے بعد ایمان کی حالت کو کھینچ کر رب العالمین عرض کیا۔ حالانکہ عرض یوں کر کرنا چاہیے تھا۔ جب ان گئے تب بھی وہ نماز میں مشغول تھے اور جب ان کو چھوڑا اور واپس ہوئے تب بھی عبادت میں مصروف تھے۔ فافہم

بَابُ مَنْ أَذْرَكَ رُكْعَةً مِنَ الْعَصْرِ قَبْلَ الْغُرُوبِ

باب۔ جو شخص سو رُکعتوں سے پہلے عصر کی ایک رکعت پالے (تو وہ اپنی نماز پوری کرے)

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ حضور علیہ السلام نے فرمایا جو شخص سو رُکعتوں سے پہلے عصر کی ایک رکعت پالے تو وہ اپنی نماز پوری کرے اور جو سو رُکعت مکمل سے پہلے غروب کی ایک رکعت پالے۔ وہ بھی اپنی نماز

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ أَذْرَكَ أَحَدَ كُفْرٍ سَجْدَةٍ مِنَ الصَّلَاةِ الْعَصْرِ قَبْلَ غُرُوبِ الشَّمْسِ فَلْيَتِمَّ صَلَاتَهُ وَمَنْ أَذْرَكَ حَلَّةً وَنُصْلًا صَبَحَ قَبْلَ أَنْ تَطْلُعَ الشَّمْسُ

قَلْبِيَّةً صَلَواتِہ

(بخاری)

پڑھنی کرے۔

مَنْ أَدْرَكَ رَكْعَتَيْنِ مِنَ الْفَجْرِ كَامِلًا

اور عصر درست ہو گئی۔ اس مسئلہ میں تمام ائمہ کرام کا اتفاق ہے اور اجماع بھی۔ لیکن فجر کے متعلق اختلاف ہے یعنی کسی نے فجر کی ایک

پڑھی اور سلام پھیرنے سے پہلے سورج نکل آیا۔ تو آخر ٹکڑے کے نزدیک فجر ہو گئی اور نمازی کو چاہیے کہ نماز پوری کر لے لیکن احناف کو

یہ ہے کہ اگر فجر کی نماز پڑھنے کے دوران سورج طلوع ہو گیا تو نماز فاسد ہو گئی۔ جائز نہ ہوگی۔ ایسے شخص کو غیبی قصہ

پڑھنی چاہیے۔

احناف کا موقف یہ ہے کہ نماز کی فرضیت کا سبب وقت ہے۔ جب کسی نماز کا وقت آتا ہے تو وہ نماز فرض ہو جاتی ہے

وقت کا مکمل فرضیت کا سبب بنا ہے تو اس نماز کو کامل وقت میں ادا کرنا ضروری ہے۔ ناقص وقت میں ادا کرنے سے روا نہ ہوگی

شخص نے عصر کی نماز ناقص وقت میں شروع کی یعنی اس وقت شروع کی جب کہ سورج ڈوبنے کے قریب ہوا ہو پھر کا وقت ناقص ہے

اس دن کی نماز عصر کا سبب وقت ناقص بنا۔ کیونکہ جب اس نے نماز عصر وقت صحیح میں ادا نہ کی تو جو وقت کہ تحریر کے وقت ہے

کا سبب بنے گا اور وہ ناقص ہے لہذا ناقص وقت میں ادا ہو جائے گی۔ مختصر یہ کہ جب بوجہ نقصان سبب ناقص واجب ہوئی

وقت میں ادا ہونے کے قابل ہوگی۔ لہذا اگر نماز عصر کے دوران سورج غروب ہو جائے تو نماز فاسد نہ ہوگی۔ برخلاف فجر کے کہ اس

کا سارا وقت کامل ہے تو جب فجر شروع کی تو وقت کامل اس کا سبب بنا۔ لہذا وہ بغیر وقت کامل کے ادا نہ ہوگی۔ پس اگر نماز فجر

دوران سورج طلوع ہو گیا تو نماز فاسد ہو جائے گی اب اگر یہ کہا جائے کہ یہ تعلیل عرض نقص میں ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ حدیث میں

ایک کا مضمون یہ ہے۔ فجر وعصر طلوع وغروب کے وقت بھی صحیح ہو جائے گی۔ اور دوسری حدیث میں حضور علیہ السلام نے

طلوع وغروب کے وقت مطلقاً نماز جائز نہیں ہے۔ اب یہ دونوں حدیثیں صحیح ہیں اور متعارض ہیں اور اصول یہ ہے کہ

نقص میں تعارض جواز ایک کو ایک پر ترجیح نہ دی جاسکے اور صحیح بھی ممکن نہ ہو تو پھر مجتہد قیاس کی طرف رجوع کرے گا کہ ایک ہر

پس قیاس نے حدیث ادا کا کو صلوٰۃ عصر میں اور حدیث نبی کو صلوٰۃ فجر میں ترجیح دیدی۔ لہذا نماز عصر کے جواز اور نماز فجر کے

حکم دو با گیا۔ علامہ طحاوی نے فرمایا کہ اگرچہ حدیث زیر بحث سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ اگر نماز فجر کے دوران سورج طلوع ہو جائے تو

نہ ہوگی۔ مگر یہ حدیث نبی سے منسوخ ہے جس میں حضور علیہ السلام نے طلوع شمس کے وقت مطلقاً نماز پڑھنے کی ممانعت فرمائی ہے

اس مقام پر محرم و مباح جمع ہو گئے ہیں اور محرم کے باب میں آثار متواتر وارد ہوئے ہیں اور قاعدہ یہ ہے کہ محرم و مباح جب جمع ہوں

محرم پر عمل کیا جاتا ہے اور مباح منسوخ قرار پاتا ہے۔ اور یہ اس لیے کہ تاریخ متاخر ہوتا ہے اور اس میں شک نہیں کہ حرمت اباح

متاخر ہوتی ہے کیونکہ اصل اشیا میں اباح ہے اور تحریم عارض ہے۔ ولا یجوز العکس لانہ یلزم التسخیر مرتب

علیہ ص ۵۵۵ مزید تفصیل کے لیے طحاوی نیل الوطار جلد ۲ عینی جلد ۲ کا مطالعہ کیجئے۔

حضرت عبد اللہ بن عمر سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ

فرمایا کہ تمہارا دنیا میں رہنا اجم ساقیہ کے مقابلہ میں ایسے ہے

عصر سے سورج ڈوبنے تک کا وقت۔ جن کو قورات دی گئی تھیں

نے عمل کیا۔ یہاں تک کہ جب دوپہر کا وقت ہوا تو خشک گئے

اَشْرَ اَحْبَدَ اَنَّا سَمِعَ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْہِ

وَسَلَّمَ یَقُولُ اِنَّا بَعَاؤُكُمْ فَمَا سَلَفَ فَبَلَّكُمْ مِنَ الْاُمَمِ

کَمَا بَیْنَ صَلَوةِ الْعَصْرِ اِلَى غُرُوبِ الشَّمْسِ اَوْ قِیَ اَهْلُ

النَّوْمَانِ فَفَعَلُوا حَتّٰی اِذَا انْصَعَفَ النَّهَارُ عَجَزُوا

عَطُوا قِيَامًا قِيَامًا ثُمَّ أَوْتُوا أَهْلًا إِلَّا جَبِلٌ
لَا يَجِبِلُ فَعَمِلُوا إِلَى الصَّلَاةِ الْعَصْرِ ثُمَّ عَجَزُوا
وَعَطُوا قِيَامًا قِيَامًا ثُمَّ أَوْتُوا الْقُرْآنَ
فَعَمِلُوا إِلَى غُرُوبِ الشَّمْسِ فَأَعْطَيْنَا قِيَامًا طَيْنَ
فِي قِيَامَيْنِ فَقَالَ أَهْلُ الْكِتَابِ بَيْنَ أَيْمَانِنَا أُعْطِيتَ
مَوْلَاكُمْ قِيَامًا طَيْنَ قِيَامًا طَيْنَ وَأَعْطَيْنَا قِيَامًا
وَلَمْ نَحْزَنْ لَكَ أَكْثَرُ عَسَلًا قَالَ اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ هَلْ
عَلِمْتُمْ كُفْرَ مَنْ أَجْرَكُمْ مِنْ شَيْءٍ قَالُوا لَا قَالَ وَهُوَ
صَلَّى أَوْ يَنْبَغِي مَنْ أَشَاءَ (بخاری)

پورا نہ کر سکے تو ان کو ایک قیام (اجر) دیا گیا۔ پھر انجیل والوں کو انجیل
ملی۔ انھوں نے عمر کی نازنک کام کیا۔ پھر عاجر آگئے۔ تو ان کو بھی
ایک قیام دیا گیا۔ پھر ہم کو قرآن ملا اور ہم نے غروب شمس تک کام
کیا تو ہمیں دو قیام دیا گیا۔ تو اہل قرآن و انجیل کہنے لگے
الہی! تو نے ان مسلمانوں کو دو قیام عطا فرمائے اور ہم کو ایک
قیام عطا فرمایا۔ حالانکہ ہم نے ان سے زیادہ کام کیا۔ امتدھ و بیل
نے فرمایا کیا میں نے تمہارے عمل کا پورا اجر دینے میں کوتاہی کی
کہنے لگے نہیں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ تو پھر یہ میرا فضل ہے
جس پر چاہوں کروں۔

اس حدیث کو امام نے اجارہ توحید "ما ذکرکنا اور مسلم و ترمذی نے بھی اس حدیث
کو روایت کیا ۲۔ اہل غروب شمس کے الفاظ ترجمہ الباب میں جن سے ثابت ہوتا ہے کہ عصر کا وقت غروب آفتاب
سے ہے۔ مقصود حدیث یہ بتانا ہے کہ اس آیت پر عمل کم ہے۔ مگر اجر و ثواب زیادہ ہے۔ حاصل مفہوم یہ ہے کہ اگر دنیا کے ساتویں
دنوں کو ایک دن فرض کر لیا جلتے تو آیت پر جو عمر کی مدت اتنی ہے کہ جتنی پھر سے لے کر غروب شمس تک ہے اور اس حدیث میں یہ
شریح ہے کہ یہود و نصاریٰ کو ان کی مزدوری دی گئی یعنی ایک ایک قیام۔ ظاہر ہے کہ اس حدیث میں یہود و نصاریٰ سے وہی بڑا
ہی جنہوں نے کسی دوسرے پیغمبر کا نام لیا اور اپنے نبی کی شریعت پر عمل کر کے وفات پا گئے لیکن وہ یہودی اور نصرانی جنہوں نے حضور علیہ السلام
کا نام لیا اور آپ پر ایمان دلائے وہ تو بالکل اجر و ثواب سے محروم رہے جیسا کہ بعد والی حدیث سے واضح ہے۔

حضرت ابو موسیٰ اشعری سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ
علیہ وسلم نے فرمایا۔ مسلمانوں اور یہود و نصاریٰ کی کمات اس شخص
کی طرح ہے جس نے چند افراد کو کام کے لیے انجیت پر لیا کہ رات تک
عمل کریں تو انہوں نے دو ہزار تک کام کیا۔ پھر کہنے لگے۔ اب یہیں
تیری مزدوری کی ضرورت نہیں تو اس شخص نے دوسرے مزدور مقرر
کئے اور ان سے کہا۔ جتنا دن باقی ہے تم اس کو پورا کرو۔ تو انہوں
نے کام شروع کیا۔ جب عصر کا وقت ہوا تو کہنے لگے۔ ہم نے جتنا کام
کیا ہے مفت کر دیا ہے ہم سے شام تک کام نہیں ہو سکتا تو اس
نے دوسرے مزدور رکھ لیے تو انھوں نے سورج کے ڈوبنے تک کام
کیا اور دونوں گروہوں کے اگر کام انہوں نے کامل کر دیا یعنی دونوں
کی مزدوری انہوں نے حاصل کر لی۔

عَنِ ابْنِ مَرْوَانَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَثَلُ
مُسْلِمَيْنِ وَآلِيَهُمَا وَآلِيَهُمَا تَرَى كَمَثَلِ بَرَحِيلَ
سَاجِدًا قَوْمًا يَعْمَلُونَ لَهُ عَمَلًا إِلَى اللَّيْلِ فَعَمِلُوا
فَأَجْرَكَ فَأَسَاجِرَ آخِرِينَ فَقَالَ أَكْمَلُوا
حَقَّ يَوْمِكُمْ وَلَكُمْ الَّذِي شَرَطْتُمْ فَعَمِلُوا أَحَقَّ
مَا أَكَانُ حِينَ صَلَوةِ الْعَصْرِ قَالُوا لَكَ مَا عَمِلْنَا
سَاجِدًا قَوْمًا فَعَمِلُوا أَبْقِيَةً يَوْمَهُمْ وَحَقَّ
عَاقِبَتِ الشَّخْصِ هَذَا سَتَكْمَلُوا الْآخِرَ
طَرِيقَاتٍ - (بخاری)

یعنی یہود و نصاریٰ پر ایمان لائے تو ریت پر عمل کیا لیکن انجیل کے منکر ہوئے۔ جیسے علیہ السلام اور حضور علیہ السلام کو نہ مانا
ہی طرح نصاریٰ نے انجیل کو تسلیم کیا مگر قرآن و صاحب قرآن پر ایمان نہ لائے۔ لہذا ان دونوں نے جو کچھ عمل کیا وہ سب رائیگاں گیا اور

اور آخرت کے جزو ثواب سے بالکل محروم ہو گئے اور مسلمان گو کہ بعد میں آئے۔ مگر تمام کتب مسودہ و انبیاء سابقین پر ایمان لائے اور قرآن کو مانا اس لیے سارا ثواب انہیں کے حصے میں آگیا ۲۔ اس حدیث سے یہ بھی واضح ہوا کہ ظہر کا وقت زوال سے ملے کر دو تہائی ہونے تک رہتا ہے اور جب سایہ ہر چیز کا سوا سایہ اصل کے دو مثل ہو جائے تو عصر کا وقت شروع ہوتا ہے۔ جس کی تقریر یہ ہے کہ ہمیں مخصوص نشیہ یہ ہے کہ زمانہ عت عمل یہود و نصاریٰ کے نسبت زمانہ عت عمل امت ہر جزو بہت زیادہ ہے۔ اور طول و اسرار میں بدلیو و محبوب گھڑی دیکھا جائے تو ایک مثل سایہ ہونے پر سات گھڑی تو قبل یا سارے آٹھ گھڑی دن باقی رہتا ہے۔ زوال سے غروب آفتاب تک کل ۵ گھڑی دن ہوتا ہے۔ تو اگر عصر ایک مثل پر پڑھی جائے تو عصر سے غروب آفتاب تک سارے آٹھ گھڑی دن رہے گا اور زوال سے عصر تک سارے چھ گھڑی دن باقی رہے گا اور اس صورت میں یہود و نصاریٰ کے مثل سارے چھ گھڑی دن اور امت ہر جزو کی مدت عمل سارے آٹھ گھڑی دن قرار پائے گی جو حدیث زیر بحث کے بالکل مخالف ہے۔ کے برعکس اگر عصر دو مثل سایہ ہونے پر پڑی جائے تو دو مثل سایہ ہونے پر پانچ گھڑی سات بل دن باقی رہتا ہے اور زوال سے عصر تک کم و س گھڑی دن باقی رہتا ہے اور اس قدر پر مقصود حدیث صحیح و درست بنا رہتا ہے اس لیے ضروری ہے عصر کا وقت غروب سے ہمیشہ کم ہو اور یہ جیسی ہو سکتا ہے جب کہ یہ مانا جائے کہ ظہر کا وقت دو مثل سایہ تک رہتا ہے۔ جیسا کہ احادیث کا مسلک ہے۔

بَابُ وَقْتِ الْمَغْرِبِ

باب وقت مغرب کے بیان میں

وَقَالَ عَطَاءٌ يَجْمَعُ الْعَرَبُ بَيْنَ الْمَغْرِبِ وَالْعِشَاءِ | اور حضرت عطاء بن ابی ریحان نے فرمایا کہ مابین مغرب و العشاء

اس تعلق کو امام عبد الرزاق نے اپنے مصنف میں ابن جریر سے وصل کیا اور جمع سے مراد جمع صدی ہے۔ جیسا کہ گذشتہ میں وضاحت کی گئی ہے ۲۔ سوال پیدا ہوتا ہے کہ عثمان تو مغرب کے وقت کے متعلق تھا اور زیر عثمان قول عطاء میں مغرب و عشاء کو جمع پڑھنے کا بیان ہے۔ جواب یہ ہے کہ عثمان سے مناسبت یہ ہے کہ اس سے یہ واضح ہوتا ہے کہ مغرب کا وقت عشاء تک رہتا ہے۔

يَقُولُ لَنَا نَصَلِّي الْمَغْرِبَ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ | رافع بن خدیج کہتے ہیں کہ حضور علیہ السلام کے ساتھ ہم
فِي شَرْفِ أَسَدِنَا وَآدَتِهِ لِيَكُنْ مَوَاقِعُ تَبْلِيغِ (بخاری) | نماز پڑھتے پھر نماز پڑھ کر ہم میں سے کوئی واپس ہوتا تو تیر گزے

اس حدیث کو ابن ماجہ نے کتاب الصلوة میں ذکر کیا۔
فَوَلَدُ مَسْأَلٍ | اس حدیث سے واضح ہوتا ہے کہ حضور سستی عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے سورج غروب ہوتے ہی مغرب میں تعین فرمایا اور نماز کے بعد آٹھ اہل باقی تھا کہ اگر کوئی تیر میل سے تو وہ تیر کے گزے کی جگہ کو دیکھ لیتا۔ واضح رہے کہ سنت متواترہ تعین قرأت ہی ہے وان ورد الطوليل الينائي بعض الاحيان۔ احداث کے نزدیک بھی سوا ابرو سے دن کے مغرب تعین مستحب ہے۔

فَقَالَ لَمَّا نَبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّي الظُّلُمَ | جابر بن عبد اللہ نے فرمایا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم ظہر کی نماز
بِالْهَاجِرَةِ وَالْعَصْرِ وَالشَّمْسُ نَقِيَةٌ وَالْمَغْرِبُ | کو اور عصر کی اس وقت جب کہ سورج صاف اور تیز ہوتا ہے
إِذَا وَجِبَتْ وَالْعِشَاءُ أَحْيَانًا وَأَحْيَانًا | کی اس وقت جب سورج غروب ہو جاتا اور عشاء کی کبھی

کبھی دیر میں۔ جب آپ دیکھتے کہ لوگ جمع ہو گئے ہیں تو جلدی پھر بیٹے اور جب دیکھتے کہ انہوں نے جمع ہونے میں دیر کی ہے تاخیر فرماتے اور قرآن نماز صحابہ کرام یا حضور بنفس میں پڑھتے۔

۲۔ حضرت سلمہ بن اکوع فرماتے ہیں کہ ہم حضور علیہ السلام کے ساتھ مغرب اس وقت پڑھتے جب سورج غروب ہو جاتا ہے۔

حدیث اول کو امام بخاری و مسلم، ابو داؤد و نسائی نے کتاب الصلوٰۃ میں ذکر کیا اور حدیث دوم کو مسلم ترمذی و ابن ماجہ نے کتاب الصلوٰۃ میں ذکر کیا۔ ان دونوں حدیثوں سے واضح ہوا کہ ظہر کا وقت زوال کے بعد شروع ہو جاتا ہے اور عصر حضورؐ نے اس وقت پڑھی۔ جب صبح صاف اور روشن تھا اور مغرب اس وقت جب کہ سورج غروب ہو گیا۔ معلوم ہوا کہ مغرب کا وقت سورج غروب ہو جانے کے بعد اور عشاء میں کبھی حضورؐ نے جلدی فرمائی اور کبھی تاخیر اور صبح کی نماز غلغلہ میں پڑھی یا صحابہ نے ایسا کیا۔ تفصیل گذشتہ اوراق میں ہو چکی ہے۔

۱۔ حدیث ثلاثیات بخاری سے پوری حدیث ہے اور اس سے ثابت ہوا کہ قرآن آفتاب کے غروب ہوتے ہی مغرب کا وقت شروع ہو جاتا ہے۔ حضرت ابو ایوب سے روایت ہے کہ نبی علیہ السلام نے فرمایا کہ مغرب کے پڑھنے میں جلدی کرو۔ سترادوں کے ٹکٹے سے پہلے۔

۲۔ بخاری شریف کی حدیث اور گزشتہ میں کا مضمون یہ ہے کہ صحابہ کرام فرماتے ہیں کہ ہم مغرب پڑھ کر فارغ ہوتے اور ہم میں سے کوئی عشاء پڑھنے کے لئے نہ نکلتا تھا یعنی نماز مغرب سے فارغ نہ ہوا کہ تیر لکھ آجاتا تھا علامہ نووی علیہ الرحمۃ نے فرمایا۔

۳۔ غروب ہو جانے کے بعد مغرب کے بعد پڑھنے پر اجماع ہے اور تمام صحابہ کرام مغرب میں تاخیر کو روک کر قرار دیتے تھے و سئل ابو قتادہ عن ائمتنا انہن لم یفرغوا من المغرب الا ان یصلوا صبح صادق کی طرح پھیلی ہوئی ہے اور یہ وقت ہمارے

وقت مغرب کا بیان

ایک گھنٹہ ۱۸ منٹ اور زیادہ سے زیادہ ایک گھنٹہ ۲۵ منٹ ہو سکتا ہے۔ ہر روز کے صبح اور مغرب دونوں کے وقت برابر ہوتے ہیں۔

۱۔ حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے۔ حضور علیہ السلام نے فرمایا کہ ہر نماز کا اول وقت اور آخر وقت ہوتا ہے۔

اول وقت المغرب صلیب لغروب الشمس واستمر
مغرب کا غروب شفق تک ہے۔

۲۔ ابن جریر سیحان بن موسیٰ سے روایت ہے کہ حضور علیہ السلام نے فرمایا۔

مغرب صلیب لغروب الشمس واستمر
جب کہ شفق غروب ہو جائے تو مغرب کی نماز پڑھو اور عشاء جب کہ شفق غروب ہو جائے۔

۳۔ سب کا اتفاق ہے کہ مغرب کا وقت غروب آفتاب کے بعد ہے۔ البتہ شفق میں اختلاف ہے۔ احناف کے نزدیک شفق وہ سپیدی ہے جو صبح صادق کی طرح جنوباً و شمالاً شرفی کے ڈوبنے کے بعد پھیلی ہوئی ہوتی ہے۔ چنانچہ سیدنا صدیق اکبرؓ، عائشہ صدیقہؓ، معاذ بن جبلؓ، ابی کعبؓ و عبداللہ بن زبیرؓ اور حضرت عمرؓ بن عبدالمطلبؓ و عبداللہ بن مبارکؓ اور ابی راکبؓ و زفر بن جریجؓ نے

وَاذَا هُمْ جَامِعُوا عَجَلْ وَاذَا هُمْ اَبْطَأُوا
وَالشُّبُوحُ كَالْعَوَا اَوْ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ يَغْلَسُ

عَنْ سَلَمَةَ قَالَ لَمَّا لَقِيتُ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ
وَسَلَّمَ بِالْحَبَابِ الْمُغْرِبِ اِذَا تَوَارَتْ (بخاری)

حدیث اول کو امام بخاری و مسلم، ابو داؤد و نسائی نے کتاب الصلوٰۃ میں ذکر کیا اور حدیث دوم کو مسلم ترمذی و ابن ماجہ نے کتاب الصلوٰۃ میں ذکر کیا۔ ان دونوں حدیثوں سے واضح ہوا کہ ظہر کا وقت زوال کے بعد شروع ہو جاتا ہے اور عصر حضورؐ نے اس وقت پڑھی۔ جب صبح صاف اور روشن تھا اور مغرب اس وقت جب کہ سورج غروب ہو گیا۔ معلوم ہوا کہ مغرب کا وقت سورج غروب ہو جانے کے بعد اور عشاء میں کبھی حضورؐ نے جلدی فرمائی اور کبھی تاخیر اور صبح کی نماز غلغلہ میں پڑھی یا صحابہ نے ایسا کیا۔ تفصیل گذشتہ اوراق میں ہو چکی ہے۔

۱۔ حدیث ثلاثیات بخاری سے پوری حدیث ہے اور اس سے ثابت ہوا کہ قرآن آفتاب کے غروب ہوتے ہی مغرب کا وقت شروع ہو جاتا ہے۔ حضرت ابو ایوب سے روایت ہے کہ نبی علیہ السلام نے فرمایا کہ مغرب کے پڑھنے میں جلدی کرو۔ سترادوں کے ٹکٹے سے پہلے۔

۲۔ بخاری شریف کی حدیث اور گزشتہ میں کا مضمون یہ ہے کہ صحابہ کرام فرماتے ہیں کہ ہم مغرب پڑھ کر فارغ ہوتے اور ہم میں سے کوئی عشاء پڑھنے کے لئے نہ نکلتا تھا یعنی نماز مغرب سے فارغ نہ ہوا کہ تیر لکھ آجاتا تھا علامہ نووی علیہ الرحمۃ نے فرمایا۔

۳۔ غروب ہو جانے کے بعد مغرب کے بعد پڑھنے پر اجماع ہے اور تمام صحابہ کرام مغرب میں تاخیر کو روک کر قرار دیتے تھے و سئل ابو قتادہ عن ائمتنا انہن لم یفرغوا من المغرب الا ان یصلوا صبح صادق کی طرح پھیلی ہوئی ہے اور یہ وقت ہمارے

ایک گھنٹہ ۱۸ منٹ اور زیادہ سے زیادہ ایک گھنٹہ ۲۵ منٹ ہو سکتا ہے۔ ہر روز کے صبح اور مغرب دونوں کے وقت برابر ہوتے ہیں۔

۱۔ حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے۔ حضور علیہ السلام نے فرمایا کہ ہر نماز کا اول وقت اور آخر وقت ہوتا ہے۔

اول وقت المغرب صلیب لغروب الشمس واستمر
مغرب کا غروب شفق تک ہے۔

۲۔ ابن جریر سیحان بن موسیٰ سے روایت ہے کہ حضور علیہ السلام نے فرمایا۔

مغرب صلیب لغروب الشمس واستمر
جب کہ شفق غروب ہو جائے تو مغرب کی نماز پڑھو اور عشاء جب کہ شفق غروب ہو جائے۔

۳۔ سب کا اتفاق ہے کہ مغرب کا وقت غروب آفتاب کے بعد ہے۔ البتہ شفق میں اختلاف ہے۔ احناف کے نزدیک شفق وہ سپیدی ہے جو صبح صادق کی طرح جنوباً و شمالاً شرفی کے ڈوبنے کے بعد پھیلی ہوئی ہوتی ہے۔ چنانچہ سیدنا صدیق اکبرؓ، عائشہ صدیقہؓ، معاذ بن جبلؓ، ابی کعبؓ و عبداللہ بن زبیرؓ اور حضرت عمرؓ بن عبدالمطلبؓ و عبداللہ بن مبارکؓ اور ابی راکبؓ و زفر بن جریجؓ نے

روایت اور ابو ہریرہ رضی اللہ عنہما سے یہی روایت ہے۔

روزہ کے سو مغرب میں ہمیشہ تعیل (یعنی غروب ہونے ہی پہلے) منحب ہے اور دو رکعت
تاخیر کر دے اور اگر بغیر ستر و سرس وغیرہ اتنی تاخیر کر کہ ستر سے گھٹنے تو مکروہ تحریمہ

مغرب کا وقت مستحب

اس مسئلہ کی چند احادیث یہ ہیں:-

۱۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حضور علیہ السلام نے فرمایا میری امت ہمیشہ فطرت

ہائے نبوی خیر والمغرب الخ ان تشدبک | ۲۔ صاحب مکہ کہ مغرب میں اتنی تاخیر نہ کریں کہ ستر سے

النجس | ۳۔ احمد دارقوتی کہ مستحب ہے علی شرط مسلم | ۴۔ صاحب مکہ کہ مغرب میں اتنی تاخیر نہ کریں کہ ستر سے

فائزہ | ۵۔ مسنون کی حدیث حضرت عباس بن عبد المطلب سے ابن ماجہ، دارقوتی، طبرانی، حاکم، مستدرک نے اور حضرت

سے کہ ام اور ابن عباس نے اور عمار بن وہب سے طبرانی و ابو نعیم نے روایت کی۔

۶۔ صاحب ابن ماجہ سے روایت ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میری امت ہمیشہ فطرت پر رہے گی۔

۷۔ اسلمو المغرب قبل طلوع الشمس۔ (احمد طبرانی بیہقی) | ۸۔ بیگ وہ مغرب کو ستروں کے نکلنے سے پہلے پڑھ لیں

۹۔ حضرت امام ابو نعیم عمن حماد بن ابراہیم سے روایت کرتے ہیں کہ صحابہ کرام کا بھی بات پر ایسا اجتماع نہ ہوا۔ جیسا کہ

علی التورج فی المعجز والتعجیل فی المغرب | ۱۰۔ غیر میں اسفار اور مغرب میں تعیل پر ہوا۔ (رواہ ابن خردادبہم)

بَابُ مَنْ كَرِهَ أَنْ يُقَالَ الْمَغْرِبُ الْعِشَاءُ

باب مغرب کو عشا کہنے کی کراہت کے متعلق

عبد اللہ بن مسعود نے کہا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ایسا نہ

کہنا کہ مغرب کی نماز کے نام دینے پر غالب آجائیں، عبد اللہ

مغرب کو بھی عشا سے موسوم کرتے ہیں۔ (بخاری)

۱۱۔ اب وہ لوگ جو نماز میں رہتے اور شہروں میں کبھی کام کاج کے لیے آجاتے۔ یہ لوگ مغرب کو بھی عشا سے موسوم کرتے

ظن مغرب و عشا میں التباس ہوتا ہے اس لیے مغرب کو عشا کہنے سے منع فرمایا گیا۔ صاحب فتح الباری نے لکھا کہ عشا کے معنی لغت

کے ہیں اور یہ شفق ڈوبنے کے بعد ہوتا ہے۔ پس اگر مغرب کو بھی عشا کا نام دینے کی اجازت دیدی جاتی تو احتمال تھا کہ آئندہ لوگ

وقت شفق ڈوبنے کے بعد سمجھنے لگیں۔ منہ

بَابُ ذِكْرِ الْعِشَاءِ وَالْعَمَةِ وَمَنْ تَرَاهُ وَاسِعًا

باب عشا و عمتہ کہنے کے متعلق اور جو اس کے جواز کے قائل ہیں

ابو ہریرہ نے کہا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ دونوں

منافقوں پر بہت عبادی ہیں۔ فجر اور عشا اور حضور نے

لوگ عمتہ اور فجر کی نماز کے خواب کو باندھے۔ امام بخاری نے

یہ کہ عشا کو عشا ہی سے موسوم کیا جسے کہہ کر اللہ

فرمایا۔ اور عشا کی نماز کے بعد اور ابو موسیٰ اشعری سے

وَقَالَ أَبُو هُرَيْرَةَ عَنْ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

أَقْبَلَ اسْتَلْزَمَ عَلَى الْمَنَافِقَيْنِ الْعِشَاءَ وَالْفَجْرَ

قَالَ لَوْ يَعْلَمُونَ مَا فِي الْعَمَةِ وَالْعَمَةِ قَالَ أَبُو عَبْدِ اللَّهِ

وَالْوَاسِعِيَانِ أَنْ يَسْأَلَ الْعِشَاءَ لَسُرَّ اللَّهُ تَعَالَى

وَمِنْ بَعْدِ انْقِلَابِ الْعِشَاءِ وَيَذْكُرُ عَنْ أَبِي

سَيَقَالَ لَنَا مَنَادُ رَبِّ النَّاسِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
 صَلَوَاتُ الْعِشَاءِ فَاعْتَمِمْ بِهَا قَالَ صَلَّى لَنَا رَسُولُ
 عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَمَّا صَلَوَةُ الْعِشَاءِ وَهِيَ النَّبِيُّ
 عَلَى النَّاسِ الْعِشَاءُ ثُمَّ الْفُضُولُ فَأَمَّا عَلِيٌّ فَقَالَ
 لَكُمْ لَيْلَتُكُمْ هَذِهِ فَإِنَّ أَمْسَ وَإِلَهُ سَنَةٍ
 لَا يَبْقَى مَعَهُ هُوَ الْيَوْمَ عَلَى ظَهْرِ الْأَرْضِ أَمَّا دُرُّ

کہ ہم باری باری عشاء کی نماز کے وقت حضور کی خدمت میں حاضر ہوئے
 آپ نے اس نماز کو تاخیر سے پڑھا۔ عبد اللہ بن عمر نے کہا کہ حضور
 علیہ السلام نے ایک رات عشاء کی نماز ہم کو پڑھائی یعنی یہی نماز
 جس کو لوگ عشاء کہتے ہیں۔ پھر حضور ہماری طرف متوجہ ہوئے فرمایا کیا
 تم نے اس رات کو دیکھا اس رات سے سو برس گزرنے تک جتنے
 لوگ آج زمین پر ہیں سب یہی ان میں کوئی باقی نہ رہے گا۔

ان تمام احادیث سے واضح ہوتا ہے کہ عشاء کو عشاء سے موسوم کرنا بھی جائز ہے مگر اول یہ ہے کہ عشاء کو عشاء ہی سے موسوم کیا جائے۔
 ان میں بھی اس نماز کو عشاء سے موسوم کیا گیا ہے۔ حافظ علیہ الرحمۃ نے فرمایا عشاء کو عشاء کہنا جائز ہے۔ پھر جب اس کا استعانت
 کرنے لگا تو اس سے منع کیا گیا تاکہ جاہلیت کی زبان اسلام کی زبان پر غالب نہ آئے لیکن اس کے باوجود عشاء کو عشاء سے موسوم مباح
 ہے مگر خود صحابہ و کرام نے عشاء کو عشاء سے موسوم کیا ہے۔ (فتح الباری) نیل الاوطار۔ ص ۱۵۷
 ۱۵۸۔ اعتدای دخل فی العشاء عشاء اس دودھ کو کہتے ہیں۔ جو اونٹنی کے غنوں میں باقی رہنے دیتے اور کچھ رات گزرنے کے
 بعد اس کو دہتے ہیں۔ بعض نے کہا عشاء کے معنی شفق کے غروب کے بعد رات کے تیسرے حصے کو گزرنے کو کہتے ہیں اور عشاء کو عشاء اسی
 حال پر نماز اس وقت پڑھیں جاتی ہے۔

بَابُ وَقْتِ الْعِشَاءِ إِذَا جُمِعَ النَّاسُ أَوْ تَأَخَّرُوا

باب عشاء کی نماز اس وقت پڑھنا جب کہ لوگ جمع ہو جائیں!

مطلب عنوان یہ ہے کہ اگر نماز عشاء جمع ہو جائیں تو عشاء اول وقت میں پڑھنا اور اگر آئے میں تاخیر کریں عشاء میں تاخیر کرنا۔
 جس کے تحت امام نے حدیث جابر بن عبد اللہ سے روایت کی ہے جو اور پر گزرنے والی ہے۔ جس میں یہ لفظ بھی ہیں۔
 عَنِ النَّاسِ عَلَى حُلٍّ وَإِذَا أَقْبَلُوا تَأَخَّرُوا۔
 اور جب نمازیوں کی تعداد کم ہوئی تو پھر تاخیر فرماتے۔ (بخاری)

واضح ہو کہ عشاء کا وقت غروب شفق سے طلوع فجر تک ہے اور عشاء میں تاخیر مستحب ہے مگر حضور علیہ السلام نے بعض اوقات
 پر شفقت فرماتے ہوئے اول وقت میں بھی عشاء پڑھی ہے جیسا کہ حدیث زیر بحث میں ہے کہ جب سب نمازی جمع ہو گئے۔ یعنی مسجد
 سب نمازی جلدی آگئے تو حضور علیہ السلام نے ان کی رعایت فرماتے ہوئے عشاء جلدی اور فرامانی اور عشاء کو اس کے اول وقت
 پڑھا حضور نمازیوں کے آرام کا خیال کر کے ایسا کرنا بلا کر نہایت جائز ہے اور حضور علیہ السلام نے حج بیت، وضعت، یسقیم اور
 سب حاجت افراد کا خیال کرتے ہوئے عشاء کی نماز اول وقت میں بھی اور فرامانی ہے۔ اسی سے یہ فرمایا۔

الریات نہ ہوں کہ میری امت پر شفقت ہو جائے گی تو میں ان کو حکم فرما دیا کہ ہر وضو کے ساتھ مسواک کریں اور عشاء کی نماز تہائی
 رات تک مؤخر کر دیا کہ اللہ عزوجل اسکان پر خاص نعمتی رحمت فرماتا ہے اور صبح تک فرما رہا ہے کہ کوئی سائل ہے کہ اسے دوں ہے
 مغفرت چاہتے والا کہ اس کی مغفرت کروں۔ سب کوئی دعا کرنے والا کہ قبول کروں۔ (احمد ضعیف)

اس سے واضح ہوا کہ عشاء میں تاخیر مستحب ہے اور اول وقت میں عشاء پڑھنا بھی جائز ہے۔ منہ

بَابُ فَضْلِ الْعِشَاءِ۔ باب عشاء کی فضیلت کے بیان میں

۱۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمائی ہیں کہ ایک رات حضورؐ نے دین اسلام کے دوسرے ممالک میں پھیلنے سے پہلے عشاء میں اپنے حجرۃ اللہ سے براہِ نہ ہونے کو حضرت عمرؓ نے عرض کیا۔ جو تیس اور بچے سو گئے۔ پھر حضورؐ جلوہ فرما ہوئے۔

فَخَرَجَ فَقَالَ لِأَهْلِ الْمَسْجِدِ مَا يَنْتَظِرُكُمْ
أَحَدٌ مِنْ أَهْلِ الْأَمْصَرِ غَيْرُكُمْ۔ (بخاری)

۲۔ اس کے بعد امام نے ایک اور حدیث درج کی۔ جس کے ابتدائی جملوں کا ترجمہ ہے۔ حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت عمرؓ کی خدمت میں آئے تھے بلخان کے میدان میں اُترے ہوئے تھے اور حضورؐ مدینہ میں جلوہ فرما تھے اور ہم لوگ باری باری عشاء

لیے بے حضورؐ نبویؐ حاضر ہوئے۔ ایک دن ایسا ہوا کہ میں اپنے ساتھیوں کے ہمراہ بے حضورؐ نبویؐ حاضر ہوا۔ حضورؐ اپنے کسی کام میں مصروف تھے آپ نے من میں دیر کی یہاں تک کہ آدھی رات گزر گئی اس کے بعد آپ برآمد ہوئے اور لوگوں کے ساتھ نماز پڑھی۔ نماز کے بعد اس

عَلَى بِرَسُولِكُمْ أَتَشِيرُونَ إِنَّ مِنْ رَغْمَةِ اللَّهِ عَلَيْكُمْ إِنَّهُ
لَيْسَ أَحَدٌ مِنَ النَّاسِ يُصَلِّي هَذِهِ السَّاعَةَ غَيْرُكُمْ۔ (بخاری)

اپنی اپنی جگہ بٹھ کر رہے۔ رات بھر یہ اُتار دیا
ہے کہ اس وقت تمہارے سوا کوئی نماز نہیں پڑھ رہا۔

حدیث اول کو امام نے اب انترم قبل العشاء میں اور مسلم نے بھی اس کو روایت کیا اور حدیث دوم کو مسلم
ابو داؤد نے کتاب الصلوٰۃ میں ذکر کیا۔ دونوں حدیثوں کے مسائل یہ ہیں:-

قوائد و مسائل

۱۔ ہر نماز کو اس کے وقت پر پڑھنا ضروری ہے اور اس معاملہ میں نمازیوں کا انتظار اور ان کی سہرلت وغیرہ کا لحاظ رکھنا نہیں البتہ یہ جائز ہے کہ گزروں، حاجت مندوں کی رعایت اور عام لوگوں کی آسانی کے لیے وقت سہل کر لیا جائے اور اس میں مستحب ہرگز نا افضل ہے لیکن اگر وقت مستحب تک تاخیر میں مشقت ہو تو پھر اول وقت میں نماز ادا کر لینا بھی جائز ہے۔ جیسے عشاء کرنا مستحب ہے مگر لوگوں کی سہرلت کے لیے اگر اول وقت میں پڑھی جائے تو مضائقہ نہیں۔

قائدہ ۱۔ ابو جعفرؓ نے فرمایا۔ "ابنِ زمین میں تمہارے سوا اور کوئی اس نماز کا انتظار نہیں کرتا" شارحین نے اس کے ساتھ بیان کئے ہیں۔ ۱۔ علامہ جلال الدین سیوطی علیہ الرحمۃ نے فرمایا۔ عشاء کی نماز کسی امت میں مشروع نہ تھی اور کسی نبی نے عشاء کی نماز سے پہلے نماز عشاء حضور علیہ السلام نے ہی پڑھی ہے تو ماینتظرہا احد الخ میں حصہ بالنسبۃ الی اہل کتاب ہے چنانچہ مسلم میں یہ لفظ ہے۔ اِنَّكُمْ يَنْتَظِرُونَ صَلَاةَ مَا يَنْتَظِرُهَا اَهْلُ دِينِ غَيْرُكُمْ۔

۲۔ بعض نے کہا حصہ بالنسبۃ الی الکفار ہے جیسا کہ حدیث زیر بحث میں یہ تصریح ہے کہ اس وقت تک اسلام دوسرے ممالک میں نہیں ہوا تھا۔ صرف مکہ اور مدینہ میں اسلام تھا۔ دیگر بلاد میں اسلام فتح کر کے بعد پھیلا۔

۳۔ علامہ ابن حجر عسقلانی نے فرمایا کہ مقصود یہ بتانا ہے کہ عشاء کی نماز باجماعت پڑھنا اس وقت صرف اہل مدینہ کے ساتھ خاص کیونکہ مکہ میں جو مسلمان تھے وہ مغلوب تھے۔ چھپ چھپ کر نماز پڑھتے تھے اور مکہ و مدینہ کے علاوہ بلاد میں اسلام تھا ہی نہیں۔

۴۔ یہ بھی ممکن ہے کہ حصہ بالنسبۃ مسجد نبویؐ ہو کیونکہ اس وقت کل مسجدیں ۹ عدد تھیں۔ اکہما عند الدمار قطعی باسناد صحیح اس تقدیر پر مبنی یہ ہوں گے کہ باقی مساجد میں تو نمازی نماز پڑھ کر موعی گئے۔ صرف تم جو مسجد نبویؐ میں عشاء کی نماز کے انتظار میں یہ سعادت تھی کہ حاصل ہے۔ بہر حال جو لوگ اس وقت نماز عشاء کے انتظار میں رہے رات کے ایک حصہ کے گزر جانے کے بعد حضورؐ کی اقتداء میں نماز عشاء ادا کی حضورؐ نے انھیں خوشخبری دی کہ اس وقت اس نماز کے انتظار کی سعادت اللہ عزوجل نے تمہیں جس سے عشاء کو تاخیر سے پڑھنے کا استیجاب ہوا۔

بَابُ مَا يَكْرَهُ مِنَ التَّوَمُّقِ قَبْلَ الْعِشَاءِ

باب عشا کی نماز سے قبل سونا مکروہ ہے

ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز عشا سے پہلے سوجانا اور عشا کے بعد (فضول باتوں میں مصروف ہوجانا مکروہ جانتے تھے۔

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَرِهَ التَّوَمُّقَ قَبْلَهَا وَالْحَدِيثَ بَعْدَهَا۔ (بخاری)

فوائد و مسائل

۱۔ نماز عشا سے قبل سوجانے کو مکروہ قرار دینے کی وجہ یہ ہے۔ سوجانے کے بعد بہت ممکن ہے کہ آنکھ نہ کھلے اور نماز عشا فوت ہو جائے۔ چنانچہ یہ تجربہ شاید سب کو ہوگا کہ عشا کی نماز سے قبل سوجانے سے عشا فوت ہو جائے کاسخت ضرر ہوتا ہے اور اگر وقت پر آنکھ کھل جائے تو نماز کا ادراک نہ ہو سادھرم ہوتا ہے ۲۔ اسی طرح نماز عشا کے بعد فضول اور لغو باتوں میں مصروف ہوجانا مکروہ ہے۔ بعض اوقات قصہ کہانیوں میں ایسا ہی لگتا ہے کہ مہلج جاتے ہیں اور پھر فجر کے لیے بیداری دشوار ہوجاتی ہے۔ البتہ یہ صبر ہے کہ یہ بھی ممکن نہیں ہے اور بعض کو قیاس اس طرف لگے کہ اگر کسی کو وقت پر بیدار ہوجانے کا وثوق ہو یا جگانے کے لیے مقرر کر دیا گئے تو پھر عشا کی نماز سے قبل سوجانے میں حرج نہیں۔ ولکن الاحتذ بظاہر الحدیث احوط ۳۱۔ والحدیث بعدہ ۳۲۔ اور حضورؐ عشا کے بعد باتیں کرنا مکروہ جانتے۔ چنانچہ اس سلسلہ کی چند احادیث یہ ہیں :-

۱۔ ترمذی کی حدیث میں ہے کہ عشا کے بعد باتیں کرنا جائز نہیں۔ مگر غازی یا مسافر یعنی مکان سے ۲۔ مجمع الزوائد میں حضرت صادقؑ سے مروی آیا کہ عشا کے بعد تین شخصوں کو بات چیت کرنا جائز ہے۔ غازی، مسافر، مکان، میان بیوی ۳۔ ترمذی کی حدیث میں ہے کہ علیہ السلام عشا کے بعد حضرت ابو بکرؓ سے جماعت کے متعلق مشورہ فرماتے تھے ۴۔ مسلم میں ہے کہ آپ عشا کے بعد باتیں کرنے کو نہیں فرماتے تھے۔ بخاری میں ہے۔ مکروہ جانتے تھے۔ ابو داؤد میں ہے کہ آپ منع فرماتے تھے۔ ابن ماجہ میں ہے کہ آپ نماز عشا سے قبل آرام فرما ہوتے اور نماز عشا کے بعد باتیں کرتے۔ ان تمام احادیث سے یہ واضح ہوا کہ عشا کی نماز کے بعد فضول اور بے فائدہ باتیں کرنا مکروہ ہے۔ اور علم کی باتیں کرنا۔ پڑھنا پڑھانا۔ دعا و نصیحت صالحین کی حکایت، مکان کی خاطر تواضع، دولہن کی دلجوئی جائز ہے۔

بَابُ التَّوَمُّقِ قَبْلَ الْعِشَاءِ لِمَنْ غَلَبَ

باب اگر نیند کا بہت غلبہ ہو تو عشا کی نماز سے پہلے سونے کے متعلق

اس عزرائم کے ماتحت امام نے متعدد حدیثیں لکھی ہیں۔ سب کے مضمون تقریباً ایک ہیں۔ ہم یہاں ان حدیثوں کو اختصار کے ساتھ پیش کرتے ہیں۔ حضرت عائشہؓ کا بیان ہے کہ حضورؐ نے عشا میں دیر کی۔ یہاں تک کہ حضرت عمرؓ نے عرض کی، عورتیں اور بچے سو گئے۔ حضورؐ علیہ السلام جواب لائے اور نماز پڑھائی۔ حضرت عائشہؓ نے فرمایا کہ :-

وَكَاثِرُوا يَصْلَوْنَ فَيَتَأَبَّيْنُ أَنْ يَغِيبَ الشَّفَقُ
ثُمَّ اللَّيْلُ الْأَوَّلُ۔ (بخاری)

حضورؐ اور صحابہ کرام عشا کی نماز شفق و ثوبہ سے لے کر پہلی تہائی رات گزرنے تک ادا فرماتے تھے۔

۲۔ حضرت عبداللہ بن عمرؓ فرماتے ہیں کہ حضورؐ علیہ السلام کو ایک رات کچھ کام ہو گیا اور آپ نے عشا میں دیر فرمائی۔ یہاں تک کہ ہم لوگ مسجد میں سو گئے۔ پھر آنکھ کھلی۔ پھر سو گئے۔ پھر جاگے۔ اس کے بعد حضورؐ حجرہ سے تشریف لائے اور فرمایا۔ اس وقت تمہارے سوا اہل زمین میں کوئی نماز کا منتظر نہیں۔

عَنْ اللَّهِ بْنِ عُمَرَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ شَغَلَ عَنْهَا لَيْلَهُ فَأَخَّرَ حَاضِرًا تَرَقُّدًا فِي مَجْدٍ شَغَلَ عَنْهَا لَيْلَهُ فَتَرَقُّدًا ثُمَّ اسْتَقْطَا شَوْحًا عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثُمَّ قَالَ لَيْسَ أَخَذَ إِلَّا الْأَرْضَ يَنْتَظِرُ الصَّلَاةَ عَيْنُكَ كَرَّ۔ (بخاری)

۳۔ وَكَانَ ابْنُ عُمَرَ لَا يَسَالِي أَحَدًا مِمَّا أَمْرًا خَرَهَا
إِذَا كَانَ لَا يَحْشَى أَنْ يَغْلِبَهُ النَّوْمُ عَنْ وَفْقِهَا وَقَدْ
كَانَ يَوْفُقُ قَبْلَهَا -

۴۔ اس کے بعد جو حدیث ہے اس کا مضمون تو وہی ہے جو حدیث ۱ کا ہے مگر اس میں یہ لفظ بھی ہیں کہ حضور علیہ السلام نے یہ بھی فرمایا
فَقَالَ لَوْ لَا أَنَا شَقِيٌّ عَلَى أُمَّتِي لَأَمَرْتُهُمْ
أَنْ يُصَلُّوا هَاهُنَا - (بخاری)

ان تمام حدیثوں سے واضح ہوتا ہے کہ افضل و مستحب یہی ہے۔ عشاء تاخیر سے پڑھی جائے اور عشاء پڑھنے سے قبل نہ سو جائے۔ اگر نیند کا غلبہ ہو اور یہ و تروق بھی ہو کہ وقت پر بیدار ہو جائے گا۔ یا کسی کو جگانے کے لیے مقرر کر دیا ہے تو عشاء پڑھنے سے قبل سو جائے۔ مصلحت نہیں۔ اس سلسلہ کی چند روایات کے خلاصے یہ ہیں۔

۱۔ امام ترمذی نے کہا اکثر اہل علم عشاء کی ناز سے قبل سو جانے کو مکرر قرار دیتے ہیں۔ اور بعض سے رمضان میں سونے کی نصیحت بشرطیکہ کوئی جگانے والا مقرر کر دیا جائے یا خود جاگ جائے کا اطمینان ہو۔ فتح الباری ۲۔ بلاوجہ ناز عشاء سے قبل سو جانے اور نہ کی پرواہ نہ کرنے والے کے متعلق حضور علیہ السلام نے فرمایا۔

مَنْ نَامَ قَبْلَ الْعِشَاءِ فَلَا نَامَتْ عَيْنُهُ
۲۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ عشاء سے قبل سونے والے کو بُرا بھلا کہتے ہیں مگر خود کبھی سو جاتے تو کسی کو جگانے کی پرواہ نہ کرتے تھے ۳۔ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم لوگ اپنی خوابگاہوں سے دُور رہتے تھے مگر عشاء سے جاگتے۔

بَابُ وَقْتِ الْعِشَاءِ إِلَى نِصْفِ اللَّيْلِ

باب عشاء کا وقت مختار نصف شب تک ہے

۱۔ قَالَ أَبُو بَرَزَةَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
يَسْتَعِثُّ تَأْخِيرَهَا - (بخاری)

عَنْ أَنَسٍ قَالَ أَخَّرَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
صَلَاةَ الْعِشَاءِ إِلَى نِصْفِ اللَّيْلِ ثُمَّ صَلَّى ثُمَّ قَالَ
قَدْ صَلَّى النَّاسُ وَنَامُوا أَهْأَنْتُمْ فِي صَلَاةٍ
مَّا أَنْتُمْ تَمُوتُونَ - (بخاری)

عنوان سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ حضرت امام بخاری علیہ الرحمہ کا مسلک یہ ہے کہ عشاء کا وقت نصف شب تک اور زیر عنوان حدیث میں بھی نصف التلیل کے الفاظ موجود ہیں۔ علامہ کرمانی نے فرمایا کہ امام بخاری کا مذہب

اور اسی لیے انہوں نے اس مضمون کی کوئی حدیث بخاری میں درج نہیں کی جس سے یہ واضح ہو کہ عشاء کا وقت طلوع فجر تک ہے۔ علامہ عینی نے فرمایا۔ یہ بات درست نہیں۔ کیونکہ امام نے یہ تصریح کی ہے کہ وقت مختار نصف شب تک ہے اور وقت طلوع فجر تک۔ حدیث دوم عنوان کے مناسب نہیں معلوم ہوتی کیونکہ اس میں نصف التلیل کے الفاظ نہیں

اور حضرت ابن عمر عشاء کی نماز صلائی یا بد پر پڑھنے میں کچھ سمجھتے تھے جب کہ ان کو یہ ڈر نہ ہوتا کہ سو جانے سے وقت گھا اور کبھی عشاء پڑھنے سے پہلے سو جائے۔ پھر اٹھ کر پڑھتے۔

۴۔ اس کے بعد جو حدیث ہے اس کا مضمون تو وہی ہے جو حدیث ۱ کا ہے مگر اس میں یہ لفظ بھی ہیں کہ حضور علیہ السلام نے یہ بھی فرمایا اگر میری امت پر شاق نہ ہوتا تو میں حکم دیتا کہ ناز عشاء کا وقت پڑھا کر دو۔

ان تمام حدیثوں سے واضح ہوتا ہے کہ افضل و مستحب یہی ہے۔ عشاء تاخیر سے پڑھی جائے اور عشاء پڑھنے سے قبل نہ سو جائے۔ اگر نیند کا غلبہ ہو اور یہ و تروق بھی ہو کہ وقت پر بیدار ہو جائے گا۔ یا کسی کو جگانے کے لیے مقرر کر دیا ہے تو عشاء پڑھنے سے قبل سو جائے۔ مصلحت نہیں۔ اس سلسلہ کی چند روایات کے خلاصے یہ ہیں۔

۱۔ امام ترمذی نے کہا اکثر اہل علم عشاء کی ناز سے قبل سو جانے کو مکرر قرار دیتے ہیں۔ اور بعض سے رمضان میں سونے کی نصیحت بشرطیکہ کوئی جگانے والا مقرر کر دیا جائے یا خود جاگ جائے کا اطمینان ہو۔ فتح الباری ۲۔ بلاوجہ ناز عشاء سے قبل سو جانے اور نہ کی پرواہ نہ کرنے والے کے متعلق حضور علیہ السلام نے فرمایا۔

مَنْ نَامَ قَبْلَ الْعِشَاءِ فَلَا نَامَتْ عَيْنُهُ
۲۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ عشاء سے قبل سونے والے کو بُرا بھلا کہتے ہیں مگر خود کبھی سو جاتے تو کسی کو جگانے کی پرواہ نہ کرتے تھے ۳۔ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم لوگ اپنی خوابگاہوں سے دُور رہتے تھے مگر عشاء سے جاگتے۔

بَابُ وَقْتِ الْعِشَاءِ إِلَى نِصْفِ اللَّيْلِ

باب عشاء کا وقت مختار نصف شب تک ہے

۱۔ قَالَ أَبُو بَرَزَةَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
يَسْتَعِثُّ تَأْخِيرَهَا - (بخاری)

عَنْ أَنَسٍ قَالَ أَخَّرَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
صَلَاةَ الْعِشَاءِ إِلَى نِصْفِ اللَّيْلِ ثُمَّ صَلَّى ثُمَّ قَالَ
قَدْ صَلَّى النَّاسُ وَنَامُوا أَهْأَنْتُمْ فِي صَلَاةٍ
مَّا أَنْتُمْ تَمُوتُونَ - (بخاری)

عنوان سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ حضرت امام بخاری علیہ الرحمہ کا مسلک یہ ہے کہ عشاء کا وقت نصف شب تک اور زیر عنوان حدیث میں بھی نصف التلیل کے الفاظ موجود ہیں۔ علامہ کرمانی نے فرمایا کہ امام بخاری کا مذہب

اور اسی لیے انہوں نے اس مضمون کی کوئی حدیث بخاری میں درج نہیں کی جس سے یہ واضح ہو کہ عشاء کا وقت طلوع فجر تک ہے۔ علامہ عینی نے فرمایا۔ یہ بات درست نہیں۔ کیونکہ امام نے یہ تصریح کی ہے کہ وقت مختار نصف شب تک ہے اور وقت طلوع فجر تک۔ حدیث دوم عنوان کے مناسب نہیں معلوم ہوتی کیونکہ اس میں نصف التلیل کے الفاظ نہیں

کر رہے۔ جواب یہ ہے اس مضمون کی دوسری حدیثوں میں ثلث الليل اور نصف الليل کے الفاظ بھی وارد ہوئے ہیں۔ واضح ہو کہ نماز کا تاخیر کے متعلق جو احادیث آئی ہیں ان میں تہائی رات اور بعض میں نصف رات تک کی تاخیر کا ذکر ہے اور صبح صادق کے طلوع تک روک سکتے ہیں۔ جو روکایہ بھی مذہب ہے اور ملاحظہ فرمادیں اس مضمون کی صریح حدیثیں روایت کی ہیں جن سے بڑا بہت ہو تا ہے کہ عشاء تک طلوع ہو تک ہے۔ حدیث دوم مع تقسیم دو تہائی اور گزرا چکی ہے۔

واضح ہو کہ سب کا وقت شفق غروب ہونے سے طلوع صبح صادق تک ہے شفق کی تعریف اور مذکور ہوئی اور صبح صادق ایک روشنی ہے کہ پرہ کی جانب جہاں سے آج آفتاب طلوع ہوئے والا ہے اس کے تھکن کے کنارے میں دکھائی دیتی ہے اور برستی جاتی ہے۔ یہاں تک کہ تمام آسمان پر پھیل جاتی ہے اور زمین پر اجالا ہو جاتا ہے (تو عشاء کا معنی غروب ہونے سے طلوع صبح صادق تک ہے) ۲۔ عشاء میں تہائی رات تک تاخیر مستحب ہے اور آدھی رات تک تاخیر مباح یعنی آدھی رات ہونے سے پہلے فرض پڑھ لینا مباح ہے اور اتنی تاخیر کہ رات داخل گئی۔ لہذا تعیل جماعت مکروہ ہے۔ اب اس سلسلہ کی حدیثیں پڑھیں۔ جن سے فائدہ والا مسائل اخذ ہوئے۔

حضرت ابو سعید خدری فرماتے ہیں کہ رسول کریم علیہ السلام نے فرمایا کہ میری امت میں نے اہمیت کرائی نہ عشاء حین غابت الشفق وصلی الصبح حین الفجر۔ (طحاوی)

حضرت انس فرماتے ہیں کہ۔

مر لنبی صلی اللہ علیہ وسلم۔ صلاة العشاء نصف الليل شرف صلی
حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ حضور علیہ السلام نے فرمایا کہ اگر میں اپنی امت پر مشقت نہ جانتا تو انہیں حکم دیتا کہ وہ عشاء میں نصف رات تک تاخیر کریں۔

۳۔ روایت ابو ہریرہ کے لفظ یہ ہیں۔
وحر والاعشاء الى ثلث الليل او نصفه (امین بخاری)

باب فضل صلوة الفجر والحديث
باب نماز فجر کی فضیلت کے بیان میں
اس عنوان کا مقصد نماز فجر کی فضیلت بیان کرنا ہے۔ امام نے اس عنوان کے ماتحت دو حدیثیں لکھی ہیں۔
۱۔ پہلی حدیث تو یہی ہے کہ باب الصلوة الصبری مع تقیم کے گزرا چکا ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ حضور سرور کائنات علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں کہ نماز فجر کی فضیلت اس طرح مشرف ہو گئے جیسے چودھویں کے چاند کو دیکھتے ہو۔ لہذا نماز فجر عصر کی حفاظت ان پر کسی اور کام کو غالب نہ آئے دو (غلاصہ)

۲۔ حضرت ابو ہریرہ اشجری سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔
صلی اللہ وینہ دخل الجنة
جو کوئی بر دین کو پڑھا کرے جنت میں جائے گا۔
بر دین بر دین جمع ہے اور اس سے مراد فجر اور عشاء کی نماز ہے دونوں حدیثوں سے فجر و عشاء کی فضیلت نکلتی ہے کہ فجر کی نماز پر

مخالفت کرنے والا آخرت میں دیردار الہی کا شرف حاصل کرے گا اور جنت اس کا مقام ہوگا۔ یہ مطلب نہیں ہے کہ دخول جنت کے یہی معنائیں کافی ہیں۔ باقی نمازیوں کی مخالفت ضروری نہیں ہے ۲۔ اور عمران میں والحدیث کا لفظ وہم نہیں ہے بلکہ تقدیر عبارت باب فی بیان فصل الفجر و فی بیان الحدیث الوارد فیہ۔ یعنی یہ بات فجر کی فضیلت اور اس حدیث کے بیان میں فضیلت فجر میں وارد ہوئی۔

باب وقت الفجر

باب نماز فجر کے وقت کے بیان میں

۱۔ حضرت انس اور وہ حضرت زید بن ثابت سے راوی ہیں کہ

أَنَّهُمْ تَسَحَّرُوا مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
ثُمَّ حَاضُوا إِلَى الصَّلَاةِ قُلْتُ كَفَرْتُمَا قَالَا
قَدْ رُمِيتَانِ أَوْ رَمَيْنَا لَعْنَى آيَةٍ

(بخاری)

۲۔ حضرت انس بن مالک سے روایت ہے کہ

أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَزَيْدُ بْنُ ثَابِتٍ تَسَحَّرَا
كَلِمًا فَرَعَا مِنْ سُحُورِهِمَا شَامَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَى الصَّلَاةِ فَصَلَّى قُلْنَا لَا نَسْرُ
كَوْنُكَ بَيْنَ فَرَاغِهِمَا مِنْ سُحُورِهِمَا وَدُخُولِهِمَا فِي
الصَّلَاةِ قَالَ قَدْ رُمِيتَا بِفَرْعِ الرَّجُلِ خَسِيفٍ آيَةٍ

حضرت زید بن ثابت اور حضور علیہ السلام نے سحری کھا لی
ہوئی تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم صبح کی نماز کے لیے کھڑے ہوئے
حضرت قتادہ نے کہا ہم نے انس سے پوچھا کہ جب
فراغت ہوئی تو نماز اس کے کتنی دیر بعد شروع کی۔ انس
آپنی دیر کے بعد جتنی دیر میں آدمی بچا پس آتے ہیں پڑھتے۔

اس حدیث کو امام نے صوم میں بھی ذکر کیا اور مسلم، ترمذی، ابوداؤد، نسائی، ابی داؤد، ماجہ نے بھی کتاب الصوم میں
حدیث سے ثابت ہو کر فجر کا وقت جب شروع ہوتا ہے۔ جب کہ روزہ دار کی سحری کھانے کا وقت ختم ہو وقت
فجر کا اول وقت طلوع صبح صادق ہے اور حضور علیہ السلام سحری سے فارغ ہو کر فجر کی نماز کے لیے آتی دیر بعد متوجہ ہوئے۔ جس
پچاس یا ساٹھ آیتیں پڑھی جاسکیں۔

حضرت زید بن ثابت رضی

۱۔ حدیث ہذا کے راویوں میں حضرت زید بن ثابت قابل ذکر ہیں۔ یہ حضور سید عالم صلی اللہ
کے مقدس صحابی کاتب وحی ہیں حبیب دین تشریف لے گئے تو آپ کی عمر ۱۱ سال تھی۔ اسی عمر میں
بر اسلام ہوئے۔ نہایت دکن، نجیب، علم، فرائض و میراث کے ماہر تھے۔ تدوین قرآن میں آپ کا بڑا حصہ ہے۔ خلافت صدیقی میں
مکید کی کتابت فرمائی۔ پھر خلافت عثمانی میں مصحف سے قرآن نقل کیا ایک بڑی جوہت لے آپ سے روایت کی۔ آپ سے ۹۲ حدیث
ہیں۔ ۹ بخاری میں ہیں۔ محدث نبوی میں چار حافظ مشہور تھے۔ ابی بن کعب، زید بن ثابت، معاذ بن جبل۔ ابو زید سیدنا فاروق اعظم
تعالیٰ عنہ۔ جب حج کا عزم فرماتے تو زید بن ثابت کو اپنا قائم مقام بناتے۔ حدیث انس میں آیا ہے کہ انھیں امتی زید بن ثابت
میں علماء اہل بیت کے ماہر زید بن ثابت ہیں۔ آپ نے ۵۵ برس میں ۵۵ سال وفات پائی۔ سیدنا ابو ہریرہ نے کہا۔ آج جبرائیل نے وہ
حضرت ابن عباس سے فرمایا زید بن ثابت راغبین فی العلم میں سے تھے۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہم (اکمال و تذکرہ ولید بن ابی)

۲۔ حضرت سہیل بن سعد کہتے ہیں۔

سَأَلْتُ حَازِمَ بْنَ أَهْلِي لَشَقَّ تَكُونُ مُسْتَعْتَبَةً لِي أَلَّا
يَكُونَ صَلَوةُ الْفَجْرِ مَعَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
میں اپنے گھر میں سحری کھاتا۔ پھر مجھے یہ جلدی رہتی کہ صبح کی نماز
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ادا کروں۔

اس حدیث کی عنوان سے مطابقت بطریق اشارہ یہ ہے کہ اول وقت فجر کا طلوع صبح صادق سے ہے۔ بعض نے کہا امام بخاری
میں اس حدیث کے بیان سے اس طرف اشارہ کرنا ہے کہ حضور علیہ السلام اول وقت میں فجر ادا فرماتے تھے لیکن ظاہر ہے کہ عنوان تو
اس وقت فجر کے بیان کے متعلق ہے۔ فافہم

۳۔ اس کے بعد امام نے حدیث عائشہ رضی اللہ عنہا ذکر کی ہے جس میں یہ ہے کہ عورتیں نماز فجر پڑھ کر جب اپنے گھروں کو واپس جاتیں تو
اس کے وجہ سے انہیں کوئی نہ پہچان سکا۔ ۱۲ یہ حدیث مع مکمل تفسیر و ترجمانی کے فیروض الباری پارہ دوم حصہ ۱۲ پر گذر چکی ہے۔

بَابُ مَنْ أَدْرَكَ مِنَ الْفَجْرِ رَكْعَةً

باب۔ جو سورج نکلنے سے پہلے فجر کی ایک رکعت پالے

اس عنوان کے تحت امام بخاری نے وہی حدیث ذکر کی ہے جو باب من ادرك ركعة من العصر میں گذر چکی ہے۔ اس حدیث پر مکمل
تفسیر فیروض الباری پارہ سوم صفحہ ۲۵ میں گذر چکی ہے۔

وقت فجر کا بیان | ان امور پر مکمل بحث ہو چکی ہے۔ اس سلسلہ کی احادیث میں سے چند حدیثیں یہ ہیں۔
حضرت ابو ہریرہ سے روایت ہے کہ حضور علیہ السلام نے فرمایا۔

أَوَّلُ وَقْتِ الْفَجْرِ حِينَ يُطْلِعُ الْفَجْرُ وَانْخِفَ
سُحَابُ حِينَ تَطْلُعُ الشَّمْسُ (احمد، ترمذی، ابن شیبہ)
اول وقت فجر اس وقت ہے جب فجر طلوع کرے اور آخر وقت
صبح سورج نکل آئے۔

۴۔ حضرت ابوسعید خدری سے روایت ہے کہ جب میل امین نے
یہی صبح حین کا وقت الشمس ان تطلع (مطلوبی)

۵۔ حضرت بریدہ کہتے ہیں کہ ایک شخص نے حضور سے اوقات نماز دریافت کئے تو آپ نے اس سے فرمایا۔ میرے ساتھ نماز پڑھو تو
سنے وَصَلَى الْفَجْرَ فَاسْفَرُ (مسلم، ترمذی، عطاء بن یوسف)
فجر کی نماز پڑھی اور اسفار کیا۔

بَابُ مَنْ أَدْرَكَ مِنَ الصَّلَاةِ رَكْعَةً

باب جو کسی نماز کی ایک رکعت پالے۔ اس نے نماز پالی

حضرت ابو ہریرہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
نے فرمایا جس نے نماز کی ایک رکعت پالی اس نے نماز پالی۔

علامہ رباعی نے فرمایا کہ مقصود عنوان یہ ہے کہ جس نے کسی بھی نماز کی ایک رکعت پالی اس نے نماز کر لیا۔ اس قبل امام نے جو عنوان قائم کیا تھا
یہ اس کی تفسیر تھی اس کے بعد جو عنوان بنا دیا اس میں فرق کی تفسیر تھی اس عنوان میں مطلق نماز کے متعلق حدیث لائے۔ اس مشکل تفسیر گذشتہ اورانی میں ہو چکی

بَابُ الصَّلَاةِ بَعْدَ الْفَجْرِ حَتَّى تَرْتَفِعَ الشَّمْسُ

باب نماز فجر کے بعد سورج نکلنے تک نماز پڑھنے کے متعلق

عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ شَهِدَ عِنْدِي بِجَالٍ مُرَضِيُونَ
وَأَرْضًا مُرَضِيَةً عَنْهُ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ نَهَى عَنِ الصَّلَاةِ بَعْدَ الصُّبْحِ حَتَّى تَشْرِقَ
الشَّمْسُ وَلَعَدَ الْعَصْرَ حَتَّى تَغْرُبَ - (بخاری)

حضرت ابن عباس سے فرمایا مجھ سے کئی معتبر آدمی
جس میں حضرت عمرؓ سب سے زیادہ معتبر ہیں کہ نبیؐ
سے صبح کی نماز کے بعد سورج درخشن ہونے تک نماز نہ
فرمایا اور عصر کی نماز کے بعد سورج ڈوبنے تک۔

اس حدیث کو امام مسلم، ترمذی، ابن ماجہ نے بھی روایت کیا۔ مرضیوں کے معنی ہیں کہ ان کی صداقت
کوئی شبہ نہ تھا۔ بعد صبح یعنی نماز فجر کے بعد۔ حتیٰ تشرق اشراق کے معنی طلوع ہونے، بلند ہونے، روشن
ہیں۔ علامہ تاحی بیاض نے فرمایا کہ حتیٰ تشرق کا مطلب یہ ہے کہ سورج خوب اچھی طرح نکل آئے یہ نہیں کہ صرف اسکا قرص ظاہر ہو۔

اس حدیث سے ثابت ہوا کہ نماز فجر کے بعد طلوع آفتاب
نماز عصر کے بعد غروب آفتاب تک نفل پڑھنا ممنوع ہیں

نماز اگر کوئی ہو تو پڑھ سکتے ہیں۔ سیدنا امام اعظم ابو حنیفہ، حسن بصری، سعید بن المسیب، علاء بن زیاد، حمید بن عبد الرحمن
جامعہ صحابہ کرام کا یہی مذہب ہے (۲) علاء بن یحییٰ نے فرمایا۔ فجر و عصر کی نماز کے بعد نوافل پڑھنے کی ممانعت پر احادیث میں
حضرت فاروق اعظم و حضرت خالد بن ولید ان لوگوں کو دسے لگاتے تھے جو فجر یا عصر کی نماز کے بعد نفل پڑھتے اور صحابہ
کسی نے حضرت عمر یا حضرت خالد بن ولید کے اس فعل پر اعتراض نہیں کیا۔ (۳) وہ جو بعض احادیث میں آیا ہے کہ حضور علیہ
کی نماز کے بعد دو رکعت نماز نفل ادا فرماتے تو حضور کی خصوصیات سے تھا۔ (علینی ج ۲ صفحہ ۵۹)

قَالَ أَحْمَدُ بْنُ حَنْبَلٍ قَالَ سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تَحْرُومُوا بَصَلَاتِكُمْ طُلُوعَ الشَّمْسِ وَلَا غُرُوبَهَا
اس حدیث کو امام نے صفتہ ابیسی میں اور مسلم و نسائی نے کتاب الصلوٰۃ میں ذکر کیا لہٰذا خدا کے معنی
یعنی جب آفتاب طلوع ہو یا جو اس وقت اور جب غروب ہو یا جو اس وقت نماز نہ پڑھی جائے۔

قَالَ وَحَدَّثَنِي ابْنُ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ - إِنْ طَلَعَ حَاجِبُ الشَّمْسِ فَأَقِمُوا الصَّلَاةَ
حَتَّى تَرْتَفِعَ وَإِذَا غَابَ حَاجِبُ الشَّمْسِ فَأَجْزِمُوا
الصَّلَاةَ حَتَّى تَغِيبَ - (بخاری)

ان دونوں حدیثوں سے ثابت ہوا کہ طلوع و غروب کے وقت کوئی
نہیں ہے نہ فرض خواہ جب نہ نفل نہ ادا نہ قضا حتیٰ کہ سجدہ ہوا اور سجدہ

بھی جائز نہیں ہے۔ طلوع سے مراد آفتاب کا کنارہ ظاہر ہونے سے اس وقت تک ہے کہ اس پر نگاہ خیرہ ہونے لگے۔ جس کی
چمکنے سے ۲۰ منٹ تک ہے اور اس وقت سے کہ آفتاب پر نگاہ ٹھہرنے لگے ڈوبنے تک غروب ہے۔ یہ وقت بھی ۲۰ منٹ
علامہ نے طلوع و غروب اور فجر و عصر کے بعد نوافل کی ممانعت کو تنزیہی پر محمول کیا اور کہا کہ ممانعت ان نوافل کی ہے جو بلا سبب
سببی نوافل جیسے تحیرۃ السجدہ یا سجدہ تلاوت و شکر وغیرہ نمازیں ممانعت میں داخل نہیں لیکن یہ تخصیص بلا دلیل ہے۔ ۲۔ حضرت
روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دو طرح کے بیچنے، دو طرح کے باکس اور دو وقتوں میں نماز پڑھنے سے منع فرمایا

یٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا اِذَا قُمْتُمْ لِلصَّلٰوةِ فَاغْسِلُوْا وُجُوْهَكُمْ وَاَيْدِيَكُمْ حَتّٰى تَطْعَمَ الشَّمْسُ وَ
عَدَا الْعَصْرِ حَتّٰى تَغْرُبَ الشَّمْسُ۔ (بخاری)
فجر کی نماز کے بعد جب تک سورج نہ نکلے اور عصر کے بعد جب
تک سورج ڈوب نہ جائے۔

راست مال صفا سے منع فرمایا اور ایک کپڑے میں گوشت مار کر بیٹھنے سے اس طرح کہ شرمگاہ آسمان کی طرف کھل رہے اور بیچ منابہ
بیچ ملا رہے منع فرمایا۔ (بخاری)

بَابُ لَا تَتَحَرَّيْ الصَّلٰوةَ قَبْلَ غُرُوبِ الشَّمْسِ

باب سورج غروب ہونے سے پہلے نماز کا قصد نہ کرے

اس عزمان کے تحت امام نے وہی حدیثیں ذکر کی ہیں جو اوپر گذر چکی ہیں۔ ان میں سے دو یہ ہیں۔
سُئِلَ سَمِعَةُ بْنُ سُوْلٍ اَللّٰهُ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمُ
قَوْلُ لَا صَلٰوةَ بَعْدَ الصُّبْحِ حَتّٰى تَرْفِيعِ الشَّمْسِ
لَا صَلٰوةَ بَعْدَ الْمَغْرِبِ حَتّٰى لَغِيْبِ الشَّمْسِ (بخاری)
حضرت ابو سعید فرماتے ہیں۔ میں نے حضور علیہ السلام کو یہ فرمایا
ہوئے کہ نماز فجر کے بعد سے سورج بلند ہونے تک اور نماز عصر
کے بعد سے سورج غروب ہونے تک کوئی نماز نہ پڑھو۔
اس حدیث کو مسلم و نسائی نے کتاب الصلوة میں ذکر کیا۔ ۲۔ لا صلوة میں لا یا تو نفی جنس کے لیے ہے تو تقدیر عبارت یہ ہوگی
صلوة حاصلہ بعد الصبح۔ بعض نے کہا لا نہی کے لیے ہے تو تقدیر عبارت یہ ہوگی لا تصلوا (۳)

عن معاوية بن ربيعة رضي الله عنه قال انكوا لتصلون صلوة
مذ صبحنا رسول الله صلى الله عليه وسلم فما تراءى
عليهما ولقد نهى عنهما يحيى الزياتين بعد العصر۔
حضرت معاویہ نے کہا تم لوگ ایسی نماز پڑھتے ہو کہ ہم حضور کی
صحبت میں رہے۔ ہم نے آپ کو یہ نماز پڑھتے نہیں دیکھا بلکہ آپ
نے اس سے منع کیا یعنی عصر کے بعد دو رکعت نفل پڑھنے سے۔
یہ دونوں حدیثیں اپنے مضمون میں واضح ہیں ان سے ثابت ہوتا ہے کہ عصر کے بعد سے لے کر غروب شمس تک اور فجر کے بعد
سے طلوع شمس تک نوافل پڑھنا مکروہ ہے۔

بَابُ مَنْ تَوَيَّكَرَ الصَّلٰوةَ بَعْدَ الْعَصْرِ وَالْفَجْرِ

باب اس شخص کی دلیل جس نے عصر اور فجر کے بعد نماز پڑھنے کو مکروہ نہ رکھا

عن ابن عمر قال اُتِيَ كَمَا تَرَأَيْتُ أَصْحَابِي يُصَلُّونَ
لَا يَتَمَلَّحُونَ أَحَدًا يُصَلِّي بِكَلْبٍ أَوْ نَهَارًا هَاشًا وَخَيْرُ
لَا تَحَرَّيْ وَاطْلُوعِ الشَّمْسِ وَلَا غُرُوبِهَا۔ (بخاری)
حضرت عبداللہ بن عمر نے فرمایا میں تو اسی طرح نماز پڑھتا ہوں
میں نے اپنے ساتھیوں کو دیکھا۔ میں کبھی رات اور دن میں کسی وقت
میں نماز پڑھنے سے منع نہیں کرتا یہ طلوع وغروب تک وقت نماز کا قصد کرتا۔

بیل اور خار کی جگہ بیل و لا خار بھی آیا ہے۔ اس حدیث سے حضرت امام مالک نے یہ استدلال فرمایا کہ استواء
وقت نماز جائز ہے۔ امام شافعی نے فرمایا کہ سوا جہ کے اور کوئی نماز جائز نہیں۔ لیکن استواء کے وقت میرے جواز
میں شافعی استدلال فرماتے ہیں وہ غریب ہے (یعنی ج ۲ ص ۵۹) بہر حال منکر مختلف فیہ ہے اور اخلاف کا مسلک یہ
ہے عصر و فجر کی نماز کے بعد نوافل پڑھنا مکروہ ہے اور طلوع وغروب اور استواء شمس (یعنی نصف النہار) ان تینوں وقتوں میں کوئی نماز جائز
ہے نہ فرضی نہ واجب نہ نفلی نہ قضاء ان تینوں وقتوں میں سجدہ تلاوت و سجدہ سو بھی ناجائز ہے۔ اور اوقات محمودہ یعنی طلوع
غروب اور استواء کے وقت نماز جائزہ اگر آجائے تو پڑھ لیا جائے۔ اس میں کوئی کراہت نہیں۔ کراہت اس صورت میں ہے جب
پیشتر سے جنازہ موجود ہے اور تاخیر کی یہاں تک کہ وقت کراہت آگیا۔

طلوع آفتاب وغروب آفتاب اور نصف النہار کے وقت نماز گزار نہیں ہے

۱۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

جب آفتاب کا کنارہ ظاہر ہو جائے تو نماز کو موقوف کر دو یہاں تک کہ آفتاب پورا نکل آئے۔ اور جب آفتاب کا کنارہ غروب ہو جائے بھی نماز نہ پڑھو۔ یہاں تک کہ پورا آفتاب غروب ہو جائے۔

إِذَا بَدَأَ حَاجِبُ الشَّمْسِ فَاحْرُوا الصَّلَاةَ حَتَّى تَبْزُغَ
وَأِذَا غَابَ حَاجِبُ الشَّمْسِ فَاحْرُوا الصَّلَاةَ
حَتَّى تَغِيبَ۔ (مسلم شریف)

۲۔ پھر حضور نے فرمایا۔

فَإِذَا انْصَضَ النَّهَارُ فَاقْصِرْ عَنِ الصَّلَاةِ حَتَّى تَمِيلَ الشَّمْسُ

بَابٌ مَا يَصَلِّي بَعْدَ الْعَصْرِ مِنَ الْقَوَائِدِ وَنَحْوِهَا
باب عصر کے بعد قضاء نماز یا اس کی مثل (مثلاً جنازہ) کی نماز پڑھنا

واضح ہو کہ احادیث کے نزدیک نماز فجر عصر کے بعد نوافل منوع ہیں لیکن فجر عصر کے بعد قضا نماز اور نماز جنازہ پڑھ سکتے ہیں۔ طلوع فجر سے طلوع آفتاب تک کہ اس درمیان میں سوا دو رکعت سنت فجر کے کوئی نفل جائز نہیں ہے حتیٰ کہ اگر فجر کی سنتیں وہ جائز ہیں ان کو بھی نماز فجر کے بعد پڑھے بلکہ جب سورج پورا نکل آئے تو اگر کسی نے اسی طرح نماز عصر سے آفتاب نروا جو نئے مک نفل منع ہے۔

وَقَالَ لُكَيْبٌ عَنْ أُمِّ سَلَمَةَ صَلَوَاتُ اللَّهِ عَلَيْهَا
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَعْدَ الْعَصْرِ الرَّكَعَتَيْنِ وَقَالَ عَلِيُّ بْنُ
مِنْ عَبْدِ اللَّهِ عَنْ الرَّكَعَتَيْنِ بَعْدَ الظُّهْرِ۔

لیکن حدیث ترمذی میں ہے حضرت ابن عباس نے فرمایا کہ حضور علیہ السلام نے فجر کی دو سنتیں جو وہ گئی تھیں وہ عصر کے بعد پھر آپ نے ایسا نہیں کیا۔

شَرُّ لَوْ لَعُدَّ

وحدیث ابن عباس صحیح من حدیث عائشہ رضی اللہ عنہا فیہ من الاضطراب - فافهم

قَالَتْ وَالَّذِي دَخَلْتُ بِهِ صَاحِبًا كَلَّمَهَا حَتَّى لَقِيَ اللَّهَ وَمَا لِي بِاللَّهِ حَتَّى تَقُلَّ عَنِ الصَّلَاةِ وَكَانَ يُصَلِّي كَثِيرًا مِنْ صَلَوَاتِهِ فَأَعَادَ النَّبِيُّ الرَّكَعَتَيْنِ بَعْدَ الْعَصْرِ وَكَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّي لَهَا وَلَا يُصَلِّي لَهَا فِي السَّجْدَةِ فَخَافَهُ أَنْ يُقَالَ عَلَى أُمَّتِهِ وَكَانَ يُحِبُّ مَا يُحَقِّقُ عَنْهُمْ مَا تَوَكَّلَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ السَّجْدَةَ بَيْنَ بَعْدَ الْعَصْرِ عِنْدِي قَطْرًا۔ (بخاری)

قَالَتْ رَكَعَتَانِ لَوَيْكِي رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَدْعُوهُمَا سَبَّحًا وَعَلَامِيَّةً رَكَعَتَانِ قَبْلَ صَلَاةِ الصُّبْحِ وَرَكَعَتَانِ بَعْدَ الْعَصْرِ۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا کہ اس ذاتِ مقدس کی قسم جس نے حضور کو اپنے پاس بلایا حضور نے رب سے ملنے تک ان دو رکعتوں کو نہیں چھوڑا اور حضور نے اسے نہیں ملے اور اپنی نماز کو اکثر بیٹھا کر پڑھتے دو رکعتوں سے عصر کے رکعت پڑھنا ملا وہیں اور حضور ان کو مسجد میں کس قسم سے نہیں پڑھتے تھے کہ اُمت پر بار ہو گا۔ اور آپ اُمت سے تحقیق پسند فرماتے تھے حضرت عائشہ نے فرمایا کہ حضور علیہ السلام نے عصر کے بعد یہ دو رکعتیں کبھی میرے پاس آکر پڑھنے نہیں۔

حضرت عائشہ نے فرمائی ہیں کہ صبح کی سنتیں اور دو رکعتیں کے بعد حضور نے ان کو کبھی نہیں چھوڑا۔ نہ سداً نہ علانیہ۔

كَانَتْ كَأَنَ الشَّيْءِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يَتَّبِعُنِي | حضرت عائشہ فرماتی ہیں کہ حضورؐ جب بھی عصر کے بعد میرے ہاں
فِي يَوْمٍ بَعْدَ الْعَصْرِ إِلَّا صَلَّى رَكَعَتَيْنِ | تشریف لیتے تو دور رکعتیں ضرور پڑھتے۔

ان تمام حدیثوں سے واضح ہوتا ہے کہ حضورؐ سید عالمؐ تو پھر مجھ صلی اللہ علیہ وسلم نماز عصر کے بعد دو رکعت نفل
اور فرمایا کرتے تھے۔ انھیں احادیث سے علماء کی ایک جماعت نے عصر کے بعد نفل پڑھنے کو جائز قرار دیا ہے
لیکن اصل یہ ہے کہ عصر کے بعد نفل پڑھنا حضورؐ کے خصوصیات سے ہے اور دلیل اس کی حدیث ابو داؤد ہے۔ حضرت ذکوان حضرت عائشہ
کے ازاد کردہ غلام کہتے ہیں کہ جناب عائشہؓ تصدیق فرمایا۔

۱۔ اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کان یصلی بعد | کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے عصر کے بعد خود تو نفل پڑھے لیکن
حضور وینہی عنہا ویواصل ویسہی عن | لوگوں کے لیے نہ نفل فرمائی۔ اسی طرح خود تو صوم وصال رکھا
موصال۔ (ابوداؤد)

۲۔ اور حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس شخص کو جو عصر کے بعد نفل پڑھے سزا دیتے تھے اور یہ کام وہ محض صحابہؓ میں کرتے
ہیں لیکن کسی نے اعتراض نہ کیا۔ (طحاوی باسنادہ مدبرہ)

اس سے صریح طور پر ثابت ہوتا ہے کہ عصر کے بعد نفل پڑھنا حضور علیہ السلام کے خصوصیات سے تھا۔

بَابُ التَّبَكُّيرِ بِالصَّلَاةِ فِي يَوْمِ عَتَمٍ

باب ابرو الے دن نماز میں تعجیل کرنا

لَمْ كُنَّا مَعَ بُوَيْدَةَ فِي يَوْمٍ ذِي عَتَمٍ فَقَالَ | عامر بن اسامہ بخاری نے بیان کیا کہ ہم بربہ بن حبیب صحابی
يَكُونُ بِالصَّلَاةِ فَارَأَى الشَّيْءَ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ | کے ہمراہ تھے۔ اس دن ابرو تھا تو انھوں نے کہا کہ نماز جلدی پڑھو
وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ تَرَكَ صَلَاةَ الْعَصْرِ حَبِطَ | کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔ جو کوئی عصر چھوڑ دے
عَمَلُهُ | اس کا عمل برباد ہو گیا۔

یہ حدیث عثمان کے دو وجہ سے مطابقت میں ہے۔ اول اس لیے کہ حدیث میں عصر کی نماز میں تعجیل کا ذکر ہے اور
عثمانؓ ہے تمام نمازوں میں تعجیل کے متعلق اسی طرح عثمانؓ حضرت بربہ کے قول کے مطابق تو ہے مگر حدیث کے مطابق
نہیں البتہ بطور اشارہ مطابقت پیدا کرنے کی یہ صورت ہو سکتی ہے کہ حضرت بربہؓ نے ابرو الے دن نماز جلدی پڑھنے کے لیے کہا۔ تو اس
وقت کہا جب کہ عصر کا وقت ہو گیا تھا اور چونکہ ابرو الے اس لیے اگر دیر کی جاتی تو نماز کا وقت گزر جاتا تو اندیشہ تھا اور اگر اس میں تاخیر
ہوتی اور وقت چھ ختم ہو جاتا تو یہ فعل وعید کے تحت آجاتا یعنی وہ وعید جو عصر کے متعلق حدیث میں ہے اور ظاہر ہے کہ تمام نمازیں عزت
میں ادا رہیں۔

واضح ہو کہ احناف کے نزدیک تمام نمازوں میں (سوائے مغرب کے مطلقاً اور عصر وعشاء میں ابرو الے دن فقط) تاخیر مستحب
نہیں اور امام شافعی کے نزدیک تمام نمازوں میں سوا عشاء کے تعجیل مستحب ہے۔

بَابُ الْإِذَانِ بَعْدَ ذَهَابِ الْوَقْتِ

باب وقت گزر جانے کے بعد اذان دینا

۱۔ اس مسئلہ میں احناف کا مسلک یہ ہے کہ جماعت عصر کی نماز قضا ہو گئی تو اذان واقامت سے پڑھیں اور اکیلا بھی قضا کے لیے اذان

واقامت کر سکتا ہے۔ جبکہ جنگ میں تنہا ہو۔ ورنہ قضا کا اظہار گناہ ہے۔ لہذا مسجد میں قضا پڑھنا مکروہ ہے۔ پڑھے تو اذان نہ کہے چنانچہ حدیث میں ہے کہ حضورؐ کی نماز پھر قضا ہو گئی تو آپؐ نے اذان دینے کا حکم دیا اور پھر دو رکعت سنت فجر ادا کی اس کے بعد باجماعت فجر کی نماز پڑھی حضرت امام اعظم ابوحنیفہؒ شافعیؒ لکھنویؒ القدریؒ و احمد و ابو ثور و ابن المنذر کا یہی مسلک ہے۔

قضا نماز کے لیے اذان و اقامت کی جاتے

۱۔ اگر اہل جماعت سے چند نمازیں قضا ہو گئیں تو پہلے کے لیے اذان و اقامت دونوں کہیں اور باقیوں میں اختیار ہے خواہ دونوں کہیں۔ اقامت پر اکتفا کریں اور دونوں کہیں۔ یہ اس صریح میں ہے کہ ایک مجلس میں وہ سب پڑھیں اور اگر مختلف اوقات میں پڑھیں ہر مجلس میں پہلی کے لیے اذان کہیں عید کی تہذیب کی روایت میں ہے کہ یوم خندق کے دن چار نمازیں قضا ہو گئیں۔ یہاں تک کہ رات کا کچھ گزر گیا۔ پھر حضور علیہ السلام نے اذان کا حکم دیا۔ اس کے بعد اقامت ہوئی اور فجر کی نماز پڑھی۔ پھر اقامت ہوئی تو عصر کی۔ پھر اقامت ہوئی تو مغرب کی۔ پھر اقامت ہوئی تو عشاء کی نماز پڑھی۔

۲۔ چنانچہ اس عمران کے ماتحت حدیث سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ قضا نماز کے لیے اذان دی جائے۔ حضرت امام احمد ابوحنیفہؒ ابو ثورؒ و ابن المنذرؒ اور ازہریؒ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا یہی مسلک ہے۔ حتیٰ کہ امام نوویؒ نے لکھا کہ صحیح یہ ہے کہ قضا نماز کے لیے اذان دی جائے کیونکہ ابوقحافہ وغیرہ کی صحیح حدیثوں سے یہ یہی ثابت ہے۔

۳۔ اور امام مالکؒ اور امام شافعیؒ کا قول جدید یہ ہے کہ قضا نماز کے لیے اذان نہ دی جائے اور جن احادیث میں اذان کا ذکر ہے سے مراد تکبیر لیتے ہیں اور اس حدیث سے دلیل پکڑتے ہیں کہ خندق کے دن چار نمازیں قضا ہو گئیں۔ مگر ان میں اذان کا ذکر نہیں آیا ہر جہ سے کہ اذان سے مراد تکبیر لینا یہ محض ایک تاویل ہے۔ رہا اذان کا عدم ذکر تو عدم شی کو کب تکرم ہے۔ علاوہ انہی حدیث احمد و انسائی بروایت ابوہریرہؓ میں اذان کا ذکر ہے اور حدیث مسند احمد و نسائی و ترمذی بروایت عبداللہ بن مسعودؓ میں خندق کی قصر نمازوں کے متعلق پہلی کے لیے اذان و اقامت کا ذکر ہے۔ امام بخاری علیہ الرحمۃ سے عمران بن حصینؓ سے روایت درج کی۔ جس میں ہے کہ یہ اذان و تکبیر کا ذکر ہے۔ زبیلی نے خرینج ہادیہ میں لکھا۔ حضرت ابوہریرہؓ، عمران بن حصینؓ، عمرو بن امیر ضمیریؓ و ابن مسعودؓ کے لیے اذان و اقامت کا ذکر ہے۔ جن سے ثابت ہوتا ہے کہ قضا نماز کے لیے اذان و اقامت مشروع ہے۔ البتہ یہ اختیار ہے کہ پہلے اذان دی جائے اور باقی کے لیے صرف تکبیر پراکتفا کیا جائے (رضی اللہ تعالیٰ عنہم)

ابوقحافہ عمارت بن ربیع کہتے ہیں۔ ہم اخیر سے لوٹ کر بخندہ نبویؐ حاضر ہوئے تو بعض لوگوں نے عرض کی۔ یا رسول اللہ! اگر آپ ہمارے ساتھ آرام فرمائیں؟ حضورؐ نے فرمایا۔ ڈر ہے کہ کہیں تمہاری آنکھ لگ جائے اور نماز فجر کے لیے اٹھو۔ حضرت بلالؓ نے عرض کیا۔ میں جنگا دول گا۔ پھر صحابہؓ رہے اور بلالؓ نے اپنی پیچھے اونٹنی سے لگائی۔ اور

قَالَ سَيُؤْتَانَا اللَّهُ الْغَنَاءَ وَنَسْتَعِينُ اللَّهَ
فَمَنْ لَمْ يَكُنْ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ لَوْ عَسَرَتْ بَنَاتُ رَسُولِ اللَّهِ
قَالَ أَحَافٌ أَنْ تَسْأَلُوهُنَّ الصَّلَاةَ قَالَ بَلَدَلُ أَنْتَ
أَوْ قِطْلُكَ فَإِذَا طَجَعُوا وَأَسْدَ بَلَدَلُ ظَهَرَ هُوَ
إِلَى رَأْسِهِ فَعَلَبَتْهُ عَيْنَاهُ فَنَامَ
فَأَسْبَقَ ظِلُّ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

یہ یہ تخیر کا قول اس لیے کہا گیا ہے کہ ایک روایت میں قضا من صلی اللہ علیہ وسلم بالاذان والاقامة اور دوسری میں بالاذان والاقامة لا ولی والحدیث عن البواقی وارد ہو ہے اس اختلاف کی وجہ سے احاف نے تخیر کا قول کیا

قَدْ طَلَعَ حَاجِبُ الشَّمْسِ فَقَالَ يَا بِلَالُ إِنَّ مَنَ
قَالَ قَالَ مَا أَلْقَيْتَ عَلَيَّ ذَمًّا مِثْلَهَا
قَالَ قَالَ إِنَّ اللَّهَ قَبَضَ أَوَّلَ حَكْمٍ حِينَ
أَوْرَدَهَا عَلَيْكَ حِينَ شَاءَ بِأَ
بَلَّ كُفْرًا ذَنْ بِالنَّاسِ بِالصَّلَاةِ فَتَوَضَّأَ
فَلَمَّا انْتَهَيْتَ الشَّمْسُ وَأَبْيَا صَبَتْ
شَاءَ فَصَلَّى (بخاری)

نیند کے غلبے سے سو گئے۔ پھر حضور علیہ السلام بیدار ہوئے تو اس
وقت سورج کا کنارہ نکل آیا تھا۔ مندرجہ بالا جگہ کے
کا قول کیا ہوا: عرض کی حضور مجھے ایسی نیند کبھی نہیں آئی۔
حضور نے فرمایا۔ اللہ تعالیٰ نے جب چاہا۔ تمہاری روحوں
کو قبض کر لیا اور جب چاہا پھر تم کو دے دیں۔ بلالؓ انھوں نے اذان کو
بلالؓ نے اذان دی۔ حضور نے وضو نہ کیا۔ جب سورج بلند
ہوا تو نماز پڑھی۔

زاد مسائل

امام نے اس حدیث کو توحید میں ابراہیمؑ کے صلوات میں اور نسائی نے صلوٰۃ و تفسیر میں ذکر کیا۔ اور مسند
جواب ابو محمد وہ ہے۔ تقدیر عبارت یہ ہے۔ لیکن اس سہل علیہا یا لودنہا کیسے ہے تو ہمیں کے معنی رات
کے آخری حصہ میں آرام کے لیے ٹھہرنے کے ہیں۔ وایضا صحت بروزن افحالت ایضا من سے مبا لغ پر وال ہے۔ مطلب یہ ہے کہ فجر
کا نماز حضورؐ نے اس رات تھوڑی سی جب کہ سورج خوب اچھی طرح روشن ہو گیا تھا۔ حدیث بذام میں ذیل پر مشتمل ہے۔

۱۔ امام کاغذیات میں شریک ہونا ۲۔ امام سے مصالح دینی بلکہ دینی جیب کا اس میں خیر ہو طلب کرنا جائز ہے ۳۔ امام کا یہ فرض
ہے کہ وہ مصالح دینی کا خیال رکھے ۴۔ قضا نماز پڑھنے کے لیے اذان کہنا ۵۔ قضا نماز کو فی الفور ادا کرنا واجب نہیں ہے لیکن ادائیگی
بجائے کرنا مطلوب ہے مگر فرض سے سبکدوشی جو ۶۔ اوقات ممنوعہ میں قضا کی جائے، قضا نماز باجماعت پڑھنا جائز ہے۔
۷۔ اس حدیث میں اس امر کی دلیل قوی ہے کہ طلوع شمس کے وقت نماز جائز نہیں۔ یہی وجہ ہے کہ حضور علیہ السلام نے اس وقت
نماز ادا کرنا واجب کہ سورج خوب اچھی طرح ظاہر ہو گیا ۹۔ اگر نیند کے غلبے سے نماز قضا ہو گئی۔ یعنی عزم و ارادہ تو یہی تھا کہ نماز وقت پر پڑھ
تا لیکن غلبہ نیند کی وجہ سے بلا اختیار نماز قضا ہو گئی۔ تو کچھ گناہ نہیں بشرطیکہ بیدار ہونے پر قضا کرے ۱۰۔ بعض مالکیہ نے حدیث زیر
مستند سے یہ استدلال کیا کہ حضورؐ نے فجر کی نماز قضا پڑھی۔ مگر سنت کے قضا کرنے کا اس میں چونکہ ذکر نہیں۔ اس لیے سنت راتہ کی
قضا چاہیے لیکن یہ استدلال صحیح نہیں کیونکہ عدم ذکر عدم شی کو مستلزم نہیں ہوتا۔ ثانیاً اگرچہ اس حدیث میں سنت فجر کی قضا کا
ذکر نہیں ہے مگر دوسری روایت میں سنت فجر کے قضا کرنے کا بھی ذکر ہے چنانچہ۔ حدیث صحیح مسلم بروایت ابو قتادہ میں وصیرت مند
حدیث مسلم و نسائی بروایت ابی ہریرہؓ، حماد بن عمارؓ بروایت عمران بن حصینؓ میں۔ اسی طرح حدیث مسند بزار و مسند احمد و ابن حبان میں سنت فجر
کی قضا کا بھی ذکر ہے۔ خلاصہ یہ کہ حدیث زیر بحث سے ثابت ہوا کہ قضا نماز کو باجماعت اذان و اقامت کے ساتھ ادا کرنا اور فجر کی
سنت کی بھی قضا کرنا مشروع ہے۔ (رواندہ اعلم)

قائدہ حدیث زیر بحث کا یہ پہلو بھی قابل بیان ہے کہ جب صحابہؓ نے عرض کی حضورؐ رات یہاں آرام فرمائیں تو حضورؐ نے فرمایا لیکن
میں ہوا لیکن ڈر ہے کہ تمہاری آنکھ لگ جائے اور نماز فجر قضا ہو جائے۔ تنہا خطاب ہے صحابہ کرام کو اور اس میں اس بات
یہ عرف اشارہ ہے۔ میں تو بحالت خواب بھی بیدار رہتا ہوں اور میرا قلب اقدس توجہ کرتا رہتا ہے۔ لہذا نماز تمہارے سونے کی وجہ سے
قضا ہوگی۔ چنانچہ حضورؐ نے جیسا فرمایا ویسا ہی ہوا۔ اور نماز قضا ہو کر رہی اور حکمت اس میں یہ بھی کہ قضا نماز کے پڑھنے کا طریقہ اور اس
میں متعلق احکام و مسائل امت کو معلوم ہو جائیں۔ چنانچہ موطا کی حدیث سے توان امور کی صریح طور پر نشاندہی ہوئی ہے۔
حضرت زید ابن سلم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ مخطو کے واسطے میں ایک جگہ رات گزاری

اور حضرت بلالؓ کو مقرر فرمایا کہ وہ صبح کی نماز کے لیے لوگوں کو بیدار کر دیں۔ پس لوگ بھی سو گئے اور حضرت بلالؓ بھی سو گئے۔ یہاں تک کہ اس لوگ اس وقت بیدار ہوئے۔ جب ان پر اچھی طرح سورج نکل آیا۔ اور جب بیدار ہوئے تو نماز فرماتے ہوئے کہ جس سے بہت گھبراہٹ ہوئی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں سوار ہونے اور وہاں سے نکل جانے کا حکم دیا اور ارشاد فرمایا کہ اس وادی میں شیطان ہے۔ صبح وہاں سے سوار ہو کر نکل گئے اس کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں اترنے اور وضو کرنے کا حکم دیا اور حضرت بلالؓ کو اذان و کھیر کرنے کے لیے ارشاد فرمایا۔ اس کے بعد حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام کو نماز پڑھائی۔

پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم لوگوں کی طرف متوجہ ہوئے اور گھبراہٹ کو دیکھ کر فرمایا کہ اسے لوگو! بیشک اللہ تعالیٰ ہماری جانوں کو روک رکھا ہے اگر وہ چاہتا تو اس وقت سے علاوہ کسی دوسرے وقت میں ہماری جانوں کو ہماری طرف دیتا۔ لہذا تم میں سے کوئی اپنی نماز سے سو جائے یا غافل ہو جائے تو پھر وہ نماز کے لیے گھبرا کر اُٹھے تو اسے جہالت وہ اس وقت اپنی نماز کو اسی طرح پڑھے جس طرح اس نے اصل وقت میں پڑھا تھا اس کے بعد حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طرف متوجہ ہوئے اور کہہ دیا کہ شیطان بلالؓ کے پاس آیا۔ اس حال میں کہ وہ کھڑے ہے نماز پڑھ رہے تھے اس نے انہیں لٹا دیا پھر انہیں تھپکتا رہا نماز پڑھ رہے تھے۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے بیان فرمایا کہ تھے۔

ثُمَّ انصرف إليهم وقد نزل من قدرهم فقال
يا ايها الناس ان الله قبض امر واحدا وتوشع لكم دها
الينا في حين غير هذا فاذا قد احدث لكم عن الصلوة
او كسبها ثم فرغ اليها فليصبتها لما كان يصيلها
في وقتها ثم التفت رسول الله صلى الله عليه وسلم
الى ابي بكر فقال ان الشيطان اتي بلالا وهو قائم
ليصلي فاصبغته فلزم يركل يهدى له كما يهدى الصبي
حقا نام ثم دعا رسول الله صلى الله عليه وسلم بلالا
فاحبى بلالا رسول الله صلى الله عليه وسلم مثل
الذي احبى رسول الله صلى الله عليه وسلم اياكم
فقال انتم كنوا شهداء انك ورسول الله (مسند امام مالك)

مشاہد کیا تو بے ساختہ کہ اٹھے۔ میرے آقا میں دیتا ہوں کہ آپ اللہ کے رسول ہیں۔

مشرف کی اس حدیث سے حسب ذیل امور بلا کسی کھینچ تان کے ثابت ہوتے ہیں۔

۱۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم بحالت خواب بیدار ہوتے ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی چشمان مبارک سوتی ہیں۔

۲۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم بیدار ہوتے ہیں۔

۳۔ حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر اس رات جو واقعہ گذرا اس کا پورا پورا حال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو معلوم تھا۔

۴۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے غلاموں کو درغلانے اور انہیں اللہ تعالیٰ کی طاعت و عبادت سے روکنے کے لیے شیطان کرتا ہے اس کا کوئی ناقص بیچ اور کسی قسم کا کوئی کارنامہ ایسا نہیں جو نگاہ رسالت سے چھٹی ہو۔

۵۔ حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم سوتے جاگتے کسی وقت اپنے غلاموں کے حال سے بے خبر نہیں۔

۶۔ باوجود علم کے کسی بات کا ظاہر نہ کرنا حکمت اور مصلحت پر مبنی ہوتا ہے۔

۷۔ حضرت بلالؓ کے پاس شیطان کا آنا اور انہیں بچنے کی طرح تھپکتا اور بانہ خراشا دینا امور غیبیہ سے متعلق ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے

اس کا مشاہدہ کیا اور حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اپنے مشاہدہ کو بیان فرمایا۔ صدیق اکبرؓ نے اس مبارک بیان کو منبر پر
 بلند کر کے تمام صلے اللہ علیہ وسلم کے رسول ہونے کی گواہی دی۔ اس موقع پر حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اس گواہی سے ثابت ہوا
 انبیاء علیہم السلام کا مشاہدہ غیب شریک نہیں۔ بلکہ ان کی غیب والی ان کی نبوت و رسالت کی چھٹی برائی دلیل ہے۔

۸۔ شیطان کا یہ حال ہے کہ وہ بنی آدم کے ساتھ اپنی دشمنی پوری کرنے کے لیے ہر وقت لگا ہوا ہے۔ دن رات، بیداری و خواب،
 صبح و عصر و ادوی و صحرابہر جگہ ہر وقت انسان کے ساتھ رہتا اور اس کو اپنی نظر میں رکھتا ہے۔

۹۔ نماز کا قضا ہو جانا اگرچہ بغیر اختیاری طور پر ہو، مسلمان کے لیے طبعاً اور قطعاً واجب و ہشت اور گھبراہٹ کا موجب ہوتا ہے۔ نماز
 طہر سے لاپرواہی کر کے والوں کو اس حدیث سے سبق حاصل کرنا چاہیئے۔

۱۰۔ جن مقامات پر شیطان آثار غیابیاں ہوں، مسلمانوں کو ان سے بچنا چاہیئے اس میں ان لوگوں کے لیے عبرت ہے جو لہو و
 اور مصیبت کے مقامات پر رہے و حرم جہانے اور و ان ٹھہرنے سے اجتناب نہیں کرتے۔

۱۱۔ سو جائے یا جھول جائے کی وجہ سے اگر نماز قضا ہو جائے تو یاد آئے اور بیدار ہوئے کے بعد وہ نماز اسی طرح پڑھنی چاہیئے
 کہ طرح اس کے وقت میں پڑھی جاتی ہے۔

۱۲۔ اپنے رفقاء کو ان کی سخت گھبراہٹ اور غور و فکر ہونے کی حالت میں بقضاء کے مصلحت تسلی دینا مکارم اخلاق میں داخل ہے۔

بَابُ مَنْ صَلَّى بِالنَّاسِ جَمَاعَةً بَعْدَ ذَهَابِ الْوَقْتِ

باب وقت گزر جانے کے بعد قضا نماز باجماعت پڑھنا

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ حضرت عمر بن الخطاب
 رضی اللہ تعالیٰ عنہ خندق کے روز اس وقت آئے جبکہ سورج غروب
 ہو گیا تھا تو وہ کھڑا ہو کر ابھلا کہنے لگے اور عرض کی یا رسول اللہ میں نماز عصر
 اس وقت تک پڑھ سکا کہ سورج ڈوبنے ہی کو تھا حضورؐ نے فرمایا بخدا میں نے بھی
 تک نہیں پڑھی۔ پھر بطنان کی طرف رواں ہوئے اور حضورؐ نے نماز کے
 لیے وضو کیا۔ ہم نے بھی وضو کیا۔ تو آپؐ نے نماز عصر غروب آفتاب کے
 بعد ادا فرمائی اس کے بعد نماز مغرب ادا فرمائی۔

ابن جابر بن عبد اللہ ان عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ رَضِيَ
 اللَّهُ عَنْهُ يَوْمَ الْخَنْدَقِ بَعْدَ مَا غَرَبَتِ الشَّمْسُ فَعَمَلُ
 سِتْ كَفَّاتِهِ فَرَأَيْتُ قَالَ يَا رَسُولَ اللَّهِ مَا كَذَبْتُ أَصَلِّي
 عَصْرَ حَتَّى كَانَتْ الشَّمْسُ غَرُوبًا قَالَ الْيَسْبِي صَلَّى اللَّهُ
 عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاللَّهِ مَا صَلَّيْتُهَا قَطُّ إِنَّمَا لِي بِطَحَّانٍ شَوْصًا
 صَلَوَةً وَتَوَضَّأَ لَهَا فَصَلَّيْتُ الْعَصْرَ بَعْدَ مَا غَرَبَتِ
 الشَّمْسُ ثُمَّ صَلَّيْتُ لَهَا الْمَغْرِبَ (بخاری)

اس حدیث کو امام نے باب صلوٰۃ الخوف اور مغازی میں مسند ترمذی و نسائی کے صلوٰۃ میں ذکر کیا ۲۔ لگاوات
 میں نفی اور نفی میں اثبات کا نسخی پیدا کرتا ہے۔ یہاں صلوٰۃ پر کاؤ منفی ہے اور غروب پر کاؤ مثبت تو خط کشیدہ
 میں نماز کا اثبات اور غروب کی نفی ہوگی۔ حدیث مذکور اس کی دلیل پر مشتمل ہے۔

مسائل

۱۔ مشرکین کو جو ابھلا کر نماز پڑھے مگر خش گوئی جائز نہیں۔ کسی مصلحت دینی کی وجہ سے کسی بات کو حلیفہ بیان کرنا جائز ہے حضور
 و ام نے جناب عمرؓ کے اطمینان قلبی کے لیے قسم اٹھائی تھی ۳۔ ظاہر یہ ہی ہے حضورؐ نے قضا نماز باجماعت ادا فرمائی چنانچہ انھیں
 رت میں صل بیہم۔ اور ہر نام کی روایت میں فصلی باب کے لفظ بھی ہیں ۴۔ نماز وقتی دعا میں ترتیب ضروری ہے۔ حضرت عائشہؓ، زہراؓ
 رضی اللہ عنہا لیث امام مالک۔ احمد۔ اسحاق و امام ابو حنیفہ و حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا یہی مسلک ہے ۵۔ اس حدیث میں
 ذکر نہیں۔ علاوہ مغرب کے لیے اذان ضرور ہوئی ہوگی تو راوی نے اذان کا ذکر اس لیے نہیں کیا کہ حضورؐ کی عادت کریمہ یہی تھی کہ

آپ وقتی نماز کے لیے ضرور اذان کو ملتا ہے ۶۔ اس حدیث سے یہ بھی ثابت ہوا کہ مغرب کا وقت اتنا تنگ نہیں ہوتا کہ اس میں صرف نماز کی نماز ہی ادا ہو سکے اور اس کا رد ہے جو ضیق وقت مغرب کے قائل ہیں۔

حدیث زیر بحث کے بعض پہلو بھی ہیں۔

توضیحات

۱۔ علامہ ابن العربی علیہ الرحمۃ نے فرمایا کہ خندق کے واقعہ پر نماز عصر فوت ہوئی تھی اور اس کی تائید حدیث مسلم سے ہے۔

جس میں یہ ہے۔ لَشَغْلُوا عَنْ الصَّلَاةِ الْوَسْطَى صَلَاةَ الْعَصْرِ

۲۔ مولانا کی روایت میں یہ ہے۔ ظہر و عصر اور حدیث ابو سعید خدری میں ظہر و عصر و مغرب اور ناسی کی حدیث میں ظہر و عصر و مغرب و

تردئی ابو عبیدہ عن امیر میں ہے۔ اِنَّ الْمَشْرُكَيْنِ شَغَلُوا النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ اَرْبَعِ صَلَوَاتٍ يَوْمَ الْخَنْدَقِ كُنَّ

سے خندق کے دن حضور علیہ السلام کو چار نمازوں سے مشغول رکھا۔ تو مشاء کے فوت ہونے کا یہ مطلب ہو سکتا ہے کہ عشاء وقت مہسوس نہ

ہوئی یہ نہیں کہ عشاء کا وقت ہی ختم ہو گیا۔ یہی بات کہ مسلم میں صرف عصر کا فوت ہونا ذکر ہے اسباقی روایتوں میں ظہر و عصر و مغرب کا

کا جواب یہ ہے کہ غزوہ خندق تقریباً ایک مہینہ تک رہا ہے اور کفار کا محاصرہ اس قدر شدید اور خطرناک تھا کہ الامان الحفیظ۔ قبائل عرب

فوجیں تین حصوں میں تقسیم ہو کر حملہ آور ہوئی تھیں۔ اس موقع پر متعدد بار نمازیں قضا ہوئی تھیں۔

۳۔ رہا یہ سوال کہ غزوہ خندق میں نمازوں کو کیوں فوت ہوئے دیا گیا۔ وقت پر ہی کیوں نہ پڑھ لیں۔ تو اس کی وجہ یہ تھی کہ اس وقت

نماز خوف کی آیات نازل نہیں ہوئی تھیں۔ لہذا اگر جنگ ہو تو نماز کو اس کے وقت سے توڑ کر نماز پڑھنا ہوگا۔ بلکہ نمازوں کو ان کے وقت پر پڑھنا

بَابُ مَنْ نَسِيَ صَلَاةً فَلْيُصَلِّ إِذَا ذَكَرَ وَلَا يُعِيدُ إِلَّا تِلْكَ الصَّلَاةَ

باب جو نماز پڑھنا بھول جائے تو جب یاد آئے اس وقت پڑھے اور فقط وہی نماز پڑھے

یعنی جو نماز بھولے سے رہ گئی۔ جب بھی یاد آئے خواہ کتنے ہی عرصہ کے بعد یاد آئے اس کی قضا کرے اور صرف وہی نماز پڑھے

سے امام نے ان لوگوں کا رد کیا ہے جو کہتے ہیں جب یاد آئے اس وقت پڑھے لیکن اس نماز کو پھر اس کے وقت میں دوبارہ بھی پڑھے۔ امام

کشیدہ جملوں سے یہ واضح کیا۔ دوبارہ پڑھنے کی ضرورت نہیں چنانچہ مسند احمد وابن حبان کی روایت میں یہ ہے کہ جب صحابہ نے فراموشی نماز قضا

عرض کی۔ یا رسول اللہ ہم اس نماز کو کب فراموش کر کے وقت میں پڑھ لیں؟ آپ نے جواب دیا۔ اشدنہ تم کو کدو سے منع فرمایا ہے۔ کیا وہ خود

یعنی دوبارہ پڑھنے کی ضرورت نہیں ہے۔ (قططانی عینی و فتح الباری)

۱۔ ابراہیم نخعی نے کہا جو کئی عیسویں برس تک ایک نماز

توقط وہی ایک نماز پڑھ لے۔

۲۔ حضرت انس بن مالک سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ

وسلم نے فرمایا جو نماز پڑھنا بھول جائے تو جب یاد آئے پڑھے

اس پر کفارہ نہیں اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ اقم الصلوة لذكری

۱۔ جس چیز کا بندوں پر حکم ہے اسے وقت میں بجالانا واجب ہے اور

کے بعد عمل میں لانا قضا ہے اور اگر اس حکم کے بجالانے میں کوئی

۲۔ قضا کے لیے کوئی وقت مقرر نہیں بلکہ جب بھی

فرمایا اللہ عزوجل ہے۔ لیکن طہوع و غروب و زوال کے وقت قضا نہ کرے کہ ان عینوں وقتوں میں نماز جائز نہیں ۳۔ بلا غدر شرعی نماز

ست گناہ ہے۔ ایسے شخص پر فرض ہے کہ قضا پڑھے اور بچے دل سے توبہ کرے۔ توبہ سے گناہ تاخیر بھی معاف ہو جائے گا۔ اور توبہ جب
 کرے کہ قضا پڑھے لیکن توبہ تو رکے جائے اور قضا نہ کرے۔ توبہ توبہ نہیں۔ کیونکہ جو نماز اس کے ذمہ باقی ہے وہ توبہ بھی باقی ہے اور
 گناہ سے باز نہ آیا تو توبہ کہاں ہوئی؟ حدیث میں فرمایا: گناہ پر قائم رہ کر استغفار کرنے والا اس کے مثل ہے جو اپنے رب سے غاف کرے
 (بخاری ۴۰۰۰)۔ حدیث زیر بحث سے واضح ہوا کہ بھول چوک کی وجہ سے جو نماز قضا ہو گئی تو اس کی قضا پر حنیٰ فرض ہے۔ البتہ قضا کا گناہ نہ ہوگا
 نہ نماز کی قضا کر لینا ہی اس کا گناہ ہے اور بیدار ہونے یا یاد آنے پر اگر وقت مکروہ نہ ہو تو اسی وقت پڑھ لے تاخیر مکروہ ہے حضور
 صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔

فَدَاخِلْكُمْ عَنِ الصَّلَاةِ وَغُفِّلَ عَنْهَا | جو نماز سے سو جائے یا غافل ہو جائے تو جب یاد آئے پڑھ
 سلھا اذا ذکرھا۔ (مسلم)

توضیح: بھول جائے یا سو جائے کی وجہ سے جو نماز قضا ہو گئی تو کوئی جرم نہیں۔ یاد آنے یا بیداری پر قضا کرے لیکن وقت ہو جائے پڑ
 در وقت کے اندر نماز نہ ہو جائے پر صحیح اعتناء نہ ہونا اور کسی کو جگاتے پر مقرر بھی نہ کرنا اور نماز کو قضا کر دینا گناہ عظیم ہے ۵۔ حدیث زیر بحث
 میں ثابت ہوتا ہے کہ نماز کی تلاوت تو اہل سے ہو سکتی ہے کہ نماز کی جگہ مال دیدے اور نہ نیابت ہی سے ہو سکتی ہے کہ کوئی دوسرا اس
 پڑھ لے اور فرض زہد سے ساقط ہو جائے بلکہ زندگی میں قربت نماز کو خود قضا کرنا فرض ہے۔

بَابُ قَضَاءِ الصَّلَاةِ الْأُولَى فَالْأُولَى

باب اگر کسی نماز میں قضا ہو جائے تو ان کو ترتیب سے پڑھے

سَابِقُ قَالَ جَبَلٌ عُمَرُ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ يَوْمَ الْخَنْدَقِ | حضرت جابر رضی اللہ عنہ روایت ہے کہ حضرت عمر خندق کے دن کفار
 تَعَارَفُوا فَقَالَ مَا كَذَبْتُ أَصَلَّيْتُ الْعَصْرَ حَتَّى | کو بوجھلا کہتے اور کنا سورج ڈوبنے کے قریب تک میں نماز نہیں
 الشَّمْسُ قَالَ فَكُنْ لَنَا بَطْحَانٌ فَصَلَّيْتُ بَعْدَ مَا | پڑھ سکا۔ پھر ہم بطنان میں اترے حضور نے سورج ڈوبنے کے
 الشَّمْسُ ثُمَّ صَلَّيْتُ الْعُشْرَ۔ (بخاری)

یہ حدیث اور گزشتہ حدیث ہے۔ اس حدیث سے ثابت ہوا کہ قضا نمازوں میں ترتیب واجب ہے
 سیدنا امیر اعظم ابو حنیفہ، امام مالک، لیث، زہری، شعبی، ربیعہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا یہ
 ہے۔ حضرت ابوسعید خدری سے روایت ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی چار نمازیں غزوہ خندق میں شریکین کی وجہ سے جاتی رہیں
 سکرات کا کچھ حصہ چلا گیا تو حضور نے حال کو مگر فرمایا۔ انھوں نے اذان و اقامت کہی۔ حضور نے ٹھہر کر نماز پڑھی۔

صَلَّاهَا كَمَا كَانَ يَصْلِيهَا فِي وَقْتِهَا | ادا اس کی اسی طرح پڑھا۔ جیسے کہ وقت میں نماز
 رِئِيسُ الْأَوَّلِ ج ۲ ص ۱۰۲ احمد و نسائی | پڑھا کرتے تھے۔

آپ نے عصر پڑھی پھر مغرب پڑھی۔ اس سے واضح ہوا کہ پانچوں فرضوں میں باہم اور فرض دو ترتیب ضروری ہے یعنی
 پہلے عصر پھر مغرب، پھر عشاء پھر وتر پڑھے۔ خواہ یہ سب قضا بھی یا بعض ادا اور بعض قضا۔ مثلاً ظہر کی نماز قضا ہو گئی تو فرض
 سے پڑھ کر عصر پڑھے یا اگر قضا ہو گیا تو پہلے اسے پڑھے پھر ظہر کی نماز پڑھے۔ اگر یاد ہوتے ہوئے اسی صورت میں عصر کی یا فجر کی پڑھ
 نہ ہو۔ اگر وقت میں اتنی گنجائش نہیں کہ وقتی اور قضا میں سب پڑھ لے تو وقتی اور قضا نمازوں میں جس کی گنجائش ہو۔ پڑھے
 ترتیب ساقط ہے۔ مثلاً عشاء دو مرتبہ قضا ہو گئے اور فجر کے وقت میں پانچ رکعت کی گنجائش ہے تو دو دفعہ پڑھ لے اور اگر رکعت

کی گنجائش ہے تو عشا و فجر پڑھ لے۔ تفصیل کے لیے بہار شریعت حصہ چہارم ملاحظہ کیجئے۔

علامہ شروکانی نے لکھا کہ امام اعظم ابو حنیفہ امام مالک، لیث، زہری، نخعی اور بیہق کے نزدیک نوافل نمازوں میں واجب ہے اور امام شافعی کے نزدیک ترتیب واجب نہیں۔ سیدنا امام بخاری بھی وجوب کے قائل ہیں۔

بَابُ مَا يَكْرَهُ مِنَ السَّحَرِ بَعْدَ الْعِشَاءِ
باب۔ نماز عشا کے بعد سحر کی باتیں کرنا مکروہ ہے

امام بخاری علیہ الرحمۃ نے فرمایا سحر کا لفظ جو قرآن میں ہے۔ (سَاحِرًا تَهْجُرُونَ) سحر ہی سے نکلا ہے اور سحر کی معنی اور اس آیت میں جمع کے معنی میں ہے۔ امام بخاری علیہ الرحمۃ کی یہ عادت کر رہے ہیں کہ اگر حدیث میں قرآن مجید کا کوئی آیت یا کلمہ کی تفسیر اور قرآن مجید کے نادر لغات کے معنی بیان کر دیتے ہیں۔ سورہ مومنون پٹ میں مستکبرین بدہ سلیمون لکھا آیا ہے۔ سحر کا لفظ سحر سے مشتق ہے۔ سحر جان کی روشنی کو کھٹے ہیں۔ عرب کی عادت تھی کہ چاندنی رات میں بیٹھ کر گپ شبنم کرتے اور اسلام اور اہل اسلام کے خلاف منصوبے باندھتے تھے۔ سحر کی جمع سحر ہے۔ جیسے کاتب کو کتاب آیت میں سحر لفظ مفرد ہے مگر معنی جمع ہے۔ سحر کا اطلاق جمع و واحد دونوں پر آتا ہے۔ رات کی باتوں کو سحر کہتے ہیں۔ اس عنوان کے امام نے وہی حدیث لکھی ہے جو باب وقت الظہر میں گذر چکی ہے۔ جس میں عنوان کے مناسب یہ لفظ ہیں۔

قَالَ وَكَانَ يَكْرَهُ التَّوَمُّ قَبْلَهَا وَالْحَدِيثُ يَكْرَهُ هَلَاكَهَا | اور حضور عشا کی نماز سے پہلے سو جانا اور عشا کے بعد تہنیں کرنا اس حدیث سے ثابت ہوا کہ عشا سے پہلے سو جانا اور بعد عشا دنیا کی باتیں کرنا قصے کہانیاں سنا مکروہ ہے اور مقصد شہ پر ہے کہ آدمی جب سوتا ہے تو ایک نوح کی اس پر موت طاری ہو جاتی ہے لہذا سونے کے وقت بھی ذکر الہی اس کی زبان پر جاری رہے۔

بَابُ السَّحَرِ فِي الْفَقْدِ وَالْخَيْرِ بَعْدَ الْعِشَاءِ
باب۔ نماز عشا کے بعد سحر کے مسائل کی باتیں کرنا اور اچھی باتیں کرنا

مقصود عنوان یہ بتانا ہے کہ عشا کے بعد دنیاوی باتوں میں مشغول ہونا مکروہ ہے مگر دینی مسائل کی گفتگو اور قرآن مجید کی ذکر و ادکار کرنا جائز و محکوم و محبوب ہے۔ امام نے فقہ کے لفظ کے بعد خیر کا ذکر کیا ہے۔ حالانکہ دینی مسائل میں بحث و بھی تیر ہی ہے۔ علامہ عینی نے فرمایا۔ فقہ کا خصوصیت سے ذکر فقہ کی اہمیت اور جلالت شان کی بنا پر کیا۔ عینی ج ۲ صفحہ ۲۱۱ اس عنوان کے ماتحت امام نے عین حدیثیں لکھی ہیں جو باب السحر بالعلوم فیوض الباری پارہ اول صفحہ ۲ پر مسجرجانی کے گذر چکی ہے یہاں ہم ان کا ترجمہ اور بعض الفاظ پر تفسیر کرتے ہیں۔

النس بن مالک نے فرمایا کہ ایک رات ہم نے حضور کے جوار فرما ہوئے کا انتظار کیا۔ جب آدھی رات کا وقت ہوجرحہ مبارک سے باہر آئے اور نماز پڑھائی۔ پھر خطبہ دیا اور فرمایا۔

اَنْكُمُ لَمْ تَزَالُوا فِي الصَّلَاةِ مَا اسْتَظَرْتُمُ الصَّلَاةَ (بخاری)
قَالَ الْمُحْسِنُ وَانَ الصَّلَاةَ لَا يَزَالُ الْعَدُوُّ فِي خَيْرٍ مَا
اَنْظَرْتُمُ وَالْخَيْرُ -

میں لوگ نماز پڑھ چکے اور سو رہے اور تم جب تک نماز کے انتظار میں رہے۔
۱۔ اور حسن بصری نے کہا۔ لوگ جب تک کسی نیک کام میں ہوتے ہیں تو گویا اس نیک کام میں ہی ہوتے ہیں۔

۲۔ حضرت عبداللہ ابن عمرؓ کہتے ہیں کہ ایک بار حضورؐ نے پیر پاک کے آخری زمانے میں عشا کی نماز پڑھی۔ جب سلام پڑھا

اَنْ عَبْدَ اللَّهِ ابْنُ عُمَرَ قَالَ صَلَّى النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلَاةَ الْعِشَاءِ فِي آخِرِ حَيَاتِهِ هَلَمَّا

عَامَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ أَرَأَيْتُمْ كَيْفَ
 تَعْلَمُونَ أَنَّهُ كَانَ فِي هَذِهِ مَسْجِدًا لَا يُبْنَى
 فِيهِ شَيْءٌ عَلَى ظَهْرِ الْأَرْضِ إِلَّا سَدُّ فَوْقَ كُلِّ النَّاسِ
 عَلَيْهِ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
 سَعْدُ تَوَلَّى فِي هَذِهِ الْأَخْبَارِ مِثْلَ
 حَاقَّةٍ مَسْجِدًا وَاسْمًا قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ
 وَسَلَّمَ لَا يَنْفَعِي مِمَّنْ هَرَّ الْيَوْمَ عَلَمًا
 وَرَضِ يَرْيَدُ بِذَلِكَ إِنَّهَا شَحِيمَةٌ
 مَقْرُون - (بخاری)

بَابُ التَّسَمُّعِ مَعَ الْأَهْلِ وَالضَّيْفِ

باب اپنی بیوی یا مہمان سے عشاء کے بعد بات کرنا

عقب عمران یہ ہے۔ نماز عشاء کے بعد دنیاوی باتیں کرنا مکروہ ہے۔ مگر مہمان یا اپنی بیوی کے ساتھ ضروری باتیں کرنے میں
 یہ ہے حضرت عبد الرحمن بن ابی بکر سے روایت ہے کہ اصحاب صفہ فقیر لوگ تھے اور حضور علیہ السلام نے ارشاد فرمایا تھا۔

جس کے پاس دو آدمیوں کا کھانا ہو وہ تیسرا (اصحاب صفہ سے)
 لے جائے اور جس کے پاس چار کا ہو وہ پانچواں اور جس کے پاس
 پانچ کا ہو وہ چھ آدمی اصحاب صفہ سے لے جائے۔ حضرت
 ابوبکر تین آدمیوں کو کھانے کے لیے لے آئے اور حضور علیہ السلام
 دس آدمی اپنے ساتھ لے گئے۔ عبد الرحمن نے کہا گھر میں تھا
 اور میرے پاس باپ (یعنی تین فرد تھے) ابو عثمان نے کہا۔ مجھے یہ
 یاد رہا کہ عبد الرحمن سب اپنی زوجہ اور خدمت گار کا جو ان کے
 اور ابوبکر کے گھروں کا کام کرتا تھا۔ ذکر کیا یا نہیں۔ خیر حضرت
 ابوبکر نے شام کا کھانا حضور کے ہمراہ کھا لیا۔ پھر جہاں عشاء پڑھی
 وہیں چھڑے رہے۔ اس کے بعد بھنور بنوی آئے اور حضور کے پاس
 رہے۔ حتیٰ کہ آپ نے رات کا کھانا بھی کھا لیا۔ پھر صبحی رات اللہ کو
 گزار دی منظور تھی۔ اس کے گزرنے کے بعد حضرت ابوبکر آئے آپ
 کی بیوی نے کہا۔ تم مہمانوں کو چھوڑ کر کہاں آگے گئے حضرت
 ابوبکر نے فرمایا۔ تم نے ان کو رات کا کھانا نہیں کھلایا۔ آپ کی بیوی
 ام رومان نے جواب دیا۔ میں نے تو ان کے سامنے کھانا رکھ دیا مگر
 مہمانوں نے کھا۔ جب تک ابوبکر نہ آئیں گے ہم نہیں کھائیں گے۔

عَنْهُ طَعَامُ اثْنَيْنِ فَلْيَذْهَبْ بِثَلَاثٍ وَإِنْ
 سَلَسًا أَوْ سَاوِسًا وَإِنْ أَبَا بَكْرٍ جَاءَ بِثَلَاثَةٍ
 مِنَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِعَشْرَةٍ
 لِيَأْكُلُوا وَاقْبُوا وَأَقْبَى وَلَا أَذْبَى هَلْ
 مَرَّ فِي وَحَادِمٍ بَيْنَ بَيْنِنَا وَبَيْنَ أَبِي
 وَإِنْ أَبَا بَكْرٍ تَعَشَّى عِنْدَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ
 وَسَلَّمَ لَيْسَ لَيْسَ حَيْثُ صُلِّيَتِ الْعِشَاءُ ثُمَّ
 هَلَبَتْ حَتَّى تَعَشَّى النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
 وَآلِهِ وَسَلَّمَ مَا مَضَى مِنَ اللَّيْلِ مَا شَاءَ اللَّهُ
 الْمَرْأَةُ مَا حَبَلَكَ عَنْ أَصِيَابِكَ أَوْ قَالَتْ
 قَالَ أَوْ مَا عَشَيْتُمْ لَهُمْ قَالَتْ أَبَا حَتَّى تَحْجَى
 مَوَاقِبُ أَوْ قَالَ مَدَّ فَبِتْنَا فَأَخْبَلْنَا فَقَالَ
 فِي جِدْعٍ رَسَتْ قَالَتْ كَلِمَةُ الْأَكْسَبِيَّةِ
 قَالَ وَاللَّهِ لَا أَمْلَعُهُ أَبَدًا أَوْ أَبَدًا اللَّهُ مَا
 سَدُّ مِنْ لَقْمَةٍ إِلَّا رُبَّامِنْ أَسْفَلِهَا الْكُفْرُ
 مَشَعُورًا وَصَارَتْ أَكْثَرُ نِسَائِهِمَا

كَانَتْ قَبْلَ ذَلِكَ فَتَقَلَّرَ إِلَيْهَا أَبُو يَكْرُبُ إِذَا هِيَ كَمَا
هِيَ أَوْ كَثُرَ فَقَالَ لِأُمِّهَا أَيْمَةُ أُحْتِ بِبَنِي قِرَاسٍ
مَا هَذَا قَالَتْ لَا وَهَرٌ وَعَيْنِي لَهَا الْآنَ أَكْثَرُ
مِنْهَا قَبْلَ ذَلِكَ بَلَّاتٌ مَوَارٍ فَأَكَلَ مِنْهَا
أَبُو يَكْرُبُ وَقَالَ إِنَّمَا كَانَ ذَلِكَ مِنَ الشَّيْطَانِ
يَعْنِي بِسِينِهِ فَمَا أَكَلَ مِنْهَا لِقَمَةً شَرَحَ حَلَقَهَا
إِلَى الشَّيْطَانِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاصْبَحَتْ
عِنْدَهُ وَكَانَ بَيْنَنَا وَبَيْنَ قَوْمٍ عَقْدٌ فَصَنَعُوا
الْأَجَلَ فَفَرَّقْنَا الشَّيْءَ عَشْرَ رَجُلًا مَعَ كُلِّ رَجُلٍ
مِنْهُمْ أَنَا نَسٌّ وَاللَّهُ أَغْلَرَكُمْ مَعَ كُلِّ رَجُلٍ
فَأَكَلُوا مِنْهَا أَجْجَعُونَ أَوْ كَمَا قَالَ (بخاری)

عبد الرحمن سے کہا میں ڈر کر چھپ گیا تھا۔ حضرت ابو جہل
اوپاچی اور جڑا بھلا کہا کہ تم چھپ کیوں گئے ابھرا پتے ال دھیر
کہا کھاؤ یہ کھانا تمہیں ناخوشگوار رہا اور بخدا میں تو اس کھا
کھاؤں گا۔ عبد الرحمن کہتے ہیں کہ اس کھانے کا یہ حال ہوا کہ
ایک لقمہ اس میں سے اٹھا تے تو پیچھے سے اور زیادہ بڑھ آتا
مہمان میرے چہرے اور کھانا جتنا تھا اس سے بھی زیادہ ہر گیا۔
نے دیکھا تو کھانا بوں کا توں بلکہ بڑھ گیا ہے۔ انھوں نے اسے
سے کہا۔ بنی قریس کے خاندان میں یہ کیا بات ہے۔ وہ بڑے
میری آنکھ کی تھنڈک۔ یہ کھانا تو دیا ہی بلکہ کھانا ہر گیا ہے۔
حضرت ابو بکرؓ نے بھی اس میں سے کھایا اور کہنے لگے۔ یہ تو
طرس تھی۔ پھر آپؐ وہ کھانا بخیر فرمایا لائے۔ وہ صبح تک آپؐ
رہا۔ عبد الرحمن نے کہا ہم میں اور قوم میں کد تھی تو ان میں سے بارہ آدمی بچے اور ہر ایک کے ساتھ کتنے آدمی تھے۔ ان میں
معلوم، تو سب نے کھایا یا عبد الرحمن نے کچھ ایسا ہی کہا۔

اس حدیث کو امام نے علامت نبوت میں مسلم نے اطمینان اور ابوداؤد نے ایمان اور ترمذی میں ذکر کیا۔ حدیث ہذا
فوائد مسائل ذیل پر مشتمل ہے۔ ۱۔ نواز عت کے بعد اپنے ال و عیال سے ضروری باتیں کرنے میں حرج نہیں ۲۔ اصحاب
صحابہ میں شریکچہ زیادہ افراد تھے جو مسجد نبویؐ کے قریب ایک سایہ دار جگہ میں رہتے تھے۔ یہ کوئی دنیاوی کاروبار نہیں کرتے تھے اور ال
کا انتظام یہ تھا کہ جس کے پاس اپنی ضرورت سے زیادہ کھانا ہوتا وہ انھیں کھلا دیتا تھا ۳۔ اس میں ایثار اور جود و سخا کی تعلیم دی گئی ہے۔
عمر کا یہ اخلاق قرص ہے کہ جو کھانا نانہ بر توغیر ناموسا گین خصوصاً اپنے محل اور قریبیوں کو کھلائے ۴۔ اگر صاحب خاں کلمہ پر نہ ہو تو
کو محاذوں کی خدمت کرنی چاہیئے ۵۔ سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی یہ کرامت ہے کہ وہ کھانا بہت سے لوگوں کے لیے
اور بھی بیچ رہا اور یہ کہ الیاد کی کرامات تھیں ۶۔ یہ کہ حضور علیہ السلام کے معجزات کبھی دوسروں سے بھی ظاہر ہوتے ہیں۔
کرامت دراصل نبی کا معجزہ ہوتا ہے ۷۔ نبی کو اس کے نام کے علاوہ خطاب کرنا جائز ہے ۸۔ جس قسم کے کرٹے میں فائدہ
کو کرٹ دینا چاہیئے اور کفارہ دینا چاہیئے ۹۔ صاحب خاں کی عدم موجودگی میں مہمانوں کو کھانا کھانا جائز ہے۔

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ — اللہ کے نام سے شروع کرتا ہوں جو رحمن اور رحیم ہے

کتاب الاذان

باب بَدَ الْأَذَانِ

باب الاذان کی ابتدا کیونکر ہوتی؟

حرف شروع میں اذان ایک خاص قسم کا اعلان ہے جس کے الفاظ مقرر ہیں۔ بیچ وقت نماز میں اور جو جب جماعت مسجد
مسجد میں وقت پراواں جائیں تو ان کے لیے اذان سنت ہوگئی ہے اور اس کا حکم مثل واجب ہے۔ اگر کسی نے اذان نہ کی تو وہ ال کے

تجیر کے الفاظ ایک بار کہے جائیں۔ حضرت امام شافعی و امام احمد کا یہی مذہب ہے لیکن احناف کے نزدیک اذان و اقامت دونوں کے الفاظ دو دو بار کہے جائیں۔ مگر اصل یہ ہے کہ اقامت کے الفاظ کو دو دو بار کہنا اور ایک ایک بار کہنا دونوں طرح جائز ہے جیسا کہ اس مسئلہ کی حدیثوں سے ثابت ہے۔ یہ بھی وجہ ہے کہ احناف اگرچہ الفاظ کو تجیر کے قائل ہیں مگر اکبری تجیر کرنا جائز نہیں کہتے۔ فافہم

حضرت عبداللہ بن عمر کا بیان ہے کہ مسلمان جب پہلے پہل دیر آئے تو نماز کے لیے بونہی (بلا اطلاع) جمع ہو جاتے وہ نماز کے لیے ایک وقت ٹھہراتے لیکن اذان نہیں ہوتی تھی۔ ایک دن لوگوں نے اس بارے میں گفتگو کی بعض نے کہا نماز کی اطلاع کے لیے تصاری کی طرح ناقوس مقرر کرو۔ (جمع بجا دیا جائے) بعض نے کہا یہودی کی طرح ایک بوق (بلبل) مقرر کر لیا جائے۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا کیوں نہ ایک آدمی کو مقرر کر دیا جائے وہ نماز کی اطلاع دے دیا کرے۔ اس پر حضور علیہ السلام نے بلالؓ سے فرمایا اٹھو اور نماز کے لیے پکارو۔

إِنَّ ابْنَ عُمَرَ كَانَ يَقُولُ كَانَ الْمُسْلِمُونَ حِينَ قَدِمُوا الْمَدِينَةَ يَجْتَمِعُونَ فَيَسْتَحْيُونَ الصَّلَاةَ لَيْسَ يَنَادِي لَهَا فَتَكَلَّمُوا بِأَيِّ ذِكْرٍ خَفَا بَعْضُهُمْ أَتَّخِذُوا نَاقُوسًا مِثْلَ نَاقُوسِ النَّصَارَى وَقَالَ بَعْضُهُمْ مَنْ يُرِقُ مِثْلَ قَرْنِ الْيَهُودِ فَقَالَ عُمَرُ أَوْلَا تَسْمَعُونَ رَجُلًا يَنَادِي عَنَّا بِالصَّلَاةِ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَا بِلَالُ فَتَنَادِ بِالصَّلَاةِ (بخاری)

اس حدیث کو مسلم و سنن ترمذی نے صلوٰۃ میں ذکر کیا ۲۔ قَلْبُ حَيْثُ بَابُ لَفْعٍ سے تحقیق کے معنی وقت اور نماز کے

قواعد و مسائل

کے ہیں ۲۔ اذان کی مشروعیت سے قبل لوگ بلا اطلاع ایک وقت محبت میں جمع ہو جاتے تھے اور نماز پڑھ لیتے پھر اس بارے میں گفتگو ہوتی تو کسی نے کہا بوق نرسنگا بجا دیا جائے۔ بعض نے کہا ناقوس بجا دیا جائے۔ کیونکہ یہ دونوں چیزیں یہودیوں کے استعمال کرتے تھے۔ اس لیے جناب فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی رائے پر ہوتی کہ اطلاع کے لیے کوئی شخص اعلان کر دیا کرے چنانچہ حضور علیہ السلام نے حضرت بلالؓ کو حکم دیا کہ وہ نماز کا اعلان کریں۔ ۳۔ اگرچہ بعض شارحین نے یا بلال قل صلا یا بلال قل صلا سے اذان مراد لی ہے مگر صحیح یہ ہے کہ اس وقت تک اذان شروع نہیں ہوتی تھی اور خطبہ بعدہ جہلوں کا مطلب اذان نہیں ہے بلکہ محض اطلاع و اعلان ہے یعنی جب نماز کا وقت ہوتا تو ایک شخص راستوں میں الصلاۃ الصلاۃ پکار دیتا تھا ۵۔ اس حدیث سے ثابت ہوا کہ اذان کھڑے ہو کر دینی چاہیے۔ ابو ثور کے علاوہ مجدد علماء کا یہی مذہب ہے۔

بَابُ الْأَذَانِ مُتْنِي

باب ۴ اذان کے الفاظ دو دو بار کہنا

عَنْ أَنَسٍ قَالَ أَمَرَ بِلَالٌ أَنْ يَشْفَعَ الْأَذَانَ وَ أَنْ يُؤْتِيَ الْإِقَامَةَ الرَّاقِمَةَ۔ حضرت انسؓ نے کہا کہ حضرت بلالؓ کو حکم دیا گیا کہ وہ اذان کے الفاظ دو دو بار اور تجیر کے الفاظ ایک ایک بار کہیں مگر (تقدیمات الصلوٰۃ)

بَابُ الْإِقَامَةِ وَاحِدَةً الْإِقُولَةَ قَدَامَتِ الصَّلَاةُ

باب ۵ تجیر کے الفاظ ایک ایک بار کہے جائیں۔ سوا تقدیمات الصلوٰۃ کے

اس عنوان کے تحت بھی امام نے حدیث انسؓ ہی ذکر کی ہے جس سے واضح ہوتا ہے کہ اذان کے الفاظ دو دو بار کہے جائیں اور تجیر کے اکثرے مگر قَدَامَتِ الصَّلَاةِ کے الفاظ دو دو بار ہی کہے جائیں۔ واضح ہو کہ اکبری تجیر بھی جائز ہے مگر بعض ائمہ و محدثین تجیر کے الفاظ کو بھی دو دو بار کہنا آتا ہے۔ چنانچہ حدیث ابی ہریرہؓ عند الترمذی میں عَلِمَهُ الْأَذَانُ مُتْنِي مُتْنِي کے الفاظ ہیں اور حدیث بلالؓ صحیحہ میں ہے کہ حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اذان دی تو کلمات اذان کو دو دو بار ادا کیا۔ اسی طرح وَتَقِيعُ الْإِقَامَةَ مُتْنِي مُتْنِي

اتمامت کے اعلان بھی دو دو بار کئے اجازت کا انہی حدیثوں پر عمل ہے۔ یعنی ج ۲ ص ۶۱۹

بَابُ فَضْلِ التَّاذِيْنِ

باب اذان دینے کی تفصیل کے بیان میں

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِذَا تَوَدَّعَى لِلصَّلَاةِ أَوْ بَرَأَ الشَّيْطَانُ لَهُ ضَرَاوُ حَتَّى لَا يَسْمَعَ التَّاذِيْنَ فَإِذَا قَضَى الْمَسْأَلَةَ أَقْبَلَ حَتَّى إِذَا تَوَدَّعَى بِالصَّلَاةِ أَوْ بَرَأَ حَتَّى إِذَا قَبِلَ التَّوْبَةَ أَقْبَلَ حَتَّى يُخْطِرَ بَيْنَ التَّوْبَةِ وَنَفْسِهِ يَقُولُ أَذْكَرُ كَذَا أَذْكَرُ كَذَا لِمَا لَمْ يَكُنْ يَذْكُرُ حَتَّى يُغْلِقَ الرَّجُلُ لَا يَذْكُرُ كَوُصْلَى -

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب نماز کے لیے اذان دی جاتی ہے۔ تو شیطان گڑبگڑاتا ہے جو توبہ کر رہا ہے وہاں تک کہ اذان نہ سنے۔ جب اذان ہو چکی ہے تو پھر آتا ہے۔ جب نماز کی تکبیر ہوئی ہے تو پھر پچھوڑ کر بھاگتا ہے تکبیر ہونے کے بعد پھر آتا ہے اور نماز کے دل میں دوسرا آتا ہے اور کہتا ہے فلاں بات یاد کر۔ فلاں بات یاد کر۔ شیطان وہ باتیں یاد دلاتا ہے جو نماز کی یاد نہیں ہوتیں۔ آخر نماز بھول بیٹا ہے کہ کتنی رکعتیں پڑھیں۔

فوائد مسائل

اس حدیث کو اردو و سنالی نے صلوٰۃ میں ذکر کیا ۲۔ اذیس اذان کی حد ہے۔ ضوابط جملہ اسمیہ ہے۔ حال واقع ہوا ہے۔ معصوم و تخیل یہ ہے کہ شیطان اذان سے سخت نفروزدہ ہو کر بھاگتا ہے اور شیطان کی پیچھوڑ کر بھاگنے کو مزاح کے لفظ کے ساتھ بیان کرتے ہیں اس کی قیامت کی طرف اشارہ ہے۔ ایک سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اذان سے تو شیطان بھاگتا ہے اور مؤذن کے دل میں دوسرے بھی نہیں ڈال سکتا۔ مگر نماز جس میں قرآن کی تلاوت ہوتی ہے اور اللہ رب العزت سے قرب ہوتا ہے اس میں غفل انداز ہوتا ہے حالانکہ نماز اذان سے افضل ہے۔ اس سوال کے شارحین نے متعدد جواب دیئے ہیں۔ مگر سب سے زیادہ صحیح جواب یہ ہے کہ یہاں سوال اذان یا نماز کی تفصیل کا نہیں یعنی اذان سے شیطان کے بھاگنے کی علت اذان کی افضلیت نہیں ہے بلکہ شیطان کا اذان سے بھاگنا اذان کے خصائص سے ہے اور خاص جس جیسے ایک افسل چیز کہ ہونے ہیں۔ ایسے ہی اس سے کم فصل رکھنے والی چیز کے بھی ہو سکتے ہیں۔ ۲۔ حتیٰ اذ اتوب یہاں توبہ کے معنی اقامت کے ہیں۔ ویسے اصل لغت میں توبہ کے معنی دشمن کے خوف کے وقت اپنے ساتھی کو کھڑا ہلا کر متوجہ کرنے کے ہیں۔ یعنی کسی شے کا اعلان یا کسی بات کے واقع ہونے سے ڈرنا۔ پھر توبہ بلند آواز سے اعلان کرنے کے معنی میں استعمال ہونے لگا خواہ وہ اعلان کسی بھی نوع کا ہو۔ غلط یہاں بمعنی یقین ہے جیسے کتاب مجید میں آیا (ظن و سہما) اور رواست اصل میں یضل بالفساد المکسور ہے ای یئسی و یذہب و ہمہ و یسہو کتاب مجید میں آیا (ان تفضل احدا لهما) ابن فرول نے کہا یضل ضلال سے اس کے معنی حیرت کے ہیں (یعنی ج ۲ ص ۶۱۹) اس حدیث سے اذان مؤذن کی تفصیل ثابت ہوتی ہے اور دیگر احادیث میں اذان و دو رکعت کی تفصیل بیان ہو چکی ہے چند حدیثوں کا خلاصہ یہ ہے۔ اذ مؤذن کی گردن میں قیامت کے دن سب سے زیادہ دھڑکے گی۔ مسلم واحد وابن ماجہ، علامہ ابن کثیر

اذان و مؤذن کے فضائل

امیدوار ہوں گے کہ چونکہ جس کو کسی چیز کی امید ہوتی ہے اس کی طرف گردن دلا کر تباہ یا یہ معنی ہیں کہ ان کے تراب بہت ہیں یا یہ کہ وہ قیامت کے دن شرمندہ نہ ہوں گے کیونکہ جو شرمندہ ہوتا ہے اس کی گردن ٹھک جاتی ہے ۲۔ مؤذن کی جہاں تک آواز پہنچتی ہے اس کے لیے مغفرت کر دی جاتی ہے اور ہر فرد و شخص جس نے اس کی آواز سنی اس کی تصدیق کرتا ہے یا اگر اسی دیتا ہے ۳۔ اذان دینے والا جو شخص توبہ

کے لیے اذان دیتا ہے اس شہید کی طرح ہے جو خون میں اکودہ ہے۔ قبر میں اس کے بدن میں کیرے نہیں پڑیں گے۔ (طبرانی) اذان و اقامت عذاب
 بلا ہے (طبرانی) ۵۔ حضور علیہ السلام نے فرمایا اگر لوگوں کو یہ معلوم ہو تاکہ اذان کہنے میں کتنا ثواب ہے تو اس پر باجم غوار حلیتی (احمد) ۶۔ جس سے
 بارہ برس اذان دی جنت اس کے لیے واجب ہو گئی اور اذان کے بدلے ساٹھ نیکیاں اور اقامت کے بدلے تیس نیکیاں لکھی جائیں گی
 (ابن ماجہ و حاکم) ۷۔ ہر سال ہر اذان کے اور ہجرت طلب نہ کرنے وہ قیامت کے دن جنت کے دروازے پر کھڑا کیا جائے گا اور اس سے
 کہا جائے گا جس کے لیے تو چاہے شفاعت کر (ابن ماجہ) ۸۔ اذان کے وقت دعا بہت کم رو ہوئی ہے (ابو شیخ عن ابن عباس) اس میں
 بہت فضیلتیں احادیث میں ان مؤذنین کے لیے وارد ہوئی ہیں جو اللہ کی خوشنودی کے لیے اذان دیتے ہیں اور ہجرت طلب نہیں کرتے
 عجیب زمانہ ہے کہ ہمارے معاشرے میں لوگ اذان تو کہتے نہیں اور جو خلوص دل کے ساتھ اذان دے بھی تو اس کا مذاق اڑاتے ہیں اور
 قائل بھیجتے کہتے ہیں اور یہ سب کچھ دین سے بے رغبتی و بے تعلق کی وجہ سے ہے۔

سُنئے گا اقبال کون ان کریم انجمن ہی بدل گئی ہے

نئے زمانے میں آپ ہم کو پرانی باتیں سنارہے ہیں

بَابُ رَفْعِ الصَّوْتِ بِالتَّذَايَا

باب: اذان بلند آواز سے کہتے

وَقَالَ عُمَرُ بْنُ عَبْدِ الْعَزِيزِ إِذَا أَذَّنْتَ
 سَمِعًا وَلَا تَعْتَزِلْنَا

اور عمر بن عبدالعزیز نے ایک مؤذن سے فرمایا۔ اگر اللہ
 ہے تو صحیح طرح دو۔ دہر نہ دو۔

سمعا کے معنی آسمان کے ہیں۔ مراد یہ ہے کہ خوش آوازی کے ساتھ اذان دی جائے ۲۔ اس اثر کو ابن ابی شیبہ نے موسم
 روایت کیا کہ ایک مؤذن نے اذان میں اُٹھ کر حضرت عمر بن عبدالعزیز سے فرمایا۔ سادی طرح بلند آواز سے اذان دو۔ اس سے معزم
 کلمات اذان کو تکرار کر سنی پر گانا ناجائز ہے اور اذان خوش آوازی سے دینا مطلوب ہے۔

ابوسعید خدری نے ان سے کہا۔ تم جھگل کی بود و بکاش اور بکاش
 چراتے کو پسند کرتے ہو۔ مذا جب تم اپنی بکریوں یا جھگل میں
 پڑھو تو بلند آواز سے اذان دو کیونکہ جہاں تہ۔ مؤذن کی آواز
 ہے۔ جن یا آدمی یا کوئی اور اذان کی آواز سنا ہے وہ قیامت
 کے دن اس کی جگہ لگا ہی دے گا۔ ابوسعید نے کہا یہ بات میں
 رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنی ہے۔

أَنَّ أَبَا سَعِيدٍ الْخَدْرِيَّ قَالَ لَمَّا أَذَّنَ الْكَافِرُ الْمُجَبِّ
 الْقَوْمَ وَالْبَادِيَةَ فَإِذَا كُنْتُ فِي غَفْلَةٍ أَوْ بَادِيَةٍ
 فَأَذَّنْتُ لِلصَّلَاةِ فَارْفَعُ صَوْتَكَ بِالتَّذَايَا فَإِنَّ
 لَا يَسْمَعُ مَدَى صَوْتِ الْمُؤَذِّنِ حِينَ قَالَ أَشْرَقَ وَ
 شَقَّ ۚ لَا شَهَادَةَ لَكُمْ الْقِيَمَةِ قَالَ أَبُو سَعِيدٍ سَمِعْتُهُ
 مِنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

۱۔ اس حدیث کو امام نے ذکر انجمن اور ترجمہ میں۔ سنائی و ابن ماجہ نے صلوٰۃ میں ذکر کیا ہے۔ حدیث ہذا مسائل میں پرتل ہے
 قولہ وائل کسے جانے کہ کڑوس والوں کو خوب سنائی دے ۲۔ فخر و فساد کے زمانہ میں تمہاری اختیار کرنا جائز ہے ۳۔ ایک آدمی اگر
 میں جو ترجمہ اذان کر کہ اسے نماز چھٹا سبب ہے کیونکہ اگرچہ جھگل میں آدمی اذان نہیں سنیں گے مگر حیوانات اور جمادات گواہ ہو جائیں گے
 جنت میں آدم کی آواز کو سنے ہیں ۴۔ یہ کہ بعض مخلوقات بعض پر گواہ ہوگی ۵۔ جھگل میں بھی بلند آواز سے اذان دینی چاہئے اگرچہ کسی اور غازی آواز سے

بَابُ مَا يُخْفَنُ بِالْأَذَانِ مِنَ الدَّمَاءِ

باب: اذان کی وجہ سے خون ریزی سے رک جانا

حضرت انس نے فرمایا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم جب ہمارے ساتھ کسی قوم پر جہاد کرتے تو صبح ہونے تک اس گاؤں پر جھوکی عبادت نہ دیتے اور آپ اگر اس گاؤں میں اذان کی آواز سنتے تو جھوک سے ٹک جاتے اور اگر اذان کی آواز نہ سنتے تو ان پر جھوک کرتے۔ انس نے کہا ہم خیر کی طرف جہاد کے لیے روانہ ہوئے اور رات کو وہاں پہنچے۔ جب صبح ہوئی اور اذان کی آواز سنا لی تو سو جا رہے اور میں ابو طلحہ کے پیچھے سو جا رہا۔ میرا یوں چلنے پر حضرت کے قدم مبارک سے ٹک جاتا۔ حضرت انس کہتے ہیں کہ خیر والے یہودی اپنی ٹکڑی اور کرائی لے کر نکلے۔ جب انھوں نے حضورؐ کو دیکھا تو کہا۔ بخدا انھوں نے صلی اللہ علیہ وسلم اپنی قوج کے ساتھ اپنے پیچھے۔ جب حضورؐ نے ان کو دیکھا تو فرمایا اللہ اکبر اللہ اکبر خیر خراب ویران ہوا۔ بیشک جب ہم کسی قوم کے میدان میں اترتے ہیں جو لوگ قرآن سے لگے (کفار) ان کی صبح بڑی ہوتی ہے۔

عن انس عن النبي صلى الله عليه وسلم انه كان اذا خرج الى قوم ما لم يكن يعلم بان يحى يسمع او لا يسمع ان سمع اذا تكلم عنهم وان لم يسمع اذا تكلم عليهم قال فخرجوا الى حنين فاستهينوا اليهم فدخلوا اصبغ ولم يسمعوا اذا تكلموا وركبت حلتا ابي طلحة وان تقدمت للنس قدم النبي صلى الله عليه وسلم قال فخرجوا اليها فاجابهم وسميهم فلما راوا النبي صلى الله عليه وسلم قالوا الحمد لله والحمد لله والحمد لله قال فلما راوه سئل الله صلى الله عليه وسلم قال الله اكبر الله اكبر الله اكبر خربت حنين انا اذا سرت لنا بساحة فؤمير ساعة صباح العذرين۔ (بخاری)

یہ حدیث مسائل ذیل پر مشتمل ہے۔ اذان دین اسلام کا شعار ہے اور اس کا ترک جائز نہیں ۲۔ جس قوم کو اسلام کی دعوت پہنچ جاتی تھی۔ اس پر جھوک کے وقت حضور علیہ السلام پر دیکھا کرتے تھے کہ اس قوم میں اذان ہوتی ہے یا نہیں۔ اگر اذان نہ دیتی تو اس کا یہ مطلب ہوتا تھا کہ انھوں نے اسلام قبول کر لیا ہے۔ بصورت دیگر ان سے جنگ کی جاتی تھی ۳۔ دشمن سے سامنا ہو اس وقت تکیر کرنا مستحب ہے ۴۔ قرآن پاک کی آیات سے استنباد کرنا مستحب ہے حضورؐ کے مذکورہ بالا کلمے سورہ صافات کی آیت ۵۰ دانزل بساحتهم فسادوا صباح العذرين سے اخذ ہیں۔

باب ۱: مَا يَقُولُ إِذَا سَمِعَ الْمَدِي

باب ۱: جب اذان سننے تو کیا کہے ؟

۱۔ حضرت ابوسعید خدری کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ جب تم اذان سنو تو جس طرح ٹوذن گے تم بھی وہی کہو۔

۲۔ عیسیٰ ابن طلحہ نے بیان کیا کہ میں نے حضرت معاویہ کو دیکھا وہ ٹوذن کی طرح کہہ رہے تھے۔ اشدان قہم اشدان اللہ تک۔

۳۔ یحییٰ نے کہا مجھ سے میرے بعض احباب نے کہا کہ جب ٹوذن نے جی علی الصلوۃ کہا تو حضرت معاویہ نے لاجول ولا قوۃ الا باللہ کہا۔ اور امیر معاویہ نے کہا میں نے تمہارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو اسی طرح فرماتے ہوئے سنا۔

عن ابي سعيد الخدري ان رسول الله صلى الله عليه وسلم قال اذا سمعتم البداة تقولوا مثل ما يقول المؤمنون۔

عن يحيى وحده شئى بعض اخواننا انه قال لما قال يحيى على الصلوة قال لا حول ولا قوۃ الا بالله وقال هكذا سمعنا نبيكم صلى الله عليه وسلم۔

جواب اذان کے فضائل و مسائل | اس سلسلہ کی چند حدیثوں کے خلاصہ یہ ہیں ۱۔ حضورؐ نے فرمایا۔ جب اذان سنو تو

اشترکے واسطی کا جواب دو اطران ۲۔ جب مؤذن اذان کے تو مسنونہ جو وہ کہتا ہے تم بھی کہو (ابن ماجہ ۴۔ مومن کو بدعتی و نامراد کی کشتی میں
مؤذن کو تجربہ کہتے تھے اور جواب نہ دے ۳۔ حضور علیہ السلام نے مستورات سے فرمایا۔ جب تم طہل کو اذان دانت کئے مسنونہ کو بھی
تم بھی کہو۔ اشرکے تمہارے ہر کھلے کے ہونے ایک لاکھ تالی کھلے گا اور ہزار درجے بلند فرمائے گا۔ اور ہزار گناہ محو کرے گا۔ اور میں
دو گنا ثواب دے (ابن عساکر ۵۔ اذان کا جواب دینے والے کی مغفرت ہوگی۔ وہ جنت میں داخل ہوگا۔ (اسلم و ابو الشیخ) ان
راوی ہیں کہ اذان کا جواب دینا واجب ہے۔ مؤذن جو کھر کے تو اس کے بعد سٹھنے والا بھی رہی کلر کے مگر حی علی الصلوٰۃ
الطلاح کے جواب میں لا حول ولا قوۃ الا باللہ کے ۲۔ یعنی بھی اذان کا جواب دے مگر حسن و فطاس والی عورت اور نصرت
اور نماز جنازہ پڑھنے والے اور جماع میں مشغول یا قضا حاجت میں ہر ان پر جواب واجب نہیں ۳۔ جب اذان ہر تو اتنی دیر
کلام اور جواب سلام تمام اشغال موقوف کر دے اور بغور اذان سنے اور جواب دے یونہی اقامت میں بھی ۴۔ راستہ میں اذان
آئے رزک جائے اور کھرا ہو کر اذان سنے اور جواب دے ۵۔ جہذا ذانیس سنے تو پہل ہی کا جواب دے۔ مگر بہتر ہے کہ سب
۶۔ خلیہ کی اذان کا جواب زبان سے دینا مقتدیوں کو یا تو نہیں ۷۔ جب اذان ختم ہو جائے تو مؤذن اور سامعین درود شریف پڑھیں
کے بعد دعا اللہم سرت هذه الدعوة پڑھیں۔ جیسا کہ آئندہ سیرۃ میں ہدایت ہو رہے ۸۔ جب مؤذن اشد
الرسول اللہ کے ترستے والا درود شریف پڑھے اور انگوٹھیں کر اور دے کر انگوٹھوں کو لگائے اور کہے۔ قُرْۃُ الْعِلْمِ بِكَ يَا رَسُولَ اللَّهِ
فَتَبْعِي بِالسَّيِّعِ وَالْبُصْرِ۔ بعض لوگ انگوٹھے جوئے کو بلا دلیل شرک و بدعت قرار دیتے ہیں لیکن آپ یہ سوچئے کہ کیا حضور مراد
علیہ السلام کے نام اقدس کی تعظیم کے لیے جو نماز شرک یا بدعت ہو سکتا ہے؟

فائدہ علامہ عطاء علی علیہ الرحمۃ نے لکھا کہ اذان کا جواب دینا مستحب ہے کہونیکو مسلم کی حدیث میں ہے کہ حضور علیہ
السلام نے فرمایا کہ اگر اللہ اکبر اللہ اکبر۔ تو فرمایا علی الفطوۃ جب مؤذن نے اشد ان لا الہ الا اللہ کہنا تو فرمایا خوجہ
الشارب کیجئے۔ حضور نے مؤذن کے جواب میں وہ کھلے نہیں کہے جو مؤذن کے کہے۔ اس سے ثابت ہوا کہ جواب میں وہی جملے کہے
نہیں ہیں جو مؤذن کہتا ہے بلکہ مستحب ہیں۔ اس کے جواب میں علامہ عینی نے فرمایا۔ جواب اذان کے متعلق حضور علیہ السلام کا امر مجہود
ہے اور وہ ترک کی دلیل ہے۔ ثانیاً ایک حدیث میں فرمایا۔

مِنْ الْجَفَاءِ اِنْ تَسْمَعُ الْمُؤَذِّنَ شَقًّا لَا يَقُولُ
مِثْلَ مَا يَقُولُ (ابن ابی شیبہ)

ظاہر ہے وہ ترک واجب پر چلتا ہے اور مستحب کے تارک کو ظالم نہیں کہہ سکتے۔ عینی ج ۲ ص ۶۳

فائدہ اقامت کا جواب دینا مستحب ہے۔ اس کا جواب بھی اسی طرح ہے۔ فرق صرف اتنا ہے کہ قضا
الصلوٰۃ کے جواب میں اقامتہا اللہ و اقامہا اداستہا السَّمُوۃ
وَالْاَرْضُ کے۔

بَابُ الدُّعَاءِ عِنْدَ السَّيِّدِ آءِ

باب ۱ اذان کے بعد کی دعا

عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ قَالَ حِينَ يَنْتَعِمُ السَّيِّدُ آءِ
جابر ابن عبد اللہ سے روایت ہے کہ حضور علیہ السلام
فرمایا۔ جو شخص اذان کے بعد یہ دعا پڑھے

اُس دعا، تمام اور نماز پر پراہم ہونے کے مالک تو چہارے سرور
محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو وسیلہ اور فضیلت اور فضلہ درجہ عطا کر
اور ان کو مقام محمود میں کھڑا کر جس کا تو نے وعدہ کیا ہے۔ توفیق
کے دن میری شفاعت کا وہ مستحق ہو جائے گا۔

لَهُمْ رَبٌّ هَذِهِ الدَّعْوَةُ الثَّامِيَّةُ وَالصَّلَاةُ
لِقَائِهِ أَيْ مُحَمَّدٌ بْنُ النَّوَسِيلَةِ وَالذَّرَجَةُ الرَّقِيعَةُ
لِفَضِيلَةِ وَالتَّعْتَةُ مَقَامًا مَحْمُودًا الَّذِي وَعَدْتَهُ
حَلَّتْ لَهُ شَفَاعَتِي يَوْمَ الْقِيَامَةِ۔

اس حدیث کو امام نے تفسیر میں ابو داؤد، نسائی وابن ماجہ صلوٰۃ میں ذکر کیا ۲۔ اَللّٰهُمَّ یعنی یا اللہ میم یعنی کے
عرض میں ہے۔ رب منصوب علی التلازم ہے اور اس کو ضمیر مبتدا محذوف کی خبر مانا جائے تو چہر رب پر رفع پر ہیں
کے تقدیر عبارت یہ ہوگی۔ رب هذه الدعوة۔ دعوة۔ دے زبر کے ساتھ طعم کے لیے ہے دعوة بالکسر شب کے معنی
میں آتا ہے۔ دعوة بالضم حب کے معنی میں آتا ہے اور یہاں مراد الفاظ اذان ہیں۔ جن کے ذریعہ آدمی اللہ کی عبادت کی طرف بلاتا ہے۔
ماہر۔ یہ دعوت کی صفت ہے اور تم کے معنی یہ ہیں کہ اس میں تغیر و تبدل نہیں قیامت تک باقی رہے گی۔ وسیلہ رحمت میں
بک خاص مقام ہے جو حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ خاص ہے۔ عبادی کی روایت ہے (فانها منزل في الجنة)
حضرت عمر بن خطاب سے روایت ہے کہ حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ جب ترون اذان دے تو جودہ کے تم بھی وہی کو۔

پھر محمد پر درود پڑھو اور جو محمد پر درود پڑھتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اس پر
دس رحمتیں نازل فرماتا ہے۔ پھر اللہ تعالیٰ سے میرے لیے وسیلہ
طلب کرو۔ وسیلہ جنت میں ایک مقام ہے۔ یہ مقام اللہ کے
خاص بندے کو حاصل ہوگا اور مجھے امید ہے کہ اس مقام پر میں
فائز ہوگا۔ ترجمہ نے اللہ سے میرے لیے وسیلہ کی دعا کی۔ میری
شفاعت اس کے لیے حلال ہوگئی۔ سلم، ابو داؤد و نسائی

لَمْ يَصَلِّوا عَلَى خَاتَمٍ مِنْ صَلَاتِي صَلَاةٍ صَلَّى اللَّهُ
عَلَيْهِ بِهَا عَشْرًا ثُمَّ سَلُوا اللَّهَ فِي الْوَسِيلَةِ
نَهَاهُمْ نَزَلَتْ فِي الْجَنَّةِ لَا يَنْبَغِي لِأَحَدٍ أَنْ
يَعْبُدَ مِنْ عِبَادِ اللَّهِ وَارْجُوا أَنْ أَكُونَ أَنَا هُوَ
ذَمَّنَ سَأَلَ اللَّهَ فِي الْوَسِيلَةِ حَلَّتْ لَهُ
شَفَاعَتُهُ۔ (مسلم)

اور جگہ ہے جس پر پہرہ گر ہو کہ حضور شفاعت فرمائیں گے۔ تمام اولین و آخرین شاخیں شیعہ میں سرگرداں ہوں گے۔ جلیل القدر
مقام محمود انبیا و کرام تک اذہم اہل جنہی فرمائیں گے۔ مرحمت اور صورت حضور کی زبان پر انا انا ہمارا۔ حضور کی عظمت
حسب بزرگی و شان کر دیکھ کر اولین و آخرین حضور کی تعریف کریں گے۔ اسی لیے اس کو مقام محمود کہتے ہیں۔ حدیث ابو ہریرہ میں حضور نے فرمایا۔
سوالہ حاضر الذی اشفع قیہ لا مٹی۔ یعنی ۲ ص ۶۱
ابن جوزی نے کہا۔ مقام محمود سے مراد شفاعت ہے۔ اجس نے کہا۔ عرض پرا کسی حضور علیہ السلام کا کھڑا ہونا مراد ہے۔ سب نے
اس سے معنی اللہ تعالیٰ عطا سے روایت ہے کہ مقام محمود وہ مقام ہے کہ اولین و آخرین اس وقت حضور کی تعریف کریں گے اور کل عالم
شہر کے نس و ثروت کا انبار ہوگا۔

ناگئے آپ دیئے جائیں گے۔ سفارش کیجئے وہ قبول کی جائے
گی (اس وقت) سبھی آپ کے جہنم سے نکلے ہوں گے۔

سَأَلَ فَعَزَّ عَلَى تَشْفَعِ فَتَشْفَعِ لَيْسَ أَسَدًا إِلَّا
بِحَبْلِ الْوَيْلِكَ۔
یعنی ج ۲ ص ۶۱

۲۔ سوال پیدا ہوتا ہے۔ مقام محمود تو حضور علیہ السلام کو حاصل ہے اور اللہ تعالیٰ نے وعدہ بھی فرمایا ہے۔ پھر کہہ لیجئے دعا کرنا کیا
ہو چاہے کہ کسی حاصل شدہ نعمت کے لیے دعا کرنا یا کرنا یہی شانِ عبادت ہے اور بعض اوقات حاصل شدہ نعمت کے دوام و بقا
کے لیے بھی دعا کرتے ہیں۔ علامہ عینی علیہ الرحمہ نے لکھا کہ اس میں اس امر کی طرف اشارہ ہے کہ کسی دوسرے سے دعا کرنا اور اس کی دعا

یہ ضروریات میں استہامات کہنا رخصتوں صالحین امت سے دعا کرنا جائز ہے۔ یعنی ج ۲ صفحہ ۱۲۲ (۲) والفضيلة - جنس
دوسرے کی تفسیر ہے لیکن فضیلت میں ابہام کہاں ہے؟ (۱) "حلت له" مطلب یہ ہے کہ جس کے لیے حضور کی شفاعت حلال ہوگئی
تاکسیح ہوگی اور یہاں حلال حرام کے مقابل نہیں ہے کیونکہ شفاعت اس سے قبل حرام رہی (۲) اگر یہ کہا جائے کہ شفاعت تو اس
اور ان کے بعد جو مسلمان مذکور فی الحدیث دعا کرتے ہیں۔ وہ سب کے سب گناہ نہیں کرتے۔ جواب یہ ہے کہ حضور رسید عالم سے
کی شفاعت متعدد قسم کی ہوگی۔ گناہوں کی بخشش کے لیے شفاعت اور جنت میں بغیر حساب داخل کرانے کی شفاعت جو صاحب
کریں گے۔ انش عاشر العزیز۔ وہ حضور کی شفاعت سے بلا حساب جنت میں داخل کئے جائیں گے اور اقام الحدیث جیسے کہ
گناہوں کی معافی بھی حضور ہی کی شفاعت سے ہوگی۔ انشاء اللہ العزیز۔

بَابُ الْإِسْتِهَامِ فِي الْأَذَانِ

باب اذان دینے میں جھگڑا ہو تو قرعہ ڈالو

وَيَذْكُرُونَ أَنْ تَتَوَلَّوْا فِي الْأَذَانِ
فَأَمَّا عَنِ ابْنِ مَرْبُوتٍ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ

وَسَلَّمَ قَالَ لَوْ لَعَلُّوا النَّاسُ مَا فِي الْبِتَاءِ وَصَفَتْ
الْأَلْأَلُ تَشْتَرُونَ سَجْدَةً إِلَّا أَنْ يَشْتَرُوهَا عَلَيْهِ
لَا اسْتَلَفَهُمْ وَلَوْ لَعَلُّوا مَا فِي التَّفْجِيرِ لَاسْتَلَفَهُمْ
إِلَيْهِ وَلَوْ لَعَلُّوا مَا فِي الْعَتَمَةِ وَالصُّبْحِ لَاسْتَلَفَهُمْ
وَلَوْ خَبَرُوا - (بخاری)

(۱) اور ذکر کیا گیا کہ کچھ لوگوں میں اذان کے متعلق
حضرت سعد نے ان میں قرعہ ڈالا۔

(۲) حضرت ابوہریرہ سے روایت ہے کہ حضور علیہ
کہ اگر لوگوں کو اذان اور پہلی صف کے ثواب کا علم ہو
قرعہ اندازی کے سوا چارہ نہ پائیں تو دونوں میں قرعہ ڈالیں
ظہر کا ثواب معلوم ہو جائے تو اس کی طرف دو قرعہ
اگر فجر و عشا کے اجر کا علم ہو جائے تو غنیمت و عشا
گھسٹتے ہوئے آئیں۔

تعلیق اول کہ سعید بن منصور، بیہقی و طبری نے عبد اللہ بن شبرمر سے وصل کیا انھوں نے کہا قادیسیہ
اذان کے معاملہ پر جھگڑا کیا کہ مؤذن کون مقرر ہو تو حضرت سعد بن ابی وقاص نے قرعہ کے ذریعہ فیصلہ فرمایا۔

فوائد مسائل

بن ابی وقاص عشرہ مبشرہ سے ہیں۔ حضرت عمرؓ نے آپ کو قادیسیہ کا گورنر مقرر فرمادیا تھا۔ قادیسیہ ایک موضع ہے۔ کو قادیسیہ
علاج کی منزل بھی ہے۔ زمانہ فاروقی میں وہاں ابی فارس سے جنگ ہوئی تھی۔ مسلمانوں کے ہیرو لشکر حضرت سعد تھے۔ بھلے
کو قادیسیہ اس لیے کہتے ہیں کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کا وہاں سے گذر ہوا آپ نے ایک بوڑھی عورت کو دیکھا اور اس
اس نے کہا (قدست من الارض) اس بے اس بزرگ نام قادیسیہ ہوا۔ استہام کے صحیح قرعہ اندازی کے ہیں۔ علامہ خطابی
ڈالنے کو استہام اس لیے کہتے ہیں کہ غزب تیروں پر اپنے نام لکھ کر قرعہ ڈالا کرتے تھے۔ اس حدیث سے اذان دینے کی فضیلت
صف اول کی اور فجر کی نماز جامعہ پڑھنے کی فضیلت بھی واضح ہوئی اور یہ کہ اگر اذان دینے میں جھگڑا ہو تو پھر قرعہ اندازی سے
فیصلہ کر لیا جائے۔ مگر یہ اس صورت میں جب کہ تمام امیدوار سنی عقیدہ ہوں اور اگر ایک صحیح العقیدہ ہوا اور دوسرا گمراہ
دونوں کے درمیان اذان و امامت یا اسی نوع کے کسی منصب پر جھگڑا ہو تو اس صورت میں بہر حال صحیح العقیدہ ہی کو ترجیح دی

بَابُ الْكَلَامِ فِي الْأَذَانِ

باب اذان دینے کے بارے میں بات کرنا

عَنْ سُلَيْمَانَ بْنِ صُرَدٍ فِي إِذَا نَبَّ وَقَالَ
سَنَ لَا يَأْتِيَنَّ أَنْ يَضْحَكُوا وَهُوَ يُؤْذَنُ
سُيْفَرُ

عَنْ اللَّهِ بْنِ الْحَارِثِ قَالَ خَطَبَنَا بَنُو عَبَّاسٍ
وَرَدُّعٍ فَلَمَّا بَلَغَ الْمُؤَذِّنُ حَتَّى عَلَى الصَّلَاةِ
أَنْ يَتَأَذَّنَ الصَّلَاةُ فِي الرَّجَالِ فَخَطَرُ
حُضْرَتِهِ إِلَى بَعْضِ قَتْلٍ فَكَلَّمَ هَذَا
بِحَيْلَةٍ ثَمَّ وَانْتَهَا عَنْ هَذِهِ (بخاری)

۱۔ سلیمان بن صرد نے اذان دیتے ہوئے بات کی۔
۲۔ اور حسن بصری نے فرمایا اگر مؤذن اذان دیتے ہوئے ہنسنا تو
کوئی حرج نہیں۔

۳۔ عبد اللہ بن حارث نے کہا کہ جناب ابن عباس نے کچھ دوا لے
دن میں (جو کچھ خطبہ دیا تو جب مؤذن جی علی الصلوة پر پہنچا تو
آپ نے فرمایا کہ الصلوة فی الرجال کہو۔ اس پر لوگ ایک دوسرے
کا مزہ دیکھنے لگے تو حضرت ابن عباس نے فرمایا جو سب سے بہتر
تھے وہ بھی ایسا ہی کرتے تھے اور جو کچھ نماز واجب ہے۔

سلیمان بن صرد ابی الجون خراسانی صحابی ہیں۔ جاہلیت میں ان کا نام (سار) تھا۔ حضور نے سلیمان رکھا۔ ان کی کیفیت از لفظ
ہے۔ یہ بڑے عابد و زاہد صحابی ہیں۔ کوفہ میں مقیم ہو گئے تھے۔ ابن سعد نے کہا۔ جزیرہ عین درود میں ربيع الآخر ۵۵ھ
میں نے اس شکر کے امیر تھے جو بنو حسن بن علی کا مطالعہ کر رہا تھا۔ ۲۔ اس تعلیق کو خود امام بخاری نے تاریخ میں اور امام بخاری کے
میں نے کتاب الصلوة میں اور ابن شیبہ نے سنن صحیح میں اصل کی کہ سلیمان شکر میں اذان دے رہے تھے۔ آپ نے دوران اذان اپنے غلام
کا حکم دیا تھا ۳۔ اور اثر حسن بصری عمران کے مناسب نہیں۔ کیونکہ ہنسنا کلام نہیں۔ بلکہ آواز بھٹک ہے ۴۔ علامہ داؤدی نے کہا کہ
ابن عباس بھی عمران کے مطابق نہیں۔ کیونکہ حضرت ابن عباس کا مقولہ اس موقع پر مشروع ہے۔ دوران اذان میں کلام کرنے کے
میں اختلاف ہے۔ علامہ ابن المنذر نے عروہ، عطاء بن ریحان اور قتادہ سے مطلقاً حجاز نقل کیا ہے اور بخاری اور ابن سیرین و ابو داؤدی
نے ناقل ہیں اور امام ترمذی عدم جواز کے قائل ہیں اور ہمارے امام اعظم ابو حنیفہ اور صاحبین خلافت اولیٰ کا قول کرتے ہیں اور دوران اذان
بات کرنا تو اذان کا سد نہ ہوگی۔ دوبارہ کہنے کی حاجت نہیں۔ امام محمد علیہ الرحمہ نے کتاب الآثار میں فرمایا: ۱۔ وان فعل لہم
الک فی اذانہ و موقوف الی حنفیہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کذا فی السبعیہ۔

مذکورہ بالا دونوں روایتوں سے یہ نتیجہ نکالنا ہرگز صحیح نہیں ہے کہ دوران اذان بلا ضرورت ہنسنا اور بات کرنا شائع علیہ السلام
ہے بلکہ مقصور صرف یہ بتانا ہے کہ اگر مؤذن کسی وجہ سے ہنس پڑا یا ضرورت دوران اذان گفتگو کر لی تو حرج نہیں۔ لیکن اس کو عادت
ضرورت دوران اذان ہنسنا و بولنا بہر حال محمود و مطلوب نہیں ہے۔

بَابُ إِذَا نَبَّ إِذَا كَانَ لَهُ مَنْ يَخْبِرُهُ

باب نامینا اذان دے سکتا ہے جبکہ اسے کوئی وقت بتانے والا ہو

حضرت سالم بن عبد اللہ اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ بلال رات باقی ہوتے ہوئے اذان دیتے ہیں انعام
کھاتے تھے و ہر سواری حتیٰ کہ عبد اللہ بن عمرؓ اذان دینے میں غلٹ کیا کہ عبد اللہ بن عمرؓ
نامینا تھے اور وہ اذان اس وقت دیتے تھے جبکہ لوگ کھاتے تھے صبح ہو گئی صبح ہو گئی۔

عَنْ عَبْدِ اللَّهِ عَنْ أَبِيهِ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِنَّ بِلَالَ بْنَ الْبَيْتِ لَيُخْبِرُنِي بِبَلِيلٍ فَكَلَّمُوا وَاسْتَبَدُّوا
بِهِ ابْنُ ابْنِ أُمِّ مَكْتُومٍ قَالَ وَكَانَ رَجُلٌ أَعْمَى
وَحَتَّى يَقَالَ لَهُ أَصْبَحْتَ أَمْ لَيْسَ بِصَبَحْتَ

۱۔ نامینا کی اذان درست ہے جبکہ وہ خود کسی کے بتانے پر تھیک وقت پر اذان دے سکے اور حضرت ابن مسعود ابی
زبیر سے کہہ کر اہم متقول ہے یا محیط سعد غنی میں نامینا کی اذان کو مکروہ لکھا ہے۔ یہ کہ اہم اسی صورت میں

حدیث

ہے۔ جب کہ بایں ٹھیک وقت پر اذان ہونے کے ۲۔ سحری میں تاخیر مستحب ہے ۳۔ خبر واحد پر عمل جائز ہے ۴۔ کسی کی والدہ کی طرف کی جا سکتی ہے۔ جبکہ وہ اسی نسبت سے مشہور ہو ۵۔ عورت کو کثرت رکھنا جائز ہے۔

حضرت عبداللہ بن ام مکتوم

قرشی عامی قدیم الاسلام ہیں۔ آپ کے والد کا نام قیس بن زائدہ ہے اور ماں کا نام خزدریہ، ان کی کثرت ام مکتوم تھی۔ مکتوم نامین کو کہتے ہیں۔ حضرت عبداللہ بن مسعود صابی اور عقبہ بارگاہ نبوت تھے۔ اپنی عدم مروجہ میں حضرت عذیرہ میں اپنا نائب بنادیا کرتے تھے۔ سورہ جلعن انھیں کے متعلق ہے۔

بَابُ الْأَذَانِ بَعْدَ الْفَجْرِ

باب، طلوع فجر کے بعد اذان دینا

عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُمَرَ قَالَ أَخْبَرَنِي حَفْصَةُ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ إِذَا رَأَى الْفَجْرَ صَلَّى لِلصُّبْحِ وَبَدَأَ الصُّبْحَ صَلَّى رَكْعَتَيْنِ خَفِيفَتَيْنِ قَبْلَ أَنْ تُقَامَ الصَّلَاةُ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّي رَكْعَتَيْنِ خَفِيفَتَيْنِ بَيْنَ الْمَدَائِعِ وَالْإِقَامَةِ مِنْ صَلَاةِ الصُّبْحِ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُثْمَانَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِنَّ بَلَاءًا يُنَادِي بِلِيلٍ فُكِّرُوا وَاشْرَبُوا حَتَّى يَأْتِيَ دُحَى ابْنُ أُمِّ مَكْتُومٍ - (بخاری)

عبداللہ بن عمر سے روایت ہے کہ حضرت حفصہ نے خبر دی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذان دے کر بیٹھ جاتا اور صبح ظاہر ہو جاتی۔ اس سے پہلے دو ہلکی رکعتیں پڑھتے۔ حضرت عائشہ سے مروی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم صبح کے درمیان دو ہلکی سی رکعتیں پڑھا کرتے تھے۔ روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بلال باقی رات ہوتے ہوتے اذان کھاتے پیتے رہے۔ یہاں تک کہ عبداللہ بن عمر نے اذان دی۔

فوائد مسائل

حدیث اول کو امام نے سلم، نسائی وابن ماجہ نے صلوٰۃ تیس اور ترمذی نے صلوٰۃ اور شاکل میں سے معلوم ہوا کہ فجر کی دو سنتیں ہیں جو نماز فجر سے پہلے پڑھی جائیں اور یہ سنت ترکہ ہیں اور نماز فجر کے بعد ہے۔ طلوع فجر سے پہلے فجر کی نماز پڑھی، نہ ہوگی۔ اسی طرح فجر کی اذان طلوع فجر کے بعد دی جانی چاہیے۔ دی گئی تو دوبارہ وقت ہونے پر دینا ضروری ہے۔

بَابُ الْأَذَانِ قَبْلَ الْفَجْرِ

باب، طلوع فجر سے قبل اذان دینا

اس حوالہ سے امام بخاری علیہ الرحمۃ کا مسلک یہ معلوم ہوتا ہے کہ طلوع فجر سے قبل اگر اذان دی گئی تو اذان دینا صحیح ہے۔ نیز بخاری حدیثوں سے بھی یہ ثابت ہوتا ہے۔

عبداللہ بن مسعود نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت ہے کہ وہ نماز کو بلال کی اذان سحری کھاتے سے دو رات باقی ہوتے ہوئے اذان دیتے ہیں تاکہ

عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ مَسْعُودٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا يَمْسُكُنَّ أَحَدُكُمْ أَفَاحِدًا مِنْكُمْ أَذَانَ بَلَالٍ مِنْ مَكُودِهِ فَإِنَّهُ يُؤَدِّنُ أَوْ يُنَادِي بِلِيلٍ لِيَجْعَلَ

وَلَمَّا نَسَبْنَا لَكُمْ وَإِلَيْكُمْ وَلَيْسَ أَنْ يَقُولَ الْفَعُولُ
 سَجَّ وَقَالَ بَاتَسَابِعِهِ رَفَعَهَا إِلَى فَوْقِ
 لَهَا أَسْفَلَ حَتَّى يَقُولَ هَكَذَا وَقَالَ
 بِسَبَابَتِهِ أَحْذَرُهَا فَوْقَ
 وَشَرُّهَا هُنَا عَنْ يَمِينِهِ وَشِمَالِهِ
 سَلَّمَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
 إِنْ يَلُوتَ لَوْ تَوَدَّنَ لَيْلٍ فَكُتُّوا
 حَتَّى يَقُولَ إِنْ أَمَرْتُكُمْ

(بخاری)

والا رات جاتے اور سونے والا جاگ جاتے اور فجر و صبح اس طرح
 نہیں ہوتی۔ آپ نے اپنی انگلیوں کو اکٹھا کر پھر نیچے کی طرف
 جھکا کر بتلایا۔ جب تک اس طرح سے ظاہر نہ ہو، اور زیر سر نہ
 اس کو یوں بیان کیا کہ شہادت کی انگلیوں کو اوپر نیچے رکھا۔ پھر
 ان کو دائیں بائیں کھینچ دیا۔

حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم
 فرمایا۔ بلال رات باقی ہوتے ہوئے اذان دے دیتے ہیں۔
 تم کھاتے پیتے رہو مجھے اگر ابن ام مکتوم اذان دیں۔

سیرتوں سے واضح ہوا کہ حضرت بلالؓ طلوع فجر سے قبل جو اذان دیتے تھے وہ اس لیے تھی کہ جو نمازیں مصروف ہو وہ
 تھوڑی دیر آرام کر کے اور جو سہاگے وہ جاگ جائے ۲۔ فجر کی اذان طلوع فجر کے بعد ہی دی جائے اگر پہلے دی
 ماہہ کیا جائے ۳۔ اذان بلالؓ فجر کی اذان نہ تھی ۴۔ صبح صادق مستطیع ہوتی ہے اور صبح کا ذب سطلیل ہوتی ہے اس
 ت شروع نہیں ہوتا۔ حدیث ہذا میں انگلیوں کے اشارہ سے حضورؐ نے صبح صادق و کا ذب کی کیفیت بیان فرمائی ہے۔

الفجر کی بحث

امادیت زیر بحث سے حضرت ابوہریرہؓ و عبد اللہ بن المبارک امام مالک و شافعی و احمد و اسحق و داؤد و
 ابن جریر عربی نے یہ دلیل لی کہ فجر کے لیے اس کے وقت سے پہلے اذان دے دینا جائز ہے۔ لیکن ابن
 ابی نعیم کا ایک طائفہ کہتے ہیں کہ اگر قبل الفجر اذان دی گئی تو رفت پر دوسری اذان دینا ضروری ہے۔ تفصیل کے لیے
 ج ۲ صفحہ ۲۹ ملاحظہ کیجئے اور سیدنا امام اسحاق ابو حنیفہ و امام توری و امام محمد و امام زفر قبل فجر اذان کو جائز نہیں مانتے اور بلالؓ کی
 سیرت ذکر قرار دیتے ہیں اور دوسری اذان وقت پر دینے کو ضروری قرار دیتے ہیں۔ احناف کے وائل یہ ہیں ۱۔ حضرت قائم
 کا کہنے کے پوتے ہیں اور مدینہ منورہ کے سات مشور فقہاء میں فرماتے ہیں کہ حضرت بلالؓ اور ابن ام مکتوم کی اذانوں میں اتنا
 حناہ پر چڑھے اور وہ اترے وَلَسَوْفَ يَكُنْ بَيْنَهُمَا الْاِذَاانُ يَنْزِلُ هَذَا وَيُصْعَدُ هَذَا
 ۲۔ صلی اللہ علیہ وسلم ۳۔ عینی ج ۲ صفحہ ۲۵۵ اور محامدی ہیں۔ حضرت عائشہ صدیقہؓ سے مروی ہے
 سلام کے دو نمونہ حضرت بلالؓ اور ابن ام مکتوم تھے۔ حضورؐ نے فرمایا۔ بلال رات میں اذان دیتے ہیں۔ کھاؤ پوٹو،
 سوؤ اذان دیں۔

يَكُنْ بَيْنَهُمَا الْاِذَاانُ يَنْزِلُ
 هَذَا (مسلم بن ابی عمر و عائشہ ج ۲ صفحہ ۲۵۵)

۱۔ اذانوں کے قریب سے واضح ہوتا ہے کہ حضرت بلالؓ اور ابن ام مکتوم دونوں وقت پر اذان دینے کا قصد کرتے تھے۔ مگر
 ضرورت کے واسطے اول ابن ام مکتوم صبح وقت پر اذان دیتے۔ جس سے ثابت ہوتا ہے کہ نماز فجر کے لیے قبل فجر اذان دینا مشروع

ت اس سے روایت ہے کہ حضرت بلالؓ نے قبل فجر اذان دے دی تو حضور علیہ السلام نے انھیں حکم دیا کہ سارا
 کو گریہ اعلان کریں کہ عید و بلالؓ سو گیا تھا اور غافل ہو گیا۔ حضرت بلالؓ نے یہ اعلان کر دیا اور کہنے لگے۔

لیت بلال و سلمه و امه شواذن حسین اَصْلًا
 القَبْرِ (دار قطنی مرفوعاً عن اُمّی و مرسله عن قتادہ)
 اسی طرح محمدی ج. احمدی مستدرک بہیقی ج. احمدی

افغانوں کے دلی جنحور علیہ السلام نے فرمایا۔

ما حمله على ذلك قال استغفرت وأتاني نوم
فطنت أن الفجر طلع فامرأة النبي صلى الله
عليه وسلم إن ينادي بالمدينة تلو ثلث
العدد قد نام ثم أقعده إلى جنبه حتى طلع

(البراد و عثمان بن مفرج)

المعاصر

ان معاویہ سے بھی واضح ہوتا ہے کہ انان قبل الفجر مشروع نہیں ہے اور اگر مطلقاً

حاجن ماہی نے مزید تفصیل کے لیے عوامی، علمی، فنی، تاریخی، نیل الاوطار کا مطالعہ کیجئے۔

جانی چاہیے۔ مزید تفصیل کے لیے عہداری، تعلیمی، سماجی عہداری، میل، لکھنؤ اور کراچی کے

ہمارے زمانے کے غیر مقلد و باطنی حسرت کے بخاری کی یہ عجیب حدیث ہے۔

فائدہ

کر دیا ہے کہ حضرت بلالؓ کو حضورؐ نے سحری کے وقت دوزخ و دابول کو جھکائے سنے

کے لیے یہ اقدار سناتے ہیں اور اس کو بچہ جاری کرنا چاہیے لیکن اس سلسلہ کی جس قدر

مذکورہ بالا مطلب ثابت نہیں ہو سکتا۔ اور نہ شاعرین کرام میں سے کسی نے یہ استدلال

مذکورہ بالا مطلب باب ۱ میں ہو چکا ہے اور اس کے بارے میں کافی حد تک
مذکورہ بالا خبر استدلال تو کیا کہ اذان قبل الغر جائز ہے یا نہیں۔ اگر جائز ہے تو پہلی کافی ہے

اگر کوئی آدمی ہے جو اس قدر اداں کی باتیں کہتا ہو کہ وہ ان کے لیے ہر ایک کو جانتا ہو، تو یہ بھی بڑا عجیب و غریب شخص ہے۔

اگر منہ کے بعد آتے ہیں اس لیے مناسب ہوا کہ ایک شخص مقرر کر دیا جائے جو ہر کار و وقت

اگر خدائے کبیرہ کی ہے اس لیے صاحب ہزار ایتھن میں سرور فرمایا ہے کہ ہزار
 ہزار کے لیے تیار کر کے اور اول وقت کی فضیلت حاصل کریں۔ فتح الباری ج ۲

فنا فرج کے لیے تیار رہیں اور اس وقت کی مصیبت حاصل کریں۔ حج ابراہیم

علامہ ابن حجر مکی اس تصریح سے ثابت ہوا کہ حضرت بلالؓ کی آذان کا سب سے پہلا وقت صبح کا تھا۔

یہ اعمال غرضی طور پر ادا کیے جاسکتے تھے یعنی حضرت بلال کی اذان کے بعد چوتھوں نے

یاد آوردہ گئے ہیں تیرٹھ سکتا تھا۔ اسی طرح اگر روزہ رکھنا ہو تو چری کھا سکتا تھا۔ یا اگر روزہ

کی سکتا ہے اسی لیے حضور نے فرمایا کہ بلال کی آذان تمہیں دھوکہ میں نہ ڈالے۔ کھاؤ پینو

و غیرہ تو ضمنی باتیں ہیں۔ اداکاران کی غرض و غایت ان امور کی ادائیگی کے لیے نہ تھی۔

یاد رمضان سے خاص نہ تھی۔ خود حضور علیہ السلام نے اس افان کی غرض و غایت جو

فولسنہ فاسٹیکو۔ کہ یہ اذان اس لیے ہے کہ تمہارا تہجد گزار اپنی نماز تہجد

واینہ فائیکم۔ کہ یہ اذان اس کے لیے ہو گا کہ سحری کے لیے جگانے کو نہ تھی بلکہ دو عالم جائے جس سے واضح ہوا کہ یہ اذان سحری کے لیے جگانے کو نہ تھی بلکہ

وہ جاگ جائے جس سے واضح ہو کہ یہ ان حروف کے لیے ہے۔

لیجے حق۔ چنانچہ شاعرین کے کلام صحابہ و ائمہ و فاضلین کی اصلاح و ترویج کے لیے

ارد المصنوع نيل الاطراف ۲ حد ۳ نوری ۴ حد ۵ غنی ۶ حد ۷ فتح الباری ج ۲ حد ۸ ان کا مطلب یہ ہے۔ یہ اذان اس لیے
تعدیل پر مبنی والا نماز پڑھ کر کے ذرا کم کر کے تاکہ صبح کی نماز کے لیے خوش و خرم آٹے اور اگر روزہ کی حاجت ہو یا روزہ کا ارادہ ہو تو
نکالے اور جو سورہ ہر وہ جاگ جائے۔ تاکہ نماز فجر کے لیے غسل و وضو اطمینان سے ہو سکے۔ دیکھئے شارحین نے یہ تصریح کی کہ اگر روزہ
حاجت ہو یا ارادہ ہو تو کسی نماز کے لیے ظاہر ہے کہ اگر رمضان آجائے اور روزہ فرض ہو جائے تو پھر ارادہ ہو یا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا
سے واضح ہو کہ احادیث زیر بحث میں اذان بلال سحری کو جگانے کے لیے نہ تھی اور نہ ماہ رمضان سے خاص تھی نہ غرض کہ کسی بھی
نہی کے احادیث زیر بحث سے یہ نتیجہ نہیں نکالا کہ اذان بلال سحری کے لیے تھی اور یہ کہ اس مقصد کے لیے اس اذان کو جائز
نہت ہے۔

بَابُ كَرْبَيْنِ الْآذَانِ وَالْأَفْتَمَةِ

باب۔ اذان اور اقامت کے درمیان کتنا وقفہ ہونا چاہیے

عبد القدر بن مخلد مزی سے روایت ہے کہ حضور علیہ السلام
نے فرمایا۔ اذان تو پھر کے درمیان (نماز نفل) آجے تین مرتبہ
فرمایا اور یہ نفل جو چاہے پڑھے۔

عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مُعْقِلٍ قَالَ سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ سَبْعِينَ نَفْلًا إِذَا بَيَّنَّ
صَلَاةً سَلَا ثَلَاثِينَ سَنَاءً (بخاری)

بعض شارحین نے کہا۔ ترجمہ الباب سے اہم بخاری نے حدیث ترمذی کی طرف اشارہ کیا ہے جس کا مضمون یہ
ہے کہ حضور نے حضرت بلالؓ سے فرمایا۔ اذان و اقامت کے درمیان اتنا فاصلہ کرو کہ کھانے والا کھائے سے اور
پینے والا پئے اور جس کو بول و براز کی حاجت ہو وہ اپنی حاجت سے فارغ ہو جائے (اور یہ حدیث ضعیف ہے) لیکن یہ بات بڑی عجیب ہے
بخاری ایک عنوان قائم کریں اور اس کے ماتحت حدیث صحیح جمع کر دیں اور اشارہ کر دیں۔ حدیث ضعیف کی طرف۔ آخر اس کی کیا دلیل
ہے۔ حرمٰن سے اہم نے حدیث ضعیف کی طرف اشارہ کیا ہے ۲ حدیث زیر عنوان کو سلم، ترمذی، ابوداؤد و نسائی نے صلوٰۃ میں ذکر کیا ۳ بخاری
نے اذان و اقامت کے تعلیق اذانیہ کیا گیا۔ جیسے چند اور سورج کو شمس یا قرین کہہ سکتے ہیں ۴۔ صلوٰۃ (ای وقت صلوٰۃ و
سبحان ۵۔ ثلثا یعنی حضور علیہ السلام نے یہ جملے تین مرتبہ ارشاد فرمائے۔ جیسا کہ آئندہ روایت میں ہے کہ حضور نے دو مرتبہ فرمایا۔
کل اذانین صلوٰۃ میں کل اذانین صلوٰۃ ۶ اور تیسری بار من شاد فرمایا اور حدیث مسلم میں یہ ہے کہ جو بھی بار من شاد فرمایا۔ اس
وقت سے ہر اذان و اقامت کے درمیان نفل پڑھنے کا جواز نکلتا ہے اور یہ کہ اذان و اقامت میں وصل مکروہ ہے۔ کیونکہ اذان کا مقصد یہ
ہے کہ جان جائے کہ نماز کا وقت ہو گیا ہے اور نماز کے لیے تیاری کریں اور وصل سے یہ مقصد فوت ہو جاتا ہے۔

واضح ہو کہ اس امر میں سب کا اتفاق ہے کہ ہر نماز کی اذان و اقامت
کے درمیان وقفہ کرنا چاہیے اور وصل مکروہ ہے۔ وقفہ کے متعلق

اذان و اقامت کے درمیان وقفہ کی بحث

کے اقوال مختلف ہیں۔ مگر سب کا نتیجہ تقریباً ایک ہی ہے۔

۱۔ فجر و عصر و عشا کی اذان و اقامت کے درمیان اتنا وقفہ بھی کیا جائے کہ کھانے پینے والا، کھانے پینے سے بول و براز والا
حاجت سے فارغ ہو جائے (عامر اہل علم ۲۔ دو رکعت پڑھنے کی مقدار وقفہ کیا جائے) (اہم شافعی و احمد بن حنبل ۳۔ چار رکعت
پڑھنے کی مقدار وقفہ کیا جائے یا تاکہ حاجت سے نماز پڑھنے والے مسجد میں آجائیں (احناف) ظاہر ہے کہ اس نوع کے جس قدر اقوال
سب کا نتیجہ یہی ہے کہ کون والا چاروں نمازوں کی اذان و اقامت کے درمیان حسب ضرورت وقفہ کیا جاسکتا ہے اور وقفہ کی مقدار کم

مقدار یہ ہے کہ دو رکعت نفل پڑھ لی جائیں۔ البتہ اتنا وقف کرنا ممنوع ہے کہ وقت مکروہ آجائے۔ اسی طرح اس پر بھی سب کا اتفاق ہے۔ مغرب کی اذان و اقامت میں بھی وقف ہو کر بہت کم۔ اس بہت کم وقف کے متعلق اصناف کا مسک یہ ہے کہ مغرب کی اذان و اقامت اتنا وقف کیا جائے جتنی دیر میں تین آیتیں چھوٹی یا ایک بڑی پڑھ لی جائے۔ سیدنا امام اعظم سے تین قدم چل لینے کا وقف مذکور ہے۔ امام ابو یوسف و محمد سے بلکہ خیفہ کا وقف اور حضرت امام شافعی کا مذہب ہر علماء نووی نے ذکر فرمایا۔ وہ ایک قعدہ یا اس کی مثل مدت کیا ہے۔ عینی ۲ ص ۶۹ اور صاحب ہدایہ نے نقل کیا کہ امام شافعی کے نزدیک مغرب کی اذان و اقامت میں بھی دو رکعت کرنا جائز ہے۔ حضرت امام احمد بن حنبل علیہ الرحمہ کا بھی یہی مسلک ہے اور امام احمدیہ شرط بھی لگاتے ہیں کہ نفل پڑھنے والا مغرب کی تکبیر تک نفل تمام کرے۔ اس بن مالک کہتے ہیں کہ جب مؤذن اذان دیتا تو صلہ اللہ علیہ وسلم کے کچھ صحابی ستونوں کی طرف پلٹے۔ تکبیر کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے جلوہ فرما ہوتے تاکہ وہ حلال میں رہتے۔ مغرب سے پہلے بھی دو رکعتیں پڑھتے۔ و اقامت کے درمیان کچھ زیادہ فاصلہ نہ ہوتا۔ عثمان بن مسعود کہنا ابوداؤد طحاوی کے شعبہ سے یوں نقل کیا کہ اذان و اقامت حضور اوقف ہوتا۔

عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ كَانَ الْمُؤَذِّنُ إِذَا أَذَّنَ قَامَ مَأْسُ مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَسْتَدِرُّونَ السَّوَارِيَ حَتَّى يُخْرِجَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُمْ كَذَلِكَ يُفْضِلُونَ وَكَعَيْنِ قِيلَ إِنَّهُ غَرِبَ وَلَوْ يَكُنْ بَيْنَ الْأَذَانِ وَالْإِقَامَةِ مِثْقَالُ ذَرَّةٍ وَقَالَ عُثْمَانُ بْنُ مَسْعُودٍ وَأَبُو دَاوُدَ عَنْ شُعْبَةَ لَوْ يَكُنْ بَيْنَهُمَا إِلَّا قَلِيلٌ (بخاری)

قولہ و مسائل یہ کہ مغرب کی اذان کے فوراً بعد صحابہ کرام ستونوں کی طرف بڑھتے اور دو نفل پڑھتے۔ حتیٰ کہ حضور علیہ السلام حجۃ مبارکہ سے برآمد ہو جاتے۔ شئی میں کثرت کی نفی اور قلت کا اثبات ہے کیونکہ تزئین و تکیف و تعظیم کے لیے ہے اور نفی کثرت نفی غلیل نہیں ہوتی۔ لہذا متعلق مدایین رسول کی معارض نہیں۔ لہذا یکن بینہما الا قلیل دراصل پہل کی تفسیر ہے کہ اذان و اقامت میں زیادہ وقف نہیں ہوتا تھا۔ اس حدیث سے واضح ہوا کہ ہر فاذن اذان و اقامت کے درمیان وقف کرنا سنت ہے اور سنت ہی اقامت کہہ دینا مکروہ ہے۔ جن نمازوں سے پیشتر سنت یا نفل ہے۔ اولیٰ ہے کہ بعد اذان سنن و نوافل میں مشغول ہو جائے۔ مغرب کی اذان و اقامت میں زیادہ وقف نہیں چاہیے۔ حدیث زیر بحث کے پیش نظر غیر متقدمین حضرات مغرب کی اذان و اقامت درمیان دو نفل پڑھنے پر بہت زور دیتے ہیں۔ بلکہ بعض تو نہ پڑھنے والوں پر ملامت کرتے دکھائی دیتے ہیں۔ لیکن اصل یہ ہے کہ حدیث نبوی میں صحابہ کرام نے یہ دو نفل پڑھے ہیں۔ بلکہ خود حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے پڑھنے کا حکم دیا ہے۔ مگر یہ نفل حضور کی سنت اخیرہ نہیں ہے۔ اس سلسلہ کی احادیث کے پیش نظر یہ کہنا تو درست ہے کہ

مغرب سے قبل نفل پڑھنے کے متعلق بحث اگر کوئی مغرب کی اذان و اقامت کے درمیان دو نفل پڑھے

الغلیل (یعنی اس کے ساتھ ساتھ یہ بھی حق ہے کہ حدیث نبوی میں تو صحابہ نے یہ نفل پڑھے ہیں۔ مگر اس کے بعد یہ عمل منقطع ہو گیا اور اس کے انقطاع کا یہ عالم ہوا کہ سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما جلیل القدر صحابی نے اس سے لاہل کا اظہار فرمایا۔ بلکہ کسی نے یہ نفل تو صحابہ نے اس پر حیرت اور استعجاب کا اظہار کیا۔ حتیٰ کہ حدیث غلامہ ابوعبید میں بھی اس کا پتہ نشان نہیں ملتا۔ حضرت غلامہ ابوعبید نے تعالیٰ علیہم اجمعین یہ نفل نہیں پڑھتے تھے۔ جیسا کہ علامہ نووی علیہ الرحمہ نے تصریح فرمائی جس سے اس امر کی وضاحت ہوتی ہے کہ حضور

پنجم: اب مدیث زیر بحث پر غور کیجئے۔ جس میں یہ ہے کہ جب مؤذن اذان یا اقامت ناس من اصحاب النبی الخ تو صبر سے بعض نفل پڑھنے کے لیے کھڑے ہو جاتے۔ حقاً بیخروج النبی صلی اللہ علیہ وسلم (من) یہ بتا رہا ہے کہ تمام صبر نفل نہیں پڑھتے تھے۔ بلکہ ان میں سے کچھ نفل پڑھنے لگتے۔ گویا انھوں نے اذان و اقامت کے وقفہ میں بیکار بیٹھے رہنے کی بجائے میں مصروف رہنا پسند کیا۔ جس پر حقاً بیخروج النبی کا لفظ دال ہے۔ پھر ظاہر یہی ہے کہ حضور علیہ السلام یہ نفل نہیں پڑھتے وہم کذلک یعملون سے واضح ہوتا ہے کہ انھوں نے یہ نفل بھرنے استحب و سنت نہیں پڑھتے۔ بلکہ امور و تقلید کی طرح ادا کیا ہے۔ کیونکہ اگر یہ سنت مطلوب ہوتے تو علما و تابعین بھی ان کو ترک نہ فرماتے۔ فافهم

بَابُ مَنْ انْتَضَرَ الْاِقَامَةَ

باب، اذان سن کر گھر میں تکبیر کا استغفار کرنا

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب مؤذن صبح کی اذان دے کر خاموش ہو جاتا تو اور دو رکعت (سنت فجر) تک ادا فرماتے۔ صبح صادق ہو جانے کے بعد پھر آب و مٹی کروٹ پر آرام فرما ہوتا۔ تکبیر کر مؤذن تکبیر کرنے کے لیے حاضر ہوتا۔

اِنَّ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا قَالَتْ كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا سَكَتَ الْمُؤَذِّنُ بِالْأَوَّلَى مِنْ صَلَاةِ الْفَجْرِ قَامَ فَرَكِعَ رُكْعَتَيْنِ خَفِيفَتَيْنِ قَبْلَ صَلَاةِ الْفَجْرِ بَعْدَ أَنْ يَسْتَبِیْثَ الْفَجْرَ ثُمَّ اضْطَجَعَ عَلَى بَشِیْئَةِ الْأُیْمَنِ حَتَّى يَأْتِيَهُ الْمُؤَذِّنُ لِلْاِقَامَةِ بخاری

اس مدیث کو نالی نے صفحہ ۲۸۷ میں ذکر کیا ہے۔ یہ حدیث مسائل ذیل پر مشتمل ہے۔

فوائد

۱۔ سنت فجر میں نصف قراۃ تسبیح ہے لیکن اظاہر بھی جائز ہے۔ چنانچہ مصنف ابن ابی شیبہ میں حضرت جبر سے مروی ہے کہ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وبعثنا اظہار رکعتی الفجر اور حدیث صبح میں وارد ہوا کہ حضور علیہ السلام فجر کی پہلی رکعت میں الحمد اور قل یا ایہا الکفرین اور دوسری رکعت میں فاتحہ اور قل ہو اللہ احد تلاوت فرماتے ۲۔ سنت فجر پڑھنے کے بعد فراویہ داسنی کروٹ لیٹ جانا مسنون ہے ۳۔ طلوع فجر کے بعد صرف فجر کی دو سنتیں ہی پڑھی جائیں۔ ۴۔ دو رکعت سنت زیادہ پڑھنا مکروہ ہے۔ مسلم میں حضرت حفصہ سے مروی ہے کہ حضور علیہ السلام طلوع فجر کے بعد صرف دو رکعت سنت فجر ہی ادا کرتے۔ ابوداؤد کی مدیث میں ہے۔ یسار کہتے ہیں کہ عبد اللہ بن عمرؓ مجھے طلوع فجر کے بعد نفل پڑھتے ہوئے دیکھا تو فرمایا ایسا دن میں طلوع فجر کے بعد نفل پڑھنا حرام ہے، فرمایا ہوئے اور فرمایا۔

لا تَصْلُوا بَعْدَ الْفَجْرِ اِلَّا رُكْعَتَيْنِ (قال ابن کثیر غریب) | طلوع فجر کے بعد سوائے سنت فجر کے کوئی اور نفل نہ پڑھو

بَابُ بَيْنَ كُلِّ اِذْنَيْنِ صَلَاةٌ لَكِنْ مَشَاؤُ

باب، ہر اذان و اقامت کے درمیان جو چاہے نفل پڑھے

اس عنوان کے تحت امام نے وہی مدیث لکھی ہے جو باب کد بین الاذان والاقامة کے تحت مع تفسیر و تراویح اور مکمل بحث کے ساتھ بیان ہو چکی ہے۔ (بارہ سو صفحہ ۲) دیکھئے۔

بَابُ مَنْ قَالَ لِيُؤَذِّنْ فِي السَّفَرِ مُؤَذِّنٌ وَاحِدٌ

باب، سفر میں ایک ہی شخص اذان دے، جیسے حضر میں

قَالَ ابْنُ الْحَكِيمِ رِث قَالَ أَتَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ
سُبُّهُ وَسَلَّمَ فِي تَقْرِيقِ قَوْمِي فَأَقْبَلْنَا عِنْدَهُ عِشْرِينَ
سَةً وَكَانَ رَجُلًا رَقِيقًا قَلَمًا رَأَى شَوْقًا إِلَى
لَبَا قَالَ أَرَجِعُوا فَكُونُوا فِيهِمْ وَعَلِمُوا
سَبُّهُ وَسَلَّمَ فَإِذَا خَضَعْتَ الصَّلَاةَ قَتَلُوا قَوْلًا
سَبُّهُ وَسَلَّمَ وَلَيْسَ مَكْنُوكًا كَبُرَ كُتُّهُ (بخاری)

حضرت مالک بن حویرث سے مروی ہے۔ وہ کہتے ہیں میں اپنی قوم
بنی لیت کے چند افراد کے ہمراہ بخضر نبوی آیا اور میں انہیں آپ کے
پاس رہا۔ آپ بہت رحیم و رقیق تھے۔ جب آپ نے دیکھا کہ ہم کو
گھر جانے کا شوق ہے تو فرمایا اب تم واپس جاؤ اور اپنی قوم میں جو
اور ان کو دین کی باتیں سکھاؤ اور نہ بڑھتے رہنا جب نماز کا وقت ہوتا
تو تم میں سے ایک شخص اذان دے اور جو تم میں بڑا ہر وہ امامت کرے۔

اس حدیث کو امام نے صلوٰۃ ادب، خبر واحد اور جہاد میں اور مسلم، ترمذی، ابن ماجہ و نسائی، ابوداؤد نے صلوٰۃ میں
ذریعہ۔ مناسبات حدیث یہ ہیں۔ ۱۔ جماعت ایک امام و ایک مقتدی کے ساتھ درست ہے۔ ۲۔ سفر و حضر میں اذان کی
امت شارح کو مطلوب ہے۔ ۳۔ مسافروں کے لیے بھی اذان اور جماعت مشروع ہے اور جب جماعت سے نماز پڑھیں تو اذان و اقامت
میں۔ وَلَيْسَ مَكْنُوكًا كَبُرَ كُتُّهُ سے فقہانے ترتیب امامت کے مسئلہ کو اندکیا یعنی سب سے زیادہ امامت کا وہ شخص مستحق
ہے جو نماز و جماعت کے مسائل کو سب سے زیادہ جانتا ہو۔ اس کے بعد جو تجرید قرأت کا زیادہ علم رکھتا ہو۔ اگر کئی شخص ان باتوں
پر برابر ہوں تو وہ جز زیادہ درج رکھتا ہو۔ اس میں بھی برابر ہوں تو وہ جز زیادہ عمر والا ہو۔ وغیرہ کہ چند اشخاص اگر برابر کے ہوں تو ان میں
ترجیح رکھتا ہو۔ زیادہ مقدار ہے اور اگر ترجیح نہ ہو سکے تو قرعہ ڈالا جائے یا جس کو لوگ چاہیں یا جس کی طرف اکثریت ہو وہ
امت کا مستحق ہے۔ یہاں عنوان میں مؤذن واحد سے اذان واحد مراد ہے۔ جب کہ امام بخاری نے باب المجموع میں مؤذن واحد سے
ن واحد مراد لی ہے اور یہ اس امر کی دلیل ہے کہ امام بخاری کے نزدیک ایک مؤذن ایک ہی اذان دے۔

بَابُ الْأَذَانِ لِلْمَسَافِرِ إِذَا كَانُوا جَمَاعَةً وَالْإِقَامَةَ وَكَذَلِكَ بِعَرَفَةَ وَجَمْعٍ وَقَوْلٍ
ب۔ اگر متعدد مسافر ہوں تو نماز کے لیے اذان و اقامت کہیں اور عرفات و مزدلفہ میں بھی اسی طرح کریں اور جمع مروی یا

الْمُؤَذِّنُ الصَّلَاةَ فِي الرِّجَالِ فِي الْبَيْلَةِ الْبَارِدَةِ وَالْمُطَيَّرَةِ

بارش کی بات ہو تو مؤذن یوں پکارتے اپنے ٹکڑوں میں منہ از پڑھتو

احناف کے نزدیک مسافر کو سب سے کہ اذان و اقامت کے ساتھ نماز پڑھے اور اگر صلیب اقامت پر اکتفا کرے تو جائز ہے
میں دونوں کا ترک مکروہ ہے ۲۔ حدیث ابن مسعود میں ہے کہ انھوں نے مغرب و عشاء اذان و اقامت کے ساتھ پڑھی اور کہا کہ میں
نے حضرت کو ایسا کرتے ہوئے دیکھا اور حدیث جابر جو ایک طویل حدیث ہے۔ اس میں ہے کہ حضرت بلالؓ نے اذان اور اقامت کہی
جب کہ حضور علیہ السلام نے عرفہ میں ظہر و عصر جمع کر کے پڑھی (مسلم شریف) ۳۔ اس عنوان کے ماتحت امام نے حدیث ابراہیم بن عبد اللہ ذکر کی جو جمع
حکیم و ترجمانی کے فیوض الباری پارہ سوم ص ۲۳۰ پر مذکور ہے جس سے سفر میں اذان کا مشروع ہونا ثابت ہوتا ہے۔

اب مالک بن حویرث کہتے ہیں کہ وہ شخص بخضر نبوی حاضر
ہوئے اُن کا ارادہ سفر کا تھا۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے
فرمایا۔ جب تم سفر پر جاؤ تو اذان کہنا اور بخیر کہنا۔ پھر تم دونوں
میں سے جو بڑا ہو وہ امامت کرے۔

۲۔ ابوقلابہ نے کہا ہم سے مالک بن حویرث نے بیان کیا۔ ہم

عَنْ مَالِكِ بْنِ الْحَكِيمِ رِث قَالَ أَتَيْتُ النَّبِيَّ
صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي يَدَانِ السَّفَرِ فَقَالَ
لَنَبِيٍّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا أَتَيْتُمَا خَرَجْتُمَا
فَأَذِّنَا شَرًّا أَجْمَعًا ثُمَّ لَيْسَ مَكْنُوكًا كَبُرَ كُتُّهُ
عَنْ أَبِي قَلَابَةَ قَالَ حَدَّثَنَا مَالِكٌ قَالَ

اٰمِنَّا النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَنَحْنُ سَتِيْبَةٌ
مَّتَقَرِّفُنَ حَاقَمْنَا عِنْدَهُ عِشْرِيْنَ يَوْمًا
وَالَيْلَةً وَكَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
رَجِيْمًا رَقِيْمًا فَلَمَّا ظَنَّ اَنَّا قَدْ اسْتَهْنَيْنَا اَهْلَنَا
وَهَيْدًا اسْتَفْنَا سَاَلَنَا عَنْ تَرْكِنَا بَعْدَ نَاقَا حَبْرَنَاهُ
فَقَالَ ارْجِعُوْا اِلَى اَهْلِكُمْ فَاقِيْمُوْا فِيْهِمْ وَعَلِّمُوْهُمْ
وَمُرُوْهُمْ وَذَكِّرُوْا شَيْءًا اَحْفَظْهَا اَوْ لَا اَحْفَظْهَا
وَصَلُّوْا الْكِنَا وَاَقِيْمُوْا اَصْلِيْ خِيَا ذَا حَضَرَتْ
الصَّلَاةُ فَلْيُوْزِنْ لَكُمْ اَحَدُكُمْ وَلْيُوْزِنْكُمْ
الْكَبْرُكُمْ۔

قَالَ اَدْنُ بْنُ عُمَرَ فِي لَيْلَةٍ بَارِدَةٍ بِضُجَّانَ لَشُوْرٍ
قَالَ صَلُّوْا فِي رِحَالِكُمْ وَاخْبِرْنَا اَن رَّسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى
اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَأْمُرُهُمْ ذِيْ اَيُّوْنُ تَعْرِيقُوْا
عَلَى اَثَرِهِ اَلَا صَلُّوْا فِي الرِّحَالِ فِي اللَّيْلَةِ الْبَارِدَةِ
اَوْ اَلْتَطِيْرَةِ فِي السَّهْلِ۔ (بخاری)

قواعد و مسائل

قیام گاہوں میں نماز ادا کر لیں۔ ۳۔ حدیث ۱۸ کے الفاظ (تاذن) کا لفظی ترجمہ یہ ہے کہ تم دونوں اذان کننا اور دونوں اقامت کننا
مراویہ ہے کہ تم دونوں میں سے جو چاہے اذان و اقامت کہے اور جو اکبر ہو وہ امامت کرے ۴۔ اکبر سے عمر میں یا علم و فضل میں بڑا ہونا یا وہ
تقویٰ میں بڑا ہو نامراد یا سکا ہے ۵۔ سب حدیثوں کی باب سے مناسبت یہی ہے کہ ان میں بحالت سفر اذان و اقامت ۶۔
حدیث ۲۱ میں ضحیان بروزن فعلان غیر منصرف ہے اور یہ کہ میں ۲۵ یا ۲۶ میل کے فاصلہ پر ایک پہاڑی ہے ۷۔ ظاہر یہ بھی ہے
صلواتی الرجال کا جملہ بعد اذان کہا گیا ہے کیونکہ لقم کا مفاد یہ بھی ہے ۸۔ اگر بوجہ اندھی یا بارش یا سخت سردی مسجد میں آنا دشوار ہو تو
نماز پڑھ لینے میں کوئی حرج نہیں۔ اس صورت میں جماعت میں حاضر ہونا مباح ہے ۹۔ امام کے ان حدیثوں کے بعد ایک اور حدیث
لکھی ہے جو باب سترة الامم ستروا میں سفر میں مع نفیر و رحمانی کے گزر چکی ہے۔ دیکھو فیوض الباری پارہ دوم ص ۲۱

بَابُ هَلْ يَسْتَتِيعُ الْمُؤَذِّنُ فَاَهُ هُنَا وَهُنَا وَهَلْ يَلْتَفِتُ فِي

باب ۱۱ کیا مؤذن اذان میں اپنی منہ ادھر ادھر کرے ۱۲۔ اور کیا اذان میں ادھر ادھر دیکھ سکتا ہے ؟

الاذَانَ وَ يَذْكُرُ عَنْ بِلَالٍ اَنَّهُ جَعَلَ اِصْبَعِيْهِ
فِيْ اَذُنَيْهِ وَ كَانَ ابْنُ عُمَرَ لَا يَجْعَلُ اِصْبَعِيْهِ فِيْ
اَذُنَيْهِ وَقَالَ اِبْرَاهِيْمُ وَلَا بَأْسَ اَنْ يُّؤَذِّنَ عَلٰى

۳۔ حضرت بلالؓ نے بوقت اذان اپنی دونوں انگلیوں
کانوں میں ڈالا ۴۔ عہد راشدین عمر بوقت اذان کانوں میں انگلی
رکھتے تھے ۵۔ اور ابوبکرؓ نے کہا۔ بے وضو اذان دینے میں حرج نہیں

غَيْرِ مَضْمُونٍ وَقَالَ عَطَاءٌ أَوَّلُ مَضْمُونٍ مَحَقٌّ وَاسْتَبَدَّ
وَقَالَتْ عَائِشَةُ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
يَذْكُرُ اللَّهَ عَلَى كُلِّ آخِيَانِهِ عَنْ عَوْنِ نَبِيٍّ
أَبِي جَحِيفَةَ عَنْ أَبِيهِ أَنَّهُ رَأَى بِلَالًا يُؤَدِّي
فَجَعَلَتْ أَتَتَبِعُ مَا هَهُنَا وَهَهُنَا بِالْأَذَانِ -
(بخاری)

(۱۶) اور عطاء بن ابی رباح نے فرمایا - بوقت اذان با وضو ہونا سنی ہے
اور سنت ہے (۱۷) اور جناب عائشہ صدیقہؓ نے فرمایا - حضور
علیہ السلام ہر حال میں یا خدا کرتے تھے (۱۸) اور عون اپنے والد ابی
جحیفہ سے روایت کرتے ہیں کہ انھوں نے جناب بلال کو اذان دیتے
ہوئے دیکھا اور وہ اذان میں ایست پھر وہ ادھر ادھر
پھرتے تھے۔

قولہ وسئل تعلیقات زیر عنوان کے مسائل یہ ہیں۔ اول - حی علی الصلوٰۃ - دوسری طرف منکر کے کہے اور حی علی
الفلاح - بائیں جانب منکر کے کہے اور یہ پھر صرف منکر کا ہے۔ سارے بدن سے نہ پھرے۔ چنانچہ حدیث ابوہریرہؓ
میں ہے فلما بلغ حی علی الصلوٰۃ حی علی الفلاح لوی عنقہ یمنینا وشمالی لم یستدر۔ اور اگر مینارہ پر اذان کے تو
دیسے طرف کے طاق سے منکر ال کر حی علی الصلوٰۃ اور بائیں جانب کے طاق سے حی علی الفلاح کے تاکہ آواز اچھی طرح پہنچ جائے اور یہ
بائیں ہوگا کہ مینارہ بند ہے اور دونوں طرف طاق کھلے ہوں۔ لیکن اگر کھلے مینارہ پر اذان دی جائے تو ایسا نہ کرے بلکہ وہی صرف منکر
پھرے اور قدم ایک جگہ قائم رہیں ۲۔ بوقت اذان کانوں میں انگلیاں ڈالے دہنا مستحب ہے اور یہ فعل بلند ہی آواز میں صحیح ہے۔ کان جب
بند ہوتے ہیں تو آدمی زور سے بولتا ہے اور اگر اذان میں ایسا نہ کیا تو بھی جائز ہے۔ چنانچہ حضرت عبداللہ بن عمرؓ ایسا نہیں کرتے تھے ۳۔ با وضو
اذان دینا افضل و بہتر ہے۔ ویسے اذان کے لیے شرط نہیں ہے۔ بے وضو اذان دی تو ہوگئی اور ترمذی کی حدیث میں ہے کہ اذان نہ دے۔
ترمذی یہ حدیث ضعیف ہے لیکن اس سے شریعت کے رجحان کا پتہ ضرور چلتا ہے کہ اذان با وضو دینا محمود و محبوب ہے ۴۔ اور حدیث عائشہؓ
سے اہم نے یہ واضح کیا ہے کہ بے وضو اذان دینا درست ہے۔ (چنانچہ امام مالک اور اہل کوفہ کا بھی یہی مذہب ہے) تاکہ اذان ذکر ہے اور
حضور علیہ السلام اللہ کا ذکر ہر حال میں جائز سمجھتے تھے اس کی مزید توضیح کے لیے فیوض الباری پارہ دوم ص ۲۴ کا ضرور مطالعہ کیجئے۔

بَابُ قَوْلِ الرَّجُلِ فَاتَيْنَا الصَّلَاةَ

باب بول کہنا کہ میری نماز فوت ہوگئی کیسا ہے؟

حضرت ابن سیرینؒ نے اس کو کروہ جانا اور کہنا کہ یہ کتنا چاہیے کہ
ہم نے نماز نہیں پائی اور نبی علیہ السلام کا فرمان سب سے زیادہ صحیح ہے
حضرت عبداللہ اپنے والد ابو قتادہ سے راوی کہ ہم ایک مرتبہ نبی صلی اللہ
علیہ وسلم کے ساتھ نماز پڑھ رہے تھے اچانک آپؐ نے چند لوگوں کے
دوڑنے کی آواز سنی۔ جب آپؐ نماز پڑھ چکے تو فرمایا یہ آواز کیسی تھی۔
لوگوں نے عرض کی ہم نماز کے لیے دوڑ کر آئے تھے۔ آپؐ نے
منہ پایا ایسا مت کرو نا۔ جب تم نماز کیلئے آؤ تو تمہارا کو لازم کہ پڑھو حتیٰ نماز
تم کو پہنچے (ابن ماجہ) لیکن پڑھ لو اور حتیٰ فوت ہو جائے تو وہ خود پوری کر لو۔

وَكُورَةُ ابْنِ سِيرِينَ أَنَّ يَقُولَ فَاتَيْنَا الصَّلَاةَ وَنَقُولُ
لَقَدْ تَذَرَكْنَا وَحَوْلَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
أَصَحَّ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ أَبِي قَتَادَةَ عَنْ أَبِيهِ قَالَ
سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
إِذَا سَمِعَ جَلَّةَ رَجَالٍ فَلَمَّا صَلَّى قَالَ مَا شَأْنُكُمْ
فَالَوْ اسْتَعَجَلْنَا إِلَى الصَّلَاةِ قَالَ فَلَا تَفْعَلُوا إِذَا
أَتَيْتُمُ الصَّلَاةَ فَعَلَيْكُمْ السَّكِينَةُ حَتَّى أَذْرُكُمْ
فَصَلُّوا وَمَا فَاتَكُمْ فَاتِمُوا - (بخاری)

اس حدیث سے واضح ہوا کہ اگر کسی کی نماز قضا ہوگئی ہو تو اسے یہ کہنا جائز ہے کہ میری نماز قضا ہوگئی یا فوت ہوگئی
اور حضرت ابن سیرینؒ علیہ الرحمۃ کی یہ مائتہ کہ ایسا کہنا کرو ہے غلط ہے۔ اس سے یہ بھی واضح ہوا کہ بڑی سے بڑی

قولہ وسئل

شخصیت کی رائے بھی حدیث رسول کے خلاف ہو تو وہ مردود ہے اور حدیث رسول بہر حال مقدم ہے۔

بَابُ مَا أَذْرَكْتُمْ فَصَلُّوا وَمَا فَاتَكُمْ فَأَتِمُّوا

باب، جتنی نماز اہم کے ساتھ پاؤ، پڑھ لو اور جتنی رہ جائے اسے پوری کر لو

قَالَ أَبُو قَتَادَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
عَنْ أَبِي مُرَيْزَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
قَالَ إِذَا سَبَعْتُمْ الْأَقَامَةَ فَأَهْشُوا إِلَى الْفَلْوَةِ
وَعَلَيْكُمْ السَّكِينَةُ وَالْوَقَارُ وَلَا تَشْرَعُوا حَتَّى
أَذْرَكْتُمْ فَصَلُّوا وَمَا فَاتَكُمْ فَأَتِمُّوا۔ (بخاری)

یہ ابو قتادہ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کیا۔ ۲۔
ابو مریرہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا
تم گھیر کر آواز سنو تو نماز کے لیے آہستگی اور اطمینان سے
اور دوڑو نہ بنیں۔ پھر جتنی نماز مل جائے وہ پڑھ لو اور جو
جائے اسے پوری کر لو۔

احادیث ہذا مسائل ذیل پر مشتمل ہے ۱۔ باجماعت نماز پڑھنا اور اس کے حصول کی کوشش کرنا محمود و محبوب ہے ۲۔ جماعت کے ساتھ ایک رکعت یا اس کا کوئی جزو پالے وہ فضیلت جماعت حاصل کر لے گا۔ اسی لیے حضور علیہ السلام نے نماز اور کتہہ فصلقوا فرمایا اور قلیل و کثیر میں فصل نہیں کیا ۳۔ اس میں یہ ہدایت بھی ہے کہ جماعت سے ہٹنے کے لیے دوڑنا، بلکہ معطل رفتار سے چل کر ملنا چاہیے۔ بعض اوقات دوڑنے سے پاؤں پھسل جاتا ہے۔ ویسے مسجد میں دوڑنا آداب مسجد کے بھی خلاف ہے۔

بَابُ لَا يَقُومُ إِلَى الصَّلَاةِ مُسْتَعْجِلًا وَلْيَقِفْ إِلَيْهَا بِالسَّكِينَةِ وَالْوَقَارِ

باب، نماز کے لیے جلدی سے نہ آئے بلکہ اطمینان اور سہولت کے ساتھ آئے

عَنْ أَبِيهِ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
إِذَا أُقِيمَتِ الصَّلَاةُ فَلَا تَقُومُوا حَتَّى تَرَوْفَ
وَعَلَيْكُمْ السَّكِينَةُ۔

حضرت قتادہ اپنے والد سے راوی ہیں کہ حضور علیہ السلام
فرمایا جب نماز کی تکبیر ہو تو تم اس وقت تک کھڑے نہ ہو
تک مجھے دیکھ نہ ہو۔

بَابُ مَتَى يَقُومُ النَّاسُ إِذَا رَأَوْا الْإِمَامَ عِنْدَ الْإِمَامَةِ

باب، لوگ کس وقت کھڑے ہوں، جب کہ امام کو دیکھ لیں۔ امامت کے وقت

عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ أَبِي قَتَادَةَ عَنْ أَبِيهِ قَالَ قَالَ
رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا أُقِيمَتِ
الصَّلَاةُ فَلَا تَقُومُوا حَتَّى تَرَوْفَ۔

عبد اللہ بن ابی قتادہ اپنے والد سے راوی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ جب نماز کی تکبیر ہو تو جب تک مجھے نہ دیکھو
کھڑے نہ ہو۔

اس حدیث کو امام نے صلوٰۃ میں ذکر کیا اور مسلم و ترمذی و ابوداؤد نے بھی صلوٰۃ میں ذکر کیا ۲۔ حضور نے فرمایا۔

فوائد و مسائل

۱۔ لا تقوموا حتماً تروفاً۔ جب تک مجھے نہ دیکھو اور کھڑے نہ ہو۔ جس سے واضح ہوا کہ امام کے مسجد میں آنے سے پہلے یا کھڑے ہونے کا ارادہ ہے ۳۔ مسلم میں حضرت ابو ہریرہ سے مروی ہے کہ حضور علیہ السلام کے مسجد میں جلوہ فرما ہونے سے پہلے کسی گنتی اور ہم کھڑے ہوئے اور صفیں برابر کیں اور حدیث جابر کا ضمن میں یہ ہے کہ حضرت بلالؓ اقامت اس وقت کہتے تھے۔ جب حضور جلوہ فرما ہوتے۔ تو ان دونوں حدیثوں میں تضاد محض نہیں ہے۔ حضرت بلالؓ نگاہ رکھتے تھے کہ حضور کب جلوہ فرما ہوتے ہیں اور وہ حضورؐ کی اقامت کہتے تھے اور بعض اوقات دوسرے لوگوں کو حضورؐ کا جلوہ فرما ہونا دکھائی نہ دیتا اور وہ اس وقت کھڑے ہوتے تھے۔ جب حضورؐ مصطفیٰ پر آتے ہوئے دیکھ لیتے ۴۔ حضور علیہ السلام کا جہر مبارکہ کا دروازہ مسجد کی طرف تھا اور جب آپ مسجد میں آنا چاہتے تو دوسرا دروازہ

پڑھنا تھا اور حضرت بلالؓ چونکہ حضورؐ کے خروج پر نگاہ رکھتے تھے۔ اس لیے حضورؐ کے اولین خروج کو دیکھ لیتے اور وہ سرے بعض اوقات نزدیک پاتے۔ کتب احناف میں ہے کہ کھڑے ہو کر اقامت کا انتظار کرنا مکروہ ہے۔ جب گہری غلیصہ ہو کر اقامت کے وقت شخص اٹھے اور جو لوگ مسجد میں موجود ہوں انہیں چاہیے کہ بیٹھ رہیں۔ اس وقت انہیں جب گہری غلیصہ ہو کر اقامت کے لیے ہی حکم امام کے لیے ہے۔

بَابُ هَلْ يُخْرَجُ مِنَ الْمَسْجِدِ لِعِلَّةٍ

باب کیا ہوتی ضرورت آذان کے بعد مسجد سے نکل سکتا ہے

(اب) حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مسجد میں جلوہ فرما ہوئے اور نماز کی تکبیر ہونے والی تھی اور بعض برابر کھڑے ہوئے اور بعض نہیں۔ آپ جب مصطفیٰ پر کھڑے ہوئے اور ہم فطر تھے کہ آپ اللہ اکبر کہیں گے۔ آپ لوٹے اور فرمایا اپنی جگہ کھڑے رہو۔ ہم اسی طرح کھڑے رہے۔ یہاں تک کہ آپ تشریف لائے۔ آپ کے سر مبارک سے پانی نپاک رہا تھا۔ آپ نے غسل فرمایا تھا۔

بَا عَنِ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَرَجَ وَقَدْ أَقِيَمَتِ الصَّلَاةُ وَعَدَّتْ الصُّفُوفُ حَقًّا إِذَا قَامَ فِي مُصَلَّاهُ اسْتَظَلْنَا أَن يَكْبُرَ انصرفت قَالَ عَلَى مَا نَتَكُونُ فَهَمَّ كُنَّا عَلَى هَيْئَتِنَا حَتَّى خَرَجَ إِلَيْنَا يَنْطَفُئُ رَأْسُهُ مَاءً وَقَدْ اغْتَسَلَ (بخاری)

فوائد ومسائل

خروج و قد اقيمت الصلوة کا یہ مطلب نہیں ہے کہ حضورؐ کے مصطفیٰ پر آنے سے قبل اقامت ہو چکی تھی۔ بلکہ مطلب یہ ہے کہ حضورؐ ایسے وقت میں تشریف لائے کہ تکبیر ہونے والی تھی ۲۔ ہوا یہ کہ حضور علیہ السلام کو نہانے کی حاجت تھی۔ آپ جھوٹے سے تشریف لائے پھر یاد آیا تو واپس ہوئے اور غسل فرما کر تشریف لائے اور نماز پڑھائی۔ اس سے معلوم ہوا کہ انبیاء کرام کو اسوہ غریبہ بلا خیر میں نہ بیان ہو سکتا ہے اور اس میں حکمت یہ ہے کہ لوگوں کو مسائل معلوم ہو جائیں۔ حدیث ہذا مسائل ذیل پر مشتمل ہے ۱۔ بحالت جنابت جھوٹے سے مسجد میں آگیا اور نماز میں شامل ہو گیا تو گناہ نہیں مگر یاد آنے پر فوراً واپس ہوا اور غسل کر کے نماز ادا کرے ۲۔ امور دین میں شرم دینا مطلوب نہیں ہے ۳۔ صحیح مسلم اور ابوداؤد میں حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہ ایک شخص اذان کے بعد مسجد سے نکلا تو حضورؐ نے فرمایا۔ اس نے ابوالقاسم صلی اللہ علیہ وسلم کی نافرمانی کی۔ ایک اور حدیث میں آیا ہے کہ اذان کے بعد مسجد سے نہیں نکلتا۔ مگر منافق۔

اس حدیث سے واضح ہوا کہ بلا ضرورت تشریف اذان کے بعد مسجد سے نکلنا جائز نہیں۔ اذان کے بعد مسجد سے نکلتا جائز نہیں

اور واپسی کا ارادہ رکھتا ہے۔ یعنی قبل قیام جماعت واپس آنے کا ارادہ ہے یا دوسری مسجد کی حاجت کا منتظم ہے تو اسے اذان کے بعد مسجد سے جانا جائز ہے ۵۔ اسی طرح اگر کوئی اس وقت کی نماز پڑھ چکا ہے تو اذان کے بعد مسجد سے جاسکتا ہے۔ مگر فطر و عشاء میں اقامت ہو گئی تو نہ جائے۔ نفل کی نیت سے شریک ہو جائے اور باقی تین نمازوں (فجر عصر و مغرب) میں اگر تکبیر ہو گئی اور یہ تنہا پڑھ چکا ہے تو نہ نفل جانا ضروری ہے کیونکہ فجر و عصر و مغرب میں بطور نفل شریک نہیں ہو سکتا۔ اور مسجد میں پڑھنے میں لوگ بے نادری ہونے کا گمان کیونکہ منکرین شان نبوتؐ اس حدیث سے یہ استدلال کرتے ہیں کہ حضور علیہ السلام کو علم غیب نہ تھا اگر آپ کو پہلے سے یہ علم ہوتا تو آپ نے نہ صرف اذان کے بعد مسجد سے نکلنا بلکہ نماز میں بھی شریک نہ ہوتا۔ لیکن یہ استدلال بہت ہی رکیک ہے کیونکہ یہاں عدم علم پر دلالت نہیں کرتا بلکہ یہاں تو علم کی دلیل ہے۔ دیکھئے ایک شخص قرآن حکیم کا حافظہ کامل ہے مگر بعض اوقات کوئی آیت بھول جاتا

ہے۔ اس کے متعلق کوئی یہ نہیں کہہ سکتا کہ اس کو قرآن کا علم نہیں بلکہ یہ کہا جائے گا کہ جھوٹ گیا۔ بلا تشیل اسی طرح بعض اوقات کلام کو ان کے افعال غیر بلا غیر میں نیاں ہو جاتا ہے۔ مگر اس پر بھی اللہ تعالیٰ قائم نہیں رہتے دینا۔ فوراً اور متوجہ فرمادیتا ہے۔ بات سے توجہ کا ہٹ جانا (ذہول) یا کسی بات کو قبول بنانا (نیان) کو عدم علم کی دلیل بنانا بجائے خود جہالت ہے۔

بَابُ إِذَا قَالَ الْإِمَامُ مَكَانَكُمْ حَتَّى يَرْجِعَ انْتظِرُوا عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ أَقِمْتِ الصَّلَاةَ
باب: جب امام مقتدیوں سے کہے۔ کہ یہیں ٹھہرے رہو۔ جب تک میں آؤں تو مقتدی انتظار کریں۔

اس عنوان کے ماتحت امام نے وہی حدیث ذکر کی ہے جو اوپر گذر چکی ہے۔ جس پر ہم نے ب کا نشان دیا ہے۔ بخاری کے نسخوں میں یہ بھی ہے کہ امام بخاری سے پرچھا گیا کہ مقتدی امام کا انتظار کھڑے کھڑے کریں یا بیٹھ کر تو آپ نے فرمایا کہ اگر تجھے تحریر ہو چکی ہو کھڑے کھڑے انتظار کریں ورنہ بیٹھ جائے میں حرج نہیں۔

بَابُ قَوْلِ الرَّجُلِ مَا صَلَّيْنَا

باب: اس طرح کہنا کہ ہم نے نماز نہیں پڑھی

اس عنوان کے ماتحت امام نے وہی حدیث ذکر کی ہے جو باب من صلی بالناس جماعۃ بعد ذهاب الوقت (فرض الیادی) سورم ۲۹۹ میں ذکر کی ہے۔ مقصود عنوان یہ ہے کہ اگر کسی کی نماز وہ گئی تو اس کو یوں کہنا جائز ہے کہ میں نے ابھی نماز نہیں پڑھی۔

بَابُ الْإِمَامِ تَعَرُّضُ لَهُ الْحَاجَّةُ بَعْدَ الْاَوَّلَاتِ

اگر تکبیر ہو جانے کے بعد امام کو کوئی ضروری حاجت پیش آجائے (تو اسے پوری کر سکتا ہے)

ج۔ حضرت انسؓ سے مروی ہے کہ نماز کی تکبیر ہوئی اور حضور

علیہ السلام مسجد کے ایک گوشے میں ایک شخص سے مگرگوشی

رہے اور نماز شروع نہیں فرمائی۔ حتیٰ کہ لوگ اونگھنے لگے۔

ج۔ عَنْ أَنَسٍ قَالَ أَقِمْتِ الصَّلَاةَ وَالنَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَتَأَخَّرُ فِي جِلْدٍ فِي جَانِبِ الْمَسْجِدِ حَتَّى

قَامَ إِلَى الصَّلَاةِ حَتَّى نَامَ الْقَوْمُ۔ (بخاری)

۱۔ بعض شارحین نے کہا کہ حدیث ہذا میں نائم سے مراد اونگھنا ہے یعنی اقامت ہو گئی اور حضور علیہ السلام اس شخص کے ساتھ

گفتگو میں مصروف رہے یہاں تک کہ لوگ اونگھنے لگے۔ لیکن اگر نائم کے حقیقی معنی (سوئے) کے لیے جائیں تو بھی حرج نہیں کیونکہ

سے یہ ثابت نہیں ہوگا کہ سونے کے بعد بغیر وضو کے نماز پڑھ لگنی ہوگی؟ ۲۔ صحیح مسلم کی روایت میں ہے۔ یہ واقعہ حشا کا ہے۔ اس حدیث

سے واضح ہوگا کہ تکبیر تحریر و اقامت میں بھی بضرورت شرعیہ فاصلہ جائز ہے۔ اگر اقامت کے بعد امام کو کوئی حاجت پیش آجائے تو اسے

کا پورا کرنا جائز ہے۔ مقتدیوں کو چاہیے کہ اتنی دیر امام کا انتظار کریں۔ لیکن بضرورت یہ فاصلہ ایسی صورت میں جائز ہوگا۔ جب کہ وقت

گنجائش ہو ۳۔ صاحب ترویج نے لکھا ہے کہ اس حدیث سے اقامت کے بعد بضرورت بات کرنے کا جواز نکلا۔ اگرچہ نہ ہری اور اگرچہ

نے اسے مکروہ قرار دیا اللہ بعض خفیہ نے یہ بھی لکھا کہ اقامت کے بعد امام کو اللہ اکبر کہنا واجب ہے۔ علامہ عینی فرماتے ہیں کہ احناف

نزدیک گراہت اس صورت میں ہے جب کہ بلا ضرورت ایسا کیا جائے۔ لیکن اگر کسی امر دینی کی وجہ سے اقامت کے بعد بات کرے تو حج میں

بَابُ الْكَلَامِ إِذَا أَقِمْتِ الصَّلَاةَ

باب: کیا تکبیر کے بعد بات کرنا جائز ہے

اس عنوان کے ماتحت امام نے وہی حدیث ذکر کی ہے جو اوپر گذر چکی ہے۔ جس پر ہم نے ج کا نشان دیا ہے۔ جس سے یہ واضح

ہوتا ہے کہ اقامت کے بعد بضرورت بات کرنا جائز ہے۔ علامہ عینی علیہ الرحمۃ نے لکھا۔ اس حدیث میں اس امر کی دلیل ہے کہ اقامت

نماز میں وصل سنت مکررہ نہیں ہے بلکہ وصل مستحب ہے۔

بَابُ وَجُوبِ الصَّلَاةِ الْجَمَاعَةِ

باب : باجماعت نماز پڑھنا ضروری ہے

وَقَالَ النَّسَائِيُّ إِنَّ مَنَعَهُ أُمَّةٌ عَنِ الْعِشَاءِ فِي
الْجَمَاعَةِ شَقَقَتْ لِرَأْسِهِ عَنْ الْإِبْرَةِ
قَوْلُهُ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
قَالَ وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ لَقَدْ هَمَمْتُ
أَنْ أُمَرَّ بِحُطْبٍ لِيُحْطَبَ شَرَّ أَسْمَى بِالصَّلَاةِ
فَيُؤَذِّنَ لَهَا شَرَّ أَمْرٍ رَجُلًا فَيُؤْتِمُّ النَّاسُ
شَرَّ أَخَالِفَ الْحَبْلِ رِجَالًا فَخَاحَرَتْ
عَلَيْهِمُ وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ لَوَيْعٌ لَمْ
أَحْذَ هُمْ أَشَدَّ رَجْدًا عَرَفْنَا سَمِينًا
أَوْ مِنْ عَاتَيْنِ حَسَنَيْنِ لَشَهْدَةِ الْعِشَاءِ

اور حسن بصری نے فرمایا۔ اگر کسی کو اس کی ماں شفقت کے طور پر نماز عشاء باجماعت پڑھنے سے روکے تو وہ ماں کا کسانہ مانے۔ حضرت ابو ہریرہ سے مروی ہے کہ حضور علیہ السلام نے فرمایا۔ مجھے اس کی قسم جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے میں نے یہ ارادہ کیا کہ حکم دوں کہ گھڑیاں جمع کی جائیں۔ پھر نماز کا حکم دوں۔ نماز کی اذان دی جائے۔ پھر ایک شخص کو حکم دوں کہ وہ لوگوں کو نماز پڑھائے اور میں ان کو چھوڑ کر ان لوگوں کے پاس جاؤں جو جماعت میں شامل نہیں ہوئے۔ ان کے گھروں کو آگ لگا دوں۔ اس کی قسم جس قبضہ میں میری جان ہے اگر ان لوگوں کو جو جماعت میں شامل نہیں ہوئے یہ معلوم ہو جائے کہ حق ہمیں یا مرأت حسن ملے گا تو عشاء کی نماز میں ضرور شامل ہوں گے۔

حضرت حسن بصری کے اثر کو علامہ روزی نے بسند صحیح وصل کیا کہ حضرت حسن نے فرمایا کہ اگر والدہ نفل روزہ افطار کر اسے تو کرے اس کو روزہ کا ثواب بھی ملے گا اور والدہ کی تابعداری کا بھی اور اگر ماں عشاء کی نماز باجماعت پڑھنے سے انہوں نے شفقت و محبت منع کرے تو اس کا کسانہ مانے کیونکہ یہ فرض ہے ۲۔ حدیث دوم کو امام نے احکام میں اور نسائی نے صلوٰۃ میں ذکر کیا ۳۔ ہذا اس کی تفسیر ہے اور ہمیں کے معنی فرماتے ہیں۔ تومر ق کے معنی ہوتے وہ بڑی جس سے گوشت نزع کرکھا جائے اور مہلت بکری کے گھروں کو کہتے ہیں۔ مطلب حدیث یہ ہے کہ وہ بڑی جس پر ذرا سا گوشت رہ جاتا ہے اور اسی طرح بکری کی کھڑی کہ ذرا سے گوشت نہ حاصل ہوتی ہے۔ اگر لوگوں کو یہ دونوں چیزیں مسجد میں ملنے کی امید ہو تو وہ ضرور نماز باجماعت ادا کریں۔ توجب اتنی معمولی سی چیز کے حصول کے لیے آدمی کی کیفیت ہے تو جماعت سے نماز پڑھنے میں جو تراسب ہے۔ اس کے حصول کے لیے تو اور بھی زیادہ کوشش کرنی چاہیے۔

نماز باجماعت پڑھنا واجب ہے

ہر عاقل بالغ حر اور قادر مسلمان پر جماعت سے نماز پڑھنا واجب ہے اور بڑا ایک بار بھی چھوڑنے والا گنہگار سختی سزا ہے اور کئی بار ترک فسق ہے۔ بلکہ ایک جماعت علماء جن میں سیدنا احمد بن حنبل بھی شامل ہیں۔ وہ جماعت کو فرض عین قرار دیتے ہیں اور اگر فرض عین نہ مانا جائے تو اس کے جب اور ضروری ہونے میں تو شبہ ہی نہیں ہے۔ حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا غلوی عمل یہ بھی تھا کہ آپ فرض نمازیں باجماعت ادا فرماتے آتے کہ کوئی جمودی پیش آجائے۔ صحابہ کرام کا بھی اسی پر عمل تھا اور عبد بنوری میں اس کی اجمیت کا اندازہ اس سے لگایا جاسکتا ہے کہ حضرت عتاب بن اسید نے جو عبد بنوری میں کمر کے گورہ تھے۔ اپنے خطبہ میں فرمایا۔

يا اهل مكة والله لا يبلغني ان احدا منكم
تفت عن الصلوة في المسجد في الجماعة الا
اے اہل مکہ! خدا کی قسم۔ اگر مجھے یہ خبر پہنچی کہ تم میں سے کوئی
قصداً جماعت کی نماز کے لیے مسجد میں نہیں آیا۔ تو میں

ضربت عنقه - (کتاب الصلوة لابن القيم) | اس کی گردن مار دوں گا۔

اس سے اندازہ ہو سکتا ہے کہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نماز میں جماعت سے مسجد میں نماز پڑھنے کی کتنی اہمیت پر ہی وجہ ہے کہ علماء نے مسجد میں جمع ہو کر نماز ادا کرنے کو شعار دین قرار دیا۔ جماعت کی اہمیت کے لیے یہ کچھ کم ہے؛ بلکہ سادہ طور پر جو شخصیت سب سے زیادہ رجم و کریم ہے اور جسے اس کے رب کریم نے رقتہ القالین قرار دیا ہے۔ وہ فرماتا ہے:-
”جی پاپا ہے کہ جو لوگ باجماعت نماز کی ادائیگی کے لیے مسجد میں نہیں آتے ان کے گھروں کو جلا دوں۔“

قرآن مجید کے الفاظ سے بھی واضح ہوتا ہے کہ نماز کی ادائیگی باجماعت مسجدوں میں ہی مطلوب ہے اور شرط ہے میں ان مسجدوں کو مرکزی گھر ہونے کی حیثیت حاصل ہے۔

وَأَقْرَبُ مَكَانٍ مِّنْ مَّسْجِدٍ وَادْعُوهُ
مُخْلِصِينَ لَهُ الدِّينَ (اعراف: ۳۰)

اس آیت کی تفسیر میں صاحب تفسیرات احمدیہ تحریر فرماتے ہیں:-

فَقِيَ الْإِثْبَاتِ دَلِيلَ عَلَى حُرْمَةِ الْقِيَامِ فِي الصَّلَاةِ
وَادْعَاهُ فِي الْمَسْجِدِ وَعَدَمُ اخْتِصَاصِ
بِالْمَسْجِدِ هَا۔

اور علامہ البرکاتی صاحب علیہ الرحمۃ لکھتے ہیں:-

وَالثَّانِي فِي فِعْلِ الصَّلَاةِ فِي الْمَسْجِدِ وَذَلِكَ يَدُلُّ عَلَى
وَجُوبِ فِعْلِ الْمَكْتُوباتِ جَمَاعَةً لِأَنَّ الْمَسَاجِدَ
بَقِيَتْ لِلْجَمَاعَاتِ۔ (احکام القرآن ج ۲ ص ۳۲)

سورہ نور پ کی آیت بیوت اذن الله ان ترفع ويذبح فيها۔ الایہ کے تحت تفسیر ابن کثیر ج ۲ ص ۲۰۰ تحریر ہے۔

اسی آیت کا طرزیان بھی بتاتا ہے کہ مسجدوں کا یہ واجب حق ہے کہ اللہ کی دوسری عبادت اور نماز انہی میں ادا کی جائے۔ بیروت سے مراد مسجد ہے حضرت عبداللہ ابن مسعود سے روایت ہے کہ انھوں نے دیکھا کہ جو نبی فرض نماز کے لیے اذان پھاڑتا تھا یا زار والوں کی ایک جماعت کام کاج چھوڑ کر مسجد کی طرف رواں ہو گئی۔ یہ منظر دیکھ کر آپ نے بیاضہ فرمایا۔ انہی لوگوں کے لئے دعا کا اعلان ہے۔ وَجَعَلْنَا تِلْكَ مَسْجِدًا لِّلْجَمَاعَةِ وَالْبَيْعِ عَنْ ذِكْرِ اللَّهِ الْخ

اور احادیث تو اس باب میں کثرت سے وارد ہوئیں۔ مسلم شریف کی ایک طویل حدیث میں یہ الفاظ آئے جس کے اسی عبارت

ان رسول الله صلى الله عليه وسلم علمنا
سنن الهدى وان من سنن الهدى الصلوة
في المسجد الذي يؤذن فيه وان كنتم
صليتم في بيوتكم كما يصلّي هذا

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں سنن ہدیٰ کی تعلیم کی کہ سنن ہدیٰ میں سے نماز مسجد میں ادا کی جائے۔ اذان ہونی چاہیے۔ اگر تم نے اپنے گھروں میں نماز پڑھی تو یہ گھر میں نماز پڑھنا ہے تو بلاشبہ تم نے اپنے نبی کی سنت

المختلف فی بدیۃ البزکتم سنت نبیکم و
تو تہکتہم سنتہ نبیکم لفضلکم (مسلم جلد ۲۳)

حضرت شیخ الحدیث محدث دہلوی اسی نوع کی ایک حدیث کے تحت لکھتے ہیں:-

بدائع میں ہے کہ آزاد عاقل، بالغ جو معذور نہیں ہے۔
اس پر جماعت کی نماز کے لیے مسجد میں حاضر
ہونا واجب ہے۔ (اشعۃ اللمعات ج ۱ ص ۲۴۲)

۲۔ بعض علما اس حرف گئے کہ گھر میں باجماعت نماز ادا کر لینا مسجد میں نماز ادا کر لینے کے برابر ہے۔ مگر ظاہر ہے کہ اس
حرف میں جماعت کا ثواب مل جائے گا امید ہے۔ مگر مسجد کا ثواب تو نہ ملے گا۔ بہر حال مسجدوں کو چھوڑ کر گھر میں باجماعت نماز
پڑھ لینے کو عادت بنالینا اور مستحبی و کمالی کی وجہ سے مسجد میں نہ حاضر ہونا بہر حال شارع کو مطلوب نہیں ہے البتہ اگر کسی موقع پر
ضرورت گھر میں باجماعت نماز ادا کر لیں تو جماعت کی فضیلت حاصل ہو جائے گی اور ترک جماعت کی وعید سے بچ جائے گی اُمید ہے۔
بعض کتب فقہ میں جماعت کو سنت لکھا ہے تو سنت اس لیے
لکھا گیا ہے کہ اس کا وجوب سنت سے ثابت ہوا ۲۔ پانچوں خاندان

جماعت اور ترک جماعت کے ضروری مسائل

کے لیے جماعت واجب ہے لیکن شرط نہیں اور جمع وعیدین کے لیے جماعت شرط ہے اور تراویح کے لیے سنت کفایہ کہ محلہ کے سب
دلوں نے ترک کی تو سب نے بُرا کیا اور اگر کچھ لوگوں نے قائم کر لی تو باقیوں کے سر سے ساقط ہو گئی اور رمضان کے وتر کے لیے
جماعت مستحب ہے ۲۔ جن کی جماعت جاتی رہی اس پر یہ واجب نہیں کہ دوسری مسجد میں نماز تلاش کرے۔ ہاں دوسری مسجد
میں جماعت تلاش کرنا مستحب ہے ۴۔ مریض جسے مسجد تک جانے میں مشقت ہو۔ اپنا بیچ جس کا پاؤں گٹ گیا ہو، اندھا جو سخت
سرو یا سخت تاریکی ہو۔ آدمی یا بارش ہو اور شدید کچھ کا عامل ہو۔ مال یا کھانے کے تلف ہو جانے کا اندیشہ ہو، طاعون کا خوف
ہو، قافلہ چلے جانے کا خوف ہو۔ مریض کی تیار داری کہ جماعت کے لیے جانے سے اس کو تکلیف ہوگی اور گھبرائے گا۔ یہ سب تک
جماعت کے عذر ہیں۔ ان صورتوں میں اکیلے نماز پڑھ لینا جائز ہے۔

بَابُ فَضْلِ صَلَاةِ الْجَمَاعَةِ

باب نماز باجماعت کی فضیلت میں

وَكُلُّ الْأَشْيَاءِ إِذَا فَاتَتْهُ الْجَمَاعَةُ ذَهَبَ إِلَيَّ مَسْجِدُ
خَدَّ وَجَاءَ آخِرُ بَيْنِ مَالِكٍ إِلَى مَسْجِدٍ فَتَذ
سَلَّى فِيهِ فَأَذَّنَ وَأَقَامَ وَصَلَّى جَمَاعَةً۔ (بخاری)

اس سے قبل کے عنوان میں جماعت کے وجوب کا بیان تھا اور عنوانِ ہذا میں جماعت کی فضیلت کا بیان ہے اور
اس نے جماعت کے ساتھ متصف ہونا، فضیلت کے ساتھ متصف ہونے کے معنی نہیں ہے۔ زیر عنوان تعلق

ترتیب و مسائل

اور ترتیب الی شیعہ نے باسناد صحیح وصل کیا۔ جس کا مضمون یہ ہے کہ اگر سو دو ان کی قوم کی مسجد میں جماعت نہ ملے تو کسی دوسری مسجد میں چلے
جائے۔ صاحب توضیح نے لکھا ہے کہ یہ ہی بات حضرت عذیبہ و سعید بن جبیر سے بھی مروی ہے اور امام طحاوی نے کوفیوں اور امام
شافعی سے نقل کیا کہ اگر چاہے تو اسی مسجد میں اکیلا نماز پڑھ لے اور اگر چاہے تو دوسری مسجد میں جماعت کے ساتھ نماز ادا کرے۔

اور امام مالک نے بھی فرمایا کہ جس کی نماز باجماعت مسجد حرام یا مسجد بنوی میں فحوت ہو جائے تو وہ ان دونوں مسجدوں میں گیا کرے۔
 پڑھنے کیونکہ ان دونوں مسجدوں میں نماز پڑھنا بہر حال دوسری مسجدوں میں نماز پڑھنے سے افضل ہے (یعنی ۲۴ حصہ ۲)۔ اثر اس کو اپنی سند میں وصل کیا جب کسی مسجد میں جماعت سنوڑ کے ساتھ پڑھ لی جائے تو اذان و اقامت کے ساتھ دوبارہ جماعت کرنے میں علماء کا اختلاف ہے۔
 ابن مسعود و علقمہ و اسود و عطار و حسن و احمد و اسحق و اشعث (فی روایت) بلا کر اہمیت جواز کے قائل ہیں اور حضرت سالم و قاسم و امام مالک و لیث و ابن مبارک و ثوریری و اوڑاعی و امام ابو حنیفہ و شافعی کراہت کا قول کرتے ہیں۔ یعنی اختلاف کے ہاں مسئلہ یہ ہے کہ میں امام مقرر ہو۔ امام نے اذان و اقامت کے ساتھ بطریق مسنون جماعت پڑھ لی ہر تو اذان و اقامت کے ساتھ اولیٰ پر دوبارہ جماعت قائم کرنا مکروہ ہے اور اگر بے اذان جماعت تائید ہوئی تو حرج نہیں جب کہ حجاب سے ہٹ کر ہو۔ لیکن سرسٹے اور سنیٹیشن کی مسجد کہ جس کے نمازی مقرر نہیں ہوتے اس میں اگرچہ اذان و اقامت کے ساتھ جماعت تائید قائم کی جائے حرج نہیں بلکہ یہی افضل ہے کہ جو گروہ آئے۔ نئی اذان و اقامت کے ساتھ جماعت کرے ۲۔ امام بخاری علیہ الرحمۃ نے اثر اس کو ذکر کر کے اس طرف اشارہ کیا ہے کہ جماعت کی فضیلت جو احادیث میں وارد ہے وہ جماعت مسجد کے متعلق ہے۔
 حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ علیہ وسلم نے فرمایا کہ نماز باجماعت اکیلے شخص کی نماز سے زیادہ فضیلت رکھتی ہے۔ ابو سعید خدری سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا کہ آپ فرماتے ہیں کہ جماعت علیحدہ نماز پڑھنے سے ۲۵ درجے زیادہ رکھتی ہے۔

عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُمَرَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ صَلَاةُ الْجَمَاعَةِ تَفْضُلُ صَلَاةُ الْفَذِّ يَسْبِعُ وَعِشْرِينَ دَرَجَةً عَنْ أَبِي سَعِيدٍ أَنَّهُ سَمِعَ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ صَلَاةُ الْجَمَاعَةِ تَفْضُلُ صَلَاةُ الْفَذِّ بِخَمْسٍ وَعِشْرِينَ دَرَجَةً (بخاری)

فوائد و مسائل

صلوة الفذ - فذ کے معنی منفرد کے ہیں۔ اس سے واضح ہوا کہ صحبت نماز کے لیے جماعت شرط نہیں ہے۔
 کئی نماز بھی صحیح و درست ہے۔ مگر باجماعت نماز پڑھنے میں بہت فضیلت ہے ۲۔ ان دونوں میں ۲۵ درجے اور سائیس درجے فضیلت کا ذکر ہے۔ روایت مسلم میں کچھ بیس۔ ابو داؤد میں پچاس درجے کا ذکر ہے۔ اختلاف تفرق رواۃ پر محمول نہیں۔ جیسا کہ بعض لوگوں کا خیال ہے۔ بلکہ یہ اختلاف اختلاف اشخاص کی بنا پر ہے۔ کوئی عالم متقی و پرہیزگار ہے اور خوش روح کے ساتھ باجماعت نماز پڑھ رہا ہے تو اس کو ۲۵ یا ۵۰ درجے زیادہ ثواب ہوگا۔ دوسرے ثواب ہوگا۔ اور ان مختلف اعداد کے بیان سے مقصود صرف کثرت ثواب ہے۔ تخصیص عدد نہیں۔ (فانہم)
 حضرت ابی ہریرہؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ آدمی کا باجماعت نماز پڑھنا یا بازاریں پڑھنے سے پچیس گنا زیادہ ثواب ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ آدمی جب اچھی طرح مسجد میں جانے کے لیے نکلتا ہے اور صرف نماز سے نکلتا ہے تو جو قدم اٹھاتا ہے۔ ہر قدم پر ایک ایک درجہ بلند ہوتا ہے اور ایک گناہ مٹتا ہے۔

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ يَقُولُ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلَاةُ الرَّجُلِ فِي الْجَمَاعَةِ تَصْغِفُ عَلَى صَلَاتِهِ فِي بَيْتِهِ وَفِي سُوقِهِ خَمْسَةَ وَعِشْرِينَ ضِعْفًا ذَلِكَ إِذَا تَوَضَّأَ فَأَخْسَنَ التَّوَضُّعَ ثُمَّ خَرَجَ إِلَى الْمَسْجِدِ لَا يُخْرِجُهُ إِلَّا الصَّلَاةُ ثُمَّ يَخْطُ خَطْرَةً إِلَّا وَجَّعَتْ لَهُ بِهَا دَرَجَةً وَحُطَّ عَنْهُ بِهَا خَطِيئَةٌ فَإِذَا

تَمَّا نَزَّلَ الْمَلِكَةَ تَضَلُّ
عَلَيْهِ مَا دَامَ فِي صَلَاةِ اللَّهِ
عَلَيْهِ اللَّهُ مَا رَحِمَهُ وَلَا يَزَالُ
قَدْ كَفَّرَ فِي صَلَاةِ مَا أَنْتَ ظَرِ
صَلَاةُ (بخاری)

ہے۔ پھر جب وہ نماز پڑھتا ہے اور جب تک اپنی نماز کی جگہ میں رہتا ہے تو فرشتے اس کے لیے دعا کرتے رہتے ہیں۔ یا اللہ اس پر اپنی رحمت اُتار یا اللہ اس پر رحم کر اور تم میں کوئی جب تک نماز کا استظار کرتا رہتا ہے، اگرچہ وہ نماز ہی میں ہے۔

سوال یہ حدیث باب الصلوٰۃ فی مسجد اسوق فیوض الباری پارہ دوم حصہ ۱۹ پر معہ التفسیر و ترجمانی کے گذر چکا ہے۔ البتہ الفاظ حدیث میں کچھ فرق ہے ۲۔ تضعیف تضعیف کے معنی اصل پر زبانی کے ہیں ۳۔ اس حدیث سے جماعت کی اختیاریت ثابت ہوئی کہ باجماعت نماز پڑھنے والے پر خاص رحمتیں اور برکتیں نازل ہوتی ہیں اور ملانکہ اس کی مغفرت دے دیتے ہیں اور اس سے صالحین امت کا ملانکہ سے افضل ہونا ثابت ہے۔ کیونکہ نماز پڑھنے والے عبادت کے ذریعے ملندی کے مستحق ہیں اور ملانکہ ان کی مغفرت کی دعا کرتے ہیں۔ علامہ عینی علیہ الرحمۃ نے لکھا کہ خواص بنی آدم یعنی انبیاء کوام مطلقاً ملانکہ فضل ہیں۔ عوام بنی آدم عوام ملانکہ فضل ہیں اور خواص ملانکہ عوام بنی آدم سے افضل ہیں ۴۔ اس حدیث سے واضح ہوتا ہے کہ نماز کے لیے جماعت شرط نہیں ہے۔ حضورؐ کے الفاظ علی الصلوٰۃ وعدہ اس پر نفع صریح ہیں اور جن لوگوں نے اس سلسلہ کے آثار سے نکالا ہے کہ بلا عذر اکیلے نماز پڑھی تو نہیں ہوگی۔ یہ غلط ہے کیونکہ یہی وجہ ہے کہ ان آثار سے بعض علماء نے جماعت کے فرض یا واجب کا استدلال تو کیا ہے۔ مگر کسی نے یہ استدلال نہیں کیا کہ اکیلے نماز پڑھنے والے کی نماز ہوگی ہی نہیں۔

بَابُ فَضْلِ صَلَاةِ الْفَجْرِ فِي جَمَاعَةٍ

باب، نماز فجر اجماعت پر حصے کی تفصیل میں

پہلا باب مطلقاً جماعت کی فضیلت کے بیان میں تھا اور یہ باب خاص فخر کی ناز باجماعت پڑھنے کی فضیلت کے متعلق ہے۔

بِأَمْرِهُ قَالَ سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ
وَسَلَّمَ يَقُولُ تَفْضُلُ صَلَاةُ الْجَمِيعِ
أَحَدِكُمْ وَخَدَةُ بِخَمْسَةٍ وَ
سِتِّينَ حَبْرَةً وَتَجْتَمِعُ مَلَائِكَةُ اللَّيْلِ
بِنِكَتِ الشَّهَارِ فِي الصَّلَاةِ الْفَجْرِ يَقُولُ
عَزْرَةٌ وَأَقْرَبُ وَأَبْنُ سِتِّينَ إِنَّ قُرْآنَ الْفَجْرِ
مَشْهُودٌ أَتَقُولُ دَخَلَ عَلَى أَبِي الدَّرْدَاءِ
مُغَضَّبٌ فَقُلْتُ مَا غَضِبَكَ قَالَ وَاللَّهِ مَا
أُتِيَ مِنْ أَمْرِ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللَّهُ
وَسَلَّمَ شَيْئًا إِلَّا أَنَّهُمْ يُصَلُّونَ
(بخاری)

ابو ہریرہؓ نے کہا میں نے آنحضرت ﷺ سے اس مسئلہ سے سنا۔ آپ فرما رہے تھے۔ جماعت کی نماز تم میں سے کسی کے اکیلے نماز سے پچیس درجے زیادہ ثواب رکھتی ہے اور صبح کی نماز کے وقت رات اور دن کے (چوکیدار) فرشتے اکٹھا ہو جاتے ہیں۔ پھر ابو ہریرہؓ کہتے تھے۔ اگر تمہارا جی چاہے تو اس سورہ بنی اسرائیل کی یہ آیت پڑھو بغیر کے قرآن پر فرشتے حاضر ہوتے ہیں۔ آم دم دوایہ کہتی ہیں کہ ابوہریرہؓ میرے پاس آئے۔ غصے میں تھے۔ میں نے پوچھا غصے میں کیوں ہو۔ انہوں نے کہا۔ مجھ خدا میں دیکھتا ہوں۔ کہ حضورؐ کے وقت کا کوئی کام باقی نہیں رہا۔ بس یہ رہ گیا ہے کہ لوگ مل کر نماز پڑھ لیتے ہیں۔

فائدہ

حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے دین کی تبلیغ و تعلیم کے لیے متعدد صحابہ کرام کو مختلف شہروں میں مقرر فرمایا تھا۔ چنانچہ مکہ شام میں حضرت ابوہریرہؓ، حضرت ابن مسعودؓ، حضرت عمارؓ کو علی الترتیب تعلیم، توکیت بیت المال، اہمیت کے منصب پر فائز کیا اور حضرت سعد بن ابی وقاصؓ کو کوفہ کا امیر مقرر فرمایا۔ حضرت فاروق اعظمؓ نے کوفہ و بصرہ کو چھوڑ کر چھوڑ دیا تھا۔ چنانچہ قریش فریقہ میں چھ سو صحابہ کرامؓ کے نزول فرمایا تھا۔ مگر اس پر فخر کرتے ہیں کہ ان کا ایم مدینہ کا ساکن ہے جو علم کا سرور ہے تو اس فضل کے اعتراف کے ساتھ ساتھ یہ بھی حقیقت ہے کہ اکثر صحابہ کرامؓ دین کی تبلیغ و اشاعت کے لیے عراق کی بھی آئے ہیں اور کوفہ بھی علم نبوت کا مخرن و منبع بنا ہے۔

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَكْثَرُ النَّاسِ أَجْرًا فِي الصَّلَاةِ الْبَعْدُ ثُمَّ هُنْتُمْ وَالَّذِي يَنْتَظِرُ الصَّلَاةَ تَحْتَ يَصْلِيْنَهَا مَعَ الْإِمَامِ أَكْثَرُ أَجْرًا مِنَ الَّذِي يَمْلِكُ شَيْئًا مِمَّا دُونَ ذَلِكَ

قرآن العجیز۔ نماز فجر سے گناہ ہے۔ ان احادیث سے نماز باجماعت پڑھنے کی افضلیت ثابت ہوئی۔ موطا امام مالکؒ میں سیدنا عثمان غنیؓ سے مروی ہے کہ جس نے مشاء کی نماز باجماعت پڑھی۔ گویا اس نے نصف رات عبادت میں گزار دی۔ جس نے فجر کی نماز باجماعت سے پڑھی اس نے گویا ساری رات عبادت میں گزار دی۔

بَابُ فَضْلِ التَّهَجُّبِ إِلَى الظُّهْرِ

باب ظہر کی نماز کے لیے جلدی جانے کی فضیلت میں

تہجد تکبیر کے معنی میں ہے اور مرد یہاں ظہر کے لیے اول وقت میں پڑھنا جائز ہے۔

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ يَنْتَظِرُ أَجْرًا يَنْتَظِرُ بَطْرِيْقٍ وَحَيْدٍ عَصَمَنْ شَوْكٍ عَلَى الطَّرِيقِ فَأَخْرَجَهُ فَشَكَرَ اللَّهُ لَهُ فَخَفَرُوهُ ثُمَّ قَالَ الشَّهْدَاؤُ الْخَمْسَةُ الطَّعْمُونَ وَالْمَبْعُوثُونَ وَالْمَعْرُوفُونَ وَصَاحِبُ الْهَدْمِ وَالشَّهِيدُ فِي مَجِيلٍ اللَّهُ وَقَالَ لَوْ يَعْلَمُ النَّاسُ مَا فِي الْبَيْتِ وَالْصَّبَةِ الْأَوَّلِ شَعْرًا لَفَرَّحُوا بِهِ وَأَلَّا أَنْ يَسْتَهْمُوا عَلَيْهِ لَا سَهْمُوا عَلَيْهِ وَلَوْ يَعْلَمُونَ مَا فِي التَّهَجُّبِ لَأَسْتَبَقُوا إِلَيْهِ وَلَوْ يَعْلَمُونَ مَا فِي الْعَتَمَةِ وَالصَّبَةِ لَأَسْتَبَقُوا إِلَيْهَا وَلَوْ يَعْلَمُونَ

حضرت ابوہریرہؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ ایک مرتبہ ایک شخص راستہ میں جا رہا تھا اس نے راستہ پر کانٹوں کی ٹہنی دیکھی۔ اس نے وہاں سے اس کو اللہ کو اس کا کام بہت پسند آیا اس کو بخش دیا۔ پھر آئے فرمایا۔ شہید پانچ ہیں۔ جو طاعون سے مرے اور جو بیٹ سے اور جو ڈوب جائے اور جو ڈوب کر مر جائے اور جو اللہ کے بارے میں جانے اور آپؐ نے فرمایا کہ اگر لوگوں کو معلوم ہو جائے تو اب اذان اور پہلی صف میں ہے۔ پھر قرآن کے بعد نہ پائیں تو ان کے لیے قرآن و الہیں اور اگر ان کو معلوم ہو جائے ظہر کی نماز کے لیے جانے میں کیا ثواب ہے تو ایک دو مرتبہ آگے پڑھیں اور اگر ان کو معلوم ہو جائے کہ عشا اور صبح کی نماز میں آئے گا کیا ثواب ہے تو چھتوں کے مل گئے ہوتے آتے

لَوْ يَعْلَمُونَ

اس حدیث کو ہم نے اور نسائی نے شہادت میں، مسلم نے ادب اور جہاد میں، ترمذی نے بریں ذکر کیا۔ مسائل حدیث یہ ہیں۔
 سترہ سے تکلیف وہ چیز کا ذکر کرنا کہ ثواب ہے اور خدا کی رحمت بہت وسیع ہے۔ جب اتنی سی نیکی کی وجہ سے بخشش ہو سکتی
 ہے تو یہی نیکیوں کے فضل و ثواب کا کیا ٹھکانہ ہے؟ حدیث ہذا میں طاعون، پیٹ کا عارضہ، ڈوب کر اور ڈب کر مرنے والوں کو
 یہ فرمایا گیا ہے تو اس سے شہید فقی مراد نہیں ہے بلکہ مطلب یہ ہے کہ ان عوارض میں مرنے والوں کو بھی اللہ تعالیٰ شہادت کا درجہ
 عطا فرمائے گا۔ نماز کے لیے مسجد کی طرف جتنے قدم اٹھتے ہیں۔ ہر قدم پر نیکی لکھی جاتی ہے ۴۰۔ اذان دینا اور پہلی صفت
 پڑھنے پر نماز پڑھنے کا بہت ثواب ہے ۵۰۔ عشاء و فجر کو جماعت کے ساتھ پڑھنے میں فضیلت ہے۔

بَابُ احْتِسَابِ الْاَشَارِ

باب نیک کام کرنے والے کو ہر قدم پر ثواب ملتا ہے

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔ نبی علیہ السلام نے فرمایا۔ اے
 بنی سلمہ! کیا تم اپنے قدموں کا ثواب نہیں چاہتے؟ حضرت
 انس کا بیان ہے کہ بنی سلمہ نے ارادہ کیا کہ اپنے مکان (جو مسجد سے
 دور تھے) چھوڑ دیں اور حضور کے قریب آجیں (تاکہ نماز کے لیے
 آئے میں آسانی ہو) حضور کو یہ پسند نہ آیا کہ وہ اپنا مکان چھوڑ دیں
 آپ نے فرمایا تم اپنے قدموں کا ثواب نہیں چاہتے؟ مجاہد نے
 کہا۔ سورہ یسین میں آثار فہم سے قدم مراد ہیں۔ یعنی زمین
 پر پاؤں سے چلنا۔

ابن مسعود قال قال النبي صلى الله
 عليه وسلم يا بني سلمة ألا تحسبون آثاركم
 التي تمشي آتسون أن النبي صلى الله عليه وآله
 عز وجل عن قتادة لم يسمعوا حديثا
 عن النبي صلى الله عليه وسلم قال
 لا تمشي في الأرض إلا تحسبون آثاركم قال مجاهد
 ما تمشي في الأرض إلا تحسبون آثاركم

بنی سلمہ انصار کا ایک قبیلہ ہے انہوں نے یہ ارادہ کیا کہ مسجد نبوی کے قریب آباد ہو جائیں تاکہ نماز کے لیے
 مسجد میں آئے میں آسانی ہو۔ جب حضور کو اطلاع ہوئی تو فرمایا۔ ان لکھو ہر ایک خطوۃ درجۃ کہ تم
 ہر قدم پر مسجد کی طرف چلو گے ایک نیکی کا ثواب ملے گا۔ چنانچہ سورہ یسین کی یہ آیت قرآن مجید میں مذکور ہے
 واقع پر نازل ہوئی۔ اس حدیث اور آیت سے معلوم ہوا کہ نماز کے لیے مسجد کی طرف چل کر آئے میں ہر قدم پر ایک نیکی لکھی
 ہے۔ مسجد کے قریب رہنا بھی مستحب ہے لیکن اگر زیادتی قدم کے لیے مسجد سے دور رہے تو بھی اچھا ہے اور حضور علیہ السلام
 کے لیے مسجد نبوی کے قریب سکونت اختیار کرنے کو نہ پسند فرمایا اس بنا پر تھا کہ ان کے دہان آجائے سے جو جانب
 رہاں ہو جائے۔

بَابُ فَضْلِ صَلَاةِ الْعِشَاءِ فِي الْجَمَاعَةِ

باب، باجماعت نماز عشاء پڑھنے کی فضیلت میں

حضرت ابو ہریرہ سے مروی ہے کہ نبی علیہ السلام نے فرمایا۔
 منافقوں پر فجر و عشاء سے زیادہ کوئی نیک نگرانی نہیں۔ اگر
 لوگ ان نمازوں کے ثواب کو جانتے تو ٹھٹھنوں کے بل
 گھسٹے ہوئے آتے اور میں نے ارادہ کیا کہ مؤذن کو

ابن مسعود قال قال النبي صلى الله
 عليه وسلم ليس صلاة العشاء
 من الغنم والعشاء ولو تعلمون
 بها لا تنوها فلو أحببوا لقد قمتم

اذان کا حکم دوں پھر ایک شخص کو ٹہرا کر پڑھانے کے لیے مقرر کروں۔ پھر چنگاریاں لے کر ان کو جلا دوں۔ تک نماز کے لیے نہیں آئے۔

اَنْ اَمْرًا لِّمُؤَدِّينَ فَيَقِيْمُ شُعْرًا اَمْرًا رَّحِيْلًا
يَوْمَ النَّاسِ شُعْرًا اَحَدًا شَعْلًا وَمِنْ نَّارِ خَا
حَرِّقُ عَلَى مَنْ لَا يُخْرِجُ إِلَى الصَّلَاةِ بَعْدُ۔

اس حدیث سے فجر و عشاء کی نماز باجماعت پڑھنے کی فضیلت پر روشنی پڑتی ہے اور یہ کہ ان دونوں نمازوں کا اجر اتنا عظیم و جلیل ہے کہ جو پاؤں سے نہیں چل سکتے، مگر انھیں ان نمازوں کے اجر و ثواب کا علم ہو جائے تو وہ ٹھنڈی کے مسجد میں حاضر ہوں اور یہ کہ فجر و عشاء باجماعت پڑھنے کے لیے ہر ممکن کوشش کرنی چاہیے اور بلا عذر شرعی جماعت سے رو جانا علامتِ افاق ہے۔

بَابُ اِثْنَانِ فَمَا فَوْقَهُمَا جَمَاعَةً

باب دو یا دو سے زائد جماعت ہے

مطلب عنوان یہ ہے کہ جماعت کے لیے کم از کم ایک امام اور ایک مقتدی کا ہونا لازمی ہے۔ لہذا جب صورت یہ ہو جماعت قائم کر لینی چاہیے۔ تاکہ جماعت کا ثواب حاصل ہو جائے۔

۲۔ عنوان بالا کے الفاظ دراصل ایک حدیث سے ہیں جس کو ابن ماجہ و دارقطنی و بیہقی و طبرانی و امام احمد نے اپنی مسند میں ابو موسیٰ و ابن عمر و انس و ابو ہریرہ سے روایت کیا۔ چونکہ یہ حدیث ضعیف تھی۔ اس لیے امام نے صرف اس کی طرف اشارہ کیا ہے۔
عَنْ مَالِكِ بْنِ النُّعْمَانِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِذَا حَضَرَتِ الصَّلَاةُ فَادْنَا وَاقْتَبْنَا شُعْرًا لِيَوْمٍ مِّثْلَمَا أَكْبُرُ كَمَا۔
مالک بن حویرث سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم فرمایا جب نماز کا وقت ہو جائے تو اذان کہنا اور پھر کچھ کہے تم میں جو بڑا ہو وہ امامت کرے۔

اس حدیث سے واضح ہوا کہ اگر دو آدمی ہوں جو ان میں بڑی عمر والا ہے یا زیادہ علم والا ہے وہ امام ہو جائے اور دوسرا مقتدی۔ لیکن مقتدی مرد اگرچہ لڑکا ہو امام کی برابر دینی جانب کھڑا ہو۔ یا عین جانب یا پیچھے کھڑا ہونا مکروہ ہے اور دو مقتدی ہیں تو پیچھے کھڑے ہوں۔ دو مقتدیوں کو امام کے برابر کھڑا ہونا مکروہ تنزیہی ہے اور دو سے زائد کا امام کے برابر کھڑے مکروہ تحریر ہے (امام کا امام کے برابر کھڑے ہونے کا مطلب یہ ہے کہ مقتدی کا قدم امام سے آگے نہ ہو یعنی مقتدی پاؤں کا گنا امام کے گلے سے آگے نہ ہو۔)

بَابُ مَنْ جَلَسَ فِي الْمَسْجِدِ يَنْتَظِرُ الصَّلَاةَ وَفَضْلُ الْمَسَاجِدِ

باب نماز کے انتظار میں مسجد میں بیٹھے رہنے کی فضیلت کے بیان میں اور مسجدوں کی فضیلت کے متعلق

اس عنوان کے تحت امام نے وہی حدیث نقلی ہے جو باب فضل الجہاز میں گذر چکی ہے۔ جس سے واضح ہوتا ہے کہ نماز کے انتظار میں مسجد میں بیٹھا رہے۔ تو فرشتے اس کے لیے دعائے مغفرت کرتے ہیں اور اس شخص کا مسجد میں نماز کے انتظار میں بیٹھا بھی عبادت ہے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا۔ سات آدمی ایسے ہیں کہ ان کو اللہ تعالیٰ عرش کے سایہ کے نیچے جگہ دے گا۔ اس دن سوائے اس

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ سَبْعَةٌ يُظِلُّهُمْ اللَّهُ فِي يَوْمٍ ظِلِّهِ يَبْلُغُ لَا ظِلَّ إِلَّا ظِلُّهُ الْإِمَامُ

حَادِلٌ وَثَابِتٌ نَشَأَ فِي عِبَادَةِ رَبِّهِ
رَحُلٌ قَتْلُهُ مُعْتَقٌ فِي الْمَسْجِدِ وَ
رَحْلَانِ تَحَابًا فِي اللَّهِ اجْتَمَعَا عَلَيْهِ
تَفَرَّقَا عَلَيْهِ وَرَجُلٌ طَلَبَتْهُ
مَنْ مَنُصِبٌ وَحَبَّ مَالٌ فَقَالَ إِنِّي أَخَافُ
وَرَجُلٌ تَصَدَّقَ إِخْفَاءَ حَقِّهِ
تَعْلَمُ سَمَاءَهُ مَا سَفَعَتْ يَمِينُهُ وَ
جُلٌّ ذَكَرَ اللَّهُ حَتَّى لَبَّى فَقَاضَتْ
عَيْنَاهُ -

عَنْ حَبِيبٍ قَالَ سُئِلَ النَّبِيُّ هَلْ اتَّخَذَ
سُؤْلُ اللَّهِ سَلَى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَاتَمًا فَقَالَ
عَنْ آخَرٍ لَيْلَةَ صَلَاةِ الْعِشَاءِ إِلَى شَطْرِ اللَّيْلِ
قِيلَ عَلَيْهَا يَوُجِّهْهُمُ لِحَدِّ مَا صَلَّاهُ فَقَالَ
مَلَى النَّاسُ وَرَفَعُوا وَلَوْ رَفَعُوا لَوَافٍ
سَلَاةً مُشَدُّ اتَّظَرْتُ لَمَوْفَا قَالَ فَكَأَنِّي
عَرِيتُ إِلَى وَيْلَصِ خَاتَمِهِ -

عرش کے سایہ کے اور کہیں سایہ نہ ہوگا۔ امام عادل۔ وہ نوجوان
جس نے اللہ کی عبادت میں نشوونما پائی۔ وہ آدمی جس کا دل
مسجد سے ملحق رہتا تھا۔ وہ آدمی جو آپس میں صرف اللہ کے
لیے محبت رکھتے ہیں اسی پر جمع ہوتے اور اسی پر جدا ہوتے
ہیں۔ وہ آدمی جس کو حسب نسب والی خوبصورت عورت بُرائی
کی طرف بُلائی ہے لیکن وہ کہتا ہے کہ میں تو اللہ سے ڈرتا ہوں۔
وہ آدمی جو کہ پرشیدہ طور پر صدقہ کرتا ہے یہاں تک کہ اس کے
ہائیں کو معلوم نہیں ہوتا کہ دائیں نے کیا طرح کیا ہے۔ وہ آدمی
جس نے خلوت میں ذکر اللہ کیا اور اس کی آنکھوں سے آنسو بہ گئے
حمید کہتے ہیں کہ حضرت انسؓ سے پوچھا گیا کہ کیا رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم نے انگوٹھی پہنی ہے تو اس نے کہا ہاں یہی
ہے۔ ایک رات آپؐ نے عشاء کی نماز میں آدمی رات تاخیر کرنی
اور پھر آپؐ تشریف لائے اور نماز پڑھا کہ ہماری طرف متوجہ ہو۔
آپؐ نے فرمایا لوگ تو نماز پڑھ کر سو گئے اور تم براغزابی میں
رہے۔ جب سے نماز کا انتظار کر رہے تھے۔ اس نے کہا جیسے
میں آپؐ کی انگوٹھی کی چمک (اسوقت بھی) دیکھ رہا ہوں۔

۱۔ امام عادل۔ وہ حاکم بادشاہ اور سربراہ بر عدل و انصاف کے ساتھ حکومت کرے اور امر الہی کا تابع ہو مستحکم کی
حدیث میں آیا کہ عدل کرنے والے قیامت کے دن نور کے منبر پر ہوں گے اور یہ منبر عرش الہی کی داہنی طرف
۲۔ وہ جوان جس نے اللہ کی عبادت میں نشوونما پائی۔ جوانی میں عظمت کا غلبہ ہوتا ہے اور خواہشات کا هجوم ایسی حالت میں
دست و ریاقت میں مشغول رہنا اور احکام الہیہ کے مطابق اپنی زندگی کو گزارنا بھی باعث اجر و ثواب ہے ۳۔ مسجد سے وابستہ دل
یہ ہے۔ نماز کے اوقات کے انتظار سے مطلب یہ ہے کہ ایک نماز کن ادائیگی کے بعد دوسری نماز کا انتظار کرنا اور وقت پر مسجد میں
وقت نماز ادا کرنا اور یہ شان اسی کی ہر سکتی ہے جو کاروبار میں انہماک و مشغولیت کے باوجود نماز باجماعت کا خیال رکھے اور بڑی
عربی مصروفیت مسجد کا حاضری میں رکاوٹ نہ بنے ۴۔ اللہ کے لیے دوستی، دنیا میں دوستی اور محبت کی بہت سی بنیادیں ملتی ہیں
دولت، حکومت و اقتدار، حسن و جمال اور خوشی و فحش تعلقات۔ لیکن ان میں کوئی بھی بنیاد مستحکم نہیں۔ محبت و دوستی وہی
بنیاد ہو سکتی ہے جس کی بنیاد اللہ کی رضا ہو نہ صرف دنیا میں بلکہ آخرت میں بھی یہ رشتہ منقطع نہ ہوگا۔ قرآن حکیم میں فرمایا: الْإِخْلَاقُ
مِنْهُمْ لِبَعْضِهِمْ عَدُوٌّ لِّلْآخَرِينَ - اسی دن ہر دوست دوست کا دشمن ہوگا۔ مگر تقویٰ والے اسی دن کی دوستیاں
رہیں گی۔ ایک حدیث میں فرمایا کہ اللہ کی محبت اور اللہ ہی کے لیے عداوت ایمان کی نشانی ہے ۵۔ مصیبت سرایا دعوت یعنی
سب طوف مصیبت اپنی پوری وجاہت، حسن و جمال اور سچ و سچ کے ساتھ سرایا دعوت نبی ہوئی ہو اور دوسری طرف ایک اللہ کا بندہ
سب ساری آن بان کو غلطی میں نہ لائے ہوئے صاف کہہ دیتا ہے۔ اِنْفِ احْصَا اللہ - قرآن مجید میں مندرمایا۔

وَلَمَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهِ جِثَّتَانِ ۖ - خَشْيَتِ الْإِنْسَانِيَّةَ فِي اللَّهِ كَذَلِكَ رُفُوعُ وَخَشْيَتِ الْبَنِيَّةَ فِي اللَّهِ كَذَلِكَ
کا جاری ہونا اس امر کی علامت ہے کہ ابھی دل میں خشیتِ الہی اور جذبہٴ امانت موجود ہے۔ ایک دوسری حدیث میں فرمایا
لنگاہوں پر جہنم کے شعلے حرام ہیں۔

عَيْنُ بَيْكَتٍ مِنْ خَشْيَةِ اللَّهِ وَعَيْنُ بَيْكَتٍ
تَحَرُّسٍ فِي سَبِيلِ اللَّهِ - (مشکوٰۃ)

ایک وہ آنکھ جو اللہ کے خوف سے دوپڑے اور دوسری
جس آنکھ کی راہ میں پہرہ دیتے ہوئے ساری رات بیداری میں

۷۔ اتفاقِ مال - عام طور پر نفس کا تقاضا یہ ہوتا ہے کہ اللہ کی راہ میں جو خرچ کریں تو اس کا صلہ اس دنیا میں مدح مراد
اور شہرت کی شکل میں مل جائے۔ لیکن مومن کا نفس اس تقاضا سے خالی ہوتا ہے۔ وہ اپنی دولت اس طرح چُپ چپوتے
کی راہ میں لٹا دیتا ہے کہ کسی کو کانوں کان خبر نہیں ہوتی۔ قرآن مجید میں فرمایا۔ وَانْ تَخْفَوْهَا وَتَوَكَّلْ عَلَى الْفَقْرِ اَعْرَضَ
حَتَّى تَكْفُرَ۔ اگر تم فقراء کو چھپا کر دو تو یہ تمہارے لیے بہتر ہے۔ مگر یہ حکم صدقاتِ نافلہ کے لیے ہے۔ لیکن صدقاتِ
زکوٰۃ تو اس کو علانیہ دینا چاہیے تاکہ دوسروں کو بھی شوق ہو اور شعائرِ اسلام کا اعلان ہو۔ اور حدیث دوم سے
جماعت کی فضیلت ثابت ہوتی کہ جماعت سے نماز پڑھنے کے انتظار میں مسجد میں بیٹھ رہنا بھی عبادت ہے۔

بَابُ فَضْلِ مَنْ خَرَجَ إِلَى الْمَسْجِدِ وَمَنْ رَاحَ

باب اس شخص کی فضیلت جو مسجد میں صبح و شام جاتا ہے

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
قَالَ مَنْ غَدَا إِلَى الْمَسْجِدِ أَوْ رَاحَ أَعَدَّ اللَّهُ لَهُ
نُزُلًا مِنْ الْجَنَّةِ كُلَّمَا غَدَا أَوْ رَاحَ (بخاری)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے
کہ آپ نے فرمایا جو شخص صبح کو یا شام کو مسجد میں جاتا ہے
تو اللہ تعالیٰ اس کے حمان کا جنت میں صبح و شام سامان تیار کرتا ہے
صبح میں ہے کہ رواجِ صبح کی نفیض ہے اور یہ وقت کے نام ہیں۔ غدا و صبح سے زوالِ شمس تک چلنے کو کہتے ہیں
رواح سے زوالِ شمس سے رات تک چلنے کو کہتے ہیں۔ (یعنی اس وقت کے درمیان چلنا معلوم ہوا کہ جو لوگ صبح و شام مسجد میں جاتے
ہوتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کے لیے جنت میں جگہ مقرر فرمادیتا ہے۔

بَابُ إِذَا أُقِيمَتِ الصَّلَاةُ فَلَا صَلَوةَ إِلَّا الْمَكْتُوبَةُ

باب جب نماز کی تکبیر ہو۔ تو اس نماز کے سوا کوئی اور نماز پڑھی جائے

قَالَ سَمِعْتُ رَجُلًا مِنَ الْأَنْبِيَاءِ يُقَالُ لَهُ مَالِكُ
بْنُ مُجَنَّبَةَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
رَأَى رَجُلًا فَقَدْ أُقِيمَتِ الصَّلَاةُ يُصَلِّي رَكْعَتَيْنِ
فَلَمَّا انْصَرَفَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
لَاَثَ بِهِ النَّاسُ فَقَالَ لَهُ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ الصَّبِيحُ أَوْ لَيْلًا الصَّبِيحُ أَوْ لَيْلًا (بخاری)

عاصم کہتے ہیں کہ میں نے قبیذہ ازہ کے ایک شخص مالک
بنی کعبہ سے سنا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص
کو دیکھا۔ وہ نماز کی تکبیر ہونے کے بعد دو رکعت پڑھ رہا تھا
جب حضور نے سلام پھیرا۔ تو لوگوں نے اس شخص کو گھیر لیا
مستحضر نے اس سے فرمایا۔ کیا صبح کی چار رکعتیں ہیں؟ گھیرنے
کی چار رکعتیں ہیں؟

اس حدیث کو مسلم و نسائی نے کتاب الصلوٰۃ میں ذکر
کیا۔ اس حدیث سے واضح ہوا کہ جماعت قائم ہونے پر

جب فرض نماز کی تکبیر ہو جائے تو کسی نفل کا شروع جائز نہیں

کسی نفل کا شروع کرنا جائز نہیں اور اس پر تمام علماء کا اتفاق ہے۔ البتہ سنت فجر کے متعلق اختلاف ہے۔ حضرت ابو ہریرہؓ
 بیان دیا کہ ہم و عطاء و اہم شافعی و احمدی و ابو ثور کا مسلک یہ ہے کہ اگر کوئی شخص نماز فجر کے لیے مسجد میں آیا اور جماعت کھڑی
 ہے تو اب اس کو سنت فجر پڑھنا مکروہ ہے اور دلیل ان حضرات کی حدیث زیر بحث ہے۔ لیکن امام اعظم ابو حنیفہ اور اوزاعی نے
 مذکورہ صورت میں سنت فجر خارج مسجد ادا کرے جب کہ اسے یقین ہو کہ دوسری رکعت امام کے ساتھ پائے گا۔ امام اعظم علیہ الرحمۃ کا
 صرف اسی قدر ہے۔ کما فی الجامع الصغیر والبدائع۔ اور صاحب بدایہ نے لکھا ہے کہ مذکورہ بالا صورت میں مسجد کے
 پر سنت فجر پڑھے تاکہ سنت اور جماعت دونوں کی فضیلت حاصل ہو جائے۔ وغیرہ و محیط میں ہے کہ سنت یہ ہے کہ سنت فجر
 ہے اور اگر گھر میں نہیں پڑھی اور امام مسجد میں نماز پڑھے۔ رہا ہے تو مسجد کے دروازہ پر، اگر کوئی قابل نماز جگہ ہو تو وہاں نماز پڑھے۔
 میں نہ ہو تو مسجد کے اندر کے حصہ میں جماعت ہو تو باہر کے حصہ میں اور اگر باہر کے حصہ میں ہو تو اندر پڑھے۔ اور اگر اس
 نماز باہر اندر ہے نہ ہوں تو ستون یا پیر کی آڑ میں پڑھے۔ تاکہ اس میں اور صف میں حاصل ہو جائے۔ چنانچہ علامہ طحاوی علیہ الرحمۃ
 یا کہ حدیث زیر بحث کا مطلب یہ ہے کہ سنت فجر اور نماز فجر ایک جگہ نہ پڑھی جائے بلکہ دونوں میں فصل کیا جائے اور اس کی
 اس حدیث سے ہوتی ہے کہ حضور علیہ السلام نے دیکھا کہ ابن بکیر سنت فجر پڑھ رہے ہیں۔ اس پر آپ نے فرمایا۔ لا تجعلوا
 صلوٰۃ لصلوٰۃ الظہر واجعلوا بینہما فصلًا اس سے واضح ہوا۔ سبب کراہت یہی ہے کہ نفل و فرض دونوں ایک
 پڑھے جائیں اور اس کا مقتضی یہ ہے کہ خارج مسجد یا مسجد کے کسی گوشہ میں پڑھنا مکروہ نہ ہو۔ چنانچہ حسب ذیل آثار سے امام
 علیہ الرحمۃ کی تائید ہوتی ہے۔

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ حضور علیہ السلام نے فرمایا۔ جب اقامت ہو جائے تو کوئی نماز جائز نہیں۔ الا رکعتی
 فجر کی دو سنتیں امام بیہقی علیہ الرحمۃ نے اگرچہ خط کشیدہ استثناء کو بے اصل قرار دیا ہے اور اس کے راوی حجاج و عبد الوہاب
 و علامہ طحاوی فرماتے ہیں کہ معتوب بن شیبہ نے کہا کہ میں نے ابن معین سے حجاج بن نصیر فاطمی بصری کے متعلق پوچھا۔ تو انہوں
 نے صدق ہے اور ابن حبان نے بھی ان کو ثقہ قرار دیا ہے اور عباد بن کثیر جامعین سے ہیں۔ (یعنی ج ۲ ص ۱۷۱)
 ابو یوسف بن ابی شیبہ اپنے مصنف میں شعبی سے اور مسروق سے مروی ہیں کہ وہ مسجد میں داخل ہوئے اور لوگ فجر کی نماز پڑھ رہے
 تھے مسروق نے فجر کی سنتیں نہیں پڑھی تھیں۔ فضلی لسانی ناحیۃ المسجد ثم دخلہ مع القوم ثم
 پھر تو انہوں نے مسجد کے ایک کونہ میں سنت فجر پڑھیں اور پھر نماز میں شامل ہو گئے۔
 حضرت سید ابن جبیر مسجد میں آئے اور امام نماز فجر میں مشغول تھے۔ آپ نے سنت فجر مسجد کے دروازہ پر پڑھیں۔ فصلی

میں قبل ان یبلغ المسجد عند باب المسجد۔
 ابن عثمان السنہی کہتے ہیں کہ ایک شخص مسجد میں آیا اور حضرت عمرؓ نماز فجر پڑھا رہے تھے۔ اس نے مسجد کے دروازے پر
 سنت فجر پڑھیں۔ پھر جماعت میں شامل ہو گیا۔

علاء کہتے ہیں کہ جب تو مسجد میں داخل ہوا اور نماز فجر ہو رہی ہو اور تو نے سنت فجر نہ پڑھی ہو۔ خار کھھا و ان
 ان الم رکعۃ الاولى فقل تک تو سنت فجر پڑھ لے اگرچہ تجھے فجر کی پہلی رکعت فوت ہو جانے کا اندیشہ ہو۔
 ویرہ کہتے ہیں کہ میں نے ابن عمرؓ کو اسی طرح کرتے دیکھا اور ابوہریرہؓ کہتے ہیں کہ میں بھی ایسے ہی کرتا ہوں۔ ان تمام
 روایات میں ذکر کیا ہے۔

حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ مسجد میں آئے اور نماز فجر کی اقامت ہو چکی تھی۔ آپ نے سستون کی آڑ میں دو کھڑے ہو کر فجر پڑھی اور اس وقت حضرت حذیفہ بن یمانؓ بھی موجود تھے ۲۔ ابن ابی ہاشم نے کہا کہ اسی طرح حضرت عمر بن الخطابؓ اور ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے بھی مروی ہے ۳۔ اور حضرت ابن عمرؓ کے متعلق ہے کہ وہ مسجد میں آئے اور امام فجر کی نماز پڑھ کر وہ حضرت حفصہ کے گھر میں داخل ہوئے اور وہاں دو رکعت سنت فجر پڑھیں۔ پھر امام کے ساتھ نماز میں شامل ہو گئے۔ (ابن ماجہ) نیز صحیح ابن خریزہ کی حدیث عن انس بن خدیج النبی صلی اللہ علیہ وسلم حین اقیمت الصلوة فرأى یصلون رکعتین بالاجلۃ فقال اصلتان معاً ففهمی ان تصلیا فی المسجد اذا اقيمت الصلوة تشریح ہے کہ نبی ﷺ نے مسجد پر اقامت کی اور سنت فجر کی تخصیص کو مزید قوت ان احادیث سے بھی ہو جاتی ہے۔ جس نے سنت فجر کے پڑھنے کی تاکید فرمائی اور یہاں تک فرمایا کہ اگر تمہیں گھوڑوں کے پاؤں تلے روندے جانے کا خوف تو بھی سنت فجر کو نہ چھوڑو۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

بَابُ حَدِّ الْمَرِضِ أَنْ يَشْهَدَ الْجَمَاعَةَ

باب مرضی کو بیماری کی کس حد تک مسجد میں جماعت کیجیے آنا چاہیے

ابو بکر عقیلی سے روایت ہے۔ اسود نے کہا کہ ہم حضرت عائشہؓ کے پاس سے گئے تھے۔ ہم نے نماز میں شرکت نہ کر سکی تھی۔ پھر حضورؐ نے فرمایا۔ جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم اس بیماری میں ہیں جس میں آپ کا وصال ہوا تو نماز کا وقت ہو گیا اور حضورؐ نے فرمایا۔ ابو بکر کو کم پیچھا کرو کہ وہ لوگوں کو نماز پڑھائے۔ کہا گیا کہ ابو بکر نرم دل ہیں۔ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر کھڑے ہوئے۔ لوگوں کو نماز پڑھائیں گے۔ آپ نے پھر یہی فرمایا۔ سابقہ جواب دیا گیا۔ پھر تیسری دفعہ آپ نے فرمایا۔ تم صدیق یوسف کی طرح ہو ابو بکر کو حکم دو۔ وہ نماز پڑھائیں تو پڑھانے کے لیے مسجد میں آئے۔ پھر حضورؐ نے بھی اپنی طبیعت میں سکون پایا۔ آپ دو آدمیوں کے ہمارے ساتھ گویا کہ میں آپ کے دونوں پاؤں کو دیکھ رہی ہوں کہ زمین جاتے تھے۔ حضرت ابو بکر نے آپ کو دیکھ کر پیچھے ہٹنے لگے۔ انہیں اپنی بد قسمتی سے کہنے کا اشارہ کیا۔ پھر حضورؐ نے ابو بکر صدیقؓ کے پہلو میں بٹھا دیا گیا۔ انہیں سے کہا۔ صلی اللہ علیہ وسلم نماز پڑھا رہے تھے اور ابو بکر حضورؐ کے کمرے میں تھے اور لوگ حضرت ابو بکرؓ کی اقتدا کرتے تھے تو ان کے اشارے سے کہا۔ ہاں! اس حدیث کا ایک حصہ

عَنْ اِبْنِ هِنَمٍ قَالَ اَلَا سَوَدُ كُنَّا حِندَ عَائِشَةَ فَذَكَرْنَا الْمَوَاطِنَةَ عَلَيَّ الصَّلَاةِ وَالْتَّعْظِيمَ لَهَا قَالَتْ لَسْنَا مَرَضَى النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَرَضَهُ الَّذِي مَاتَ فِيهِ فَحَضَرْتُ الصَّلَاةَ فَأَذَّنَ فَقَالَ مُرُوا أَبَا بَكْرٍ فَيُصَلِّ بِالنَّاسِ فَيُصَلِّ لَنَ إِنْ أَبَا بَكْرٍ رَجُلٌ أَسِيفٌ إِذَا مَاتَ مُقَامَلَةٌ لَوْ لَسْتَ طَبِخٌ أَنْ يُصَلِّيَ بِالنَّاسِ وَأَعَادَا عَادُوا لَهْ فَأَعَادَا الثَّلَاثَةَ فَقَالَ أَتُحْكُنَّ صَوَاحِبَ يُوسُفَ مُرُوا أَبَا بَكْرٍ فَيُصَلِّ بِالنَّاسِ فَخَرَجَ أَبُو بَكْرٍ يُصَلِّي فَوَجَدَ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ نَفْسِهِ خِفَةً فَخَرَجَ يَهْدَاهُ بَيْنَ رَجُلَيْنِ كَأَنِّي الظُّرَى إِلَى رَجُلَيْنِ تَحْضُرَانِ الْأَرْضَ مِنَ الْوَجْعِ فَأَرَادَ أَبُو بَكْرٍ أَنْ يَتَأَخَّرَ فَأَوْمَأَ إِلَيْهِ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَسْتَ تَكُنَا نَكَ تَعْرَانِي بِهِ حَتَّى جَلَسَ إِلَى جَنْبِهِ فَيُصَلِّ لِلرَّعِشِ فَكَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّي وَأَبُو بَكْرٍ يُصَلِّي بِصَلَاتِهِ وَالنَّاسُ يُصَلُّونَ بِصَلَاةِ أَبِي بَكْرٍ فَقَالَ بِرَأْسِهِ نَعْمَ رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ

شَعْبَةَ عَنِ الرَّغَمَشِ بَخْصَةً وَرَادَ أَبُو مُعَاوِيَةَ
عَنْ عَنِ يَسَارِ بْنِ بَكْرِ فَكَانَ أَبُو بَكْرٍ
حَلِيًّا قَاتِلًا

۲- قَالَتْ عَائِشَةُ لَمَّا قُتِلَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاسْتَدَّ وَجْعُهُ اسْتَأْذَنَ أَزْوَاجَهُ
يَمْرُؤَ صَ فِي بَيْتِي فَأَذِنَ لَهُ فَخَرَجَ بَيْنَ
حَلَيْنِ تَحْتَ رِجْلِهِ الْأَرْضَ وَكَانَ يَلْبَسُ
يَاسِينَ وَبَيْنَ رَجُلٍ أَخْرَجَ قَالَ عَلَيْهِ اللَّهُ فَذَكَرْتُ
لِابْنِ عَبَّاسٍ مَا قَالَتْ عَائِشَةُ فَقَالَ لِي
لَمْ تَذْكُرِي مِنَ الرَّجُلِ الَّذِي لَمْ تَسْمِعِي
شَيْئًا قُلْتُ لَوْ أَنَّ هُوَ عَلِيٌّ بْنُ
(بخاری)

طالب

نے شعبہ سے روایت کیا۔ انھوں نے انھیں سے اور ابو معاویہ
نے اس روایت میں اتنا زیادہ بیان کیا کہ حضور علیہ السلام ابو بکر کی
بائیں جانب تھے اور ابو بکر کھڑے ہوئے نماز پڑھ رہے تھے۔

حضرت عائشہ نے فرمایا جب حضور علیہ السلام کی علالت سخت ہوئی
تو آپ نے اپنی ازواج سے اس امر کی اجازت چاہی کہ علالت کے دوران
آپ میرے ہی پاس ملوث فرما رہیں تو انھوں نے اجازت دیدی۔ آپ
دو آدمیوں کے کندھوں کے سہارے قریب لائے اور آپ کے
پاؤں مبارک زمین پر ٹیکر کھینچے ہوئے رہتے تھے اور آپ حضرت عباس
اور ابوبکر اور شخص کے درمیان تھے۔ عبد اللہ نے کہا میں نے اس قدر
کا جو کہ حضرت عائشہ نے بیان کیا۔ حضرت ابن عباس سے ذکر کیا تو
انھوں نے مجھ سے کہا کیا تم اس آدمی کا نام جانتے ہو جس کا نام حضرت عائشہ نے
نہیں لیا میں نے کہا نہیں، حضرت ابن عباس نے کہا وہ علی بن ابی طالب تھے

حدیث اول کو امام نے صلوٰۃ میں مسلم و نسائی و ابن ماجہ نے بھی صلوٰۃ میں ذکر کیا اور حدیث دوم کو امام نے طہارات
باب الغسل والوضوء فی المصنوع معاذی۔ طلب صلوٰۃ بستر، شمس۔ استیذان ازواج میں اور نسائی و ابن ماجہ و
نے بھی استیذان ازواج میں ذکر کیا۔ زہری نے تصریح کی۔ یہ واقعہ اس وقت کا ہے جب کہ آپ کے مرض نے شدت اختیار کی اور آپ
عائشہ رضی اللہ عنہا میں ملوث فرما ہو گئے۔ ۲- حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا تمام صحابہ کرام سے افضل ہوتا تھا۔ ہر اکہ حضور نے
حیات مبارکہ میں تمام صحابہ کرام میں سے صرف انہیں کو اپنی جگہ امامت کے لیے مقرر کیا اور حضرت عائشہ کے کندھ پر بیٹھ کر ان کے
دور حضور نے حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی امامت کو پسند فرمایا۔ ۳- السیف بردن فیصل اس کے معنی شدت حزن کے ہیں قرآن مجید میں
اس کی اسٹی علی وسعت۔ مطلب یہ کہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی طلب ہیں۔ جب مسئلہ پر حضور کو نہ پائیں گے تو ضبط نہ کر سکیں گے فیصل
اسی الزخا ہرے کہ اسی نماز کے موقع پر حضور کی طبیعت سکون پذیر ہوئی اور آپ دو آدمیوں کے سہارے مسجد میں آئے۔ حضرت
صدیق اکبر نے جب دیکھا کہ حضور آ رہے ہیں تو غایت ادب و تعظیم کی بنا پر پیچھے ہٹا چلا۔ مگر حضور نے اشارہ سے ہدایت کی کہ اپنی جگہ
چنانچہ حضور علیہ السلام حضرت صدیق رضی اللہ عنہ کے پہلو میں ملوث فرما رہے۔ ۵- اس حدیث میں یہ تصریح ہے کہ اس نماز میں حضور ہی امام تھے۔
صدیق اکبر مقدمی اور مبلغ حضور بیٹھ کر نماز ادا فرما رہے تھے اور صدیق اکبر کھڑے ہو کر حضور کی اقتدا کر رہے تھے۔

بَابُ الرَّخْصَةِ فِي الْمَطَرِ وَالْعِلَّةِ أَنْ يُصَلِّيَ فِي رَحْلِهِ

باب بارش یا کسی اور عذر کی وجہ سے گھر میں نماز پڑھ لینے کی اجازت

حضرت نافع سے مروی ہے کہ عبد اللہ بن عمر نے ایک ٹھنڈی اور
ہواؤں والی رات میں نماز کے لیے اذان دی۔ تو انھوں نے
اذان کے بعد کہا۔ خبردار اٹھنا کہ ان میں نماز پڑھ لو، تو پھر انہوں
نے کہا کہ حضور علیہ السلام مروی اور بارش والی رات میں مؤذن

مَنْ تَأْتِيهِ أَنْ يَأْتِيَهُمْ أَذَنُ بِالصَّلَاةِ فِي لَيْلَةٍ ذَاتِ
مَطَرٍ يَنْبَغِي شَرْقًا قَالَ الْأَصْلُ فِي الرَّحْلِ شَرْقًا
أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ
مِنَ الْمُؤَذِّنِ إِذَا كَانَتْ لَيْلَةٌ ذَاتُ بَرَدٍ وَمَطَرٍ

يَقُولُ الْأَصْلُ فِي الرِّحَالِ - (بخاری)

عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ رَيْبِيعٍ الْأَنْصَارِيِّ أَنَّ عُبَّانَ بْنَ مَالِكٍ كَانَ يُؤْتَمُّ شَوْعَمَهُ وَهُوَ أَعْمَى وَأَنَّهُ قَالَ لِرَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَا رَسُولَ اللَّهِ إِنَّمَا تَكُونُ الظُّلْمَةُ وَالسَّيْلُ وَأَنَا رَجُلٌ صَبْرِيٌّ الْبَصَرِ فَصَلِّ يَا رَسُولَ اللَّهِ فِي بَيْتِي هَكَذَا أَتَّخِذُهُ مُصَلًّى فَجَاءَهُ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ أَيْنَ تُحِبُّ أَنْ أُصَلِّيَ فَأَشَارَ إِلَى مَكَانٍ قَرِيبٍ الْبَيْتِ فَصَلَّى فِيهِ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ -

کو حکم دیتے کہ وہ کہہ دے کہ اپنے ٹھکانوں میں نماز پڑھو۔
عبداللہ بن ریبیع انصاری سے مروی ہے کہ عبان بن مالک
قوم کی امامت کرتے تھے اور وہ نابینا تھے۔ انھوں نے
نبوی عرض کی۔ یا رسول اللہ کبھی اندھیرا ہوتا ہے اور کبھی
ہوتا ہے اور میں نابینا آدمی ہوں (جماعت میں شریک
ہو سکتا) تو یا رسول اللہ آپ میرے گھر میں کسی جگہ نماز
میں اسی کو نماز کی جگہ بنا لوں گا۔ پھر حضور ان کے گھر گئے
تم کو کسی جگہ پسند کرتے ہو کہ میں اس جگہ نماز پڑھوں۔
گھر میں ایک جگہ کی طرف اشارہ کیا۔ تو حضور نے اسی جگہ
پڑھی۔

حدیث اول باب الاذان للمسافرین اور حدیث دوم باب المساجد فی ہرت فیوض الباری پارہ دوم ص ۱۶۵ پر اور پارہ
پارہ سوم ص ۱۶ پر گزر چکی ہے۔ ان دونوں حدیثوں سے واضح ہوا کہ اگر سخت سردی یا آندھی یا بارش وغیرہ ہو۔ تو جماعت
ہونا معاف ہے اور اس صورت میں گھر میں اکیلا یا باجماعت نماز ادا کر سکتا ہے۔ مگر یہ شخصیت ہے اور عزیمت یہ ہے کہ گھر
ہو کر باجماعت نماز پڑھے۔ چنانچہ حضرت عبداللہ بن ام مکتوم نے بوجہ نابینا ہونے کے ترک جماعت کی رخصت چاہی تو حضرت
انھیں اجازت نہ دی اور اس کی وجہ شاید یہ ہی تھی کہ حضور جانتے تھے کہ عبداللہ عزیمت پر عمل کریں۔

بَابُ هَلْ يُصَلِّي الْإِمَامُ بِمَنْ حَضَرَ وَهَلْ يَخْطُبُ يَوْمَ الْجُمُعَةِ فِي الْمَطَرِ

باب بارش میں بھی رگ اگر مسجد میں آجائیں تو کیا امام انھیں نماز پڑھائے اور جمعہ کا خطبہ دے

قَالَ سَمِعْتُ عَبْدَ اللَّهِ بْنَ الْحَارِثِ قَالَ سَخَطَبْنَا
ابْنَ عَبَّاسٍ فِي يَوْمٍ دُخِيَ رَوْحٌ فَتَأَمَّرَ الْمُؤَدُّونَ
لَمَّا بَلَغَ حَتَّى عَلَى الصَّلَاةِ قَالَ قُلْتُ الصَّلَاةُ
فِي الرِّحَالِ فَظَنَرُ بَعْضُهُمْ إِلَى بَعْضٍ كَأَنَّهُمْ
أَنكَرُوا فَقَالَ كَأَنَّهُمْ أَشْكُرُ شَمْرَهُ دَا
إِنَّ هَذَا فَعَلَهُ مَنْ هُوَ خَيْرٌ مِنِّي يَعْنِي النَّبِيَّ
صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّمَا عَزَمَهُ وَقَالَ
كَرِهْتُ أَنْ أُخْبِرَ بِكُمْ وَعَنْ حَمَّادٍ عَنْ عَاصِمٍ
عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ الْحَارِثِ عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ
نَحْوَهُ عَنِ أَنَسٍ قَالَ كَرِهْتُ أَنْ
أُؤْتِيَكُمْ فَتُحِثُّونَ تَدْفُسُونَ الطَّيِّبِينَ
إِلَى رُكُوبِكُمْ -

عبدالحمید صاحب الزیادہ نے بیان کیا کہ میں نے عبداللہ
مارث سے سنا کہ عبداللہ بن عباس نے ہمیں کچھ کہنے سے
دیا۔ جس وقت مؤذن جی علی الصلوۃ پر پہنچے تو آپ نے
کو حکم دیا کہ وہ اعلان کر دے کہ لوگو اپنے اپنے ٹھکانوں
پڑھو۔ لوگ یہ دیکھ کر ایک دوسرے کا منہ تکتے گئے۔
سے اس کو بغیر معمول سمجھا۔ ابن عباس نے فرمایا۔ تم نے
مرا جانا۔ یہ تو انہوں نے کیا جو مجھ سے بہتر تھے۔ یعنی نبی سے
علیہ وسلم بیشک مجھ واجب ہے اور میں نے۔ ہانا کہ تم
میں ڈالو۔ تمہارا دل اس حدیث کو عام ہے۔ انھوں نے
بن حارث سے۔ انھوں نے عبداللہ بن عباس سے اپنے
روایت کیا۔ مگر اس فرق سے کہ ابن عباس نے فرمایا۔ میں نے
مشکل میں ڈالنا کہ تم گھٹنوں تک کچھ میں بیٹھو گے۔

عنوان کا مقصود یہ بتانا ہے کہ اگر نذر ہوتے ہوئے بھی لوگ مسجد میں آجائیں تو اہم حاضرین کو نماز پڑھا دے اور ہر لوگ نہیں آئے
کا انتظار نہ کرے خصوصاً جب کہ الصلوٰۃ فی الزمان کا اعلان بھی ہو جائے۔ اور حدیث زیر بحث سے واضح ہوا کہ سخت بدش
کے بھی یا کچھ کہ جس کی وجہ سے جماعت میں شامل ہونا دشوار ہو۔ ترک جماعت کے لئے عذر ہیں۔

عَنْ أَبِي سَلَمَةَ قَالَ سَأَلْتُ أَبَا سَعِيدٍ بْنِ الْخَدْرِ
قَالَ جَاءَتْ سَحَابَةٌ فَمَطَرَتْ حَتَّى سَالَ
شَقَقُ وَكَانَ مِنْ جَرِيدِ النَّخْلِ فَأَقِيمَتِ
صَلَاةٌ قَرَأَتْ رُسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ لِيَسْجُدَ فِي الْمَاءِ وَالْطِّينِ حَقَّ آيَتُ
مَنْ الطِّينِ فِي جَنَّتِهِ (بخاری)

ابو سلمہ سے روایت ہے کہ میں نے ابو سعید خدری سے پوچھا تو
انہوں نے کہا کہ ایک ایک کا ٹکڑا آیا۔ برسا۔ یہاں تک کہ مسجد
کی چھت ٹپکنے لگی اور وہ کھجور کی شاخوں کی تھی۔ پھر نماز کی تکبیر
ہوئی۔ میں نے دیکھا کہ حضور پرانی اور مٹی (کچھڑا) میں سجدہ کر
رہے ہیں اور کچھڑے کا اثر آپ کی پیشانی پر بھی
آگیا ہے۔

اس حدیث کو اہم نے اتفاقاً، صوم، صلوٰۃ میں۔ سلم و ابن ماجہ نے صوم میں اور ابو داؤد نے صلوٰۃ میں ذکر کیا۔
اب سے مناسبت یہ ہی ہے کہ بارش وغیرہ کے موقع پر عموماً بعض لوگ مسجد میں نہیں آتے تو اہم حاضرین کو نماز پڑھا دیتا ہے۔ حضور علیہ السلام
نے بھی جو آگئے تھے ان کو نماز پڑھا دی اور یہ واقعہ صبح کی نماز کا ہے۔ لہذا حدیث ”باب ہل یصلی الامام بمن
حضر“ کے مناسب ہے۔

عَنْ أَنَسِ بْنِ سِيرِينَ قَالَ سَمِعْتُ
نَا يَقُولُ قَالَ رَجُلٌ مِنَ الْأَنْصَارِ
وَلَا أَسْتَطِيعُ الصَّلَاةَ مَعَكَ وَكَانَ رَجُلًا
صَحْفًا فَصَنَعَ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
هَذَا قَدْ عَادَ إِلَيْهِ مَنَزِلُهُ فَبَسَطَ لَهُ حَصِيرًا
فَخَرَجَ طَرَفَ الْحَصِيرِ فَصَلَّى عَلَيْهِ وَرَكَعَتَيْنِ
فَقَالَ رَجُلٌ مِمَّنْ أَلِ الْحِجَارُ وَلَا نَسْ أَكَاثَ
نَبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَصَلِّي
حَتَّى قَالَ هَذَا آيَةُ صَلَواتِهَا إِلَهِ
مُؤْمِنِي (بخاری)

انس بن سیرین سے مروی ہے کہ انہوں نے کہا کہ میں نے
حضرت انس سے سنا وہ کہتے تھے کہ انصار میں سے ایک آدمی نے
عرض کیا میں آپ کے ساتھ نماز میں شریک نہیں ہو سکتا اور وہ عجم
الحیرم اور موٹا آدمی تھا۔ اس نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے کھانا
تیار کیا اور آپ کو اسے مکان پر دعوت دی اور ایک بوریا آپ کے
لیے بھی یا اس کا ایک کنارہ دھو ڈالا۔ نبی علیہ السلام نے اسی
بوریت پر دو رکعتیں پڑھیں۔ ایک شخص نے پوچھا تو ان کی اولاد
میں سے تھا۔ انس سے کہا۔ کیا نبی صلی اللہ علیہ وسلم دن چڑھے
چاشت کی نماز پڑھا کرتے تھے۔ انہوں نے کہا کہ میں نے تو
آج ہی آپ کو یہ نماز پڑھتے دیکھا ہے۔

اس حدیث کو اہم نے صلوٰۃ فعلیٰ اور ادب میں ابو داؤد نے صلوٰۃ میں ذکر کیا۔ مسائل حدیث یہ ہیں ۱۔ جس شخص
کو نماز پڑھنے کی وجہ سے جماعت میں شریک ہونا مشکل ہو وہ معذور ہے مگر پر نماز پڑھ سکتا ہے ۲۔ اولیٰ الفضل کی
دعوت کرنا، دعوت قبول کرنا مستحب ہے ۳۔ چٹان اور فرس جو گھاس پھوس سے بنایا جائے اس پر نماز بلا کراہت جائز ہے اور
ابن عبد البر زہد سے جو مروی ہے کہ وہ چٹانی پر نماز نہیں پڑھتے تھے۔ یہ ان کی تواضع و انکساری تھی۔

چاشت کی نماز مستحب ہے کم از کم دو اور زیادہ سے زیادہ چاشت کی بارہ رکعتیں ہیں اور افضل بارہ ہیں۔
اس نماز کے فضائل میں متعدد حدیثیں وارد ہوئیں۔ حضور علیہ السلام نے فرمایا۔ جس نے چاشت کی بارہ رکعتیں پڑھیں

اس کے لیے اللہ تعالیٰ جنت میں سونے کا محل بنائے گا۔ (ترمذی و ابن ماجہ) چاشت کی دو رکعتوں پر جو محافظت کر لے اس کے لئے بخش دینے جائیں گے اگر سمندر کے جہاز کے برابر ہوں (ترمذی) چاشت کا وقت آفتاب بلند ہونے سے زوال یعنی نصف النہار شروع ہوتا ہے اور بہتر یہ ہے کہ چوتھان دن چڑھے پڑھے (عالمگیری)۔

بَابُ إِذَا أَحْضَرَ الطَّعَامَ وَأَقِيَمَتِ الصَّلَاةُ

باب جب کھانا حاضر ہوا اور اچھی طرح پڑھا جائے تو کیا کرنا چاہیئے

عبداللہ بن عمرؓ تو ایسی حالت میں شام کا کھانا کھاتے تھے اور ابوہریرہؓ نے کہا کہ یہ آدمی کی عقلندہی ہے کہ پہلے چوتھی پوری کرے تاکہ نماز میں جب وہ کھڑا ہو تو اس کا دل خالی نہ رہے۔ کوئی خیال دل میں نہ ہو۔ شام سے مروی ہے کہ انھوں نے کہا کہ تم کھانا کھاؤ گے میرے مال باپ نے بیان کیا۔ انھوں نے کہا کہ میں نے حضرت عائشہؓ سے سنا۔ انھوں نے نبی علیہ السلام سے کہہ کر لے فرمایا۔ جب شام کا کھانا سامنے رکھ دیا جائے اور ادھر نہ کھانا ہو جائے تو پہلے شام کا کھانا کھا لو۔ انس بن مالک سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ جب شام کا کھانا رکھ دیا جائے تو مغرب کی نماز پڑھنے سے پہلے اسے کھا لو۔ کھانا چھوڑ کر نماز میں جلدی مت کرو۔ ابن عمرؓ سے مروی ہے انھوں نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے تم میں سے کسی ایک کے سامنے شام کا کھانا رکھ دیا جائے اور کسی کی تکبیر ہو جائے تو پہلے شام کا کھانا کھا لو اور نماز کے لیے جلدی کرو۔ یہاں تک کہ کھانے سے فارغ ہو جائے اور عبداللہؓ کے سامنے کھانا رکھا جاتا۔ اور ادھر نماز کھڑی ہو جاتی۔ وہ کھانے سے فارغ ہونے تک نماز کے لیے نہ آتے اور امام کی قرأت سننے رہتے اور زہیر اور وہب بن عثمان نے موسیٰ بن عمرؓ سے انہوں نے نافع سے انہوں نے ابن عمرؓ سے روایت کیا۔ نے کہا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تم میں سے کوئی نماز پڑھے تو وہ جلدی نہ کرے یہاں تک کہ اپنی کھانے کی حاجت کرے اگرچہ نماز کھڑی ہو جائے۔

وَكَانَ ابْنُ عُمَرَ يَبْدَأُ بِالْعِشَاءِ وَقَالَ أَبُو الدُّدَّةِ أَرَأَيْتُمْ فِيهِ الْمَرْءُ اقْبَلْهُ عَلَى حَاجَتِهِ حَتَّى يَقْبَلَ عَلَى صَلَاتِهِ وَقَلْبُهُ قَابِغٌ عَنْ هَشَامٍ قَالَ حَدَّثَنِي أَبِي سَمِعْتُ عَائِشَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ إِذَا رُضِعَ الْعِشَاءُ أَقِيَمَتِ الصَّلَاةُ فَبَدَأُوا بِالْعِشَاءِ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِذَا قُضِيَ الْعِشَاءُ فَبَدَأُوا بِهِ قَبْلَ أَنْ تَصَلُّوا صَلَاةَ الْمَغْرِبِ وَلَا تَعْجَلُوا عَنْ عِشَاءٍ بَكُفٍّ عَنْ ابْنِ عُمَرَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا رُضِعَ عِشَاءُ أَحَدِكُمْ وَأَقِيَمَتِ الصَّلَاةُ فَبَدَأُوا بِالْعِشَاءِ وَلَا يُعْجَلُ حَتَّى يَفْرَغَ مِنْهُ وَكَانَ ابْنُ عُمَرَ يُوضِعُ لَدَى الطَّعَامِ وَتَقَامُ الصَّلَاةُ فَلَا يَأْتِيهَا حَتَّى يَفْرَغَ وَإِنَّهُ لَيَسْمَعُ قِرَاءَةَ الْإِمَامِ وَقَالَ زُهَيْرٌ وَوَقَّعَ بَنُ عُمَرَ عَنْ مُوسَى بْنِ عَقْبَةَ عَنْ نَافِعٍ عَنْ ابْنِ عُمَرَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا كَانَ أَحَدُكُمْ غَائِبًا عَنْ الطَّعَامِ فَلَا يُعْجَلُ حَتَّى يَقْضِيَ حَاجَتَهُ مِنْهُ وَإِلَّا أَقِيَمَتِ الصَّلَاةُ.

(بخاری)

علامہ عینی علیہ الرحمۃ نے لکھا ہے کہ فائدہ اکا اگر چہ ہر ایک کے نزدیک مذہب کے لیے ہے۔ ان احادیث و روایات واضح ہونا ہے کہ اگر سخت جھوک لگی ہو اور وقت میں گنجائش بھی ہو تو پھر پہلے کھانا کھا لے اس کے بعد نماز پڑھے۔

فوائد و مسائل

کہ خصوصاً دشواری میں فرق نہ کرے اور دربار خداوندی میں بھگور قلب حاضر ہو۔
اور روایت البراد و ابن جابر کا مضمون یہ ہے کہ حضور علیہ السلام نے فرمایا کہ کھانے وغیرہ کے لیے نماز کو مؤخر نہ کرے۔ تو یہ حدیث
ضعیف ہے اور اگر اس کی صحت کو تسلیم کر لیا جائے تو مطلب حدیث یہ ہے کہ اگر نماز کا وقت تنگ ہو کہ کھانے میں مشغول ہونے کی صورت
میں وقت ختم ہو جائیگا تو پہلے نماز پڑھ لیا ضروری ہے۔ لہذا اٹکل وقت کی صورت میں نماز کو مؤخر کرنا جائز نہ ہوگا۔ عینی ج ۲ ص ۴۶۔

بَابُ إِذَا دُعِيَ الْإِمَامُ إِلَى الصَّلَاةِ وَبَيَّدَ مَا يَأْكُلُ

باب، جب امام کو نماز پڑھانے کے لیے بلا یا جائے اور وہ کھا رہا ہو۔

ابن شہاب سے مروی ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ جعفر بن عمر و ابن اُثریر
خبر دی۔ ان کے باب مرویہ کہا۔ میں نے حضور علیہ السلام کو
دیکھا کہ آپ (مکرمی کا) دست کاٹ کاٹ کر کھا رہے تھے کہ آتے
میں نماز کے لیے آپ کو بلا یا گیا آپ نے پٹھری پھینک دی اور
نماز پڑھائی اور (دوبارہ) وضو نہیں کیا۔

عَنْ ابْنِ شَهَابٍ قَالَ أَحْبَبْتُ فِي جَعْفَرِ بْنِ
عَفْرٍ وَابْنِ أُمِّيَّةَ أَنَّ أَبَاهُ قَالَ رَأَيْتُ رَسُولَ
لِلَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَأْكُلُ ذُرًّا غَائِقَةً تَرَى
سَهَابًا دُعِيَ إِلَى الصَّلَاةِ فَقَامَ فَطَرَحَ السِّبْكَ
فَصَلَّى وَلَمْ يَتَوَضَّأْ۔ (بخاری)

علامہ عینی علیہ الرحمۃ نے لکھا کہ اس عنوان سے مقصود یہ بتانا ہے کہ اگر شہد باب کی حدیثوں میں امر واجب کے لیے نہیں ہے۔
و واجب کے لیے ہوتا تو حضور علیہ السلام درمیان طعام نماز کے لیے تشریف نہ لے جاتے ۲۔ حدیث زیر بحث سے اس طرف اشارہ
ہوتا ہے کہ چند لمحے کھانے کے بعد بھوک کی شدت ٹوٹ جاتے۔ تو پھر نماز میں تاخیر نہ کرے۔ بلکہ جماعت میں شامل ہو جانا بہتر ہے۔
۳۔ اس حدیث سے ثابت ہوا کہ آگ کی پکی ہوئی چیز کے کھانے سے وضو نہیں توڑتا ۴۔ یہ بھی کہ گوشت کے پٹے ٹکڑے کو پٹھری
سے کاٹ کاٹ کر کھانا جائز ہے۔ جیسے امروہہ یا سیب اور دیگر اشیاء کو کاٹ کر کھاتے تھے۔

بَابُ مَنْ كَانَ فِي حَاجَةٍ أَهْلِهِ فَأَتَمَّتِ الصَّلَاةُ فَخَرَجَ

باب، جو شخص گھر کے کام کاج میں مشغول ہو اور نماز کی تکمیل ہو جائے تو نماز کے لیے جائے

اسود سے مروی ہے کہ میں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا۔
نبی علیہ السلام گھر میں کیا کرتے تھے تو انہوں نے جواب دیا۔
حضرت اپنے اہل کے امور سرانجام دیتے تھے۔ جب نماز کا وقت
ہو جاتا تو آپ نماز کے لیے تشریف لے جاتے۔

عَنِ الْأَسْوَدِ قَالَ سَأَلْتُ عَائِشَةَ مَا كَانَ النَّبِيُّ
صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَصْنَعُ فِي بَيْتِهِ فَتَلَّتْ
لَنَ يَكُونُ فِي مَهْنَةِ أَهْلِهِ تَعْنِي خِدْمَةَ أَهْلِهِ
مَاذَا حَضَرَتْ الصَّلَاةُ خَرَجَ إِلَى الصَّلَاةِ (بخاری)

اس حدیث سے واضح ہوا کہ گھر کے کام کاج اور امور خانہ داری میں مشغولیت ترک جماعت کیلئے عذر نہیں بن سکتی۔ اگر کوئی گھر
کے کام کاج میں مصروف ہو اور نماز کی تکمیل ہو جائے تو یہ کاموں کو چھوڑ کر نماز میں شامل ہونا ضروری ہے۔

بَابُ مَنْ صَلَّى بِالنَّاسِ وَهُوَ نَزِيدٌ أَنْ يَعْلَمَهُمْ صَلَاةَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَسَلَّمَ

باب، جو شخص مومن لوگوں کو تعلیم دینے اور بتانے کے لیے کہ نبی علیہ السلام کس طرح نماز پڑھتے تھے۔ نماز پڑھتے تو کیا سب سے
ابو قتادہ سے روایت ہے۔ انہوں نے کہا کہ مالک بن حویرث
(صحابی رسول) ہماری اس مسجد میں آئے اور کہنے لگے میں اس وقت
تمہارے لیے نماز پڑھتا ہوں اور میری نیت نماز پڑھنے کی نہیں ہے فقط
عَنْ أَبِي قِلَابَةَ قَالَ سَمِعْتُ مَالِيكَ بْنَ الْحَوَيْرِثِ
فِي مَسْجِدِنَا هَذَا فَقَالَ إِنِّي تَوَضَّعْتُ بِكُوفَةٍ مِمَّا
لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَصَلَّى كَيْفَ رَأَيْتُ النَّبِيَّ

صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّي فَقُلْتُ لِأَبِي صَلَّابَةً
كَيْفَ كَانَ يُصَلِّي قَالَ مِثْلَ شَيْخَانَا
هَذَا وَكَانَ الشَّيْخُ يَجْلِسُ
أَذْفَعَ رَأْسَهُ مِنَ الشَّجْوِ وَتَبْلُ
أَنْ يَنْهَضَ فِي الرَّكْعَةِ
الْأُولَى -

یہ چاہتا ہوں کہ اس طرح نماز پڑھوں (اور تم کو بتاؤں) جس طرح
نبی علیہ السلام نماز پڑھتے تھے۔ ارباب نے کہا میں نے ابوقتہ
پوچھا کہ مالک کس طرح نماز پڑھتے تھے۔ انہوں نے کہا کہ ہمارے
اس شیخ (عمر بن سلمہ) کی طرح اور عمر بن سلمہ جب دوسرے سے
نرا اٹھائے پہلی رکعت پڑھنے کے بعد تو کھڑے ہونے سے پہلے
تھوڑی دیر بیٹھ جاتے۔

اس حدیث سے واضح ہوا کہ لوگوں کو نماز کی ترکیب سکھانے کے لیے نماز پڑھ کر دکھانا جائز ہے اور یہ کہ قیصر
قائد و مسائل تسلیم بقول سے زیادہ واضح ہوتا ہے ۲۔ اس حدیث سے امام شافعی علیہ الرحمۃ نے یہ استدلال کیا کہ جب
تائی کر کے سر اٹھائے تو ذرا دیر بیٹھ جاتے۔ پھر کھڑا ہوا اس کو جملہ استراحت کہتے ہیں لیکن احناف کا موقف یہ ہے کہ حضور
نے مسجد ثانی کے بعد جملہ استراحت فرمایا تو وہ بوجہ صحت کے تھا۔ چنانچہ حضرت ابن مسعود و ابن عمر و ابن عباس و حضرت عمر و
ابن الزناد و غنی و امام مالک و ثوری و احمد و اسحق کا یہ ہی مسلک ہے۔ امام احمد نے فرمایا کہ اکثر احادیث سے ترک جلیوس ثابت ہوتا
اور امام ترمذی نے فرمایا کہ اہل علم ترک جلیوس ہی کے قائل ہیں۔

بَابُ أَهْلِ الْعِلْمِ وَالْفَضْلِ أَحَقُّ بِالْإِمَامَةِ

باب جو علم و فضل میں زیادہ ہو وہ امامت کا سب سے زیادہ حقدار ہے

اس عنوان کے تحت امام نے متعدد ایسی حدیثیں ذکر کر دی ہیں۔ جن میں حضرت صدیق اکبر کی امامت کا ذکر ہے۔ الفاظ میں اگرچہ
ہے مگر مضمون تقریباً سب کا ایک ہی ہے۔ یعنی یہ کہ حضور علیہ السلام نے اپنے مرض وفات میں حضرت صدیق اکبر کو نماز پڑھانے کے
لیے مقرر فرمایا اور جناب عائشہ صدیقہ کی معذرت کے باوجود حضور نے اپنے فیصلے میں تبدیلی نہ فرمائی اور حضرت صدیق اکبر نے حضرت
حیات اقدس میں امامت کے فرائض انجام دیئے۔ جس سے ثابت ہوا کہ حضرت صدیق اکبر تمام صحابہ کرام میں اعلم و افضل ہیں
کو یہ منظور ہی نہ تھا کہ صدیق اکبر کی سوجدگی میں کوئی اور امامت کرے اور یہ کہ امامت کا زیادہ حقدار وہی ہے جو سب سے زیادہ
افضل ہوا اور یہی ترجمہ الباب ہے۔ اسی عنوان کے ماتحت امام نے یہ دو حدیثیں بھی لکھی ہیں۔

۱۔ زہری نے فرمایا مجھے حضرت انس بن مالک نے خبر دی
وہ حضور کے تابعدار خادم اور صحابی تھے کہ حضرت ابوبکر
علیہ السلام کی اس علالت میں جس میں آپ نے وصال فرمایا
صحابہ کو نماز پڑھاتے تھے۔ جب پیر کا دن ہوا تو لوگ نماز کے
صفت باندھے کھڑے تھے۔ آپ نے اپنے حجر مبارک کا پردہ
اور ہمیں ملاحظہ فرماتے گئے۔ آپ کا چہرہ اقدس گویا مصحف
دور تھا۔ پھر آپ مکرانے حضور کے دیدار سے ہمیں اتنی خوش
ہوئی کہ ہم نماز چھوڑنے ہی کو تھے اور حضرت ابوبکرؓ نے دعا
پاؤں پیچھے ہٹے تاکہ صف میں نہ جائیں۔ وہ بھی کہ نبی علیہ السلام

عَنِ الزَّهْرِيِّ قَالَ أَخْبَرَنِي أَنَسُ بْنُ مَالِكٍ الْوَصَّارِيُّ
وَكَانَ تَبِعَ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَحَدَّثَهُ وَحَبَّيْهُ
أَنَّ أَبَاتِي كَانَ يُصَلِّي لَهْوَ فِي وَجْهِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ الَّذِي تَوَفِّي فِيهِ حَتَّى إِذَا كَانَ يَوْمَ الرَّاسَيْنِ
وَهُوَ صُفْرَتُ فِي الصَّلَاةِ فَكَشَفَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَشِيرَ الْخُفْرَةِ يَنْظُرُ إِلَيْنَا وَهُوَ قَائِمٌ
كَانَ وَجْهَهُ وَدَقَّةً مُصْضَعَةً ثُمَّ تَبَسَّمَ لِفَضْلِكَ
فَهَمَّ أَنْ يَفْتَنَ مِنْ التَّرَجُّجِ بِرُؤْيَا النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ
وَعَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَكَلَّمَ أَبُو بَكْرٍ عَلَى عَقْبِهِ لِيَصِلَ

کے لیے جلوہ فرما ہو رہے ہیں۔ لیکن حضورؐ نے ہم کو اشارہ سے بتایا کہ اپنی نماز پوری کر اور پردہ ڈال دیا۔ پھر اسی دن حضورؐ کا وصال ہوا۔

(۲) حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ نبی علیہ السلام تین دن تک تشریف نہ لائے۔ ایک دن نماز کی تکمیل ہوئی اور حضرت ابو بکرؓ نماز پڑھانے کے لیے آگے بڑھنے کو کہتے کہ حضورؐ علیہ السلام نے حجرہ مبارکہ کا پردہ اٹھایا۔ جب حضورؐ کا چہرہ اللہ کے مبارک سامنے ہوا تو آپؐ کے چہرہ مبارک سے زیادہ حسین اور کوئی چیز جم کو نظر نہ آئی۔ پھر حضورؐ نے اپنے دست مبارک کے اشارہ سے حضرت صدیق اکبرؓ کو امامت کے لیے حکم دیا اور پردہ لٹکا دیا۔ پھر وصال تک ہم حضورؐ کی زیارت نہ کر سکے۔

الصَّعْتِ وَظَنَّ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ إِلَى الصَّلَاةِ فَأَسَارَ الْيَتَا النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ أَيْتَمُوا صَلُّوا تَكْرُماً وَأَرْجَحُوا السُّبْحَ فَتَوَقَّي مِنْ يَوْمِهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ النَّسِ قَالَ لَوْ تَخْرُجُ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثَلَاثًا فَآخِذَتِ الصَّلَاةُ فَذَهَبَ النَّاسُ بِكَ يَتَقَدَّمُ فَقَالَ مَتَى اللَّهُ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالْحِجَابِ نَسِ فَعَلَهُ فَلَمَّا وَضَحَ وَجَّهَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا نَقَلَ مَا نَقَلَ كَانَ أَغْجَبَ الدِّينَا مِنْ وَجَّهِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حِينَ وَضَحَ تَأَخَّرَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِيَدِهِ إِلَى الْإِخَى بِكَ أَنْ يَتَقَدَّمُ وَأَرْجَحُوا النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْحِجَابَ فَلَوْ تَقَدَّرَ عَلَيْهِ حَقَّقَاتُ (بخاری)

زوائد و مسائل
 ۱۔ دونوں حدیثیں مسائل ذیل پر مشتمل ہیں۔ ۱۔ امامت کے زیادہ خدا روہ ہے جو سب سے زیادہ اعلم و افضل ہو۔
 ۲۔ سیدنا حضرت صدیق اکبرؓ رضی اللہ تعالیٰ عنہ تمام صحابہ کرامؓ میں افضل و اعلم تھے۔ اسی لیے حضورؐ نے امامت کا انتخاب کیا۔
 ۳۔ حضورؐ کے حجرہ انور کو دینی مصحف سے شبہہ و شبہہ میں آپؐ کے ظاہری و باطنی حسن و جمال کا اظہار مقصود ہے۔
 ۴۔ حضرت صدیق اکبرؓ کو امامت کراتے ہوئے حضورؐ کا ملاحظہ فرمایا اور پھر مسکرایا اس امر پر دل ہے کہ حضورؐ علیہ السلام امامت صدیقؓ پر جانی تھی اور آپؐ نے مسکرا کر تمام حاضرین پر اپنی رضا کا اظہار فرمایا تھا۔ اس حدیث سے یہ بھی ثابت ہوا کہ وصال تک تمام نمازیں حضرت صدیقؓ کی ہی پڑھاتے رہے اور حضرات کثیرہ کا یہ قول باطل ہوا کہ حضورؐ نے جلوہ فرمایا کہ حضرت صدیق اکبرؓ کو امامت سے معزول کر دیا تھا۔

بَابُ مَنْ قَامَ إِلَى جَنْبِ الْأَمَامِ لِعِلَّةٍ

باب کسی عذر کی وجہ سے مقتدی کا امام کے پہلو میں کھڑا ہونا

مشکوٰۃ ہے کہ امام مقتدیوں کے آگے کھڑا ہو۔ لیکن اگر عذر ہو تو مقتدی امام کے پہلو میں کھڑا ہو سکتا ہے۔ مثلاً اگر مقتدی ایک سے تراس کو امام کے باہر دایہنی طرف کھڑا ہونا چاہے یا اگر جگہ تنگ ہو یا تمام کے تمام شے ہیں تو بھی امام مقتدیوں کے ساتھ بیچ میں کھڑا ہوگا۔ اگر مقتدی دو ہیں یا زیادہ تو امام کے پیچھے کھڑے ہوں گے۔ ۲۔ اس عنوان کے تحت امامؐ نے حدیث امامت صدیق اکبرؓ لکھی ہے۔ حضورؐ نے مرض وفات میں حضرت ابو بکرؓ صدیقؓ کو امامت کرنے کا حکم دیا پھر حضورؐ خود جلوہ فرما ہوئے اور حضرت ابو بکرؓ سے برابر دایہنی بیٹھ گئے اور حضرت ابو بکرؓ حضورؐ کے پہلو میں کھڑے ہوئے جس سے واضح ہوا کہ کسی مقتدی کی وجہ سے مقتدی امام کے پیچھے کھڑا ہو سکتا ہے۔ چنانچہ حضرت صدیق اکبرؓ حضورؐ کے پہلو میں اس لیے کھڑے ہوئے کہ صحت اول میں مجتہد تھے۔

بَابُ مَنْ دَخَلَ يَوْمَ النَّاسِ فَجَاءَ الْأَوَّلَ الْأَوَّلَ فَأَخَذَ الْأَوَّلَ أَوَّلَ تَأْخِرَ حَاجَاتِ

باب جس شخص نے امامت شروع کر دی پھر مقدمہ امام آگیا۔ اب پہلا شخص پیچھے ہٹ گیا یا نہیں ہٹا بہر صورت نماز شروع کر دینا غایت ہے عن النبیؐ صلی اللہ علیہ وسلم | جائز ہو گئی اس کے متعلق حضرت دائرہ نے حضورؐ سے روایت کی ہے

عَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ السَّاعِدِيِّ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ذَهَبَ إِلَى عُمرِ بْنِ عَفْرٍاءَ لِيُصَلِّحَ بَيْتَهُمْ فَخَانَتْ الصَّلَاةُ فَجَاءَ الْمُؤَذِّنُ إِلَى أَبِي بَكْرٍ فَقَالَ ابْصُرِي بِلِسَانٍ فَأَتَيْتُمْ قَالَتْ لَعَنَ فَصَلَّى أَبُو بَكْرٍ فَجَاءَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَالنَّاسُ فِي الصَّلَاةِ فَتَخَلَّصَ حَتَّى وَقَفَ فِي الصَّعْبِ فَصَفَّقَ النَّاسُ وَكَانَ أَبُو بَكْرٍ لَا يَلْتَفِتُ فِي صَلَاتِهِمْ فَلَمَّا أَكْثَرَ النَّاسُ التَّصْفِيقَ التَفَتَ فَرَأَى رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَشَارَ إِلَيْهِ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ امْكُثْ مَكَانَكَ فَزَفَعَ أَبُو بَكْرٍ يَدَيْهِ فَحَمِدَ اللَّهَ عَلَى مَا أَمَرَهُ بِهِ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ ذَلِكَ شَرًّا تَأَخَّرَ أَبُو بَكْرٍ حَتَّى انْتَوَى فِي الصَّعْبِ وَتَقَدَّمَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَصَلَّى فَلَمَّا انْصَرَفَ قَالَ يَا أَبَا بَكْرٍ مَا مَنَعَكَ أَنْ تَتَّبِعَ إِذَا أَمَرْتُكَ فَقَالَ أَبُو بَكْرٍ مَا كَانَ لِإِبْنِ أَبِي قُحَافَةَ أَنْ يَصَلِّيَ بَيْنَ يَدَيِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا لِي دَأَيْتُمْ أَكْثَرَ تَعْرِيفِ التَّصْفِيقِ مِنْ نَابَةِ شَيْءٍ فِي صَلَاتِهِمْ فَلْيَسْتَبِحْ فَإِنَّهُ إِذَا سَبَّحَ التَّفَتَّ إِلَيْهِ وَاسْتَبَاحَ التَّصْفِيقُ لِلنَّسَاءِ - (بخاری)

قوائد و مسائل

اس حدیث کو اہم نے سات جگہ ذکر کیا ہے۔ صلوٰۃ، مسوا، صلیح، احکام وغیرہ میں اور مسلم و نسائی و ابوداؤد نے بھی بنی عمر بن حنظلہ بھی قبیلہ اوس کی ایک شاخ ہیں۔ یہ لوگ قبائیں رہتے تھے۔ آپس میں لڑ پڑتے تھے۔ اور حضور علیہ السلام ان کے درمیان صلح کرانے کے لیے تشریف لے گئے تھے۔ مسند احمد و ابوداؤد و نسائی کی حدیث میں یہ تصریح ہے کہ حضور علیہ السلام ان کے نماز کے بعد صلح کرانے کے لیے تشریف لے گئے تھے اور حضرت بلالؓ سے فرما گئے تھے کہ اگر عصر کا نماز تک میں نہ آؤں تو ابوبکرؓ نماز پڑھاویں۔ چنانچہ جب عصر کا وقت ہوا تو حضرت بلالؓ نے بخیر کسی اہل حضرت ابوبکرؓ سے

سہل بن سعد ساعدی سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی علیہ وسلم بنی عمرو بن لوط کے ہاں ان کے درمیان صلح کرانے کے لیے تشریف لے گئے۔ اتنے میں نماز کا وقت ہو گیا۔ حضور حضرت ابوبکرؓ کی خدمت میں آیا اور کہا کیا آپ نماز پڑھنا میں بھیج کرنا ہوں۔ آپ نے کہا۔ ہاں تو حضرت ابوبکرؓ نے پڑھانے کے کہ حضور علیہ السلام تشریف لے آئے اور لوگ میں تھے آپ صفوں کو چرتے ہوئے پہلے صف میں آکر کھڑے ہو گئے تو لوگوں نے دیکھ کر انہیں بائیں ہاتھ کی پشت حضرت ابوبکرؓ کی یہ عادت کہ یہ بھی کر دے نماز میں کسی اور عادت نہیں کرتے تھے۔ جب لوگوں نے تصفیق میں زیادتی کی تو ابوبکرؓ متوجہ ہوئے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اپنی ہی جگہ ٹھہرے رہو۔ پس ابوبکرؓ نے اپنے دواں اٹھائے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس حکم پر اللہ کی حمد و ثناء کی۔ پھر پیچھے بیٹھ کر صف میں مل گئے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ میرے اشارے پر تم اپنی جگہ بیٹھو ابوبکرؓ نے نہیں ٹھہرے رہے۔ حضرت ابوبکرؓ نے عرض کیا۔ اب تو وہ بیٹھے کو یہ لائق نہیں کہ وہ حضورؐ کے آگے ہو کر نماز پڑھاے حضورؐ نے صحابہؓ سے فرمایا کہ تم اتنی زیادہ تصفیق کیوں کرتے ہو۔ اگر نماز میں کسی کو کوئی عادت پریش آجائے تو سبحان اللہ کہنا چاہیے۔ جب وہ سبحان اللہ کہے گا۔ اس کی طرف متوجہ ہو جائے گا۔ اور تصفیق تو عورتوں کے لیے ہے۔

امامت کے لیے مقرر ہوئے۔ ابھی صرف تکبیر تحریر ہوئی تھی کہ حضور علیہ السلام تشریف لے آئے۔ حضرت ابو بکرؓ پیچھے بیٹھ گئے، اور حضورؐ کے نماز پڑھائی (ذیل الاوطار) حدیث ہذا اس کی ذیل پر مشتمل ہے۔ ۱۔ امام کا اپنی رعیت کے مصالح کے لیے خود جانا ۲۔ اگر متعین کا عدالت میں بلوانا قرآن مصلحت نہ ہو تو حکم خود جا کر فیصلہ کر سکتا ہے ۳۔ نماز کا دو اماموں کی امامت سے جائز ہونا جب کہ ایک کے بعد دوسرا امامت کرے۔ جیسے امام کو حدیث ہو جائے تو اسے اسے اپنے مقتدی کو خلیفہ بنا سکتا ہے ۴۔ امام معین ہی امامت کا حقدار ہے۔ لیکن اگر امام معین وقت پر حاضر نہ ہو تو حاضرین اپنے میں سے کسی جامع شرائط امامت کو امام بنالیں اور بہتر یہ ہے کہ امام معین اپنے کسی کام سے حاضر نہ ہو سکے تو کسی کو اپنی جگہ مقرر کر جائے تاکہ جھگڑا وغیرہ نہ ہو ۵۔ نماز کی تکبیر کہنا اور امام کو نماز کے لیے بلانا مؤذن کا حق ہے۔ سنت یہی ہے جو اذان دے دہی تکبیر کہے۔ ۶۔ بحالت نماز بصورت ادھر ادھر نظر کرنا جب گردن نہ پھرے جائز ہے اور حضورؐ ایسا کرنا ثابت ہے۔ لیکن بلا ضرورت ادھر ادھر دیکھنا مکروہ ہے۔ حضور علیہ السلام نے فرمایا۔ نماز میں اللہ عزوجل اس وقت تک اپنے بندے کی طرف متوجہ رہتا ہے۔ جب تک وہ کسی طرف التفات نہ کرے ۷۔ دوران نماز کوئی عاثر پیش آجائے تو مرد اشارہ یا تسبیح سے کام لے اور عورت تصفیق کرے یعنی داہنے ہاتھ کی انگلیاں بائیں کی پشت پر مارے اگر مرد نے تصفیق کی اور عورت نے تسبیح تو بھی نماز فاسد نہ ہوگی۔ مگر ایسا کرنا خلاف سنت ہے۔

عورت کے لیے تصفیق کا حکم اس لیے ہے کہ عورت کی آواز بھی عورت سے اور سبحان اللہ کہنے میں عورت کی آواز بلند ہوگی **فائدہ** اس لئے منع کیا گیا ۲۔ اس حدیث سے یہ استدلال کیا گیا کہ جب امام معین آجائے تو اختیار ہے کہ خود امام بن جائے یا اقتداء کرے اور دوسرا شخص جو امام بن چکا ہے مقتدی ہو جائے۔ اس طرح کرنے سے نماز فاسد نہ ہوگی لیکن یہ استدلال درست نہیں کیونکہ زیر بحث حدیث میں حضورؐ کا امام بن جانا حضورؐ کی خصوصیات سے ہے۔ اسی طرح حضورؐ کا نمازیوں کی صفوں کو چیرے ہوئے اگلی صف میں جا کر کھڑا ہونا اور حضرت صدیق اکبرؓ کا اپنے ہاتھوں کو اٹھا کر حمد و ثنا کرنا یہ سب امور مخصوص ہیں اور ان پر تواتر عمل مفقود ہے یہ اپنے مورد پر بند رہیں گے۔

بَابُ إِذَا اسْتَوَوْا فِي الْقِرَاءَةِ فَلْيَقُومَ مَعَهُمُ الْكُوفُ

اب جب سب قرائت میں برابر ہوں تو جو ان میں سب بڑا ہے وہ اٹھ کر

الکس بن حویرث سے مروی ہے انھوں نے کہا کہ ہم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور ہم اس وقت جہاں تھے اور ہم آپ کے پاس تقریباً بیس راتیں رہے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم بڑے ہی (حجیم) مہربان تھے۔ آپ نے فرمایا۔ تم اپنے ملک میں لوٹ جاؤ اور ان کے لوگوں کو دین کی باتیں سکھاؤ اور ان کو حکم دو کہ وہ فلاں وقت کی نماز فلاں وقت میں پڑھیں اور فلاں وقت کی نماز فلاں وقت میں پڑھیں اور جب نماز کا وقت ہو جائے تو تم میں سے ایک، اذان دے اور تو تم میں بڑا ہو وہ امامت کرے۔

عن مالك بن الحويرث قال قد منا على النبي صلى الله عليه وسلم ونحن شتبا فلما عندنا نخواست وسلم وعشرين ليلة وكان النبي صلى الله عليه وسلم رجينا فقال لؤي بن جهم ايايلاكم فعلمتموهم موههم فليصلوا صلوة كذا في حين كذا وصلوا في حين كذا فإذا حضرت الصلوة فليؤذن لكم أحدكم فليؤمكم الكوفكم

فائدہ مقصود انہوں نے بتانا ہے کہ اگر حاضرین میں سے سب قرائت میں برابر ہوں تو جو سب بڑا ہو وہ امامت کرے۔ زیر

عنوان حدیث میں اگرچہ مفہوم عنوان کی تصریح نہیں ہے لیکن ظاہر ہے کہ حضرت مالک بن حویرث اور ان کے ساتھی جب بیس دن بھٹورہ پہنچے تو سب حضورؐ کے فیوض و برکات سے مساوی طور پر فیض یاب ہوئے اور علم دین و قرأت سب نے برابر سیکھی لہذا اس صورت میں بڑی عمر والے کو ترجیح ہوگی۔

بَابُ إِذَا زَادَ الْإِمَامُ قَوْمًا فَأَقَامَهُمْ

باب، جب امام کسی قوم سے ملے جاتے تو ان کا امام ہو سکتا ہے

اس عنوان کے تحت، امام بخاری نے حدیث عقبان بن مالک درج کی ہے جس کا مضمون یہ ہے کہ حضور علیہ السلام ان سے ملے ان کے گھر پر تشریف لے گئے اور آپؐ نے ان سے فرمایا کہ تم اپنے گھر کی کوئی جگہ میں یہ پسند کرتے ہو کہ میں وہاں نماز پڑھوں انہوں نے ایک جگہ کی طرف اشارہ کیا۔ حضورؐ کھڑے ہوئے اور حاضرین نے حضورؐ کی اقتداء میں نماز ادا کی۔ اس حدیث سے مقصود یہ بتانا ہے جو مسلمانوں کا امام وظیفہ ہو وہ اپنے مامورین میں امامت کر سکتا ہے اور قوم کی اجازت سے امامت کرنا بہتر ہے حدیث زیر بحث میں ضمنی طور پر اجازت لینا بھی ثابت ہے۔

بَابُ إِذَا جُعِلَ الْإِمَامُ لِيُؤْتِيَهُمْ وَصَلَّى النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي مَرَضِهِ الَّذِي

باب، امام اس لئے ہوتا ہے کہ اس کی اقتداء کی جائے اور حضور علیہ السلام نے اپنی اس بیماری میں، جس میں وصال فرمایا تو اس نے تو فی فیہ بالناس وهو جالس۔ | بیٹھ کر نماز پڑھائی۔

عنوان دراصل ایک حدیث کا کٹا ہے جس کا اقتضاء عام ہے یعنی یہ کہ مقتدی مطلقاً امام کی امامت کرے اور حدیث عائشہؓ ہے کہ حضورؐ نے بیٹھ کر نماز پڑھائی اور لوگ کھڑے ہو کر نماز ادا کر رہے تھے اور حضورؐ نے ان کو بیٹھنے کا حکم نہیں دیا۔ لہذا حدیث کے قائلین کا یہ کہ امام کے لئے بیٹھ کر نماز پڑھنا واجب ہے اور اس معاملہ میں امام کی متابعت ضرور کے آخری عمل سے یہی ثابت ہوتا ہے۔

وَقَالَ ابْنُ مَعْبُودٍ إِذَا رَفَعَ قَبْلَ الْإِمَامِ

يَعْبُودُ فَيَسْجُدُ بِقَدْرِ مَا رَفَعَ شَعْرًا

يُسَبِّحُ الْإِمَامَ۔ (بخاری)

اس تعلق کو ابن ابی شیبہؒ نے وصل کیا۔ یعنی ج ۲ ص ۲۲، اس سے واضح ہوا کہ اگر امام سے پہلے مقتدی نے سر اٹھالیا تو

پرسجدہ میں لوٹ جانا واجب ہے۔ نہ لوٹے گا تو کراہت تحریم کا ترکب ہوگا، گنہگار ہوگا۔

قَالَ الْحَسَنُ فَيَمْنُ يَرْكَعُ مَعَ الْإِمَامِ وَكَفَتَيْنِ

وَلَا يَفْقِدُ عَلَى السُّجُودِ لَيْسَ جَدُّ لِلْوُكُوعَةِ

الْأُخْرَى سَجْدَتَيْنِ شَقَرُ لِقَضَى التَّكْبَةِ الْأُولَى

لِسَجْدَتَيْنِ فَيَمْنُ نَسِي سَجْدَةٍ حَتَّى قَامَ لِسَجْدَةٍ۔ (بخاری)

یعنی اگر کوئی شخص لوگوں کے اڑھام و ہجوم کی وجہ سے سجدہ نہ کر سکے۔ تو سلام پھیرنے کے بعد وہ سجدہ کرے اور پہلی رکعت

سجدہ دل سمیت قضا کرے۔ احادیث کے ان بھی یہی سنا ہے جس کو مسائل سجدات سے مراد کیا جاتا ہے۔ حضرت ابن المہزمیؒ نے فتح القدیر میں اور حضرت قاضی ثناء اللہ علیہ الرحمۃ نے مالا جوہر میں ان مسائل کا ذکر کیا ہے اور اسی طرح جو شخص سجدہ پھیر کر

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نے کہا کہ جب کوئی شخص امام سے ملے

سر اٹھالے تو وہ پھر رکوع یا سجدہ میں چلا جائے اور آئنی و پرشہ

جلین دیر سر اٹھائے رہتا پھر امام کی متابعت کرے۔

اور امام حسن بصریؒ نے کہا کہ اگر کوئی شخص امام کے ساتھ

پڑھے لیکن سجدہ نہ کر سکے تو وہ اخیر رکعت کے لیے دو سجدہ

پھر پہلی رکعت سجدہ سمیت دہرائے۔ ۲۔ اور جو شخص سجدہ

کر کر رہا ہو گیا تو وہ سجدہ میں چلا جائے۔

یعنی اگر کوئی شخص لوگوں کے اڑھام و ہجوم کی وجہ سے سجدہ نہ کر سکے۔ تو سلام پھیرنے کے بعد وہ سجدہ کرے اور پہلی رکعت

سجدہ دل سمیت قضا کرے۔ احادیث کے ان بھی یہی سنا ہے جس کو مسائل سجدات سے مراد کیا جاتا ہے۔ حضرت ابن المہزمیؒ نے فتح القدیر میں اور حضرت قاضی ثناء اللہ علیہ الرحمۃ نے مالا جوہر میں ان مسائل کا ذکر کیا ہے اور اسی طرح جو شخص سجدہ پھیر کر

کر کر رہا ہو گیا تو وہ سجدہ میں چلا جائے۔

یعنی اگر کوئی شخص لوگوں کے اڑھام و ہجوم کی وجہ سے سجدہ نہ کر سکے۔ تو سلام پھیرنے کے بعد وہ سجدہ کرے اور پہلی رکعت

سجدہ دل سمیت قضا کرے۔ احادیث کے ان بھی یہی سنا ہے جس کو مسائل سجدات سے مراد کیا جاتا ہے۔ حضرت ابن المہزمیؒ نے فتح القدیر میں اور حضرت قاضی ثناء اللہ علیہ الرحمۃ نے مالا جوہر میں ان مسائل کا ذکر کیا ہے اور اسی طرح جو شخص سجدہ پھیر کر

ہو گیا تو اس کو چاہیے کہ سجدہ میں چلا جائے۔

اس کے بعد امام نے وہی حدیث ذکر کی ہے جس میں حضور نے اپنے مرض وفات میں جناب صدیق اکبرؓ کو امامت کرنے کا حکم دیا تھا۔ پھر خود حضور بھی تشریف لے آئے تھے اور حضرت ابوبکرؓ کے پہلو میں بیٹھ گئے تھے۔

تو ابوبکرؓ تو نماز میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی کرتے تھے اور لوگ حضرت ابوبکرؓ کی اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم بیٹھے بیٹھے نماز ادا فرما رہے تھے۔

۲۔ اُم المؤمنین حضرت عائشہؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بیماری کی وجہ سے گھر میں نماز بیٹھے بیٹھے پڑھی اور آپ کے پیچھے چند لوگوں نے کھڑے کھڑے نماز پڑھی آپ نے ان کو اشارہ کیا کہ بیٹھ جاؤ۔ جب آپ نے سلام پھیرا تو فرمایا امام اس لیے بیٹھا جاتا ہے کہ اس کی اقتدا کی جائے جب وہ رکوع کرتے تم بھی رکوع کرو اور جب وہ سر اٹھائے تو تم بھی اٹھاؤ۔ اور جب سمیع اللہ من حمد کے تو تم رتبت الگ الگ الحمد کہو اور جب بیٹھ کر نماز پڑھو تو تم بھی سب کے سب بیٹھ کر پڑھو۔

حَلَّ أَبُو بَكْرٍ يُصَلِّي وَهُوَ يَأْتِي بِصَلَاةِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَالنَّاسُ بِصَلَاةِ أَبِي بَكْرٍ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَتَّى (بخاری)
عَنْ عَائِشَةَ أُمِّ الْمُؤْمِنِينَ أَنَّهَا قَالَتْ
لَمَّا رَأَى رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي
بَيْتِهِ مَنْ شَاكَ فَصَلَّى جَالِسًا وَصَلَّى وَرَأَى
بِهِ قِيَامًا فَأَشَارَ إِلَيْهِمْ أَنْ جَلِسُوا فَلَمَّا انْقَضَتْ
الْإِمَامَةُ جُعِلَ الْإِمَامُ يُؤْتِي بِهَا فَإِذَا
بَعْدَ فَارْكَعُوا وَإِذَا رَفَعَ فَارْكَعُوا وَإِذَا قَالَ
سَمِعَ اللَّهُ لِمَنْ حَمِدَهُ فَكَبَّرُوا وَرَأَى بَيْنَهُمْ وَلَكِ
حَمْدٌ وَإِذَا صَلَّى جَالِسًا فَصَلُّوا جُلُوسًا
حَتَّى يُقْبَلَ (بخاری)

اس حدیث سے واضح ہوا کہ اگر امام کسی عذر کی وجہ سے بیٹھ کر نماز پڑھائے اور مقتدی کھڑے ہو کر پڑھیں تو جائز ہے ۲۔ امام نہایت ضروری ہے ۳۔ سیدنا امام عظیم ابوحنیفہ علیہ الرحمۃ نے اس حدیث سے یہ استدلال فرمایا کہ امام صرف سمیع اللہ من حمد کہے۔ تو مقتدی صرف رَبَّنَا وَلَكَ الْحَمْد کہیں۔ یعنی وظیفہ امام تسبیح ہے اور مقتدی کا وظیفہ تحمید ہے کیونکہ سب کے دونوں کے وظیفہ تقسیم کر دیئے اور قسمت شرکت کے منافی ہے۔ امام مالک و احمد انی روایت آکا بھی یہ مذہب ہے اور امام ابو حامد محمد ابو یوسف کا مسلک یہ ہے کہ امام و مقتدی تسبیح و تحمید دونوں کے لیکن حدیث ہذا ان پر ثابت ہے۔

ج۔ ربنا لك الحمد اکثر روایات میں واؤ کے ساتھ منقول ہے۔ حدیث عائشہؓ و حضرت ابو ہریرہؓ و حدیث انسؓ میں بھی ہے۔ البتہ لیث عن زہری الحدیث میں واؤ نہیں ہے۔ امام نووی نے فرمایا۔ بحذف واؤ و اثبات واؤ دونوں طرح صحیح ہے۔ اور ایک روایت میں اللهم ربنا ولك الحمد۔ اللهم کے لفظ کی زیادتی کے ساتھ بھی آیا ہے۔ بعض علماء نے اثبات ترجیح دی ہے۔ وہ کہتے ہیں اس طرح ایک طرح ایک لفظ معنی پیدا ہوتے ہیں۔ یعنی واؤ عاطفہ علی المندوف ہے۔ تقدیر عبادت یا ربنا مستحب و لك الحمد اس صورت میں یہ کلام دہرا اور حمد و ثناء کو شامل ہو گا۔ بہر حال واؤ کے ساتھ اور بغیر کے دونوں طرح پڑھا جائز ہے۔

انس بن مالک سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک مرتبہ گھوڑے پر سوار ہوئے تو آپ اس پر سے نیچے آ رہے تھے تو آپ کی داہنی گردش چل گئی تو آپ نے کوئی نماز ان نمازوں میں

لَا اَنْتَ بَيْنَ قَمَالِكَ اَنْتَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَكَتَبَ حَتَّى سَأَلَ فَصَرَّحَ بِعَنْتِهِ
بِحُجْشٍ بِشَقَّةٍ الْاَيْمَنِ فَصَلَّى صَلَاةً مِّنَ الصَّلَاةِ

مسائل

واضح ہو کہ مقتدی کے لیے امام کی متابعت واجب ہے اور متابعت کا مطلب یہ ہی ہے کہ امام جب کسی رکعت کو شروع کرے تو مقتدی کا شروع امام کے شروع سے بعد ہو۔ مثلاً امام سجدہ میں جھکا تو اس کے جھکنے کے بعد مقتدی بھی سجدہ کے لئے جھکا۔ چنانچہ فاجہ اور اس بات تعجب کے لیے ہے کہ اس کا مفاد بھی صرف اس قدر ہے کہ مقتدی کا شروع امام کے شروع کے بعد ہو اور اس قدر سب ف کے لئے کافی ہے۔ اسی کو امام اعظم علیہ الرحمہ نے مقارنت سے تعبیر کیا ہے۔ یعنی ق تعجب مع الوصول کے لیے ہے۔

اور حدیث دوم کے لفظ لعلین سے امام شافعی علیہ الرحمہ نے مسابقت و مقارنت کی نفی اور طول طائیت کا سنت ہونا ثابت کیا ہے۔ یہ ہے کہ اس سے طول طائیت کا سنت ہونا ثابت نہیں ہوتا۔ چنانچہ مسلم کی حدیث میں یہ تصریح ہے اِنَّهُ اَمْرٌ لِّكَ حَتَّى يَبْدُنَ سَاقِي۔ ان یبقدھو علیہ کہ حضور علیہ السلام کا بدن مبارک جاری ہو گیا تھا۔ اس وجہ سے آپ سجدہ میں جڑی نہیں جاسکتے تھے۔ اسلئے آپ کے وجہ تک میں سجدہ میں پہلا جانوں اس وقت تک تم نہ جھکو کہ تقدیم کا خطر نہ رہے۔ فائزہم واضح ہو کہ مبادیہ من اللام یعنی امام کے سجدہ یا اس میں شروع ہونے سے پہلے مقتدی کا سجدہ یا رکوع میں پہلے جانے سے اگرچہ نماز فاسد نہیں ہوتی۔ مگر فعل مکروہ تحرشی ہے۔

بَابُ اشْرَافِ مَنْ رَفَعَ رَأْسَهُ قَبْلَ الْاِمَامِ

باب جو شخص امام سے پہلے ارکوع یا سجدہ سے اُسر اٹھائے اس کا جہاد

محمد بن زیاد سے مروی ہے۔ انھوں نے کہا۔ میں نے ابو ہریرہ سے سنا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم میں کوئی جو امام سے پہلے اُسر اٹھائے اس بات سے نہیں ڈرتا کہ کہیں اللہ اس کا سر گدھے کا سر کر دے یا اس کی صورت گدھے کی صورت کر دے۔

عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ زَيْدٍ قَالَ سَمِعْتُ أَبَا هُرَيْرَةَ يَقُولُ سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ أَمَّا يَخْشَى أَخَذَ لَوْ لَا يَخْشَى أَخَذَ لَوْ لَا رَفَعَ رَأْسَهُ قَبْلَ الْاِمَامِ يَحْضِلُ اللَّهُ رَأْسَهُ نَاسٍ يَجَانُ أَوْ يَحْضِلُ اللَّهُ رَأْسَهُ مَنُورَةً حَسَابٍ

اس حدیث کو ائمہ نے روایت کیا ہے۔ اس سے واضح ہوا کہ امام کی متابعت واجب ہے اور اس شخص کے لئے وعید شدید ہے جو رکوع یا سجدہ میں امام سے پہلے اُسر اٹھ جائے اور جس فعل پر وعید آجائے اس کا گناہ ہونا متفقہ بات

مسائل

۱۔ اس حدیث میں حضور علیہ السلام نے اس امر کا خوف ظاہر کیا ہے جو شخص ایسا کرتا ہے تو اس کی صورت مسخ ہو جائے۔ وقوع پر کوئی بات نہیں ہے کہ جو ایسا کرے گا اس کا چہرہ مسخ ہوگا۔ یا اس پر اس کو معمولی جھٹکا سخت نالہانی ہے۔ چنانچہ حضرت علی قاری علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ ایک واقعہ بھی لکھا ہے کہ دشمن کے ایک مشرک عالم کے پاس ایک شخص پڑھنے گیا۔ وہ اسے پرودہ میں بیٹھ کر پڑھاتے۔ جب ایک سرزد کیا تو ایک دن انھوں نے پرودہ اٹھا کر اپنا چہرہ دکھایا اور کہا۔ اسے میرے بیٹے! امام پر بیعت کرنے سے بچنا۔ امام سے پہلے کبھی سجدہ میں نہ جانا۔ میں نے اس حدیث کو جس میں مسخ کی وعید ہے مستبعد جانا اور قصداً امام پر بیعت کی قصداً اچھی کھائی ترمیم پر ایسا ہو گیا بیباک تو دیکھو رہا ہے۔ (یعنی گدھے کا) العیاذ باللہ العظیم۔ ابن بزیڑ نے کہا کہ اس سے مراد مسخ ہے یعنی ظاہری دماغی مسخ و معنوی بیعت کا بدل جانا۔

علامہ قسطلانی نے لکھا ہے۔ اس آیت میں مسخ ممکن ہے اور جن احادیث میں اُمت مرعوبہ کے لئے ضعف و مسخ کے اقتضا بیان ہے۔ اس سے مراد مسخ عام ہے اور یہ خاص ہے۔

بَابُ اِمَامَةِ الْعَبْدِ وَالْمَوْلَى

باب غلام اور آزاد اگر وہ غلام کی امامت کا بیان

وَكُنَّا نَعْلَمُ أَنَّ يَوْمَئِذٍ عَمَلُهُمْ كَالْفُحْشِ
الْمُصْحَفِ -

اور حضرت عائشہؓ کا غلام مصحف سے دیکھ کر قرآن پڑھتے
امامت کرتے تھے۔

اس صلیق کو ابن ابی سبیر نے وصل کیا کہ حضرت عائشہؓ حدیث نے ایک غلام کو آرا کیا تو وہ رمضان میں مصحف سے دیکھ کر پڑھنا اور امامت کرتا تھا۔ پہلی کی حدیث میں یہ ہے کہ اباعمرہؓ و ذکوانؓ دونوں حضرت عائشہؓ کے آن و کو وہ غلام تھے اور رمضان کے فراموش انجام دیتے تھے۔

نماز میں مصحف سے دیکھ کر قرآن پڑھنے کے متعلق بحث

نماز میں مصحف سے دیکھ کر قرآن پڑھنا مفید نہایت نہیں۔ اس میں اختلاف ہے۔ حضرت ابن سیرینؒ

حکم جملہ جواز کے قائل ہیں۔ امام ابو یوسفؒ و محمدؒ فرماتے ہیں کہ مصحف کی حرمت دیکھنا بھی عبادت ہے۔ لہذا نماز میں مصحف سے دیکھ کر پڑھنا جائز ہے البتہ مشابہت اہل کتاب کی وجہ سے مکروہ ہے۔ حضرت انسؓ کے متعلق روایت ہے کہ وہ نماز پڑھتے اور ان کا غلام قرآن مجید پڑھتا جب وہ کہیں اٹکتے تو قدام قرآن مجید ان کے سامنے کھول دیتا۔ حضرت ام مکتومؓ ترائیح اور نوافل میں جواز کے قائل ہیں۔ نخعی و مسید بن السیبؒ شعیب بن ارمیہؒ روایت کرتے ہیں کہ امام جعفرؒ نے فرمایا کہ امام ابوہریرہؓ نے کسی کو نماز میں مصحف سے دیکھ کر قرآن پڑھنا جائز نہیں۔ اگر پڑھے گا تو نماز فاسد ہو جائے گی۔ اسلاف کا یہی مسلک ہے اور بعض علماء نے ائمہ کبار کی یہ تاویل کی ہے کہ حضرت ذکوانؓ صحیح کو مصحف سے یاد کرتے تھے اور رات کو ترائیح میں بغیر دیکھے پڑھتے تھے لیکن یہ تاویل محض ایک تاویل ہی ہے۔ اس کے برخلاف نماز میں مصحف سے دیکھ کر قرآن پڑھنا حرام ہے لہذا اس کا نہ صرف نماز ہونا چاہیے۔

وَوَلَدَ الْبَنِي وَالْأَنْثَى وَالْغُلَامَ الَّذِي لَمْ يَخْتَلِفْ - بخاری | اور ولد الزنا اور گنہگار اور نابالغ لڑکے کی امامت کا بیان۔

واضح ہو کہ مرد و غیر مصدور کے امام کے لیے چھ شرطوں کا ہونا ضروری ہے۔ اسلام۔ بلوغ۔ عاقل۔ ہونا۔ مرد و ہونا۔ قرات۔ مضبوط۔ غلام۔ و ہجانی۔ ائمہ اور علماء ان کی امامت مکروہ تشریفی ہے اور ائمہ کی امامت میں تربیت خفیف کراہت ہے اور کراہت میں وقت ہے جب کہ اس جماعت میں مذکورہ بالا افراد سے کوئی اور بہتر ہو۔ ورنہ مکروہ تشریفی بھی نہیں اور بالغوں کے لیے بالغ امام کا ہونا۔ نابالغوں کے پیچھے بالغوں کی کوئی نماز درست نہیں۔

الْقَوْلُ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَئِذٍ أَهْوَى
مُسَوِّدَ كِتَابِ اللَّهِ - زبخاری | کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ جو ان میں اللہ کی کتاب زیادہ قاری ہو وہ ان کی امامت کرے۔

اس حدیث کو امام نے مذکورہ بالا افراد کی امامت کے جواز ثبوت میں پیش کیا ہے۔ وجہ استدلال یہ ہے کہ مذکورہ بالا افراد و بالا افراد کو بھی شامل ہے اور ان میں فرق نہیں کیا گیا۔ صرف یہ قید ہے کہ جو زیادہ اقر۔ ہو وہ امامت کرے۔ خواہ غلام ہو یا آزاد و ولد الزنا۔

وَلَا يَجْمَعُ الْعَبْدُ مِنَ الْجَمَاعَةِ بَعِيرٌ عِلَّةٌ - | اور غلام کو بغیر کسی وجہ کے جماعت سے نہ روکا جائے۔

یہ جملہ مصطلح ہے ترجمہ پر اور امام بخاریؒ کے اپنے الفاظ میں۔ مطلب یہ ہے کہ غلام کو جماعت میں عارضی سے نہ روکا جائے کیونکہ باب عبادت میں اللہ کا حق بندوں کے حق پر مقدم ہے کیونکہ ترک جماعت جہاد پر وحید شہید کافی ہے۔ لہذا مالک کو چاہیے غلام و مذکورہ جاکر و غیرہ کو جمود جماعت سے بلا وجہ شرعی نہ روکے۔

عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَمْرٍو قَالَ لَمَّا قَدَّرَ اللَّهُ هَاجِرُونَ - | حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے مروی ہے کہ جب ہاجرین اولین ائمہ

قَالَ الْعَصِيَّةُ مَوْضِعًا بَيْنًا وَقِيلَ مَقْدِمٌ رَسُولٌ
عَلَى اللَّهِ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يُؤْمِلُهُمْ سَائِلُهُمْ
حَذَقَهُ وَكَانَ أَحْسَنَ مُسَمِّرَاتِنَا -
عَنْ أَبِي بَنْ مَالِكٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
سَمِعُوا وَأَجِيعُوا وَإِنْ اسْتَعِيلَ حَبَشِيٌّ
سُةً تَرْبِيَةً -

حجرت کر کے، مقام عصبہ میں پہنچے جو قبائلی ایک مقام ہے۔ حضور
علیہ السلام کے تشریف لانے سے پہلے تو سالم بن ابی مرثدہ کے خدام تھے۔
ان کی امامت کیا کرتے تھے۔ ان کو سب سے زیادہ قرآن یاد تھا۔
۴۔ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کو سلم سے روایت کرتے
ہیں۔ آپ نے فرمایا اہم کی بات سنو اور اطاعت کرو اگرچہ حبشی غلام
جس کا سر ٹوٹ گئے ہوئے انھوں نے برابر جو حکم پر آم بنا دیا جانتے۔

مزمومات

دوسرا مسئلہ

حدیث اول کو ابو داؤد نے صلوٰۃ میں ذکر کیا اور یہ بھی ہے کہ ابی داؤد نے حدیث دوم کو امام نے صلوٰۃ میں اور ابن ماجہ نے جماعہ میں ذکر کیا۔ ان دونوں حدیثوں سے غلام کی امامت کا درست ہونا ثابت ہوا۔ جب کہ وہ قرآن ہی پر حضرت سالم بن محصل ابو حذیفہ کی زوجہ کے غلام تھے۔ آزاد ہوئے سے پہلے مقام عصہ میں امامت کیا کرتے تھے۔ کبار صحابہ عمر زید بن حارثہ اور عامر بن سعید وغیرہ نے ان کی اقتداء میں نماز پڑھی ہے۔ حضرت سالم کو ابو حذیفہ کا ٹوٹے اس بیٹے کہا گیا ہے۔ اس لئے آزاد ہونے کے بعد بھی ابو حذیفہ کا ساتھ نہیں چھوڑا۔ آخر ابو حذیفہ نے ان کو اپنا بیٹا بنایا۔ کہا گیا ہے سالم ابی نارس سے تھے۔ سوالی و خیبر صحابہ مجاہدین میں ان کا شمار ہوتا ہے۔ نبی علیہ السلام نے فرمایا۔ چار آدمیوں سے قرآن سیکھو۔ ابن اُمّ عبدیعنی ابن مسعودؓ، عتبہ بن جیل۔ سالم بن محصل۔ حضرت ابن عمر وغیرہ انہیں کے شاگرد ہیں۔ حدیث زیر بحث میں حضرت ابن عمرؓ نے کان کن کعبہ، معاویہ بن جبل۔ سالم بن محصل۔ حضرت ابن عمر وغیرہ انہیں کے شاگرد ہیں۔ حدیث زیر بحث میں حضرت ابن عمرؓ نے کان کن کعبہ قرار دیا کہ کہ ان کے استحقاق امامت کا اظہار فرمادیا ہے۔ حضرت سالم خلافت صدیقی بدین جنگ یامر میں شہید ہوئے۔ تاریخ ۱۰ سنہ ۱۰۷ قسط طائی وفتح الباری ص ۳۰۔ اور حدیث دوم کی باب سے مناسبت یہ ہے کہ جب حبشی غلام کو برمسلمانوں کا حکم امت کا مکمل ہے تو اس کی امامت تو بطریق اولیٰ درست ہوگی۔ کیونکہ حضورؐ نے فرمایا۔ صلی اللہ علیہ وسلم اہل بیت کو درود رکھو۔ قرآن عمل حبشی کے معنی یہ ہیں کہ اگر امام اگر کسی حبشی غلام کو بھی قائم بنا دے تو اس کی اطاعت کرو۔ کیونکہ امامت اکبری کے ختم ہونا ضروری ہے اور غیر قریشی امام اکبر نہیں بن سکتا۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذَا تَوَلَّيْتُمْ إِلَى الْقُلُوبِ فَاتَّقُوا اللَّهَ إِنَّهُ خَلَقَ أَنْفُسَكُمْ فَهُمْ رَوَافِدُ ۖ

باب۔ اگر امام اپنی ملک کو چھوڑ کرے اور مقتدیہ پورا کرے

ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ امام نوک کو تیار پڑھاتے ہیں۔ اگر صحیح طریقہ پر پڑھا لیں گے تو تم کو ثواب ملے گا اگر غلطی کریں گے تو تم کو ثواب مل جائے گا اور غلطی کا وبال ان پر رہے گا۔

يَا هَرِيرَةُ إِنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ
وَسَلَّمَ قَالَ يُصَلُّونَ لَكُمْ
صَابُوا فَلَكُمْ وَإِنْ أَحْضَلُوا فَلَكُمْ
شَهْرٌ (بخاری)

یہ ہے۔ (بخاری)

ہم کی نماز میں نقص رہ جاتے تو مقتدیین کی نماز میں فساد نہیں آئیگا؟

اس حدیث سے اہم شافعی لوگ
 و احمد علیہم الرحمۃ نے یہ استلال

امام کی نماز میں اگر نقص رہ جائے تو مقتدیوں کی نمازیں فساد نہیں آئیں گے۔ جب کہ مقتدیوں نے مجدد شرائط والکائنات پر اسے ادا کیے ہوں
م نے یے وغیرہ بحالت جنابت نماز پڑھا دی جس کی مقتدیوں کو خبر نہ تھی۔ نماز کے بعد امام کا بے وضو ہونا ثابت ہوا تو اس صورت
مقتدیوں کی نماز درست ہو گئی اور امام پر اعادة لازم ہو گئی۔ یعنی امام کی نماز درست نہ ہوگی (و کذا فی الشرح السنہ) حضرت امام

اور دوسری حدیث میں جس کو امام حاکم نے سہل بن سعد سے علی شرط مسلم روایت کیا۔ اس میں ہے۔ **الزمنا من خاض منہ** امام معتدلوں کی ضمان ہے۔ یعنی معتدلوں کی نماز صحت و فساد انھیں نماز امام میں ہے۔ یہی وجہ ہے کہ سب امام سے معتدلوں پر بھی سجدہ لازم آتا ہے۔ سترہ معتدلوں کے حق میں کافی ہوتا ہے اور امام سے کبھی و کبھی میں تقدیم و تاخیر ممنوع ہے اس لیے اگر امام کی نماز میں فساد ہو گا تو معتدلوں کی نماز میں فساد کا آثار لازمی ہے۔

بَابُ إِمَامَةِ الْمُفْتُونِ وَالْمُبْتَدِعِ

باطنی اور بدعتی کی امامت کے متعلق

مفتون بعضی فاضل بھی آتا ہے اور فاضل وہ ہے جو اپنے دین میں احتیاط نہ کرتے۔ اس سے دوسرا نہیں کہ نماز صحیح ہو

نہ پڑھے یا نماز کے ارکان و شرائط میں کمی کرے۔

وَقَالَ الْحَسَنُ مَعْلٌ وَعَيْنِي بِذَعْتِهِ وَ قَالَ لَنَا
مُحَمَّدُ بْنُ يُونُسَ حَدَّثَنَا الْأَوْثَمِيُّ قَالَ
حَدَّثَنَا الزُّهْرِيُّ عَنْ حَبِيبِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ
عَنْ عُبَيْدِ اللَّهِ بْنِ عَبْدِ دِي بْنِ الْحَيَّامِ أَنَّهُ دَخَلَ
عَلَى عُثْمَانَ بْنِ عَفَّانَ وَهُوَ مَخْضُورٌ فَقَالَ
إِنَّكَ إِمَامٌ نَفَاسَةٌ وَتَزَالُ بِكَ مَا تَرَى وَتُصَلِّي
لَنَا إِمَامٌ فَيُثَنِّةٌ وَتُحَرِّجُ فَقَالَ الصَّلَاةُ أَحْسَنُ
مِمَّا يَعْمَلُ النَّاسُ فَإِذَا أَحْسَنَ النَّاسُ
فَأَحْسَنَ مَعَهُمْ وَإِذَا أَسَاءُوا فَاجْتَنِبْ
إِسَاءَتَهُمْ

امام حسن بصری نے فرمایا تو نماز پڑھ لے۔ اس کی بدعت اس
سرب ہے۔ امام بخاری نے فرمایا۔ ہم سے محمد بن یوسف نے بیان کیا
ہم سے اور اسی نے کہا ہم سے امام زہری نے بیان کیا
سے حمید بن عبد الرحمن سے انہوں نے عبید اللہ بن عبدی بن
وہ حضرت عثمان بن عفان کے پاس آئے اور کہا تم کو
کے امام ہو اور تم پر جو سنت اُتری وہ جانتے ہو۔ اس فسادوں
ہم کو نماز پڑھا آتا ہے۔ ہم ڈرتے ہیں کہ اس کے پیچھے نماز پڑھ
نہیں حضرت عثمان نے فرمایا۔ لوگ جو کام کرتے ہیں ان سے
نماز بہتر ہے۔ پھر جب وہ اچھا کام کریں تو ان کے ساتھ مل کر
کام کرو اور جب وہ بُرا کام کریں تو ان کی بُرائی سے بچو۔

ان حسن بصری کو سعید بن منصور نے موصول بیان کیا ۲۔ امام قتیبہ سے مراد عبد الرحمن بن عدیس البصری اور کنانہ

قولہ و مسائل

ہو گئے۔ تو لوگوں نے عرض کی۔ آپ تو محصور ہیں اور کنانہ باطنی نماز پڑھا رہے ہیں۔ اس پر آپ نے مذکورہ حدیث جواب دیا۔ جو
واضح ہو کہ باطنی و فاسق و فاجر کے پیچھے بھی اصل نماز ہو جاتی ہے۔ علامہ عینی علیہ الرحمۃ نے بتدریج کے تحت بدعت کی دو قسمیں
ہیں۔ حسنہ اور منکرہ اور بدعت حسنہ کی تعریف یوں فرمائی ہے۔

وَبِهِيَ قَامَ آهَ الْمُؤْمِنُونَ حَسَنًا وَلَا يَكُونُ مَخَالِفًا لِلْكَتَابِ

وَالسُّنَّةِ أَوَّلًا وَلَا خِلَافًا لَهَا جَمَاعًا - عینی ج ۲ صفحہ ۴۷۳

اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ بدعت کو حسنہ و منکرہ میں بڑے بڑے ائمہ دین تقسیم کرتے چلے آئے ہیں اور بعض لوگوں کا یہ کہنا کہ

فصلت خلافت ہی ہوئی ہے۔ یہ ان کی کم فہمی ہے۔ مسائل حدیث یہ ہیں۔

۱۔ اذا اسلموا و افاجتنب سے معلوم ہوا کہ جس کے قول و فعل اور اعتقاد میں خرابی ہو اس سے حتی المقدور دور رہنا اور اپنے

کو اس سے بچنا چاہیے ۲۔ جس کے پیچھے نماز نہ ہو جاتی ہے۔ اس کی اقتداء میں نماز پڑھ لینا۔ جماعت چھوڑنے سے اولیٰ ہے۔

احسن سے واضح ہوا کہ فاسق و فاجر بھی اگر کوئی نیک کام کرے تو وہ نیک ہی قرار دیا جائے گا۔ اس کے فسق کی وجہ سے وہ کام قبیح نہیں ہو جائے گا۔

بد مذہب بدعتی کی امامت کا حکم
 پہلی ہوا و فاسق معلن جیسے شرابی، چوری، زنا کار، سود خوار، چلن خورد، غیر رحم جو کبیرہ گناہ بالا اعلان کرتے ہوں ان کو امام بنانا گناہ اور ان کے پیچھے نماز مکروہ تحریمی ہے یعنی اگر یہ فعل تو فرض ادا ہو گیا۔ نماز گزار مکروہ تحریمی ہوئی۔ اس کو دوبارہ پڑھ لینا ضروری ہے۔ بدعتی جس کی بدعت حد کفر تک نہ پہنچی ہو گا بھی یہ حکم ہے۔ حضرت حسن بصری کے مذکورہ بالا ارشاد کا یہ مطلب نہیں ہے کہ بدعتی کو قعد امام بنایا جائے بلکہ مطلب صرف یہ ہے کہ اگر وہ امام بن گیا ہے اور کسی وجہ سے اس کی اقتداء میں نماز پڑھ لی ہو تو فرض ادا ہو جائے گا۔ مگر نماز مکروہ تحریم ہوگی۔

وَقَالَ الرَّبُّ لِيُذِي قَالَ الرَّبُّ لِيُذِي
 اَنْ يَكُنْ لِي حَلْفَ الْمَحَلَّتِ الْاَهْلِ
 حُصْنُ مَوْزِعَةٍ لَا يَدَّ هَشْهَاشَ
 اور محمد بن ولید زبیدی نے کہا کہ امام زہری نے فرمایا۔ ہم تو یہ سمجھتے ہیں کہ بچہ جسے سوائے اشد ضرورت الہ لا چاری کے نماز پڑھی جائے۔

زبیدی کا نام محمد بن ولید ابو البزذل الشافعی المصنف ہے۔ ابن سید نے کہا ۱۷۵ھ میں بعمر ستر سال وفات پائی۔ امام زہری کے شاگرد ہیں اور زہری سے مراد محمد بن مسلم بن شہاب ہیں۔ محنت و وقم کے ہوتے ہیں۔ ایک تودہ جریہ انشی خود پڑھ کر قتل کی طرا ہوں۔ دوسرے وہ جرم دہشتے ہیں۔ گزشتہ قتل سے مشابہت کرتے ہیں اور انہیں کے طور طریقے اختیار کرتے ہیں۔ بدعتی بدعتی ہیں اور ان کی اقتداء میں نماز مکروہ تحریم ہے کیونکہ یہ فاسق معلن ہیں اور حضرت زہری کے ارشاد کا مطلب یہ ہے کہ اگر کہیں محنت حاکم ہو جائے اور لوگ مجبور ہوں تو اس کی اقتداء میں نماز ادا کر لیں۔ تاکہ اس کے شر سے بچ سکیں۔

بَابُ يَقُومُ عَنْ يَمِينِ الْإِمَامِ بِحَذَائِهِ سَوَاءً إِذَا كَانَ أَثِمًا

باب جب دو نمازی ہوں تو مقتدی امام کے دہنی طرف اس کے برابر کھڑا ہو

مسئلہ یہ ہے کہ اگر مقتدی ایک ہو تو امام کے برابر اپنی جانب کھڑا ہو۔ اگرچہ وہ مقتدی لڑکا ہی ہو۔ امام کے بائیں طرف یا پیچھے کھڑا ہونا مکروہ ہے اور اگر مقتدی دو ہوں تو پیچھے کھڑے ہوں۔ برابر کھڑا ہونا مکروہ تنزیہی ہے ۲۔ پھر اگر دوسرا شخص آگیا ہے تو امام آگے بڑھ جائے یا وہ مقتدی پیچھے ہٹ آئے اور وہ آئے والا اس مقتدی کے برابر کھڑا ہو جائے۔ اس عنوان کے ماتحت امام نے وہی حدیث لکھی ہے۔ جو باب السم فی العلم فیوض الباری پارہ اول ص ۲۹ پر مع تعلیم و ترجمانی کے گذر چکی ہے اور اس حدیث سے مذکورہ بالا مسئلہ واضح ہوتا ہے۔

بَابُ إِذَا قَامَ الرَّجُلُ عَنْ يَمِينِ الْإِمَامِ فَحَقَّقَ لَنَا الْإِمَامَ

إِلَى يَمِينِهِ لَمْ تَفْسُدْ صَلَواتُهُمَا

باب جب کر کوئی شخص امام کی بائیں جانب کھڑا ہو اور امام اس کو گھما کر اپنی دائیں طرف کر لے تو ان دونوں میں سے کسی کی نماز فاسد نہ ہوگی۔

یعنی اگر ایک مقتدی امام کی بائیں جانب کھڑا ہو گیا اور امام نے ایک حرکت سے اس کو اپنی دائیں طرف کر لیا۔ تو نماز میں کوئی

خداوند ہونگا۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں۔ ایک رات میں اپنی خالہ میمونہ کے ہاں سویا۔ اسی رات میں ان کے ہاں تھے۔ پھر حضورؐ نے وضو کیا اور نماز کے لیے کھڑے ہوئے۔

عَنْ يٰ بِيَّتْرُہ (۱۱) | میں آپ کے بائیں طرف کھڑا ہو گیا۔ آپ نے مجھے اپنی طرف کھڑا کر دیا۔

یہ حدیث مع تقویم و ترجمان کے باب قِرَاءَةُ الْقُرْآنِ بعد الحدیث فی فرض الباری پارہ اول ص ۲۲ پر گذر چکی ہے۔ واضح ہو کہ اس طرح نماز کے لیے اتنا عمل ناکوفہ نہیں کرتا اور بلا ضرورت نماز میں عمل قلیل بھی مکروہ ہے۔

بَابُ إِذَا لَمْ يَنْبَغِ إِلَّا مَامُ أَنْ يُؤْمَ ثُمَّ حَاءُ قَوْمٌ فَاتَّهَلُّهُمْ | باب اگر امام کے نماز شروع کرتے وقت امامت کی نیت نہ کی جے پھر کچھ لوگ آجائیں اور اس کی اقتدا میں نماز پڑھیں کیا مکرم ہے۔

حضرت ابن عباس فرماتے ہیں۔ ایک رات میں نے اپنی خالہ میمونہ کے ہاں گزار دی۔ حضور علیہ السلام اس رات نماز سے کھڑے ہوئے تو میں آپ کے بائیں کھڑا ہو گیا۔

فَأَخَذَ بِرَأْسِي فَأَوْتَأَنِي عَنْ يَمِينِيہ (بخاری) | تو آپ نے میرا سر پکڑ کر دہنی طرف کر لیا۔ اس حدیث سے معلوم ہو کہ اکیلے مقتدی کا موقف امام کے دہنی طرف کھڑا ہونا ہے۔ حضرت انس و ابن عباس

ابراہیم۔ سمول۔ شعبی۔ عروہ و امام ابو حنیفہ و مالک و اوزاعی اور اسحق بن عمار یہی مسلک ہے۔ اس حدیث میں اس امر پر کوئی دلالت نہیں کہ امام مقتدیوں کی امامت کی نیت کرے یا نہ کرے۔ نہ اس پر وہ

حضورؐ نے شروع کرنے پر نیت کی اور نہ اس پر کہ حضرت ابن عباس کے شامل ہونے پر حضورؐ نے نیت امام فرمائی لیکن جب حضورؐ نے ان کو مقتدی کے موقف پر کھڑا کر لیا۔ تو گویا ان کی امامت کی نیت فرمائی۔ بہر حال اس حدیث سے واضح ہو کہ اگر کسی نے نماز شروع کی۔ پھر

اگر شریک ہو گئے تو امامت و نماز درست ہے۔ احناف کے نزدیک بھی امام کو مردوں کی امامت کی نیت کرنا شرط نہیں۔ لیکن محدثین امامت کی نیت کرنا شرط ہے۔ البتہ جمع و عیدین کو اگرچہ امام نے انہیں امامت زمان کی نیت نہ کی عورتیں اقتدا کر سکتی ہیں۔

بَابُ إِذَا طَوَّلَ الْإِمَامُ وَكَانَ لِلرَّجُلِ حَاجَةٌ فَخَرَجَ وَصَلَّى | باب اگر امام لمبی سورتہ شروع کر دے اور کسی کو کلام ہرادرہ آئیے نماز پڑھ کر چلا جائے تو کیا مکرم ہے؟

عَنْ عَمْرِو بْنِ جَابِرٍ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ أَنَّ مُعَاذَ بْنَ جَبَلٍ كَانَ يُصَلِّي مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

عَنْ عَمْرِو بْنِ جَابِرٍ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ أَنَّ مُعَاذَ بْنَ جَبَلٍ كَانَ يُصَلِّي مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

عَنْ عَمْرِو بْنِ جَابِرٍ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ أَنَّ مُعَاذَ بْنَ جَبَلٍ كَانَ يُصَلِّي مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

عَنْ عَمْرِو بْنِ جَابِرٍ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ أَنَّ مُعَاذَ بْنَ جَبَلٍ كَانَ يُصَلِّي مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

فَقَالَ فَتَنَّا بَنِي إِسْرَءِيلَ - فَتَنَّا بَنِي إِسْرَءِيلَ - فَتَنَّا بَنِي إِسْرَءِيلَ
ثَلَاثَ مِثْرَابٍ أَوْشَالَ كَاتِبَاتِنَا وَنَاتَايَاتِنَا
وَأَقْوَمَ لِسُورَتَيْنِ مِنْ أَوْسَطِ الْمُفَصَّلِ
قَالَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ هُمَا -

و بھاری:

[illegible]

قواعد مسائل

فوائد مسائل

۱۔ فاضل جو کہ حدیث، احادیث اور کایک حدیث کے ایک حصہ کو نوکر کے دو باتوں کی طرف اشارہ کیا ہے۔ طریقہ اولیہ سے علماء اسرار کی طرف اور طریق ثانیہ سے عروبن و دنیا رکھا جاوے سماع کی طرف اشارہ کیا ہے۔ فاضل حدیث بڑا مسائل ذیل پر مشتمل ہے ۲۔ اہم کو چاہیے کہ جو حدیث کی رعایت کرے اور قدر مسنون سے زیادہ طویل قرأت کرے گریہ مگر وہ ہے ۳۔ حاجت و نبوی تحقیق کے لیے عذر ہے ۴۔ حضرت معاذ نے نماز میں سورہ بقرہ یا شاء شروع کر دی تھی (مسلم) خا نصرف الرجل ظاہر یہی ہے کہ کسی قرأت ہونے کی وجہ سے اس شخص نے نماز توڑ دی اور اپنی نماز علیحدہ پڑھ کر چلے گئے۔ چنانچہ مسلم کی روایت میں اس کی تصریح مزید ہے۔ خاں حروف سرجل شلمہ صلیح وحدہ۔ حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو اطلاع ملی تو آپ نے حضرت معاذ کو سختی سے ہدایت فرمائی کہ آئندہ ایسا نہ کریں اور مقتدیوں کی حاجتوں کا خیال رکھیں اور انھیں حکم دیا کہ نہیں سورہ پڑھنے کی جگہ اوسط مفصل کو اختیار کریں۔ حجرات سے آخر تک قرآن مجید کی سورتوں کو مفصل کہتے ہیں۔ اس کے تین دیتے ہیں۔ سورہ حجرات سے آخر تک اطفال مفصل اور ہرج سے کم لیکن کس واسطہ مفصل اور کم لیکن سے آخر تک قصہ مفصل۔ اس حدیث سے ایسا معلوم ہوا کہ اگر امام کسی قرأت شروع کرے اور مقتدی کو کوئی ضروری کام ہو تو اسے امام کی اقتداء چھوڑ کر اپنی نماز الگ پڑھ لینا جائز ہے۔ لیکن ظاہر ہے کہ یہ استدلال ضعیف ہے۔ کیونکہ یہ ایک نامعلوم شخص کا فعل ہے جس کی کوئی اور نظیر نہیں ملتی۔ البتہ اگر کسی نے ایسا کر دیا۔ یعنی امام کی اقتداء کو چھوڑ کر اپنی نماز علیحدہ پڑھ لی تو نماز ہو جائے گی۔ مگر ایسا کرنا جائز نہیں ہونا چاہیے۔ کیونکہ اس طرح کرنے میں متعدد قیاحیں ہیں۔ یعنی امام کی اقتداء سے علیحدہ ہونا۔ نماز کو شروع کر کے توڑنا۔ جماعت سے

آدم ہو جانا۔ وغیرہ

کیا مفسر صحت کی اقتدار منتقل کے پیچھے درست ہے

واضح ہو کہ اس مسئلہ میں آئمہ کا اختلاف ہے۔ سیدنا امام شافعی
واحد کا مسلک یہ ہے۔ فرض نماز نفل پڑھنے والے کی اقتداء
مفروض کی اقتداء منفل کے پیچھے درست نہیں۔ یعنی فرض
کے پیچھے نفل نماز ہو جائی ہے۔ حضرت امام شافعیؒ بخاری

محدث بن حبل يصلي مع النبي صلى الله عليه
وسلم ثم يرجع فيقوم قرأه قصص العشاء

حضرت معاذ حضور کی اقدام میں غار پڑھتے اور پھر اپنی قوم کو کشاکش کی غار پر جاتے :-

استدلال کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ حضرت معاذؓ کے فرض حضورؐ کے ساتھ پڑھتے تھے۔ پھر اپنی قوم کو بھی عشاء کی نماز پڑھنا۔ یہ تو معاذؓ کی نماز اقل تھی۔ درحقیقت اہل کی نماز فرضی۔ لہذا اقل پڑھنے والے کے نیچے فرض ادا کرنا ناجائز ہے۔ لیکن یہ

استدلال متعدد وجوہ سے درست نہیں۔

اولاً یہ بھی تو ممکن ہے کہ حضرت معاذؓ حضورؐ کی اقتدا میں نفل پڑھتے ہوں اور قوم کو عشا کی غماز (فرض) پڑھاتے ہوں۔ ثانیاً حضرت معاذؓ کی زبان سے کسی بھی حدیث میں یہ تصریح نہیں ہے کہ وہ حضورؐ کی اقتدا میں فرض ادا کرتے تھے بلکہ وہ خود اس امر کی تصریح نہ کریں۔ ان کے عمل کی کیفیت کیسے معلوم ہو سکتی ہے۔

ثالثاً کسی بھی حدیث سے یہ ثابت نہیں کہ حضرت معاذؓ اس امر کی اجازت حضور علیہ السلام نے دی تھی کہ تم میرے میں فرض ادا کر کے اپنی قوم کی امامت بطور نفل کر لیا کرو اور جب تک ان امور کی صاف و صریح طور پر نفی نہ ہو اس وقت امام شافعیؒ کا استدلال صحیح نہیں قرار پا سکتا۔

رابعاً اگرچہ یہ مان لیں کہ حضرت معاذؓ حضورؐ کی اقتدا میں فرض پڑھتے تھے تو یہ ان کا اجتماع تھا۔ جو واقعہ میں درست صحابہؓ کو رقم سے اجتماع ہی غلط ہو سکتی ہے۔ چنانچہ مسند احمدؒ کی حدیث میں یہ تصریح ہے کہ حضور علیہ السلام کو حضرت معاذؓ کے عمل کی جب اطلاع ہوئی تو آپؐ نے فرمایا۔ معاذ فکد کا باعث نہ ہو۔

امَّا اَنْ تَقْلِبَ عَلٰی قَوْمِكَ (مسند احمد) ۱ یا تو میرے ساتھ نماز پڑھ لیا کرو یا پھر اپنی قوم کو کھلی نماز پڑھو جس کے معنی یہ ہیں کہ با تو صرف میری اقتدا میں نماز پڑھ لیا کرو اور اپنی قوم کو نہ پڑھایا کرو۔ یا یہ کہ اپنی قوم کو کھلی نماز پڑھو اور اس صورت میں میرے ساتھ نماز پڑھ لیا کرو۔ پس اگر معاذؓ نے حضورؐ کی اقتدا میں فرض پڑھتے تھے۔ پھر اپنی قوم کی امامت لے کرتے تھے۔ تو یہ ان کا اجتماع ہی۔ جس کی منظوری حضور علیہ السلام نے نہیں دی۔

دلیل دوم۔ حضرت امام شافعیؒ علیہ الرحمۃ اس حدیث سے بھی استدلال کرتے ہیں جس کو دارقطنیؒ نے صحیح اور امام شافعیؒ نے اپنی سنن میں جابر بن عبد اللہؓ سے روایت کیا کہ حضرت معاذؓ بن جبلؓ حضور علیہ السلام کے ساتھ عشاؐ کی نماز پڑھ کر جاتے قوم کو بھی وہی نماز پڑھاتے۔

بھی لہ تطوع ولہم صلوٰۃ فیض ترو ۱ تو معاذؓ کے لیے نفل ہوں اور قوم کے لیے فرض۔ اس سے یہ استدلال کیا گیا کہ حضرت معاذؓ حضورؐ کی اقتدا میں فرض ادا کر کے جاتے تھے اور اپنی قوم کو بھی وہی نماز پڑھتے اور مقتدی فرض (عشاؐ) پڑھتے تھے۔ لہذا ثابت ہو کہ مقتضیٰ کی اقتدا متغزل کے پیچھے درست ہے اور یہ کہنا بھی نہیں کہ حضرت معاذؓ حضورؐ کی اقتدا میں بطور نفل شامل ہو سکتے تھے۔

لیکن حضرت جابرؓ کی یہ تصریح بھی حضرت امام شافعیؒ کے استدلال کی صحت کو نہیں چاہتی۔ اولاً۔ اس لیے حضرت جابرؓ حضورؐ کا واقعہ نفل کر کے اپنے قیاس اور انداز سے یہ فرما رہے ہیں کہ وہ حضورؐ کے ساتھ فرض پڑھتے تھے۔ اس میں یہ تصریح کہ حضرت معاذؓ نے خود اپنی نیت و ارادہ کا اظہار فرمایا ہو۔ ظاہر ہے کہ دوسرے کی نیت کے متعلق اس سے پوچھے بغیر کون ہی یقین سے نہیں کہی جاسکتی۔ لہذا حدیث جابرؓ سے بھی استدلال تام نہیں۔ ثانیاً رہا یہ سوال کہ حضرت معاذؓ

لہ اَنْ لَفْظُ الْحَدِيثِ - لَا تَكُنْ قَاتِلًا اِمَّا اَنْ تَقْلِبَ عَلٰی قَوْمِكَ وَ اِمَّا اَنْ تَخْفَفَ عَنْ قَوْمِكَ فَهَذَا اَبْدَلُ يَفْعَلُ اَحَدُ الْاَمْرَيْنِ اِمَّا الصَّلٰوةُ مَعَهُ اَوْ يَقْرَأُ وَلَا يَجْمَعُهُمَا فَدَلَّ عَلٰی اَنَّ الْمَوَادَّ عَدَمُ الْجَمْعِ وَالْمَعْنَى كُلُّ اَمْرَيْنِ بَيْنَهُمَا مَنَعَ الْجَمْعَ كَانَ بَيْنَ تَقْيِينِهِمَا مَنَعَ الْخُلُوعِ رَفَاهُ

بیکے نماز پڑھنے والے تیس مسحوقین یا پندرہ صحابی تھے۔ تو یہ بات بھی مجوزین کی دلیل نہیں بن سکتی کیونکہ ممکن ہے وہ اس خیالی سے نماز پڑھتے ہوں کہ حضورؐ نے حضرت معاذؓ کو اجازت عطا فرمادی ہے۔ حالانکہ حضورؐ کی اجازت کا کسی حدیث سے ثبوت نہیں ملتا۔ مگر خلیفہ مجوزین کے پاس کوئی صریح مرفوع حدیث ہے ہی نہیں۔ نہ قولی نہ فعلی۔ صرف حضرت جابرؓ کا قول ہے اور وہ خود محض نظر ہے کیونکہ حضرت معاذؓ جو نماز پڑھنے اور پڑھانے والے ہیں۔ وہ خود تو تصریح کرتے نہیں۔ ایسی صورت میں حضرت جابرؓ کی تصریح قاطعہ ہے کہ قیاس پر مبنی ہے جو دلیل نہیں بن سکتی۔ ثالثاً حضرت ابوہریرہؓ سے مروی ہے حضور علیہ السلامؐ نے فرمایا۔
اَلْهَمَامُ ضَمَامٌ ترجمہ: اگر ہر آدمی اپنے مقتدیوں کی غماز کا ضامن ہے۔

شافعی و مشکوٰۃ باب الاذان

اس حدیث سے واضح ہوا کہ امام سارے مقتدیوں کی نماز کو اپنی نماز کے ضمن میں لیے ہوئے ہے۔ ظاہر ہے کہ اعلیٰ اولیٰ کو اپنے مثل کو تو اپنے ضمن میں لے سکتی ہے لیکن ادنیٰ اعلیٰ کو اپنے ضمن میں نہیں لے سکتا۔ لہذا نفل فرض کو اپنے ضمن میں نہیں لے سکتا کیونکہ نفل فرض سے ادنیٰ ہے۔ اسی طرح ایک فرض اپنے مثل فرض کو تو اپنے ضمن میں لے سکتا ہے لیکن دوسرے فرض کو نہیں۔ لہذا امام اگر نماز عصر پڑھ رہا ہے تو اس کی اقتدا میں نماز ظہر کی قضاء جائز نہیں۔ اس لیے کہ نماز عصر نماز ظہر کو اپنے ضمن میں نہیں لے سکتی کیونکہ دونوں میں مشکیک نہیں ہے اور دونوں نمازیں علیحدہ علیحدہ ہیں۔ علامہ علاؤی علیہ الرحمۃ نے فرمایا کہ فرض نماز دو باتوں پر مشتمل ہوتی ہے۔ ذات صلوٰۃ اور وصف فرضیت پر بخلاف نفل کے کہ اس میں صرف ایک ہی امر ہے یعنی ذات صلوٰۃ۔ اگر یہ کہا جائے۔ نفل بھی تو فرض کی طرح دونوں باتوں پر مشتمل ہے کیونکہ اس میں بھی وصف نفلیت پایا جاتا ہے۔ جواب یہ ہے کہ نفل اگرچہ وصف ہے لیکن ذات صلوٰۃ عند الاطلاق اس سے جدا نہیں ہوتی۔ یہ ہی وجہ ہے کہ نفل غیر نیت کے بھی درست ہیں۔ کیونکہ یہ ادنیٰ مرتبہ نہیں ہے۔ بخلاف فرض کے کہ وہ نفس صلوٰۃ پر نیت زائد کا محتاج ہے پس فرض اس وقت تک فرض نہیں ہوتا۔ جب تک کہ فرضیت کی نیت نہ کی جائے۔ اس لیے ہم کہتے ہیں کہ امام اگر مشغول ہے تو اس کی نماز فرض پڑھنے والے مقتدیوں کی نماز کی نفع ہے اور کوئی شے اپنے سے کم یا مثل کو تو متضمن ہو سکتی ہے مگر اپنے سے اعلیٰ کو متضمن نہیں ہو سکتی اور حضورؐ نے یہ فرمایا ہے کہ امام مقتدیوں کی نماز کو اپنی نماز کے ضمن میں لیے ہوئے ہے تو یہ نقصان اسی صورت میں ہو سکتا ہے جب کہ مقتدیوں کی نماز امام کی نماز کی مثل یا اس سے ادنیٰ ہو اور اگر مقتدیوں کی نماز تو برائے (فرض) اور امام کی نماز ادنیٰ (نفل) تو پھر نقصان ہو گا ہی نہیں۔ لہذا نماز درست نہ ہوگی۔

بَابُ تَخْفِيفِ الْاِمَامِ فِي الْقِيَامِ وَالْاِسْتِمَامِ الرَّكُوعِ وَالسُّجُودِ

باب: امام قیام میں تخفیف کرے اور رکوع و سجود پورا کرے

اس عنوان کے ماتحت امام نے جو حدیث لکھی ہے اس کا خلاصہ یہ ہے کہ ایک شخص نے مجھ کو نبوی عرض کی یہ ارکان نماز میں صحیح کی نمازیں جماعت سے اس وجہ سے پیچھے رہا کہ فلاں صاحب نماز میں قرأت لمبی کرتے ہیں۔ اس پر حضور علیہ السلام نے بہت غصہ کا اظہار فرمایا اور ہدایت دی کہ جب تم میں سے کوئی شخص امامت کرے تو وہ ہلکی نماز پڑھائے کیونکہ لوگوں میں کڑواہٹ بڑھے اور حاجت مند ہوتے ہیں۔ یہ حدیث آئندہ باب میں بھی آرہی ہے۔ اس سے واضح ہوا کہ امام کے لیے یہ ضروری ہے کہ اتنی لمبی قرأت نہ کرے کہ لوگ آگاہ جائیں اور کھڑے ہو جائیں اور حاجت مند افراد کو تکلیف ہو۔ بلکہ قرأت منونہ کے بعد نماز پڑھاوے اور تخفیف کا مطلب یہ نہیں ہے کہ عددی جلدی نماز پڑھاوے بلکہ مطلب یہ ہے کہ رکوع و سجود تو مہلک و غیر

سنوں طریق پر دعا کرتے اور قیام اتنا طویل نہ کرے کہ مقتدیوں پر بار ہو۔

بَابُ إِذَا صَلَّى لِنَفْسِهِ فَلْيُطَوِّلْ مَا شَاءَ

باب۔ جب کوئی اکیلے نماز پڑھے تو جتنا چاہے لمبا قیام کرے۔

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِذَا صَلَّى أَحَدُكُمْ لِنَفْسِهِ فَلْيُخَفِّفْ فَإِنَّ فِيهِمْ الضَّعِيفَ وَالشَّيْئِيمَ وَالْكَبِيرَ وَإِذَا صَلَّى أَحَدُكُمْ لِنَفْسِهِ فَلْيُطَوِّلْ مَا شَاءَ (بخاری)

حضرت ابو ہریرہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تم میں سے کوئی لوگوں کو نماز پڑھائے تو اس کو چاہئے کہ ہلکے نماز پڑھائے۔ اس لیے کہ ان میں کمزور ہوتا ہے اور کوئی بیمار اور کوئی بوڑھا اور چھب کوئی تنہا نماز پڑھے تو جتنی چاہے طویل کرے۔

اس حدیث سے واضح ہوا کہ امام جب نماز پڑھائے۔ تو مقتدیوں کا خیال رکھے اور قرات سنوے۔

ذکر ہے۔ جب کہ مقتدیوں پر گناہ گذرے۔ لیکن اگر اکیلے نماز پڑھ رہا ہے تو جیسے چاہے کرے۔ یعنی قرات لے کرے یا مختصر یعنی تخفیف کا حکم امام کے لئے ہے۔ منفرد کے لیے تخفیف ضروری نہیں ہے۔

بَابُ مَنْ شَكِيَ امَامَهُ إِذَا طَوَّلَ

باب۔ جب کہ امام نماز کو طویل کرے تو اس کی شکایت کرنا۔

ابو اسید (صحابی) نے اپنے بیٹے سے کہا۔ بیٹے! تو نے کوئی بنا کر دیا۔ ابو سعید نے ہر وہی ہے کہ انھوں نے کہا۔ آدمی نے بنی علیہ السلام کی خدمت میں عرض کی یا رسول اللہ میں صبح کی جماعت سے صرف اس لیے پیچھے رہتا ہوں صاحب صبح کی نماز کو ہم پر لیا کر دیتے ہیں۔ (ابو یمن) کہ صلی اللہ علیہ وسلم اس قدر مختصر ہوتے کہ اس دن سے کسی نصیحت کے کرتے وقت میں نے آپ کو مختصر میں نہ پھر آپ نے فرمایا۔ اسے لوگوں کو تم میں سے بعض لوگوں متفرق کر دے والے ہیں۔ پس جو کوئی تم میں سے امامت کرے تو اس کو چاہئے کہ ہلکے نماز پڑھائے اس کے پیچھے ضعیف بوڑھے اور کام کاج والے ہوتے ہیں ہم سے بخاری بن و ثار نے بیان کیا کہ میں نے حضرت بن عبد اللہ النضاری سے سنا انھوں نے کہا کہ ایک آدمی اٹھانے والے دو اونٹ لے کر آیا اور رات اندھیری ہوئی اس نے معاذ کو نماز پڑھتے ہوئے پایا۔ تو اس نے اپنے کو بھلایا اور مصداق کی طرف آ گیا۔ (اکرم)

وَقَالَ أَكْرَأْتِيهِ طَلَعَتْ بَنَاتُ يَابُثَى عَلَى أَبِي مُسْعُودٍ قَالَ قَالَ رَجُلٌ يَا رَسُولَ اللَّهِ إِنْ لَوْ تَأَخَّرُ عَنِ الصَّلَاةِ فِي الْفَجْرِ مَعًا يُطِيلُ بَنَاتُنَا فِيهَا فَغَضِبَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا زِلْتُمْ غَضِبَ فِي مَوْعِظَةٍ كَانَ أَشَدَّ غَضَبًا مِنْهُ يَوْمَئِذٍ نَشْرُوكُ أَيْالِيهَا النَّاسُ إِنَّ مِنْكُمْ مُفْزِرِينَ فَخَرْنَا أَمْرًا مِنْكُمْ النَّاسُ فَتَلَيْتُمْ حَبُونَ فَإِنَّ خَلْعَهُ الضَّعِيفُ وَالْكَبِيرُ وَذَلِكَ حَاجِبٌ۔

حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ دُونَاثٍ قَالَ سَمِعْتُ حَبَابَ بْنَ عَبْدِ اللَّهِ الْأَنْصَارِيَّ قَالَ أَقْبَلُ رَجُلًا بَنَاتِيْنِ وَقَدْ جَنَعَ اللَّيْلُ فَوَاقَى مُعَاذًا يُصَلِّيُ سَبْرًا نَا ضَعْفِيَّةً وَأَقْبَلُ إِلَى مُعَاذٍ فَقَرَأَ سُورَةَ الْبَقَرَةِ أَوَّلَ النَّسَاءِ

عَنْ تَطْلُقَ الرَّجُلُ وَبَلَغَهُ أَنْ مَعَاذًا نَالَ مِنْهُ
عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَشَكَكَ
لَهُ مَعَاذًا فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَا مَعَاذُ أَخْتَانِ أَنْتَ أَوْ
أَنَا أَتَى بَيْنَ أَنْتَ شَكَاوَتْ وَمَا سِ
خَلَا صَلَّيْتَ بِسَبِّحِ اسْمَهُ رَبِّكَ
وَعَلَى - وَالشَّيْءُ وَصَحْبُهُ وَاللَّيْلُ
وَالنَّعْشُ - فَإِنَّهُ يُصَلِّي وَرَأَوْكَ
لَكَبِيرٌ وَالضَّعِيفُ وَدُورُ الْحَاجَةِ (بخاری)

میں شریک ہو) معاذ نے سورہ بقرہ یا سورہ نسا سجدہ رکوع کی
آدھ نماز چھوڑ کر اپیل دیا۔ اس سے کسی نے کہا کہ معاذ نے تجھ
کو برا بھلا کہہ دیا۔ وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں
حاضر ہوا اور آپ سے معاذ کی شکایت کی تو نبی صلی اللہ علیہ
وسلم نے فرمایا: اسے معاذ! تو بہت فقیر انجیر ہے۔ یا آپ
نے یوں فرمایا تو فقیر انجیر ہے۔ تین بار یہی فرمایا۔ تو نے سچ
اسم ربک الاغصا و الشمس و صحنہا و اللیل اذا بغضت۔ یہ سورتیں
نماز میں کہیں نہیں پڑھیں؛ تیرے پیچھے بوڑھے، ضعیف اور
کام کاج والے نماز پڑھتے ہیں۔

۱۔ ان احادیث میں بھی امام کو مقتدیوں کے مال احوال کا خیال رکھنے کی تاکید کی گئی ہے کہ وہ قرأت اتنی لمبی نہ کرے۔ کہ
صحابہ کو بار بار ہوا اور ضعیف بیمار اور حاجت مندوں کو تکلیف ہو ۲۔ سنت یہ ہے کہ فجر و ظہر میں طویل مختصر پڑھے اور عصر و
عشاء میں اوسط مختصر اور مغرب میں قصار مختصر اور ان سب صورتوں میں امام و منفرد دونوں کا ایک ہی حکم ہے ۳۔ اس حدیث
میں بھی واضح ہوتا ہے کہ اگر امام قرأت میں اتنا حوصلہ دے کہ مقتدیوں پر گراں گزرے۔ تو وہ شکایت کر سکتے ہیں اور امام کو مقتدیوں
س شکایت کا آزاد کرنا چاہیے۔

بَابُ الْإِحْكَازِ فِي الصَّلَاةِ وَاتِّكُمَالِهَا

باب نماز مختصر، مکمل اور پوری پڑھنا

عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُؤْخِزُ فِي الصَّلَاةِ وَيَكْمُلُهَا -
حضرت انس بن مالک سے مروی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نماز مختصر، مکمل اور پوری پڑھتے تھے۔

۱۔ عجز خدا ہے اظہار کی اور اکمال خدا ہے نقص کی۔ مطلب حدیث یہ ہے کہ امام کے لیے یہ ضروری ہے کہ وہ مقتدیوں کا
رکھے۔ لیکن اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ جلدی غیر سنون طریقہ سے نماز پڑھا دے۔ حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم مقتدیوں
کیل سے چھل سوتے پڑھتے تھے۔ مگر کوع و سجود، قنود و جلسہ وغیرہ باطنیان ادا فرماتے تھے یعنی حضور کی نماز مختصر ہوئی مگر مکمل ہوئی تھی

بَابُ مَنْ أَخَفَّ الصَّلَاةَ عِنْدَ بُكَاءِ الصَّبِيِّ

باب بچہ کے رونے کی آواز سن کر عجز کو مختصر کر دینا

عبداللہ بن ابی قتادہ اپنے باب ابو قتادہ سے روایت کرتے
ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ میں نماز پڑھانے کے لیے
کھڑا ہوتا ہوں تو میرا ارادہ ہوتا ہے کہ نماز لمبی کروں (لیکن) پھر
بچہ کے رونے کی آواز سناتا ہوں تو نماز کو مختصر کر دیتا ہوں۔ اس
کی مان کو مشقت میں ڈالنا برا سمجھتا ہوں۔

بسم سے شریک بن عبداللہ نے مان کا انھوں نے کہا ہو۔

عَبْدُ اللَّهِ ابْنُ أَبِي قَتَادَةَ عَنْ أَبِيهِ أَجَبَ
عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ
أَقُومُ فِي الصَّلَاةِ أُرِيدُ أَنْ أَصَلِّ
فَأَسْمَعُ بُكَاءَ الصَّبِيِّ فَأَتَجَوَّزُ فِي الصَّلَاةِ
هَيَّءَ أَنْ أَشَقَّ عَلَى أُمَّهِ
نَسْرِيكَ ابْنُ عَبْدِ اللَّهِ قَالَ سَمِعْتُ

أَنَّ بِنَ مَالِكٍ يَقُولُ مَا صَلَّيْتُ وَرَأَيْتُ أَحَدًا
فَقَدْ أَحَفَّ صَلَوةً وَلَا أَسْمَعُ مِنَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَّا أَنْ يَسْمَعَ بُكَاءَ الصَّغِيرَةِ
فَيُخَفِّفُ مَخَافَةَ أَنْ تُفْنِيَ أُمَّةً (بخاری)
حَدَّثَنَا قَتَادَةُ أَنَّ النَّسَّ بْنَ مَالِكٍ حَدَّثَهُ
أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ
إِنِّي لَأَدْخُلُ فِي الصَّلَاةِ وَأَنَا أُرِيدُ إِطْلَا
لَتَهَا فَأَسْمَعُ بُكَاءَ الصَّغِيرَةِ فَاتَّجَوَّزُ فِي
صَلَاتِي مِمَّا عَلَّمُوا مِنْ شِدَّةٍ وَجِدَّةٍ مِنْ
بُكَائِهِ عَنِ النَّسَّ بْنَ مَالِكٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى
اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِنِّي لَأَدْخُلُ فِي
الصَّلَاةِ فَأُرِيدُ إِطْلَا لَتَهَا فَأَسْمَعُ بُكَاءَ الصَّغِيرَةِ
فَأَتَّجَوَّزُ مِمَّا عَلَّمُوا مِنْ شِدَّةٍ وَجِدَّةٍ
أَمَّهُ مِنْ بُكَائِهِ (بخاری)

نے انس بن مالک سے سنا وہ کہتے تھے میں نے کبھی کسی امام کے
نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ ہلکی اور پوری نماز نہیں دیکھی
آپ کا یہ حال تھا کہ نماز میں اگر بچہ کے رونے کی آواز سننے تو
کوڑھ کا کر دیتے۔ اس وقت سے کہ ہمیں اس کی ماں کو پریشان نہ
ہم سے قنادہ نے بیان کیا۔ ان سے انس بن مالک نے یہ روایت
کر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ میں نماز میں داخل ہوا
تو میرا ارادہ نماز کو لمبا کرنے کا ہوتا ہے۔ پھر بچہ کے رونے
کی آواز سننا ہوں تو اسی نماز کو لمبا کر دیتا ہوں۔ کیونکہ
جانتا ہوں کہ ماں کے دل پر اس کے بچہ کے رونے سے کھم
چوڑھ پڑتی ہے۔ انس بن مالک سے مروی ہے وہ نبی صلی
اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں۔ آپ نے فرمایا میں
شرع کرتا ہوں تو میرا ارادہ اس کو طویل کرنے کا ہوتا ہے
بچہ کے رونے کی آواز سننا ہوں تو لمبا کر دیتا ہوں۔ اس لیے
کہ میں جانتا ہوں جو بچہ کے رونے سے اس کی ماں کو درد ہوتا ہے

یہ سب حدیثیں اپنے مفہوم میں واضح ہیں۔ حضور سید عالم نور مجسم صلی اللہ علیہ وسلم کی اپنی امت پر کمال شفقت سے
کہ آپ بچوں کے رونے کی آواز سن کر قرأت میں تخفیف فرمادیتے تھے اور اس زمانہ میں متور میں بھی نماز میں شامل ہوا کرتی تھیں
تو حضور جیوں سرور میں اس لیے پڑھتے تاکہ ماں کا دل بچہ کو وجہ سے پریشان نہ ہو۔ علامہ ابن بطال وخطابی نے اس حدیث
سے یہ استدلال کیا کہ امام کو جب یہ معلوم ہو کہ کوئی نیا شخص نماز میں شامل ہونے کے لیے آ رہا ہے تو اس کو کوڑھ کو طویل کر دیتا
ہے تاکہ اسے والا جمعیت میں شامل ہو جائے۔ وہ کہتے ہیں کہ جب دینی ضرورت کے لیے نماز میں عفتیت جائز ہے
تو دینی ضرورت کے لیے تطویل بھی جائز ہونی چاہیئے۔ لیکن علامہ قرطبی نے فرمایا۔ حدیث یہاں اس بات پر کوئی دلیل
نہیں ہے۔ کیونکہ تطویل زیادتی سے بخلاف تخفیف کے اور بات یہی صحیح معلوم ہوتی ہے کہ مذکورہ بالا ضرورت کے لیے امام
کوڑھ کو طویل دینا مکروہ ہو۔ کیونکہ مختلف روایات کی روایت کی بنا پر جو نماز میں حقیقت کی ہدایت ہے تو وہ حقیقت اصل
تخفیف ہے اور نہ تطویل اور امام کا کوڑھ کو قدر مسنون سے زیادہ لمبا کرنا یہ اصل نماز میں زیادتی ہے۔ جو مکرم
مکروہ ضرور ہونی چاہیئے۔

بَابُ إِذَا صَلَّيْتُ ثُمَّ أَقْرَبْتُ

باب جبکہ کوئی نماز پڑھ لے پھر دوسری کی اہمیت کرے (تو جائز ہے)

حضرت جابر سے مروی ہے انھوں نے کہا کہ معاذ نبی صلی
اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ نماز پڑھ کر پھر اپنی قوم والوں کے پاس
آئے اور ان کو نماز پڑھا تے۔

عَنْ جَابِرٍ قَالَ كَانَ مُعَاذٌ يُصَلِّي مَعَ
النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثُمَّ يَأْتِي قَوْمَهُ
فَيُصَلِّي بِهِمْ۔

یہ حدیث اور گتہ پہلی ہے۔ احادیث کے نزدیک اس کا مطلب یہ ہے کہ اگر امام کسی جگہ نقل یا نماز یا جماعت پڑھ کر اپنی قوم کو گمراہ کرے۔ جیسے حضرت معاذ حضور علیہ السلام کی اقتدار میں نقل پڑھتے اور اپنی قوم کو عشاء کے فرض پڑھاتے۔

بَابُ مَنْ أَسْمَعَ النَّاسَ تَكْبِيرَ الْإِمَامِ

باب، امام کی تکبیر لوگوں کو سننا

مقصود عنوان یہ ہے کہ جب امام کی آواز بوجہ مجرم مقتدیوں تک نہ پہنچ سکے تو تکبیر مقرر کئے جاسکتے ہیں۔ تاکہ سب مقتدیوں کو پہنچ جائے۔ اس عنوان کے ماتحت امام نے حدیث امامت صدیقینؑ کا ذکر کیا ہے۔ جس میں یہ ہے سخت

یعنی اکبرہ حضور کے مرض وفات میں غار پڑھانے کے لیے پھرتے ہوئے تو حضور بھی تشریف لے آئے اور
 حَرَّ أَنْ يَتَكَبَّرَ وَفَعَلَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ
 عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَى جَنْبِهِ وَأَبْوُوبَكْرٌ يُسْمِعُ
 مِنَ التَّكْبِيرِ۔
 ابو بکر آپ کے دائیں جانب ہو گئے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم ان کی کرکٹ میں بیٹھ گئے اور ابو بکر آپ کی تکبیر لوگوں کو سناتے تھے۔

اس سے واضح ہوا کہ اگر امام کی تکبیر کی آواز مقتدیوں تک نہ پہنچے تو بہتر ہے کہ کوئی مقتدی بھی بلند آواز سے تکبیر کہے تاکہ نماز قائم رہے اور اختلافات کا حال سب کو معلوم ہو جائے۔

بَابُ الرَّجُلِ يَأْتِمُ بِالْإِمَامِ وَيَأْتِمُ النَّاسُ بِالْمَأْمُورِ (بخاری)

باب، ایک شخص امام کی اقتداء کرے اور لوگ اس کی اقتداء کریں

علامہ عینی علیہ الرحمۃ نے لکھا کہ عنوان سے ظاہر ہوتا ہے کہ امام بخاری نے امام شعبی کے مذہب کو اختیار کیا ہے کیونکہ ان کا قول ہے ائمتھی صفت بچھل صفت کی امامت کرتی ہے۔ فقہ اہل بصرہ میں ہے کہ اگر کسی شخص نے تکبیر تحریر کر لی اور اس سے قبل کہ اس کے لئے والی صفت والے لوگ رکوع سے نہ اٹھائیں۔ وہ رکوع میں مل گیا تو اس لئے وہ رکعت پڑھ لے۔ اگرچہ امام اس سے پہلے رکوع سے اٹھا چکا ہو۔ کیونکہ ایک صفت والے دوسری صفت والوں کے لیے امام ہیں۔ گویا ان کے نزدیک سب سے پہل صفت امام کی ہے اور دوسری صفت والے پہل صفت والوں کے مقتدی ہیں۔ اسی طرح اخیر صفت تک معاملہ ہے۔

لَا تُرَى عَنْ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ
 سَيَأْتِي وَلِيًّا تَقْرَأُ بِكُفْرٍ مِّنْ بَعْدِكَ كُفْرٍ
 اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت ہے کہ آپ نے فرمایا
 کہ تم میری اقتداء کرو اور تمہارے پیچھے والے تمہاری اقتداء کریں۔

یہ اس حدیث کا ٹکڑا ہے جسے امام مسلم نے حضرت ابو سعید خدری سے روایت کیا اور امام بخاری نے اگرچہ اس کو اس امر کے
 میں لیا ہے کہ ائمتھی صفت بچھل صفت کی امام ہے۔ مگر اس حدیث سے یہ بات ثابت نہیں ہوتی۔ کیونکہ اس حدیث کا تعلق امامت
 سے نہیں بلکہ ولایت سے ہے۔ یعنی معاذ کرامؓ کو حضور علیہ السلام نے یہ ہدایت دی ہے کہ جب تک میں ہوں میرا اتباع کرو اور
 بعد میرے جانشینوں کی اقتداء کرنا۔ اور اگر اس کا تعلق نماز سے ہی مانا جائے تو بھی شعبی کا مسلک ثابت نہیں ہوتا۔
 رہنمائی سے افعال نماز میں۔ یعنی جب مقتدی کو امام دکھائی دے تو وہ دوسرے مقتدی پر یا ائمتھی صفت پر اعتماد
 کرے۔ یعنی ائمتھی صفت سے یہ معلوم کر سکتا ہے کہ امام اب رکوع میں گیا۔ اب سجدہ میں ہے۔ یہ مطلب نہیں ہے کہ
 صفت دوسری صفت کی امام ہے اور دوسری صفت والے پہل صفت کے مقتدی ہیں۔

اسی عنوان کے ماتحت امام نے حضور کے مرض وفات کے موقع امامت صدیقینؑ والی حدیث بھی ذکر کی ہے۔ جس میں

یہ لفظ بھی ہیں۔

كَحَاجَةِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَتَّى
جَلَسَ عَنْ يَسَارِ أَيْ بَكَرٍ يُصَلِّي قَائِمًا وَكَانَ
رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّي
قَائِمًا يَتَّقِدِي أَثَرِ بَكَرٍ بِصَلْوَةٍ رَسُولِ
اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَتِ النَّاسُ
مُقْتَدِرُونَ بِصَلْوَةِ أَبِي بَكْرٍ -

پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم قرأت لائے یہاں تک کہ
کی بائیں جانب بیٹھ گئے۔ پس ابو بکرؓ کھڑے ہو کر نماز پڑھنے
لگے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بیٹھے ہوئے نماز پڑھ
لگے۔ ابو بکرؓ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز کی اقتداء
کئے اور لوگ ابو بکرؓ کی متابعت کرتے رہے تھے۔

اس حدیث میں اگرچہ مقتدون کا لفظ موجود ہے لیکن اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ لوگ حضرت صدیقؓ کے گواہ
ہوئے تھے اور حضورؐ حضرت صدیقؓ کے امام تھے۔ بلکہ مطلب یہ ہی ہے کہ حضورؐ علیہ السلام علیل تھے۔ کمزوری کی وجہ سے نماز
نماز پڑھا رہے تھے تو حضرت صدیقؓ اکبرؓ حضورؐ کے کبیر تھے اور لوگ حضرت صدیقؓ اکبرؓ کی پیروی میں کر رکوع و سجود وغیرہ کرتے
چنانچہ اوپر جو حدیث گزری ہے اس میں صاف طور پر یہ لفظ موجود ہیں۔ ابوب کو یسمع الناس الشک
کہ ابو بکرؓ لوگوں کو پیروی کرتے تھے۔

بَابُ هَلْ يَأْخُذُ الْهَامُ إِذَا شَكَّ بِقَوْلِ النَّاسِ

بابا حبیب امام کو شک ہو تو کیا مقتدیوں کے کہنے پر چل سکتا ہے

حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے
علیہ وسلم نے (نہر کی) دو رکعتیں پڑھ کر سلام پھیر دیا۔ تو آپ
سے ذوالبیدین نے کہا کہ یا رسول اللہ! کیا نماز منجی ہے۔
کہ ہو گئی ہے یا آپ بقول گئے ہیں۔ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
و سلم نے صحابہ کرامؓ سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا کہ
ذوالبیدین صحیح کہہ رہا ہے۔ صحابہ کرامؓ نے کہا جی ہاں۔
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کھڑے ہوئے اور بقیہ دو رکعت
پڑھیں۔ پھر سلام پھیر کر اور اللہ اکبر کہہ کر سجدہ میں گئے اور
سجدوں کی طرح سجدہ کیا یا اس سے کچھ لمبا۔ حضرت ابو ہریرہؓ
سے مروی ہے کہ انھوں نے کہا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے
نہر کی دو رکعتیں پڑھائیں۔ آپ سے کہا گیا کہ آپ نے
دو رکعتیں پڑھائی ہیں تو آپ نے بقیہ دو رکعتیں پڑھائیں
سلام پھیرا پھر دو سجدے کئے۔

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ انْصَرَفَ مِنْ اثْنَتَيْنِ
فَقَالَ لَنَا ذُو الْيَدَيْنِ أَقْصَرَتِ الصَّلَاةُ أَمْ
تَسَيَّتْ يَا رَسُولَ اللَّهِ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى
اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَصَدَقَ ذُو الْيَدَيْنِ فَقَالَ
النَّاسُ نَعَفَ فَقَامَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ فَصَلَّى اثْنَتَيْنِ أَخَذَ يَمِينَهُ ثُمَّ سَلَّمَ
ثُمَّ كَبَّرَ فَسَجَدَ مِثْلَ سُجُودِهِ أَوْ أَطْوَلَ
عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ صَلَّى رَسُولُ اللَّهِ
صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الظُّهْرَ رَكْعَتَيْنِ
فَقِيلَ لَدَّ صَلَّيْتَ رَكْعَتَيْنِ فَصَلِّ
رَكْعَتَيْنِ ثُمَّ سَلَّمَ ثُمَّ سَجَدَ
سَجْدَتَيْنِ -

۱۔ سجود نماز میں ہے کہ حضورؐ نے سہو کا ایک سجدہ فرمایا۔ لیکن اصل یہ ہے کہ دو سجدے فرمائے جیسا کہ اس کے بعد
حدیث میں دو سجدوں کی تصریح ہے اور مسجود کا لفظ مصدر ہے۔ ایک اور دو کو ثل ہے اس لئے راوی

میں سجودہ کئے پر اکتفا کیا ۲۔ اس حدیث سے واضح ہوا کہ امام بھول جائے اور معتقد کی یاد دلائیں تو امام ان پر اکتفا کر سکتا ہے۔ اس حدیث کے کمال مسائل و فرامات اور اس پر مفصل بحث فیوض الباری پارہ دوم صفحہ ۱۲ پر ہو چکی ہے۔ قارئین کرام یہ صفحات ملاحظہ فرمائیں۔

بَابُ إِذَا بَكَى الْإِمَامُ فِي الصَّلَاةِ

باب جب کہ امام نماز میں روتے (تو حجب نماز ہے)

وَقَالَ عَبْدُ اللَّهِ بْنُ شَدَّادٍ سَمِعْتُ تَسْبِيحَ تَسْبِيحَ مُحَمَّدٍ
بَابُ إِذَا بَكَى الْإِمَامُ فِي الصَّلَاةِ
شَكْوَاتِي وَحُزْنِي إِلَى اللَّهِ -

حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نماز فجر میں سورہ یوسف پڑھ رہے تھے۔ جب مذکورہ بالا آیت پر پہنچے تو رو پڑے۔ معلوم ہوا کہ جنتیم کے دریا غوث الہی کی وجہ سے بے اختیار نماز میں رو پڑنا مفید نماز نہیں ہے۔ مالکیہ و حنفیہ کا بھی یہی مسلک ہے۔ ان اگر آدھ ات، تلف یہ اضافہ دریا مسیبت کی وجہ سے نکلے یا آواز سے رویا اور حرف پیدا ہو گئے۔ تو ان صورتوں میں نہ جاتی رہے گا بلکہ کسی وجہ سے رویا مگر ایسے کہ صرف آنسو نکلے اور آواز و حرف نہیں نکلے تو حرج نہیں۔ اس کے بعد اس نے وہی حدیث لکھی ہے جس میں حضور کی مرضی وفات کے موقع پر حضرت صدیق اکبر کی امامت کا ذکر ہے۔ اس حدیث میں ہے کہ جب حضور علیہ السلام نے حضرت صدیق اکبر کو امامت کے لیے مقرر فرمایا تو جناب عائشہ صدیقہ نے عرض کی۔

مَا نَافِعُ لِي وَأَنْتَ أَتَى أَبُوبَكْرٍ
بَابُ إِذَا بَكَى الْإِمَامُ فِي الصَّلَاةِ
شَكْوَاتِي وَحُزْنِي إِلَى اللَّهِ -

امام بخاری علیہ الرحمہ نے حدیث کے اس ٹکڑے سے یہ استدلال فرمایا کہ حضور علیہ السلام نے باوجود اس توقع کے کہ حضرت ابوبکر جو نرم دلی کے رو پڑیں گے۔ نماز پڑھانے پر مامور فرمایا۔ معلوم ہوا کہ روتے سے نماز فاسد نہیں ہوتی۔ لیکن یہ استدلال زیادہ پختہ نہیں۔ کیونکہ یہ خیال تو حضرت عائشہ کا تھا کہ حضرت ابوبکر بوقت امامت رو پڑیں گے اور وہ بھی محض امکان کا ہمارا فرما ہی ہیں۔ یہ ضروری کہاں ہے کہ حضرت ابوبکر رو پڑیں گے (افہم) ۲۔ حضرت عائشہ صدیقہ نے اپنے مشاہدہ کے مطابق بات کہی تھی۔ کیونکہ انہوں نے دیکھا تھا کہ جب حضرت ابوبکر نماز میں قرآن پڑھتے ہیں تو غوثِ حق و خبیث الہی سے رو پڑتے ہیں اسی صورت میں تو بطریق اولیٰ رو پڑیں گے۔ جب کہ وہ حضور کو نصی پر نہ پائیں گے۔ حضرت عائشہ کے خیال میں قوت ضرور ہے۔ یاں جہ حضرت ابوبکر کا رو پڑنا ضروری نہیں تھا اس لیے استدلال نام نہیں۔ البتہ یہ سند اپنی جگہ درست ہے کہ نماز میں خوف خبیث الہی یا جنت و دوزخ کے ذکر کے موقع پر دل بھرائے اور رونا آجائے تو نماز فاسد نہیں ہوگی۔

بَابُ تَسْوِيَةِ الصَّفُوفِ عِنْدَ الْإِقَامَةِ وَبَعْدَهَا

باب بیکری کے وقت اور تکبیر کے بعد صفوں کو برابر کرنا

صح ہو کر صفوں کو سیدھا کرنے کے لیے امام کا مقتدریں کی طرف متوجہ ہونا جائز ہے۔ خواہ اقامت سے قبل یا اقامت کے بعد۔

بَابُ الصَّفِّ الْأَوَّلِ

باب : صف اول کی فضیلت کے بیان میں

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ - الشَّهَادَةُ الْعَزِيزَةُ وَالْمَبْذُورَةُ الْمَطْعُونَةُ وَالْهَذْمُ وَقَالَ كَوَيْعَلْمُونَ مَا الشَّهَادَةُ جَيَّرَ لَا شَيْبَقُوا إِلَيْهِ وَكَوَيْعَلْمُونَ فِي الْغَنَمَةِ قَوْلُ الصَّبِيعِ لَا تَوْهَمًا وَكَوَيْعَلْمُونَ كَوَيْعَلْمُونَ مَا فِي الصَّفِّ الْمَقْدَمِ شَتَقُوا - (بخاری ۱)

حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا وہ بھی شہید بنے جو ثواب جانے اور جو بیٹ کی بیاری سے مرے اور جو طاعون سے مرے اور جو ذب کر مرے اور آپ نے فرمایا کہ اگر لوگ جان لیں جو ثواب ان کے لئے جلدی آئے ہیں ہے تو وہ ایک دوسرے سے آگے بڑھیں اور اگر جان لیں جو ثواب عشا اور صبح کی نمازیں سے تو وہ ٹھٹھوں کے بل ٹھٹھتے ہوئے ان میں آئیں اور اگر جان لیں جو ثواب پہلی صف میں ہے تو اس کے لیے قرعہ انداز ہو کر

یہ حدیث فیوض الباری بارہ سویم ص ۱۱۱ میں متعروہ حدیثیں وارد ہوئی ہیں۔ چند کے خلاصے یہ ہیں۔ ۱۔ حضور علیہ السلام نے فرمایا اللہ اس کے فرشتے صف اول پر درود بھیجتے ہیں (احمد و طبرانی) ۲۔ مردوں کی سب صفوں میں بہتر پہلی صف ہے اور سب میں کتر بل صف ہے اور مردوں کی سب سے بہتر پچھلی صف ہے اور کتر پہلی مسلم ابو داؤد ترمذی ۳۔ صف مقدم کو پورا کر دو پھر اس کو چھانے بعد جو۔ اگر کوئی کسی ہو تو پچھلی صف میں جو (ابوداؤد) ۴۔ ہمیشہ صف اول سے لوگ بچے ہوتے رہیں گے حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ انھیں اپنی امت سے نافر کر کے نار میں ڈال دے گا۔ (مسلم ابوداؤد، نسائی، ابی ماجہ)

بَابُ إِقَامَةِ الصَّفِّ مِنْ تَمَامِ الصَّلَاةِ

باب : صف کو برابر کرنا اور نماز کا پورا کرنا ہے

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ - إِذَا تَمَّ جَعَلَ الْوَهَامَ لِيُوتَرَ بِهِ فَلَا تَخْلِفُوا عَلَيْهِ فَإِذَا رَكَعَ فَارْكَعُوا فَإِذَا قَالَ سَمِعَ اللَّهُ مِنْ حَمِيدٍ - فَخُوتُوا رَتَبًا لَكَ الْحَمْدُ وَإِذَا سَجَدَ فَاسْجُدُوا وَإِذَا صَلَّى جَالِسًا فَغَسَلُوا سِرًّا أَجْمَعُونَ وَاقْتِمُوا الصَّفَّ فِي الصَّلَاةِ إِذَا إِقَامَةُ الصَّفِّ مِنْ حُسْنِ الصَّلَاةِ -

حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا امام اس لیے مقرر کیا جاتا ہے تاکہ اس کی اقتدا کی جائے تو تم اس سے اختلاف نہ کرو۔ جب وہ رکوع کرتے تو تم بھی رکوع کرو اور جب وہ سمع اللہ لمن حمدہ کہتے تو تم رست لک الحمد کو اور جب وہ سجدہ کرتے تو تم بھی سجدہ کرو اور جب وہ بیٹھ کر نماز پڑھتے تو تم سب بھی بیٹھ کر پڑھو اور نماز میں صفوں کو برابر رکھو اس لیے کہ صف کو برابر رکھنا نماز کا حسن ہے۔

حضرت انسؓ سے مروی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم اپنی صفوں کو برابر کرو اس لیے کہ صفوں کا برابر کرنا نماز کے قائم کرنے سے ہے۔

عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ سَوُّوا سَوُّوا سَوُّوا فَإِنَّ تَسْوِيَةَ الصُّفُوفِ مِنْ إِقَامَةِ الصَّلَاةِ -

امام بخاری نے تمام الصلوٰۃ کا عنوان قائم کیا ہے اور ابو داؤد میں عن انسؓ میں تمام الصلوٰۃ کا جملہ بھی آیا ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ غلط ہے اور حدیث ابوداؤد میں عن انسؓ میں تمام الصلوٰۃ کا جملہ بھی آیا ہے اس سے

موسم

اور حدیث زیر بحث کے الفاظ عریض منکر سے یہ استدلال کرنا کہ صفت میں کھڑے ہونے والے کندھے سے کندھا اور ٹخنے سے
 زمر میں متعدد وجوہ سے باطل ہے۔ اول اس لیے ایک کا دوسرے کے کندھے سے کندھا تول سکتا ہے مگر اس کے ساتھ ٹخنے سے
 نہ ملنا مشکل ہے۔ دوم اس لیے کہ یلوق مشکبہ بطنیک صاحبہ کا مطلب محض یہ ہے کہ صفت میں غلام نہ رہے۔ نہ یہ کہ ٹخنے سے ٹخنہ
 لیا جائے کیونکہ حدیث کے خط کشیدہ الفاظ میں ب کا تقضی و تہجی ہے جو مردیت بنید میں ہے۔ سوم اس لیے کہ صحابہ و تابعین کے
 خلق یہ کہیں نہیں ملتا کہ وہ کندھے سے کندھا ملانے کے ساتھ ٹخنوں سے ٹخنہ بھی ملاتے۔ اور عدم توارث و تعامل بھی اس امر کی دلیل ہے کہ
 ان کے نزدیک بھی حدیث زیر بحث کا مفہوم و مطلب صرف یہ ہے کہ صفت بالکل سیدھی ہو اور درمیان میں غلام نہ ہو۔

بَابُ إِذَا قَامَ الرَّجُلُ عَنْ يَسَارِ الْأَعْمَامِ وَخَوَّلَ الْأَعْمَامُ خَلْفَهُ إِلَى يَمِينِهِ تَقَمَّتْ صَلَاتُهُ

باب جب کوئی شخص امام کی طرف ٹھہرا ہو اور امام اس کو اپنے دائیں طرف کے آگے تو دونوں کی نماز صحیح رہی
 حضرت ابن عباسؓ سے مروی ہے انہوں نے کہا کہ میں نے کہا کہ میں نے کہا
 رات شبی سے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نماز پڑھی۔ میں آپ کی بائیں
 طرف ٹھہرا گیا۔ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سچے سے
 میرا سر اٹھا کر اپنی دائیں طرف کر لیا۔ پھر نماز پڑھ کر آپ سو
 گئے۔ بعدہ آپ کے پاس موقوف آیا۔ آپ کھڑے ہوئے اور
 (صبح کی) نماز پڑھائی اور وضو نہیں کیا۔
 اس حدیث سے واضح ہوا کہ اگر مقتدی ایک ہو تو وہ امام کے دائیں طرف امام سے مل کر کھڑا ہو اور اگر مقتدی امام کے دائیں طرف
 ٹھہرا نہ ہو اور امام ایک حرکت سے اس کو اپنے دینی طرف کر لے تو یہ عمل کثیر نہیں ہے اور اس طرح کرنے سے امام و مقتدی دونوں کی
 نماز میں کوئی خلل نہ آئے گا اور دونوں کی نماز درست و صحیح ہوگی۔

بَابُ الْمَرْأَةِ وَخَدَّهَا تَكُونُ صَفًا

باب امیہل عورت صفت کا حکم رکھتی ہے
 حضرت انس بن مالکؓ سے مروی ہے انہوں نے کہا کہ میں نے اور
 عَنْ النَّسَبِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ صَلَّيْتُ امًّا

میں نے بعض لوگ صرف اسناد کی صحت کو دیکھ کر ایک راستے قائم کر لیتے ہیں اور تعامل و توارث کو نہیں دیکھتے۔ حالانکہ کسی حدیث پر
 عمل کرنے یا اس کا صحیح مفہوم متعین کرنے کے لیے صحابہ کرامؓ کے تعامل کو دیکھنا بھی ضروری ہے۔ امام ترمذی نے دو صحیح حدیثیں کو گریہ
 جی لکھا کہ انتہاء لعل جعل بہ اسناد اور اس کی وجہ فقدان عمل کے ہوا اور کچھ نہیں ہے۔ مگر خبیث اگر کوئی حدیث صحیح الاسناد
 ہو اور اس پر صحابہ کرامؓ کا عمل نہ ہو تو وہ قابل استدلال نہیں ہے۔ اسی طرح اگر کوئی ضعیف حدیث ہو اور سلف کا اس پر عمل ہو
 تو وہ حجت ہے۔ پس کسی حدیث کے صحیح مفہوم متعین نہ ہونے کے لیے یا اس سے استدلال کرتے وقت صحابہؓ کے تعامل و توارث کو
 دیکھنا بھی ضروری ہے۔ (خاتم)

فائدہ۔ بعض غیر مقلدان نے یہ مشہور کر دیا ہے کہ احناف کے نزدیک کعبہ سے مراد اڑی ہے۔ لیکن یہ بات غلط ہے۔ علامہ
 عینی علیہ الرحمۃ نے تصریح فرمائی ہے۔ قول شاذ یفسد الی بعض المفسرین۔ (عینی ج ۲ صفحہ ۹۹)

وَيَسْتَمِمْ فِي بَيْتِنَا خَلَّتِ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ ذَاكَ أَمْرٌ خَلَفْنَا أَمْرًا سَلِيمًا

ایک بار کے لئے جو کہ تمہارا اپنا گھر میں نبی صلی اللہ علیہ
وہ وسلم نماز پڑھیں اور میری ماں ام سلیم ہمارے پیچھے کھڑی

۱۔ ام سلیم کہتے ہیں کہ حضرت ابو طلحہ کی بیوی ہیں اور ان کا نام سلمہ یا رقیلہ یا رمیہ تھا ہے۔ یہ علم دین کی فاضلہ ہے
ہذا سے واضح ہوا کہ اگر دو مقتدی مرد ہوں اور ایک عورت تو دونوں مرد امام کے پیچھے کھڑے ہوں اور عورت ان کے پیچھے کھڑی
جیسا کہ حدیث ہذا میں ہے کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے کھڑی ہو کر نماز پڑھی

۲۔ علامہ عینی علیہ الرحمۃ نے لکھا کہ اس حدیث سے واضح ہوا کہ عورتیں مردوں کے ساتھ جماعت میں شامل ہو سکتی ہیں
سب مسنون سے پیچھے کھڑی ہوں۔ حدیث ابن مسعود میں حضور نے فرمایا۔ **أَخَذُوا مِنْ حَيْثُ أَخَذُوا**
ہمارے فقہانے لکھا ہے کہ اگر دو مقتدی ہوں ایک مرد اور ایک لڑکا تو دونوں امام کے پیچھے کھڑے ہوں۔ اگر ایک عورت
تو بھی پیچھے کھڑی ہو۔ زیادہ عورتیں ہوں جب بھی یہ ہی حکم ہے اور اگر دو مقتدی ہوں ایک مرد اور ایک عورت تو مرد امام کے
کھڑا ہوا اور عورت پیچھے (عالمگیری) ۴۔ اس حدیث سے یہ بھی واضح ہے کہ دو مقتدی ہوں تو وہ امام کے پیچھے کھڑے ہوں

اور ترمذی کی حدیث میں ہے کہ حضرت ابن مسعود نے نماز پڑھائی اور مقتدی دو تھے۔ علقمہ اور اسود تو آپ نے ایک کو دائیں طرف
دوسرے کو بائیں طرف کھڑا کیا تھا۔ اس سے حضرت امام ابو یوسف نے یہ استدلال فرمایا کہ جب دو مقتدی ہوں تو ایک امام کے
اور دوسرا بائیں کھڑا ہو۔ لیکن اس کے متعہ و جواب میں۔ اول یہ کہ حضرت ابن مسعود کو حدیث انس نہیں پہنچی تھی۔ دوم یہ کہ حدیث

کی بنا پر انھوں نے ایسا کیا تھا جیسا کہ عھاوی میں حضرت ابن سیرین سے مروی ہے کہ فعلہ **أَمْرٌ مَسْعُودٌ كَانَ لِمَسْعُودٍ**
بِأَنَّكَ عَنِ النَّبِيِّ ۵۔ رہا یہ سوال کہ اگر ایک مقتدی ہو اور امام کے پیچھے کھڑے ہو کر نماز پڑھے تو کیا حکم ہے
نفس امام احمد و سختی و ابن حرم نامسک یہ ہے کہ نماز باطل ہوگی کیونکہ حضور علیہ السلام نے دیکھا کہ ایک ایک شخص امام کے
پیچھے کھڑے ہو کر نماز پڑھ رہا ہے تو آپ نے فرمایا۔ **أَعِدُّوا السُّلُوحَ** نماز دوبارہ پڑھو۔ **رَوَاهُ الطَّبْرَانِيُّ**

عن الجہل **هَرِيرَةُ** لیکن امام ابو حنیفہ و مالک و شافعی فرماتے ہیں کہ نماز درست ہوگی۔ البتہ اس طرح نماز پڑھنا
مستحب ہے اور حدیث ابو ہریرہ کا جواب یہ ہے۔ حضور علیہ السلام نے جو نماز دوبارہ پڑھنے کا حکم دیا وہ بطور وجہ
تھا بلکہ استحباب پر محمول ہے۔ ثانیاً۔ حدیث زیر بحث سے ثابت ہوتا ہے کہ ایک عورت اگر امام کے پیچھے کھڑی
نماز پڑھے تو درست ہے۔ تو جب ایک عورت کی نماز درست ہوگی۔ تو اکیلے مرد کی تو بطورین اولیٰ درست ہے۔

بَابُ مَيِّمَةِ الْمَسْجِدِ وَالْإِهَامِ

باب مسجد اور امام کی دائیں جانب کا بیان

حضرت ابن عباس سے مروی ہے۔ انہوں نے کہا کہ
ایک رات نماز پڑھنے کے لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
بائیں طرف کھڑا ہوا تو آپ نے میرا ہاتھ بازو پکڑ کر مجھے
اپنی دائیں طرف کھڑا کر دیا اور ہاتھ کے اشارہ سے فرمایا
کہ میرے پیچھے سے گھوم آؤ۔

عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ قُمْتُ لَيْلَةً أَصَلَّى
وَعَنْ نِسَاءِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
فَأَخَذَ بِيَدِي حَتَّى أَتَى مَتْنِي عَنْ
يَمِينِهِ وَشَالَ يَمِينَهُ مِنْ
قَدَائِفِ

(بخاری)

مقصود عنوان یہ ہے کہ جب مقتدی ایک ہو تو اس کے کھڑے ہونے کی جگہ امام کے دینی طرف سے اور خطا ہرے کہ جب مقتدی امام کے دینی طرف کھڑا ہوگا تو مسجد کے بھی دینی طرف ہی ہوگا۔ زیر عنوان حدیث مضمون عنوان پر بلا اشکال مشتمل ہے اور دینی طرف کھڑے ہونے کی فضیلت پر حدیث ثانی سے روشنی پڑتی ہے۔ حضرت برادر سے مروی ہے کہ ہم جب حضور کے پیچھے نماز پڑھتے تو حضور کے دینی طرف کھڑے ہونے کو دست رکھتے تھے۔ (یعنی صف کے دینی طرف) اور ابو داؤد وابن ماجہ کی حدیث میں حضرت عائشہ صدیقہ سے مروی ہے کہ اللہ اور اس کے فرشتے صف کے دینے والوں پر درود بھیجتے ہیں اور غالباً یہ بھی کسی حدیث کا مخبر ہے۔ — ظاہر ہے کہ اس فضیلت کو حاصل کر کے کے لیے ہر شخص امام کی دینی طرف صف میں کھڑا ہونے کی کوشش کرتا اور بائیں جانب خالی رہ جاتا۔ تو اس کے متعلق حضور سید عالم علیہ السلام نے فرمایا کہ جو مسجد کی بائیں جانب اس لیے کھڑا ہوگا اور لوگ کم ہیں تو اسے دونا ثواب ہے (رواہ الطبرانی عن ابن عباس) علامہ ربیع بن علیہ رحمۃ اللہ نے لکھا کہ اگرچہ اس حدیث کی سند میں کلام ہے۔ لیکن بر تقدیر صحت یہ حدیث، حدیث برادر کے معارض نہیں کیونکہ یہ ہدایت ایک خاص حالت کے لیے ہے جب وہ حالت ختم ہوگی تو حکم بھی ختم ہو جائے گا۔

بَابُ إِذَا كَانَ بَيْنَ الْإِمَامِ وَبَيْنَ الْقَوْمِ حَائِطٌ أَوْ سُتْرَةٌ

باب احباب امام اور مقتدی کے درمیان دیوار یا پردہ حائل ہو تو کیا حکم ہے؟

وَقَالَ الْحَسَنُ لَوْ بَيْنَ أَنْ تَقْضِيَ وَبَيْنَكَ وَبَيْنَهُ سِتْرٌ

حضرت حسنؒ نے فرمایا اس میں حرج نہیں کہ تو نماز پڑھے اور میرے اور امام کے درمیان نہ ہو۔

واضح ہو کہ اقتداء کی تہ و شرطوں میں سے ایک شرط یہ بھی ہے کہ امام و مقتدی دونوں ایک مکان میں ہوں۔ اصناف کے نزدیک مسجد مکان واحد ہے تو اگر امام و مقتدی کے درمیان دیوار یا کوئی اور چیز حائل ہو۔ تو اگر امام کے انتقالات مشتبہ نہ ہوں۔ مثلاً اس کی یا کبر کی آواز سننی جاتی ہو یا۔ — اسے مقتدیوں کے انتقالات دکھائی دیتے ہوں۔ تو اقتداء درست ہے۔ مثلاً مسجد بہت بڑی ہے اور امام اگرچہ محراب میں ہے اور مقتدی مقتدا مسجد میں تو اقتداء درست ہے۔ اسی طرح مسجد کے متصل کوئی والاں ہے۔ اس میں مقتدی اقتداء کر سکتا ہے جب کہ امام کا حال مخفی نہ ہو۔ یونہی بیچ مسجد کے ایسی چھوٹی ٹہریے جس پر کشتی یا بجران چل سکے۔ تو اقتداء درست ہے۔ — حضرت امام حسن علیہ الرحمۃ نے فرمایا کہ اگرچہ امام و مقتدی کے درمیان نہ ہو اقتداء درست ہے تو اس نہرے اگر ایسی نہر ہو جس میں کشتی یا بجران چل سکے تو اقتداء درست ہے۔ اگر امام اور مقتدی کے درمیان آنا چڑھنا راستہ جس میں بیل گاڑی جا سکے یا بیچ میں نہر جس میں کشتی یا بجران چل سکے تو اقتداء درست نہیں۔ یونہی اگر بیچ میں حوض وہ درود ہے تو اقتداء نہیں ہو سکتی۔ لیکن اگر حوض کے گرد مغفیل یا بر متصل ہوں یا اگر حوض چھوٹا ہو تو اقتداء صحیح ہے۔

وَقَالَ أَبُو حَنِيفَةَ لَا تَقْضِي بِلَاؤِهِمْ قِرَاطٌ كَانَ بَيْنَهُمَا طَرِيقٌ أَوْ حِجَابٌ إِذَا مَسَّحَ تَكْبِيرُ الْوُضُوءِ

اور ابو حنیفہؒ نے کہا کہ امام کی اقتداء کر سکتا ہے۔ گو کہ امام اور مقتدی کے درمیان راستہ یا دیوار حائل ہو۔ لیکن مقتدی امام کی تکبیر سن سکے۔ (بخاری)

ابو حنیفہؒ حتیٰ بن حمید بن سعید بصری تابعی ہیں۔ اس تعلق کو ابن ابی شیبہ نے وصل کیا۔ — راستہ سے مراد (اخت) کے نزدیک اگر آنا چھوٹا راستہ ہے۔ جس میں بیل گاڑی نہیں گذر سکتی تو اقتداء درست ہے اور اگر آنا چھوٹا راستہ ہے کہ جس میں بیل

کاڑی جائے تو اقدار درست نہیں ہے۔

عَنْ غَابِشَةَ قَالَتْ كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّي مِنَ اللَّيْلِ فِي سَجْدَةٍ وَجَدَانِ الْحُجْرَةِ قَصِيصٍ فَرَأَى النَّاسُ شَخْصًا الَّذِي صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَتَنَامَ النَّاسُ يُصَلُّونَ بِصَلْوَتِهِ فَأَصْبَحُوا فَتَحَدَّثُوا ابْنَهُ فَقَامَ اللَّيْلَةَ الثَّانِيَةَ فَقَامَ مَعَهُ أَنَسٌ مَا يُصَلُّونَ بِصَلْوَتِهِ صَعُغُوا ذَلِكَ لَيْلَتَيْنِ أَوْ ثَلَاثًا حَتَّى إِذَا كَانَ بَعْدَ ذَلِكَ جَلَسَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلَمَّا يَخْرُجُ مَلَمًا أَصْبَحَ ذَكَرَ ذَلِكَ النَّاسُ فَقَالَ إِنِّي خَشِيتُ أَنْ تُكَلِّبَ عَلَيْكُمْ صَلَاةَ اللَّيْلِ

فوائد و مسائل

فی حجۃ کے متعلق مدار معنی نے لکھا ہے کہ اس سے ازواج مطہرات میں سے کسی کا حجہ مراد ہے۔ سے بالکل متصل ہے۔ عیدہ کہ روایت ابونعیم میں ہے۔ كَانَ يُصَلِّي فِي حَجْرَةٍ مِنْ حُجْرَةِ أَزْوَاجِہِ۔ تو مطلب حدیث یہ ہوگا کہ حضور علیہ السلام اس حجہ میں نماز کے لیے کھڑے ہوئے اور اس حجہ کی دیواریں اتنی چھوٹی تھیں کہ حضور جہنم مبارک نظر آتا تھا اور لوگوں نے حضور کو دیکھ کر آپ کی اقامت ار میں نماز ادا کی۔ جس سے واضح ہوا کہ اگر امام و مقتدی کے درمیان کوئی چیز مائل ہو۔ اگرچہ دیواریں ہوں اور امام کی حالت و کھانی دسے یعنی اس کی آواز سنائی دے یا اس کے نماز کے افعال آئیں تو اقدار درست ہے اس لیے نوافل کھر میں ادا کرنا افضل میں ۳۔ جماعت کے ساتھ بھی نوافل پڑھے جاسکتے ہیں حضور علیہ السلام نے دو رات یا تین رات یہ نوافل جماعت کے ساتھ ادا فرمائے۔ مگر چوتھی رات آپ اس جگہ تشریف لے گئے تشریف صحیح کا مطلب یہ ہے کہ جس جگہ نوافل ادا فرماتے تھے، جگہ گر نہ ہوئے۔ صبح کو جب اس کا ذکر ہوا۔ تو حضور فرمایا۔ میں اس لیے نہیں آیا کہ کہیں یہ نوافل تم پر فرض نہ ہو جائیں۔

بَابُ صَلَاةِ اللَّيْلِ

باب رات کی نماز کا بیان

۱۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک بوریر تھا جس کو آپ دن میں بھیجا کرتے اور رات کو پردہ بنائیٹھ چند لوگ آپ کے پاس کھڑے ہوئے اور آپ کے پیچھے صف باندھی۔

۲۔ حضرت زید بن ثابت سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک حجہ بنالیا۔ حمیر بن سعید نے کہا میں کھتا ہوں

عَنْ غَابِشَةَ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ لَهُ حَصِيرٌ يُبَسِّطُهُ بِالشَّهَارِ وَيَحْجِرُهُ بِاللَّيْلِ فَتَابَ النَّاسُ فَصَفُّوا قَرَاءَةً

عَنْ زَيْدِ بْنِ ثَابِتٍ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اخْتَذَ حُجْرَةً فَتَالَ حَسِبْتُ

اَسْمَاءُ قَالَتْ مَنْ خَصِمْتُ فِي رَمَضَانَ فَصَلَّى فِيهَا
تِلْكَ فَصَلَّى بِصَلَاتِهِ نَاسٌ مِمَّنْ اصْحَابُ
قَلْبَةٍ عَلَيْهِمْ يَفْعَلُونَ فَخَرَجَ إِلَيْهِمْ
فَقَالَ تَذَعَرْتُ الَّذِي وَآيَتٌ مِنْ صُنْعِكُمْ
فَصَلُّوا إِلَيْهَا النَّاسُ فِي بُيُوتِكُمْ
فَإِنَّ أَفْضَلَ الصَّلَاةِ صَلَاةُ الْمَرْبُوعِ فِي بَيْتِهِ
إِلَّا أَنْ تَكُونَ تَوْبَةً

(بخاری)

قوائد و مسائل

حضرت زید نے کہا کہ وہ بوریہ کا تھا اور آپ نے یہ حجرہ رمضان
میں بنایا تھا۔ اس کے اندر کئی مائوں تک آپ نماز پڑھتے رہے
اور آپ کے ہمراہ کئی صحابہ نے بھی نماز پڑھی۔ جب آپ کو
ان کا حال معلوم ہوا تو آپ نے بیٹھا شروع کر دیا (مسار)
موقوف رکھی (بجرا آپ تشریف لائے اور فرمایا تم نے جو کیا گھر
کو معلوم ہے لیکن لوگو! تم اپنے اپنے گھروں میں نماز پڑھتے رہو
کیونکہ افضل نماز آدمی کی اس کے گھر میں ہے۔ سوائے رمضان نمازوں کے

علامہ عینی علیہ الرحمۃ نے لکھا کہ عنوان مذکور صرف روایت متصل کا ہے اور اس مقام پر اس کے ذکر کی کوئی وجہ
نہیں کیونکہ ذکر صفوت اور اقامت صفوت کا پتہ چل رہا ہے اور یہی عنوان منفرد طور پر کتاب الصلوٰۃ کے آخر
میں آ رہا ہے۔ ہاں یہ ممکن ہے کہ اس عنوان کے قائم کرنے سے امام بخاری کا مقصد یہ بتانا ہو کہ امام اور مقتدی کے درمیان دیوار
حائل ہو تو اقتداء درست ہے۔ چنانچہ حدیث زیر عنوان میں یہ تصریح ہے کہ حضور علیہ السلام کا یہ حجرہ بوریہ کا تھا۔ یہ بوریہ دن
میں بچھا دیا جانا تھا اور رات کو اس سے پردہ کا کام لیا جاتا تھا تو بوریہ کا پردہ بھی دیوار کی مثل ہی ہے۔ ۲۔ حدیث اولیٰ کو
امام نے لباس میں مسلم و ترمذی و نسائی و ابن ماجہ نے صلوٰۃ میں ذکر کیا اور حدیث دوم کو امام بخاری نے ادب و اعتصام میں
اور مسلم و ترمذی و نسائی و ابو داؤد نے صلوٰۃ میں ذکر کیا۔

۳۔ اس حدیث سے واضح ہوا کہ فوافل گھر میں پڑھنا افضل ہیں اور اس سلسلہ کی چند حدیثیں یہ ہیں حضور علیہ السلام نے فرمایا
کہ گھر میں نماز پڑھنا تو بہت ہے، تو اپنے گھروں کو منور کرو (ابن ماجہ) گھروں کو قبرستان نہ بناؤ۔ شیطان اس گھر سے بھاگتا ہے جس میں سورۃ
بقرہ پڑھی جائے۔ (مسلم و نسائی) نماز گھر میں بھی پڑھا کرو (یعنی فوافل) (ابن ماجہ) فوافل گھر میں پڑھنا مسجد میں پڑھنے سے افضل ہے۔ (ابو داؤد)
اور فوافل کو گھر میں پڑھنے کی ہدایت کا داریہ ہے کہ آدمی غرضت کثرت کے تحت عبادت میں مشغول ہوا اور یاد و جمع کا اس میں دخل نہ
ہو سکے ۴۔ اور عموم حدیث سے وہ فوافل مستثنیٰ ہیں جن کے لیے جماعت مشروع ہے۔

اس حدیث سے تراویح کی اصل ثابت ہوتی ہے کہ حضور علیہ السلام نے رمضان کی تین راتوں میں باجماعت اور فرامیں اس
کے بعد بحیثیت فرضیت ترک فرمادیں۔ تراویح کے متعلق بحث اپنی جگہ آئے گی۔ (انشاء اللہ)

بَابُ الْإِحْبَابِ التَّكْيِيرِ وَافْتِتَاحِ الصَّلَاةِ

باب، تکبیر تحریر کا واجب ہونا اور نماز کے شروع کرنے کے متعلق

تکبیر تحریر کے متعلق بحث | اس سے قبل جماعت، اقامت، تسبیۃ صفوت کے مسائل بیان ہوئے اور اس سلسلہ میں
امام نے ایک سو بائیس (۱۲۳) حدیثیں ذکر کی ہیں جن میں ۹۶ موصول ہیں ۶ معلق ہیں اور
۲۱ صحابہ و تابعین کے اثر ہے۔ اس عنوان سے نماز پڑھنے کا طریقہ اور اس کے احکام کا بیان مقصود ہے ۱۔ ۲۔ اس عنوان کے
تحت امام نے تین حدیثیں ذکر کی ہیں تینوں کے الفاظ تقریباً ایک ہی ہیں جن میں سے ایک یہ ہے۔

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
وَسَلَّمَ إِذَا جَعَلَ الْإِمَامُ يُدْعُو شَفَّ بِسَـ

حضرت ابو ہریرہ رضی عنہ سے مروی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا
سوائے اس کے نہیں کہ امام اس لیے مقرر کیا گیا ہے تاکہ

بَاذَا كُنْتَ تُكَلِّمُوهُ إِذَا دَعَاكَ فَارْكَعُوا وَإِذَا
قَالَ سَمِعَ اللَّهُ لِمَنْ حَمِدَهُ فَقُولُوا رَبَّنَا
وَلَكَ الْحَمْدُ وَإِذَا سَجَدَ فَاسْجُدُوا وَإِذَا
صَلَّى جَالِسًا قُضِلُوا اِحْتَلُوا أَجْمَعُونَ

اس کی اقتدا کی جاتے۔ پس جب وہ تکبیر کہے تو تم بھی کہو
وہ رکوع کرے تم بھی رکوع کرو اور جب وہ سمیع اللہ لمن
تو تم بناؤ لکس اللہ لمن اور جب وہ سجدہ کرے تو تم بھی سجدہ
اور جب وہ بیٹھ کر نماز پڑھے تو تم بھی سب بیٹھ کر نماز پڑھو

۴۔ قرآن مجید میں واو غلط ہے یا مع کے معنی میں ہے۔ شارحین نے اس پر کافی بحث کی ہے لیکن
میں سمجھتا ہوں کہ وہ یہ کہ امام بخاری یہ بتانا چاہتے ہیں کہ نماز کا افتتاح صرف تکبیر سے ہوگا۔ یا حضرت رفع یدین سے۔ تو
ما کہ نماز کا افتتاح تکبیر سے ہوگا پس اگر کسی نے بغیر تکبیر کے ہاتھ اٹھا کر نماز شروع کی تو وہ نماز میں داخل نہ ہوگا۔ یعنی مختصر
بتانا ہے کہ آدمی کا نماز میں داخل تکبیر سے ہوگا۔ فقط ہاتھ اٹھانے سے نہیں۔ چنانچہ سیدنا امام جعفر صادق نے سوال کیا انھوں نے
لصلوۃ اھو بالتکبیر امام برقیع الید فقال بالتکبیر ولما ذھب الامام قال نعم فقیہہ اھو
بتا۔ یہ ہے ہونے کا ہاتھ اٹھانے سے امام ابوحنیفہ نے فرمایا تکبیر سے۔ جب آپ واپس آئے تو جناب امام جعفر علیہ السلام
فرمایا فقیہہ ہیں۔

ابا تکبیر تحریر کے لیے لفظ اللہ اکبر ہی کتنا ضروری ہے؟ واضح ہو کہ امام احمد و شافعی و مالک کے نزدیک
نماز کے شروع میں اللہ اکبر کہنا فرض ہے

کوئی لفظ اس کی جگہ کوئی نہیں ہے اور احناف کے نزدیک تکبیر یعنی نماز کا افتتاح ایسے الفاظ سے کرنا جو خاص اللہ عزوجل کی تعظیم
الفاظ میں فرض ہے اور لفظ اللہ اکبر سے نماز شروع کرنا واجب ہے۔ چنانچہ شیخ ابن الہمام نے فرمایا۔ اللہ اکبر سے نماز شروع کرنا
ہے۔ صاحب بحر و نمر و صاحب تنویر الابصار اور ابن امیر الحاج نے شرح فقیر میں اس کی تصریح فرمائی ہے۔ نیز عالمگیری و دیگر
عبر میں یہ تصریح بھی ہے کہ اگر کسی نے اللہ اکبر کی جگہ دوسرے لفظ تعظیمی کے تو ان سے بھی نماز کی ابتدا ہو جائے گی مگر یہ تصحیح
ہو چکی ہے ۲۔ جو اگر اللہ اکبر کے سوا کسی دوسرے لفظ سے نماز کا افتتاح جائز نہیں سمجھتے وہ ان احادیث سے استدلال
نہیں کرتے جن میں یہ آیا ہے کہ حضور علیہ السلام لفظ اللہ اکبر سے نماز شروع فرماتے تھے لیکن ظاہر ہے کہ اس مضمون کی احادیث سے
تعظیمی الفاظ سے نماز کے افتتاح کا دم چار ثابت نہیں ہوتا۔ لفظ تکبیر از روئے لغت تعظیم ہی کا دوسرا نام ہے۔ قرآن مجید میں
اخلاۃ اراۓنا اھکب منہ راعی عظمیۃ۔ و ربک فکبر (اعی عظمیٰ) اور فرمایا و ذک
اسو ربہ فصلی الایہ۔ اس آیت میں ذکر کو عام رکھا گیا ہے۔ خواہ وہ لفظ اللہ سے ہے یا لفظ حق سے پس جائز ہے
اللہ اکبر کی جگہ الرحمن عظمیٰ کہا جائے کہ کوئی ذکر کرتے ہیں یہ دونوں برابر ہیں اور قرآن نے یہ بھی فرمایا ہے للذین الاسماء الحسنی
قد عودہ بیہا۔ اس میں کوئی قید نہیں ہے اور سنن ابن ابی شیبہ میں ابو العالیہ سے مروی ہے کہ انبیاء کرام نماز کی ابتدا تو
تسبیح و تہلیل سے فرماتے تھے اور امام شعبی نے فرمایا کہ سماء الہی میں سے جس کے ساتھ بھی نماز کا افتتاح کیا جائے جائز ہے اور یہی امام شعبی
اور ابن امیر کا قول ہے۔ لہذا اللہ اکبر کی جگہ اگر کسی دوسرے تعظیمی الفاظ سے نماز کا افتتاح کیا جائے جائز ہے ۲۔ اس حدیث سے یہ بھی واضح
ہو جاتا ہے کہ امام کی متابعت ضروری ہے اور مقتدی کو امام کے بعد تکبیر کہنی چاہیے۔ اگر امام سے پہلے تکبیر کہی تو اقتداء درست نہ ہوگی جس
کا مقتدی نے لفظ اللہ اکبر کے ساتھ کہا مگر لفظ اکبر سے پہلے خود کو نماز نہ ہوگی ۳۔ واضح ہو کہ تکبیر تحریر و حقیقت میں لفظ
سے ہے مگر جملہ افعال نماز سے اس کو بحث اتصال ہے اس لیے فرائض نماز میں اس کا شمار کرتے ہیں۔

بَابُ رَفْعِ الْيَدَيْنِ فِي التَّكْبِيرَةِ الْأُولَى مَعَ الْإِفْتِتَاحِ سَوَاءً

باب تکبیر تحریر میں نماز شروع کرتے ہی دونوں ہاتھوں کو برابر اٹھانا

حضرت سالم بن عبداللہ سے مروی ہے کہ وہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب نماز شروع کرتے تو اپنے دونوں ہاتھ نوٹھوں کے برابر اٹھاتے اور جب رکوع کے لیے تکبیر کہتے (تو بھی رفع الیدین کرتے) اور صبح اللہ لمن حمدہ۔ برناؤ لک الحمد کہتے اور آپ رفع الیدین تحریر مسجد میں جاتے اور اٹھتے وقت نہ کرتے۔

عَنْ سَالِمِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ عَنْ أَبِيهِ أَنَّهُ رَأَى رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَرْفَعُ يَدَيْهِ حَذْوَ وَتَكْبِيرِهِ إِذَا افْتَتَحَ الصَّلَاةَ وَإِذَا كَبَّرَ لَمْ يَرْفَعْ يَدَيْهِ وَرَأَى سَمْعَ اللَّهِ مِنْ التَّكْوِينِ وَفَعَلَهُمَا لِذَلِكَ أَيْضًا وَقَالَ سَمِعَ اللَّهُ مِنْ حَمْدِهِ رَبَّنَا إِنَّكَ الْحَمْدُ وَكَانَ لَا يَفْعَلُ ذَلِكَ فِي السُّجُودِ۔

۱۔ حافظ علیہ الرحمۃ نے فرمایا کہ احادیث میں تکبیر تحریر کہتے اور ہاتھ اٹھانے کی تین صورتیں وارد ہوئی ہیں :-

اول۔ قبل التکبیر۔ یعنی پہلے ہاتھ اٹھانا اس کے بعد تکبیر کہنا۔

دوم۔ معہ۔ یعنی تکبیر و ہاتھ اٹھانا۔ دونوں ایک ساتھ ہوں۔

سوم۔ بعده۔ یعنی پہلے تکبیر کہنا پھر ہاتھ اٹھانا۔

صاحب ہدایہ علیہ الرحمۃ نے صورت اول کو اختیار کیا کہ پہلے ہاتھ اٹھائے پھر تکبیر کہے کیونکہ ہاتھ اٹھانے کا مطلب یہ ہے کہ ربی اللہ کے سوا اور کی کبریا کی نفی کرنا ہے اور تکبیر اللہ اکبر سے اللہ کی بزرگی ثابت کرتا ہے اور نفی اثبات پر مقدم ہوتی ہے۔ امام ابویوسف و امام حمادی علیہم الرحمۃ نے دوسری صورت اختیار کی کہ تکبیر کہنا اور ہاتھ اٹھانا دونوں ایک ساتھ ہوں۔ اسی کو شیخ الاسلام و صاحب تحفہ و تاضی خاں نے اختیار فرمایا ہے۔

اور تیسری صورت تصرف رواۃ سے معلوم ہوتی ہے کیونکہ سلف میں سے کسی نے اس کو اختیار نہیں کیا اور پھر تکبیر کے بعد ہاتھ اٹھانا ویسے بھی درست نہیں قرار پایا کیونکہ ہاتھ اٹھانا تکبیر کے لیے ہے تو جب تکبیر ختم ہو گئی تو رفع کا عمل باقی نہ رہا ورنہ اگر شروع تحریر کے بعد ہاتھ اٹھانا منظور ہوتا تو پھر دوسری و تیسری کیفیت کے شروع کے لیے بھی اس کا حکم ہوتا۔ جس سے واضح ہوا کہ مضمی شائع۔ الرفع بعد التکبیر ہے۔ پس مذکورہ بالا دو صورتیں ہی باقی رہیں۔

۲۔ واضح ہو کہ تکبیر تحریر سے نماز کو شروع کرنا فرض ہے اور ہاتھوں کا اٹھانا سنت ہے اور پہلے ہاتھ اٹھانا پھر تکبیر کہنا یا تکبیر کہنا اور ہاتھ اٹھانا دونوں ایک ساتھ ہوں دونوں طرح جائز ہے۔

۳۔ سیدنا امام شافعیؒ کے نزدیک تکبیر کے وقت ہاتھ اٹھانا مکمل ہاتھ اٹھانے جائیں۔ جیسا کہ حدیث زیر بحث میں ہے اور احاف کہتے ہیں کہ دونوں ہاتھ کان تک لائے جائیں کہ انگوٹھے کی نو سے چھو جائیں اور انگلیاں ذلی برنی رکھے نہ خوب کھولے اپنی حالت پر رہنے دے اور سجلیاں قبلہ رخ کرے۔ جیسا کہ احادیث ذیل سے ثابت ہے۔

حضرت داؤد بن جریر و ہارون انس سے روایت ہے کہ حضور علیہ السلام جب تکبیر کہتے تو اذاکبیر رفع یدیلہ حذاء اذنیہ (رواؤ احمد و اسحق و حاکم فی المستدرک)

رفع ید یدہ حیال اذنیہ

(رواہ ابو داؤد و ابن ماجہ)

کہ جب آپ تکبیر کہتے تو ہاتھوں کو کانوں تک اٹھاتے

سیدنا امام مسلم علیہ الرحمۃ نے اپنی مسند میں بروایت عاصم بن وائل بن حجر روایت کی

اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَرْفَعُ يَدَيْهِ بِحَاذِي بَيْتِ شَكَمَةِ اُذُنَيْهِ (مسند ۱۳۳)

کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم وقت تکبیر تحریر دونوں ہاتھ اٹھاتے کہ کانوں کی نوک تک برابر ہوجاتے۔

حضرت وائل بن حجر سے روایت ہے کہ حضور علیہ السلام افتتاح نماز کے لیے جب ہاتھ اٹھاتے۔

رفع ابهامیہ فی الصلوۃ الی شکمۃ اذنیہ (ابو داؤد)

حضرت انس سے مروی ہے کہ:-

حتی یحاذی بابہا میہ اذنیہ۔ (دارقطنی)

اور ترمذی نے سعید بن مسکان کی حدیث میں ذکر کیا کہ جناب ابو ہریرہؓ مسجد نبویؐ میں آئے اور کہا حضور علیہ السلام جب تکبیر کہتے تو

وَلَمْ يَفْرِجْ بَيْنَ اصْبَاحِهِ وَلَمْ يَضْبَحْهَا (ترمذی)

حضرت مالک بن حورث کہتے ہیں کہ حضور علیہ السلام جب تکبیر تحریر کہتے تو

حتی یحاذی بھما اذنیہ (مسلم)

آپ کان تک اپنے انگوٹھے لے جاتے (یعنی جی میں)

اور دومری روایت میں شروع اذنیہ کے لفظ بھی آئے ہیں۔ حضرت انس سے بھی اسی طرح مروی ہے (دارقطنی)

اور حضرت راستہ مروی ہے کہ حضور ہاتھ اٹھاتے تو آپ کے دونوں انگوٹھے

حتی یکون ابھما لا قریباً من شحمۃ اذنیہ

کان کی نوک کے قریب ہوتے۔

ثماوی۔ مسلم و بخاری

۱۔ مذکورہ بالا معنوں کی حدیثوں کو ۱۔ بخاری و مسلم و صحاح میں نے مالک بن حورث سے ۲۔ بخاری و ابو داؤد و نسائی نے

۳۔ ابو داؤد و صحاح و دارقطنی و احمد و امام عبد الرزاق نے حضرت براہ بن عازب سے ۴۔ مسلم و ابو داؤد نے حضرت وائل بن حجر

۵۔ اور مالک و مستدرک و دارقطنی و بیہقی نے باسناد صحیح حضرت انس سے (بشرط مسلم و بخاری) روایت کیا ہے۔

صحیح البخاری

حضرت ابن عمرؓ سے روایت ہے کہ حضور علیہ السلام نے فرمایا جب تم میں سے کوئی نماز کا افتتاح کرے تو ہاتھوں کو اٹھائے

وَلْيَسْتَقْبِلْ بِيَاظِنِهَا الْقِبْلَةَ (طبرانی)

فضل بن عباس سے مروی ہے کہ حضور علیہ السلام نے فرمایا۔

تَرْفَعُهَا اِلَى رِبِكِ مَسْتَقْبِلًا بَطُونِهَا (ابن ماجہ)

تو ہاتھ اٹھا اپنے رب کی طرف کو کہ ہتھیلیاں قبلہ رخ ہوں

ان احادیث سے واضح ہوا کہ نماز شروع کرنے کے لیے دونوں ہاتھ کان تک اٹھائے جائیں۔ انگوٹھے کان کی نوک تک پہنچ جائیں

انگوٹھیاں نہ لی ہوں اور نہ خوب کھل ہوں۔ بلکہ اپنی حالت پر رہتے ہی جائیں اور ہتھیلیاں قبلہ رخ ہوں اور جس حدیث میں کہ

تک ہاتھ اٹھانے کا ذکر ہے وہ حالت غدر پر محمول ہے جیسا کہ حدیث وائل بن حجر سے واضح ہوتا ہے۔ البتہ عورتوں کے لیے

یہی مناسب ہے کہ وہ کندھوں تک ہاتھ اٹھائیں کہ اس میں زیادہ پردہ ہے۔

(نہ حاشیہ اگلے صفحہ)

۴۔ حدیث زیر بحث سے یہ استدلال کیا گیا کہ امام سمیع اللہ لمن حمدہ کے ساتھ رَبَّنَا وَلِلَّهِ الْحَمْدُ بھی کہیں یہ استدلال نام نہیں ہے۔ اول اس لیے کہ اس حدیث میں یہ تصریح نہیں ہے کہ حضور نے بحالت امام دونوں جہے کہے تھے۔ ثانیاً دوسری قول حدیث میں حضور نے بالقصر صرح یہ ہدایت دی ہے کہ امام فقط سمیع اللہ لمن حمدہ کہے لہذا ظاہر یہی ہے۔ یہ حدیث حالت انفرادی پر مبنی ہے چنانچہ بخاری و مسلم ہی کی دوسری حدیث حضرت انسؓ و حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے۔ اس میں حضور علیہ السلام نے فرمایا جب امام سمیع اللہ لمن حمدہ کہے تو تم (یعنی مقتدی) رہنا تک الحمد کو۔ اس حدیث میں حضور نے امام و منقرضہ کے درمیان یکساں برابری اور قسمت منافی اشتراک ہے یعنی اگر امام بھی دونوں جہے کہے تو تقسیم نہ رہے گی۔ لہذا بہتر یہی ہے کہ امام صرف سمیع اللہ لمن حمدہ کہے۔ مزید تفصیل کے لیے فیوض الباری پارہ سوم ص ۳۳۳ ملاحظہ فرمائیے !

بَابُ رَفْعِ الْيَدَيْنِ إِذَا كَبَّرَ وَإِذَا رَكَعَ وَإِذَا رَفَعَ

باب، نمبر تحریر کے وقت اور رکوع میں جاتے اور رکوع سے اٹھتے وقت رفع الیدین کرنا

حضرت عبد اللہ بن عمرؓ سے مروی ہے ۱۰ انہوں نے کہا میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ جب آپ نماز کے لیے کھڑے ہوتے تو اپنے دونوں ہاتھوں کو اٹھاتے۔ یہ بیان تک کہ دونوں آپؐ کندھوں کے برابر جو جھکتے اور جب رکوع میں جاتے کہے لیے تمیز کرتے۔ تب بھی اسی طرح رفع الیدین کرتے اور جب آپ رکوع سے سر اٹھاتے تب بھی ایسا ہی کرتے اور فرماتے سمیع اللہ لمن حمدہ اور آپؐ سجدوں کے بیچ میں رفع الیدین نہ کرتے۔

حضرت ابو قتادہؓ سے مروی ہے کہ انہوں نے (صحابی رسولؐ) مالک بن حویرث کو دیکھا۔ جب وہ نماز شروع کرتے تو اللہ اکبر کہتے اور دونوں ہاتھ اٹھاتے اور جب رکوع میں جاتے کہا ارادہ کرتے تو بھی اپنے دونوں ہاتھوں کو اٹھاتے اور جب رکوع سے سر اٹھاتے تو بھی رفع الیدین کرتے اور بیان کرتے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی اسی طرح کرتے تھے۔

عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُمَرَ قَالَ رَأَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا قَامَ فِي الصَّلَاةِ رَفَعَ يَدَيْهِ حَتَّى تَكُونَا حِذْوَيْ مَنْكِبَيْهِ وَكَانَ يَفْعَلُ ذَلِكَ إِذَا رَفَعَ رَأْسَهُ مِنَ الرُّكُوعِ وَيَقُولُ سَمِعَ اللَّهُ لِمَنْ حَمِدَهُ وَلَا يَمْعَلُ ذَلِكَ فِي السُّجُودِ

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ إِذَا كَبَّرَ قَالَ بَنُ الْحُوَيْرِثِ إِذَا صَلَّيْتُ كَبَّرْتُ وَرَفَعْتُ يَدَيْيَ وَإِذَا أَرَادْتُ أَنْ تَزْكُرَ رَفَعْتُ يَدَيْيَ وَإِذَا رَفَعْتُ رَأْسِي مِنَ الرُّكُوعِ رَفَعْتُ يَدَيْيَ وَحَدَّثَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَنَعَ هَكَذَا

ان احادیث سے امام بخاری علیہ الرحمۃ نے یہ واضح کیا ہے کہ حضور علیہ السلام جب نماز شروع فرماتے تو اٹھ اٹھاتے۔ اسی طرح جب رکوع میں جاتے اور رکوع سے سر اٹھاتے تو بھی رفع الیدین فرماتے اور آپؐ سجدہ میں جاتے وقت اور سجدہ سے اٹھتے وقت رفع الیدین نہیں کرتے تھے۔

قَوْلُهُ وَمَسَائِلُ

مشہور حدیث دہل بن حجر کے الفاظ یہ ہیں۔ قال قدمنا المدينة فوجدناهم من فحون ایدیہم الی الاذنین ثم قدمنا علیہم من القابل وعلیہم اکسمة والبراش من شدة البرد فحون ایدیہم الی المناكب۔

مسئلہ رفع یدین

واضح ہو کہ بکچر تحریر کے وقت رفع یدین کرنے پر اجماع ہے لیکن رکوع میں جاتے وقت اور رکوع سے اٹھتے وقت رفع یدین کرنے کے متعلق اختلاف ہے۔ حضرت ام شافعیؓ و احمد و اسحق و ابو ثور و ابو جریج و مالک و حسن بصری و ابن سیرین و عطاء بن ابی رباح و طاہر بن عباد و قاسم بن مخمر و سالم و قتادہ و مکحول و سعید بن عبد اللہ بن مالک و سفیان بن عیینہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم۔ رفع یدین کے قائل ہیں اور ان حضرات کی دلیل وہ احادیث ہیں۔ جسے متعصب صحابہ کرامؓ یہ بیان کرتے ہیں کہ حضور علیہ السلام نے رکوع میں جاتے اور رکوع سے اٹھتے وقت رفع یدین فرمایا اور صحابہؓ زیر عنوان حدیثوں میں مذکور ہے (احادیث کا جواب یہ ہے کہ ہمیں تسلیم ہے کہ حضور علیہ السلام اور صحابہ کرامؓ نے رفع یدین کیا کیسی صورت کرنے کا نہیں ہے بلکہ یہ ہے کہ کیا حضورؐ نے رفع یدین کو ہمیشہ کے لیے باقی رکھا؟ تو جہاں تک دلائل کا تعلق ہے۔ اس سے بات واضح ہو جاتی ہے کہ اجتہاد میں رفع یدین کیا جاتا تھا۔ مگر اس کے بعد منسوخ ہو گیا اور وہ احادیث جو قائلین رفع یدین پر پیش کرتے ہیں ان میں اسی منسوخ فعل کا ذکر ہے۔

ثانیہ۔ یہ امر بھی قابل ذکر ہے کہ رفع یدین کے متعلق حضور علیہ السلام کی کوئی قرئی حدیث نہیں ملتی۔ جتنی حدیثیں ہیں وہ سب فعلی ہیں لیکن رفع یدین کی ممانعت پر قرئی و فعلی دونوں طرح کی حدیثیں ملتی ہیں اور حضورؐ نے اپنے قول و فعل سے بڑی حدت کے ساتھ رفع یدین کا مضابطہ بتایا ہے کہ اتنے مقامات پر رفع یدین ہونی چاہیے اور اس میں رکوع اور رکوع سے اٹھتے وقت رفع یدین کا ذکر نہیں ہے۔ جس کی وجہ سے رفع یدین کی اہمیت اور کم ہو جاتی ہے۔ واضح ہو کہ رفع یدین کی جاتے کی جاتے۔ یہ کوئی ایسا مسئلہ نہیں ہے۔ جس پر اکھڑے قائم کئے جائیں اور ایک دوسرے پر زبان طعن دہاڑی جاسے۔ یہ ایک قرئی مسئلہ ہے اور فروعیات میں علو و شد و جواز نہیں ہے۔ امام اعظم علیہ الرحمۃ کی تحقیق یہ ہے کہ رفع یدین منسوخ ہے۔

۱۔ عن جابر بن سمرة ان رسول الله صلى الله عليه وسلم رفع يده فقال قد رفعوا ايديهم كأنها اذ ناب خيل شمس اسكنوني الصلوة (ابوداود)

دلائل نسخ

۲۔ اس حدیث سے واضح ہوا کہ حضور علیہ السلام نے صحابہ کرامؓ کو نماز میں رفع یدین کرتے ہوئے دیکھا اور منع فرمایا جس سے ثابت ہوا کہ رفع یدین سنت نہیں بلکہ منسوخ ہے۔ لیکن اس موقع پر کہنا جاتا ہے کہ ان دونوں حدیثوں سے رکوع میں جاتے اور رکوع سے اٹھتے وقت جو رفع یدین کی جاتی ہے اس کی ممانعت نہیں کی گئی۔ بلکہ جو وقت سلام جو رفع یدین کی جاتی ہے اس کی ممانعت فرمائی گئی ہے۔ چنانچہ حضرت جابر بن سمرة سے روایت ہے، فرماتے ہیں۔

میں نے رسول اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نماز پڑھی۔ ہم ایسا کیا کرتے تھے کہ جب سلام پھیرتے تو اتنا سلام علیکم کہتے وقت انھوں نے اشارہ کرتے تھے۔ پس ہماری طرف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دیکھا اور فرمایا۔ تمہیں کیا ہو گیا ہے کہ تم ہاتھوں سے اشارہ کرتے ہو جیسے سرکش گھوڑوں کی دھیریں مل رہی ہوں۔ دیکھو جب تم میں سے کوئی شخص سلام پھیرے

اللَّهُ صَلَّيْتُ مَعَ رَسُولِ اللَّهِ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلَمَّا إِذَا سَلَّمْنَا قُلْنَا يَا أَيُّهَا السَّلَامُ عَلَيْكُمْ فَنَقُظُ الْيَسَاءَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَنَقُظُ مَا شَأْنَكُمْ لَسْتُمْ بِرُؤُونٍ يَا أَيُّهَا لَكُمْ كَأَنَّهُمْ أَذْنَابُ خَيْلٍ شَمْسٍ إِذَا سَلَّمُوا

أَخَذَ كَفْرًا فَلْيَلْتَمِثْ إِلَىٰ صَاحِبِهِ وَلَا يُؤْمِرْ بِسَلْمِهِ -

ایکسا دوسری روایت کا کٹا ہے۔

ب۔ اَتَمَّا يَكُنِي أَخَذَ كَفْرًا أَنْ يَضَعَ يَدَيْهِ عَلَىٰ فَخْذَيْهِ شَمْرًا لِّسَلَامٍ عَلَىٰ آخِيهِ مَنْ عَلَىٰ يَمِينِهِ وَشِمَالِهِ -

تو اپنے برابر والے کی طرف رخ کرے اور ہاتھ سے ہرگز اشارہ نہ کرے۔

یہ بات کافی ہے ہر ایک کے لیے کہ اپنے دونوں ہاتھ انوں پر رکھے پھر سلام پھیرے دائیں ہاتھ والے بھائی کی طرف اور اپنے بائیں ہاتھ والے کی طرف۔

ایک حدیث دوسری حدیث کی تفسیر ہوتی ہے۔ پس ثابت ہوا کہ حضور علیہ السلام نے جس دفعہ یدین کو منع فرمایا ہے۔ وہ نہ ہے کہ لوگ سلام پھیرتے وقت ہاتھوں کو اٹھا کر اشارہ کرتے تھے۔ لیکن یہ جواب نہیں بلکہ محض ایک معاملہ ہے۔ ہمیں تسلیم ہے کہ ان دونوں حدیثوں میں جن پر ہم نے الف و ب کا نشان دیا ہے، بیشک بوقت سلام لوگ جو ہاتھ اٹھاتے تھے ان کی ممانعت کی گئی ہے لیکن جو حدیثیں احادیث پیش کرتے ہیں وہ سلام کے وقت دفعہ یدین کے متعلق ہے ہی نہیں بلکہ وہ نماز میں دفعہ یدین کی ممانعت کے متعلق ہیں۔ چنانچہ ہم وہ دونوں حدیثیں دوبارہ پیش کرتے ہیں۔ بعد پڑھیں۔ حضرت جابر بن عمر فرماتے ہیں۔

دفعہ یدین کی ممانعت والی حدیث

۱۔ قَالَ خَرَجَ عَلَيْنَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ مَا لِي أَرَاكُمْ رَافِعِي أَيْدِيَكُمْ كَمَا نَهَىٰ أَذْنَابُ خَيْلِ شَمْسٍ أَسْكَنُْوا فِي الصَّلَاةِ - (مسلم - ابوداؤد - نسائی - ترمذی)

اور اس حدیث کی تشریح میں حسب ذیل احادیث ہیں۔

۲۔ عَنْ جَابِرِ بْنِ شَمْرَةَ قَالَ خَرَجَ عَلَيْنَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَفَخَرَجُوا رَافِعُوا أَيْدِيَهُمْ فِي الصَّلَاةِ فَقَالَ مَا بَالُهُمْ رَافِعِيهِمْ أَيْدِيَهُمْ فِي الصَّلَاةِ كَمَا نَهَىٰ أَذْنَابُ خَيْلِ شَمْسٍ أَسْكَنُْوا فِي الصَّلَاةِ (نسائی - ابوداؤد و مسلم) اور تمنا میں ہے۔

حضرت جابر بن عمر فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہم پر تشریف لائے کہ ہم نماز میں دفعہ یدین کر رہے تھے۔ آپ نے فرمایا کیا جو گیا۔ ان کو کہ نماز میں دفعہ یدین کرتے ہیں جیسے گھوڑوں کی دمیں ہتی ہیں۔ تم نماز میں سکون کرو (دفعہ یدین نہ کیا کرو)

جب دیکھا نہی صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ دفعہ یدین کرتے ہیں نماز میں رکوع کے وقت اور رکوع سے نرا اٹھتے وقت اس پر حضور نے فرمایا۔ انہیں کیا ہو گیا ہے کہ نماز میں دفعہ یدین کر رہے ہیں جیسے گھوڑوں کی دمیں ہتی ہیں۔ تم نماز میں سکون کرو۔

وَجَاهِلِينَ رَأَى النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَقَامُوا مَا يَرْفَعُونَ أَيْدِيَهُمْ فِي الصَّلَاةِ عِنْدَ الرُّكُوعِ وَعِنْدَ رَفْعِ الرَّاسِ فَقَالَ مَا لِي أَرَاكُمْ رَافِعِي يَدَيْكُمْ كَمَا نَهَىٰ أَذْنَابُ خَيْلِ شَمْسٍ فَاسْكَنُْوا فِي الصَّلَاةِ (نسائی)

ایسا سلام والی اور رفع یدین کی ممانعت والی حدیثوں پر غور کیجئے کہ یہ دونوں ایک ہی موقع کی اور ایک ہی حکم رکھتی ہیں۔
 کیا مفہوم اور حکم جدا جدا ہے؟

سلام والی حدیث میں ہے۔ صلیت مع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کہ میں نے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نماز پڑھی اور رفع یدین کی ممانعت والی حدیث میں ہے۔ حَرَجَ عَلَيْنَا رَسُولُ اللَّهِ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي صَلَاتِهِ أَنْ يَدْفَعُوا أَيْدِيَهُمَا فِي الصَّلَاةِ۔ ہم نماز میں رفع یدین کر رہے تھے کہ حضور تشریف لائے! یعنی ہم علیہ وسلم نماز میں پڑھ رہے تھے اور اس نماز میں رفع یدین کر رہے تھے کہ حضور باہر سے تشریف لائے! (ہم ایسا کیا کرتے تھے کہ جب سلام والی حدیث میں ہے کہ قُلْنَا إِذَا سَلَّمْنَا قُلْنَا بِأَيْدِيَنَا السَّلَامَ مَعَكُمْ۔) (ہم ایسا کیا کرتے تھے کہ جب

پھیرتے تھے سلام علیکم کہتے وقت ہاتھ سے اشارہ کرتے تھے۔
 اور رفع یدین کی ممانعت والی حدیث میں ہے۔ فَقَالَ يَا أَيُّهَا الرَّافِعُونَ أَيْدِيَهُمْ فِي الصَّلَاةِ كَأَنَّهُمْ أَثَرُ خَيْلٍ شَمْسٍ۔ (دباہر سے حضور تشریف لائے! اور فرمایا کیا ہو گیا ان کو کہ وہ نماز میں رفع یدین کرتے ہیں۔ جیسے سرکش گھوڑوں کی ٹوہیں بل رہی ہوں۔)

سلام والی حدیث میں ہے۔ فَتَضَوَّيْنَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ مَا شَأْنُكُمْ تَشِينُونَ بِأَيْدِيكُمْ كَأَنَّهُمْ أَثَرُ خَيْلٍ شَمْسٍ۔ (یعنی ہم حضور کے ساتھ نماز پڑھ رہے تھے اس وقت حضور نے ہماری طرف دیکھا اور فرمایا کہ تمہیں کیا ہو گیا ہے۔ تَشِينُونَ بِأَيْدِيكُمْ کہ تم ہاتھوں سے اشارہ ہو جیسے سرکش گھوڑوں کی ٹوہیں بل رہی ہوں۔)

اور رفع یدین کی ممانعت والی حدیث میں ہے۔ اُسْكُنُوا فِي الصَّلَاةِ۔ نماز میں تم سکون کرو یعنی رفع یدین نہ کرو۔
 سلام والی حدیث میں ہے۔ إِذَا سَلَّمَ أَحَدُكُمْ فَلْيَتَلَفَّتْ إِلَيْهِ صَاحِبِهِ وَلَا يُفْرِغْ يَدَيْهِ۔
 اور ایک روایت میں ہے۔ اِنْشَأْ يَكْفِي أَحَدُكُمْ أَنْ يَضَعْ يَدَيْهِ عَلَى فُخْدَيْهِ شَقْرًا لِيَسْلَمَ عَلَى نَحْوِهِ مَنْ عَلَى يَمِينِهِ وَشِمَالِهِ۔ کہ جب تم میں سے کوئی سلام پھیرے تو اپنے ساتھی کی طرف متوجہ ہو کر اُکدام سے اشارہ نہ کرے۔ تمہارے لیے یہ کافی ہے کہ اپنے ہاتھ دائیں پر رکھو۔ پھر سلام پھیرو پیلے اپنے دائیں والے بھائی پر اور پھر بائیں والے بھائی پر۔

اور رفع یدین کی ممانعت والی حدیث میں اُسْكُنُوا فِي الصَّلَاةِ۔ ہے کہ تم نماز میں رفع یدین مت کرو بلکہ سکون کرو۔ غرضیکہ انصاف و دیانت کے ساتھ دونوں حدیثوں پر غور کرنے سے واضح ہو جاتا ہے کہ دونوں حدیثیں علیحدہ علیحدہ حکم رکھتی ہیں۔ دونوں مختلف واقعوں کے متعلق ہیں۔ اس لیے یہ کہنا درست نہیں ہے کہ رفع یدین کی ممانعت والی حدیث میں ہے کہ سلام رفع یدین کرنے کی ممانعت ہے کہ نہ کہ اوپر کی تفصیل سے ظاہر ہے کہ وہ حدیث جس میں بوقت سلام اشارہ کرنے کی ممانعت ہے وہ الگ ایک حدیث ہے اور اس میں نماز کے اندر رفع یدین کا ذکر تک نہیں ہے۔ بلکہ سلام کے وقت اشارہ کرنے سے منع کیا گیا ہے اور سلام سے غرض عن الصلوة ہوتا ہے۔ یعنی سلام پھیرنے سے آدمی نماز سے خارج ہو جاتا ہے اور رفع یدین کی ممانعت والی حدیث میں اس رفع یدین سے ممانعت کی گئی ہے جو نماز کے اندر کی ہوتی ہے جس پر (دفعوا ایدیہما فی الصلوة) ممانعت والی حدیث میں اس رفع یدین سے ممانعت کی گئی ہے جو نماز کے اندر کی ہوتی ہے جس پر (دفعوا ایدیہما فی الصلوة) کے الفاظ نصیحتیہ میں غرضیکہ اس تشریح سے آفتاب بیرونی کی طرح واضح ہو جاتا ہے کہ رفع یدین کی

حالت رفیع بدین کی حد نہیں

حدیثِ طہام ترمذی اور دارالدائمہ - نمائندگی رابین ابلی شبیر نے حضرت علامہ سے روایت کی۔

قال تعالى لنا ابن مسمود الا احصى بكم صلوات رسول الله صلى الله عليه وسلم فصلى فلم يرفع يده الا حرة واحدة مع تكبير الافتتاح وقال ترمذي هذا حديث حسن

کہ ایک دفعہ حضرت عبداللہ ابن مسعود نے فرمایا میں تم کو
نار پر رکھ کر دکھاؤں پس آپ نے نماز پڑھی اس میں سے
تجزیہ کے اور کچھ باتیں تھیں اٹھاتے رہے۔

اس حدیث کے سبب راوی ثقہ ہیں۔ ابی حزمہ نے اس کو
لیکن صحیح یہ ہے کہ وہ ثقہ ہیں۔ زانی و یحییٰ بن یعین نے اس کو ثقہ
ثقات میں شمار کیا۔ ابو حاتم نے انہیں صالح کہا (علامہ فیض پوری)

حدیث مرثیہ امام غزالی نے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی۔

عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم انہ کل من یرفع یدہ
فی اعل تکیبۃ ثمال یعود

وہ حضور سے روایت کرتے کہ
نہیے پھر کبھی نہیں اٹھاتے۔

حدیث ۱۷۶۱ ابو ذرؓ نے حضرت زید ابن عاصمؓ سے روایت کی کہ

قال رايه رسول الله صلى الله عليه وسلم
يرفع يديه حين افتتح الصلوة ثم لم
يرفعهما حتى انصرف

میں نے حضور علیہ السلام کو دیکھا کہ جب آپ نے شروع کی تو دونوں ہاتھ اٹھائے۔ پھر نماز سے ہونے تک نہ اٹھائے۔

ابن ابی شیبہ نے بھی حضرت برادر سے اسی مضمون کی روایت کی۔

حدیث میں آیا کہ حکم دہنقی نے حضرت ابن عباس و ابن عمر سے روایت کیا۔

عن النبي صلى الله عليه وسلم قال: يرفع
العبد في سبع مواطن عند افتتاح الصلاة
واستقبال القبلة والصفاء والمروة والموقفين
والحمرتين.

کہ حضور غیر السلام نے قربا سناست جگہ ہاتھ اٹھائے
 ناز شروع کرتے وقت کعبہ کے سامنے منہ کرتے وہ
 عقاب مروہ پہاڑ پر دو موٹھ منی و مزدلفہ اور حرم
 سامنے۔

اسی معنوں کی حدیث بزار نے حضرت ابن عمر سے ابن ابی شیبہ نے ابن عباس سے بیہقی نے ابن عباس سے بخاری نے کتاب المغزو میں ابن عباس سے بھی روایت کی ہے۔ اس حدیث میں رفع یدین کا ایک ضابطہ بتا دیا۔ کوصحبات مواقع میں جہاں رفع یدین کی جائے اور اس میں سے ایک مقام نماز میں پہلی تکبیر کے وقت ہے۔ اس کے ہمیں کہیں بھی رفع یدین مشرور نہیں ہے۔

حدیث مبارکہ ابھی تک دیکھی کہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی۔

انه كان يرفع يديه في التكبيرة الاولى من الصلاة
ثم لا يرفع في شئ

کہ آپ نماز میں پہلی تکبیر پر اتھاٹھاٹے تھے۔ پھر کہ
موقع پر اتھاٹھاٹے تھے۔

حدیث عشر ابو داؤد و ترمذی حضرت براد سے روایت کی۔

عن رسول الله صلى الله عليه وسلم كان اذا افتتح الصلوة
رفع يديه الى قريب من اذنيه ثم لا يعود

کہ حضور علیہ السلام جب نماز شروع فرماتے تو کانوں کے قریب
بیک ہاتھ اٹھاتے پھر ایسا نہیں کرتے۔

بلکہ نماز یہ چند حدیثیں پیش کی گئیں جن میں قوی و قلی دونوں طرح کی حدیثیں موجود ہیں اور ان سے آفتاب نیروز کی طرح واضح
ہوتا ہے کہ رفع یدین اب مشروع نہیں ہے اور اختلاف کا مسلک بے فائدہ تعالیٰ احادیث صحیحہ سے ثابت ہے۔

باب اولی آئین بیرونی بیک ہاتھ
اس عنوان کے تحت امام نے حدیث ابن عمر لکھی ہے جس میں یہ ہے کہ حضور علیہ السلام نے بوقت تحریمہ دونوں ہاتھوں
سے ہاتھ اٹھائے۔ اسی مضمون کی حدیث باب رفع یدین فی التکبیر میں گذر چکی ہے اور وہاں ہم اس مسئلہ پر مفصل بحث کر چکے
ہیں۔ فیوض الہادی پارہ سوم ص ۳۹۶ دیکھیے۔

باب رفع الیدین اذا قار من الکلماتین
عن نایج اب ابن عمر کان اذا دخل فی
الصلوة کبیر ورفع یدیه و اذا رکع رفع
یدیه و اذا قال سمیع الله لیمن
حمدا رفع یدیه و اذا قار من
الکلماتین رفع یدیه و رفع ذلک
بث عمر الى الشیخی صلی الله علیه
وسلم

باب رکعت پڑھ کر اٹھنے پر رفع یدین کرنے کے متعلق
حضرت نایج سے روایت ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمر جب
غز میں داخل ہوتے تو اللہ اکبر کہتے اور دونوں ہاتھ
اٹھاتے اور جب رکوع میں جاتے تب بھی رفع یدین کرتے
اور جب صبح آمدن حمد کہتے تب بھی رفع یدین کرتے۔
اور جب دو رکعتیں پڑھ کر اٹھتے تب بھی رفع یدین کرتے
اور حضرت عبداللہ بن عمر نے اس کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم
تک پہنچایا۔

فائدہ مسائل
حضرت ابن عمر دو رکعت کے بعد تہجد پڑھ کر جب تیسری رکعت کے لئے اٹھتے تو بھی رفع یدین کرتے
تھے امام بخاری علیہ الرحمۃ نے فرمایا کہ حضرت مجاہد کی روایت یہ ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمر صرف
تکبیر تحریمہ کے وقت ہاتھ اٹھاتے تھے۔ تو دونوں حدیثوں میں جمع کی صورت یہ ہے کہ یہاں تک رفع یدین کے نسخ
رہنے کا علم نہ تھا اس وقت تک دو رفع یدین کرتے تھے لیکن جب آپ کو نسخ کی تکفیر ہو گئی تو رفع یدین جھوڑی اور پھر آپ نے صرف
وقت تکبیر تحریمہ پر رفع یدین پر اکتفا کیا جیسا کہ روایت مجاہد سے واضح ہے۔

باب وضع الیمنی علی البسری فی الصلوة
عن مسجل بن سعد قال کان ناس یؤمنون
ان یضع الیمنی علی البسری فی الصلوة
ابن عمر

باب نمازیں ادا ہونا ہاتھ بائیں ہاتھ پر رکھنا
حضرت مسجل بن سعد سے مروی ہے۔ انہوں نے کہا
کہ لوگوں کو یہ حکم دیا جاتا تھا کہ نمازیں ہر مرد اپنا ہاتھ
بائیں ہاتھ پر رکھے۔

بوقت قیام ہاتھ باز نہ
اور ان کے پیچھے ہاتھ
اندھنے کی بحث
ابن عمر سے ثابت ہوا کہ یہاں تک قیام ہاتھ باز نہ ہوا جسے چاہیں۔ اور منہ بطور اس کا یہ ہے کہ نماز کا
قائم جس میں ذکر سنوں ہو۔ وہاں ہاتھ باز نہ جائیں۔ اور جہاں نہ ہو وہاں ہاتھ نہ باز نہ
جائیں جیسے تکبیرات حدیث وغیرہ (۷) بوقت قیام نمازیں ہاتھ باز نہ ہونے پر جمہور علماء کا اتفاق
ہے چنانچہ سیدنا ابو یوسف مدینی، علی مرتضیٰ، عاتقہ صدیقہ حضرت ابو ہریرہ سعید بن جبیر اور

ابو ثریدہ ابی عبیدہ ابن جریہ و داؤد و عامر اہل علم و محمود علماء کا یہ ہی قول ہے (۱) ہاتھ بامعنی کا طریقہ یہ ہے کہ اللہ اکبر کے نیچے ہاتھ بازو میں یوں کر دہانتی تھیلی کی گدی یا پٹن کلائی کے سر سے پر ہو۔ اور نیچے کی تین انگلیاں بائیں کلائی کی پشت یا انگوٹھا اور چھٹلیاں کلائی کے اگلے نعل ہو۔ اس سلسلہ کی چند حدیثیں یہ ہیں۔

حدیث اول۔ امام ابو یوسف ابی شیبہ (جو امام بخاری و مسلم کے اساتذہ ہیں) اسے اپنے مشفق ہیں بایں اسناد و روایت کیا۔

یزید بن ہارون قال انا الحجاج بن حسان قال سمعت ابا عبد اللہ و سألته قلت کیف یضع قال یضع باطراف کف یمینہ علی ظاہر کف شمالہ و یصلحہما اسفل من المبرۃ

حدیث دوم جیسے امام احمد بن حنبل نے روایت کیا۔
عن علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال من السنن فی الصلوۃ وضع الکف علی الکف تحت المبرۃ

حدیث سوم جیسے امام ابو داؤد نے روایت کیا کہ حضرت علی نے فرمایا۔
السنۃ وضع الکف علی الکف فی الصلوۃ تحت المبرۃ

اسی مضمون کی حدیث ابن شاپہ و دارقطنی و بیہقی و ترمذی نے بھی حضرت علی سے روایت کی۔ واضح کوئی صحابی بلا اضافہ قبول نہیں کہے (السنۃ کذا و ان من السنۃ) تو اس سے مراد سنت نبوی ہوتی ہے اور وہ مرفوع قرار پاتی ہے۔ چنانچہ علامہ علی قاری علیہ الرحمۃ نے فرمایا۔

الصحابی اذا قال السنۃ یجعل علی سنۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم رکعت المغنی فی شرح الوطی

علامہ نووی علیہ الرحمۃ نے بھی ترمذی فرمائی کہ سن حدیث کے محمد علماء کا یہ ہی مسلک ہے۔ چنانچہ ان کے یہ ہیں۔ اذا قال الصحابی امرنا بکذا و انھم منا عن سکتنا و عن السنۃ کذا فکلام مرفوع علی السنۃ الصبیحہ لہذا قالہ الجماعہ ھیر من اصحاب الفنون۔ اس لئے علامہ عینی و علاء الدینی و علامہ سنہی تائید حدیث نے اسی مقام پر لکھا۔

ان قول علی رضی اللہ عنہ ان من السنۃ هذا اللفظ یدخل فی المرفوع عندہم و قال عبد البر ان الصحابی اطلق اسم السنۃ فالمرادیہ سنۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم (صفحہ ۱۲)

حدیث چہام جیسے ابن ابی شیبہ نے بسند صحیح مائل بن جریر سے روایت کی انہوں نے فرمایا

کہ حضرت علی کا یہ فرمانا ان من السنۃ یہ حدیث کے نزدیک حدیث مرفوع کے حکم میں ہے اور علامہ نے فرمایا کہ جب صحابی امر سنت کو مستثنیٰ ہونے سے سنت نبوی مراد ہوتی ہے (لہذا مذکور) مرفوع حدیث کے حکم میں ہے

میں نے حضور علیہ السلام کو دیکھا۔ آپ نے اپنا دہنا ہاتھ بائیں
ہاتھ پر نات کھینچے رکھا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وضع
یمنہ علی شمالہ تحت السرة۔

حدیث پنجم ہے ابن حرم نے حضرت انس سے روایت کیا۔

انہوں نے فرمایا میں ہاتھ کو بائیں ہاتھ پر رکھنا فوت
کے اخلاق سے ہے۔

اخلاق السبوة وضع الیمن علی الشمال
تحت السرة

حدیث ششم امام احمد و مسلم نے حضرت دہل سے روایت کی کہ حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نماز کے لئے کھڑے ہوئے۔
آپ نے بیکر کی لہا اپنے ہاتھ پکڑے کے اندر رکھے۔

وضع الیمن علی الیسری (مسلم)

اسی مضمون کی حدیث ابو داؤد و نسائی و ابن ماجہ نے حضرت ابی مسعود سے بھی روایت کی ہے۔ دیکھو ابو داؤد ص ۲۷
ان آثار و احادیث سے واضح ہوتا ہے کہ ان کے نیچے ہاتھ باندھنا سنت ہے۔

باب الخشوع فی الصلوة

حضرت ابی ہریرہ سے روایت ہے۔ حضور علیہ السلام نے فرمایا۔

کیا تم سارا یہ خیال ہے کہ میرا قبلہ یہ ہی ہے۔ بغداد
نہ پر کھڑے رکوع اور خشوع پر شدید نہیں اور میں اپنی
پس پشت بھی دیکھتا ہوں۔

لَا تَتَوَّنَ وَتَبْتَغِي طَمَعًا وَلَا طَمَعًا مَا يَكْفِي عَنَّا
كُلُّكُمْ وَلَا تَحْشَوْكُمْ وَلَا تَحْشَوْكُمْ وَلَا تَحْشَوْكُمْ

نَادَى ظَهْرِي (بخاری)

رکوع اور سجدہ صحیح طریقہ سے کرو۔ بغض میں تم کو اپنے
پیچھے سے یا پیچھے کے پیچھے سے دیکھتا ہوں۔ جبکہ تم رکوع
اور سجدہ کرتے ہو۔

حضرت انس سے روایت ہے۔ حضور علیہ السلام نے فرمایا۔
يَعْنِيهِ دَرَبًا قَالَ مَنْ بَعْدَ ظَهْرِي
لَا تَحْشَوْكُمْ وَلَا تَحْشَوْكُمْ

ہل تودن استفہام انکاری ہے۔ مطلب یہ ہے کہ تم یہ خیال نہ کرنا کہ میری رویت صرف محبت

آمد و مسائل

تبدل محبت محدود ہے۔ بلکہ میرا حال تو یہ ہے۔ جیسے سامنے کی چیز مجھے نظر آتی ہے۔ اسی طرح پیچھے
شیئہ بھی میری نظر دل کے سامنے ہوتی ہے۔ یہ حضور علیہ السلام کی خصوصیت تھی کہ انہیں و یسار فوق و تحت مہم آپ
عالم و روشن تھے۔ بلکہ اندھیرا بھی آپ کے لئے حجاب نہیں بننا تھا۔ جیسا کہ حدیث عائشہ میں اس کی تصریح موجود ہے۔

انہوں میں رکوع و سجدہ کو اطمینان کے ساتھ ادا کرنا اور دل کو ماسوا سے دور رکھنا اور صرف اللہ عزوجل کی طرف متوجہ رہنا

مردم کو مطلوب ہے۔ مستحکم میں حضرت علی سے مروی ہے۔ الخشوع فی القلب۔ خشوع دل میں ہوتا ہے جب نمازی

دل اللہ عزوجل کی ہیبت و جلال سے لرزہ ہوگا۔ تو اس کا اثر جوارج پر بھی مرتب ہوگا اور پھر نمازی سکون و اطمینان کے ساتھ

نماز کو ادا کرے گا۔ قرآن مجید نے فرمایا قَدْ أَفْلَحَ السَّالِطِينَ هُمْ فِي صَلَاتِهِمْ خَاشِعُونَ۔ لہذا ترک خشوع کمال

مذاق کے منافی ہے (۲) اقیما الصلوة الخ سے معلوم ہو کہ تعیل ارکان رکوع و سجدہ کو ادا کرنا واجب ہے۔ رکوع و سجدہ و قنوم
میری کم از کم ایک بار سبحن اللہ کہنے کے قدر ٹھہرا چاہیے۔

یہ سب حقرات جبر سے بسم اللہ نہیں پڑھتے تھے۔

حضرت انس نے کہا میں نے حضور علیہ السلام ابوہریرہ کو الحمد شہد سے قراۃ کی ابتدا کرتے سنا ہے۔

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ
۱۔ حدیث محمد بن فوج بن انس کو ملوای ہے روایت کیا کہ
قال سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول يا ايها الناس ان الله يحب العبد اذا قرأ الحمد لله رب العالمين

ای طرح حضرت قتادہ سے ایک حدیث نے روایت کیا۔ شہید دہشام و ابوہریرہ و ایوب و سعید بن ابی عروبہ اور انی شیخان جن کی تفصیل یہ ہے۔

۲۔ حضرت شہید بن قتادہ کو سلم بخاری نے روایت کیا حضرت انس فرماتے ہیں کہ حضور علیہ السلام ابوہریرہ و عمرو عثمان بن عفان القراءۃ الحمد لله رب العالمين (ابوہریرہ)

حدیث ابوہریرہ کو ترمذی و نسائی و ابن ماجہ نے روایت کیا اور کہا حدیث صحیحہ اور اس کا مضمون حدیث روا کا مضمون ہی ہے۔
۳۔ روایت ایوب بن قتادہ کو نسائی و ابن ماجہ نے روایت کیا۔

۴۔ روایت ابن ابی عروبہ عن قتادہ کو نسائی نے روایت کیا۔

۵۔ روایت ابوہریرہ عن قتادہ کو مسلم نے روایت کیا۔

۶۔ روایت شہیدان بن قتادہ کو طحاوی نے روایت کیا جس کا مضمون یہ ہے کہ

۷۔ حضرت انس فرماتے ہیں کہ میں نے حضور علیہ السلام ابوہریرہ و فاروق اعظم و عثمان غنی رضی اللہ عنہم کی اقتداء کرتے ہوئے پڑھیں۔

ان میں سے کسی کو نہ سنا کہ بسم اللہ الرحمن الرحیم پڑھتے ہوں۔

پہلے تھیں پڑھیں۔ ان حضرات میں سے کسی کو بسم اللہ نہ سنا۔

قُلْنَا أَسْمِعْ أَتَمَّ مِنْهُمْ يَقْرَأُ
بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ بخاری و مسلم احمد

نسائی ابن جبران و طحاوی نے حضرت انس سے روایت کی کہ میں نے نبی علیہ السلام صدیق اکبر و فاروق اعظم و عثمان غنی کے پیچھے تھیں پڑھیں۔ ان حضرات میں سے کسی کو بسم اللہ نہ سنا۔

۸۔ ابوہریرہ نے کبیر بن ابی نعیم نے علیہ بن خویمہ و طحاوی نے حضرت انس سے روایت کی

کہ بے شک نبی علیہ السلام ابوہریرہ و عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہم کی اقتداء کرتے تھے۔

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

۹۔ سلم و ابوہریرہ نے حضرت عائشہ صدیقہ سے روایت کی۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یستفتح بالصلاة بسم الله الرحمن الرحيم

۱۰۔ سلم بن حضرت انس سے روایت ہے۔

بِسْمِ اللَّهِ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يا ايها الناس

کہ حضور علیہ السلام نماز تکبیر تحریر سے شروع فرماتے تھے اور قراۃ الحمد لله رب العالمين الخ سے۔

گوئی صلی اللہ علیہ وسلم اور ابوہریرہ و عمرو عثمان

عثمان كانوا يستفتحون القراءة بالحمد لله
رب العالمين لا يمدحون الله الرحمن الرحيم
في اول القراءة ولا في آخرها۔

۱۲۱) عَنْ أَبِي قَالَ صَلَّيْتُ خَلْفَ النَّبِيِّ صَلَّى
اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَبَى بَكْرٍ وَعُمَرُ فَلَمْ أَسْمَعْ أَحَدًا
مِنْهُمْ يَخْتَصِرُ بِبِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

موسم شریف: یعنی ج ۳ صفحہ ۹۵

الحمد سے قرآن شروع فرماتے تھے بسم اللہ الرحمن الرحیم
ذرات کے شروع میں ذکر کرتے اور قرأت کے
آخر میں۔

حضرت انس فرماتے ہیں: میں نے حضور علیہ السلام صلی
وعلیہ وسلم اللہ تعالیٰ ہم کے پیچھے نماز پڑھی۔ ان میں سے
نہ بسم اللہ آواز نہ نکلتی تھی۔

ان تمام حدیثوں سے واضح ہوا کہ نماز میں سورہ فاتحہ کے اول بسم اللہ پڑھنا اور آہستہ پڑھنا سنت ہے۔ اور
نورانی و سیدنا امام اعظم کا یہ بھی مسلک ہے اور بنی روایتوں میں بسم اللہ کا بعد آواز سے پڑھنا مروی ہے وہ خط
میں۔ علامہ مثنیٰ علیہ الرحمہ نے ان تمام روایتوں پر بحث کر کے اس امر کی تصریح کی ہے کہ روایات جبرکام کی تمام نصیحت
میں۔ صحاح و مسانید مشورہ میں ان کا نام و نشان نہیں ہے اور فتائین جبرکام کے تمام دلائل کا بڑی تفصیل سے جواب دیا
دیگر مثنیٰ ج ۳ صفحہ ۳۰۴

۱۲۲) حَدَّثَنَا أَبُو هُرَيْرَةَ قَالَ كَانَ رَسُولُ اللَّهِ
صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَمْلِكُ بَيْنَ التَّكْبِيرِ وَ
بَيْنَ الْقِرَاءَاتِ اسْتِحَاثَةً قَالَ أَحْسِبُهُ قَالَ
هَنِيئَةٌ فَقُلْتُ يَا بَنِي آدَمَ إِنَّكَ يَا رَسُولَ اللَّهِ
اسْمَاكَ بَيْنَ التَّكْبِيرِ وَبَيْنَ الْقِرَاءَةِ مَا تَقُولُ
مَنْ أَمَلُ اللَّهُمَّ بَاعِدْ بَيْنِي وَبَيْنَ
خَطَايَايَ كَمَا بَاعَدْتَ بَيْنَ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ
اللَّهُمَّ تَقِنِي مِنَ الْخَطَايَا كَمَا تَقِنُ الثَّوْبَ
الَّذِي تَقِي مِنَ الدَّنَسِ اللَّهُمَّ اغْسِلْ خَطَايَايَ
بِالْمَاءِ وَالسَّلَامِ وَالْبَرْدِ۔

حضرت ابو ہریرہ سے مروی ہے کہ حضور علیہ
قرأت اور تکبیر تحریم کے درمیان خاموش رہے۔ میں نے
عرض کی یا رسول اللہ میں نے اللہ علیہ وسلم میرے
باپ آپ پر قربان ہوں۔ آپ تکبیر اور قرأت کے
درمیان چپ جو رہتے ہیں۔ تو اس میں کیا پڑھتے ہیں۔
نے فرمایا میں یہ دعا پڑھتا ہوں۔ اللہ! مجھ سے میری غفلت
انتہی دور کر دے جیسے مشرق اور مغرب میں دوری ہے
یا اللہ! مجھ کو خطاؤں سے ایسا پاک صاف کر دے جیسے
سفید کپڑا میل کپیل نے صاف ہو جاتا ہے یا اللہ! میری
خطاؤں پانی اور برت اور اداؤں سے دھو ڈال۔

تکبیر تحریم کے بعد کوئی دعا پڑھے۔ واضح احادیث میں تکبیر تحریم کے بعد مختلف دعاؤں کا پڑھنا مروی ہے
ہم میں اللہم بیا عد الخ مذکور ہے۔ دوسری حدیثوں میں اتی وجہت و جہی للذی فطر فی الخ مذکور ہے۔
احادیث میں سبحانک اللہم مروی ہے۔ امام شافعی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں۔ کہ مختار یہ ہے کہ تکبیر تحریم کے بعد اللہم
پڑھی جائے۔ دیگر علماء کہتے ہیں ہنسی دعا چاہے پڑھے سنت ادا ہو جائے گی۔ لیکن اصناف اور خباب کا مختار یہ ہے کہ بجا
اللہم پڑھی جائے۔ جیسا کہ نوذری و ابن ماجہ کی روایت میں ہے حضرت عائشہ فرماتی ہیں۔

حضور علیہ السلام نماز کا افتتاح سبحانک اللہم
سے فرماتے تھے۔

عَنْ أَنَسٍ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ إِذَا اسْتَفْتَحَ الصَّلَاةَ
قَالَ سُبْحَانَكَ اللَّهُمَّ (یعنی ج ۳ صفحہ ۱۴۲)

(۱۵) اسی مضمون کی حدیث حضرت انس سے طبرانی نے روایت کی۔ اہم زبانی نے نصب الراية ص ۱۶۲ پر یہی حدیث بحوالہ دارقطنی نقل فرمائی اور کلمہ ثقات اس کے مادی سبقت میں۔

(۱۶) یہی مضمون کرمزدی، ابن حجر و حاکمی میں حضرت ابوسعید خدری سے بھی مروی ہے کہ حضور علیہ السلام جب مہمان کو اٹھتے دیکھتے کہتے پھر سبحانک الہم پڑھتے۔

(۱۷) صحیح مسلم میں ہے کہ حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سبھا تک قدم بندہ آواز سے پڑھتے تھے مسلم ص ۱۱۲ دارقطنی ص ۱۱۲ لکھوی ص ۱۱۲ اور حضرت عمر کا شاہ کا بعد آواز سے پڑھنا معنی تعلیم کے لئے تھا چنانچہ طحاوی ص ۱۱۲ کتاب الآثار امام محمد ص ۱۱۲ اس کی تصریح ہے۔ امام بیہقی کہتے ہیں کہ عمر سے پھر آدمی بخیر فاروق اعظم اس غرض کے لئے کہ ان سے دعا اقلیت پر پھیلے تو حضرت عمر کھڑے ہوئے اور نماز شروع کی اور وہ لوگ آپ کے متقدم ہوئے۔

ثم جبر فقال سبحانک اللہم
حضرت ابوہریرہ نے خود یہ تصریح کی کہ لیسحتنا ذلک و یصلتنا کہ حضرت فاروق اعظم کا ثنا کو بلند آواز سے پڑھنا ہم کو
جانے اور سکھانے کے لئے تھا۔ کنز الدقائق ص ۱۱۲

(۱۸) حضرت ابوہریرہ کہتے ہیں کہ
لما سئل عن رسول اللہ تعالیٰ عنہ اذا استلم الصلوة
قل سبحانک اللہم و دارقطنی ص ۱۱۲

(۱۹) سید بن مسعود نے اپنی سنن میں روایت کیا کہ سیدنا ابوہریرہ ص ۱۱۲
کان یستفتح بهذا
نماز کا افتتاح سبحانک الہم سے فرماتے تھے۔

علامہ ابن تیمیہ نے اس حدیث کے تحت لکھا ہے کہ حضرت ابوبکر و عثمان و عبداللہ بن مسعود حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہم
اس دعا کو سبھا تک الہم کو اختیار کرنا اور پھر جب نماز شروع ہونے کا سبھا کے سامنے لوگوں کو سکھانے کے لئے اس دعا کو بلند
آواز سے پڑھنا اس کی افضلیت پر دلالت ہے کہ یہی وہ دعا ہے جس پر حضور علیہ السلام نے بیشک فرمائی ہے اسی دعا کا پڑھنا افضل
ہے۔ غرض کہ حضرت امام اعظم ابوحنیفہ و سفیان ثوری و احمد بن حنبل و اسحاق بن راہویہ اور دیگر علماء تابعین کے نزدیک سبھا تک
الہم پڑھنا ہی افضل ہے اور جن روایتوں میں دوسری دعائیں مذکور ہیں وہ احادیث کے نزدیک نوافل و تجدد پر محمول ہیں چنانچہ
ابوہریرہ و انس میں اس کی تصریح ہے۔
عیل الماد طابع ۱۹۵۵

باب ۱۸ اس کے تحت امام نے جو حدیث ذکر کی ہے۔ اس کے ابتدائی جملوں کا خلاصہ یہ ہے۔ حضرت اسامہ قرظی
رضی اللہ عنہ نے حضور علیہ السلام کی نماز، دو رکعت پڑھائی اور اس نماز کے قیام و رکوع و سجود میں طول دیا پھر سلام
پڑھا اور فرمایا۔

قال قد دعت ربی الی الجنة حتی لو اجعنا
فیها کجمل کثر یطابق من یطابق فیما و دنت
ربی الی الجنة حتی قلت آخیرت آذاننا معہم
فإذا صرنا حرم من الجنة قال حتی شہدا
جنت میرے قریب آگئی تھی اتنی قریب کہ اگر میں حیرت
کرنا تو اس کے خوشیوں میں سے ایک خوشی کو لا دیتا اور
دنہ بھی مجھ سے اتنی قریب آگئی تھی حتیٰ کہ میں نے کہا
اے میرے رب کہ میں ان کے ساتھ ہوں؟ پھر کیا دیکھتا

هَرَفَةً قُلْتُ مَا شَأْنُ عَلِيٍّ مَّا سَأَلُوا
حَبْسَهَا حَتَّى مَا تَشْتَرُ جُودَهَا
لَا أَطْعَمَتْهَا وَلَا آثَرَ سَلَتْهَا
تَأْكُلُ رَهْمَا

ہوں کہ ایک عورت ہے۔ توفیق نے کہا کہ میں یوں سمجھتا ہوں کہ اس (ایلی) ایک لڑکی ہے کہ اس کو بقی فوج بھی تھا جس نے پوچھا کہ اس عورت کا کیا قصور ہے انہوں نے کہا کہ اس نے دنیا میں اپنی کو ہاتھ دیا تھا اس کو کھانا دیا اور نہ بچھوڑا کہ وہ کچھ کھاتی سخی کر مر گئی۔

قواعد و مسائل

اس حدیث کی باب سے مناسبت یہ ہے کہ حضور علیہ السلام نے جو طویل قیام فرمایا۔ تو وہ قراۃ دعا اور قراۃ قرآن پر مشتمل ہو گا۔ اور یہ ظاہر ہے کہ ماہ انتہا کے بعد اور قراۃ قرآن سے قبل پڑھی جاتی ہے سورج بگن کی نماز سنت ہو کہ ہے اور تلاوت سے پڑھنی منتخب ہے۔ یہ نماز اور فرائض کی طرح دو رکعت پڑھیں ہر رکعت میں ایک رکوع اور دو سجدے کریں۔ اس میں دو آذان ہے نہ اقامت نہ بندہ آواز سے قراۃ۔ نماز کے بعد دعا کریں۔ یہاں تک کہ آفتاب کھل جائے۔ اور دو رکعت سے زیادہ بھی پڑھ سکتے ہیں۔ غرض دو دو رکعت پر مسلمان پھیریں چاہے ۲۱۱ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جو کراہیے باجمہر کر رکھ دینا کہ وہ جو کراہیے حرام ہے اور جس کا ثبوت غلط کیا گیا ہے اس کے دن وہ ظالم پر مسلط کیا جائے گا اور اجماع نماز حضور علیہ السلام کا بہت و دوزخ کو ملاحظہ فرماتا متحدہ حدیثوں میں وارد ہوئے اندیشہ آپ کا مجبور ہے۔ اب دیکھنا کہ آپ نے واقعی جنت و دوزخ کو دیکھا یا اس کے وجود منافی کو ملاحظہ فرمایا تو بعض حدیثوں کے الفاظ سے تو یہ ہی واضح ہوتا ہے کہ آپ نے واقعی جنت و دوزخ کو ملاحظہ فرمایا اور بعض حدیثوں کے الفاظ سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ آپ نے ان کے وجود منافی میں دیکھا اور اولعات متحدہ ہیں لہذا تضاد نہیں ہے۔

ف۔ اس حدیث کو امام نے باب فضل متقی الہادی بن ابی حمزہ مسلم و سلم و سلمیٰ سے کتاب الصلوۃ میں ذکر کیا۔

بَابُ رَتِّعِ الْبَصِيرِ إِلَى الْإِمَامِ فِي الصَّلَاةِ

۱۱۱ قَالَتْ عَائِشَةُ قَالَتْ أَسْمِعْنِي صَلَاتِي أَلَهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
فِي صَلَاةِ الْكُسُوفِ دَأَيْتُ جَهَنَّمَ يَخْطُمُ بِحُضْبٍ أَمْعَتَا
رَجُلَيْنِ دَأَيْتُمُوْنِي فَتَأَخَّرْتُ۔

۱۱۲ عَنْ أَبِي مُعْمَرٍ قَالَ قُلْتُ لِحَبِيبِ الْأَكَا
رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَشْرُفُ فِي
الْقُلُوبِ قَالَ نَعَمْ فَقُلْنَا يَمُوتُ لَمْ نَكُنْ نَعْلَمُ أَنَّ ذَلِكَ
قَالَ يَا هَظْطَلُ لِبِ حَبِيبِهِ رَهْمَا

۱۱۳ حَدَّثَنَا الْبُزْجَانِيُّ وَكَانَ عَمْرُو بْنُ كَدْوَيْبٍ أَنَّهُمْ
كَانُوا إِذَا صَلُّوا مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
فَرَفَعَ مَأْسَهُ مِنَ الْوَلُوعِ قَامُوا قِيَامًا حَتَّى
يُؤَدُّوا قَدَّ سَجْدَةٍ رَهْمَا

۱۱۴ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَمْرٍو قَالَ خَفَّتْ لَتَمْسُ

باب نمازیں امام کی طرف دیکھنا

اور حضرت عائشہ نے فرمایا نبی علیہ السلام نے سورج گرہن
کی نمازیں فرمایا میں نے جنم کو دیکھا اس کا بعض حصہ کو کھانا
نہاں کیا کہ تم نے دیکھا کہ میں پیچھے ہٹ گیا تھا۔

ابو معمر سے روایت ہے کہ ہم نے حضرت حباب سے پوچھا
کہ حضور علیہ وسلم کی نمازیں قراۃ کرتے تھے انہوں نے
جواب دیا ہاں۔ ہم نے کہا تم آپ کی قراۃ کو کس طرح جانتے
تھے کہا آپ کی ریش آدمی کے بنے سے۔

حضرت زید نے بیان کیا اور وہ بھولے نہیں ہیں کہ
صحابہ کرام جب حضور علیہ السلام کے ساتھ نماز پڑھتے اور
آپ رکعت سے اپنا سر اٹھاتے تو وہ کھڑے رہتے حتیٰ کہ
آپ سجدہ میں جلتے۔

عبداللہ بن عباس سے روایت ہے کہ زمانہ نبوی میں سورج گرہن

عَلَى عَمْدٍ الثَّقِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَصَلَّى
لَهَا مَا دُمُوهَا اللَّهُ تَائِبًا لَهَا تَنَادَتْ سَمِيحًا
فِي مَقَامِكَ ثُمَّ دَائِبًا لَكَ تَكَلُّفَتْ فَقَالَ
فِي مَرَاتِ الْجَنَّةِ فَتَنَادَتْ مِنْهَا
عَتُودًا وَ تَوَاحَّدَتْ لَاحُظَتْ مِنْهُ مَا
لَيْبَتِ الثَّقِيَّةِ

(بخاری)

وَعَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ صَلَّى لَنَا النَّبِيُّ صَلَّى
لَهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثُمَّ رَفَعَ الْيَدَيْنِ فَاسْتَأْذَنَ
مِنْهُمْ قَبْلَ قِيَامِ الْمَسْجِدِ ثُمَّ قَالَ لَقَدْ
بَيَّتُ الْأَرْضَ مُنْذُ صُلَيْتُ الْكُوَّةَ الْمَسْلُوكَةَ الْجَنَّةَ
شَاةً مُسْتَلْتَبِينَ فِي قِيَمَتِهِ هَذَا الْجَدَابِيُّ فَلَمْ أَرَ
وَلَوْ رَفَعَ يَدَيْهِ شَاةً (بخاری)

ہوا تو آپ نے گریہ کی نماز پڑھائی۔ نماز کے بعد آسمان
نے عرض کی یا رسول اللہ ہم نے دیکھا کہ آپ نماز میں اپنی
جگر پر ہی سے کسی چیز کو پکڑنے کے لئے آگے بڑھے تھے۔
پھر ہم نے دیکھا آپ پیچھے ہٹے۔ حضور نے فرمایا: میں
نے جنت کو دیکھا اور داد دے کیا کہ اس کے باغ سے ایک
خوشہ لیں اور اگر لے لیتا تو جب تک دنیا قائم ہے تم
اس سے کھاتے رہتے۔

حضرت انس بن مالک سے مروی ہے کہ نبی صلی
اللہ علیہ وسلم نے جس تہانہ پڑھائی۔ پھر آپ قبر پر
جلوس فرما ہوئے اور قبہ کی طرف اشارہ کر کے
فرمایا: ابھی دوران نماز میں نے جنت اور دوزخ
کی قبیل دیوار قبلیں دیکھیں۔ آج کے دن کی مسجد
خبروشر میں نے دیکھی (تہی مرتبہ فرمایا)

ان تمام حدیثوں کو ذکر کر کے امام بخاری نے یہ واضح کیا ہے کہ نماز میں امام کی طرف دیکھتے جائز ہے
فائدہ مسائل | حدیث اولی میں حین سرائیتوئی جب تم لے مجھے دیکھا۔ حدیث دوم میں باضطراب لحیثہ اور
سبک امام کی طرف نظر نہ ہو اس کی ڈاڈھی کی حرکت معلوم نہیں ہو سکتی۔ حدیث سوم میں حتی بیرونہ قد سجدا
ریت چہ دم میں دایناک اور حدیث پنجم میں لحد دایناک کے الفاظ سے مذکورہ بالا مسئلہ اخذ ہوتا ہے معلوم ہوا کہ اسلام
کے لئے یا نماز کے افعال و ارکان کے معلوم کرنے کے لئے امام کی طرف دیکھنا جائز ہے۔ اس حالت قیام میں موضع سجود کی
ت رکوع میں پشت قدم کی طرف سجود میں ناک کی طرف قدم میں گود کی طرف پہلے سلام میں دہنے نماز کی طرف دوسرے سلام
میں ایسے طرف نظر رکھنا مستحب ہے (۱۴) حدیث ششم سے واضح ہوتا ہے کہ جنت اور جنت کا شہید کو نمازیں اگر حضور علیہ السلام
را جنت کا کوئی پہلے توڑ لیتے تو وہ نہ تھی دینا تک باقی رہتا۔ علامہ تہی نے لکھا کہ حضور علیہ السلام نے وہ خوشہ جنت اس
نے نہیں لیا کہ اس دنیا میں فانی چیزیں ہی انسان استعمال کر سکتا ہے (۱۵) اس حدیث سے یہ بھی واضح ہوا کہ حضور علیہ
سلام نے جو اس موقع پر جنت کو دیکھا تو حقیقت جنت کو لاحقہ فرمایا۔ اس کے دوزخ مثالی کو نہیں دیکھو کہ دوزخ مثالی
ن خوشہ کا صورتہ حضور نہیں ہو سکتا۔ اور یہ سوال کہ نبی پر ہونے ہوئے جنت کی چیزوں تک حضور علیہ السلام کا اللہ کیونکر
کا سکتا ہے؟ تو جواب یہ ہے کہ اللہ ہر ممکن پر قادر ہے وہ زمان و مکان کی تہ سے کسی کے مقدس بقول اور نظروں
استغناء بھی فرما سکتا ہے۔

فائدہ - حدیث دوم کے دعووں میں حضرت جناب جلیل القدر صحابی ہیں۔ ابو عبد اللہ تہی آپ کی کیفیت ہے زمانہ
حیث میں انبیاء قیامی بنائے گیا تھا ایک صورت غلامیر نے خبر کر نہیں آتا دیکھا۔ حضور علیہ السلام کے داد اور قسم
داخل ہونے سے قبل مشرت اسلام ہوئے۔ یہاں چھ مسالوں میں ہیں۔ جن میں اسلام لانے کے جرم میں سخت

فائدہ - حدیث دوم کے دعووں میں حضرت جناب جلیل القدر صحابی ہیں۔ ابو عبد اللہ تہی آپ کی کیفیت ہے زمانہ
حیث میں انبیاء قیامی بنائے گیا تھا ایک صورت غلامیر نے خبر کر نہیں آتا دیکھا۔ حضور علیہ السلام کے داد اور قسم
داخل ہونے سے قبل مشرت اسلام ہوئے۔ یہاں چھ مسالوں میں ہیں۔ جن میں اسلام لانے کے جرم میں سخت

کتابت پہنچی گئیں اور یہ حق پر قائم و دائم رہے۔ پھر ۳۷ سال مشعر میں بیٹھ کر روز وصال یا ایہ جناب علی مرتضیٰ نے نماز جنازہ پڑھائی۔ آپ سے کل ۳۷ حدیثیں مروی ہیں۔ ۵۰ بخاری میں ہیں۔ یعنی ج ۳ ص ۳۱۱ حدیث سوم کے ردیوں میں حضرت حماد ابن عاصب انصاری صوفی ابن صحابی ہیں۔ آپ کی کیفیت اور علامہ جے مشعر میں آپ کے لئے کو فتح کیا۔ ابو موسیٰ کے ہمراہ غزوہ تستر میں بھی شریک ہوئے۔ جنگ جمل و صفین و نہروان میں جناب علی مرتضیٰ کے ہمراہ رہے۔ کوفہ میں بزناد مصعب بن زبیر وقت پائی۔ آپ سے کل ۳۷ حدیثیں مروی ہیں۔ جن میں سے ۴۴ بخاری میں ہیں۔ اجمال ذکر کافی

بَابُ رَفْعِ الْبَصَرِ إِلَى السَّمَاءِ فِي الصَّلَاةِ
حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ ﷺ اللَّهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ مَا بَالُ أَقْوَامٍ يَرُدُّونَ الْبَصَرَ هُمْ
إِلَى السَّمَاءِ فِي صَلَاتِهِمْ فَاشْتَدَّ قَوْلُهُ فِي
ذَلِكَ حَقًّا قَالَ لِيَنْتَهَوْا عَنْ ذَلِكَ أَوْ
لِيُخَفِّفُوا الْبَصَرَ هُمْ

بخاری

باب بھالت نماز آسمان کی طرف دیکھنا
وقت ادھر وہ حضرت انس سے روایت کرتے ہیں کہ
نبی علیہ السلام نے فرمایا ان لوگوں کا کیا حال ہے جو نماز
میں اٹھی لگا ہیں آسمان کی طرف اٹھاتے ہیں۔ آپ نے
اس کے متعلق بڑی سختی سے ارشاد فرمایا۔ سختی کر
فرمایا اس نے فعل اسے باز آجھا نہ چاہیے۔ ورنہ ان کی
بصارت اچھک لی جائے گی۔

اس حدیث کو نسائی، ابن ماجہ، ابو داؤد نے کتاب الصلوٰۃ میں ذکر کیا۔ اس حدیث میں بھالت
نماز آسمان کی طرف دیکھنے پر وہ عید شدید وارد ہوئی ہے۔ علامہ قاضی غیاثی نے فرمایا کہ
بھالت نماز آسمان کی طرف نظر کرنے میں ایک نرم کا کعبہ سے اعراض پایا جاتا ہے۔ اس لئے تمام علماء بالاتفاق نماز میں
آسمان کی طرف دیکھنے کو کرہ قرار دیتے ہیں۔ علامہ واحدی نے اس باب نزول میں یہ روایت کی کہ ایک شخص نے بھالت نماز میں
کی طرف دیکھا تو آیت لَکِنَّ فِي صَلَاتِهِمْ خَائِشَعُونَ بدل ہوئی معلوم ہوا کہ یہ فعل منافی خشوع بھی ہے اور خفت
ان جیس سے مروی ہے کہ حضور علیہ السلام جب نماز شروع فرماتے۔

تو اپنے موضع سجود پر نظر رکھتے تھے۔

لَعَنَ ظَنُّهُ الْأَمْوَاعَ مَجْرُودَةً

بَابُ الْإِتِّفَاتِ فِي الصَّلَاةِ

أَبُو حَنِيفَةَ قَالَ سَأَلْتُ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ عَنْ
وَسَلَّمَ عَلَيْهِ الْإِتِّفَاتِ فِي الصَّلَاةِ فَقَالَ هُوَ إِخْتِلَافٌ
بَيْنَ الشَّيْطَانِ مِنْ صَلَاةِ الْعَبْدِ

بخاری

باب نماز میں ادھر ادھر دیکھنا ممنوع ہے
حضرت عائشہ کہتی ہیں کہ میں نے حضرت نماز میں ادھر ادھر
دیکھنے کے متعلق پوچھا تو آپ نے فرمایا یہ اچھک لینا ہے
کی نماز میں شیطان اچھک لے جاتا ہے۔

نماز میں ادھر ادھر دیکھنا منع ہے
نماز کی حالت میں بندہ غلوں کے ساتھ اپنے رب کی طرف متوجہ ہوتا ہے لیکن
جب وہ ادھر ادھر دیکھنا شروع کر دیتا ہے تو اب شیطان کو اس پر کامیاب ہوتے
اور اسے طرح طرح کے وسوسوں میں مبتلا کر دینے کے لئے راستہ لے جاتا ہے اور وہ حضور جو نماز کو ہوتا ہے شیطان اس
مستقل کرتا ہے۔ حالانکہ نماز گروں کو پھر اگر ادھر ادھر دیکھنا کرہ ہے اور بغیر گروں پھر اسے گنہگار سے دیکھنا ضرورت
جانتا ہے۔ اس سلسلہ کی چند حدیثیں یہ ہیں۔

(۱) جو بتدہ نمازیں ہیں۔ اشد عرویل کی رحمت خاصہ اس کی طوت متوجہ رہتی ہے۔ جب تک اور اصرار نہ دیکھے۔ جب اس نے اپنا منہ پھیر اس کی رحمت بھی پھر جاتی ہے اور اواد و نسا فی دحاکم

(۲) حضرت ابو ہریرہ کہتے ہیں مجھے میرے غیل علی اشد علیہ وسلم نے کہیں باتوں سے منع فرمایا۔ سرخ کی طرح ٹھونگ مارنے، کتے کی طرح چلنے اور اصرار و سرخی کی طرح دیکھنے سے (احمد و ابوداؤد)

(۳) حضور نے حضرت انس سے فرمایا اے بیٹے نمازیں اتفاقات سے بچ کر نمازیں اتفاقات ہاکت ہے (ترمذی)

(۴) جب نمازی نمازیں اتفاقات کرتا ہے تو اشد و جل فرماتا ہے۔ اسے ابن آدم کس کی طوت اتفاقات کرتا ہے کیا مجھ سے کوئی بہتر ہے۔ جب بنو تیسری دفعہ اتفاقات کرتا ہے تو اشد عرویل اپنی خاص رحمت اس کی طوت سے پھیر لیتا ہے (رمضان مبارک)

فائدہ۔ اس حدیث کے بعد امام نے ایک اور حدیث بھی لکھی ہے۔ جس کا خلاصہ یہ ہے کہ حضور علیہ السلام نے ایک بچہ کو لونی میں

نماز پڑھی۔ اس کے بعد فرمایا اس کو لے جاؤ اور اس کی جگہ ابو جرم سے سادہ لونی لے آؤ۔ کیونکہ اس لونی کے میل ہونے نمازیں مجھے اپنی

طوت متوجہ کرتے ہیں۔ ترجمہ باب سے اس حدیث کی مناسبت یہ ہے کہ چاروں کے نقش و نگار کی طوت جب نمازی متوجہ ہوگا۔ تو وہ

اس کے موثر ہوں۔ پر ہوگی تو ضروری ہے کہ اصرار و سرخ نہ نظر جائے گی۔

یہ حدیث میں تقسیم و ترقیاتی کے فیوض الہادی پر وہ دوم مسئلہ ہرگز نہ لکھی ہے۔

باب نمازی پر اگر کوئی حادثہ ہو یا نمازی کوئی (ہری)

پہنچے دیکھے۔ یا قبل کی دیوار میں تھوکر دیکھے (تو

نمازی جائز ہے)

۱۔ اور مسلم بن سعد نے کہا کہ حضرت ابو کرنے اتفاقات

کیا اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا

(۲) حضرت تابع ابن عمر سے روایت کرتے ہیں انہوں

نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مسجد میں قبلہ کی

دیوار پر لٹم دیکھا۔ آپ لوگوں کے آگے کھڑے ہوئے نماز

پڑھا رہے تھے۔ آپ نے اس کو کھڑی ڈالا اور سلام پھیرنے

کے بعد فرمایا بے شک تم میں سے جب کوئی نمازیں پڑھتا ہے

تو اللہ تعالیٰ اس کے منہ کے سامنے ہوتا ہے اس کو پائیے کہ

نمازیں اپنے منہ کے سامنے کھنگار بہنم نہ لے۔

(۳) امام ابن شہاب زہری نے کہا کہ مجھ کو انس بن مالک

نے خبر دی انہوں نے کہا ایک مرتبہ صحابہ کرام صبح کی نماز

پڑھ رہے تھے۔ پھر وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وجہ

سے گھبرا گئے۔ آپ نے (اچانک) حضرت عائشہ کے حجرہ کا

پہرہ اٹھایا اور ان کو دیکھا وہ صفیں امام سے ہرے تھے

(۱) وَقَالَ سَعْدُ ابْنُ أَبِي شَرْبَةَ قَالَ سَأَلْتُ النَّبِيَّ

صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ أَنَّهُ قَالَ سَأَلَ رَأَى

رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُخَاصَةً فِي

بَيْتِ الْمَسْجِدِ وَهُوَ يُصَلِّي بَيْنَ يَدَيْ

النَّاسِ فَخَشَا ثُمَّ قَالَ جِئْنَا النَّصْرَةَ

إِنَّ أَحَدَكُمْ إِذَا كَانَ فِي الصَّلَاةِ ضَلَّ

اللَّهُ بَيْنَ وَجْهِهِ وَتَلَايَتُكَ حَتَّى أَصْلَحَ

بَيْنَهُ وَجْهَهُ فِي الصَّلَاةِ (بخاری)

(۲) عَنْ ابْنِ شِهَابٍ قَالَ أَخْبَرَنِي أَنَسُ

ابْنُ مَالِكٍ قَالَ سَأَلْتُ النَّبِيَّ مَا الْمُسْلِمُونَ فِي

صَلَاةٍ الْخَيْرُ فَقَالَ هُمْ الْأَمْسَلُ اللَّهُ صَلَّى

اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَشَفَتْ يَدَا جَدْرَةٍ

عَائِشَةَ فَظَهَرَ إِلَيْهِمْ وَهُمْ صُفُوفٌ

لَتَسْمَعَنَّهُ يَخْطُكُ وَ تَكْفُصُ الْيَدُ بَكْرٍ عَلَى
عَقِبَيْهِ لِيَصِلَ لَهُ الصَّغَفَ فَكُنْ إِشَاءَ
يُرِيدُ الْخُصُوعَ وَ هُمْ الْمُسْلِمُونَ أَنَّ
يَقْتَتِنُوا فِي صَلَاتِهِمْ فَأَشَارَ إِلَيْهِمْ
أَيْتَمُوا صَلَاتُكُمْ وَ أَمَرَ حَتَّى السَّيْرُ وَ تَوَفَّى
بَيْنَ أَجْرٍ ذَلِكَ الْيَوْمَ

آپ مسکرا کر بیٹے اور ابو بکر اٹھنے پاؤں پیچھے چلے گئے
وہ صفت میں مل جائیں۔ حضرت ابو بکر نے خیال کیا کہ
یاسر تشریف لانا چاہتے ہیں اور مسلمانوں نے یہ تصور
کہ نماز ہی توڑ دیں۔ آپ نے اشارہ سے ان کو
کہ اپنی نماز پوری کرو اور پردہ چھوڑ دیا اور اسی دن
آپ نے وفات پائی رحمۃ اللہ علیہ وسلم

فوائد و مسائل

ابن تیمیہ محدثوں سے واضح ہوتا ہے کہ بحالت نماز بضرورت انقاعات جائز ہے۔ حدیث
باب من دخل لیومہ الناس میں ذکر کیا ہے۔ یہ حدیث مع تقسیم و ترجمانی کے فیوض
بارہ صوم ۳۵ پر گزرتی ہے۔ حضرت صدیق اکبر نماز پڑھا رہے تھے کہ حضور آ گئے۔ صدیق اکبر نے حضور کو
انہی جگہ سے ہٹا جایا۔ حضور نے ابو بکر کو اشارہ کیا کہ امامت پر ثابت رہو۔ تو حضرت ابو بکر نے بحالت نماز حضور کی
انقاعات کیا اور حضور نے انہیں نماز کے اعادہ کا حکم دیا معلوم ہوا کہ بضرورت نماز میں انقاعات جائز ہے۔

حدیث میں ہے کہ حضور نے بحالت نماز دیوار قبلہ میں جو بیغم تھا اس کو گھورت دیا۔ اس سلسلہ کی دوسری روایت
میں حالت نماز کا ذکر نہیں ہے۔ بہر حال یہ عمل قلیل ہے جو نماز کو فاسد نہیں کرتا۔ اس حدیث سے بھی بضرورت
کا جواز نکلا ہے۔ حدیث میں ہے کہ حضور نے اشارہ سے فرمایا کہ نماز کو پوری کرو۔ گویا صحابہ نے بحالت نماز
کی طرقت کیا۔ بھی تو حضور کے اشارہ کو سمجھا معلوم ہوا بضرورت انقاعات جائز ہے۔

باب امام ہو یا مقتدی سب پر قرآن پڑھنا واجب ہے۔
نماز میں حضور یا سفر میں جبری ہو یا برتری۔
باب امام ہو یا مقتدی کی قید یہ امام بخاری کے مذہب پر ہے کیونکہ وہ قرآن خلف الامام کے قائل ہیں اور مفرد کا ذکر اس
روایت میں مذکور کا حاصل یہ ہے کہ قراۃ ہر نماز میں واجب ہے نمازی خواہ امام ہو یا مقتدی اور نماز خواہ جبری ہو یا برتری
یا حضری ہو اور امام مقتدی کی قید یہ امام بخاری کے مذہب پر ہے کیونکہ وہ قرآن خلف الامام کے قائل ہیں اور مفرد کا ذکر اس

مذہب کے امام بخاری علیہ الرحمۃ نے حوالہ میں یہ تو تصریح فرمادی کہ قرآن کا پڑھنا امام و مقتدی پر واجب ہے مگر سوال تو سورہ کا
تھا کہ اس کا پڑھنا فرض ہے یا جہیں تو اس کے متعلق ایک غلط بھی نہیں لکھا اور اس کی وجہ اس کے اور کیا ہو سکتی ہے کہ امام بخاری
کے نزدیک کسی کے لا صلۃ الا بفاصلۃ الاختلاف سے سورہ فاتحہ کے پڑھنے کی فرضیت ثابت نہیں ہوتی۔ حدیث اگر یہ حدیث ان کے
کی دلیل مستحکم ہوتی تو وہ اپنی عادت کے مطابق منور کیا مانتے کہ امام و مقتدی دونوں کے لئے سورہ فاتحہ کا پڑھنا فرض ہے۔
ثانیاً، وہاں طرح وہ فاتحہ اور دردت کے جریان بھی قرآن نہیں کر کے کیونکہ ان کے فرق پر کوئی دلیل ہے ہی نہیں۔ مسلم شریف کی روایت میں ہے۔ حضور
اسلام نے فرمایا،

لا صلۃ لمن لم یقرء بآدم القرآن فصاعداً وسلم
لا صلۃ الا بفاصلۃ الا کتاب طلسوفاً وروایا امام مالک
اس حدیث سے آفتاب نیوز کی طرح فاتحہ اور سورہ دو قائل کا وہی ثابت ہوتا ہے یہ ہی وجہ ہے کہ امام بخاری اس پر قائل نہیں ہونے لائق رہے۔
نماز میں ہوتا جو امام کے ساتھ کچھ زیادہ نہ پڑھے۔
اس کی نماز نہیں ہوتی جہاں تک کے ساتھ کوئی سورہ نہ پڑھے۔

نہیں کیا کہ اس کا حکم ہم کے حکم کی طرح ہے یعنی جیسے امام پر قرآن واجب ہے اسی طرح مفرد دیکھنے پڑھنے والے پر بھی قرآن واجب ہے۔

عَنْ جَابِرِ بْنِ سَمُرَةَ قَالَ سَأَلْتُ
أَهْلَ الْكُوفَةِ سَعْدًا إِلَى عُمَرَ فَقَرَأَهُ
وَأَسْتَعْمَلَ عَلَيْهِمْ عَمَّا رَأَوْا فَتَنَكَّرُوا حَتَّى
ذَكَرُوا أَنَّهُ لَا يُحْسِنُ مُصَلِّيٌّ فَأَرْسَلَ إِلَيْهِ
فَقَالَ يَا أَبَا اسْحَاقَ إِنَّ هَذَا لَا يُزَعَمُونَ
إِنَّكَ لَا تُحْسِنُ مُصَلِّيٌّ قَالَ أَمَا أَنَا ذَاكَ
ثَابِتِي كُنْتُ أَصَلِّي بِهِمْ صَلَوةَ رَسُولِ
اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا أَخِيرُ
عَنْهَا أَصَلِّي صَلَوةَ الْمَيِّتِ فَأَرْكَعُ
فِي الْأَوَّلِينَ وَ أُخِيرُ فِي الْآخِرِينَ
قَالَ ذَاكَ الْمَلِكُ يَهْكَ يَا أَبَا اسْحَاقَ
فَلَمْ يَلْ مَعَهُ رَجُلًا أَوْ رَجُلَاتًا
إِلَى الْكُوفَةِ يَسْأَلُ عَنْهُ أَهْلَ الْكُوفَةِ
وَلَمْ يَدْخُلْ مَسْجِدًا إِلَّا سَأَلَ عَنْهُ وَ
يَسْتَنْوِنَ عَلَيْهِ مَعْرُوفًا حَتَّى دَخَلَ
مَسْجِدَ بَنِي عَبْسٍ فَقَامَ رَجُلٌ مِنْهُمْ
يُقَالُ لَهُ أَسَامَةُ بْنُ قَتَادَةَ يُكَلِّفُ أَبَا
سَعْدَةَ فَقَالَ أَمَا إِذَا تَشَدَّدْنَا ثَوَانًا
مَعًا كَانَ لَا يَسْبِرُ بِالسَّيْرِ وَلَا يَقْسِمُ
بِالسَّوِيَّةِ وَلَا يَعْدِلُ فِي الْقَضِيَّةِ
قَالَ سَعْدًا أَمَا ذَاكَ لَأَدْعُوكَ
بِتَلَاثٍ أَلْتَهْمُ إِنْ كَانَ عَبْدُكَ
طَمَنًا كَاذِبًا فَأَهْرَبِيَاءَ وَ سَمْعَةً
خَاطِلَ عُمَرَةَ وَ آجِلَ فَفَرَّ وَ

حضرت جابر بن سمرہ سے مروی ہے انہوں نے کہا کہ اہل کوفہ نے حضرت عمر سے حضرت سعد امیر کوفہ کی شکایت کی حضرت عمر نے ان کو معذول کر دیا اور جابر بن سمرہ کو ان کا امیر بنایا تو کوفہ والوں نے سعد کی کئی شکایتیں کیں یہاں تک کہ اس کو وہ اچھی طرح نماز نہیں پڑھا سکتے حضرت عمر نے سعد کو بلوایا اور فرمایا اسے ابو اسحاق دیکھ سعد کی کیفیت ہے کوفہ کے یہ لوگ کہتے ہیں کہ تم اچھی طرح نماز بھی نہیں پڑھا سکتے سعد نے کہا۔ خدا کی قسم! میں ان کو اسی طرح نماز پڑھاتا تھا جس طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پڑھایا کرتے تھے۔ میں نے اس میں دس کو تہا ہی نہیں کی ہشتا کی نماز جب میں پڑھتا تو پہلی دو رکعتوں کو لمبا کرتا اور پچھلی دو رکعتوں کو ہلکا حضرت عمر نے فرمایا تم سے تو اسے ابو اسحاق ہی گمان ہے پھر حضرت عمر نے سعد کے ساتھ ایک آدمی یا کئی آدمیوں کو کوفہ کی طرف بھیجا کہ کوفہ والوں سے سعد کی شکایتیں معلوم کریں انہوں نے کوئی ایسی مسجد نہ چھوڑی جہاں سعد کا حال نہ پوچھا ہو وہ سب نے ان کی تعریف کی پھر بنی جس کی مسجد میں گئے وہاں ان میں سے ایک شخص کھڑا ہوا جس کو اسامہ بن قتادہ کہتے تھے اس کی کیفیت ابو سعد تھی اس نے کہا جب تم ہم کو قسم دیتے ہو تو جی تو یہ ہے کہ سعد کسی فوج کے ساتھ رلائی گئے تھے نہیں جاتے تھے اور غنیمت کا مال برابر تقسیم نہیں کرتے تھے۔ اور بھگتے ہی انعام نہیں کرتے تھے سعد نے یہ سن کر کہ خدا کی قسم میں تم کو تین ہجرتیں دے دوں گا۔ اللہ اگر یہ تیرا بندہ جھوٹا ہے اور صرف ناموسی اور شہوت کے لئے کھڑا ہوا ہے تو اس کی عمر لمبی کر اور ایک مدت

بقیہ حاشیہ صفحہ ۳۸۶ کہ وہ نہ محکوم نہ لازم کارکن ثابت کریں اور صورت کو سنت اسی لئے انہوں نے مزین میں نفس قرآن کو کوشاں

اور دور ہونا تھا کہ متعلق مامون بن ابی اسحاق بن قاسم

عَرَضَهُ بِالْفَتْحِ وَكَانَ بَعْدَ إِذَا
سُئِلَ يَسْئَلُ شَيْخٌ كَيْدُ تَقَفُّشُونَ
أَصَابَنِي دَقُّوهُ سَعْدِي قَالَ
عَبْدُ الْمَلِكِ ذَاتَ رَأْيَيْنِ بَعْدَ قَدْ
سَقَطَ حَاجِبَاهُ عَلَى عَيْنَيْهِ مِمَّنْ
الْكِبَرِ وَانْتَهَى لَيْتَ عَرَضُ بِالْحَاوِي فِي
الطَّرِيقِ بِغَيْرِ هُنَّ

بجہ محتاج کردے اور آیتوں میں پھینکا دے۔ پھر اس
یہی حال ہوا۔ جب کوئی اس کا حال پر پتہ نہ کر سکتا
ایک بوطہ ہوں آتے رسیدہ سعدی بدو فاجح کو کہہ
گئی ہے۔ عبد الملک نے کہا میں نے بھی اس کو دیکھا تھا
آتا بوڑھا ہو گیا تھا۔ کہ مجھ کو آنکھوں پر آگئی تھیں
مست میں کھڑا ہو کر لڑکھلے کو چھیڑتا اور ان
چوکے بھرتا۔

اس حدیث کو مسلم و نسائی و ابوداؤد نے کتاب الصلوٰۃ میں ذکر کیا (۲) عنوان حسب
قواعد و مسائل | اجزاء پر مشتمل ہے ۱۱ امام جو ۱۲ یا مقتدی ۱۳ فاضل سری جو ۱۴ یا جہری (۱۵) حدیث
جو ۱۶ یا جہری۔ غرض کہ ہر نماز میں قرآنی کا پڑھنا واجب ہے۔ حدیث زیر بحث عنوان کے تمام اجزاء کے مطابق ہے
جو دوم پر حدیث میں کوئی ولایت نہیں ہے۔ حضرت سعد کا یہ فرمانا کنت اصلی الخ جو اول کے مطابق ہے۔ بخیر
کو نماز میں قرآن پڑھنا واجب ہے۔ ما اخرہ عنہا ای عن صلاۃ النبوی جو سوم و چہارم سے بھی مطابق ہے۔ یعنی یہ کہ حضرت
قوات کرنا ای طرقت ما اخرہ عنہا ای عن صلاۃ النبوی جو سوم و چہارم سے بھی مطابق ہے۔ یعنی یہ کہ حضرت
اسلام نے قہار بحالت سفر نماز ادا کی ہو یا حضرت میں کبھی قرات ترک نہیں فرمائی۔ اور ان تمام مسائل پر سب کا اتفاق ہے لیکن جو
جو دوم کہ مقتدی کو بھی قرات کرنی چاہیے حدیث غرض میں اس پر کوئی ولایت نہیں ہے۔ فافهم
۱۲ حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ عشرہ مبشرہ میں سے ہیں۔ اکابر صحابہ میں آپ کا شمار ہے۔
کی کینت روا اسحاق ہے اور مالک کا نام مالک بن وہب ہے۔ جناب عمر نے آپ کو سلسلہ میں فارس کی قوم میں سے
کیا اور آپ کے ہاتھ پر مرقا فتح ہوا۔ پھر سلسلہ میں حضرت عمر نے آپ کو کوثر کا امیر مقرر فرمایا اور آپ سلسلہ میں
سب کوثر کے امیر رہے۔ کوثر کی بے وفائی تو مشہور ہے۔ انہوں نے حضرت سعد جیسے عظیم القدر اصحاب پر بھی غلط
عائد کئے۔ حضرت عمر کو تحقیق کے بعد یہ معلوم ہو گیا تھا کہ الزامات غلط ہیں مگر اس کے باوجود آپ نے مصلحتاً حضرت سعد
معزل کر کے ان کی جگہ حضرت عامر کوثر کا امیر مقرر فرمایا اور یہ عمر بن الخطاب نے حضرت سعد کو اس لئے معزل فرمایا
کہ وہ اہل بیت کے اہل ذمت تھے۔ حضرت سعد کو حضور علیہ السلام نے دعا دی تھی کہ الہی ان کی ہر دعا کو قبول فرما۔ جب سے
مستحبات اللہ ملوات ہو گئے۔ حضرت سعد نے اس امر میں قناتہ کو تین ہر دعائیں دیں۔ کیونکہ آپ پر اس سے تین غلط الزام ملے
تھے۔ چنانچہ آپ کی بد دعا کے اثرات مرتب ہوئے۔ فتح الباری

حدیث ہذا مسئلہ قبل پر مشتمل ہے۔

امام کے پاس اپنے کسی نائب کی شکایت پہنچے تو امام کو اس جگہ کے معزولین سے اس شکایت کے متعلق تحقیق کرنی پڑی
رہا اگر کوئی دینی یا سیاسی مصلحت ہو تو امام کو یہ حق حاصل ہے کہ وہ بلا تصور اپنے کسی نائب کو معزل کر دے (۱۳) بخیر
یہ کہنا کہ حضرت عمر کی لائے یہ تھی کہ کوئی شخص چار سال سے زیادہ امارت کے منصب پر فائز نہیں رہنا چاہیے۔ وہ امام کے
بد دعا کرتے چاہتے تھے۔

اس حدیث سے واضح ہوا کہ قرآن کی پہلی دو رکعتوں میں قرأت واجب ہے اور آخری دو رکعتوں میں قرأت واجب نہیں ہے اسی بنا پر صاحب ہدایہ نے لکھا کہ اگر چاہے تو آخری دو رکعتوں میں قرأت کرے اور اگر چاہے تو تسبیح پر اکتفا کرے اور اگر چاہے تو نماز میں رہے لیکن افضل یہی ہے کہ آخری دو رکعتوں میں بھی الحمد پڑھے حضرت علی دین مسعود و عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے یہی اثر ہے اور دلیل اس کی یہ ہے کہ نمازی نمازیں قرأت کرنے پر رافضیہ و احنافہ میں اختلاف ہے ان کے ماتحت مامور ہے اور اگر انہیں چاہتا ہے تو پہلی رکعت میں قرأت کرنا منع بھی ہوا اور دوسری رکعت میں قرأت کو افضل بالاولیٰ واجب کیا گیا کیونکہ رکعت ثانی رکعت اول کے قشر کل ہے۔

حضرت عبداللہ بن مسعود فرمیں کہ آخری دو رکعتوں میں کچھ نہیں پڑھتے تھے۔
حضرت علی فرماتے ہیں کہ پہلی دو رکعتوں میں قرأت کر آخری دونوں میں تسبیح۔

۱۲) ولعل یقرط فی الاخرین شمسنا

دروط الامم محمد ص ۱۹

۱۳) اقرا فی الاولین و سبّح فی الاخرین

ابن منذر ج ۳ ص ۶۶

اسی طرح حضرت عائشہ و عبداللہ بن زید۔ و ابن ابی نعیم سفیان ثوری و غیرہ سے مروی ہے۔ یعنی ج ۲ ص ۶۶
حضرت حماد بن عمارت سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس شخص نے سورہ فاتحہ نہیں پڑھی۔ اس کی نماز کامل نہیں۔
عَنْ عِمَادَةَ بْنِ الصَّامِتِ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا صَلَوةَ لِمَنْ لَمْ يَقْرَأْ بِفَاتِحَةِ الْكِتَابِ

اس حدیث کو مسلم و ابوداؤد و ترمذی و ابن ماجہ نے صلوٰۃ میں اور نسائی نے صلوٰۃ اور فضائل قرآن میں قوائد و مسائل ذکر کیا۔ عمار گرائی نے فرمایا کہ اس حدیث سے ثابت ہوتا ہے کہ امام و مقتدی دونوں کے لئے سورہ فاتحہ پڑھنا واجب ہے اور حدیث عثمان کے ہم راہ کے مطابق ہے لیکن یہ بات درست نہیں کیونکہ ترجمہ میں فاتحہ کا ذکر نہیں ہے بلکہ یہی ترجمہ قرأت کا ذکر ہے اور اگر یہ کہا جائے کہ امام بخاری نے قرأت سے مراد فاتحہ کو لیا ہے یعنی من قبیل اطلاق العسل علی لجنہ تو جواب یہ ہے کہ اس مسند میں عثمان اور حدیث سعد میں کوئی مطابقت نہیں رہے گی۔ فافہم۔

امام و متفقہ کو نماز میں سورہ فاتحہ کا پڑھنا واجب ہے۔ واضح ہو کہ نماز خود جہری ہو یا سری سگری ہو یا سفری صلی ہو یا فرض۔ سب میں امام و متفقہ اس کو ایکسا نماز پڑھے اس کے لئے نماز میں مطلق قرآن کا پڑھنا فرض ہے اور سورہ فاتحہ کا پڑھنا واجب ہے۔

فَاتِحَةُ مَا تَقْرَأُ مِنَ الْقُرْآنِ | یعنی قرآن میں سے جو قسم کو آسان ہو وہ نماز میں پڑھو

اس آیت میں کھرا عام ہے اور اس کا مفاد یہ ہے کہ قرآن میں سے جو آسان ہو وہ پڑھو۔ خواہ الحمد یا کوئی سورت یا آیت۔ پس قرآن کی دو سے نماز میں مطلق قرأت فرض قرآنی اور حدیث میں حضور علیہ السلام نے فرمایا۔
لَا صَلَوةَ إِلَّا بِفَاتِحَةِ الْكِتَابِ (بخاری و مسلم)
سورہ فاتحہ کے بغیر نماز نہیں۔

قرآن میں ذات کی ہیں بلکہ کامل کی نفی ہے۔ سورہ فاتحہ کے بغیر نماز کامل نہیں ہوتی۔ جیسا کہ ان احادیث میں لائقہ کامل کی نفی کے لئے ہے۔

لَا اِيْمَانُ لِمَنْ لَا اِمَانَةَ لَهُ وَلَا دِيْنَ لَهُ | اس کا ایمان نہیں جو امانت دار نہیں۔ اس کا دین نہیں جو عبد یوحنا نہ کرے۔
لَا اِعْمَالُ لَهُ

تو اس کا یہ مطلب نہیں ہے جو عدہ و فاء کرے یا امتداد نہ ہو وہ بے ایمان ہے بلکہ مطلب یہ ہے کہ اس کا ایمان کامل نہیں ہے پس قرآن کی رو سے مطلق قرآن نماز میں فرض ہے اور حدیث کی رو سے سورہ فاتحہ کا پڑھنا واجب ہے۔ اس مسئلہ میں یہ ہیں۔

حضرت سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے مرنے والی حالت میں جو نماز پڑھی تو اس میں حضرت ابوکر نماز پڑھا ہے تھے۔ جب حضور کو فاء ہوا تو آپ مسجد میں تشریف لائے اور حضرت ابوکر بائیں طرف بیٹھ گئے اب حضور امام ہوئے تو

فَقَرَأَ مِنْ مِثْلِ الْمَكَانِ الَّذِي أَتَى الْيَوْمَ لِكُلِّ
مِنْ الشَّوْطِ دَرَجَتَيْنِ دَرَجَتَيْنِ دَرَجَتَيْنِ

آپ نے دہلی سے قرأت شروع کی جہاں تک پہنچ گئے تھے۔

درجہ درجہ درجہ

اس حدیث کو حافظ ابن حجر نے صحیح کہا (فتح الباری) اور امام احمد و ابویعلیٰ موصلی اور طحاوی نے شریح معانی میں بھی روایت کیا۔ اس حدیث سے ثابت ہوا کہ نماز میں سورہ فاتحہ کا پڑھنا فرض نہیں ہے۔ کیونکہ حضور علیہ السلام نے قرآن دہلی سے شروع کیا جہاں تک ابوکر پہنچ چکے تھے حضور علیہ السلام نے الحمد نہیں پڑھی بلکہ حضرت ابوکر کی پڑھی ہوئی حمد سمجھا تو اگر الحمد کے بغیر نماز باطل ہوئی تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو ترک نہ فرماتے۔

مطلق قرآن
لا صَلَوةَ إِلَّا بِقِرَاءَةٍ وَ لَوْ
بِفَاتِحَةِ الْكِتَابِ
اسلم، ماکم فی المستدرک

حضرت ابوہریرہ سے مروی ہے حضور علیہ السلام نے جاؤا امان کر دو کہ نماز نہیں ہے، مگر قرآن کے ساتھ۔ فاتحہ پڑھی جائے۔

ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے امیرنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان خیرہ فأتیہم الکتاب و ما تیسرہ رہتی۔

حضرت ابو امامہ سے روایت ہے۔
قال قال یا رسول اللہ فی کل صلوة قرأۃ قال نعم قالک واجباً
ابن عدی و بیہقی
ابن احادیث سے ثابت ہوا کہ امام و منفرد کے لئے مطلق قرآن فرض ہے۔ یعنی نماز میں قرآن پاک سے جو بھی پڑھا جائے وہ صحیح ہے۔

دوسری بات اس میں ہے کہ پڑھنا فرض ہے نماز میں سورہ فاتحہ کا پڑھنا واجب ہے۔

عن عبادۃ بن الصامت ان رسول اللہ علیہ وسلم قال لا صلوة لمن لم یقرء بفاتحۃ الکتاب

حضرت عبادۃ بن الصامت سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ جس نے سورہ فاتحہ نہیں پڑھی اس کی نماز کامل نہیں۔

حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے حضور علیہ السلام نے فرمایا۔ ہر وہ نماز جس میں سورہ فاتحہ نہ پڑھی جائے وہ ناقص ہے۔

کل صلوة لا یقرء فیہا یاہل الکتاب تمہی
خطبہ (امام ابن ماجہ و بیہقی)

ان احادیث سے ثابت ہوا کہ امام و منفرد کے لئے سورۃ فاتحہ کے ساتھ سورت طہا واجب ہے۔ یعنی ایک پھر سورت یسے انا اعطینا لکھو شریعتیں پھر ان میں سے جسے تم نپھو۔ شہ عیس و یس۔ شہام و استکبر۔ ایک یا دو آیتیں جو تم پھر ان میں سے جسے تم نپھو۔ واضح جو عرض کی دو پہلی رکعتوں میں الحمد کے ساتھ کوئی سورت آیت طہا اور نخل و زکریٰ ہر رکعت میں الحمد کے ساتھ سورت طہا واجب ہے۔

قرض کی پہلی دو رکعتوں میں فاتحہ کے ساتھ سورت طہا لائی جائے اور آخری دونوں میں صرف فاتحہ پڑھی جائے

حضرت ابو قتادہ سے روایت ہے کہ حضور میر عالم صلی اللہ علیہ وسلم

نہر کی پہلی دو رکعتوں میں سورہ فاتحہ کے بعد دو سو تین پڑھتے تھے۔ اور آخری دو رکعتوں میں صرف سورہ فاتحہ پڑھتے تھے۔

کون یقرء فی الظہر فی الاولیین یا ہر الکتاب و سورتین و فی الركعتین الاخریین یا ہر الکتاب بخاری و مسلم

وحدثنا قال کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقرء فی الركعتین من الظہر والعصر بفاتحة الكتاب وسورة سورتہ لیسعنا الایۃ اھیانا بخاری

حضرت ابو قتادہ سے مروی ہے کہ

یقرء فی الظہر فی الاولیین یا ہر الکتاب و سورتین و فی الركعتین الاخریین یا ہر الکتاب و لیسعنا الایۃ اھیانا و یطول فی الركعة الاولى ما لا یطیل فی الركعة الثانیۃ و هكذا فی العصر و هكذا فی الصبح و تنقیر مشکوٰۃ ص ۱۰۰

حضرت جابر کہتے ہیں کہ

قال اقراء فی الركعتین الاولیین من الظہر والعصر بفاتحة الكتاب و سورة و فی الاخریین بفاتحة الكتاب (رواہ ہذا زکریٰ) حضرت ابو الدرداء کہتے ہیں کہ

قال اقراء فی الركعتین الاولیین من الظہر والعصر و اعتداء فی کل رکعة یا ہر القرآن و سورة و فی الركعة الآخرة یا ہر القرآن (مجد الزکریٰ)

میں سورہ فاتحہ کے بعد دو رکعتوں میں سورہ فاتحہ سورت طہا پڑھتا ہوں۔ اور آخری دونوں میں صرف فاتحہ پڑھتا ہوں۔

میں ظہر و عصر و عشاء کی پہلی دو رکعتوں میں سورہ فاتحہ و سورت پڑھتا ہوں۔ اور آخری رکعت میں صرف الحمد

ان احادیث سے واضح ہوا کہ امام و منفرد کو پہلی دو رکعتوں میں سورہ فاتحہ کے ساتھ سورت طہا لانا بھی واجب ہے واضح جو عرض کی آخری دو رکعتوں میں الحمد پڑھنا واجب نہیں ہے کتب فقہ میں یہ تصریح ہے کہ آخری دو رکعتوں میں

فضیلت سے محروم ہو جائے گا۔ اسی طرح قرآن مجید کی اس آیت میں انھم کا ایمان لھم میں وجود ایمان کی نفی ہے۔ کہہ کر یہ بھی فرمایا ہے۔ وان تصحوا ایمانھم من بعد عہدھم اور اس کے بعد فرمایا لا تقانلون قوماً مشکراً ایمانھم بلکہ معنی آیت یہ ہیں لا ایمان لھم موقوفاً۔ اسی طرح جامع سنن میں تقریباً دو سو حدیثیں ایسی ہیں جن میں لفظ لا استعمال ہوا ہے کیا ہر جگہ لفظ لا نفی ذات کے لئے استعمال ہوگا؟ لہذا حدیث زیر بحث میں لا نفی ذات کے لئے نہیں ہے بلکہ نفی کمال کے لئے ہے اور مطلب حدیث یہ ہے سورہ فاتحہ کے بغیر نماز کامل نہیں ہوگی چنانچہ وہ حدیث جس میں خدا جل جلالہ آیا ہے وہ ہمارے جواب کی مزید تفسیر یعنی حضور علیہ السلام نے فرمایا۔

من صلی صلوۃ لہ یقرء فیہا ہاء لقمران
فہی خداج

خداج بالفتح کے معنی ناقص و نامکمل کے ہیں لہذا حدیث مذکورہ میں بھی لا نفی کمال کے لئے ہی ہے۔

جواب دوم: حدیث لا صلوۃ الا من سے یہ ہی تہمت ہوتا ہے کہ ہر نمازی کو نماز میں سورہ فاتحہ پڑھنی ضروری ہے اور حدیث میں یہ بھی آیا ہے کہ جو شخص مقتدی ہو تو امام کی قرأت مقتدی کی قرأت ہے۔ لہذا جب امام الجہ پڑھے گا تو گو مقتدی نے بھی الجہ پڑھ لی۔ اگرچہ مختار ہی پڑھی اور حضور کا ارشاد بھی یہ ہی ہے۔

فقد اذتہ الامام لہ قرأتہ
اب اگر مقتدی بھی الجہ پڑھے تو مکرر قرأت لازم آئے گی جو غیر مشروع ہے اور ثانی حکم آیت اذا قرأ القرآن ہے۔

جواب سوم: یہ کہ حدیث لا صلوۃ الا من کا تعلق مفرد سے ہے مقتدی سے نہیں۔ جیسا کہ احمد بن حنبل و دیگر محققین نے فرمایا۔ نزدیکی شریف ج ۱ صفحہ ۱۷۰ و جلد اول صفحہ ۱۲ پر ہے۔

واما احمد بن حنبل فقال معنی قولی للاتبی
لا صلوۃ لمن لہ قیر وضاقتہ المکتاب اذا کان
وحدہ واصلحہ بعدیت جابو حیث قال من
صلی رکعتہ لہ قیر فیہا ہاء لقمران فہی صلی
لان یکون ولاء الامام الخ

امام احمد بن حنبل نے فرمایا۔ حضور کا یہ ارشاد کہ اس کی نماز نہیں جس نے فاتحہ نہیں پڑھی۔ اس کا تعلق مفرد سے ہے یعنی اس کا مطلب یہ ہے کہ جب کوئی ایسا نماز پڑھے اس کو سورہ فاتحہ پڑھنی ضروری ہے۔ مقتدی کو نہیں اور انہوں نے حدیث جابر سے استدلال کیا جس کا مضمون یہ ہے کہ جو کوئی رکعت پڑھے

الحمد کے پڑھے تو نماز نہ ہوگی اگر یہ کہ وہ امام کے پیچھے ہو۔ امام احمد بن حنبل نے فرمایا کہ دیکھو جابر ہی جسد اللہ جو صلی رسول میں۔ انہوں نے حدیث لا صلوۃ لمن لہ قیر وضاقتہ المکتاب کا یہ مطلب متعین کیا کہ یہ حکم متناظر پڑھنے والے کے لئے ہے (نزدیکی د) (یرواد)

الفرق جب خود حضور علیہ السلام نے یہ فرمایا کہ امام کا پڑھنا مقتدی کا پڑھنا ہے تو پھر قرأت خلف الامام کا سوال ہی

نہیں رہتا۔ واضح ہو کہ امام احمد بن حنبل کے منقول ایک روایت یہ ہے کہ وہ قرأت خلف الامام کے قائل ہیں تھے اور تو اور سورہ الام شافی جلد دوم صفحہ ۵۰ سال تک جہری فاذول میں دم قرأت کے قائل رہے اور جب مصر تشریف لائے تو اپنی وفات سے دو سال قبل سری و جہری و قائل قسم کی فاذول میں قرأت خلف الامام کے قائل ہوئے۔

نہیں پیدا ہوتا۔ چنانچہ سیدہ ام سلمہ علیہا السلام، امام ابو یوسف و محمد و احمد فی معاذیرہ و عبد اللہ بن و سبب و اشیب کا یہ ہی مسلک ہے کہ امام کے پیچھے مقتدی کو زسودہ فاتحہ پڑھنی چاہیے اور نہ قرآن کا کوئی اور حصہ اور یہ بات ہماری و سری دونوں فاذل کے لئے ہے۔

احناف کا مسلک یہ ہے کہ مقتدی کو امام کے پیچھے قرآن شریف پڑھنا منوط ہے۔ مناذ
مسئلہ قرأت خلف الامام | اولہ جہری جو یا سری مقتدی ہر صودت سے اور چپ رہے۔ احناف کے دلائل یہ ہیں۔
یہ مسئلہ اگرچہ محقق نہ ہے اس میں اختلاف کی گنجائش بھی ہے۔ لیکن جہاں اس بحث سے صرف یہ واضح کرنا ہے کہ حنفی صرف
لئے اور قیاس کے پابند نہیں ہیں۔ جیسا کہ بعض متعصب غیر مقلدین الزام رکھتے ہیں۔ بلکہ احناف نے جو مسلک اختیار کیا ہے
اس کی قیاد بھی کتاب و سنت کا ہے۔ لہذا انہوں نے کتاب و سنت کی روشنی میں دیانت داری کے ساتھ جو کچھ سمجھا
ہے اس پر عمل کرتے ہیں۔

وَإِذَا قَرَأْتَ الْقُرْآنَ فَاسْتَعِذْ بِاللَّهِ وَاسْتَمِعْ لَهُ وَأَنْصِتْ لَعَلَّكَ تُنذِرُ الْمُنَافِقِينَ
جب قرآن پڑھا جائے تو سنو اور چپ رہو تاکہ تم
ہم کئے جاؤ۔

اس آیت میں اسْتَمِعُوا وَالْأَنْصِتُوا امر کے بیٹے ہیں اور یہ حکم مطلق ہے جس کا مفاد یہ ہے کہ جب بھی قرآن
پڑھا جائے خواہ نماز میں یا غیر نماز میں ہر صودت سامع کے لئے چپ رہنا اور مننا لازم و واجب ہے۔ فاذل و طرح
کی ہوئی ہے۔ جہری جس میں امام بلند آواز سے قرآن پڑھتا ہے۔ لہذا جہری میں مننا اور چپ رہنا و ذل پر عمل ہوگا۔
سری جس میں امام آہستہ قرأت کرتا ہے اس میں جو کہ مننا ممکن نہیں اس لئے انصوا پر عمل ہوگا۔ یعنی چپ رہنا اور امام جو کہ
سری و جہری دونوں فاذل میں قرأت کرتا ہے لہذا مقتدی کے لئے وہ فاذل قسم کی فاذل میں خاموش رہنا ہوگا۔
ایقار اسلام میں بحالت نماز و قیاد یا بات چیت بھی کر لیتے تھے اور امام کے پیچھے مقتدی قرأت بھی کرتے تھے۔ مسلم
باب تحریم الکلام فی الصلوۃ میں ہے۔ صحابہ کرام فرماتے ہیں۔

كُنَّا نَتَكَلَّمُ فِي الصَّلَاةِ يَكَلِّمُ
الرَّجُلُ صَاحِبَهُ وَهُوَ فِي جَنْبِهِ فِي
الصَّلَاةِ حَتَّى تَنْزِلَ وَقَوْمًا مَلَّهَا
كَاسَتَيْنِ خَامِرَتَا السَّكُوتِ وَنَهَبْنَا
عَنِ الصَّكَلِ رَسُلًا

ہم لوگ بحالت نماز باتیں کر لیا کرتے تھے۔ ایک شخص
انہی سانھی سے بحالت نماز گفتگو کر لیتا۔ حتی کہ آیت قُومُوا
لِللّٰهِ الخ نازل ہوئی کہ اللہ کے لئے اقامت کرتے
ہوئے کھڑے ہو خاموش رہو، اس پر ہمیں خاموش رہنے کا حکم
دیا گیا اور گفتگو سے منع کیا گیا۔

عَنْ جَاهِلِيٍّ قَالَ كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقْرَأُ فِي الصَّلَاةِ فَمَعَ قِرَاءَةً فَتَى
مِنَ الْإِنْصَارِ أَنْ نَزَلَ وَإِذَا قَرَأْتَ الْقُرْآنَ
فَاسْتَمِعُوا لَهُ وَاسْتَمِعُوا لَهُ

حضور علیہ السلام قرأت فرما رہے تھے کہ آپ نے ایک
انصاری نوجوان کو قرآن پڑھتے سنا تو اس وقت یہ آیت
بارک نازل ہوئی۔ اِذَا قَرَأْتَ الْقُرْآنَ اَلَا كَرَجِبَ قُرْآنَ پڑھا
جلے تو سنو اور چپ رہو۔

ان دونوں حدیثوں سے ثابت ہوا کہ آیت قُومُوا لِلّٰهِ کے نازل کے بعد بحالت نماز گفتگو کرنے سے منع کر دیا گیا اور
آیت اِذَا قَرَأْتَ الْقُرْآنَ اَلَا كَرَجِبَ کے بعد قرأت خلف الامام کی حاجت ہو گئی۔

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ
 حضور پید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے

حدیث فقیرۃ الامام لہ قرأتہ کو صحابہ کرام

قَالَ مَنْ صَلَّى خَلَّتْ إِلَيْهِ أَرْيَا بِرُخْصٍ أَمْ كَيْفَ يَحْجِ نَارُ
يُحْسِنُ تَوَابًا كِي قَرَأَتْ مُقَدَّ كِي قَرَأَتْ جَبَّ

کی ایک جماعت نے روایت کیا ہے
 كَانَ قَوْلُهُ (اَمَّا كَقَوْلِهَا) رَوَاهُ مُحَمَّدٌ

پہلے سورہ فاتحہ پڑھنے کی ضرورت نہیں ہے۔ کیونکہ امام کا پڑھنا
 ہی ایک جماعت نے روایت کیا ہے۔ یعنی جابر بن عبد اللہ ابی عمر از سعید
 شرم۔ اور حدیث جابر کے متعدد صحیح طرق میں جو ایک دوسرے کی تائید
 کرتے ہیں ج ۳ ص ۵۶ تا ۵۷ تک ذکر کیا ہے۔

نے لکھا ہے کہ قرآن خلف الامام سے اسی صحابہ کرام نے منہ
مرغضیٰ اور عبادہ ثقاتہ ابن عمر ابن عباس و ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ
اور دس صحابہ کرام قرآن خلف الامام سے شدت کے ساتھ منہ
مرغضیٰ عبد الرحمن بن عوف، سعد ابن ابی وقاص، عبد اللہ بن مسعود،
عبد بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہم، لسان جلیل القدر اکابر صحابہ کا قرآن خلف
امام سے عاصب بن علیہ الرحمۃ نے دیکھا اور اتفاق اکثر یہ تحریر فرمایا ہے۔

ہم کی مخالفت پر کثیر جمعیں وارد ہوئیں جن میں سے چند یہ ہیں۔
حضرت اس کے روایت ہے کہ حضور علیہ السلام نے اپنے صحابہ
کے ساتھ نماز پڑھی نماز کے بعد آپ نے صحابہ کی طرف متوجہ ہو کر
فرمایا کیا تم اہم کے پیچھے پڑھتے ہو۔ حالانکہ اہم بھی پڑھتے
تین مرتبہ فرمایا انہوں نے عرض کی ہاں ہم اہم کے پیچھے پڑھتے
ہیں حضور نے فرمایا پڑھا کرو۔

عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلَّى بِأُمَّتِهِ فَلَمَّا قَضَى صَلَاتَهُ أَقْبَضَ
عَيْنَيْهِمْ بِرُجْمَةٍ فَقَالَ الْفَرَّادُونَ خَلْفَ إِمَامِكُمْ
إِلَّا مَا يُقَرُّ وَقَالَ لَهَا ثَلَاثَ مَرَّاتٍ قَالُوا إِنَّا نُنْفَعُ
فَقَالَ لَا تَعْلَمُ

تو ایک آدمی نے اپنے جی میں قرأت کی اس پر حضور نے فرمایا
کیا میرے ساتھ تم میں سے کسی نے قرأت کی ہے؟ تین بار
فرمایا۔ ایک شخص نے عرض کی میں نے قرأت کی ہے حضور
نے فرمایا کہ میں بھی کتنا فقہا کہ قرآن میں مہر دار ایک
جار ہوں۔ کیا تم کو اہم کی قرأت کفایت نہیں کرتی؟ امام
اس لئے بنایا گیا ہے کہ اس کی اقتدا کی جائے جب وہ قرأت
کرتے تو تم چپ رہو۔

فَقَرَأَ رَجُلٌ مِّنَ النَّاسِ فِي نَفْسِهِ قَدْ
هَلَكَ قَوْمٌ مَّعِيَ أَحَدًا مِنْكُمْ قَالَهُ ثَلَاثًا فَقَفَّ
الرَّجُلُ نَعَمْ يَا رَسُولَ اللَّهِ إِنَّا كُنَّا أَقْوَمَ
فَقَالَ أَقُولُ مَا لِيَ أُشَارِعُ الْقُرْآنَ أَمَا يَكُنْ
أَحَدُكُمْ قَرَأَ ثُمَّ إِنَّمَا جَعَلَ إِلَّا مَا
يُسَوِّمُ بِهِ قَدْ أَقْرَأَ فَانصَبُوا

عَنْ عُمَرَ بْنِ حَصِينٍ أَيْدِي رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى الظُّهْرِ يَجْعَلُ رَجُلٌ يَقْرَأُ خَلْفَهُ بِسْمِ اللَّهِ رِبِّكَ الْأَعْلَى فَلَمَّا أَلْفَضَتْ قَالَ تَكْبِيرُ قَرَأَ أَدَايَكُمُ الْقَارِئُ قَالَ رَجُلٌ أَنَا فَقَالَ طَلَبْتُ أَنْ يَكُونَ خَلْفَ الْجَنِينِهَا

مسلم مستدرک، نسائی مستدرک

عمران بن حصین فرماتے ہیں کہ حضور علیہ السلام نے خبر کی نماز پڑھائی تو ایک آدمی نے آپ کے پیچھے سبوح اسم ربك الاعلیٰ پڑھی۔ جب آپ فارغ ہوئے تو فرمایا کس نے پڑھا یا کون پڑھنے والا ہے؟ ایک شخص نے عرض کی میں ہوں میں پراپ نے فرمایا تحقیق میں نے خیال کیا کہ تم میں سے کسی نے مجھے غیبیان میں ڈالا۔

اس حدیث کو امام نسائی نے باب نونك القراءۃ خلف الامام کے ترک کے باب میں اس حدیث کو درج کیا۔ اس حدیث سے واضح ہوتا ہے کہ مسرفی نمازوں میں بھی امام کے پیچھے قرأت نہیں کرنی چاہیے۔

حضرت عمران بن حصین سے روایت ہے کہ

قَالَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّي بِالنَّاسِ وَرَجُلٌ يَقْرَأُ خَلْفَهُ فَلَمَّا قَرَأَ قَالَ مَنْ ذَا الَّذِي يَخْلُجَنِي سُرُودَ كَذَا فَتَنَاهُمْ عَنْ الْقِرَاءَةِ خَلْفَ الْإِمَامِ رواه ترمذی مستدرک

عَنْ ابْنِ الْأَعْرَابِيِّ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ قَالَ كَانُوا يَقْرَأُونَ خَلْفَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قُلُوبًا خَلَطَتْ عَلَى الْقِرَاءَةِ وَلَمْ يَكُنْ يَرَى الْإِمَامَ إِذَا قَرَأَ

حضرت ابو ہریرہ سے روایت ہے کہ

قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ مَا جُعِلَ الْإِمَامُ يُقْرَأُ بِهِ مَرَادًا كَتَبَ فَكَبَّرَ إِذَا قَرَأَ قَالُوا لَيْسَتْ قِرَاءَةً

نسائی

حضور علیہ السلام نے فرمایا امام اس لئے مقرر کیا جاتا ہے کہ اس کی پیروی کی جائے تو جب وہ تکبیر کہے تم بھی تکبیر کہو جب وہ قرأت کرے تو تم خاموش رہو۔

مسلم شریف باب التمسد میں ہے کہ ابو بکر نے سلمان سے پوچھا کہ حدیث ابو ہریرہ کیسی ہے تو انہوں نے کہا وہ صحیح یعنی اذا قرأتی فالتمسوا یہ حدیث کہ جب امام قرأت کرے تو تم خاموش رہو۔ صحیح حدیث ہے۔

امام نسائی نے ابو سعید خدری سے روایت کیا،

سَأَلْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ مَنْ الرِّجُلُ خَلْفَ الْإِمَامِ لَا يَقْرَأُ شَيْئًا أَلْجَنَ بِهِ قَالَ كَتَمَ

ترمذی نے حضرت علی سے روایت کی کہ

قَالَ رَجُلٌ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اقْرَأْ

میں نے حضور علیہ السلام سے اس شخص کے متعلق پوچھا امام کے پیچھے قرأت نہ کرے کیسا اس کو کفایت کرتا ہے حضور نے فرمایا بلہاں

ایک شخص نے حضور علیہ السلام سے سوال کیا امام کے پیچھے

خَلَفَ الْإِمَامُ أَدَّ الْأَمْرَ قَالَ بَلْ أُنْصِتْ
فِي كَلَامِكَ يَكْفِيكَ

ایم غواہی کے حضرت جابر سے مروی روایت کیا کہ
لَا تُقَرُّ خَلَفَ الْإِمَامَ فِي شَيْءٍ مِنْ
الصَّلَواتِ

ایم یحییٰ نے کتاب الفرائض میں حضرت ابن عمر سے مروی روایت کیا کہ
أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهَى
عَنِ الْقِرَاءَةِ خَلْفَ الْإِمَامِ

ابن ابی کثیر کہتے ہیں کہ میں نے حضرت ابوسریحہ سے سنا وہ کہتے تھے کہ
صَلَّى الرَّسُولُ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِأَهْلِ
صَلَاةٍ لَقَدْ أَتَىهَا الْعَشِيُّوْنَ فَقَالَ هَلْ تَرَعَوْا
مَعَكُمْ أَحَدًا قَالَ رَجُلٌ أَتَانَا قَالَ إِنِّي أَقُولُ
مَا لِي أَتَانَا الْقُرْآنَ

احمد و ترمذی - سنن ابی ماجہ

بیہقی نے حضرت ابن عباس سے مروی روایت کیا کہ نبی علیہ السلام نے فرمایا
مَنْ كَانَ لَهُ إِمَامٌ فَلَا يَقْرَأْ مَعَهُ قُرْآنَ

حضرت ابن عباس سے روایت ہے کہ حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا
يَكْفِيكَ قِرَاءَةُ الْإِمَامِ خَلَفَتْ أَوْ قَسَمَتْ
دارقطنی ص ۱۲

حضرت ابوسریحہ سے مروی ہے کہ نبی علیہ السلام نے فرمایا -

كُلُّ صَلَاةٍ لَا يَقْرَأُ فِيهَا بِإِمَامٍ لَكُنَّابُ فَهِيَ
خَلَجُ الْأَصْلَاحِ خَلَفَ الْإِمَامَ رَتَبًا
شیخ سے روایت ہے کہ

قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا قِرَاءَةَ
خَلَفَ الْإِمَامَ دَارَقَطْنِي

صحابہ کرام و تابعین عظام کے

قرآنہ خلف الامم کے متعلق ارشادات

قرأت کر دیا یا خاموش رہوں حضور نے فرمایا خاموشی
ایم تیرے لئے کافی ہے۔

حضور علیہ السلام نے فرمایا۔ امام کے پیچھے کچھ قرائت
نہا دیں۔

روایت کیا کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے امام کے پیچھے قرائت
منع فرمایا۔

کہنے تھے کہ

حضور علیہ السلام نے نماز پڑھا لی۔ ہمارا گمان ہے کہ
نیز کی نماز تھی اس کے بعد فرمایا تم میں سے کسی نے
کی ہے! ایک شخص نے عرض کی ہاں میں نے قرائت
کی ہے۔ اس پر آپ نے فرمایا میں بھی کہتا تھا
قرآن میں جھگڑا کیا جا رہا ہوں۔

فرمایا۔

جس کے لئے امام ہو وہ امام کے ساتھ کچھ پڑھے
قراءة امام کی مقتدی کہنے لگے ہے۔

فرمایا

تیسرے لئے امام کا پڑھنا کافی ہے۔ جس سے
یا سہری

فرمایا۔

ہر وہ نماز جس میں قارئین پڑھی جائے ناقص
وہ نماز جو امام کے پیچھے پڑھی جائے۔

حضور علیہ السلام نے فرمایا۔ امام کے پیچھے کوئی قرائت
نہیں۔

صحابہ کرام و تابعین عظام کی ایک جماعت نہ صرف یہ کہ وہ قرأت خلف
کی قائل نہ تھی بلکہ اس سے منع بھی کرتی تھی پھر بعد از ان کہ
اپنے والد سے راوی ہیں وہ کہتے ہیں کہ

عن ابي عبد الله عن اصحاب النبي صلى الله عليه وسلم ينفون
عن القراءة خلف الامام اشد التهيؤ (یعنی پرم) ۴

حضرت صدیق اکبر فاروق اعظم عثمان غنی علی مرتضیٰ
نہایت بعد اللہ بن عمر بعد اللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہم
صدیق اکبر عتبہ موسیٰ بن عقبہ ان رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم اور ابابکر و عثمان و عثمان
گاہ گاہ بیٹھتے تھے القراءۃ خلف الامام
و مسند عبد الرزاق (یعنی ج ۲ ص ۶)

حضرت فاروق اعظم
قال لیت فی قمر الی یقرؤ خلف الامام
حجراً (مطابق امام محمد)

حضرت علی مرتضیٰ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے فرمایا
من قرء خلف الامام فلیس علی
بخطرة (طحاوی)

عن امیر المومنین علی المرتضیٰ کومر اللہ وجہہ قال من
قرأ خلف الامام فقد آخطأ
دردہا ابن ابی شیبہ و عبد الرزاق فی مصنفہما

عبد اللہ بن عمر
عن ابن عمر قال اذا صلی احدکم خلف
الامام فلیس فیہ قراءۃ الامام و اذا صلی و خلفہ
فلیس فیہ قراءۃ و کان عبد اللہ لا یقرؤ خلف
الامام (موطا امام مالک)

نیز حضرت ابن
قال من صلی الامام فلیس فیہ قراءۃ
مطابق صفحہ ۱۰۴

عبد اللہ بن مسعود کہتے ہیں کہ
اذا قال عبد اللہ بن عمر و زید بن ثابت
وجابر بن عبد اللہ فقلوا لا یقرؤ خلف
القارئ شی من الصلوات (طحاوی)

اس صواب رسول قراءۃ خلف الامام سے سختی کے ساتھ
منع فرمایا کرتے تھے۔

عبد الرحمن بن عوف۔ سعد بن ابی وقاص۔ ابن مسعود و زید بن
موسیٰ بن عقبہ کہتے ہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم
نے اور ابوبکر و عمر و عثمان نے قراءۃ خلف الامام سے
منع فرمایا ہے۔

حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کاش
جو امام کہہ بیچھے قرأت کرے اس کے منہ میں پتھر پون۔

جو امام کہے بیچھے قرأت کرے وہ دین فطرت پر
نہیں ہے۔

علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ الکریم نے فرمایا۔ جس نے
امام کے پیچھے قرأت کی اس نے خطا کی

حضرت عبد اللہ بن عمر فرماتے ہیں جب تم امام کے پیچھے
نماز پڑھو تو تمہیں امام کی قرأت کافی ہے اور جب اکیلے
نماز پڑھو تو پھر قرأت کرنا فاضل ہے کہ حضرت عبد اللہ
بن عمر امام کے پیچھے قراءۃ نہیں کرتے تھے۔

جو شخص امام کے پیچھے نماز پڑھے اس کو امام کی
قرأت کافی ہوگی

میں نے عبد اللہ بن عمر و زید بن ثابت و جابر بن عبد اللہ
صحابیوں سے پوچھا تو انہوں نے فرمایا کہ امام کے پیچھے
کسی نماز میں قرأت نہ کی جائے۔

ابن عمر کان یخفی عن القراءۃ خلف الامام
 (عبدالرزاق) جوہر النقی ص ۱۵۵

عن ابن کعب عن زید بن ثابت و ابن عمر کان
 لا یقرآن خلف الامام

(عبدالرزاق) جوہر النقی ص ۱۵۵

واخرج البیاض عن ابن عمر انه سئل عن القراءۃ
 خلف الامام قال تکلیف قراءۃ الامام

(مسند احمد ج ۲ ص ۱۲۹)

حضرت ابن عباس (رضی اللہ عنہ) کہتے ہیں کہ

قُلْتُ لِرَبِّی عَن ابْنِ عُمَرَ وَ ابْنِ عَبَّاسٍ
 نَقَلَ لَا

حضرت عبداللہ بن مسعود حضرت عمرؓ کہتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن مسعود نے فرمایا

قَالَتْ لَمَّا لَمْ يَكُنْ يَخْفَى خَلْفَ الْاِمَامِ
 قُرْءَهُ مُتَرَابًا (طحاوی ص ۱۱۹)

قَالَ لَمَّا لَمْ يَكُنْ يَخْفَى خَلْفَ الْاِمَامِ
 وَ سَيَكُنْ ذَٰلِكَ الْاِمَامُ (یعنی جو مسند طحاوی و طبرانی
 و ابن ابی شیبہ و عبدالرزاق)

واخرج عن علقمہ بن قیس ان عبد اللہ
 ابن مسعود کان لا یقرء خلف الامام
 یخفی فیہ فیما یخفی فیہ الاولین ولا فی
 الاخرین و اذا صلی وحدہ قرء فی الاولین
 فافتح کتاب و صدق و کثر یقرء فی الاخرین
 یخفی

حضرت ابن عمر قرأت خلف الامام سے منع فرمایا
 کرتے تھے۔

نکرا ان سے روایت ہے کہ حضرت زید بن ثابت
 و عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما امام کے پیچھے
 قرأت نہیں کرتے تھے۔

حضرت ابن عمر سے قرأت خلف الامام کے متعلق پوچھا
 گیا۔ تو آپ نے فرمایا۔ مجھے امام کی قرأت کافی ہے

میں نے حضرت ابن عباس سے پوچھا کہ کیا میں اس سورۃ
 قرأت کروں جبکہ امام میرے آگے جو آپ نے فرمایا نہیں۔

حضرت عبداللہ بن مسعود نے فرمایا

لاش کہ جو امام کے پیچھے پڑتا ہے۔ اس کا منہ
 سے بھر جائے۔

حضرت عبداللہ بن مسعود نے فرمایا قرأت کے واسطے
 خاموش رہو تحقیق نماز میں شغل ہے اور بے شک
 قرأت کے لئے مجھے امام کافی ہے۔

علقمہ بن قیس سے روایت ہے۔ کہ حضرت عبداللہ
 مسعود امام کے پیچھے نہیں پڑھتے تھے نہ ہماری نمازوں میں
 نہ نمازوں میں پہلی دو رکعتوں میں نہ پچھلی دو رکعتوں میں
 اور جب اکیلے نماز پڑھتے تو پہلی دو رکعتوں میں الحمد و سورہ پڑھتے
 اور پچھلی دو رکعتوں میں کچھ نہیں پڑھتے تھے۔

اس سے واضح ہو کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ امام کے پیچھے قرأت نہیں کرتے تھے اور یہ بھی کہ پہلی دو رکعتوں
 میں قرأت واجب نہیں ہے یہی وجہ ہے کہ حضرت ابن مسعود جب اکیلے نماز پڑھتے تو پچھلی دو رکعتوں میں کچھ نہیں پڑھتے تھے۔
 سعد بن وقاص

قَالَ وَ دِدْتُ أَنَّ الْاِمَامَ خَلْفَ الْاِمَامِ
 فِي نِيْمَةِ جَمَاعَةٍ

موقعا بمحمد بن ابی شیبہ و عبدالرزاق۔ یعنی ج ۲ ص ۱۵۵

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے
 ہیں مجھے یہ پسند ہے کہ جو امام کے پیچھے قرأت کرتے
 اس کے منہ میں چنگاری ہو۔

حضرت ابو درودار

عن كَثِيرِ بْنِ مَرْثَةَ عَنْ ابْنِ السَّيِّدِ عَنْ ابْنِ قَتَادَةَ عَنْ
يَحْيَى بْنِ مَعْقِلٍ عَنْ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ أَنِّي سَمِعْتُ صَلَاةَ
نَزَّالٍ قَالَ نَعَمْ فَقَالَ رَجُلٌ مِمَّنْ الْقَوْمُ وَجِبَ
لَهُ أَفْقَالُ ابْنِ عَبْدِ اللَّهِ عَنْ يَحْيَى بْنِ مَعْقِلٍ عَنْ ابْنِ جُنَيْدٍ عَنْ ابْنِ
لَهْمٍ عَنْ إِسْمَاعِيلَ بْنِ الْقُرَيْشِيِّ عَنْ ابْنِ قَتَادَةَ عَنْ يَحْيَى بْنِ مَعْقِلٍ

دارقطني ص ۱۳ طحاوی ص ۱۳

ابو درودار کہتے ہیں ایک شخص نے عرض کی یا رسول اللہ صبر
نما میں قرآن سے حضور نے فرمایا ہاں۔ تو قوم میں
سے ایک شخص نے کہا یہ واجب ہو گیا۔ تو ابو درودار نے کہا
اے کثیر اور میں اس کے پہلو میں تھا میں نہیں سمجھتا
امام کو کہ وہ امامت کرے۔ مگر اس کی قرأت مقتدیوں کو
کافی ہو گی

دیکھیے حضرت ابو درودار صحابی امام کی قرأت مقتدیوں کے لئے کافی قرار دے رہے ہیں اللہ فی حلی صلوة قرائت کا
طلب انہوں نے یہ ہی سمجھا کہ امام کی قرأت مقتدیوں کے لئے کافی ہے۔ نعم

حضرت زید بن ثابت

سَمِعْتُ سَالَةَ بْنَ زَيْدٍ ابْنَ ثَابِتٍ عَنْ النَّبِيِّ ﷺ
عَنِ الْإِمَامِ فَقَالَ لَا قِرْءَةَ مَعَ الْإِمَامِ فِي
شَيْءٍ
سَلَّمَ ابْنُ سَعْدٍ عَنْ ابْنِ سَعْدٍ
قَالَ مَنْ قَرَأَ خَلْفَ الْإِمَامِ فَلَا صَلَوةَ لَهُ
لَهُ

(موطاعتا)

عطار بن یسار نے حضرت زید بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے
امام کے ساتھ قرأت کے متعلق پوچھا۔ تو آپ نے فرمایا امام کے
ساتھ بالکل قرأت جائز نہیں۔
حضرت زید بن ثابت نے فرمایا جو شخص امام کے پیچھے
پڑھے اس کی نماز نہیں۔

عقلم بن قیس

قَالَ لَنَا الْفَضْلُ عَنْ جَمْعَةِ الْحَبَابِ ابْنِ مَرْثَةَ
عَنِ الْقُرْآنِ خَلْفَ الْإِمَامِ (موطاعتا ص ۱۹)

عقلم بن قیس کہتے ہیں کئی جگہ کی چنگاری میں رکھنی
امام کے پیچھے قرأت کرنے سے زیادہ محبوب ہے۔

ولید بن قیس

أَسْرَوْ خَلْفَ الْإِمَامِ فِي الْخُلُوعِ وَ
الْعَصْرِ قَالَ لَا

(ابن ابی شیبہ) دارقطنی ص ۱۹

ولید بن قیس کہتے ہیں میں نے سید بن عقلم و تابعی یا
مطہلی سے پوچھا کہ کیا میں عصر و عصر میں امام کے پیچھے
قرأت کروں تو انہوں نے کہا نہیں۔

ابن میرین

قَالَ لَا أَفْعَلُ الْقِرْءَةَ خَلْفَ الْإِمَامِ مَعَ السَّنَةِ
ابن ابی شیبہ (دارقطنی ص ۱۹)

حضرت ابن میرین نے کہا کہ میں قرأت خلف امام کو
سنت نہیں سمجھتا۔

یہ تمام احادیث و آثار امام کے پیچھے قرأت کی عاقبت پر نفس مرتب ہیں۔ اور اگر عقلم دیکھا جائے تو وہ بھی یہ جانتی ہے
مقتدی امام کے پیچھے سورہ فاتحہ پڑھے۔

اگر مقتدی کے لئے سورہ فاتحہ کا پڑھنا فرض ہوتا تو جو شخص رکوع کی تلاوت میں امام کو پاتا ہے وہ
لا اقل عقلم کو شہادہ عطا کرے بات سب کے نزدیک متفقہ ہے کہ اگر امام رکوع میں چلا گیا ہے اور کوئی شخص

سکیر تحریر کر کے ایک نسخہ کی مقدار قیام کر کے امام کے ساتھ رکوع میں چلا گیا۔ اور سورہ فاتحہ نہیں پڑھ سکا تو اس نے رکوع کو پڑھا۔ اس سے واضح ہوا کہ امام کی قرات مقتدی کے لئے کافی ہے۔ ورنہ اگر فرض رہ جائے تو غائب نہیں ہوتی۔

۱۲) وہ بارشنا ہی میں جب کوئی ولد حاضری دیتا ہے۔ تو آداب و برائے بجا لاتے ہیں۔ مگر عرض معروض صرف ان کا یہ کیا ہے۔ اسی طرح باجماعت نمازی بارگاہ الہی میں وفد کی شکل میں حاضری دیتے ہیں۔ نماز کے ارکان رکوع و سجود قیام و قیام سب یاد کرتے ہیں کہ یہ دریا کے آداب ہیں۔ اسی طرح صحیح اقیات وغیرہ سب پڑھتے ہیں کہ یہ دنیا خداوندی کا سلام ہے لیکن تلاوت قرآن صرف امام کی کتاب ہے کہ یہ نہ عرض و معروض کا حق صرف امام کو ہے پھر جس طرح کسی وفد کے امام کا حکام وفد تمام افراد کا کلام سمجھا جاتا ہے۔ اسی طرح نمازیں امام کا قرآن پڑھنا مقتدی کا پڑھنا ہے۔

۱۳) حدیث مسلم سے ثابت ہوتا ہے کہ نمازیں سندہ فاتحہ کے ساتھ سورہ کا پڑھنا بھی ضروری ہے۔ اور قائلین بھی یہ کہتے ہیں کہ مقتدی امام کے پیچھے یہ سورہ نہ پڑھے تو جیسے سورہ میں امام کی قرات کافی ہے۔ فاتحہ میں بھی کافی ہوتی چاہیے۔ مقتدی کو نہ فاتحہ پڑھنی چاہیے اور نہ کوئی سورت۔

اس سلسلہ میں چند ثبوت پیش کئے جاتے ہیں۔ جو زیادہ تر موجودہ غیر متقدم حضرات کی طرف سے کئے گئے ہیں۔ ان کے مختصر جوابات یہ ہیں۔

۱) آیت واذا قرأ القرآن فاستمعوا له وانصتوا لعلکم تحذرون کا تعلق جمع کے خطبہ سے ہے جیسا کہ بعض مفسرین نے لکھا ہے۔ لہذا آیت میں جمع کے خطبہ کے وقت خاموش رہنے کا حکم دیا گیا ہے۔

۲) یہ آیت مشرکین کے حق میں نازل ہوئی ہے۔ بوقت تلاوت تو ان مشرکین شور مچایا کرتے تھے انہیں حکم دیا گیا۔ کہ خاموشی سے قرآن سنیں۔

۳) بعض مفسرین نے یہ بھی لکھا کہ بعض مقتدی حضرات کے پیچھے جہرا دہندہ آواز سے قرآن مجید پڑھتے تھے اس کی مانعت میں یہ آیت شامل تھی اور مقتدی کی جہری قرات کی مانعت پر سب کا اتفاق ہے۔ ورنہ فاتحہ خلف الامام منصرف بعد القاء و صاحب روپڑی

جواب ترتیب وار ۱) یہ سورہ میر ہے اور صحیح کی مانند خطبہ ہجرت کے بعد میر منورہ میں شروع ہوئی۔ ایسی صورت میں آیت تعلق خطبہ کے کو کر ہو سکتا ہے۔

۲) قرآن مجید کی تلاوت بھی عبادت ہے۔ کفار پر کوئی عبادت واجب نہیں۔ لہذا قرآن کے سننے کا وجوب بغیر ایمان لانے اور کسی سے ہو گا۔ لہذا یہ غلط ہے کہ آیت میں خطاب کفار کو ہے۔ بنیائاً آیت کا دوسرا کلام اس امر پر نہیں مبنی ہے کہ اس میں خطاب مسلمانوں کو ہے۔ آخر میں فرمایا کہ اعلیٰ کہ ترجمہ وہ ناکہ قرآن پر رحمت کی جائے اور کافر خواہ سارا قرآن ہی حفظ کر لے اور روز

تلاوت کے سامنے جب تک ایمان نہ لائے گا اس وقت تک رحمت کا مستحق ہو ہی نہیں سکتا۔

۳) اگر کسی مفسر نے یہ لکھا ہے تو میں مفسر نہیں کیونکہ کسی آیت کا حکم شان نزول کے ساتھ خاص نہیں ہو جاتا۔ شان نزول اگر کسی بھی موقع پر حکم عام رہتا ہے۔ لہذا استدلال کرنے والا قرآن پاک کے نظریہ و معنی سے استدلال کرتا ہے۔ یہ آیت اور اس کی تفسیر انصاف کا حکم مطلق ہے۔ کسی تفسیر کے ساتھ خاص نہیں ہے۔ لہذا آیت کا حکم سب کو شامل ہو گا۔ اگر بالفرض آیت نطیجہ ہجرت

ہجرت کے لئے بھی نازل ہوئی ہو تو پھر بھی اس کا حکم خاص نہیں ہو گا۔ اور آیت کا علوم و اطلاق جیسے خطبہ و جہری قرات مانعت کرے گی۔ اسی طرح آیت سے قرات کی بھی مانعت کرے گا۔ غرض کہ آیت کا علوم و اطلاق مقتدی کو مستری و جہری قرات

میں بھی چپ رہنے اور منہ کا حکم دیتا ہے۔ راہ سوال کہ کیا یہ اہمیت قرأت خلف الامام کی ممانعت کے لئے ہزل ہوئی ہے۔ تو یہ ہم گذشتہ اوراق میں متعدد حدیثوں سے ثابت کر چکے ہیں۔ جیسا کہ صحیح مسلم میں عمران بن حصین سے روایت ہے کہ حضرت عبداللہ بن مسعود نے عمر کی نماز پڑھائی۔ اور آپ کے پیچھے ایک مقتدی نے سبوح اسم ربک پڑھی اور حضور نے اس پر نکمہ فرمایا۔

سوال۔ ترمذی میں جواد بن صامت کی روایت میں مخرج طور پر حضور نے فرمایا ہے۔ قال لا تقروا إلا بآمر القدان۔ کہ امام کے پیچھے صرف سورہ فاتحہ پڑھا کرو۔ اس حدیث سے صاف مخرج طور پر واضح ہوا کہ مقتدی کو صرف سورہ فاتحہ پڑھنی چاہیئے۔

جواب۔ اس حدیث کو امام ترمذی نے روایت کیا ہے اور لکھا ہے کہ صحیح ہے۔ اسی طرح بہت سے علماء نے اس کو صحیح کہا اور بہترین نے ضعیف۔ پناہی علامہ زبیری کہتے ہیں خلاصۃ الاحوال و جماعۃ یعنی اس حدیث کو امام احمد بن حنبل اور ایک جماعت نے ضعیف قرار دیا۔ اور بخاری نے صحیحین نے تفسیر کی کہ بعد استغناء اس حدیث کا صحیح نہیں ہے اس حالت اختلاف میں ہم تو بھی یقین کر لی چاہیئے۔

اس حدیث کے فرقی استاد میں محمد بن اسحق بن یزید جو حدیث کا راوی ہے۔ خود مختلف یہ ہے۔ حضرت یحییٰ بن قطن جو کی حدیث سامعہ اور نے دعوت تسلیم کی مگر یہاں تک کہ جس کو پہلی چھوڑ دیں گے جو صحیح چھوڑ دیں گے۔ تہذیب مسکن کے متعلق لکھا ہے اشعبدان محمد بن اسحاق کذاب اور یحییٰ بن یزید بھی اس کو کذاب کہا اور یہ امام مالک نے و حال کیا۔ بیرونی الاختلاف اللہ دار قطنی نے کہا اس کے ساتھ جنت پر مباح نہیں اور کسی نے کہا تو یہ نہیں روایت ہوا اصل بخاری جلد ۱۲ ص ۱۲۵

لہذا قاعدہ ہے کہ جب کسی شخص کو چند لوگ نقد و عادل کہیں اور چند اس کو ضعیف اور ناقابل استناد قرار دیں۔ اور کوئی شخص اسباب جرح کا مارت تفصیلی وجوہات کی بنا پر اس کو ضعیف کہے تو اعتبار ضعف کا ہوگا جیسا کہ علامہ ابن حجر نے تجلذ الفکر میں تصریح فرمائی ہے کہ

جرح تصدیق پر مقدم ہے اور ایک جماعت نے اس بات کو عام کر کے کہیں اس کا مقرر یہ ہے کہ جب دو جرح تفسیر کے ساتھ اس شخص سے صادر ہوئی ہو جو اسباب جرح کا عارف ہے کہ اگر جرح غیر مفسر ہے کے حق میں مفسرین میں کی مدارات ثابت ہو چکی ہو اس طرح اگر ایسا شخص جرح کرے جو اسباب جرح کا عارف نہیں ہے تو اس جرح کا بھی کوئی اعتبار نہیں۔

والجرح مقدم علی التعلیل و اطلاق ذلك جماعة ولكن محله ان صدر بهيئته من عارف باسبابه لانه ان كان غيب مفسر لم يفتح فيمن ثبتت عدالتہ وان صدر من غيب عارف بالاسباب لم يعتبر به ايضا ونحو الفکر

اور یہ کہ حضرت یحییٰ بن قطن اسباب جرح کے عارف ہیں۔ چنانچہ تہذیب میں ہے۔
ابو یوسف تمیمی نے کہا میں نے یحییٰ قطن سے زیادہ کسی کو و ہال کا ہاننے والا نہیں پایا۔

تلا ابوالہریرہ بن محمد بن التیمی عارفت مطلق بالرجال من عی القطن انہ یب الحذیر ص ۱۴

اسی طرح امام احمد بن حنبل نے فرمایا میں نے یحییٰ قطن کا مثل نہیں دیکھا۔ اور یہ بھی مسلم ہے کہ کذاب کا لفظ جرح مفسر ہے لہذا محمد بن اسحاق و محال ضعیف اور نیز مفسر قرار پائے گا۔

اور قطع نظر اس کے محمد بن اسحاق کو تقریب میں دس ہی لکھا ہے (تیار بطور اول ص ۱۸)
 اور دس چھ ایک خاص قسم کا یہ ہے۔ علامہ بی بی احمد نے لکھا

حدیث مبارکہ میں محمد بن اسحاق دس ہے۔

وقی حدیث مبارکہ محمد بن اسحاق

پسار و موملین

قال ابو ذری یس فیہ الاقتل لیس

بلا ج احسن

علامہ ذری نے فرمایا اس میں تیس ہی ہے۔

اور یہ بھی مسلم ہے کہ دس جب فقط اس کے روایت کر کے تو یہ روایت متصل نہیں قرار پائے گی۔ اور حدیث
 ترمذی وغیرہ میں مذکور ہے محمد بن اسحاق کے فقط اس مرقوم ہے۔ لہذا یہ روایت منقطع ہوگی اور قابل حجت نہ رہے گی۔ اور
 عیبار حجت نے لکھا ہے کہ

امد اس با قتال عن خلاف لا یختص بحدیث

عنه جلیع المحدثین مع انه قد کذب

مالک وضعه احمد و قال لا یصح الحدیث

عنه و قال ابو ذری لا یقتضی له

بشئ

یعنی جرح

دس جب فقط اس کے روایت کر کے تو اس کی روایت
 تمام محدثین کے نزدیک قابل حجت نہ ہوگی۔ علامہ بی بی
 اسحاق کو دس مالک نے کذاب اور امام احمد نے ضعیف
 کہا ہے اور کہلے کہ اس سے حدیث لینا صحیح نہیں ہے۔
 دس نے اس کی کسی بات کا اختیار نہیں کیا۔

غلام کلام یہ کہ حدیث مبارکہ بن صامت لائق استدلال نہیں ہے اور مخالفت کی صحیح احادیث و آثار کو ہٹا دینا

ایک ضعیف حدیث کا سامرا لینے کی آخر ضرورت کی کیا ہے؟

عن ابی حمزہ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ

وسلم دخل المسجد فدخل رجل فسلم

فسلم علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم فرد

وقال ارجع فصل فانک لو فصل فارجع

فصل لکما علی ثم جاء فصل علی النبی

صلی اللہ علیہ وسلم فقال ارجع فصل

فانک لو فصل ثلاثا فقتل والذی بعثک

بالحق ما احسن عاقبہ فعلمنی فقال اذا

قمت فی العقیلۃ فکبر ثقیلاً ما تبیت

معک من القرآن ثم ارجع حق

تصنیعاً و حقاً ثم ارجع حق

تصنیعاً فاقبلاً ثم ارجع

حقاً ثم ارجع

حضرت ابی حمزہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ
 وسلم میں تشریف لائے۔ ان کے میں ایک شخص نماز ادا کر رہا
 نماز پڑھ رہا پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو سلام کیا۔ آپ نے
 جواب دیا اور فرمایا ہا پھر نماز پڑھ۔ تو نے نماز نہیں پڑھی
 کیا اور پھر بچے کی طرح نماز پڑھی۔ پھر کڑا اور نبی صلی اللہ
 وسلم کو سلام کیا۔ آپ نے فرمایا جا لوٹ جا لو نماز پڑھ۔ تو نے
 نماز نہیں پڑھی تو کہہ دیا ایسا ہی ہوا۔ ان فراموشی سے عرض کر دیں
 فات کی قسم جس نے آپ کو اس سے کہہ دیا ہے میں اس سے
 بھی نماز نہیں پڑھ سکتا۔ مجھے کہہ لکھا ہے۔ آپ نے فرمایا جب
 نماز کے لئے کھڑا ہو تو خدا کبر کو پھر جو قرآن مجید کو اس سے
 اسالی سے پڑھ سکے پڑھ۔ پھر کرج کر بیان تک کہ تو کہہ
 کہندہ الخیلان کہے پھر سر اٹھا یاں تک کہ تو اس کی
 کھڑا ہو جائے پھر مسجد کے اندر مسجد کے اندر اٹھان پڑھ

حَتَّى تَطْمَئِنَّ جَانِبًا وَاقْعَلْ فِي صَلَاتِكَ
كُلَّمَا

سجدہ سے اٹھ بیجاں تک کہ تو بیٹھنے میں اطمینان حاصل کرے
اسی طرح سجدی نماز میں کہ۔

نوافل و مسائل: اس حدیث کو امام نے سواۃ و استیذان میں ذکر کیا اور سجدہ و ایوانہ و تسبیح و تترندی سے صلوٰۃ میں ذکر کیا۔
روایہ حدیث عقول کے جو بیخلاف کے مطابق ہے کیونکہ حضور علیہ السلام نے اس شخص کو نماز میں قرأت کا حکم دیا اور اٹھ کی نماز
تماری دون کی انھی مسائل میں ہے کہ صلوٰۃ نماز میں قرأت آہستہ کی جاتی ہے۔

دن کی نمازوں میں آہستہ اور رات کی
نمازوں میں جہر سے قرأت کرنا واجب ہے

جیسے عمر و عہد الادیہ کہ جسے دلیل شرعی خاص کرے جیسے محمد و عیسیٰ بن
اور دن کی نمازوں میں حضور علیہ السلام نے آہستہ قرأت کرنے پر اور رات
کی نمازوں میں جہر پر روافیت فرمائی ہے۔ واضح ہو کہ جہر مغرب
و عشا کی پہلی دو رکعتوں میں اور محمد و عیسیٰ بن و تراویح اور دیگر معان کی سب رکعتوں میں اہم پر جہر واجب ہے
اور مغرب کی تیسری اور عشا کی تیسری چوتھی اور عصر کی اور عصر کی تمام رکعتوں میں آہستہ پڑھنا واجب ہے۔ جہر کے معنی
یہ ہیں کہ دوسرے لوگ برصفت اول میں ہیں میں سن سکیں یہ ادنیٰ درجہ ہے اور اعلیٰ درجہ کے لئے کوئی حد متعین نہیں اور آہستہ
پڑھنے کا یہ مطلب ہے کہ وہ خود سن سکے۔

۱۱۔ حدیث امامہ جبریل بروایت احمد میں ہے۔

أَنَّكَ أَسْرَ فِي النَّظَرِ وَالْعَصْرِ وَالشَّائِئَةِ
مِنَ الْمُعْرَبِ وَالْآخِرِ مِمَّنْ مِنَ الْعَشَاءِ

دارقطنی۔ ایودادہ

کہا تم لوگ عصر و عصر کی تمام رکعتوں میں اور مغرب کی
تیسری اور عشا کی دوسری اور تیسری میں آہستہ
قرأت کرو۔

حدیث ہذا مسائل: یہی پڑھتا ہے۔

۱۲۔ مسلمان کے سلام کا جواب دینا واجب ہے ۲۴ تحصیل ارکان یعنی رکوع و سجدہ و قنوت و جلسہ میں کم از کم ایک بار سبحان اللہ کہنے کی
تحدید نہیں بلکہ ہر رکوع میں دو رکوع سے دو رکوع تک یا طبعی دو رکعتوں کے درمیان میں پڑھا جیسا۔

نماز میں تحصیل ارکان واجب ہے اور واضح ہو کہ احکام کے نزدیک تحصیل ارکان فرضی نہیں ہے بلکہ واجب ہے۔ اور یہی
یہ ہے کہ یہ شخص تحصیل ارکان نہیں کر رہے تھے۔ اس پر حضور نے فرمایا نماز دوبارہ پڑھو۔ تم نے نماز پڑھی ہی نہیں۔
یعنی تماری نماز کامل نہیں ہوئی۔ فائز لہٰذا متصل سے مراد لغوی اجزاء نہیں ہے بلکہ لغوی کمال مراد ہے جیسا کہ ہدایت
تفسیری میں سید المنیری علی البیاض بیان میں ہے۔

اِذَا فَعَلْتَ هَذَا فَقَدْ تَمَّتْ صَلَاتُكَ وَهِيَ
اِسْتَقْصَتْ مِنْ هَذَا اِنْ شَاءَ اِسْتَقْصَتْ مِنْ
صَلَاتِكَ یعنی ۲۴۔ ۲۵

حضور نے فرمایا جب کرنے اس طرح نماز پڑھی تو تیری نماز
پوری ہو گئی اور اگر ان میں تو نے تقصیر کی تو تیری نماز
ناقص ہو گئی۔

دیکھئے حضور علیہ السلام نے تحصیل ارکان ذکر کرنے کی صورت میں اس کی نماز کو نماز ہی قرار دیا۔ البتہ یہ فرمایا یہ نماز ناقص ہے
تو تحصیل ارکان فرض ہو تا حضور اس کی حاکم نماز قرار دیتے۔

ثانیہ: نفل نماز میں فرمایا اور اگر کوئی اچھا نہ ہو۔ رکوع کرے اور سجدہ کرے یہ دونوں لفظا خاص ہیں۔ جن کے

مستی جھگڑے اور زمین پریشانی رکھنے کے ہیں اور خاص محتاج تفسیر نہیں ہوتا۔ پس قرآن کی رو سے مطلق سجدہ یعنی اسے
پیشانی رکھنا اور مطلق رکوع یعنی جمعنا فرض قرار پائے گا۔ اب اگر تعیل کو بھی حدیث زیر بحث کی رو سے رکوع
سجدہ کے ساتھ ملا دیا جائے تو یہ نسخ ہو گا اور جسہ واحد سے ہو گئی ہے نص قلمی سے نسخ جائز نہیں ہے۔ لہذا
ہے کہ حدیث پر اس طرح عمل کیا جائے کہ کتاب اللہ کے حکم میں تفسیر نہ آنے اور نص قلمی کی فائت یا اس کے وصف کا نسخ
پس قرآن کی رو سے مطلق رکوع و سجدہ فرض ہو گا۔ اور تعیل درکان حدیث کی رو سے واجب قرار پائے گا۔ لہذا حدیث
در بحث میں فائت لہذا فصل سے کمال کی غمی مراد لینا ضروری ہے۔

درجہ ثانی میں فائز لکھنؤ سے کمالیہ مراد آباد سے ہے۔
 ثالثاً حضور حیدر اسلام کا اس شخص کو تاج کے اعادہ کا حکم دینا ذات مملوۃ کی نفی کو مستلزم نہیں بلکہ نفی راجح
 و معتد ہونہ کی طرف اشارہ ہے۔ اس پر یہ ہے کہ اگر اس شخص کی تاج بخل محض ہو تو اس شخص کا ایسی غلامی میں مشغول رہنا حلیہ
 اور حضور کی یہ نشان تہیں ہے کہ وہ کسی کو بیکار نہ دیتا۔ حدیث کام پر مقرر رہتے ہیں۔

اس آئینہ کے نقطہ سے معلوم ہوگا کہ غازی ابتداً غریب کے بغیر نہیں ہو سکتی اور تکبیر غریب فرض ہے۔

(۴) تعارف اسے معلوم ہوا کہ غازی میں فقرات فرض ہے۔

۴) ثوابِ اول سے معلوم ہوا کہ نمازیں قرأتِ فرض سے
۵) حاتیس سے واضح ہوتا ہے کہ نمازیں مکمل قرأتِ فرض سے اور سورہ فاتحہ کا پڑھنا فرض نہیں ہے اگر سورہ فاتحہ کو پڑھنا فرض ہے
۶) حضور ایں موقع پر فرمودہ اس کا حکم فرماتے ہیں کہ تمام مقام تعلیم ہے۔

فائدہ اس موقع پر ضرور اس کا علم فرمے۔ یوں نہ معلوم مقام میم ہے۔
 قائد اس موقع پر علما و خطابی نے کہا ہے کہ حضور کا ارشاد اقوال و افعال میں ہے۔

فائدہ اس موقع پر علامہ حلی کے کہنے کے لئے درج کیا گیا ہے کہ اگرچہ اس کی دلیل اس کی یہ ہے کہ حق پرستی نے فرمایا ہے کہ

۱۰۰

فما یستبرئ من البیہار فی ربی کا نام نہ کم و نہ ہر حدیث نے بیان کر دیا کہ وہ بکری ہے۔ لہذا مضمون کے مذکورہ بالا احکامات

مراد سورہ فاتحہ ہے۔ لیکن اس میں خطابی نے اپنے مذہب کے اثبات کے لئے متضادات کہہ دی ہے۔ چنانچہ وہ کہتا ہے کہ

یہ بیان یہاں ہے کہ حضور کے مذکورہ بالا جملہ کا خواہر مطلق و تخصیص ہے تو مطلق اپنے اطلاق پر جاری ہے و تخصیص کی طرف اشارہ ہے۔

ہے کیونکہ حدی میں جو حرم بھیجا جائے اور نوحہ طلبی اور قتل گمانے کی کو بھی شامل ہے۔ اور قرآن میں

جو قطع باعمر کرے اس کو جرطہ سی سے آسان بود و بھیج دے۔ اب آسان طہری کا کیا ہے۔ اس میں اجمال ہے تو اس اجمال

جو معنی عامہ رکھتے ہیں اس کو جو مطلبی کے ساتھ اور ایسا کہ یہاں مذکور ہے، مطلقاً ہی نہیں لیتے۔ بلکہ ان کے لئے ایک خاص مقام ہے جس پر وہ صرف اسی وقت ہوتے ہیں جب تک کہ ان کے معنی عامہ نہ ہوئے ہوں۔

وہ چیز جس کو قرآن کہا جائے اس کو شافعی نے بھی ثناء اقرار مانتی ہے الخ کا جملہ مطلق ہے اور مطلق وہ ہے جو ذات پر نہ

کرسے اور مطلق میں اجمال نہیں ہوتا تو جب مذکورہ بالا ارشاد مطلق ہے۔ سہوہ چیز جس پر قرآن ہونے کا اطلاق ہوا اس پر مطلق قطع نہ ہو سکتا۔ نہ فتح ہو یا قرآن کا کوئی اور حصہ تو اس میں بالکل اجمال نہیں ہے۔ اب اگر اس سے مرث سورہ فاتحہ کو مراد لیا جائے۔

تعلیق تھیں گے وہ فائنچ ہو یا قرآن کا کوئی اور حصہ تو اس میں بالکل اجمال نہیں ہے۔ اب اگر اس سے مراد سورہ فاتحہ و سورہ یس ہے

منہ سے خطابی کا استدلال اور ہمارے جواب کی یہ تقریر بعینہ آیت فاقولوا ما تیسر من القرآن اور حدیث لاصحوا

بفاحشہ لکھنا بھی جاری ہو سکتی ہے نہ

تو یہ مطلقاً کو مفید نہ کرنا ہو گا اور یہ جانتا نہیں ہے۔ قلام کلام یہ ہے۔ حدیثی تو جو کہ خود بھی تھی۔ اس لئے حدیث اس کا بیان ہو گئی
لیکن حضور کا ارشاد تھا اقراء ما تبس الخیر تو مطلق ہے اس میں کوئی اجمال نہیں ہے۔ لہذا حدیث لا صلوة الا بقلعۃ الکعبہ
اس کا بیان نہیں ہو سکتی۔

۱۲۔ علامہ نووی علیہ الرحمۃ نے فرمایا حدیث اقراء ما تبس الخیر ایضا سورہ فاتحہ پر محمول ہے کیونکہ سورہ فاتحہ کا پڑھنا آسان ہے (۱۲) یا ماقاد
علی الفاتحۃ بعد ہر پڑھول ہے (۱۳) یا من عجز علی الفاتحۃ یرحمول ہے لیکن یہ تینوں باتیں حکم محض ہیں
اور اس لئے کہ حدیث کے الفاظ اس پر دلالت نہیں کرتے (اور ترکیب کلام کا عام معنی وہ ہے جس پر اسم قرآن صادق آئے۔ خواہ
وہ سورہ ہو یا اس کا غیر لہذا اس سے سورہ فاتحہ مراد لینا صحیح ہے۔ رہا آسانی کا سوال تو سورہ اخلاص سورہ فاتحہ سے بھی آسان
ہے۔ دوم یہ کہنا کہ حدیث ما زاد علی الفاتحۃ بدل ہر پڑھول سے تو یہ بھی غلط کیونکہ جب حدیث فاتحہ پر ہی دلالت نہیں کرتی تو ما
تبس ما زاد علی الفاتحہ کیجئے محمول ہوگی۔ اس کے علاوہ اگر آپ کے نزدیک ما زاد علی الفاتحہ ما مودہ ہے۔ تو پھر ہزاروں کو بھی سورہ
فاتحہ کی طرح تو عرض قرار دینا چاہیئے حالانکہ اسم شافعی سان ادنی الفاتحہ کو فرض نہیں کہتے۔

سورہ حدیث کو من عجز علی الفاتحہ پر محمول کرنا بھی غلط ہے کیونکہ حدیث میں اس پر کوئی دلالت نہیں ہے۔ اور حدیث
فانہ من عجز علیہ

<p>پھر پڑھ اگر مجھ کو قرآن یاد ہو دے اب اگر تجھے قرآن بالکل یاد نہ ہو تو یاد ہونے تک نماز میں اللہ کی تکبیر و تسبیح کر۔</p>	<p>شعرا اقراء ان کان معک قرآن۔ فان لو یکن معک قرآن فاحمد الله وکبره وہلل وعلی</p>
---	---

<p>اگر تجھے قرآن آئے تو اس کو پڑھ ورنہ رقی الحال، اللہ کا حمد اور تکبیر و تسبیح کر۔</p>	<p>ان تترقی کے لفظ یہ ہیں۔ فان کان معک قرآن فاقراء والاقسمک الله وکبره وہللہ</p>
---	--

دیکھئے ان روایت میں حضور علیہ السلام نے عاجز علی القرات کے لئے مستقل طور پر ہدایت فرمادی ہے کہ جب
تک اس کو قرآن یاد نہ ہو اس وقت تک کے لئے وہ نمازیں تکبیر و تسبیح کرتا رہے لہذا اسی صورت میں حدیث اقراء ما تبس الخیر کو
من عجز علی الفاتحہ پر محمول کرنا کیونکر درست ہو سکتا ہے۔ قافم

آخری دو رکعتوں میں قرات
آخری دو رکعتوں میں قرات کرنے کی بحث
اسی طرح ہر رکعت میں قرات کرنی چاہیئے۔ اس کے بعد انہوں نے کھابے کہ صحابہ راسخ یہ کہتے ہیں کہ آخری دو رکعتوں
میں قرات کرنا اور نہ کرنا جائز ہے اور یہ لوگ اثر علی سے اسناد لال کرتے ہیں حالانکہ یہ اصرار کے ذریعہ مروی ہے اور عادت
کے متعلق لوگوں نے قدیم سے کلام کیا ہے اور شیعی نے عادت کو کتاب تک کہا ہے صحابہ صحیح نے عادت سے کوئی روایت نہیں لی ہے

علامہ اس طریقہ میں حضور نے اس شخص کو یہ فرمایا تھا کہ پڑھیں قرآن سے آسان سورہ پڑھنا

اگر اترتی صحیح بھی ہو تو بھی جنت میں۔ کیونکہ صحابہ کی ایک جماعت آخری دو دنوں رکعتوں میں قرات کے قائل ہیں۔ مجھے
 روکر دیکھ دو ابی مسعود و عائشہ و غیر ہم شمال میں رہ کر حضرت علی سے بھی دین طہارت عینہ اللہ بن ابی واہق ایہ مروی ہے کہ
 عصر و عصر کی پہلی دو رکعتوں میں سورہ فاتحہ اور سورہ ادر ادر آخری دو رکعتوں میں سورہ فاتحہ پڑھنے کا حکم دیا کرتے تھے۔ علامہ علی
 الزرقانی نے علامہ خلیلی کی اس تقریر کے متعلق لکھا ہے کہ اگر ہم یہ مان لیں کہ حدیث زیر بحث کے مذکور بالا جملے اس امر پر
 دلالت کرتے ہیں کہ ہر رکعت میں قرات کرنی چاہیئے۔ تو حدیث سعد اس پر دلالت کرتی ہے کہ آخری دو دنوں رکعتوں میں قرات
 ضروری نہیں ہے چنانچہ حضرت سعد نے مجھ پر فادق م عرض کی کہ میں اسی طرح نماز پڑھتا ہوں جیسے حضور علیہ السلام پڑھتے تھے
 میں پہلی دو رکعتوں میں سورہ فاتحہ اور سورت فاکر پڑھتا ہوں۔

فاصلت فی الاخرین و غاری | اور آخری رکعتوں میں قرات نہیں کرتا

۱۸ اگر اترتی ساری رکعتوں کے بعد سے قبول استدلال نہیں ہے۔ تو امام عبد الرزاق نے اپنے معنی میں ارحن معوض
 الزہری عن عیینہ اللہ بن ابی واہق اور ایت کیا ہے کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم عصر و عصر کی پہلی دو رکعتوں میں سورہ
 فاتحہ اور سورت فاکر پڑھتے تھے۔

ولا یقرؤ فی الاخرین | اور آخری دو رکعتوں میں قرات نہیں کرتے تھے۔
 حیدر اسناد صحیح ہے۔ اسی طرح علامہ خلیلی کا یہ کہ جماعت صحابہ اس کی محض ہے یہ بھی صحیح قیاس کیونکہ آخری دو رکعتوں میں قرات
 نہ کرنا حضرت ابن مسعود حضرت عائشہ عبد اللہ بن یزید و ابیہم و زہری سے مروی ہے یعنی ۲۰

۱۹ اس حدیث سے یہ بھی ثابت ہو کر اجماع نماز میں ہے اگر کوئی واجبہ پڑھ جائے تو اس نماز کا اعادہ کیا جائے ۱۹۱ نقل مشور
 کرینہ جاتیں تو واجب ہو جاتے ہیں کیونکہ ظاہر یہی ہے کہ وہ شخص قیل پڑھ رہے تھے ۱۹۰ امام وقتیدی کا مسجد میں بیٹھنا جاتوں
 ۱۹۱ مسئلہ کے ہنگامہ میں نرمی و شفقت سے کام لینا چاہیئے ۱۹۲ اپنی تفسیر کا اعتناء کر لینا انسان کی سعادت ہے ۱۹۳ حضور
 علیہ السلام اللہ علیہ وسلم میں خلق اور لطف و کرم کے پیغمبر میں ۱۹۴ مسائل نے اگر ایک سوال کیا ہو اور مقتدی یہ محسوس کرے کہ کچھ اور
 بھی اس کو رہائی نہ دے گی تو بتا دے یا اگرچہ مسائل نفاق کے متعلق سوال نہ کیا ہو۔

باب نماز کھڑا قرات کے متعلق

بَابُ الْقِرَاءَةِ فِي الطَّهَرِ

عَنْ جَابِرِ بْنِ سَمُرَةَ قَالَ سَمِعْتُ النَّبِيَّ
 صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ اللَّهُ صَلَوَاتُهُ
 عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلَوَاتِي الْأَخِيرَةُ عَنْهَا
 كُنْتُ آمُرُكُمْ فِي الْأَوَّلِينَ فَمَا خِلْتُ فِي الْآخِرِينَ
 فَقَالَ عُمَرُ ذَلِكَ الظَّنُّ بَكَ وَبِنَادِي

۱۰ حضرت جابر بن سمروہ سے روایت ہے حضرت سعد نے
 عمر سے کہا کہ میں تو انہیں حضور علیہ السلام کی نماز کی طرح نماز
 عصر کی نماز پڑھتا تھا اقداس میں کوئی کوتاہی نہیں کرتا تھا یہی
 دو رکعتوں کو کیا کرتا اور پچھلی دو رکعتوں کو مختصر حضرت عمر نے
 فرمایا مجھے تم سے یہی لگتا تھا۔

یہ اسی حدیث کا ایک ٹکڑا ہے جو غیر من بابہ کی بارہ سورہ صہ پر گزر چکی ہے کہ ابی کو نے حضرت سعد کے متعلق
 یہ شکایت کی تھی کہ وہ نماز صحیح طریقہ پر نہیں پڑھتے اس پر حضرت سعد نے حضرت عمر کی خدمت میں عرض کیا تھا تو میرے
 حضور نماز پڑھتے تھے اسی طرح نماز پڑھتا ہوں میں پہلی دو رکعتوں میں قرات میں کرتا ہوں اور پچھلی دو رکعتوں میں مختصر اور ایک
 روایت میں ایک کی جگہ اجماع کا فقرہ بھی مروی ہے۔

حضرت بعد از نماز قنادر ۱۰۰ اسے باب سے ادا کرتے ہیں کہ پڑھیں اسطرح کہ پہلی دو رکعتوں میں سورہ فاتحہ اور دو سو مرتب پڑھتے تھے۔ پہلی رکعت کو لمبا کرتے تھے اور دوسری کو چھوٹا اور پڑھتے پڑھتے کبھی کبھی ایک سو اسی تھے اور عصر کی نماز میں بھی سورہ فاتحہ اور دو سو مرتب پڑھتے تھے اور پہلی رکعت کو لمبا کرتے تھے اور صبح کی نماز میں بھی پہلی رکعت کو لمبا کیا کرتے اور دوسری رکعت میں پھر کرتے تھے۔

باب نماز عصر میں قرأت کے متعلق

حضرت ابو سعید سے روایت ہے کہ ہم نے حضرت جناب سے پوچھا کہ کیا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نماز عصر کی نماز میں قرأت کیا کرتے تھے انہوں نے کہا: ہاں! ہم نے کہا کہ کس طرح آپ کی قرأت کو پہچانتے تھے۔ انہوں نے کہا: آپ کی ریش مبارک کے پٹے

عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ أَبِي تَسَادَةَ عَنْ أَبِيهِ قَالَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقْرَأُ فِي الرَّكْعَتَيْنِ الْأُولَيَيْنِ مِنْ صَلَوةِ الظُّهْرِ بِمَآخِذِ الْكِتَابِ وَسُورَتَيْنِ يَطْوِلُ فِي الْأُولَى وَيَقْصِرُ فِي الثَّانِيَةِ وَيُسَمِعُ الْآيَةَ الْحَيَاثَا وَكَانَ يَقْرَأُ فِي الْعَصْرِ بِمَآخِذِ الْكِتَابِ وَسُورَتَيْنِ وَكَانَ يَطْوِلُ فِي الْأُولَى وَكَانَ يَطْوِلُ فِي الرَّكْعَةِ الْأُولَى مِنْ صَلَوةِ الضُّحَى وَيَقْصِرُ فِي الثَّانِيَةِ (بخاری)

باب القِرَاءَةِ فِي الْعَصْرِ

عَنْ أَبِي سَعِيدٍ قَالَ سَأَلْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقْرَأُ فِي الظُّهْرِ وَالْعَصْرِ قَالَ كَعَمَّ فَلَمَّا بَيَّأَنِي سَمِعْتُ نَعْدَمُؤُونَ قَالَ يَا صَاطِبُ بِالْحَيَاةِ (بخاری)

حضرت قنادر ۱۰۰ سے روایت کرتے ہیں کہ حضور علیہ السلام

نماز عصر کی پہلی دو رکعتوں میں سورہ فاتحہ اور ہر رکعت میں سورت پڑھتے تھے اور کبھی ہم کو سنا بھی دیتے تھے۔

يَقْرَأُ فِي الرَّكْعَتَيْنِ مِنَ الظُّهْرِ وَالْعَصْرِ بِمَآخِذِ الْكِتَابِ وَسُورَةً وَسُورَةً وَيُسَمِعُ الْآيَةَ الْحَيَاثَا (بخاری)

یہ احادیث مساکینی ذیل پر مشتمل ہیں: ۱۔ علامہ بیہقی نے لکھا کہ اس حدیث سے ثابت ہوا کہ چار کھنڈی اور تین رکعتی نماز کی پہلی دو رکعتوں میں قرأت واجب ہے ۲۔ اموی خاندان میں اس حدیث قرأت کو شریعت نماز نماز سے نہیں ہے بلکہ سنت ہے ۳۔ اس حدیث میں ہے کہ حضور علیہ السلام نے نماز کی پہلی رکعت دوسری سے لمبی کی۔ اس سے امام محمد علیہ الرحمۃ نے یہ استدلال فرمایا کہ تمام نمازوں کی پہلی رکعت دوسری سے لمبی ہو۔ اور ابو یوسف کا ارشاد یہ ہے کہ پہلی دو رکعتیں برابر ہوتی چاہئیں۔ البتہ نماز فجر کی پہلی رکعت دوسری سے لمبی ہو۔ اور امام محمد علیہ الرحمۃ کے استدلال کا جواب یہ ہے کہ حضور علیہ السلام نے جو پہلی رکعت کو لمبا کیا تو اس کی وجہ یہ تھی کہ پہلی رکعت میں دعا استسماح رخصت ہوتا ہے۔ اس لئے وہ دوسری رکعت سے لمبی ہو جاتی ہے یعنی پہلی رکعت کا لمبا ہونا محل دعا و تہود کی وجہ سے تھا۔ قرأت کی وجہ سے تھا۔ بعد ازاں پہلی دو رکعتوں میں قرأت سدا دی ہوئی جیسے چنانچہ حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ

يَقْرَأُ فِي صَلَوةِ الظُّهْرِ فِي الرَّكْعَتَيْنِ الْأُولَيَيْنِ (بخاری)

نبی علیہ السلام نماز فجر کی پہلی دو رکعتوں کی ہر رکعت

فِي حُجْلِ الْكَعْبَةِ قَدْ كَثَلْتَيْنِ آيَةً وَمُسْمُوفٍ ۱ میں میں آیت کے مقدار پڑھتے تھے۔

اس حدیث کی بنا پر امام اعظم ابو حنیفہ علیہ الرحمۃ نے فرمایا کہ اول کی دو رکعتوں میں قرأت پڑھا رہی ہو یا چاہیے وہ فجر کی پہلی رکعت کو بہ نسبت دوسری کے دس گنا کرنا مستحب ہے اور مقدار کرام نے اس کی مقدار یہ رکھی کہ پہلی دو تسائی اور دوسری میں ایک تسائی قرأت ہو (عالمگیری)

۱۵) عمرو عصر میں آہستہ قرأت کرنا واجب ہے اور اس حدیث میں ہے کہ حضور علیہ السلام بھی ہم کو قرأت سناتے دیتے تھے اور نسائی من ہار بن عازب کی روایت میں ہے کہ حضور کے پیچھے ہم نے غم کی غماز پڑھی اور سورہ قلان و فارسات کی بعض آیتیں سنیں۔ ابن خویر من اس میں ہے کہ آپ نے سورہ اعلیٰ اور فاشیر پڑھی اور میں دو آیتیں سن بھی دیں۔ تو حضور کا یہ فعل و اس تعلیم امت کے لئے تھا۔ تاکہ یہ معلوم ہو جائے کہ پہلی دو رکعتوں میں قرأت ہے کہ یہ کہ قلان سورہ کا پڑھنا افضل و مستحب ہے۔ چنانچہ بعض احادیث میں حضور کا بسم اللہ کو ہر سے پڑھنا بھی مراد ہے۔ حالانکہ بسم اللہ کو ہر سے پڑھنا مستحب نہیں ہے۔ لہذا ان احادیث کو اس امر کی دلیل بنا لینا درست نہیں ہے کہ سری کا نفل میں بعض اوقات ہر مطلوب ہے ۱۶) حدیث زیر بحث سے یہ بھی واضح ہوا کہ عمرو عصر کی غماز میں آہستہ قرأت کرنا اور فاتحہ کے ساتھ سورہ کا ملانا واجب ہے۔

بَابُ الْقِرَاءَةِ فِي الْمَغْرِبِ

۱) عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ أَنَّهُ قَالَ إِنَّ أَمْرَ الْفَضْلِ سَمِعْتُهُ وَهُوَ يَقْرَأُ وَالْمُرْسَلَاتِ فَقَالَتْ يَا وَيْلَتَى - وَاللَّهِ لَقَدْ ذُكِّرْتُ بِبَعْضِ آيَاتِكَ هَذِهِ السُّورَةُ إِنِّهَا الْآخِرُ مَا سَمِعْتُ مِنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقْرَأُ بِهَا فِي الْمَغْرِبِ -

۲) عَنْ مَرْوَانَ بْنِ الْحَكَمِ قَالَ قَالَ لِي زَيْدُ بْنُ ثَابِتٍ مَا لَكَ تَقْرَأُ فِي الْمَغْرِبِ بِقَصَارٍ وَقَدْ سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقْرَأُ بِطَوِيلٍ الطَّوِيلَيْنِ

باب نماز مغرب میں قرأت کے متعلق حضرت ابن عباس فرماتے ہیں کہ حضرت ام الفضل نے جب نے مغرب میں سورہ مرسلات پڑھی تو فرمایا اے بیٹے تو نے یہ سورت پڑھ کر مجھے حضور علیہ السلام کی قرأت یاد دلادی میں نے حضور کو مغرب کی غماز میں آخری بار یہ سورت پڑھتے ہوئے سنا ہے۔

مروان بن حکم کہتے ہیں کہ مجھ سے حضرت زید بن ثابت سے کہنا تمہیں کیا ہوا کہ تم نماز مغرب میں چھوٹی سورتیں پڑھتے ہو۔ حالانکہ میں نے حضور علیہ السلام کو مغرب میں طویل الطویلین پڑھتے ہوئے سنا ہے۔

حدیث اولیٰ کو امام بخاری نے متنازی میں مسلم و ابوداؤد و ترمذی و نسائی و ابن ماجہ نے صلوات قوائد و مسائل میں ذکر کیا اور نسائی نے تفسیر میں بھی۔ اور حدیث دوم کو ابوداؤد و نسائی نے کتاب الصلوٰۃ میں کیا۔ طویل الطویلین کا نقلی ترجمہ تو یہ ہے۔ دو لمبی سورتوں سے زیادہ لمبی۔ مطلب یہ کہ آپ نے نماز مغرب میں لمبی سورت پڑھی۔ ویسے اس کے متعلق متحد قول ہیں۔ نسائی و بیہقی کی روایت میں ہے کہ اس سے مراد سورہ اعراف ہے بعض نے کہا انعام ابن بطال نے کہا اعراف و انعام کو وہ لوگ طویلین کہتے تھے۔

۱۲) اس حدیث سے واضح ہوا کہ مغرب میں اگر بڑی سورت مثل اعراف و انعام و مرسلات پڑھی جائے تو جائز ہے لیکن چھوٹی سورتوں کا پڑھنا مستحب ہے۔ امام بخاری نے فرمایا کہ مستحب یہ ہے کہ مغرب میں قصار مفصل پڑھے۔ امام ترمذی

نے کہا واللہ عمل علیٰ ہذا عند اہل العلم اہل علم کا اسی پر عمل ہے اور امام ثوری و نخی و عبد اللہ بن مبارک امام اعظم ابو حنیفہ ابو یوسف و محمد و احمد و مالک و اشعان کا یہی مذہب ہے اس سلسلہ کی چند حدیثیں یہ ہیں۔

۱۱۔ حضرت عبد اللہ بن عمرؓ فرماتے ہیں کہ حضور پیر اسلامؐ نے نماز مغرب میں والتین والی تینوں پڑھیں اور نماز کی ۱

۱۲۔ ابن عمرؓ سے روایت ہے کہ حضورؐ نے مغرب میں قبل یا ایہ الکافرون اور قبل ہو اطلہ احد پڑھی اور ابن ماجہ مستصح ۱

۱۳۔ سیدنا عذقیؓ اکر تے نماز مغرب میں دو سو تیس قصار متصل سے پڑھیں (جبر الرزاق) مزید تفصیل کے لئے یہی جلد ۳

مذہب کا حشر کیجئے۔

۱۴۔ حدیث زیر بحث سے وقت مغرب کا امتداد ثابت ہوا اور امام شافعی کے اس قول کی ترویج ہو گئی کہ مغرب کے وقت کی مقدار صرف اتنی ہے کہ تین رکعتیں ادا ہو جائیں اس کے بعد عشاء کا وقت شروع ہو جاتا ہے

باب مغرب کی نماز میں جہر کرنا

محمد بن جیسر بن مطعم نے والد سے روایت کرتے ہیں انہوں نے کہا میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا آپ مغرب کی نماز میں سورہ طور پڑھ رہے تھے۔

اور ابو داؤد و ابن ماجہ نے صلوٰۃ میں قرآنی نے واضح ہوا کہ مغرب کی نماز میں ہر سنت ہے اور عشاء جہر کرنا کرنا تکب منت ہے اور سبوا اگر جہر کیا تو بعدہ سبوا جب ہے

باب عشاء کی نماز میں جہر کرنا

حضرت ابو داؤد سے مروی ہے انہوں نے کہا میں نے حضرت ابو ہریرہؓ کے ساتھ عشاء کی نماز پڑھی تو انہوں نے اذان اسلام انشئت پڑھی اور سجدہ و رکعات کیا میں نے ابی سے پوچھا یہ سجدہ کیا ہے انہوں نے کہا میں نے حضرت ابو القاسم صلی اللہ علیہ وسلم کو پچھے اس سورت میں سجدہ کیا میں تو ہمیشہ اس میں سجدہ کرتا ہوں گا یہاں تک کہ آپ سے ملوں۔

حضرت مدنی سے مروی ہے انہوں نے کہا میں نے حضرت براءؓ سے سنا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم ایک مرتبہ ایک مغرب میں تھے تو آپ نے عشاء کی نماز کی دو رکعتوں میں سے ایک میں سورہ والتین و الزمر پڑھی۔

باب عشاء کی نماز میں قرأت کا بیان

جم سے غلام بن یحییٰ نے بیان کیا انہوں نے کہا جم سے نے کہا جم سے مدی بن ثابت نے بیان کیا انہوں نے

باب الجہر فی المغرب

عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ جَبْرِ بْنِ مُطْعِمٍ عَنْ أَبِيهِ قَالَ سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَمَازِي فِي الْمَغْرِبِ بِالطُّورِ (بخاری)

ابن عدیث کو امام نے جہر و تفسیر میں ذکر کیا اس حدیث سے واضح ہوا کہ مغرب کی نماز میں ہر سنت ہے اور عشاء جہر کرنا کرنا تکب منت ہے اور سبوا اگر جہر کیا تو بعدہ سبوا جب ہے

باب الجہر فی العشاء

عَنْ أَبِي رَافِعٍ قَالَ صَلَّيْتُ مَعَ أَبِي هُرَيْرَةَ الْعَشَاءَ فَقَرَأَ إِذَا الشَّمْسُ كَانَتِ سَاجِدَةً فَسَجَدْتُ لَهُ قَالَ سَجَدْتُ خَلْفَ أَبِي الْقَاسِمِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلَا أُنَالُ أَنْ يَجِدَ بِيهَا حَتَّى أَلْقَاهُ

عَنْ عَدِيِّ قَالَ سَمِعْتُ الْبَرَاءَ أَنَّ الْقَبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَتْ فِي سَفَرٍ فَقَرَأَ فِي الْعِشَاءِ فِي إِحْدَى الرُّكْعَتَيْنِ يَا تَبَّتْ وَيَا تَبَّتْ

باب الفسأة فی العشاء

حَدَّثَنَا حَلَّادُ بْنُ يَحْيَى شَدَا عَنْ سَعْدِ بْنِ عَدِيِّ بْنِ شَابِثٍ أَنَّهُ سَمِعَ الْبَرَاءَ

قَالَ سَبَّحْتَ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقْرَأُ فِي الْوُضْءِ بِالنَّبِيِّينَ وَالزُّبُرِ وَمَا سَمِعْتُ أَحَدًا أَحْسَنَ بِابْنِ الْقِدْرَةِ فِي الْوُضْءِ بِالسَّجْدَةِ عَنْ أَبِي تَالِيفٍ قَالَ صَلَّيْتُ مَعَ أَبِي هُرَيْرَةَ السَّجْدَةَ فَقَرَأَ إِذَا السَّمَاءُ انشَقَّتْ فَسَجَدْتُ فَقُلْتُ مَا هَذَا قَالَ سَجَدْتُ فِيهَا خَلَفَ أَبِي الْقَاسِمِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلَا أَسْأَلُ أَنْجِدَ فِيهَا حَتَّى أَلْتَأَمَ (بخاری)

حضرت امام سے سنا انہوں نے کہا کہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو سنا کہ آپ عشا کی نماز میں سورہ واہقین والرحمن پڑھ رہے تھے۔ اور میں نے آپ سے کسی کو خوش آواز پایا اور نہ تبارکی۔

باب عشا کی نماز میں سورہ والی سورت پڑھنا حضرت ابو رافع سے مروی ہے۔ انہوں نے کہا میں نے حضرت ابی ہریرہ کے ساتھ نماز عشا پڑھی تو انہوں نے نماز میں سورہ اذا السماء انشقت پڑھی اور سجدہ کیا میں نے کہا یہ سورہ کیا ہے انہوں نے کہا میں نے اس سورت میں ابو القاسم صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی سجدہ کیا اور میں ہمیشہ اس سورت میں سجدہ کرتا رہا۔ (بخاری)

یہ احادیث مسائل ذیل پر مشتمل ہیں: ۱۸ عشا کی نماز کی پہلی دو رکعتوں میں امام کو جس سے قرات کرنا ضروری ہے ۱۹ سورہ اشراق میں سجدہ ہے (۲۰) نکالت مغرب ضرورت قرات میں تخفیف کی جاسکتی ہے (۲۱) آیت سجدہ پڑھنے یا سننے سے سجدہ تلاوت واجب ہو جاتا ہے (۲۲) نماز میں آیت سجدہ پڑھی تو نماز میں سجدہ کر لینا چاہیے۔

فوائد و مسائل

نماز میں آیت سجدہ پڑھنے کے مسائل

سجدہ تلاوت نماز میں فرض کیا گیا ہے۔ تاخیر کرنا گناہ بڑا اور اگر سجدہ کرنا بھول گیا تو جیب تکے و دست نماز میں سے رخصتی کوئی ایسا کام نہ کیا جو جو نماز میں نماز ہے اگرچہ سلام پیر کیا ہو اس سورت میں سجدہ مسنون ہے کہ نماز میں آیت سجدہ پڑھی تو اس کا سجدہ نماز ہی میں کرنا واجب ہے۔ بیرون نماز نہیں ہو سکتا۔ اگر کسی نماز میں سجدہ کیا تو گناہ بڑا ہوگا تو یہ کرے۔

حضرت عمرؓ نے عہد سے کہا کہ کو فرماؤں نے تبارکی ہر رات میں شکایت کی بیان کیا کہ نماز میں میں سجدہ نہ کیا میں تو عشا کی پہلی دو رکعتوں میں ہی قرات کرتا ہوں اور کبھی ہر رات قرات نہ کرنا ہوں اور میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز کی پیروی کرتے میں کو تا ہی نہیں کی۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا تم سچ کہتے ہو۔ تم سے یہی گمان ہے یا میرا تم سے یہی گمان ہے۔

قَالَ عُمَرُ بْنُ الْكَافِرِ لَقَدْ سَكُوتٌ فِي كُلِّ شَيْءٍ حَقَّ الصَّلَاةُ قَالَ أَمَا إِنَّا لَأَمَدٌ فِي الْأَوَّلِينَ وَآخِرَتِي لَوْلَا أَنَا مَا أَفْتَدَيْتُ بِهِمْ مِنْ صَلَاةِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ صَلَّيْتُ ذَلِكَ الْفُلْكَ بِكَ أَوْ ظَلَمْتُ بِكَ (بخاری)

یہ حدیث ابی ہریرہؓ کی ہے۔ اس سے واضح ہوا کہ عشا کی پہلی دو رکعتوں میں قرات لمبی ہو اور آخری دونوں میں مختصر۔ یا اللہ تعالیٰ پر عمل کیا جائے یعنی ہمیں ہمیں نماز میں قرات پڑھانیے۔ (بخاری)

باب سجدہ کی نماز میں قرات کا بیان

باب القُرْآنِ فِي التَّخِيرِ

اور حضرت ام سلمہؓ نے کہا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے سورہ طور پڑھی۔

اس تعلق کو ہم نے کتاب الف میں محل کیلئے لکھا ہے اس میں تازہ فخر کا ذکر نہیں ہے۔ مگر طبعی کی روایت میں تازہ فخر کی تصریح ہے۔ اس کے بعد ہم نے ایک اور حدیث لکھی ہے جس میں عثمان کے مناسب یہ قضا ہیں کہ حضور علیہ السلام تازہ فخر کی دو رکعتوں میں یا ایک رکعت میں ساتھ کرتوں سے لے کر سوایتوں تک پڑھتے تھے۔

وَقَالَتْ اُمُّ سَلَمَةَ قَرَأَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالطُّورِ

وَسَكَتَ يَقْرَأُ فِي الْمِرْكَاتِ ثَلَاثًا وَاحِدًا مَعَهَا مَائَتَيْنِ الْوَسْطَيْنِ إِلَى الْمِائَةِ

تازہ فخر میں حضور علیہ السلام نے متعدد سورتوں کی تلاوت فرمائی ہے۔ سورہ طور ساتھ سے لے کر سورتوں تک رسد حاق۔ لہذا فی الم تشریل۔ سورہ قیٰم، سورہ صافات۔ سورہ واقفہ۔ اذاتر لالت ایک روایت میں سورۃین کا پڑھنا بھی مروی ہے۔ جتنی ج ۲ ص ۸۵

جس سے واضح ہوتا ہے کہ حسب موقع و محل قرات کی جاسکتی ہے اور یہ کہ قرات میں مقدار معینی شرط نہیں ہے۔ کہ ضرور کوئی لمبی یا مختصر سورت ہی پڑھی جائے۔ البتہ حضور علیہ السلام نے جن سورتوں کو بن تازہ میں پڑھیں ان میں پڑھا ہر حال افضل ہے۔

إِنَّهُ سَمِعَ أَبَا هُرَيْرَةَ يَقُولُ فِي كُلِّ صَلَاةٍ يَقْرَأُ كَمَا أَسْمَعُنَا رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَسْمَعُنَا كَمَا وَفَا أَعْطَى هَذَا أَخِيْنَا عَنكَ وَإِنْ لَمْ تَنْزِدْ عَلَى أَيْمِ الْقُرْآنِ أَجْزَأَتْ ذَاتُ ذَاتٍ قَبْلَهُ وَخَيْرٌ (بخاری)

حضرت ابو ہریرہؓ نے فرمایا کہ ہر نماز میں قرات کرنا چاہیے۔ پھر جس نماز میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم کو سنایا رجب سے قرات کی اہمیت بھی تم کو سنایا اور جس میں آپ نے چھپایا اور بہت پڑھا اہمیت بھی تم سے چھپایا اور اگر تو صرف سورہ فاتحہ پڑھے تو بھی کافی ہے۔ اور اگر زیادہ پڑھے تو اچھا ہے۔

حدیث ہذا مسائل ذیل پر مشتمل ہے۔ ۱۔ ہر نماز میں قرآن کی قرات واجب ہے۔ ۲۔ اس میں ان کا رد فوائد و مسائل ہے جو غور و معر میں وجوب قرات کے قائل نہیں ہیں ۳۔ جن تانہوں میں حضور علیہ السلام نے قرات بالہر کی حالت میں ہر واجب ہے اور جن میں آپ نے آہستہ قرات کی حالت میں آہستہ قرات ضروری ہے حضرت ابو ہریرہؓ نے فرمایا کہ حضور علیہ السلام ہمیں نماز پڑھاتے تو بعض میں جبر سے قرات فرماتے اور بعض نمازوں میں آہستہ تو آپ نے مغرب و عشاء و طور و جمعہ و عیدین کی تانہوں میں جبر سے قرات فرمائی اور تہ و عصر اور مغرب کی تیسری اور شام کی آخری دو رکعتوں میں آہستہ قرات فرمائی (راوی ۱۳) اس حدیث کے ظاہر سے ہم شافعی نے یہ استدلال کیا کہ الحمد کے ساتھ سورت کا پڑھنا مستحب ہے اور اجناس کے نزدیک الحمد کے ساتھ سورۃ یا تین آیتوں کا تلاوت واجب ہے۔ اور متعدد حدیثوں سے وجوب ثابت ہوتا ہے حضور علیہ السلام نے فرمایا۔

لَا صَلَوةَ إِلَّا بِطَائِفَةٍ أَوْ كِتَابٍ وَ سُوْرَةٍ مَعَهَا

نماز نہیں ہوتی مگر الحمد کے ساتھ سورۃ تلائے

۴۱) امرنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم امان
نقوہ الفاتحة وما تبسم
۴۲) (الجزئی صلاة الافاتحة الكتاب و
معها غیرها روتی لفظاً و مسودۃ فی قریضۃ
ادنی غیرها) ابن عدی فی الکامل
۴۳) (الاصولۃ لمن لم یقر علی الحمد و سورۃ فی قریضۃ
او غیرها) ابن حجر و ترمذی
۴۴) (الجزئی المكتوبۃ الافاتحة الكتاب و ثلاث
ایات فصاعد) (مسند احمد و ابوی)

چنانچہ حقائق نے ان تمام مدنیوں پر لکھا کہ میں نے سورۃ فاتحہ کے ساتھ حم سورہ کو واجب قرار دیا۔
یَا أَيُّهَا النَّبِيُّ قُمْ أَنْتَ وَآلُكَ وَآمُرُ الْبَشَرَ
وَقَالَ أَمْرٌ سَلَّمَ طَفَقَتْ دُرَاهُ الْمَاءِ
وَأَمْرٌ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُعْطَى
يَقْدَرُ بِالطُّوسِ

عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ أَلْطَلْحُ النَّبِيُّ صَلَّى
اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي ظِلِّهِ مِنْ أَحْبَابِهِ
عَامِلِينَ إِلَى سُوقِ عَكَاظٍ وَكَانَ جَيْلٌ
بَيْنَ الشَّيْطَانِ وَبَيْنَ خَيْرِ السَّمَاءِ وَ
أُرْسِلَتْ عَلَيْهِمُ الشُّهُبُ فَرَجَعَتْ
الشَّيْطَانِ إِلَى تَوْبِهِمْ فَقَالُوا مَا
لَكُمْ قَالُوا جَيْلٌ بَيْنَنَا وَبَيْنَ
خَيْرِ السَّمَاءِ أُرْسِلَتْ عَلَيْهِمُ الشُّهُبُ
قَالُوا مَا حَلَّ بَيْنَكُمْ وَبَيْنَ خَيْرِ السَّمَاءِ إِلَّا
شَيْءٌ حَدَّثَ فَاخْرَبُوا مُشَارِقَ الْأَرْضِ وَ
مُعَارِبَهَا فَالْظُّلُ مَا هَذَا الْبَنِي خَالَ بَيْنَكُمْ
وَبَيْنَ خَيْرِ السَّمَاءِ فَانْصَرَفَ أُولَئِكَ الْبَنِي
تَوَجَّهُوا نَحْوَ بَيْتِهَا إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ وَهُوَ مِنْ حُلَّةِ عَامِلِينَ إِلَى سُوقِ عَكَاظٍ وَ
هُوَ يُصَلِّي بِأَحْبَابِهِ صَلَوةَ الْفَجْرِ فَاكْمَلُوا

میں حضور نے حکم دیا کہ ہم الحمد کے ساتھ جو سورۃ
آسمان ہو پڑھیں۔
نماز صحیح نہیں جب تک کہ الحمد کے ساتھ سورۃ نہ پڑھی
جائے۔ فرض نماز ہو یا نفل۔

تاکہ اس وقت تک درست نہیں جب تک الحمد کے ساتھ کوئی
سورۃ نہ پڑھی جائے فرض ہو یا نفل۔
فرض نماز اس وقت تک صحیح نہیں جب تک کہ الحمد کے ساتھ تین
آیتیں یا اس سے زیادہ پڑھی جائیں۔

یہ صحیح کی نماز میں جبر سے قرأت کرنا
بلا حجت نہیں ہے کیا میں نے لوگوں سے اسے ہو کر کجا کا احوال
کیا انہی سے اللہ علیہ وسلم اس وقت نماز پڑھا ہے تھے اور
سورۃ الحمد کی تلاوت کر رہے تھے۔

حضرت ابن عباس سے مروی ہے انہوں نے کہا کہ نبی صلی اللہ
علیہ وسلم اپنے کسی ایک صحابہ کے ہمراہ عکاظ کے بازار میں جاتے
کی نیت کے لیے چلے۔ ان دنوں شیطان آسمان کی خبر لینے سے
روک دینے لگے تھے۔ ہر ان پرشکلوں کی مار ہونے لگی تھی۔
تو وہ اپنے لوگوں کی طرف لوٹ آئے۔ انہوں نے پوچھا کیوں لیا آ
ہے۔ وہ کہنے لگے آسمان کی خبریں ہم سے روک دی گئی ہیں اور
ہم پر شہے برس رہے تھے۔ انہوں نے کہا کہ یہ جو آسمان کی خبریں
سے روک دی گئی ہے اس کی وجہ کوئی نئی بات ہے تو تم مذاہب کی
مشرفوں اور مغربوں میں سب طرف پھر کر دیکھو کہ کون سی نئی بات
ہوئی ہے جس کی وجہ سے آسمان کی خبریں ہم سے روک دی گئی ہے اور
وہ سب طرف پھرنے لگے۔ ان میں جو جات تھیں ان کی طرف
نہجے تھے۔ وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئیے۔ آپ اس
وقت غمر میں تھے۔ عکاظ کے بازار میں جانے کا قصد کرتے
تھے۔ وہ اپنے اصحاب کو صبح کی نماز پڑھا رہے تھے۔ جب
ان جیل سے ترائی میں تھوڑا دھڑکاں لگا دیا اور کہنے

لکھے خدا کی قسم یہی وہ چیز ہے کہ جس کے سبب ہم سے
آسمان کی خبر ملک دی گئی ہے۔ اسی موقع پر جب وہ
اپنے لوگوں کے پاس لوٹ کر گئے تو کہنے لگے۔ اے
جہادی قوم ہم تو عجیب قرآنی سن کر آئے ہیں جو یہ دعویٰ
دائمہ بتاتا ہے۔ ہم تو اس پر ایمان لے آئے ہو اپنے
رب کا کلمہ کو شریک نہیں بنائیں گے تب اللہ تعالیٰ
نے اپنے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم پر یہ صورت آمدی فرمائی
ادھی الی اور جنات نے حوات بھی وہی وہی دھجی سے
آپ کو بتلادی گئی تھی۔

مَا مَعَنَا الْقُرْآنُ اِنْ يَسْجَعُوْا لَهٗ فَعَلُوْا هٰذَا
وَاللّٰهُ اَلَدِّىْ حَالُ بَيْنَكُمْ دِيْنٌ خَبِرَ الْمُنَادِ
فَعَمَّا لَئِكَ جِدْنِ رَجَعْتُمْ اِلٰى قُلُوْبِهِمْ فَاَنْتَوٰا
لِقَوْمِنَا اِنَّا سَیَخْفِئُ لَكُمُ الْكَيْدُ الْمَیْدِ
اِلٰى الرَّسُوْلِ كَاَمَّا بِهٖ ذٰلِكَ لَشَرُّ لَّكُم
بِیْنَنَا اَحَدًا تَاَنْزِلُ اللّٰهُ عَلٰی رَسُوْلِهٖ
مِّنْ اَللّٰهِ عَلَیْهِ وَسَلٰمٌ كُلُّ اَوْحٰی رَاٰی وَ
اِسْمًا اَوْحٰی اِلَیْهِ نَعْلَمُ الْاَحْسَنَ

(بخاری)

اس حدیث کو امام نے تعبیر میں اور مسلم نے ملاحظہ میں
فرمادہ مسائل اور اس پر سب کا اتفاق ہے کہ یہ واقعہ معراج سے پہلے کا ہے (۱۲) عکاکہ زمانہ ہجرت کا
ایک بازار تھا جس میں ہر سال عرب مجتمع ہوتے اور اشعار کے قدیم ایک دوسرے کی جو کرتے اور مجلسِ عشق و نشاط
کام کرتے تھے۔ تمام مکہ مکرمہ کی زمین کو کہتے ہیں اور خط کو کہہ کر سے ایک ماٹ کی مسافت پر ہے دم اسلام سے پہلے عرب
میں جنوں کا تسلسل تھا لوگ ان کی پوجا کرتے تھے بت خاندن کے عامل اور کاہنوں سے ان کی حکمتی ہوتی تھی۔ اور یہ ان کو
عجیب کی خبریں بتایا کرتے تھے۔ جس کی صورت یہ ہوتی تھی کہ اللہ تعالیٰ جب کسی امر کا فیصلہ فرماتا ہے۔ تو ملائحے میں اس
کا ذکر فرماتا ہے ملائحے والے اپنے پیچھے کے فرشتوں میں اس کا ذکر کرتے اور اس طرح درجہ بدرجہ ہر فرشتہ کے فرشتوں کو اس کا
علم ہو جاتا ہے یہاں تک کہ بات وہاں پہنچتی جہاں سے نیچے دنیا کی سرحد شروع ہوتی ہے۔
اسی آخری آسمان سے جن عجیب چھپا کر فرشتوں کی باتیں سن کر اور سچے حوث لاکر کاہنوں کو بتاتے اور کاہن اس میں اور
اصناف کے مسائل میں مشغول رہتے تھے۔

حقیر اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نبوت سے سرفراز ہوئے تو مناد والے آسمانی میں ایک انقلاب عظیم پیدا ہوا اور جن
شیاطین اور پرچھٹے سے لوگ دینے لگے کیونکہ جب شیاطین اپنی سرحد سے بڑھ کر فرشتوں کی باتیں سننا چاہتے۔ تو فوراً ایک
پہلے ہوا ستارہ شہاب ثاقب ٹوٹ کر ان پر گرا اور ان کوئی آسمانی بات نہ سن سکتے۔

جب ٹوٹے والے ستارے دل کی پھواری ہو گئی اور کاہنوں کے خرد رمانی کے ذریعہ مسودہ ہو گئے تو آسمان کے اس انقلاب سے
جنوں کو ہیرت میں ڈال دیا۔ سب نے کہا کہ یقیناً وہی فرشتہ ہے کہ کوئی اہم واقعہ رونما ہوا ہے۔ جس کے سبب ہم آسمان تک نہیں
پہنچ سکتے۔ آخر جنوں کی کیشی نے فیصلہ کیا کہ ماری دنیا کا گشت لگانا چاہیے اور اس اہم واقعہ کو معلوم کرنا چاہیے۔ چنانچہ جنوں کے
ایک وفد نے یہ کام شروع کر دیا اور پہلے زمین کو جھان ڈالا

اور حقیر علیہ السلام کہاں تھے وہ دیکھ کر کے تنبیہ و مہر فرمایا۔ تھے اور اسی تقریب سے عکاکہ کے بعد میں تشریف لے
جا رہے تھے۔ راستہ میں مات کے وقت بخاری قیام ہوا اور صبح کے وقت حقیر اپنے اصحاب کے ہمراہ نماز فجر میں مصروف تھے اور
نزدک کی آہٹیں جبر کے ساتھ تلاوت فرما رہے تھے اتفاق سے جنوں کی ایک جماعت جو تفتیش حال کے لئے تمامہ کو

خوف آئی تھی۔ اس کا اس مقام پر گھر ہوا۔ جب جنوں کی اس جاہلیت نے حضور کی تہا کی ہمارک سے قرآن کی آیتیں پڑھیں
 یکبار پکار اٹھی

هَذَا وَالَّذِي خَالَ يَسْتَكْفُرُ وَيَسْتَكْفُرُ | کرتی ہی وہ نور حق سے جو درخشاں ستاروں میں نظر آتا ہے۔
 خَلْفَ الشَّامِ (بخاری) | جس کے سبب ہم آسمان نگاہیں نہیں کھینچ سکتے۔
 قرآن کی آیتیں سن کر جنوں کی ایک جماعت اپنی قوم کی طرف واپس لوٹی۔ اور ان کو قائم نبوت کے حضور کی بشارت

سنائی اور کہا
 اِنَّا سَمِعْنَا نُبْرَانًا عَجَبًا وَكُنْ | ہم نے عجیب و غریب کتاب اٹھی سنی جو ہدایت کی طرف
 يَتَشَرَّكَ بِدِينِنَا أَحَدًا | رہنمائی کرتی ہے تو ہم اس پر ایمان لانے اور اس پر عمل کرنے
 (قرآن شریف) | کا کسی کو شریک نہ بنائیں گے۔

اس واقعہ کے بعد سے جنوں کے اسلام لانے کا سلسلہ شروع ہو گیا اور فوج و فوج بجات و بار رسالت
 میں حاضر ہو کر اسلام لائے۔ جن کا ذکر متعدد احادیث میں موجود ہے۔ امام مسلم و احمد و ترمذی حضرت علقمہ سے راوی ہیں
 انہوں نے حضرت عبداللہ بن مسعود سے بیان کیا کہ ان کے مشفق پر بھیجا تو آپ نے فرمایا کہ ایک دفعہ شب کو ہم نے حضور کو تہا ہوا
 حضور کے اس طرح غائب ہوجانے نے ہم کو اضطراب و قلق میں مبتلا کر دیا اور رات بڑی بے چینی سے بسر ہوئی صبح کو ہم نے یکجا اکٹھے
 تہا ہوا کی طرف سے تشریف لادے۔ زید ہمارے ہمتیار پر حضور نے فرمایا

اِنَّا نَدْعِي الْبَنِي فَانْتَبِهْهُمْ فَقُلْتُ عَلَيْهِمْ | رات جنوں کا تہا آیا میں اس کے ساتھ گیا میں نے ان کی
 فَاَنطَلَقْنَا اِنَّا اَشَارَتْ يَدَانَهُمْ | قرآن پڑھ کر تہا آیا میں کے بعد حضور ہم سب کو اس مقام پر لے گئے۔
 (مضان ص ۲ ج ۱۳)

(۵) یہ جن جو قرآن سن کر ایمان لائے اور انہوں نے جو کچھ اپنی قوم سے چاکر کیا مسودہ بنی میں اسی کا تذکرہ ہے۔ حضرت
 ہذا میں عنوان کے مطابق یہ جھے ہیں وہو یصلی باصحابہ صلاة الفجر الخ جنس سے تہا ہوا میں بلند آواز سے
 قرات ثابت ہوئی۔

عَنْ بَنِي عَمْرِو بْنِ قَالٍ قَرَأَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ | حضرت ابن عباس سے مروی ہے انہوں نے کہا کہ نبی صلی اللہ علیہ
 عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيهَا أُمِرَ وَصَلَتْ فِيهَا أُمْرٌ | کو جس نماز میں جبر کا حکم ہوا آپ نے جبر کیا اور میں نے آپ سے
 وَمَا كَانَ رَبِّكَ قَسِيمًا وَلَمْ يَكُنْ فِي رَسُولٍ | کا حکم جو اس میں تہا ہوا اور تہا ہوا بھولنے والا نہیں اور تم
 اَللَّهُ أَمْرًا حَسَنًا (بخاری) | کے پیغمبر کی پیروی اچھی پیروی ہے۔

یہ حدیث افراد بخاری میں سے ہے۔ اس میں جناب ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس حقیقت کا اظہار فرمایا ہے
 کہ قرآن مجید میں اللہ عزوجل نے جو نماز کے مفصل احکام نہیں بیان فرمائے اس کی وجہ معاذ اللہ یہ نہیں ہے کہ اللہ عزوجل کی
 زبان لائق ہو گیا تھا بلکہ اس کی وجہ یہ ہے۔ اللہ عزوجل نے اپنے احکام کی تشریح اور قرآن کے احوال و ایام کی تعبیریں
 کام اپنے نبی کے سپرد فرمایا ہے اور امت کو آپ کے اتباع کا حکم دیا ہے۔ حضور علیہ السلام نے احکام متدنیہ کی
 تشریح و تفصیل اپنے قول و عمل سے فرمائی ہے اور اپنی طرف سے جن کی ہے بلکہ اللہ عزوجل کے حکم اور اس کی راہنمائی

میں کی ہے۔ نماز میں اہل کفر سے آہستہ قرأت کرتا۔ یہ بھی حکم تھا کہ وہی ہی ہے اور حضور علیہ السلام صریحاً فرمایا کہ نماز میں

بَابُ الْجَمْعِ بَيْنَ السُّورَتَيْنِ فِي الرُّكْعَةِ
فَالْقِرَاءَةُ بِالْمَعْرُوفِ وَفِي السُّورَةِ
سُودَةٍ وَبِأَوَّلِ سُورَةٍ

ایک دو سو میں ایک رکعت میں پڑھا اور سورت کی آخری آیتیں پڑھنا اور ترتیب کے خلاف سو میں پڑھنا اور سورت کی شروع کی آیتیں پڑھنا۔

یہ بخوان چار سطر پر مشتمل ہے۔ اہل ایک رکعت میں دو سو میں پڑھنا۔ دوم کسی سورت کا آخری حصہ پڑھنا سوم مصحف میں اس ترتیب سے سورتیں دسج، بی، ای کے خلاف پڑھنا۔ مثلاً رکعت اول میں قل ہوا پڑھنا اور دوسری رکعت میں کافرون پڑھنا یا پہلی رکعت میں قل ہوا اور دوسری میں سورہ بقرہ پڑھنا۔ چہارم کسی سورت کے حصہ اول کو پڑھنا اور باقی کو چھوڑ دینا

عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ الْمُنْذِرِ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَمَرَ بِمَنْشُورٍ فِي الشَّجَرِ مَقْذُوفٍ إِذَا بَعَا وَكَرُمُوْنِي وَهَارُونَ أَوْ جُكْرٍ عَيْنِي أَخَذَتْهُ سَحَابَةٌ كَوَلَتْهُ

ابو عبد بن سائب سے مروی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے صبح کی نماز میں سورہ مومنوں شروع کی یہاں تک کہ آپ کوئی اور ایسا یا ایسے کے قصے پر پہنچے تو آپ کو کھائی شروع ہوئی اور رکوع کر دیا۔

اس تعلق کو امام نے بعید جہول ذکر کیا ہے جو قرآن کا منہ ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ اس کی اسناد میں اختلاف ہے۔ ۱۲۱۰ حدیث عنوان کے جزو چارم کے مطابق ہے۔ یعنی یہ کہ کسی سورہ کا اول حصہ نماز میں پڑھنا اور باقی کو چھوڑ دینا۔ حضور علیہ السلام نے نماز میں سورہ مومنوں رکعت فرمائی جب آپ رقم ارسلا موسیٰ و اخاہ ہارون پر پہنچے تو آپ کو کھائی آگئی اور آپ نے یہیں تک قرأت کے بعد رکوع فرمایا۔ اس سے واضح ہوا کہ نماز میں سورہ مومنوں کی قرأت مستحب ہے۔ مگر اس قدر بھی کہ مقتدا یا تنگ آجائیں اور یہ بھی کہ سورہ کے ایک حصہ کو پڑھ لینا اور باقی کو ترک کر دینا جائز ہے۔ مگر اہل کفر سے کہ حضور علیہ السلام تو کھائی آجائے کی وجہ سے پوری سورت پڑھ سکے تھے۔ جواب یہ ہے کہ دوسری متعدد حدیثوں سے حضور کا کسی سورت کے بعض حصہ کو پڑھنے اور باقی کو ترک کر دینے کا ثبوت ملتا ہے۔

وَقَدْ رَأَيْتَنِي فِي الرُّكْعَةِ الْأُولَى بَيَانِيَّةً وَفِي الرُّكْعَةِ الثَّانِيَةِ بِسُورَةِ قَيْنِ الْمُنَافِقِ (بخاری)

اس تعلق کو ابن ابی شیبہ نے اپنے مصنف میں داخل کیا یہی ہے کہ شامی اور سویری میں ایک سورت میں ایک سورتیں پڑھیں اور دوسری رکعت میں عثمانی کی ایک سورت۔

اس تعلق کو ابن ابی شیبہ نے اپنے مصنف میں داخل کیا یہی ہے کہ شامی اور سویری میں ایک سورت میں ایک سورتیں پڑھیں اور دوسری رکعت میں عثمانی کی ایک سورت۔

وَقَدْ رَأَيْتَنِي فِي الرُّكْعَةِ الْأُولَى بَيَانِيَّةً وَفِي الرُّكْعَةِ الثَّانِيَةِ بِسُورَةِ قَيْنِ الْمُنَافِقِ (بخاری)

اور احناف نے صبح کی پہلی رکعت میں سورہ کھٹ پڑھی اور دوسری میں سورہ یوسف پڑھی اور انہوں نے ذکر کیا کہ حضرت عمر کے ساتھ انہوں نے صبح کی نماز پڑھی حضرت عمر نے یہی سورتیں پڑھیں۔

یہ اثر عنوان کے جو سوم کے مطابق ہے۔ یعنی پہلی رکعت میں ایک سورت پڑھنا اور دوسری رکعت میں پہلی جالی سے
ادب کی سورت پڑھنا۔ لیکن ایسا کرنا مکروہ تحریمی ہے۔ حیرت میں فرمایا جو قرآن الٹ کر پڑھنا ہے کیا خوف نہیں کرتا کہ
اللہ اس کا دل الٹ دے۔ اور حضرت عمر کا اس طرح پڑھنا یا تو ممانعت سے قبل کا فعل ہے یا آپ نے فعل کر اس طرح
پڑھا ہو گا کیونکہ بھول کر خلافتِ زینب پڑھنے سے نہ گناہ ہے نہ سجدہ ہے۔

اور عبد اللہ بن مسعود نے پہلی رکعت میں سورہ انفال
کی چالیس آیتیں اور دوسری رکعت میں مفصل کی ایک
سورت پڑھی۔

وَقَرَأَ ابْنُ مَسْعُودٍ بِأَرْبَعِينَ آيَةً
مِنَ الْإِنْفَالِ وَ فِي الثَّانِيَةِ مِثْقَلَةَ مِائَةِ
أَمْصَلٍ (بخاری)

یہ اثر بھی عنوان کے جو چہام کے مطابق ہے یعنی کسی صورت کے بعض حصہ کو پڑھنا اور باقی کو چھوڑ دینا۔

اور قتادہ نے کہا اگر کوئی شخص ایک سورت دونوں
رکعتوں میں پڑھے رادھی آدمی ہر رکعت میں ایک ایک
سورت کر دونوں رکعتوں میں پڑھے۔ سب کی سب اور
غزوہ جلی کی کتاب ہے۔

وَقَالَ قَتَادَةُ فِيهِ مِثْقَلَةُ مِثْقَلَةِ
ثَلَاثَةِ فَرَسَاتٍ أَوْ يَكُونُ سُوْرَةٌ
وَاحِدَةً فِي رَكْعَتَيْنِ كُلِّ كِتَابٍ لِلَّهِ
عَزَّ وَجَلَّ (بخاری)

یہ حدیث عنوان کے کسی جز کے مطابق نہیں ہے لیکن امام بخاری نے اس حدیث کے الفاظ رحل کتاب اللہ عزوجل
سے اس امر کی طرف اشارہ کیا ہے کہ نماز میں قرآن خواہ کسی طرح بھی پڑھا جائے جائز ہے کیونکہ وہ قرآن ہے اس لحاظ
سے یہ حدیث عنوان کے تمام اجزاء کے مطابق ہو جائے گی۔

رَحِمَہُ وَقَالَ عُبَيْدُ اللَّهِ عَنْ ثَابِتٍ عَنْ أَنَسٍ
بَنِ مَالِكٍ مِّنَ الْأَنْصَارِ يَوْمَئِذٍ فِي مَسْجِدِ
بَنِي نَضْلَةَ وَكَانَ كُلُّهُمْ أَمْتًا سُوْرَةٌ يَقْرَأُ بِهَا
لَهُمْ فِي الصَّلَاةِ مِثْقَلُ ثَلَاثَةِ فَرَسَاتٍ أَوْ يَكُونُ
سُوْرَةً وَاحِدَةً حَتَّى يَقْرَأَ مِنْهَا ثَمَّ يَقْرَأُ
بِأُخْرَى مَعَهَا وَكَانَ يَقْرَأُ ذَلِكَ فِي
كُلِّ رَكْعَةٍ ثَلَاثَ كَلِمَةٍ أَوْ خَمْسَةٍ وَ قَالَ لَوْ
أَنَّكَ تَقْرَأُ بِهَا لَمْ يَكُنْ لَكَ السُّوْدَةُ ثُمَّ لَا تَرَى
أَنَّهَا بَعْضُكَ حَتَّى تَقْرَأَ بِأُخْرَى فَإِذَا
تَقْرَأَ بِهَا وَإِذَا أَنْتَ دَعَا وَ تَقْرَأُ بِأُخْرَى
فَقَالَ مَا أَنَا بِشَارِكِهَا إِنْ أَحْبَبْتُمْ
أَنْ أُوْكَدَ بِذَلِكَ لَعَلْتُ إِنْ كَرِهْتُ ثُمَّ
تَرَكْتُكُمْ حَتَّى تَوَاسَوْنَ أَنَّهُ مِنْ
أَنْفُسِكُمْ وَ كَرِهُوا أَنْ يَتَوَاسَوْا

اور عبد اللہ نے ثابت سے انہوں نے حضرت انس سے روایت
کیا کہ انصاریوں سے ایک آدمی مسجد نبویہ میں انصار کی بات
کرتے تھے وہ جب ان سورتوں میں سے جو نماز میں پڑھی جائے
نبی کوئی صوفت شروع کرتے تو اپنے قیل ہوا اللہ احد پڑھتے پھر وہ
دوسری سورت اس کے ساتھ ملا کر پڑھتے اور ہر رکعت میں ایک ایک
کیا کرتے تھے۔ ان کے مقتدیوں نے ان پر اعتراض کیا اللہ کہنے
لگے۔ تم اس سورت یعنی قل ہوا اللہ سے شروع کرتے ہو
کیا یہ سمجھتے ہو کہ یہ سورت کافی نہیں۔ بلکہ دوسری سورت
اس کے ساتھ لاتے ہو۔ ائمہ یا تو یہی سورت قل
اللہ فقط پڑھا کر یا اس کو چھوڑ کر کوئی دوسری سورت
پڑھا کر وہ کہنے لگے کہ میں کل ہوا اللہ کو چھوڑنے والا نہیں
ہوں۔ اگر تم راہنی ہو تو میں تمہاری امامت کرتا ہوں اور اگر تم
نہ اہل ہو تو میں امامت چھوڑ دیتا ہوں اور لوگ ان کو اپنے میں
سب سے بہتر مانتے تھے اور دوسرے کی امامت ان کو ناپسند تھی

غَيْرُهُ فَلَمَّا آتَا هُمُ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
أَخْبَرُوهُ الْخَبْرَ فَقَالَ يَا ذُلَّكَ مَا يَمْنَعُكَ أَنْ
تَفْعَلَ مَا يَأْمُرُكَ بِهِ أَصْحَابُكَ وَمَا
يَنْهِيكَ عَلَى لَوْعِهِ هَذِهِ الشُّفَّةُ فِي كُلِّ
رُكْعَةٍ فَقَالَ إِنِّي أُحِبُّهَا قَالَ حَبِيبُكَ
إِنِّي هَا أَذْخُلُكَ الْجَنَّةَ

پس جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم ایوان قبا کے پاس تشریف لائے
تو انہوں نے آپ کو اس واقعہ کی اطلاع دی۔ آپ نے فرمایا تم اس
مراح کیوں نہیں کرتے جس طرح خدا سے راضی تم سے کر رہے
ہیں۔ اور ان کو اس وجہ سے ہر رکعت میں اس سورہ قل ہوا اللہ کی پڑھنا
ہو رہا کہنے لگے مجھے اس سورت سے محبت ہے آپ نے فرمایا
اس کی محبت نے تجھ کو جنت دلا دی۔

۱۱۱۔ ابو موسیٰ نے کتاب اصحاب میں ذکر کیا کہ کان رجل من الانصار سے کہتے ہیں ہم مراد ہیں اس حدیث سے واضح
قائد و مسائل ہوا کہ ایک رکعت میں دو سورتوں کو جمع کر کے پڑھنا جائز ہے۔ حضرت سعید بن جبیر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے۔
بن غنم۔ ابیہم مخفی۔ سفیان ثوری۔ امام اعظم ابو حنیفہ و مالک و شافعی و احمد کا یہی ہی مسلک ہے۔ اور یہی حضرت عثمان و حذیفہ
و ابن عمر و زید الداری رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے مروی ہے۔ اگر طبیعت کا رجحان خاص طور پر کسی سورت کی طرف ہو تو اس کو
میں کر کے پڑھنا جائز ہے۔ ۲۔ سورہ اعراس کی سورت ہے ۱۴۱ جو سب سے افضل ہو وہ ۱۔ زیادہ مستحب ہے (۲) مقتدی
جس کی امت پر دافعی و ہول اس کے پیچھے نماز مکروہ ہے (۳) حضور نے ذکر وہ فی الحدیث شخص و جنت کی نشارت دی ہے جس
سے واضح ہوا کہ حضور ان کے فضل سے رہتی تھے۔

حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ مَرْثَةَ قَالَ
سَمِعْتُ أَبَا ذَابِلٍ قَالَ جَاءَ رَجُلٌ إِلَى
ابْنِ مَسْعُودٍ فَقَالَ قَرَأْتُ الْمَفْصَلَ الْبَيْتَةَ
فِي رُكْعَةٍ فَقَالَ هَذَا كَهَذَا التَّبَعِ
لَقَدْ عَرَفْتُ التَّطَايُرَ لَنَبِيِّكَ كَانَ النَّبِيُّ
صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقْرَأُ بَيْنَهُمَا
فَذَكَرَ عِشْرِينَ سُورَةً مِنَ الْمَفْصَلِ
سُورَتَيْنِ فِي كُلِّ رُكْعَةٍ

ہم سے عمرو بن مرثہ نے بیان کیا۔ انہوں نے کہا میں نے
ابو ذابل سے سنا انہوں نے کہا کہ ایک آدمی ابن مسعود کے
پاس گیا اور کہنے لگا۔ میں نے رات کو مفصل کی تمام کی
تمام سورتیں ایک رکعت میں پڑھ ڈالیں۔ ابن مسعود نے
فرمایا جیسے اشعار جلد جلد پڑھے جاتے ہیں اس طرح پڑھا
ہوگا۔ میں ان تناسب سورتوں کو جانتا ہوں۔ جن کو نبی صلی
اللہ علیہ وسلم لا کر ایک ایک رکعت میں پڑھا کرتے تھے۔
پھر عبد اللہ نے مفصل کی جس سورتیں بیان کیں ہر رکعت
میں دو دو سورتیں۔

(بخاری)

یہ حدیث عثمان کے جداول کے مطابق ہے۔ یعنی ایک رکعت میں دو سورتوں کو جمع کر کے پڑھنا۔ جواد جل سے
مراد نیک بن سنان البعلی ہیں۔ نظائر فقیرہ کی جمع ہے۔ اس سے وہ سورتیں مراد ہیں جو آیس میں طول و قصر میں مشابہ ہوں۔
مدا جب تلخیص نے فرمایا نظائر وہ سورتیں ہیں جو عدد میں مشابہ ہوں۔ جیسے سورہ دخان کی ساتھ آیتیں ہیں اور علم تبارک و علو کی
چالیس آیتیں ہیں۔ علامہ عینی نے لکھا کہ یہاں نظائر سے متعاقب فی المقدار سورتیں مراد ہیں (۲) اس حدیث سے واضح ہوا
کہ قرآن پاک اشعار کی طرح گا کر پڑھنا منوع ہے۔ ہذا کے معنی سرعت کے ہیں قرآن جلدی جلدی پڑھنا کہ حروف سمجھے ہیں
نہ کہیں اور تدریجاً فکر کرنے والے تدریس سے محروم رہ جائیں۔ درست نہیں۔ اور حضرت ابن مسعود نے جن متنازل سورتوں کا ذکر
کیا ان کے نام نہایت اہمیت والہ اور قدیم یہ ہیں۔

سودہ رحمن اور نجم ایک رکعت میں
افتحیت اور واقد ایک رکعت میں
ذاریات اور طور ایک رکعت میں
واقعہ اور ن ایک رکعت میں
معارج اور نازعات ایک رکعت میں

بَابُ يَقْرَأُ فِي الْآخِرِينَ بِمَا تَحْتَ الْكِتَابِ
حَسَنٌ عَبْدُ اللَّهِ بْنُ أَبِي قَتَادَةَ عَنْ أَبِيهِ أَنَّ النَّبِيَّ
صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَقْرَأُ فِي الظُّهْرِ
فِي الْأَوَّلِينَ بِمَا فِي الْكِتَابِ وَفِي الْآخِرِينَ
بِمَا تَحْتَ الْكِتَابِ وَيُسَمِعُنَا
الْآيَةَ وَيَطْوِلُ فِي السُّرُوحِ الْأُولَى مَا لَا طِيلَ
فِي السُّرُوحِ الشَّانِيَةِ وَهَكَذَا فِي الْعَصْرِ وَ
هَكَذَا فِي الصُّبْحِ

ویل للطفیقین اور عیس ایک رکعت میں
ملائکہ اور منزل ایک رکعت میں
دھر اور قیامہ ایک رکعت میں
عم اور عرسلت ایک رکعت میں
کورت اور دستان ایک رکعت میں

باب پہلی دو رکعتوں میں سورت سودہ فاتحہ پڑھنا
عبداللہ بن ابی قتادہ اپنے باپ سے روایت کرتے
ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم ظہر کی پہلی دو رکعتوں میں سودہ
فاتحہ اور دوسریں پڑھتے تھے اور پہلی دو رکعتوں میں
سورت سورہ فاتحہ پڑھتے اور رکعتیں ایک آدھ رکعت
کو ساوتے اور پہلی رکعت کو زیادہ لمبا کرتے بہت دیر
رکعت کے اور اسی طرح عصر کی نماز میں کرتے اور آذان
صبح کی نماز میں کرتے۔

علامہ عینی علیہ الرحمۃ نے لکھا کہ اس حدیث سے غرض کی آخری دو رکعتوں میں الحمد پڑھنے کا وجہ ثابت نہیں ہوتا
دلیل اس کی یہ ہے کہ حضرت علی فرماتے ہیں۔

أَقْرَأُ فِي الْأَوَّلِينَ وَسَمِعْتُ فِي
الْآخِرِينَ (رواہ ابن سند)

حضرت جابر فرماتے ہیں۔

سَنَةِ الْقِرَاءَةِ فِي السُّرُوحِ الْأُولَى يَقْرَأُ
فِي الْأَوَّلِينَ بِمَا فِي الْقُرْآنِ وَسُورَةَ وَفِي الْآخِرِينَ
بِمَا فِي الْقُرْآنِ (طبرانی فی معجم)

سنت قراءۃ نمازیں یہ ہے کہ پہلی دو رکعتوں میں الحمد
اور سورت پڑھی جائے اور آخری دو رکعتوں میں حمد
الحمد پڑھی جائے۔

ان دونوں حدیثوں کو نقل کر کے علامہ عینی علیہ الرحمۃ نے تحریر فرمایا ہے وھذا حجة علی من جعل قراءۃ
الغائۃ من الفروض بیدعیئین ان لوگوں پر حجت میں جو سودہ فاتحہ کے پڑھنے کو فرض قرار دیتے ہیں۔ غنا ہے کہ انہی سے
اتنی بات تو واقعی ثابت ہوئی ہے کہ پہلی دو رکعتوں میں سودہ فاتحہ کا پڑھنا فرض نہیں لیکن اگر جابر سے علامہ عینی کو استدلال درست
نہیں معلوم ہوتا کیونکہ حضرت جابر تو چاروں رکعتوں میں الحمد کو سنت قراءۃ قرار دے رہے ہیں۔

باب غم و غم میں آہستہ قرات کی جائے۔

اس عنوان کے تحت الم نے حدیث منہاج کو ذکر کیا ہے جس کا مضمون یہ ہے کہ ان سے پوچھا گیا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم
میں قرات فرماتے تھے تو انہوں نے کہا ہاں پوچھا گیا کہ تم حضور کی قرات کیسے معلوم ہوئی تو انہوں نے جواب دیا کہ حضور
کی ریش مبارک کی حرکت سے یعنی ریش اندک کی حرکت سے تم نے یہ اعجاز کیا کہ حضور قرات کر رہے ہیں معلوم ہوا کہ غم و

عصر میں آہستہ قرأت کی جائے۔ اور یہ بھی قرأت میں اتنی آواز نہ کرے کہ اگر کوئی مانع قتل سماعت شود و غل نہ ہو تو خود سن سکے اگر اتنی آواز بھی نہ ہو تو غل نہ ہوگی۔ اسی طرح جن معاملات میں نطق کو دخل ہے۔ سب میں اتنی آواز ضروری ہے مثلاً نماز پڑھ کر تے وقت بسم اللہ کہنا۔ طلاق و عتاق۔ استنثار۔ آیت مجیدہ پڑھنے پر سجدہ نکالتا واجب ہوتا۔ اور قاضی پر کہ جب تک جہنم نہ بان اور ڈر نہ ہو نہ ہے اس وقت تک ایسی آواز سے قرأت نہیں ہو سکتی کہ آدمی خود سن سکے۔ غرض کہ دل میں پڑھنا اور ایسے پڑھنا کہ خود نہ سن سکے اس طرح پڑھنے سے نماز نہ ہوگی۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اسْمِعُوا بِلَاغِ آيَاتِهِ
باب سری نماز میں امام کا مقتدیوں کو سنانے کے لئے کوئی آیت
تور سے پڑھ دینا۔

اس عنوان کے تحت امام نے حدیث مذکور کی ہے۔ جس میں یہ ہے کہ حضور علیہ السلام نے ظہر و عصر کی پہلی دو رکعتوں میں الحمد و سورت پڑھی۔ اور کبھی آپ ہم کو سورت کی کوئی آیت بلند آواز سے سنا دیتے تھے۔ اس حدیث سے غیر مقلد حضرات یہ استدلال کرتے ہیں کہ سری نماز میں امام کا کسی آیت کو تور سے پڑھ کر سنا دینا سنت ہے۔ بلکہ کبھی کبھی ایسا کرنا شیوری ہے لیکن یہ استدلال اس لئے درست نہیں کہ حضور علیہ السلام کا کسی سورت کی ایک آیت کا کسی کو تور پر بلند آواز سے پڑھ دینا تعلیم امت کے لئے تعالیٰ اس عمل کا اظہار بھی حدیث سے شاذ و نادر ہی ہوا ہے۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اسْمِعُوا بِلَاغِ آيَاتِهِ
باب رکعت اول کو لمبی کرنا
اس عنوان کے تحت امام نے حدیث مذکور کی ہے جس میں یہ ہے کہ حضور علیہ السلام نے ظہر کی پہلی رکعت دوسری سے لمبی کی تھی۔ یہ حدیث مع تفسیر ترجمانی کے فیوض ابھاری بارہوم ص ۱۷۲ پر لکھ دی ہے۔
يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اسْمِعُوا بِلَاغِ آيَاتِهِ
باب امام کا بلند آواز سے آمین کہنا
اور حضرت عطاء نے فرمایا۔ آمین دعا ہے۔

آمین دعا ہے اور قرآن نے آہستہ
آمین کا دعا ہونا قرآن مجید سے بھی ثابت ہے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ایک دعا کی۔ اور حضرت یارون علیہ السلام نے آمین کہی۔ اس پر اللہ تعالیٰ دعا مانگنے کی تلقین کی ہے! نے فرمایا

فَإِذَا جِئْتُمْ دَعْوَتَكُمْ
اللہ نے تم دونوں کی دعا قبول فرمائی۔
دیکھئے دعا تو حضرت موسیٰ نے کی تھی اور حضرت یارون نے صرف آمین کی تھی۔ گرامر تعلق نے یارون علیہ السلام کی آمین کو بھی دعا قرار دیا۔ لہذا ثابت ہوا کہ آمین دعا ہے۔ اور دعا کو آہستہ مانگنے کا حکم دیا گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔
ادْعُوا رَبَّكُمْ تَضَرُّعًا وَخُفْيَةً
اپنے رب سے عاجزی اور آہستہ سے دعا مانگو۔

دوسری جگہ فرمایا کہ اے محبوب رسول جب ملک تم سے میرے متعلق پوچھیں
کَلِمَاتٍ قَرِيبٍ أَرْجِيْبُ دَعْوَةَ الْمَدْعَى
تو ان سے بہت قریب ہوں جو مجھ سے دعا کرنا ہے
اس کی دعا قبول کرتا ہوں۔
اِذَا دَعَاكَ

اس دعا کا مقصد یہی ہے کہ دعا میں پہنچنے چلائے اور آواز بلند کرنے کی ضرورت نہیں ہے کیونکہ اللہ عز و جل شررگ سے بھی زیادہ قریب ہے لہذا دعا آہستہ مانگی جائے۔

پس موافق ہوا ایک ان دونوں کی دوسری کو تو اس کے اگلے گناہ معاف ہو جاتے ہیں۔

فَوَافَقَ إِحْدَاهُمَا الْآخَرَى غُفِرَ لَهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهِ
مسلم ج ۱ ص ۱۵۹

علامہ حنفی علیہ الرحمہ نے اس حدیث کے تحت لکھا کہ دیگر احادیث یا تو ہم کے پاس نہیں ہیں یا معتقدی یا دونوں کے متعلق لیکن اس حدیث کے لفظ را فاقا لہذا کہ اس میں مفرد بھی داخل ہو سکتا ہے۔ علامہ کلام کہ ہم ہو یا معتقد ہی یا ایک یا دوسرے دونوں کو اللہ کے عذاب میں گناہ معاف ہے یا عتب برکت و موجب رحمت ہے۔

اور نافع نے کہا کہ حضرت ابن عمرؓ کو نہیں چھوڑتے تھے۔ بلکہ لوگوں کو اس کے کہنے کی رغبت دلاتے تھے۔ پورے نے اس کے متعلق ان سے ایک حدیث بھی سنی ہے۔

وَقَالَ تَأْتِيهِمْ مَكَانَ الْوَيْلِ عَمَّ زَيْدٌ مَعَهُ
وَيَكْفُرُهُمْ وَيَسْمَعُ مِنْهُ لِي تَذَلُّكَ
(بخاری)

اس حدیث سے بھی آئین کہنے کی اہمیت و شریعت ثابت ہوئی کہ میرا بن عمرؓ کہتے تھے اور لوگوں کو بھی آئین کہنے کی تلقین کرتے تھے۔ نیز اس حدیث سے آئین کہنے کی فضیلت ثابت ہوتی ہے اگر آئین یا بجز ثابت نہیں ہوتی۔

حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب آئین کہے تو تم بھی آئین گو کہو کہ جس کی آئین فرشتوں کی آئین کے موافق ہو جائے گی۔ تو اس کے سابقہ گناہ بخش دینے جائیں گے۔ ابن شہاب نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی آئین کہا کرتے تھے۔

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِذَا آمَنَ الْإِسْلَامَ فَأَقْبَلُوا فِي شَأْنِهِ مَنْ وَافَقَ تَأْمِينُهُ تَأْمِينُ الْمَلَائِكَةِ غُفِرَ لَهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْهُ وَذُنُوبُهُ قِيلَ آتَيْنُ شَيْئًا وَكَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ آتَيْنُ (بخاری)

ان دونوں حدیثوں سے واضح ہوا کہ گناہوں کی معافی اس گناہی کے لئے ہے جس کی آئین فرشتوں کی آئین کی طرح ہو۔ علامہ جے کہ فرشتے آہستہ آہستہ ہیں۔ ہم ان کی آئین نہیں سنتے۔ مگر ہماری آئین بھی آہستہ آہستہ ہوتی چاہیے۔ تاکہ فرشتوں کی آئین کے موافق ہو جائے۔

باب آئین کہنے کی فضیلت

حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تم میں سے کوئی آئین کہتا ہے اور فرشتے دیکھ آسمان پر آئین کہا کرتے ہیں وہ بھی آئین اور پھر دونوں آئینیں موافق ہو جائیں۔ تو اس کے اگلے گناہ بخش دیئے جاتے ہیں۔

بَابُ فَضْلِ التَّأْمِينِ
عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِذَا قَالَ أَحَدُكُمْ آمِينَ وَقَالَتِ الْمَلَائِكَةُ فِي السَّمَاءِ آمِينَ فَوَافَقَتْ إِحْدَاهُمَا الْآخَرَى غُفِرَ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهِ (بخاری)

اس حدیث سے بھی آئین کہنے کی فضیلت ثابت ہوئی اور یہ بھی کہ آئین آہستہ آہستہ کہی جائے۔ کیونکہ فرشتے بھی آہستہ آہستہ ہیں۔ ان کی آئین ہمیں سمائی نہیں دیتی اور گناہوں کی معافی اسی کے لئے ہے۔ جس کی آئین فرشتوں کی آئین کی طرح ہو۔ واضح ہو کہ موافقت سے صرف موافقت فی الوقت مراد لینے پر حدیث میں کوئی دلالت نہیں ہے کیونکہ آئین کہنے کا وقت خود ہی ہے جب اللہ عزوجل تم کو کتاب ہے۔

باب معتدی کا پکار کر آئین کہنا

بَابُ جَهْلِ الْعَامَّةِ مِنَ التَّأْمِينِ

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى
اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِذَا قَالَ الْإِمَامُ
عَدُوًّا لِقَوْمٍ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّالِّينَ فَتَقَرُّوْا
أَمِينًا فَإِنَّهُ مَنْ قَرَأَ قَوْلَ اللَّهِ تَعَالَى كَذِبًا
كَذَمَا تَقْرَأُ مِنْ ذَنْبِهِ أَرْجَاهُ

حضرت ابو ہریرہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب امام غیر المعصوم علیہم ولا الضالین کہے تو تم آمین کہو اس لئے کہ جس کا آمین کہنا ترشتوں کے آمین کہنے کے موافق ہو جائے گا۔ تو اس کے ساتھ گناہ بخش دیا جائے گا۔

یہ روایت مضمون کی متعدد حدیثوں سے جس میں اقبال۔ فتوحوں کے الفاظ آتے ہیں۔ آمین بالجبر کا استدلال کیا گیا ہے۔ جن کی تقریر یہ ہے کہ قول کے ساتھ جب خطاب ہو اور اس میں امر اور اخفاء کی قید نہ ہو تو وہ جبر پر محمول ہوگا۔ لہذا حضور کا یہ فرمانا کہ قتل کرو اس سے مراد یہ ہی ہے کہ آمین بلند آواز سے کہی جائے اور جب امام بلند آواز سے آمین کہے گا تو مقتدی کو بھی امام کی متابعت میں بلند آواز سے آمین کہنا لازم ہے۔

لیکن یہ استدلال درست نہیں ہے۔ اس لئے کہ قولہ کے معنی بلند آواز سے کہنے کے کرنا غلط ہے۔ بلکہ اس کے معنی صرف یہ ہیں کہ تم کہو۔ اگر یہ اصول ثابت کیا جائے کہ جہاں بھی لفظ قول مطلق وارد ہو اس سے جبر مراد ہوگا تو قتل ہوا اللہ احد و قتل اعدو بوجہ الضلّی اور قتل اعدو بوجہ الناس سے بھی جبر ثابت ہوگا۔ اسی طرح احادیث میں آیا ہے۔

۱۱۔ کہ جب صحیح کو میدانہ تو قیول کو ۲۰ جب تیر پونے کے لئے جواز تو یہ یوں کہو ۱۲۔ جب کھانا کھاؤ تو یوں کہو ۱۳۔ اور جب قرآن ختم کرو تو یوں کہو۔ تو ان مواقع پر جس قدر دعائیں پڑھنے کا حکم دیا گیا ہے وہ سب کی سب جبر پر محمول کرنی پڑیں گی۔ اسی طرح حدیث میں آیا ہے۔ جب امام سمع اللہ لمن حمد کا کہے تو کہ ربنا لک الحمد کہو اسی طرح التحيات کے متعلق بھی لفظ قولہ آیا ہے یعنی قعد میں التحیات پڑھا کرو بلقاء ذکرہ بالا اصول کے مطابق ربنا لک الحمد اور التحیات کے متعلق بھی یہ کہنا چاہئے کہ ان کا بھی بلند آواز سے پڑھنا مسنون ہے۔ لہذا لفظ قولہ اسے جبر کا استدلال درست نہیں ہے۔ بلکہ قولہ کا مناد صرف یہ ہے کہ آمین کہو۔ رطب یہ سوال کہ آمین جہاں کہی جائے یا ستر۔ یہ متعدد حدیثوں سے واضح ہے کہ آپ نے آمین بہت کہی ہے۔ ویسا کہ آئمہ صفحات میں تفصیل آرہی ہے۔

سیدنا امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مسلک یہ ہے۔ کہ الحمد کے ختم کرنے کے بعد
والمقتدی منفرد کو آہستہ آمین کہنا مسنون ہے۔ اور بلند آواز سے آمین کہنا مذمت نہیں ہے امام اعظم علیہ الرحمۃ کے دلائل یہ ہیں۔

حدیث اول حضرت داؤد بن جحر سے روایت ہے کہ انہوں نے حضور علیہ السلام کے ہمراہ نماز پڑھی جب حضور علیہ السلام غلبہ المعصوم علیہم ولا الضالین پڑھے

فقال امین داخف بصوتك (مندا امام احمد)

اس حدیث کو ابو داؤد، ابی اسی، ابویعلیٰ، یحییٰ، طبرانی، دارقطنی اور عاکم نے بھی روایت کیا ہے۔

حدیث دوم۔ ابو داؤد، ترمذی، داہم، ابی ثیبہ نے حضرت داؤد سے روایت کی۔ کہ حضور علیہ السلام نے جب غلبہ المعصوم علیہم ولا الضالین پڑھا تو

فقال امین وخفض بصوتك

تواہستہ آمین کہی

بحث سماع علقمہ عن ابیہ | اس حدیث کی سند ہے کہ عن شعبۃ عن سلمۃ بن کھیل عن علقمہ عن
 واصل بن حجاج عن ابیہ اور تقریب ابن جریر امام المحدثین لکھا ہے اور حاکم
 نے کہا یہ حدیث صحیح ہے۔ غیر مقلد حضرات کی یہ قادت ہے کہ جب جواب نہ بن پڑے۔ تو وہ خواہ مخواہ حدیث کو ضعیف قرار
 دینے کی کوشش کرتے ہیں۔ اسی حدیث جس میں خفصہ یضادہ ہے۔ بہ اعتراض کرتے ہیں کہ اس کی سند میں علقمہ ہیں۔ جنوں
 نے اپنے والد سے نہیں سنا جیسا کہ تقریب میں یہ تصریح ہے۔ صدوق الا انہ لو یسمع من ابیہ لہذا حدیث منقطع ہے
 قابل احتجاج نہ رہی۔ اس کے متعلق جواب میں۔ لعل یہ کہ حدیث منقطع ہمارے نزدیک حدیث مرسل کی طرح حجت ہے۔
 بشرطیکہ اس کے راوی ثقہ و عادل ہوں۔ امام ابن ہمام نے کتاب المحدثین لکھا ہے ان الانقطاع عندنا داخل
 فی الامر سال بعد اللہ المواتۃ و در تھا ہے کہ حدیث ہمارے تمام راوی ثقہ و عادل ہیں۔ اسناد حدیث ہذا
 قابل عمل ہے۔ دوم یہ کہ حافظ علیہ الرحمۃ نے تقریب میں اگرچہ عدم سماع علقمہ کی تصریح کی ہے۔ مگر وہ اصل یہ نفی اصول نے
 عدم اطلاع کی وجہ سے کی تھی اور دلیل اس کی یہ ہے۔ خود حافظ علیہ الرحمۃ نے دوسرے مقامات پر علقمہ کے سماع کا قول کیا ہے
 پھر اسی حافظ علیہ الرحمۃ تہذیب میں تو علقمہ ہی لکھتے ہیں۔

حکم الحسکری عن ابن معین ان قتال علقمہ
 حاکم الحسکری نے ابن معین سے بحکایت کی کہ ابن معین نے کہا کہ حدیث
 کی تقریب واصل نے اپنے باپ سے۔

اور برقع المرام باب حدیث واصل صلیت مع النبی صلی اللہ علیہ وسلم فکان
 یسلم عن بیئہ کہ متعلق لکھا ہے۔ رواہ البوادۃ دیا اسناد صحیح یعنی البوادۃ نے اس حدیث کو باسناد حسن روایت کیا۔
 پس حافظ ابن حجر علیہ الرحمۃ کا اصل حدیث کی صحت اسناد کا حکم کرنا اس امر کو مستلزم ہے۔ یہ حدیث منقطع ہے مرسل و منقطع نہیں ہے۔
 دوسرا وہ جس پر حدیث بطریق علقمہ عن ابیہ مبنی ہوئی ہے اس سے ثابت ہو کہ حافظ علیہ الرحمۃ کا اعتراض یہی ہے کہ علقمہ کا سماع اپنے
 والد سے درست ہے نیز روایت علقمہ عن ابیہ تو اجماع محدثین حقیقی ثابت ہے۔ امام ترمذی کتاب الحدود باب ما جاء فی المواتۃ
 حدیث علقمہ کے ذکر کے بعد لکھتے ہیں کہ علقمہ عن واصل بن حجر رستم من ابیہ وھو اکابرنا نے اپنے باپ سے سنا ہے۔ اور یہ
 اپنے بھائی عبد الجبار بن واصل سے بڑے ہیں۔ البتہ عبد الجبار کا سماع ثابت نہیں ہے۔

امام مسلم نے باب وجوب طہارت جماعت المسلمین عند ظهور الفلق کے شروع میں حدیث محمد بن مشن کی اسناد
 میں لکھا ہے عن علقمہ بن واصل فی النحر عن ابیہ وھو ہے کہ امام مسلم اصول میں کوئی منقطع حدیث نہیں لاتے۔
 پس امام مسلم کے نزدیک بھی سماع علقمہ عن ابیہ ثابت ہے۔ اسی طرح اکابر محدثین امام بخاری و مسلمانی و ابن عبد البر و ترمذی و
 ابوالحسن شاذلی و ترمذی و تاج محمد بن قطلوبغا۔ علی قاری و شیخ عبد الحق عوف و ابی کے نزدیک بھی علقمہ کا سماع صحیح اس حدیث
 ہے۔ و اللہ اعلم۔

حدیث موم حضرت ابیہ پر سے روایت ہے کہ جب امام بن العنابین کے تو قمر امی کو فرشتے بھی امی کہتے ہیں
 وان الامام یقول امیہ | اور امام بھی کہتے ہے

احمد شافعی صلاۃ اہل السنۃ ج ۱ ص ۱۰

اس حدیث سے واضح ہو کہ امام بھی امی کہتے ہیں کہ امام بن العنابین کو بھی کہتے ہیں۔ اور امی کا وقت سورہ فاتحہ

کے بعد ہے اور یہ بھی واضح ہوا کہ آئین اہستہ کنسی چاہیے کیونکہ اگر آئین بند آواز ہوتی تو حضور کو یہ فرمانے کی ضرورت نہ تھی۔
امام بھی آئین کہتا ہے "کیونکہ امام کی آئین تو خود ہی سنائی دیتی۔"

حدیث چہام حضرت عبد اللہ بن مسعود نے فرمایا
أَرَيْكُمْ يَخْفِيهِمْ إِلَّا مَا هُوَ الشَّعْرُ وَالْقَبِيلَةُ
وَالشَّاهِدِينَ رَجَعَ الْقَدِيرُ
چار چیزوں کو امام آہستہ کہے۔ اٹھو۔ مہمانکے۔ السلام۔ بسم
اللہ اور آئین

حدیث پنجم۔ حضرت عمن کہتے ہیں کہ سمرہ بن جندب و عمران بن حصین کا آئین میں لگا کر ہوا سمرہ بن جندب نے حدیث میں
کی کہ میں نے حضور علیہ السلام سے دو سنتوں کو یاد رکھا ہے۔

اُمید رکھتا جب آپ تکبیر کہتے اور دوسرا کہتا جب آپ قراءۃ غیر
المنعربہ علیہم ولا الضالین سے فارغ ہوتے۔
سَلَّمَ إِذَا كَتَبَهُ سَلَّمَ إِذَا فَرَعَ مِنْ قَرَأَةٍ أَوْ عَنَدِ
الْمُخْتَلَبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّالِّينَ (ابو داؤد)

تو حضرت سمرہ نے ان سنتوں کو یاد رکھا اور عمران نے اس کا انکار کیا۔ تو دونوں نے ابی بن کعب کو لکھا تو حضرت
ابی کعب نے سمرہ کی تصدیق کی۔ اس حدیث سے ثابت ہوا کہ حضور علیہ السلام تکبیر تحریمہ کے بعد سکوت فرماتے تھے
ظاہر ہے کہ آپ کا تکبیر تحریمہ کے بعد سکوت فرمانا شاء کو آہستہ نہ پڑھنے کے لئے تھا اور دوسرا کہتا ولا الضالین کے
بعد فرماتے تھے اور یہ کہتا آئین اہستہ کہنے کے لئے ہی ہو سکتا ہے۔ تو ثابت ہوا کہ حضور آئین اہستہ کہتے تھے۔ اور سمرہ
فارغ کے بعد سکوت فرمانے کی اور کوئی صورت ہو ہی نہیں سکتی۔ اگر یہ کہا جائے کہ الحمد کے بعد حضور کا سکوت قراءۃ
تادمہ لینے کے لئے تھا تو اس سے لایم اُسے لگا کر مقتدیوں کی آئین امام کی آئین سے پہلے واضح ہو کیونکہ مقتدیوں کو تو
امام کے ولا الضالین ختم کرنے کے بعد آئین کہنے کا حکم ہے۔ اور اب اگر حضرت نے سکوت فرمایا اور مقتدیوں نے آئین کہی تو
ان کی آئین امام کی آئین سے پہلے ہو گئی۔ ملاحظہ فرمائیے امام سے سبقت کرنا منع ہے پس ثابت ہوا کہ حضور آئین اہستہ کہتے تھے اور
پس کا آہستہ کہنا ہی مستحسن و مطلوب ہے۔

حدیث ششم (۱۶)

عَنْ أَبِي دَاوُدَ قَالَ كَانَ عُمَرُ وَ عَلِيٌّ لَا
يُحْمَلَانِ بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ وَلَا
بِالْشَّعْرَةِ وَلَا بِالْأَيْدِينَ (بخاری و طبرانی)
حضرت ابو داؤد سے روایت ہے کہ حضرت عمر و حضرت
علی ہسم اللہ العزیز اور آئین بسم اللہ العزیز سے نہیں
کہتے تھے۔

یہ اور اس معنی کی دیگر روایت سے واضح ہوتا ہے۔ کہ الحمد کے بعد امام و منفرد مقتدی کو آئین آہستہ کنسی مستحسن
اور اکثر صحابہ کرام کا ہی پر عمل ہے۔

حدیث ابو داؤد میں دال ابن جبر میں ہے۔ کہ حضور علیہ السلام نے جب ولا الضالین پڑھا تو آئین
تصیر حیات
کی دُرُكَمَ يَهَا صَوْتُهُ لَدُنْ رَأْسِي (۱۶) اور بعض روایات میں صَدَّ بَصَاحَتُهُ
بھی آیا ہے۔ محدثین نے اس کے معنی اٹال یعنی دساڑ کیا کے کہے ہیں اور بعض محدثین تھے مد سے مد عارضی
جو اول کلمہ میں ہوتا ہے یا آخر کلمہ میں وہ مروی ہے۔ یعنی یہ دو متقابل عزت کے ہے خفص کے مقابل میں ہے لہذا اس
سے جبر ثابت نہیں ہو گا۔ ورنہ امام بخاری اس حدیث کو مندرجہ اپنی صحیح میں درج کرتے یا کسی علت تادمہ کے

سبب انہوں نے اس کو ترک کیا ہوگا۔ مگر دلائل میں جو کہ اصل روایت میں مَدَّ ہے کما فی الترمذی جس کے سنہ کیچنے کے ہیں۔ مگر بلند آواز کے۔ لہذا رفع بھلا صوت کو بھی اسی پر نفی اس کرنا چاہیے۔ یا یہ روایت باطنی ہے۔ بعض راویوں نے مد کی تفسیر رفع سے کر دی اور مد کے معنی اطاعت کے ہیں یا مد عارضی کے۔ اور اگر باطنی رفع کے بھی بول تو مراد اس سے اتنی بلند آواز ہے کہ صفت اول میں سے ہوا کہ قریب ہوں وہ سن لیں۔ اور یہ بات اختلاف کے متناقی نہیں ہے۔ اس لئے کہ بلند اوقات صریحاً مذکور ہیں بھی امام سے قریب دالے امام کی قرأت میں لیتے ہیں چنانچہ اس کی تائید روایت المبرورہ سے جتنی ہے جس میں یہ ہے۔

کہ حضور نے آئین کمی۔ حتی کہ جو صفت اول میں آپ سے قریب تھا اس لئے سن لی۔

قال امین حتی یسمع من یلیہ من الصف الاول (ابوداؤد)

مگر مگر بھلا صوت سے بھرکا استدلال صحیح نہیں ہے

(ابوداؤد ص ۱۰۶) کہ آئین و قرأت خلف الامام دو دفع یدین و غیرہ ایسے مسائل نہیں ہیں۔ جن کی بنیاد پر ایک دوسرے پر زبان طعن و راز کی جائے اور اگر اسی وجہ دینی کے نوسے دیئے جائیں یہ فردعی مسائل ہیں اور بکثرت میں بھی ان کے مستثنیٰ دو ما میں تھیں اور اگر دین امام غیر ابوحنیفہ و شافعی و مالک و احمد رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے درمیان بھی ان مسائل میں اختلاف رہا ہے اور ہے اور ہر ایک فریق کے کتاب و سنت کو سامنے رکھ کر یہ ثابت داری سے جو کچھ سمجھا ہے اس پر عمل کیا ہے۔

غیر معتقد اولیٰ ان مسائل میں جو غلو کرتے ہیں۔ حتی کہ بعض تو اختلاف پر حدیث رسول کو پس پشت ڈال دینے لگے اگر امام لگاتے ہیں۔ یہ ان کی سخت نادانی سے انہیں اللہ سے ڈرنا چاہیے۔ ان مسائل میں غلو سے باز رہنا چاہیے۔ ہم یہ سنت و جماعت کے متعلق جو یہ کہا جاتا ہے کہ یہ لوگ زمین و رفع یدین کرنے والوں کو گمراہ سمجھتے ہیں۔ یہ بھی غلط ہے ہم ان فردعی مسائل کی بنیاد پر کسی کو گمراہ و بے دین نہیں قرار دیتے۔ البتہ غیر معتقد ابوہول سے ہمارا اصل اختلاف عقائد کا اختلاف ہے جس کی بنا پر ہم انہیں حق پر نہیں سمجھتے۔

باب صفت میں پہنچنے سے پہلے رکوع کر لینا

حضرت ابوہریرہ سے مروی ہے کہ وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس اس وقت پہنچے کہ آپ رکوع میں تھے۔ تو صفت میں شامل ہونے سے پہلے انہوں نے رکوع کر لیا۔ پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کا ذکر کیا تو آپ نے فرمایا۔ اللہ تیری حرم کو زیادہ کرے لیکن تم کو نہ ایسا نہ کرنا۔

باب إذا رکعتم دون الصف
عن ابی ہریرۃ أنہ انشغل الی اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم وهو رکع فزکرم
نبی أن یصل الی الصف فذکر ذلک
للنبی صلی اللہ علیہ وسلم فقال
ذاک الله جرمنا ولا تقعدوا (بخاری)

ابوہریرہ سے روایت کہ ابوہریرہ نے فرمائی کہ میں نے حضور کو رکوع میں دیکھا کہ وہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس پہنچے کہ آپ رکوع میں تھے۔ تو صفت میں شامل ہونے سے پہلے انہوں نے رکوع کر لیا۔ پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کا ذکر کیا تو آپ نے فرمایا۔ اللہ تیری حرم کو زیادہ کرے لیکن تم کو نہ ایسا نہ کرنا۔

کہ جو کچھ کو حالت یہ قائم یا رکوع یا سجود میں پڑے تو وہ میری اس حالت کی طرف تفت کرے جس پر میں ہوں۔

من وجہ الی تہاشا اور اکلہا و ساجدا انلیکن معی علی الحال الذی انی علیہا (یعنی ج ۳ ص ۱۱)

یعنی یہاں دو ذکر جماعت سے لئے کی ضرورت نہیں ہے۔ اہل بیت سے جوعت میں شامل ہونا چاہیے۔ اور اہم میں حالت میں
اس کی پیروی کرنی چاہیے۔ بعد از نماز کو رکوع میں یا نوافل میں رکعت میں بھی ضرورت دیگر سلام کے بعد اپنی حالت پر ہی کرنی چاہئے۔
۱۲) علامہ تھقلی نے فرمایا میں حدیث میں ایسی ہر رکعت میں سے کھٹ کے پیچھے آگئے کی نماز درست ہے۔ کیونکہ جب رکعتوں کے کھٹوں کے
میں نماز کا ایک حصہ جائز ہے۔ تو اس کے باقی سے بھی جائز ہونے چاہئیں۔ اور حضور علیہ السلام کا یہ قرائت کہ پھر ایسا نہ کرنا اہل بیت کے
نئے جو فضل ہے اس کی طوط برایت اسی ہے کہ فضل یہی ہے کہ جماعت میں شامل ہر رکعت میں سے۔ اگر اکیلے کھٹ کے پیچھے نماز جائز
ہو تو حضور علیہ السلام اس کو دوبارہ پڑھنے کا حکم فرماتے۔ (روح المسجود ج: ۱ ص: ۱۲۵)

۱۳) منیر میں لکھا ہے کہ مقتدی کے لئے کھٹ کے پیچھے کھڑا ہونا جبکہ کھٹ میں جگہ ہو مکروہ ہے۔ احادیث کی دلیل
اسی حدیث ہے۔ حضور نے حضرت ابوبکر کو اکیلے کھڑے ہونے سے منع فرمادیا۔ یہ نئی تحویلیں ہیں جسے درہم حضور علیہ السلام
خانہ کے دوبارہ پڑھنے کا حکم فرماتے۔

مقتدی کو کھٹ کے پیچھے
نہا کھڑا ہونا مکروہ ہے
مقتدی کو کھٹ کے پیچھے نہ کھڑا ہونا مکروہ ہے جبکہ کھٹ میں جگہ ہو دوہر اور اگر کھٹ
میں جگہ نہ ہو تو حرج نہیں۔ اور اگر کسی کو کھٹ میں سے اشارہ کر کے اپنے ساتھ
کھڑا کرے تو یہ بے اثر ہے۔ اشارہ سے اگر وہ پیچھے نہ بنے تو اس پر سے کھٹ مت و نفع ہوگا
دعالم گیری، اسی طرح حضور کو بھی کھٹ کے پیچھے کھڑا ہونا مکروہ ہے کیونکہ قیام و غیرہ افعال نماز لوگوں کے خلاف
ادا کر کے لا فلاح و تقدیر دعا نیکر کا

۱۴) اس حدیث سے یہ بھی ثابت ہوا کہ جو امام کے ساتھ رکوع میں لی گیا اس کو رکعت مل گئی۔ دیکھئے رکوع میں لئے
دائے برقیام تکبیر تحریر فرض و رکعتی رکوع میں لئے دے کے لئے یہ ضروری ہے کہ وہ قرا دیہ قیام کرے اور تکبیر تحریر
بھی کے اس کے بعد امام کے ساتھ رکوع میں شامل ہو۔ اگر بغیر قیام و تکبیر کے امام کے ساتھ رکوع میں لی گیا تو فرض میں رو جانے کی
وجہ سے سرے سے نماز ہوئی ہی نہیں لیکن اگر کھٹ میں شامل ہونے والا کھٹ و قرات کہیں کرتا۔ جس سے واضح ہوا کہ امام کے پیچھے
ناتقدیر صاف قرائت نہیں ہے اور نہ قرائت کا کوئی حصہ پڑھنا ضروری ہے کیوں اسی لئے کہ امام کی قرات مقتدی کے لئے کافی ہے جمعی
تو غیر قرات کے اور بغیر لھو پڑھے رکوع میں امام کے ساتھ شامل ہو جانے والے کو رکعت مل جاتی ہے۔ اور اس کی نماز صحیح
ہو جاتی ہے۔ ورنہ اگر امام کے پیچھے سرور کا تھوکا پڑھنا فرض یا واجب ہوتا تو رکوع میں لئے دے کی نماز ہی نہ ہوتی جو جائز
رکعت تھی۔ تا فہم

باب تکبیر یعنی اللہ اکبر کو رکوع میں ختم کرنا
یہ ابن عباس نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کیا ہے
اور مالک بن حویرث نے بھی اس باب میں روایت کی ہے۔
عمران بن حصین سے مروی ہے۔ انہوں نے کہا کہ بعض روایتیں
میں میں نے علی کے ساتھ نماز پڑھی۔ تو انہوں نے ہم کو کہہ
نماز باد لاؤ۔ جو ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے
ساتھ پڑھا کرتے تھے۔ پھر کہا کہ حضرت علی جب سر

بَلَّغُوا أَهْلَ الْبَيْتِ فِي الرَّكْعَةِ
قَالَ هُنَّ عَنَّا مِنْ عِزِّ بَيْتِي صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَ
بَلَّغُوا عَالِيَهُنَّ الْخَوَاصِّ
عَنْ عَمِّهِ بْنِ حُصَيْنٍ قَالَ صَلَّيْتُ مَعَ عَلِيٍّ
بِالْبَصْرَةِ فَقَالَ ذَكَرْنَا هَذَا الرَّجُلَ صَلَاةً
كُنَّا نَصَلِّيُهَا مَعَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى
اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَذَكَرْنَا أَنَّهُ كَانَتْ

اٹھتے اور جب سر جھکاتے اس وقت تکبیر کہتے۔

حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہ وہ لوگوں کو نماز پڑھاتے تھے۔ تو ہر جگہ ادا اٹھتے وقت تکبیر کہتے اور جب نماز پڑھ مکے رکعت کہ میری نماز بہت مشابہ ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز سے بہت قدامی نماز کے۔

محمد کو ابو بکر بن عبد الرحمن بن عمارؓ نے خبر دی انہوں نے حضرت ابو ہریرہؓ سے سنا وہ فرماتے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب نماز کے لئے کھڑے ہوتے تو اللہ اکبر کہتے پھر جب رکوع کرتے تو اللہ اکبر کہتے پھر فرماتے سبح اللہ لمن حمدہ جب رکوع سے اپنی بیٹھ اٹھتے پھر کھڑے ہی کھڑے ربناک الحمد کہتے۔ پھر اللہ اکبر کہتے ہوئے اچھڑے کھڑے اٹھتے۔ پھر جب سجدہ سے سر اٹھاتے تو اللہ اکبر کہتے۔ پھر دوسرا سجدہ کرتے وقت اللہ اکبر کہتے۔ پھر سر اٹھاتے وقت اللہ اکبر کہتے۔ پھر دوسری ساری نماز میں کرتے دہر رکعت میں تکبیریں نماز پوری ہونے تک اور جب دو رکعتیں پڑھ کر بیٹھ کر اٹھتے اس وقت بھی تکبیر کہتے۔

باب سجدہ میں جا کر تکبیر کو پورا کرنا

حضرت معروف بن عبد اللہ سے مروی ہے انہوں نے کہا کہ میں نے اور عمر بن حصین نے حضرت علی بن ابی طالبؓ کے پیچھے نماز پڑھی تو وہ جب سجدہ میں جلتے اللہ اکبر کہتے اور جب سجدہ سے سر اٹھتے تو اللہ اکبر کہتے اور جب دو رکعتیں پڑھ کر اٹھتے تو تکبیر کہتے جب نماز پڑھ چکے تو عمر بن حصین نے میرا ہاتھ پکڑا اور کہنے لگے آج اس شخص نے حضرت علیؓ سے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز کو دیکھ دلا دی یا ایوں کہا اس شخص نے ہم کو حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز پڑھائی۔

حضرت معروف سے مروی ہے انہوں نے کہا کہ میں نے ایک آدمی کو غلامی کے نام کہا اس نماز پڑھتے ہوئے دیکھا وہ جب سجدہ کرتا اور اٹھتا اور جب کھڑا ہوتا اور جب سجدہ میں جاتا تو تکبیر کہتا میں نے تعجباً اور دیکھا کہ وہ اس جہاس سے بیان کیا انہوں نے کہا اس تکبیر کی مثل میرے کیا یہ نماز علی صلی اللہ علیہ وسلم کی

تکبیر کا نماز کہ و کلمہ وضع
عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّهُ كَانَ يُصَلِّي بِهِمْ
تُكْبِرُ كُلَّمَا خَفِضَ رَفَعَهُ فَإِذَا انْصَرَفَ
قَالَ إِنِّي لَا أَشْبَهُكُمْ صَلَاةَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى
اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ (بخاری)

اخباری ابو بکر بن عبد الرحمن بن عمارؓ نے خبر دی
أَنَّهُ سَمِعَ أَبَاهُ هُرَيْرَةَ يَقُولُ كَانَ رَسُولُ اللَّهِ
صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا قَامَ إِلَى الصَّلَاةِ يُكْبِرُ
جِئِينَ يَقُولُ ثُمَّ يُكْبِرُ جِئِينَ يَرْكَعُ ثُمَّ يَقُولُ
سُبْحَانَ اللَّهِ لِمَنْ حَمْدُهُ جِئِينَ يَرْفَعُ صَلْبَهُ
مِنَ الرَّكْعَةِ ثُمَّ يَقُولُ وَهُوَ قَائِمٌ رَبَّنَا
لَكَ الْحَمْدُ ثُمَّ يُكْبِرُ جِئِينَ يَهْدِي ثُمَّ يُكْبِرُ
جِئِينَ يَرْكَعُ رَأْسَهُ ثُمَّ يُكْبِرُ جِئِينَ لِيَعْبُدَ ثُمَّ
يُكْبِرُ جِئِينَ يَرْفَعُ رَأْسَهُ ثُمَّ يَقُولُ ذَلِكَ
فِي الصَّلَاةِ كُلَّمَا سَعَى لِقَائِهِمَا وَيُكْبِرُ جِئِينَ
يَقُولُ مِنَ الشَّيْءِ بَعْدَ الْجُلُوسِ -

باب اتمام التكبير في السجود
عَنْ مُطَرِّقِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ قَالَ صَلَّيْتُ سَخَلَتْ
عَلِيَّ بْنَ أَبِي طَالِبٍ نَارَ عَمْرٍاءَ بْنِ حُسَيْنٍ تَكَانَ
إِذَا سَجَدَ كَبَّرَ وَإِذَا رَفَعَ رَأْسَهُ كَبَّرَ وَإِذَا
لَهَضَ مِنَ الرَّكْعَتَيْنِ كَبَّرَ فَلَمَّا نَفَى الصَّلَاةَ
أَخَذَ يَدِي جَمْعًا كَأَنَّهُ حُصَيْنِي فَقَالَ وَدِدْتُ
ذَكَرْتِي هَذِهِ صَلَاةَ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
لَوْ قَالَ لَقَدْ صَلَّيْنَا صَلَاةَ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللَّهُ
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

ممكن عكرمة قال رأيت رجلاً عند المقام يكبر في
كل خفض ورفع وإذا قام وإذا وضع فآخبرته أن
عمران قال أو ليس يترك صلاة النبي صلى الله
عليه وسلم إلا آفة لك (بخاری)

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ
عَنْ عَمْرِوَةَ تَالِ صَلَاتُكَ خَلْفَ شَيْخٍ بِمَكَّةَ
ثَلَاثِينَ يَوْمًا فِي عَشْرِينَ نَكْبَةً لَقِيتُ
إِبْرَاهِيمَ عَلَيْهِ السَّلَامُ فَقَالَ ثَلَاثِينَ نَكْبَةً
أَمَّا ثَلَاثِينَ إِلَى الْقَائِمِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ (بخاری)

باب سجدوں سے اُٹھتے وقت تکبیر کشا
حضرت مکرّم سے مروی ہے انہوں نے کہا میں نے کوئی ایک
شیخ کے جیسے نادر پڑھی کہ تمہوں نے پوری نماز میں بائیس تکبیر
کیں ہیں نے ان جہاں سے کہا یہ بوز صاحبہ وقت ہے
انہوں نے کہا تیری مال تجھ پر دوسے بیت تو حضرت ابو القاسم
اشعریؒ دیکھ کر منت ہے۔

ملاقات کا مقصود یہ ہے کہ جب دکر کے لئے جھکے اور سر کیسے نہای کر دکھائیں غم کرے۔ اس طرح مسجد کے لئے جب کمرے کے ترسید میں پہنچ کر تختہ کرے ۱۲۱ زیر عنوان مشین اپنے مقصود میں بالکل واضح ہیں ۲۴ انجیلیات انتقالی یعنی رکوع و مسجد وغیرہ کے لئے نہ کہ کمرے کی منت ہے خدا کی پادشاهت کا اتفاق ہے ۲۴ ہر کمرے میں بالکل تعمیر ہوئی ہیں تو چارہ کمرے کی تعداد میں تعمیر ہوئی ہیں اور کمرے تعمیر اور تعداد اول سے اٹھنے کے وقت کی تعمیر کی گئیں ۲۴ جو جاتی ہیں جن میں سارا تعمیر غور و کے سب کی منت ہیں اور کمرے تعمیر غرض ہے۔

[illegible]

بابہ کو کچھ ایسی مانتے گھنٹوں پر رکھنا
اور ابوحیدر نے اپنے ساتھیوں کے سامنے یہ کہا کہ تیرے
مذہب کے علم و فضل کو کچھ ایسی مانتے گھنٹوں پر رکھنا
مقرر ہے اسنو سچے مردی کے عمل کے کام میں لے بنے بابہ
بنیادی دھار کے پلو میں خانہ ٹرچی میں نے رکھنا میں ادوں
تجربیاں ملایں اور ادوں میں رکھ لیں میرے بابہ نے مجھ کو کچھ
اٹکنے کے لیے بھیجا کیا کیا کرتے تھے میرا اس سے متعلق
اور یہ حکم کئے گئے کہ انھوں کو گھنٹوں پر رکھیں۔

۱۵۔ نول آٹھ گھنٹہ اور اسی طرح جاکر رکھے اس سلسلہ کی چند حدیں یہ ہیں

حضرت امام ابو یوسف رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے

روغ کرتے یا طریقہ اگر حق رسید عالم قبلہ اللہ علیہ وسلم
اذا فرغت من ان تخلص راسك و كثر بخصوبه
و فكن في ذلك رهسلا

جب روغ کرتے تو سر پار کر کے اٹھاتے نہ جھکاتے بلکہ
معتدل حالت میں رکھتے۔

وَالَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ لَهُمْ أَجْرٌ كَثِيرٌ
وَالَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ لَهُمْ أَجْرٌ كَثِيرٌ
وَالَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ لَهُمْ أَجْرٌ كَثِيرٌ

تو جب آپ کو کھج کرتے تو پیٹھ کو پیس برابر رکھتے کہ
اگر آپ کئی پیٹھ پر بیٹھتی ڈال جائے تو پیٹھ پر
ٹھہر جائے۔

۱۳۱ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ
 اَنَّهُ رَكَعَ ثَمَّ جَاءَ فِي سَلَاةِهِ وَوَضَعُ يَدَيْهِ عَلَى
 رُكْبَتَيْهِ وَكَبَّرَ بَيْنَ اَصَابِعِهِ مِنْ ذَوَابِرِ
 رُكْبَتَيْهِ وَقَالَ هَكَذَا رَأَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى
 اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّي (ابوداؤد و نسائی)

گراہوں نے رکوع کیا تو اپنے ہاتھوں کو اگلے کیا یعنی
 پہلے سے اور اٹھوں کو گھٹنوں پر رکھا اور انگلیوں کو کشادہ
 کیا اور کہائیں نے حضور کو اسی طرح نماز پڑھتے ہوئے دیکھا
 ہے :

ان احادیث سے واضح ہوا کہ رکوع میں گھٹنوں کو ہاتھ سے پرکے اس طرح کہ پھیلیاں گھٹنے پر ہوں اور انگلیاں خوب پھیل ہوں
 ہوں اور شیعہ بھی ہونی چاہیے اور سر بھیجے کہ برابر ہو اور نچا نیچا نہ ہو۔

بَابُ اِذَا كُنْتُمْ يُنْفَعُ الرَّكْعُ
 قَالَ نَأَى مَحْدُودَةً وَرَجُلًا لَا يَنْفَعُ
 الرَّكْعُ ذَا السُّجُودِ قَالَ مَا صَلَّيْتُ وَكُنْتُ
 مُتَّ مَتَّ عَلَى حَيْثُ الْفُطْرَةِ الْبَقِي قَطْرًا اللَّهُ
 لَحَمْدًا صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ (بخاری)

باب جب رکوع اچھی طرح نہ کرے تو کیا حکم ہے :
 زید بن وہب کہتے ہیں کہ حضرت عقیقہ نے ایک شخص کو
 دیکھا کہ وہ رکوع و سجود سے ظہور پر نہیں رکھتا تو انہوں نے کہا
 تو نے نماز نہیں پڑھی اگر تو رکھتا تو اس طریقہ پر نہیں پڑھتا جو حضور صلی
 عام صلی اللہ علیہ وسلم کا طریقہ ہے

اس حدیث سے ثابت ہوا کہ نماز کے ارکان میں تبدیلی ضروری ہے یعنی رکوع و سجود و جہ سے کم از کم
 ایک بار سجدہ کی مقدار ضروری ہے۔ امام اعظم ابو حنیفہ و امام محمد کے نزدیک تبدیل ارکان واجب ہے اور امام شافعی و
 ابو یوسف کے نزدیک فرض ہے۔ امام اعظم علیہ الرحمہ یہ فرماتے ہیں کہ صحیح طریقہ پر رکوع نہ کرنے والے کے متعلق یوسف
 فرمایا گیا ہے کہ اس نے نماز ہی نہیں پڑھی تو اس کا مقصود سر نہ رکھنا میں مبالغہ کرتا ہے یہ مطلب نہیں ہے کہ تبدیل ارکان
 نہ کرنے والے کی نماز ہی باطل ہے۔

بَابُ اِسْتِخْوَابِ الظُّلُمِ فِي الرَّكْعِ
 وَقَالَ اَبُو حَنِيفَةَ فِي اَصْحَابِ رُكْعِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ
 عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثُمَّ هَضَمَ فَطْرَهُ (بخاری)

باب رکوع میں بیٹھ کر رکھنا
 اور ابو حنیفہ نے اپنے ساتھیوں کے سامنے کہا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم
 نے رکوع کیا تو انہی بھی گھٹکھارایا۔

اس شخص کو امام نے باب منہ ابویوس فی التمسد میں پورے متن کے ساتھ ذکر کیا ہے۔ اس سے واضح ہوا کہ رکوع
 میں بیٹھ کر سر پر ہمارا ہمارا ہونے چاہئیں۔ حدیث ابوداؤد میں ہے کہ آپ نے رکوع میں اپنے ہاتھوں کو گمان کی طرح کسا اور اپنے
 پھلوں سے جدا کر کے اور ہاتھ کے برابر رکھا نہ اونچا نہ نیچا۔

بَابُ حَذْرِ اِتِّسَامِ الرَّكْعِ وَالْاِغْتِدَالِ فِيهِ
 وَالْاِطْلَامِ بِنِصَّةٍ

باب رکوع کو گمان تکسب نہ کرے اور رکوع کے بعد کھڑے
 ہونے کو اور اٹھناں کا بیان۔

عَنْ اَبِي بَكْرٍ قَالَ كَانَ رُكْعُ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ
 عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَحْدُودًا وَبَيْنَ السُّجُودِ تَيْنٌ وَ
 اِذَا رَفَعَ مِنَ الرَّكْعِ مَاحِلًا اِلَيْقَامِهِ وَالْقَعْدَةَ
 ثَرِيًّا مِمَّنِ الشَّعَاءِ (بخاری)

حضرت وار سے مروی ہے کہ انہوں نے کہا کہ نبی صلی اللہ علیہ
 وسلم کا رکوع اور سجود اور سجود کے درمیانی جگہ اور رکوع
 کے بعد کا قیام (قعود) یہ سب قریب قریب برابر تھے۔ مواقیع
 اور تہجد کے قعود کے

إِذَا رَكَعَ أَحَدُكُمْ فَلْيَقُلْ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ
سُبْحَانَ رَبِّيَ الْعَظِيمِ وَذَلِكَ أَدْنَاهُ كَمَا إِذَا سَجَدَ
فَلْيَقُلْ سُبْحَانَ رَبِّيَ الْأَعْلَى ثَلَاثًا شَأْوَ ذَلِكَ
أَدْنَاهُ

درآمد و دوجہ ۱۳۳

جب تم میں سے کوئی رکوع کرے تو تین بار سبحان
ربی العظیم کہے۔ اور سجدہ میں تین بار سبحان رب
الاعلیٰ کہے۔ اور یہ تین بار کتنا ادنیٰ درجہ ہے۔

معلوم ہوا کہ رکوع و سجدہ میں کم سے کم تین بار تسبیح کتنا ادنیٰ درجہ ہے اور اس میں کمی اچھی نہیں ہے۔ ذلک ادنیٰ
سے واضح ہوا کہ تین بار سے زیادہ پڑھنا افضل و بہتر ہے۔ واضح ہو کہ یہ تمام احکم علیہ الرحمۃ کا مختار ہے کہ رکوع میں
سبحان ربی العظیم اور سجدہ میں سبحان ربی الاعلیٰ پڑھے۔ گو کہ دیگر وہ دعائیں جو حضور کے منقول ہیں وہ بھی جائز ہیں مگر افضل و
بہتر یہی ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ دیگر دعائوں کے متعلق جس قدر احادیث وارد ہیں وہ سب کی سب فضیلت میں اور سبحان ربی العظیم
و سبحان ربی الاعلیٰ پڑھنے کے متعلق تو ایسی حدیث ہے جس کو فضیلت پر ترجیح ہونی چاہیے۔ رکوع و سجدہ میں تسبیح کا
پڑھنا مسنون ہے ۱۳۳ احکم علیہ السلام تفصیل ہے۔ سجدہ میں رکوع کی نسبت تو مانع زیادہ ہے۔ حتیٰ کہ پیشانی پر احکم علیہ السلام
سے ہے وہ بخیر و رب عالمین بھکتا جاتی ہے۔ اس لئے سجدہ میں سبحان ربی الاعلیٰ کتنا مناسب ہوا۔ اور رکوع میں اس درجہ کی
ماجوزی نہیں ہے اس لئے بحالت رکوع سبحان ربی العظیم پڑھنا مناسب ہوا۔

باب ۱۰۔ امام اور مقتدی رکوع سے سر اٹھانے کے وقت
کیا کہیں۔

حضرت ابو ہریرہ سے مروی ہے انہوں نے کہا نبی صلی اللہ
علیہ وسلم جب سمع اللہ من محمد فرماتے تو کہتے اللھم ربنا
والک الحمد اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم جب رکوع کرتے اور جب
رکوع سے سر اٹھاتے تو اشد اکبر کہتے اور جب دونوں سجدوں
کے کہے کہتے ہوتے تب بھی اشد اکبر کہتے۔

بَابُ مَا يَقُولُ الْإِمَامُ وَرَجُلٌ خَلْفَهُ إِذَا رَكَعَ
رَأْسَهُ مِنَ التَّوَكُّعِ

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ إِذَا قَامَ سَمِعَ اللَّهَ لِمَنْ حَمِدَهُ قَالَ اللَّهُمَّ
رَبَّنَا ذَلِكَ الْحَمْدُ رِكَانُ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا
رَكَعَ وَإِذَا رَفَعَهُ رَأْسَهُ يَكْبُرُ وَإِذَا قَامَ مِنْ
التَّوَكُّعِ تَبَيَّنَ قَالَ اللَّهُ أَكْبَرُ (بخاری)

یہ حدیث عنوان کے جوابوں کے تو مناسب ہے مگر جو ثانی یعنی مقتدی بھی تسبیح و تحمید دونوں کہے۔ اس پر حدیث میں
کوئی دلالت نہیں ہے۔ اس حدیث سے واضح ہوا کہ امام و مقتدی تسبیح اور تحمید دونوں کہے لیکن مقتدی صرف ربنا والک الحمد
کہے جیسا کہ یہ حدیث میں اس کی تصریح ہے۔

بَابُ فَيَقُولُ اللَّهُمَّ رَبَّنَا ذَلِكَ الْحَمْدُ

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى
اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِذَا قَامَ الْإِمَامُ سَمِعَ
اللَّهُ لِمَنْ حَمِدَهُ فَقُولُوا اللَّهُمَّ رَبَّنَا
وَالْحَمْدُ فَتَبَيَّنَ مِنْ ذَلِكَ
قَوْلُهُ قَوْلَ الْمَلِكِ غَيْرَ لَهُ مَا تَقَدَّمَ

درآمد

میں ذنبہ

باب اللھم ربنا والک الحمد کہنے کی فضیلت

حضرت ابو ہریرہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب امام سمع اللہ من
حمد کہے تو تم اللھم ربنا والک الحمد کو
کیونکہ جس کا یہ کنا فرشتوں کے کہنے کے موافق ہو جائے
تو اس کے گزشتہ گناہ معاف کر دیئے جائیں گے۔

اہم و مفرد و جمیع و جمیع دونوں کے اگر شریاب کی حدیث سے ثابت ہوا کہ جو امام چودہ شخص جو ایک سال نماز پڑھ رہا ہے وہ
تیسع و جمیع دونوں کے اور اس عنوان کی حدیث سے واضح ہوا کہ مقتدی صرف دینا لک
الحمد کے ہی طرح حدیث اس میں ہے۔ حضور علیہ السلام نے قرآن امام اس لئے ہے کہ اس کی پیروی کی جائے جب وہ تکبیر کہے تم بھی کہو جب
وہ رکعت کہے تم بھی کہو کہ جب وہ سر اٹھائے تم بھی اٹھاؤ۔

جب وہ صبح اللہ من حمد کہے تو تم مقتدی اور بنا لک الحمد کہو
اور جب وہ سجدہ کرے تو تم بھی سجدہ کرو۔

باب۔ حضرت ابو ہریرہ سے مروی ہے۔ انہوں نے کہا میں
تمہاری نماز نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز کے قریب قریب
کر دوں گا۔ تو ابو ہریرہ غم کی اخیر رکعت میں اور مشرک کی
اخیر رکعت میں صبح اللہ من حمد کہنے کے بعد مسلمانوں کے لئے
دعا کرتے اور کافروں پر لعنت کرتے۔

حضرت انس سے مروی ہے انہوں نے کہا کہ دعائے قنوت فجر اور
مغرب کی نماز میں پڑھی جاتی تھی۔

شرائخ نماز فجر کی دوسری رکعت میں رکوع سے قبل قنوت کے قائل ہیں اور سیدنا امام اعظم علیہ الرحمۃ کا مسلک یہ ہے کہ قنوت صرف
فجر کی دوسری رکعت میں رکوع سے پہلے پڑھا جاتا ہے۔

نماز فجر میں قنوت پڑھنے کی بحث | اس مسئلہ کی چند حدیثوں پر غور کیجئے

حضرت عبد اللہ بن مسعود سے روایت ہے کہ حضور علیہ السلام
نے فجر کی نماز میں بھی قنوت نہیں پڑھی۔ مگر ایک ہندو جبکہ ایک
قیدی مشرکین سے آپ معروف جہاد تھے اور ان کی ہلاکت کی
دعا فرماتے تھے۔

ابو ابن ہاشم نے فرمایا حضرت ابو ہریرہ سے روایت ہے کہ جب آپ نے قنوت پڑھا تو انہوں نے کہا

حضرت نے قنوت صرف ایک ماہ پڑھی جبکہ آپ نے شرفِ نبوی کو تبلیغ
کے لئے بھیجا تھا اور وہ شہید کر دیئے گئے۔ اس پر آپ
رکوع کے بعد ان کفار کی ہلاکت کی دعا فرماتے تھے۔

۱۲۔ قَالَ كَمْ لَيْقُنْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الْعَجْرِ فَقَالَ لَا شَيْءًا وَاحِدًا لَأَنَّهُ حَادِبٌ حَيَّاهُ مِنَ الْمُشْرِكِينَ فَكُنْتُ يَدُ عَوَاكِلِهِمْ فَفُتِحَ الْقُرْبَابُ لِلْإِزَارِ

۱۳۔ اور حضرت انس نے ہمام اہل کے سوال کے جواب میں کہا
إِنَّمَا أَقْبَلْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ شَهْرًا
إِذَا كَانَ أَمَّا سَائِلُهَا لَهُمْ الْقُرْآنُ سَبْعُونَ رَجُلًا
فَأَصْبَحُوا أَقْبَلْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
بَعْدَ الْكُرْبَى شَهْرًا يَدُ عَوَاكِلِهِمْ رَجُلًا وَاسْمُهُ

۱۴۔ امام ابو ہریرہ سے روایت ہے کہ حضور علیہ السلام نے قنوت رطل
دوران کی ہلاکت کے لئے قنوت پڑھی۔

پھر جب آپ اپنی پرغالب آگئے تو ترک فرمادی

فَلَمَّا ظَهَرَ عَلَيْهِمْ تَرَكَ الْقُنُوتَ طحاوی

قوت ایک ماہ تک پڑھی۔ اس سے پہلے اس کے بعد کبھی نہیں پڑھی۔

إِلَّا شَقْرًا قَاجِدًا لَّحْدُ يَنْقُتُ قَبْلَهُ وَلَا يَحْدُكَ (۱۵)

(۱۵) ابو داؤد و نسائی نے حضرت انس سے روایت کی کہ

إِنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَنَنْتُ شَقْرًا لَمْ تَرَكَهُ

حضور علیہ السلام نے مرت ایک ماہ قوت پڑھی رہے ترک فرمادی۔

(۱۶) ترمذی و نسائی و ابن ماجہ نے حضرت ابو مالک اشجعی سے روایت کی کہ میں نے اپنے والد سے پوچھا کہ آپ نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جناب ابو بکر و عمر و عثمان اور علی رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی اقتدا میں رکوع میں اتنی بار پانچ سال نماز پڑھی کیا یہ حضرت قنوت پڑھتے تھے

قَالَ بَابُ قَنَاتٍ

قانون نے جواب دیا یہ بدعت ہے یعنی ہمیشہ قنوت پڑھنا

ان احادیث سے واضح ہوا کہ حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک خاص موقع پر قنوت پڑھی ہے اس کے بعد ترک فرما دیا ہے۔ لہذا ان حدیثوں میں قنوت پڑھنے کا ذکر ہے۔ یہ اس لئے کہ نماز قنوت پڑھنا مشروع ہے۔ ایک نقطہ استدلال ہے۔ یہ سوال کہ اگر کوئی مصیبت نازل ہو جائے تو قنوت پڑھی جائے یا نہیں۔ تو اعتقاد اس میں ہے کہ قنوت نماز غیر مستحب پڑھی جائے۔ بلکہ خارج نماز پڑھ لی جائے کیونکہ تحدید ترک اور لایقنت قبلہ و لا بعدہ سے تو یہی واضح ہوتا ہے۔ کہ پھر حضور نے غزوہ بدر کے خطرناک موقع پر بھی قنوت نہیں پڑھی۔ اس بارہ نماز کے موقع پر پڑھ لے تو جائز ہے کیونکہ حضرت علی کا جنگ صفین کے موقع پر اور جناب فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا جنگ کے موقع پر قنوت پڑھنا مروی ہے لیکن نماز غیر میں ہمیشہ قنوت پڑھنا کسی حدیث سے ثابت نہیں ہے۔

عَنْ رِجَالٍ عَنِ ابْنِ رَافِعٍ الزُّرْقِيُّ قَالَ كُنَّا يَوْمًا لِّصَبِّ دَعَاؤِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلَمَّا رَفَعَ رَأْسَهُ مِنْ الرُّكْعَةِ قَالَ سَمِعَ اللَّهُ لِمَنْ حَمِدَهُ قَالَ رَجُلٌ قَدَّاهُ رَجُلًا ذَلِكَ الْحَمْدُ حَمْدًا كَتَبَ بَرًّا طَيِّبًا مُبَارَكًا نِيْلًا فَلَمَّا انْصَرَفَ قَالَ مَنِ الْمُتَكَلِّمُ قَالَ أَنَا قَالَ رَأَيْتَ لِيَصْنَعَهُ فَنُكَلِّتُكَ مَلَكًا يَحْتَدِرُ رُؤُسَهَا أَيْضَهُ يَكْتُمُهَا أَوَّلَ

حضرت رفاعة بن رافع زرقی سے مروی ہے انہوں نے کہا کہ ایک دن ہم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے نماز پڑھ رہے تھے۔ جب آپ نے رکوع سے سر اٹھایا تو فرمایا سمع اللہ لمن حمدہ ایک شخص رونما دے انے آپ کے پیچھے یوں کہا ربنا ولك الحمد حمدًا اکتبنا لہ طیبنا صبار کا فیہ جب آپ نے سلام پھیرا تو فرمایا یہ کلام کس نے کیا تھا۔ وہ شخص دلا میں تھے آپ نے فرمایا میں نے تم سے دعا کرتا ہوں کہ وہ کبھی ہر ایک لپک رہا تھا کہ کون پہلے اس کو لکھتا ہے۔

یہ حدیث اپنے معنوں میں واضح ہے اس میں تحمید کی اہمیت و فضیلت کا اظہار ہے جب نمازی دینا ولك الحمد کہتے تو عیاں لکھنے والے فرشتوں میں ہر ایک اس لپکی کے لکھنے کے لئے مامور ہوتا ہے۔

بَابُ الطَّاهِرَاتِ مِنْ جَنِّ يَرْتَفِعُ نَافَسُهُ

باب رکوع سے سر اٹھانے کے بعد اطمینان سے کھڑا ہونا۔

مِنْ الرُّكُوعِ

وَقَالَ أَبُو حَمْدٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
 اسْتَوَى حَتَّى يَعُوذَ كُلُّ نَفْسٍ مَكَائِلًا
 عَنْ ثَابِتٍ قَالَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَنَا صَلَوةً
 الْيَتِي صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَمَا كَانَ يُصَلِّي قَبْلَ إِذَا
 رَفَعَ رَأْسَهُ مِنَ الرَّكْعَةِ ثَامِرٌ حَتَّى يَقُولَ قَدْ نَبِي
 عَنْ ابْنِ بَرْدٍ قَالَ كَانَ رُكُوعُ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ
 عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَتَجَوُّدُهُ إِذَا رَفَعَ رَأْسَهُ
 مِنَ الرَّكْعَةِ وَبَيْنَ السَّجْدَةِ كَيْفِي تَرِييَا
 مِنَ السَّوَاءِ عَنْ أَبِي ثَلَاثَةَ قَالَ كَانَ مَالِكُ
 بْنُ الْحُوَيْرِثِ يَرِينَا كَيْفَ كَانَ صَلَوةُ النَّبِيِّ صَلَّى
 اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي ذَلِكَ فِي حَيِّهِ وَفِي صَلَوةٍ
 فَقَامَ قَامُكَنَ الْقِيَامَ ثُمَّ رَكَعَ ثَامِرُكَنَ
 الرَّكْعَةِ ثُمَّ رَفَعَ رَأْسَهُ فَالْصَّبَّ هُنَا
 قَالَ فَصَلَّى بَيْنَا صَلَوةً شَيْخُنَا هَذَا أَرَبُ
 يَزِيدُ وَكَانَ أَبُو يَزِيدَ إِذَا رَفَعَ
 رَأْسَهُ مِنَ السَّجْدَةِ الْأَخِيرَةِ اسْتَوَى
 تَاجِدًا ثُمَّ لَهَضَ

اور ابو حمید نے کہا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے رکوع سے سر
 اٹھایا اور سید سے کھڑے ہوئے بال تک کہ ٹیٹھ کا ہر جوڑائی جگہ
 پر آگیا حضرت ثابت سے مروی ہے۔ انہوں نے کہا کہ
 حضرت انس نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز ہم کو پڑھ کر دکھائے
 تو نماز میں کھڑے ہوتے جب رکوع سے سر اٹھاتے تو اتنی دیر تک
 کھڑے رہتے ہم کہتے کہ بھول گئے۔ حضرت ہمارے مروی ہے کہ
 انہوں نے کہا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا رکوع اور سجدے اور
 رکوع سے سر اٹھا کر کھڑے رہنا اور دونوں سجدوں کے
 بیچ میں بیٹھنا قریب قریب برابر ہوتا ہے۔ حضرت ابو ظاہر
 سے مروی ہے انہوں نے کہا کہ مالک بن حورث صحابی ہم کو
 نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز پڑھ کر دکھاتے تھے اور یہ نماز کا
 وقت نہ تھا۔ مالک بن حورث کھڑے ہوئے تو اچھی طرح
 کھڑے رہے۔ پھر رکوع کیا تو اچھی طرح کیا۔ پھر رکوع سے
 سر اٹھایا تو تھوڑی دیر سید سے کھڑے رہے اور ظاہر ہے کہ انہوں نے
 نے ہمارے اس شیخ و زید کی طرح نماز پڑھی۔ ابو زید جب دوسرے
 سجدے سے سر اٹھاتے تو فوراً نہیں کھڑے ہوتے تھے بلکہ اسید سے
 بیٹھ جاتے پھر کھڑے ہوتے۔

ان احادیث سے واضح ہوا کہ تعدیل ارکان و اجابت نماز سے
 بے گمان اللہ کئے کی قدر کثرت۔ اسی طرح رکوع سے سیدھا کھڑا ہوا۔ جلسہ یعنی دو سجدوں کے درمیان سیدھا بیٹھنا کہ اعضا سب سکے
 سب اپنی جگہ آجائیں ان احادیث پر گزشتہ ادوات میں بحث ہو چکی ہے۔
 عام طور پر لوگ تعدیل ارکان کا خیال نہیں رکھتے۔ رکوع و سجدہ پورے طریقہ سے نہیں کرتے۔ ایسے لوگوں کی نماز کو وہ تحریر
 برقی سے اور مفسر سلمان کو تعدیل ارکان کا خیال رکھنا چاہیئے۔

باب: سجدے کے لئے اللہ اکبر کہتا ہوا جھکے
 اور تفع نے کہا کہ عبد اللہ بن عمر جب سجدہ میں جاتے لگتے تو
 پہلے ہاتھ زمین پر رکھتے پھر گھٹنے۔

يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ يَا لَشَكْلِ رَجُلٍ يَسْجُدُ
 وَقَالَ ثَابِتٌ كَانَ ابْنُ عَمْرٍو يُعَلِّمُ يَدَهُ يَدَهُ
 قَبْلَ رُكْبَتَيْهِ رِغَارِي

اس تعلیق کو عماری نے وصل کیا۔ امام مالک، ابو حنیفہ و حسن کا مختار بھی یہ ہی
 ہے کہ جب سجدہ میں جاتے تو پہلے زمین پر ہاتھ رکھے۔ پھر گھٹنے ٹیکے۔ اور حضرت
 فاروق اعظم و حضرت ابن مسعود مسلم بن یسار سیفان بن سید محمود و عمار
 فقہاء و اہل کو قہ محمد بن میمون و امام شافعی و احمد و امام غزالی ابو یوسف و رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے نزدیک اولیٰ یہ ہے کہ

سجدہ میں جاتے ہوئے پہلے
 گھٹنوں کو پھر ہاتھ زمین پر رکھے

مسجد میں جاتے ہوئے پہلے گھٹنوں کو اس کے بعد اُمتوں کو زمین پر رکھے۔ علامہ ابن قیم نے بھی حدیث والی بن حجر کو ترجیح دی ہے جس میں یہ ہے کہ حضور علیہ السلام

إِذَا تَوَضَّعَ رُكْبَتَيْهِ قَبْلَ يَدَيْهِ وَإِذَا أَهْضَلَ رَقَعَ يَدَيْهِ قَبْلَ رُكْبَتَيْهِ رَوَاهُ الْإِسْنَادُ الْمَوْحُودُ ۲۵۲

جب مسجد فراتے تو پہلے گھٹنیں زمین پر رکھتے۔ اس کے بعد اُمتوں کو زمین پر رکھتے۔ جب مسجد سے اُٹھتے تو پہلے ہاتھوں کو اٹھاتے۔

علامہ ابن قیم نے دس وجوہ سے حدیث والی کو ترجیح دی ہے جس میں ایک وجہ یہ ہے کہ حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فریضے کے کعبہ نماز میں سے کوئی مسجد کر کے توازن کی طرح ذکر سے اور اوڑھنا جب ٹھیک ہے تو پہلے اس کے دونوں ہاتھ زمین پر رکھتے ہیں اور ٹانگیں کمر کی ہمتی میں اس کے بعد وہ ٹانگوں کو سمیٹ لیتا ہے۔ تو اگر مسجد میں جاتے ہوئے پہلے ہاتھ زمین پر رکھے جائیں اس کے بعد گھٹنیں تو یہ اونٹ کی طرح بیٹھنا ہوگا اور اس سے حضور نے منع فرمایا ہے۔ لہذا مسجد میں جاتے ہوئے پہلے گھٹنیں اس کے بعد ہاتھ زمین پر رکھنے چاہئیں۔

شیل الادوار ج ۲ ص ۲۵۲

إِنَّ آيَاتَهُ بَرَةٌ كَانَ يُكَيِّدُ فِي كُلِّ صَلَاةٍ مِنْ أَلَمُوتِهِ وَغَيْرِهَا فِي رَمَعَاتٍ وَخَيْرِهِ يُكَيِّدُ حِينَ يَقُومُ ثُمَّ يُكَيِّدُ حِينَ يَقُولُ سَمِعَ اللَّهُ لِمَنْ حَمِدَهُ أَنْ يُعْبَدَ ثُمَّ يَقُولُ اللَّهُ أَكْبَرُ حِينَ يَقُومُ سَاجِدًا ثُمَّ يُكَيِّدُ حِينَ يَقُومُ رَأْسَهُ مِنَ السُّجُودِ ثُمَّ يُكَيِّدُ حِينَ يَسْجُدُ ثُمَّ يُكَيِّدُ حِينَ يَرْفَعُ رَأْسَهُ مِنَ السُّجُودِ ثُمَّ يُكَيِّدُ حِينَ يَقُومُ مِنَ السُّجُودِ فِي الْإِسْتِثْنَاءِ وَيَفْعَلُ ذَلِكَ فِي كُلِّ رُكْعَةٍ حَتَّى يَقْضِيَ مِنَ الصَّلَاةِ ثُمَّ يَقُولُ حِينَ يَخْرُجُ وَاللَّهُ فِي نَفْسِهِ بِبَيِّنَةٍ إِنْ لَا أَفَرَّكُمْ شَبَّهَا بِصَلَاةِ رَسُولٍ عَلَيْهِ صَلَّي اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنْ كَانَتْ هَذِهِ الصَّلَاةُ حَتَّى قَارَنَ الدُّنْيَا قَالَا وَقَالَ أَبُو هُرَيْرَةَ كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّي اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حِينَ يَرْفَعُ رَأْسَهُ يَقُولُ سَمِعَ اللَّهُ لِمَنْ حَمِدَهُ رَتَبًا ذَلِكَ الْحَمْدُ يَدْعُو لِحَالِ قِيَمَتِهِمْ بِأَسْمَائِهِمْ يَقُولُ اللَّهُمَّ أَعْزِزْ الْوَلِيدَ بْنَ الْوَلِيدِ وَسَلِّمْ بَيْنَ هُشَامِ بْنِ عَمَّارٍ وَبَيْنَ أَبِي رَيْحَةَ وَالْمُسْتَضَفِّينَ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ

حضرت ابو ہریرہ ہر ایک فرض اور نفل نماز میں رمضان میں یا اور کسی مہینے میں جب نماز کے لئے کھڑے ہوتے تو اللہ اکبر کہتے پھر رکوع کے وقت تکبیر کہتے پھر رکوع سے سر اٹھا کر سمع اللہ لمن حمد کہتے۔ پھر رہنما دلت الحمد مسجد کرنے سے پہلے کہتے۔ پھر جب مسجد کے لئے جھکتے تو اللہ اکبر کہتے پھر جب مسجد سے سر اٹھاتے تو اللہ اکبر کہتے پھر دوبارہ مسجد کرنے وقت اللہ اکبر کہتے پھر جب دو رکعتیں پڑھ کر قعدہ کر کے کھڑے ہوتے گتے تو اللہ اکبر کہتے اور ہر رکعت میں ایسا ہی کیا کرتے نماز سے فارغ ہونے تک پھر نماز کے بعد فراتے مجھے قسم ہے اس ذات کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے تم سب لوگوں میں میری نماز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز سے زیادہ مشابہ ہے اور آپ اسی طرح نماز پڑھتے ہے یہاں تک کہ دینا سے کشر بیٹ لے گئے۔ ابو ہریرہ اور ابوسلمہ دونوں نے کہا کہ ابو ہریرہ کہتے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب رکوع سے سر اٹھاتے تو سمع اللہ لمن حمد کہتا تھا تو اللہ اکبر کہتے یہ کہہ کر چڑھ دیوں گے کہ لے ان کا ہم لے کر دعا کرتے۔ آپ فرماتے یا اللہ ولید بن ولید اور سلمہ بن بشام اللہ عباس بن ابی ربیعہ اور عمرو بن لوطان والوں کو جو کافروں کے ہاتھ میں تھے

بھڑا دے یا اللہ مضر کے کا قول پر سخت مار کر ادا کر
پر ایسا قحط بھیج جیسا کہ حضرت یوسفؑ کے زمانہ میں قحط ہوا
تھا اور پھر یہ نے کہا اس زمانہ میں مشرق والے مضر کے
لوگ آپ کے دشمن تھے۔

اللَّهُمَّ أَشَدُّ دَ ظَلَمًا تَكَ عَلَى مُضَرَ
ذَاجَعَلَهُمَا عَلَيْهِمْ سِتْنَيْنِ كَيْسِيْنِي يُؤَسَفُ
ذَ أَهْلُ الشَّرِيقِ يُؤَسَفُونَ قِيْنَ مُضَرَ
مُخَالِفُونَ (بخاری)

۱۱۱۱ حدیث اپنے مضمون میں واضح ہے اس سے معلوم ہوا کہ جب فائدہ کے لئے کھڑا ہو تو تکبیر کے جب رکوع میں جملے کو تکبیر
کے رکوع سے سرفشانے کے وقت صبح اللہ کے پھر سجدہ میں جملے۔ سجدہ سے اٹھنے کے وقت بھی تکبیر کے۔ اسی طرح اپنی سب
غائب پوری کرے ۱۲۔ علامہ خطابی نے فرمایا اس میں اس امر کا ثبوت ہے کہ قوتِ نازلہ رکوع سے اٹھنے کے بعد پڑھے گزشتہ منعمات میں
بیابا چاہیگا ہے کہ حضور علیہ السلام نے نماز میں قنوت پڑھی ہے۔ مگر اس کو ترک فرما دیا تھا۔ لہذا احتیاطاً اسی میں ہے کہ نماز میں قنوت
مازلہ پڑھی جملے ۱۳۔ اس کے بعد امام نے جو حدیث لکھی ہے اس کے ابتدائی جملوں کا خلاصہ یہ ہے کہ حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ حضور
عید اسلام کو طے کی ماری سے فرشِ زمین پر طرہ فرما ہے تو آپ کی دہنی جانب چھل گئی ہم لوگ آپ کی بیاد کے لئے حاضر ہوئے کہ نماز
کا وقت آگیا آپ نے ٹھیک نماز پڑھائی ہم نے بھی بیٹھ کر نماز پڑھی۔

نماز سے فراغت کے بعد آپ نے فرمایا کہ امام اس لئے
ہوتا ہے کہ اس کی اقتدا کی جائے جب وہ تکبیر کے تم بھی تکبیر
کہو اور جب وہ رکوع کرے تم بھی رکوع کرو اور جب وہ
سراٹھائے تو تم بھی اٹھاؤ اور جب وہ صبح اللہ میں حمد کے
تو تم ریٹاؤ لک الحمد کہو اور جب وہ سجدہ کرے تو تم بھی سجدہ کرو۔
باب سجدہ کی فضیلت کے بیان میں

قَالَ إِنَّمَا جُعِلَ إِلَّا مَا هُوَ يُؤْتِيهِ
فَإِذَا كَبَّرَ فَكَبِّرُوا وَإِذَا رَكَعُوا
وَإِذَا رَفَعُوا فَارْفَعُوا وَإِذَا قَالُوا سُبْحَانَ اللَّهِ
لِمَنْ حَمْدُهُ فَقُولُوا رَبِّمَا ذَ لَكَ الْحَمْدُ وَإِذَا
تَعَبَّدْنَا مُصَلِّدًا

بَابُ تَضَلُّ الشُّجُودِ

تَالُوا يَا رَسُولَ اللَّهِ هَلْ تَرَى رَبَّنَا
يَوْمَ الْقِيَمَةِ قَالَ هَلْ تَعَارُونَ فِي الْقَمَرِ
كَيْلَةَ الْبَدَنِ لَيْسَ دُرَّتُهُ تَحَابُّ تَالُوا لَا يَا
رَسُولَ اللَّهِ قَالَ فَهَلْ تَعَارُونَ فِي الشَّمْسِ
لَيْسَ دُرَّتُهُمَا تَحَابُّ تَالُوا لَا قَالَ فَتَشْكُرُ
شَرُّتُهُ كَذَلِكَ يَحْشُرُ النَّاسُ
يَوْمَ الْقِيَمَةِ قِيَمَتُهُ مَنْ كَانَ يَعْبُدُ
شَيْئًا فَلْيَتَّبِعْهُ قِيَمَتُهُ مَنْ يَتَّبِعْهُ مَنْ يَتَّبِعْ
الشَّمْسَ وَمِنْهُمْ مَنْ يَتَّبِعُ الْقَمَرَ وَمِنْهُمْ
مَنْ يَتَّبِعُ الطَّوْاجِيتَ وَتَبْقَى هَذِهِ
الْأُمَّةُ فِيهَا مَنْ يَقُولُ آمَنَّا
بِآيَاتِهِمْ اللَّهُ قِيَمَتُهُ آمَنَّا

سید بن میلط و عطاء بن یزید نے کہا کہ ہم سے حضرت
ابو ہریرہؓ نے بیان کیا کہ لوگوں نے عرض کیا کیا تم قیامت کے
دن اپنے رب کے دیار سے حشر ہوں گے۔ حضور نے
فرمایا تم جو دعویٰ کا جانہ دیتے ہو تم کو اس میں شک رہتا
ہے جبکہ وہ بادل سے صحت پر عرض کی نہیں یا رسول اللہ
فرمایا کیا سورج کے دیکھتے ہیں تم کو شک رہتا ہے۔ جبکہ اس پر
بادل نہ ہوا۔ انہوں نے کہا جی نہیں آپ نے فرمایا تو اسی طرح
تم اپنے رب کو بھی دیکھو گے۔ قیامت کے دن لوگ اٹھیں گے
جائیں گے۔ پھر یہ وہ گار فرمائے گا۔ جو کہ کسی کو لو جتا تھا
وہ اس کے ساتھ بھائے تب کوئی تو سورج کے ساتھ ہو جائیگا
اور کوئی چاند کے اور کوئی طوائفیت کے ساتھ اس امت
کے لوگ مسلمان ارہ جائیں گے ان ہی منافق و غیر بھی ہوں گے

رَبُّكُمْ يَقُولُونَ هَذَا مَكْشَاةٌ
عَنَّا يَا أَيُّهَا رَبُّنَا إِذَا جَاءَ رَبُّنَا
عَرَفْنَا ۖ فَيَا أَيُّهُمْ إِلَهُ عَزَّ وَجَلَّ
فَيَقُولُ إِنَّا رَبُّكُمْ يَقُولُونَ آمَنَّا
فَيَدْعُوهُمْ وَيُعْزِّبُ الصِّرَاطَ بَيْنَ
ظُلُمَاتِي جَهَنَّمَ فَكُلُونِ أَقُولَ مَنْ يَتَجَوَّزُ
مِنَ الرُّسُلِ يَا أَيُّهُمْ وَلَا يَتَكَلَّمُ يَوْمَئِذٍ
إِلَّا الرُّسُلَ وَكَلَامَ الرُّسُلِ يَوْمَئِذٍ
اللَّهُمَّ سَلِّمْ سَلِّمْ فِي جَهَنَّمَ كَلَّا لَيْتَ
مِثْلُ شُرَكَائِ السَّعْدَانِ هَلْ نَرِيكُمْ شُرَكَ
السَّعْدَانِ تَأْتُوا نَعْمَ قَالُوا لَيْتَ مِثْلُ
شُرَكَائِ السَّعْدَانِ عَذَابُكُمْ لَا يَعْلَمُ
قَدْ رَعَىٰ ظِلْمَهَا إِلَّا اللَّهُ تُخَلِّفُ النَّاسَ
يَا عَمَّا إِلَهُكُمْ فَمِنْهُمْ مَنْ يُؤْتُونَ
يَعْلَمُ ۖ وَفِيهِمْ مَنْ يُخَرِّدُ ثُمَّ يُجْزَوْنَ حَتَّىٰ
إِذَا أَرَادَ اللَّهُ رَحْمَةً مِنْ أُمَّةٍ مِنْ أَهْلِ
النَّارِ أَمَرَهُ الْمَلَائِكَةُ أَنْ يُخْرِجُوا مِنْ
كَانَ يُعَلِّمُ اللَّهُ يُخْرِجُونَهُمْ وَيَعْرِضُونَ لَهُمْ يَأْتِيهِ
السُّجُودُ وَخَرَّعَ اللَّهُ عَلَى النَّاسِ وَأَنْ
تَأْكُلِ أَكْثَرُ السُّجُودِ فَيُخْرِجُونَ مِنَ النَّارِ
كُلَّ ابْنِ آدَمَ تَأْكُلُ النَّارُ إِلَّا أَشْرَ السُّجُودِ
فَيُخْرِجُونَ مِنَ النَّارِ قَدْ أَمْتَحَنُوا فَيُصَبِّ
عَلَيْهِمْ مَاءٌ الْحَيَّةُ فَيَنْبِثُونَ كَمَا
تَنْبِثُ الْحَيَّةُ فِي حُمَيْلِ الشَّيْلِ ثُمَّ
يَقْرَعُ اللَّهُ مِنَ الْقَضَائِ بَيْنَ الْعِبَادِ
وَيُنْفِخُ نَفْخًا بَيْنَ الْجَنَّةِ وَالنَّارِ وَهُوَ
أَجْزَأُ أَهْلِ النَّارِ دُخُولَ الْجَنَّةِ مُقْبِلًا
وَيُوجِبُهُ يَبْلُغُ النَّارَ كَيَقُولُ يَا رَبِّ
أَجْزَأُ رَجُلِي عَنِ النَّارِ فَقَدْ قَسَبَنِي

پھر اللہ تعالیٰ ان کے پاس آئے گا اور فرمایا میں تمہارا
رب ہوں وہ کہیں گے ہم تو یہیں رہیں گے جب تک ہمارا
رب آجائے جب ہمارا رب آئے گا ہم اس کو پہچان لیں پھر اللہ
تعالیٰ ان کے پاس آئے گا اور فرمائے گا میں تمہارا رب ہوں وہ
کہیں گے رہیں گے اور ہمارا رب ہے پھر اللہ تعالیٰ ان کو بلائے گا
اور پل مراحہ جہنم کے تین وسیلے میں رکھا جائے گا۔ تو میں سب
پیغمبروں سے پہلے اپنی امت کو کہوں کہ اس پرستہ پر ہواؤں گواہوں
دن سوا پیغمبروں کے کوئی بات تک نہ کہے گا۔ اور پیغمبروں کی
بات اس دن یہ دعا ہوگی۔ یا اللہ بچائیو! بچائیو! اور دوزخ
میں سعدان کی شکل کے ان کو رکھے ہوں گے۔ کیا تم نے
سعدان کا کائنات دیکھا ہے؟ صحابہ نے کہا جی ہاں۔ آپ نے فرمایا
وہ ان کو سعدان کے کائنات کی شکل کے ہوں گے گراتے اتنے
بڑے کہ اللہ ہی ان کی جسامت کو جانتا ہے وہ لوگوں کو ان کے
احمال کے موافق بچھڑائیں گے کوئی تو اپنے رُزے عمل کی وجہ سے
یا نکل ملاک ہو جائے گا اور کوئی چکنا چور ہو کر پھر نکل ملاک ہو جائے گا
اللہ تعالیٰ دوزخیوں میں سے بعضوں پر رحم کرے چاہے گا تو فرشتوں
کو حکم دے گا کہ جو اللہ کو پرہیز تھا اس کو دوزخ سے نکال دوزخ سے
ایسے لوگوں کو نکال لیں گے اور مسجدوں کے نشانات سے وہ
ان کو پھانسیں گے۔ اور اللہ نے دوزخ پر رحم کر دیا ہے کہ
وہ مسجد کا مقام نہیں کھا سکتی۔ تو یہ لوگ دوزخ سے
نکالے جائیں۔ آدمی کا سارا بدن آگ کھا لے گا لیکن مسجد کا
نشان نہیں کھائے گی۔ یہ لوگ کوئٹہ کی طرح جلے ہوئے
دوزخ سے نکلیں گے۔ پھر ان پر آب حیات ڈالا جائے گا تو
اس طرح ابھر آئیں گے جیسے دھانہ تلے کے کھڑے ہیں
آگ پڑتا ہے۔ پھر اللہ تعالیٰ جنہوں کے فیصلہ یافتہ
رہا کتاب اسے نازل ہو جائے گا اور ایک شخص جنت اور
دوزخ کے بیچ میں رہ جائے گا۔ وہ سب دوزخیوں کے
جو جنت میں جائے گا۔ اس کا منہ دوزخ کی طرف ہو گا۔ وہ
عزیز کرے گا اسے میرے رب بہیرا منہ دوزخ کی طرف سے

رَبِّهَا وَ أَخَّرْتَنِي ذِكْرًا هَذَا فَيَقُولُ
هَلْ عَسَيْتَ إِنْ جِئْتُكَ بِكَ أَنْ
تَسْأَلَ عِندَهُ ذَلِكَ فَيَقُولُ لَا وَ عِزَّتِكَ
فَيُعْطِي اللَّهُ عَزَّ وَ جَلَّ مَا يَشَاءُ مِنْ
عَهْدٍ وَ مِيثَاقٍ فَيَصْرِفُ اللَّهُ وَجْهَهُ
عَنِ النَّارِ فَإِذَا أَتَىٰ بِهَا عَلَى الْجَنَّةِ
رَأَىٰ يَهْجِيهَا سَكَتَ مَا شَاءَ اللَّهُ أَنْ
يَسْأَلَ ثُمَّ قَالَ يَا رَبِّ مَتَىٰ مَتَىٰ عِندَ
بَابِ الْجَنَّةِ فَيَقُولُ اللَّهُ لَهُ أَلَيْسَ مَتَىٰ
أَعْطَيْتَ الْعَهْدَ وَ الْمِيثَاقَ أَنْ لَا
تَسْأَلَ عِندَهُ الَّذِي كُنْتَ سَأَلْتَ فَيَقُولُ
يَا رَبِّ لَا أَكُونُ أَشَقِي خَلْقِكَ فَيَقُولُ
فَمَا عَسَيْتَ إِنْ أَعْطَيْتَ ذَلِكَ أَنْ لَا
تَسْأَلَ عِندَهُ فَيَقُولُ لَا وَ عِزَّتِكَ لَا
أَسْأَلُكَ عِندَهُ ذَلِكَ فَيُعْطِي رَبُّهُ مَا شَاءَ
مِنْ عَهْدٍ وَ مِيثَاقٍ فَيَقْدِرُ لَهُ إِلَىٰ بَابِ
الْجَنَّةِ فَإِذَا بَلَغَ بَابَهَا فَرَأَىٰ زُهْرًا تَهْتَ
وَمَا فِيهَا مِنَ النَّضْرِ وَ الشَّرِيفَةِ سَكَتَ
مَا شَاءَ اللَّهُ أَنْ يَسْأَلَ فَيَقُولُ يَا
رَبِّ أَذِجْنِي الْجَنَّةَ فَيَقُولُ اللَّهُ
عَزَّ وَ جَلَّ دَعَاكَ يَا ابْنَ آدَمَ مَا أَغْدَرَكَ
أَلَيْسَ مَتَىٰ أَعْطَيْتَ الْعَهْدَ وَ الْمِيثَاقَ
أَنْ لَا تَسْأَلَ عِندَهُ الَّذِي أَعْطَيْتَ فَيَقُولُ
يَا رَبِّ لَا تَجْعَلْنِي أَشَقِي خَلْقِكَ
فَيَضْحَكُ اللَّهُ مِنْهُ ثُمَّ يَأْذَنُ
لَهُ فِي دُخُولِ الْجَنَّةِ فَيَقُولُ
تَمَنَّيْتَنِي حَتَّىٰ إِذَا لَقِيتُكَ أُعْنِيَتُهُ
قَالَ اللَّهُ عَزَّ وَ جَلَّ يَهْدِي مِنْ كَذَا
أَقْبَلَ يَدَ كَرَمِهِ رَبُّهُ حَتَّىٰ إِذَا اسْتَهْضَأَ

پھر دے کہ تو اس کی بدلو مجھے مارے ڈال رہی ہے اور
اس کی جگہ مجھے جلانے دیتی ہے اللہ تعالیٰ فرماتے گا
اچھا اگر میں یہ کروں تو پھر تو کوئی اور درخواست نہیں
کرے گا۔ وہ عرض کرے گا ہرگز نہیں تیری موت کی قسم۔ اور
جس جس طرح اللہ چاہے گا وہ حمد و بیان کرے گا۔ آخر اللہ
تعالیٰ اس کا منہ دوزخ کی طرف سے پھیر دے گا۔ جب وہ
بہشت کی طرف منہ کرے گا تو وہاں کی بے شمار نعمتیں دیر
اللہ کو منظور سے خاموش رہے گا۔ پھر دوسرا عمرو منہ کرے گا
اے میرے رب مجھ کو جنت کے دروازے پر پہنچا دے اللہ
تعالیٰ فرمائے گا کیا تو نے حمد و بیان نہیں کیا تھا کہ اب
میں کسی چیز کا سوال نہیں کروں گا۔ منہ عرض کرے گا:
پروردگار دجیک! اگر کیا تیری مخلوق میں ایک میں ہی یہ سب
دہل گلاں نہ ہو گا اچھا اگر میں یہ درخواست بھی تیری پوری
کروں تو پھر روکے تو نہیں مانگے گا۔ وہ کہے گا میں تیری موت
موت کی قسم میں اس کے علاوہ اور کوئی تجھ سے سوال نہیں کروں گا
اور پروردگار اس سے چاہے گا اس سے حمد و بیان لے گا۔ اور اس کو جنت
کے دروازے کے قریب کر دے گا پس جب وہ جنت کے دروازے پر
پہنچے گا وہاں کی بارگاہِ مہمانی اور فرحت دیکھ کر غنی ہو جائے گا
منظور ہے خاموش رہے گا۔ پھر تیسری اور درخواست پیش کرے گا
اے میرے رب! مجھ کو جنت میں داخل کر دے اللہ عز و جل
فرمائے گا اے آدم کے بیٹے تجھ پر انوس ہے تو امت دعوہ مختلف
ہے کیا تو نے ایسا ایسے حمد و بیان نہیں کئے تھے کہ اب میں اس
علاوہ اور کوئی چیز نہیں مانگوں گا۔ وہ کہے گا بے شک کئے
تھے مگر میرے مالک! مجھ کو اپنی تمام مخلوق میں یہ سب
منا۔ اس پر اللہ عز و جل ضحک فرمائے گا۔ پھر اس کو جنت میں
جانے کی اجازت دے دے گا اور فرمائے گا کہ اللہ میں
کو پس وہ امر و نہی کرے گا۔ جب میں کی سب آزمائشیں
ختم ہو جائیں گی۔ تو اللہ عز و جل فرمائے گا یہ بھی تو ایک یہ بھی تو
مالک! خود پروردگار اس کو مدد دے گا۔ یہاں تک کہ

بِهِ الْإِنْسَانِي قَالَ اللَّهُ لَكَ ذَلِكَ
وَمِثْلَهُ مَعَهُ وَ قَالَ أَبُو سَمِيحٍ
الْمُجَنَّدِيُّ لِأَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ
اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ قَالَ
اللَّهُ عَزَّ وَ جَلَّ لَكَ ذَلِكَ وَعَشْرَةً أَمْثَالِهِ
قَالَ أَبُو هُرَيْرَةَ لَمْ أَحْضَظْهُ مِنْ رَسُولِ
اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَّا قَوْلَهُ
لَكَ ذَلِكَ وَ مِثْلَهُ مَعَهُ قَالَ أَبُو
سَمِيحٍ إِنِّي سَمِعْتُهُ يَقُولُ ذَلِكَ لَكَ وَ
عَشْرَةً أَمْثَالِهِ (بخاری)

جب اس کی تمام آرزوئیں ختم ہو جائیں گی تو اللہ تعالیٰ فرمائیگا
یہ سب تجھ کو دیں اور ان کے ساتھ اتنی ہی اور دیں
اور سید خدیجی نے لکھ دیا ہے کہ روایت کی کہ رسول اللہ صلی
اللہ علیہ وسلم نے دس حدیث میں ایسی فرمائی تھیں کہ اللہ تعالیٰ
ارشاد فرمائے گا کہ یہ سب تجھ کو دیں اور ان کے ساتھ دس
گن اور دیں۔ تو اگر ہر روز نے کہا کہ مجھے تو یاد نہیں کہ
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسا فرمایا ہو آپ نے
ایسی فرمایا تھا کہ یہ سب تجھ کو دیں اور اتنی ہی اور ابوسید
نے کہا میں نے نبی علیہ السلام سے سنا آپ فرماتے تھے
یہ سب تجھ کو دیں اور دس گن اور۔

اس حدیث کو امام نے صفحہ ۱۱۲ میں اور امام مسلم نے کتاب الزکات میں ذکر کیا اور ۱۲۲ عنوان کے
فوائد و مسائل مطابق حدیث کے مرت یہ لفظ ہیں و حرمہ اللہ علی الناس ان تا کل اثرا السجود جس سے
سجود کی کیفیت نکلتی ہے۔ کہ جہنم کی آگ سجود کے نشان والی جگہ کو نہیں ملانے گی ۱۳۱ سجود میں بندہ کو اپنے
رب سے اتنا ہی قرب ہوتا ہے اور عاجزی کی انتہائی ہے کہ بندہ اپنے اعضا میں سے جو سب سے اکرم و افضل
حرفہ ہے اسے بھی بارگاہِ خداوندی میں جھکا دیتا ہے اور اس نوع کی عاجزی غیر اللہ کے لئے جائز نہیں ہے یہی لفظ اللہ
کے لئے سجدہ قطعی سمیت حرام ہے اور سجدہ عبادت شرک ہے ۱۴۱ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ قیامت کے دن دیا ہوا ایک
تھی ہے قرآن مجید میں ہے و سجود یومئذ ناخذوا الی دبعنا ناظرہ وہ جنت نورج صراطا حشر و نشر اور قیامت کے دن
حساب و کتاب ق ہے ۱۵۰ نماز تمام اعمال خیر میں افضل و اکرم ہے ۱۶۰ اس حدیث میں بندوں کے ساتھ اللہ رب العزت مل مجودہ کے افضل و اکرم
کامیاب ہے کہ وہ حاکم مطلق ہے و جسے چاہے جس طرح چاہے اپنے بندوں کی بخشش فرماتے۔

طاغوت کے معنی طاغوت طغیان سے مشتق ہے اور مبالغہ کے لئے آتا ہے۔ طغیان کے اصل معنی ظلم اور معاصی میں
طاغوت کے معنی طاغوت کے معنی میں۔ منجد ص ۲۸۹ میں ہے۔ طغی الوحیل اسرف فی الظلم و المعاصی
و متروا اعمار بعدہ دوم ص ۲۸۹ پر ہے (الطغیان) و مجاوزة الحد فی العصیان یعنی تا قرانی میں حد سے گزر جانے
کو طغیان کہتے ہیں۔ چونکہ اصل معنی ہر شے میں ضرور ملحوظ رہتے ہیں۔ اس لئے اہل لغت و اعمار مفسرین و محدثین نے
طاغوت کے معنی کی تشریح کرتے ہوئے فرمایا ہو فعلوت من طغی بالقلب کل داس فی الضلال
لا السحر و الادکاهن و صرورة الکتابی۔ مجمع بحار الانوار جلد دوم ص ۲۸۹ یعنی طاغوت لغوت کے وزن پر آیا ہو
کامیاب یعنی سے ناخو ہے۔ قلب و مکانی کے ساتھ یعنی یہ مقبول العین و اللام ہے۔ طاغوت ہر اس شخص کو کہتے ہیں
جو گمراہی میں سرد ہو یا ماسر یا گمراہی یا سرکش اہل کتاب کو طاغوت کہا جاتا ہے۔ منجد ص ۲۸۹ پر ہے (طاغوت) کل
مستمر کل داس ضلال الشیطان لمصادف عن طریق الخیر و کل معبود دون اللہ یعنی ہر اس شخص کو طاغوت
کہتے ہیں جو حد سے گزر جانے والا ہے اور گمراہی کا ہر سردار طاغوت ہے۔ شیطان جو لوگوں کو خیر کے راستے سے پھیرنے والا ہے

سائر مایطی و یحیل الاقتصار علی بعض فی تلك الاقوال من باب التمثیل انتہی۔ بیضاوی شریف ص ۳۷ پر ہے۔
 (فمن یکنس بالطغوت) یا الشیطان اذا اقصاه او کل ما عید من دون الله و صد عن عبادة الله فعلوت
 من الطغیان قلبت عینہ والاعہ انتہی۔ تفسیر ابوسعید جلد اول ص ۵۰ پر اولیاء ہم الطاغوت کے تحت ہر تمام فراتے ہیں ای الشیطان
 و سائر المصلین عن طریق الحق انتہی۔ علامہ بیضاوی رحمۃ اللہ علیہ بیضاوی شریف ص ۳۷ پر اولیاء ہم الطاغوت کے تحت
 اتمام فراتے ہیں ای الشیاطین و المخلات من الهوی و الشیطن وغیرہما۔ انتہی۔ ان تمام عبارات منقولہ میں طاغوت کے
 جو معنی بیان کئے گئے ہیں ان سب کا خلاصہ یہ ہے کہ ساحر و کاحن و شیطان و اقسام طاغوت ہیں اور ہر معبود من دون اللہ جو انسان کو
 مگر نہ کرنے والا اور اس کی گمراہی کا سبب ہے قرآنی اصطلاح میں طاغوت کہا جاتا ہے۔ خیر سے روکنے والے اور طریق حق سے گمراہ کرنے
 والے سرکش جن کو انسان طاغوت میں۔ دیوبندی مولویوں نے بعض مقامات پر کل ما عید من دون الله سے دھوکہ کھایا اور
 حاکم کے علوم میں ملاکہ و مدخل کرام شیعہ اسلام کو شامل کر لیا۔ مگر یہ نہ سمجھا کہ جن علماء و مفسرین نے طاغوت کے معنی بیان کرتے ہوئے
 کل ما عید من دون الله کہا ہے انہوں نے داں یہ تصریح بھی فرمادی ہے کہ طاغوت لغتاً ہیبت سے مشتق ہے جیسا کہ حاکم
 تمام۔ کبیر و روح المعانی اور بیضاوی سے ہم الھی نقل کر چکے ہیں۔

تمام بیضاوی عبید الرحمن نے تصریح فرمائی کہ فعلوت من الطغیان یعنی طاغوت فعلوت کے وزن پر ایمانہ کا صیغہ
 طغیان سے مشتق ہے۔ نہ رفاذن و معام دونوں تفسیروں میں صاف مرقوم ہے فعلول من الطغیان یعنی طاغوت فاعول کے وزن پر
 طغیان سے مشتق ہے۔ ان تصریحات کے ہوتے ہوئے ایک معمولی سمجھ والا انسان بھی نہایت آسانی سے اس بات کو سمجھ سکتا ہے کہ
 لفظ طاغوت جب طغیان سے مشتق ہے تو اس میں طغیان کے معنی لازماً ہوں گے۔ اور چونکہ یہ مبالغہ کا صیغہ ہے اس لئے اس میں مبالغہ کے
 ساتھ طغیان کا ہونا ضروری ہے تو یہ بات کس قدر واضح ہے کہ کل ما عید من دون الله کے جن افراد پر طاغوت صادق آئے گا ان میں
 میرا ان کے ساتھ طغیان کے معنی کا ہونا یقینی امر ہے۔ اب ہم ایسے ملاکہ کرام اور مدخل کرام شیعہ اسلام میں یہاں تک کہ ساتھ طغیان
 کا پایا جاتا تو درکنار طغیان کا تصور بھی ان کے حق میں نہیں ہو سکتا۔ تو پھر صاف کے علوم میں وہ کس طرح مثال ہو سکتے ہیں ؟
 مفسرین کرام نے آفتاب سے زیادہ روشن عبارات میں تصریحات فرمائی کہ طاغوت وہی ہے جس سے طغیان سرزد ہوا اور وہ اس صف
 طغیان کے باعث فی نفسہ مذموم و مکرہ ہو دیکھئے تفسیر روح البیان جلد ۳ ص ۳۰ پر ہے (فمن یکنس بالطغوت) ہو کل ما عید من
 دون الله مما هو مذموم فی نفسه و مختص بالانسان و الشیاطین وغیرہم فلا یورد عیبی علیہ الصلوٰۃ والسلام
 انتہی۔ بحان اللہ اے عبادت نے تو طاغوت و خائیت کے پرچم برداریے اور طاغوت و خائیت کے پرچے اٹھا دیئے دیکھئے امام اجل علامہ اسماعیل
 مدنی قدس سرہ العزیز نے طاغوت کے معنی بیان کرتے ہوئے فرمایا ہو کل ما عید من دون الله یہ عبارت بلفظ اسی ہے جو
 لکھنؤی صاحب کے شاگرد رشید نے جملہ الجیران میں لکھی ہے لیکن علامہ اسماعیل مدنی رحمۃ اللہ علیہ نے مما هو مذموم فی نفسه الخ
 سے اس کا بیان کر دیا جس کے علوم میں مولوی حسین علی سے ملاکہ و مدخل کرام کو شامل کر کے (مما هو مذموم فی نفسه الخ) فرما دیا ہے
 علامہ اسماعیل مدنی عبید الرحمن نے اس حقیقت کو اچھی طرح واضح فرمایا کہ عبارت مذکورہ کل ما عید من دون الله میں صرف وہی افراد
 شامل ہیں جن کے اندر طغیان کے معنی سرکش و فہم و عیان ہیں جس سے نجا و ذکر ناپائے جائیں۔ اور وہ اس وصف ذم کے جو جسے مذموم فی
 نفسہ میں جیسے اس جن کو شیطانیں جو مذموم ذم ہیں پھر فرماتے ہیں فلا یورد عیبی علیہ السلام یعنی جب کل ما عید من
 دون الله کے معنی یہ ہوں گے کہ یہ معبود من دون الله طاغوت ہے جو مذموم فی نفسه و مکرہ و سرکش ہو تو اب یہ اعتراض وارد نہ ہو گا کہ

جیسے جبر اسلام ہی موجود نہیں بلکہ اللہ ہونے کی وجہ سے طاقت ہیں۔ اس تقریر پر عیسائی طبع اسلام اور ملائکہ و دیگر صالحین کو ہم آہنگی کی عبادت کی گئی۔ طاقت کی تعریف میں اس لئے تین آیتیں آئے۔ کہ طاقت وہ موجود ہے جو اللہ ہے جو منور و سرکش اور ذہم فی نفس ہو۔ چونکہ وہ اللہ میں مذہم فی نفس نہیں۔ لہذا ان میں کسی قسم کا تمرد و بغاوت نہیں پایا جاتا لہذا ان پر طاقت کی تعریف صادق نہیں آتی صاحب تفسیر روح البیان کی اس تفسیر سے مشکوک و اداہم کی تمام غلطیوں کا فور ہو گئیں۔ اس بیان میں صاحب روح البیان منور نہیں بلکہ ہر نفس نے اپنے مخصوص انداز میں اس امر کو واضح کر دیا ہے کہ رسول و ملائکہ و دیگر صالحین اگرچہ ان کی عبادت کی گئی ہو مگر وہ پھر بھی طاقت نہیں بلکہ طاقت وہی ہو سکتا ہے جس میں طغیان کے معنی پائے جائیں۔ دیکھئے روح المعانی پارہ ۳ ص ۱۱ سے جو عبارت پر ہم نقل کر چکے ہیں اس کے طاقت کے معنی میں بعض صحابہ و تابعین وغیرہم سے پانچ قول نقل کئے ہیں۔

۱۔ حضرت عون خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ میں ابن علی رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا طاقت شیطانی ہے حضرت جہاد و حضرت قتادہ کالمی ہی قول ہے۔
۲۔ سعد بن جبیر اور کمر فرماتے ہیں طاقت کا یہ ہے

۳۔ اور حضرت مالک بن انس فرماتے ہیں کہ کل ما عبد من دون اللہ کو طاقت کہتے ہیں۔
۴۔ یعنی منسوب کا مذہب ہے کہ طاقت انسان میں۔

ان احوال کو نقل کرنے کے بعد فرماتے ہیں واللہ ان یقال بعدوہ سائر ما یطعن ویعدل الا اقتضاسہ علی بعض فی تلك الاحوال من بلب التمثیل انتہی یعنی بتبرہ ہے کہ حفظ طاقت کو عام رکھا جائے اور اس کے مفہوم عام میں بقید ان تمام چیزوں کو شامل کر لیا جائے جو سرکش اور طغیانی ہیں لہذا ان احوال میں بعض افراد پر اقتدار کیا گیا ہے اسے بابتشیل پر محمول کیا جائے۔
یہ عبارت اس مطلب میں مترجم ہے کہ کل ما عبد من دون اللہ سے وہی موجود من دون اللہ مراد ہیں۔ جن میں طغیان کے معنی پائے جائیں ملائکہ اور رسول ہرگز مراد نہیں کیونکہ وہ طغیان سے پاک ہیں۔

۱۔ ہم قول ابن ماری اور علامہ ربیعہ و الوسی صاحب روح المعانی نے اپنی تفسیروں میں طاقت کے معنی میں پانچ قول نقل کئے ہیں چار میں دو قول متفق ہیں ۱۔ شیطان ۲۔ ساحر ۳۔ اکاہم ۴۔ اہتمام۔ یا پنجویں قول میں عنوان بیان مختلف ہے۔ صاحب روح المعانی نے فرمایا۔ کل ما عبد من دون اللہ اور امام رازی نے اس کی بجائے فرمایا صدوقہ الجہن والانس و کل ما یطعن۔ طاقت کی تفسیر میں کل ما عبد من دون اللہ امام مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے منقول ہے۔ لیکن امام رازی نے اس کی بجائے "مردۃ الجہن والانس و کل ما یطعن" اور امام فرما کر واضح فرمایا کہ ما عبد من دون اللہ سے مراد سرکش اور متروک و انس میں اور وہ چیزیں ہیں جو طغیانی ہوتے ہیں نہ ذہم فی نفس میں حدیث بھارت میں صحت عنوان مختلف ہیں معنوں میں کوئی فرق نہیں۔
الغرض انیاد و ملائکہ میں سے جو نفوس ہمد سید کو جاہلوں نے اللہ بنا لیا اور ان کی عبادت شروع کر دی ان کو طاقت کہنا کسی طرح بھی درست نہیں ہے۔

سجدہ کے ضروری مسائل
اور سجدہ کرنے کا طریقہ
نوافل نمازیں سے پانچ نماز فرض سجدہ ہے۔ سجدہ میں بندہ کو اپنے رب سے بہت ہی قربت ہوتا ہے اور یہ عاجزی کی انتہا بھی ہے کہ بندہ اپنے اعضاء میں سے جو سب سے اکرم و اشرف ہے اسے بھی بادگاہ ایزدی میں جھکا دیتا ہے پیشانی کا زین پر چڑھنا سجدہ کی حقیقت ہے اور پاؤں کی ایک انگلی کا پیٹ زمین سے گنا شرط ہے ۱۔ سجدہ میں جانے تو زمین پر پہلے گھٹنے رکھے۔ پھر ہاتھ پھر ناک پھر پیشانی اور سجدہ سے جب اٹھے تو اس کا منہ کرے یعنی پہلے پیشانی اٹھائے پھر ناک پھر ہاتھ پھر گھٹنے جب تک کہ حدیث و اہل سنت سے ثابت ہے کہ حضور علیہ السلام

إِذَا تَجَدَّ وَصَمَّ رُكْمَيْهِ قَبْلَ يَدَيْهِ وَإِذَا تَقَضَّ
رُكْمَ يَدَيْهِ قَبْلَ رُكْمَيْهِ (بخاری)

جب سجدہ فرماتے تو پہلے رُکْمَ یَدَیْہِ رکھتے پھر اُتھ اور جب سجدہ
اٹھتے تو پہلے اُتھ اٹھاتے پھر رکھتے۔

وہ سجدہ میں منہ کو دونوں ہاتھوں کے درمیان اور ہاتھوں کو کانوں کے برابر رکھے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے سجدہ کیا۔
تو اپنے پھرہ اُتھ اس کو اپنی دونوں ہاتھوں کے درمیان رکھا۔

نہی۔ تعصب المراد منہ

فَلَمَّا تَجَدَّدَ وَصَمَّ يَدَيْهِ جَدَّ إِذَا ذُنُوبُهُ

حضرت نے سجدہ کیا تو آپ نے اپنے دونوں ہاتھوں کو کانوں
کے برابر رکھا۔

بَابُ يُبْدِي صَبِيحَتِهِ وَيُخَا فِي

باب۔ سجدہ میں دونوں ہاتھ رکھنے اور پیٹ کو رانوں سے
الگ رکھنے۔

إِنَّ عَمْرًا عَبْدَ اللَّهِ بْنِ مَالِكٍ بْنِ مُخَيْمَةَ أَلَّفَ

حضرت عطاء بن ابی رباح نے سجدہ میں ہاتھوں کو رانوں سے
الگ رکھنے کی بات کہی تھی۔

الْبَيْتَ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ إِذَا صَلَّى فَشَرَّجَ
بَيْنَ يَدَيْهِ بِسَخْتَى يَدَيْهِ بِسَخْتَى الْبَيْتِ (بخاری)

یہاں تک کہ آپ کی ہاتھوں کی سیدھی ظاہر ہو جاتی۔

إِذَا تَجَدَّدَ جَاءَ فِي عَضْدِ يَدَيْهِ عَرَضَ

حضرت نے سجدہ میں جب سجدہ فرماتے تو اپنے ہاتھوں کو پیٹوں
سے الگ رکھتے۔

بَحْتِيَّتِهِ

حضرت یونس کہتے ہیں کہ حضور جب سجدہ کرتے تو ہاتھوں کو پیٹوں
سے اتار دے رکھتے کہ اگر کسی کا بچہ آپ کے ہاتھوں کے نیچے

أَمَّا دَأَتْ أَنْ تَمُرَّ تَحْتَ يَدَيْهِ صَوْرَتُ

سے گھسنا چاہتا تو گذر سکتا۔

رَسُولُ الْإِسْلَامِ - مَشْكُوتًا

یعنی سجدہ کے وقت کہنا یا پیٹ سے ران پیلو سے اور زمین سے الگ ہوں اور سجدہ اتنا قراخ ہو کہ اگر کسی کا چھوٹا بچہ
گذرنا چاہے تو گذر جائے۔

وہ سجدہ میں ہاتھوں پر نہ بچھائے مسلم میں براہین عذاب سے مروی ہے حضور علیہ السلام نے فرمایا

رُكْمُ دَاوُدَ بْنِ كَثِيرٍ أَلَّفَ حَضْرَتُ أُمِّ سَعْدٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا

إِخْتَلَفُوا فِي التَّجَوُّدِ وَلَا يَنْسُطُ أَحَدٌ كَعْرِقَةِ عَيْنٍ

سجدہ میں اختلاف کرو اور رکھنے کی طرح کھانا یا زمین پر نہ

رُكْمُ دَاوُدَ بْنِ كَثِيرٍ أَلَّفَ حَضْرَتُ أُمِّ سَعْدٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا

جب سجدہ فرماتے تو اپنی انگلیوں کو ظاہر رکھتے۔

بَابُ يُبْدِي صَبِيحَتِهِ وَيُخَا فِي

باب۔ سجدہ میں دونوں ہاتھوں کو کانوں کے برابر رکھنے۔

فَلَمَّا تَجَدَّدَ وَصَمَّ يَدَيْهِ جَدَّ إِذَا ذُنُوبُهُ

یہ ابو حمزہ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کیا ہے۔

وہ سجدہ میں ہاتھوں کو کانوں کے برابر رکھنے۔

یہ ابو حمزہ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کیا ہے۔

حضور کی نماز پڑھ کر دکھائی۔ کہ جب سجدہ کیا تو دونوں ہاتھوں کو زمین پر رکھا۔ نہ ہاتھوں کو بچھایا اور نہ ان کو پہلوؤں کے ساتھ ڈالیا۔

وَأَسْتَقْبِلُ بِأَطْرَافِ أَصَابِحِ رَجُلَيْهِ الْقِبْلَةَ (بخاری) | اور پاؤں کی انگلیوں کو قبلہ رخ رکھتا۔
 قائمہ اس حدیث سے فقہ احناف نے یہ استدلال کیا کہ پاؤں کی انگلیاں قبلہ رخ اسی صورت میں ہو سکتی ہیں جبکہ پاؤں کی انگلیوں کے بیٹ زمین سے لگ جائیں۔ لہذا پاؤں کی ایک انگلی کے بیٹ کا زمین سے لگنا شرط ہے۔ تو اگر پاؤں زمین سے اٹھے رہے تازہ ہوئی ہی طرح اگر صرف انگلی کی رگ زمین سے لگی جب بھی تازہ نہ ہوگی۔ پاؤں کی دوسری انگلیوں کے بیٹ زمین پر لگنا مست ہے اور ہر پاؤں کی یہی تمام انگلیوں کے بیٹ زمین پر لگنا واجب ہے۔ اور دوسری انگلیوں کا قبلہ رخ ہونا مست ہے۔ مجھ کے ان مسائل سے عموماً لوگ نادانقت ہیں۔ خیال کرنا چاہیے۔

باب سات بیروں پر سجدہ کرنا

حضرت ابن عباس سے مروی ہے۔ انہوں نے کہا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو رجباً نبی اللہ حکم دیا گیا کہ آپ سات اصناف پر سجدہ کریں اور کھڑکیوں اور دیواروں کو نہ سمجھیں اور سات عضو۔ ہیں پیشانی اور دونوں ہاتھ گھٹنے اور دونوں پاؤں۔

حضرت ابن عباس سے مروی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہم کو سات بات کا حکم دیا گیا ہے کہ ہم سات بیروں پر سجدہ کریں اور نفازیں (باللہ اور کھڑکیوں کو نہ سمجھیں۔

(۶) سجدہ سات اصناف پر کیا جائے جیسے کہ بخاری کی زیر عنوان حدیث میں ہے۔ پیشانی۔ دونوں ہاتھ۔ دونوں گھٹنے اور دونوں پاؤں پر سجدہ ہو۔ اسی لئے سجدہ میں ایک پاؤں کا اٹھنا مکروہ ہے۔

بَابُ السُّجُودِ عَلَى الْأَنْفِ

عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَمْرٌ أَنْ أَسْجُدَ عَلَى سَبْعَةِ أَعْظَمَ عَلَى الْجَبْهَةِ وَأَمْتَانِ يَسْلَمُ عَلَى الْأَنْفِ وَالْيَدَيْنِ وَالْأُكْبَتَيْنِ وَأَطْرَافِ الشَّكْمَيْنِ وَلَا تَكُفُّ الشَّيْبَابَ وَالشَّعْرَ (بخاری)

باب سجدے میں ناک بھی زمین سے لگنا چاہیے۔
 حضرت ابن عباس سے مروی ہے انہوں نے کہا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ مجھے کو سات بات لائی ہیں پر سجدہ کرنے کا حکم تھا ہے۔ پیشانی پر۔ اور آپ نے ناک کی طرف اشارہ کیا۔ اور دونوں ہاتھوں اور دونوں گھٹنوں اور دونوں پاؤں کی انگلیوں پر اور کہ ہم : ہاں اور کھڑکیوں کو نہ سمجھیں۔

۱۔ سجدہ میں پیشانی اور ناک دونوں زمین پر رکھے جیسا کہ بخاری کی زیر عنوان حدیث سے ثابت ہے اور حدیث ابو حمزہ میں ہے۔
 کہ حضور علیہ السلام نے سجدہ کیا۔ تو اپنی ناک اور پیشانی کو زمین پر رکھا۔

فتح القدیر میں بخوالہ ابو حمزہ و جراحہ کے الفاظ یہ ہیں کہ

كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُصُّمْ آفَتَهُ عَلَى الْأَرْضِ مَعَهُ جَبَّتِيهِ (فتح القدیر ص ۱۲)

حضور علیہ السلام جب سجدہ فرماتے تو پیشانی کے ساتھ ناک بھی زمین پر رکھتے۔

حضرت ابن عباس سے روایت ہے کہ حضور علیہ السلام نے فرمایا: جب ہند سجدہ کرتا ہے تو اس کے ساتھ سات اعضا سجدہ کرتے ہیں۔

وَجَبَّتِيهِ وَكَفَّتَا وَرَكِبَتَا وَدَقَّتَا مَا كَ (ترمذی)

منہ۔ دونوں ہاتھ۔ دونوں زانو۔ دونوں تھم

روایت مسلم عن ابن عباس کے لفظ یہ ہیں

الْجَبَّتِيهِ وَالْأَفْتِيهِ وَالْيَدَيْنِ وَالرَّكَبَتَيْنِ وَالْقَدَمَيْنِ

دو سات اعضاء پیشانی اور ناک و دونوں ہاتھ۔ دونوں زانو و دونوں تھم ہیں۔

۱۸) مرد سجدہ میں اپنے پنجوں اٹھائے یعنی صورت کی طرح سمٹ کر سجدہ کرے، حضرت مرد بن عازب نے سجدہ کر کے دکھایا تو

رَفَعَ خُجْرَتَهُ وَتَوَلَّى هَكَذَا كَانَ يَفْعَلُ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ (منہج الرایہ ص ۲)

اپنے پنجے اٹھائے اور کہا حضور علیہ السلام اسی طرح سجدہ کرتے تھے۔

۱۹) صحت سمٹ کر سجدہ کرے یعنی بازو کو دونوں سے ٹاٹے اور پیٹ ران سے اور ران پٹلیوں سے اور پٹلیاں زمین سے۔

إِذَا تَخَلَّجَ شِمَا تَعَمَّ بِعَفْنِ الْحَبِيمِ الْأَرْضِ

صورت میں ہے کہ حضور علیہ السلام دونوں بازو پر گدے جو نماز پڑھ رہی تھیں آپ نے فرمایا:

جبرئیل سجدہ کر دو تو اپنے بعض اعضاء کو زمین سے ملاؤ۔

اور منہ کی روایت کے یہ لفظ ہیں کہ

إِذَا تَخَلَّجَتِ السُّرَّةُ الصَّقَّتْ بِطَنُهَا بِتَحْدِهَا

عمدة الزاویہ ج ۱ ص ۱۴۸

جب عورت سجدہ کرے۔ تو پیٹ رانوں کے ساتھ لگ جائے۔

۲۰) سجدہ کرتے ہوئے بارئین ربی الْأَعْلَىٰ پڑھا جائے جیسا کہ حدیث جبرائیل سے روایت ہے حضور علیہ السلام نے فرمایا:

كَذَا تَجِدُ ذَلِكَ مُبْهَكًا رَبِّي الْأَعْلَىٰ ذَا لِكِ

الردود ج ۱ ص ۲۲

کہ جب تو سجدہ کرے تو سجدہ میں تین بار سبحان ربی الْأَعْلَىٰ پڑھا اور اذنی درج ہے۔

۲۱) سجدہ میں جانتے ہوئے اور سجدہ سے اٹھتے ہوئے اللہ اکبر کہے جیسا کہ حدیث ابو ہریرہ سے ثابت ہے (بخاری و مسلم)

مضمون حدیث گذشتہ اور ان میں منقولہ بار گزر چکا ہے۔

۲۲) پلاس سجدہ کر کے جب بیٹھ کر بائیں پاؤں بچھا کر رکھے چنانچہ حضرت عائشہ صدیقہ سے روایت ہے کہ حضور علیہ السلام

يَقْرَأُ رَجُلُهُ الْيُسْرَى وَيَنْصِبُ رَجُلُهُ الْيُمْنَى

مسلم مشکوٰۃ ص ۶

بایاں پاؤں بچھاتے تھے۔ اور دایاں کھڑا کرتے تھے۔

اور حدیث ابو سعید خدری کے الفاظ یہ ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ایک سجدہ کے بعد سر کو اٹھاتے اور دایاں پاؤں بچھاتے اور اس پر بیٹھتے۔

عَلَيْهَا ثُمَّ تَقْنِطُ حَتَّى يَرْجِعَ كُلُّ عَظْمٍ فِي مَوْضِعِهِ

عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ مَرْثَدَةَ

اس طرح کہ ہر ہڈی اپنی جگہ پر برابر ہو جاتی پھر آپ دوسرا سجدہ کرتے۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ سجدہ میں تین بار تسبیح پڑھنے کے بعد سجدہ اٹھائے۔ پھر راقہ اور واجہا قدم کھڑا کرے اور ایساں پھیلے اور اس پر توبہ اچھی طرح بیٹھ جائے۔ حتیٰ کہ سر بڑی اپنی جگہ پر آجائے۔ اسی سے جلسہ کی مقدار بھی معلوم ہوگئی کہ دو سجدوں کے درمیان اتنا ٹھہرے کہ سر بڑی اپنی جگہ پر آجائے۔ اس کے بعد دوسرا سجدہ کرے۔ (۱۳) دوسرے سجدہ سے سر اٹھانے کے وقت پہلے سر پھر راقہ۔ پھر راقہ اور راقہ کو گھٹنوں پر رکھ کر پنجوں کے بل کھڑا ہو جائے

جیسا کہ حدیث دلائل میں ہے کہ حضور علیہ السلام

وَإِذَا نَهَضَ رَفَعَ يَدَيْهِ قَبْلَ رُكُوعِهِ وَأَمَّا لِسَانُهُ

رَابِعًا وَدَوْدَ - سَأَى رُتَدَى دَاوُدَ

ثَلَاثًا لَمْ يَضَرْ لَمْ يَضَرْ عَلَى رُكُوعِهِ وَاسْتَعْمَدَ عَلَى

تَحْدِيدِهِ رَابِعًا وَدَوْدَ

يَتَهَضُّ فِي السَّلَوةِ عَلَى صَلَوةٍ قَدْ مَبَّيَّنَ

عَمْدَةَ الرَّاوِدَ مَدِينَةَ دَرَمِي

بَابُ إِذَا لَمْ يَسْتَمِ سَجُودُهُ

عَنْ حَدِيثِ آتِهِ زَاي رَجُلًا لَا يَسْتَمِ

رُكُوعُهُ وَلَا مَسْجُودُهُ فَلَمَّا قَفَى

صَلَوَتُهُ قَالَ لَهُ حَدِيثُهُ مَا صَلَّيْتُ وَ

أَخْبَرَهُ قَالَ تَوَمَّسْتُ مَتَّ عَلَى عِثْرِ سَنَةِ

مُحَمَّدٍ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَجُمَا

جب سجدہ سے اٹھتے تو ہاتھوں کو گھٹنوں سے پہلے اٹھاتے۔

جب حضور سجدہ سے اٹھتے تو گھٹنوں اور سانوں پر ہاتھ کرتے ہوئے اٹھتے۔

حضور علیہ السلام نماز میں اپنے پنجوں کے بل سجدہ کھڑا ہوتے۔

باب سجدہ پورا نہ کرنا کیسا گناہ ہے۔

حضرت مزلقہ سے مروی ہے انہوں نے ایک آدمی کو دیکھا کہ وہ نہ تو رکوع پوری طرح کر رہا تھا اور نہ سجدہ جب وہ نماز پڑھ چکا تو حضرت مزلقہ نے اس سے فرمایا تو نے نماز ہی نہیں پڑھی اور اٹھنے لگا کہ میں سمجھتا ہوں کہ صرف یہ کہ اگر کسی کا تو محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے طریقہ پر نہیں مرتے گا۔

حدیث ترمذی سے معلوم ہوا کہ رکوع و سجدہ کا اتمام و اجابت نماز سے ہے۔ رکوع و سجدہ کو پورے طور پر ادا نہ کرنے سے نماز مکروہ ہوتا ہے۔

باب کچھ زمین بھی ناک زمین پر لگنا

حضرت ابو سلمہ سے مروی ہے انہوں نے کہا کہ میں حضرت ابو سعید خدری کے پاس گیا اور کہا ابو سعید کے بلخ کی میر کرٹکے اور باتیں بھی کریں گے۔ وہ نکلے۔ ابو سلمہ نے کہا میں نے دریا میں ابو سعید سے کہا کیا تم نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے شب قدر کے بارے میں کچھ سنا ہو تو وہ بیان کر دے۔ ابو سعید نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے رمضان کے پہلے عشرہ میں اعتکاف کیا اور ہم نے بھی آپ کے ساتھ اعتکاف کیا۔ پھر حضرت جبریل آپ کے پاس آئے اور کہنے لگے کہ آپ جس کی جستجو میں ہیں وہ آگے ہے۔ پھر آپ نے درمیان

بَابُ السَّجُودِ عَلَى الْأَفْ فِي الطَّيْنِ

عَنْ أَبِي سَلَمَةَ قَالَ الْطَلَقْتُ إِلَى

أَبِي سَعِيدٍ بِالْخَدْرِ فَقُلْتُ لَا تَخْرُجْ بِنَا

إِلَى الْغُلِّ شَعْدَتُ تَخْرُجْ قَالَ قُلْتُ

خَدْتُ مَا سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي لَيْلَةِ الْقَدْرِ قَالَ إِيَّاكَ

رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْعَشْرُ

الْأَوَّلُ مِنْ رَمَضَانَ وَأَعْتَكُفْتُ مَعَهُ ثَلَاثَةَ

يَوْمَاتٍ فَقَالَ إِنَّكَ لَذِي تَطْلُبُ أَمَّا مَا

تَعْتَكُفُ الْعَشْرُ الْأَوَّلُ وَأَعْتَكُفْتُ مَعَهُ

فَاتَانَا جَبْرِيلُ فَقَالَ اِنَّ الَّذِي تَطْلُبُ
اَمَامَكَ فَقَامَ الَّذِي صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
خَطْبَتَهَا صَبِيحَةَ عَشْرَيْنِ مِنْ رَمَضَانَ
فَقَالَ مَنْ كَانَ اِعْتَاكَ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى
اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلْيَدِجْ فَاِنَّ اِيَّتْ يَلْتَمِ
الْقُدْرَ اِنَّ لَيْسَتْ هَا اِيَّتْ هَا فِي الْعَشْرِ
الْاَوَّلِيْنَ فِي رَمَضَانَ اِنَّ كَايْتْ كَايْتْ
اَتَجِدْ فِي طَبَقِ رَمَضَانَ وَكَانَ سَقْفُ
الْمَسْجِدِ جَوْبُ الْفَخْلِ وَمَا تَرَى فِي السَّمَاءِ
شَيْئًا لَجَاءَتْ تَزْعُفَةٌ فَاُمْطَرْنَا فَصَلَّى
بِنَا النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَتَّى
دَايْتْ اَكْرَ الطُّبْنِ وَالسَّاءِ عَلَى جَهَنَّمَ رَسُولُ
اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ دَايْتْ بَيْتَهُ
تَصَلُّوْنَ رَمَضَانَ

ترجمہ

یہ حدیث مسائل و اہل بیت پر مشتمل ہے۔

۱۔ مسجد پیشانی اور ناک پر کیا جائے۔

۲۔ کچھ لمبی مسجد ہمارے جیکے کچھ کم ہو اور پیشانی کو زمین پر جتنے سے نہ روکے

۳۔ ایسی بات کہ رمضان کے آخری عشرہ میں ہوتی ہے۔

۴۔ کسی حکمت کی بنیاد پر اللہ جل جلالہ کسی بات کو حضور علیہ السلام کے ذہن سے تیار بھی دیتا ہے۔ گو انور شہید میں جس کی تبلیغ و

ارشادت حضور کا فرضی جوت ہے ان میں سے ایک بیان نہیں ہو سکتا۔

۵۔ اچھ کے وقت ماننے پر کچھ گروہ و غبار لگ جائے تو اس کو صاف نہ کرنا مستحب ہے اور اگر صاف کرے تو بھی حرج نہیں۔

۶۔ زیاہ رکھ کے خواب حق ہوتے ہیں۔

الحمد لله رب العالمین۔ اس حدیث مقدس پر پارہ سوم ختم ہو گیا۔ اب انشاء اللہ العزیز پارہ چہارم شروع ہو گا۔

سید محمود احمد ضوی

۱۵ جولائی ۱۹۶۰ء

عشرہ میں احکامات کیا اور ہم نے بھی آپ کے ہمراہ احکامات
کیا پھر جبریل آپ کے پاس آئے اور کہنے لگے کہ آپ میں چیز
رہنا ہے کہ چوتھیں میں وہ آگے سے یہ سن کر آپ صلی
اللہ علیہ وسلم کھڑے ہوئے اور رمضان کی بیسویں تا دسویں کی صبح
کو طبع ستایا اور فرمایا جس نے میرے ساتھ احکامات کیا وہ
لوٹ آئے اور پھر احکامات کرے۔ کیونکہ شب قدر محمد کو
دکھائی گئی لیکن میں بھول گیا اور یہ شب رمضان کے آخری
عشرہ کی طاق راتوں میں ہے اور میں نے یہ بھی دیکھا گو یا اس شب
کو میں پانی اور کچھ میں سجدہ کر رہا ہوں۔ ابو سعید نے کہا مسجد
کی چیت کھجور کی شاخوں کی تھی۔ اور آسمان میں اور وغیرہ
کچھ بھی معلوم نہیں ہوتا تھا۔ بتنے میں ایک بالکاسا بدل فرمودہ
ہوا اور بادشہ ہوئی۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم کو نماز پڑھائی
تو میں نے کچھ اور پانی کا نشان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی
پیشانی اور ناک کی نوک پر دیکھا۔ آپ کا خواب سچا ہوا۔